مسیح ابن مریم علیہ السلام اور دجال قادیان کے دعوے

مولانا محمد اسلم رضوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

اٹھارویں صدی عیسوی کے اواخر میں انگریز سامراج نے منصوبہ بندی کی کہ مسلمانوں کو کئی بار کچلنے کے بعد بھی پھر جو تازہ زندگی مل جاتی ہے اس کا سدباب کیا جائے اور ان کو چشمہ حیات سے دور کر دیا جائے جس سے وابستگی ان کو مرنے نہیں دیتی۔

انہوں نے اس کے لیے مرزا قادیان کو خریدا اور مسلمانوں میں فتنہ پیدا کرنے کے لیے تیار کیا تاکہ ان کا شیرازہ بکھر جائے اور یہ یک سو ہو کر ہمارے خلاف کسی قسم کا اقدام نہ کر سکیں اس مقصد کے لیے انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کو تیار کیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے انیسویں صدی کی ابتدا میں ہی گل کھلانے شروع کر دیئے۔ کسی نے کہا تھا

دروغ گو را حافظہ نہ باشد

اس نے آئے روز نئے سے نئے دعوے کرنے شروع کر دیئے۔ کبھی اپنے آپ کو ولی کہا کبھی امام کہا کبھی غوث کہا کبھی مثیل مسیح کہا کبھی مسیح موعود کہا اور کبھی ظل نبی کہا کبھی بروزی نبی کہا کبھی اصل نبی کہا۔ جب اس نے یہ زہر افشانی شروع کی تو علماء اہل سنت نے اس کے فتنہ کے سامنے سد سکندری کا کام کیا اور اس کے دجل و تلبیس کے جال کے بخیے ادھیڑ کے رکھ دیئے اور تاریخ گواہ ہے کہ تاجدار گولڑہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی للکار حسینی نے اس کو ناکوں چنے چبوا دیئے۔ یہاں تک کہ ذریت شیطان کے اس کے بعد قدم نہ لگ سکے ایک صدی بعد جب انہوں نے انگریز کے سہارے پھر سنبھلنے کی کوشش کی تو حضرت ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ نے عالمی عدالت میں مرزا کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک کر شیطان کی ساری اولاد کو لاجواب کر دیا۔

مرزا قادیان کے دعاوی:

مرزا قادیانی نے جتنے بھی دعوے کیے ان کے اوپر علماء نے اس قدر شدید ضربیں لگائیں کہ مرزا اور اسکی ذریت اسکے چیتھڑے بھی نہ سنبھال سکی۔ ان تمام دعوؤں میں سے قادیانیوں نے جس دعویٰ کو ترجیح دی اور جس کو قدرے مضبوط سمجھا وہ مسیح موعود کا دعویٰ ہے یعنی نقل کفر کفر نباشد

احادیث طیبہ میں جس مسیح کا وعدہ کیا گیا ہے وہ مرزا قادیانی ہے مرزا کا دعویٰ ہے کہ گزشتہ اسرائیلی مسیح وفات پا چکے ہیں

لہٰذا احادیث صحیحہ میں جس مسیح موعود کا ذکر ہے وہ میں ہوں آیئے احادیث صحیحہ کی روشنی میں اس دعویٰ کو پرکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

سرکار دو عالم ﷺ کا فرمان:

۱) آسمان سے اترنے والے حضرت مسیح علیہ السلام کا نام عیسیٰ ابن مریم ہے۔

جب کہ مرزا قادیانی خود کہتا ہے کہ میرا نام غلام احمد ہے میرے باپ کا نام غلام مرتضیٰ ہے اور میرے دادا کا نام عطا محمد ہے۔(حاشیہ کتاب البریہ صفحہ ۱۳۴)

ان دو عبارتوں کو پڑھنے کے بعد آپ یہ کہنے پہ مجبور ہو جائیں گے لعنۃ اللہ علی الکاذبین

حضور نبی کریم ﷺ نے مسیح موعود کی والدہ کا نام مریم بتایا ہے جب کہ قادیانی کی والدہ کا نام مریم نہیں بلکہ چراغ بی بی تھا۔(حوالہ سیرت کی مشہور کتابیں)

جب مرزا قادیانی نے نصوص ظاہرہ میں عیسیٰ ابن مریم کے نزول کا ذکر صراحتاً دیکھا تو پھر اسکی عجیب وغریب تاویلیں کرنے لگا چنانچہ براہین احمدیہ کے تیسرے حصے میں لکھتا ہے کہ! میرا نام مریم رکھا پھر جیسا کہ براہین احمدیہ سے ظاہر ہے کہ دو برس تک صفت مریمیت میں میں نے پرورش پائی اور پردے میں نشونما پاتا رہا اور پھر جب اس پر دو برس گزر گئے تو جیسا کہ براہین احمدیہ کے حصہ چہارم ص نمبر ۴۹۶ میں درج ہے مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینے کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں بذریعہ اس الہام کے جو سب سے آخر براہین احمدیہ کے حصہ چہارم کے ص ۵۵۶ میں درج ہے مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا۔(کشتی نوح ص ۴۶، ۴۷، حقیقۃ الوحی ص ۳۳۹) قارئین کرام! اس عبارت کو کم از کم تین دفعہ پڑھیں تا کہ نتیجہ اخذ کرنے میں آپ کو کوئی دشواری نہ ہو کیا یہ لطیفہ نہیں ہے؟ کہ مرزا جی جب مرزا غلام مرتضیٰ کے گھر پیدا ہوئے تو مذکر تھے پھر جب تک انگریز کی گود میں پلتے رہے تو مذکر تھے ان بے چاروں نے کسی عورت کو اس لیے اس کام کے لیے نہیں خریدا تھا کہ سچے نبیوں کی تاریخ میں کسی عورت کا ذکر نہیں ملتا۔

اب ظلم یہ ہوا کہ مرزا صاحب انگریز کے مشن کے فروغ کے لیے دو سال مونث بھی رہے۔اب انگریزوں نے اپنی اس داشتہ کیساتھ کیا کچھ نہ کیا ہوگا ہاں اس نے خود کہہ دیا ہے کہ پھر میں تقریباً دس مہینے حاملہ رہا اور پھر اچانک ہی مریم سے عیسیٰ بن گیا۔یعنی انکی تانیث منسوخ ہوگئی اور تذکیر بحال ہوگئی۔

اس عبارت سے تو مرزا صاحب ایک عقلمند آدمی نہیں لگتے ایسے لگتا ہے جیسے کوئی فاتر العقل آدمی ہے۔ایسے

بے وقوف اور احمق زمانہ کو مسیح موعود یا نبی کہنا اس سے بڑی اور بیوقوفی کیا ہوگی۔

سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا!

”کیف انتم اذا نزل ابن مریم من السماء فیکم وامامکم منکم “ کہ وہ منظر کیسا ہوگا جب ابن مریم تمہارے درمیان آسمان سے اتریں گے۔(بیہقی کتاب الاسماء والصفات)

مرزا قادیانی نے ازالہ اوہام ص ۸ پر اس حدیث کو تسلیم کرتے ہوئے خود لکھا ہے کہ! ”مسیح آسمان سے اتریں گے“ اور قادیانی آسمان سے نازل نہیں ہوا بلکہ مشرقی پنجاب قادیان میں پیدا ہوا وہیں اس کا مولد اور وہیں اس کا مدفن ہے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام مشرقی دمشق میں اتریں گے۔

اور مرزا قادیان میں پیدا ہوا یہاں تک کہ اس بد بخت نے پوری زندگی میں دمشق دیکھا بھی نہیں۔

اب اسکی ڈھٹائی ملاحظہ فرمایئے۔وہ حدیث کا صراحتاً انکار تو نہ کر سکا انکار کی بجائے تاویلات فاسدہ کا سہارا لینے لگا۔کہیں لکھا کہ قادیان کو استعارہ کے طور پر دمشق کہا گیا ہے کبھی کہنے لگا کہ دمشق کے لفظ کی تعبیر میں میرے پر من جانب اللہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اس جگہ ایسے قصبے کا نام دمشق رکھا گیا ہے جس میں ایسے لوگ رہتے ہیں جو یزیدی الطبع اور یزید پلید کی عادات اور خیالات کے پیرو ہیں۔(ازالہ اوہام حاشیہ ص ۶۶)

اور کہیں لکھا اگرچہ میرا یہ دعویٰ تو نہیں اور نہ اسے کامل تصریح سے خدا تعالیٰ نے مجھ پر کھول دیا ہے کہ دمشق میں کوئی مثیل مسیح پیدا ہوگا بلکہ میرے نزدیک ممکن ہے کہ آئندہ زمانے میں خاص کر دمشق میں بھی کوئی مثیل مسیح پیدا ہو جائے۔(ازالہ اوہام حاشیہ ص ۷۲،۷۳)

تبصرہ:

آپ نے مرزا صاحب کی گنجلک عبارات ملاحظہ فرمائیں!

۱) کبھی کہا کہ قادیان کو بطور استعارہ دمشق کہا گیا ہے اور مسیح سے مراد میں ہی ہوں۔

۲) کبھی کہا دمشق اور قادیان کے لوگوں کے مزاج کی باہمی مطابقت کی وجہ سے قادیان کو دمشق کہا گیا ہے۔

۳) ہو سکتا ہے کہ میرے بعد کوئی مثیل مسیح دمشق میں پیدا ہو اور یہ اس کا تذکرہ ہو۔

قارئین کرام! نبی کبھی شک وارتیاب کا شکار نہیں ہوتا بلکہ نبی پہلے دن سے یقین کی منزل پہ فائز ہوتا ہے۔

نبی جھوٹ نہیں بولتا اور مرزا جی ہر ہر موڑ پر لوگوں کو جھانسہ دینے اور جھوٹ بولنے کے چکر میں رہتے ہیں حدیث رسول ﷺ بتا رہی ہے کہ مسیح موعود دمشق میں اتریں گے۔اور مرزا قادیان نے ساری زندگی دمشق دیکھا ہی نہیں ہے۔اسکو

جھوٹا کہنے کے لیے یہی کافی ہے۔لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

۲)حدیث پاک میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے اتریں گے تو ان کے جسم پر دو زرد چادریں ہوں گی۔ مرزا قادیان نے اس حدیث کا مصداق بننے کے لیے ایک منارۃ المسیح تیار کرلیا پھر اس پر چڑھ کر نیچے اتر آیا لوگوں نے کہا وہاں حدیث میں دو چادروں کا بھی ذکر ہے۔اس نے کہا ان چادروں سے مراد بیماریاں ہیں اور وہ میرے اندر موجود ہیں ایک مسلسل بول کی بیماری اور دوسری مرگی کی بیماری۔

ضمیمہ براہین احمدیہ ج ۵ ص ۲۰۱ پر مرزا نے لکھا کہ میں پیشاب کا ایسا مریض ہوں کہ بعض اوقات ایک دن میں سو دفعہ پیشاب کرتا ہوں اور دوران راس یعنی مرگی کی شدت کی وجہ سے کبھی کبھی زمین پر گر جاتا ہوں۔

تبصرہ:

وہ آدمی جو دن میں سو دفعہ پیشاب کرنے کے لیے جائے اور مرگی کا مرض بھی اتنی شدت سے ہو کہ وہ کئی دفعہ گر جائے تو اب اگلا نقشہ آپ خود تصور کرلیں۔کئی دفعہ ایسا ہوتا ہوگا کہ مرزا کا سر ٹائلٹ کی سیٹ میں پھنسا ہوگا۔بیچارے مقتدیوں کو کتنی دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہوگا۔بیچارے کہتے ہوں گے کہ ایسے نبی سے ہمیں شیطان مل جاتا تو بہتر تھا۔

ے ایسے آنے سے تو اچھا تھا نہ آنا دل کا

اور پھر اس بیماری کے تسلسل نے اتنا ظلم کیا کہ مرزا کی موت بھی ٹائلٹ میں ہی ہوئی۔اصول یہ ہے کہ نبی جہاں وصال کرے اسکو وہیں دفن کیا جاتا ہے مرزا کے ماننے والے اگر انکے ساتھ انصاف کرتے تو انکو چاہیے تھا کہ مرزا کو وہیں دفنا دیتے تاکہ ان کو اپنے کیے کا اجر ملتا رہتا۔

۳) نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت ابن مریم جب اتریں گے تو سب کافر مر جائیں گے۔ لیکن مرزا کے دور میں کافروں میں اضافہ ہوا بلکہ کئی لوگ مرزا کی وجہ سے کافر ہو گئے یہ بھی مرزا کے جھوٹے ہونے کی علامت ہے۔لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

۴) حضور نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو حاکم عادل ہوں گے نہ کہ محکوم۔جب کہ مرزا قادیانی محکوم بھی تھا ذلیل بھی تھا خائن بھی تھا حکومت برطانیہ سے خائف بھی تھا اور انگریزوں کی محکومیت کو اپنے لیے باعث فخر سمجھتا تھا اور انگریزوں کو خوش کرنے کے لیے جہاد کے خلاف فتوے بھی دیتا تھا۔یہاں تک اس نے خود لکھا ہے کہ میں نے انگریزوں کی حمایت میں اتنی کتابیں، رسالے اور اشتہار چھاپے ہیں کہ اس سے

پچاس الماریاں بھر جائیں۔(تریاق القلوب ص ۲۵)

۵) مسلم شریف میں مسیح ابن مریم کی ایک نشانی یہ ہے کہ وہ صلیب کو توڑیں گے اور اس کی عبادت ختم کریں گے اور دنیا میں نصرانیت باقی نہیں رہے گی۔جبکہ مرزا قادیانی نے نہ صلیب توڑی اور نہ اسکی عبادت کو ختم کروایا اور نصرانیت اس کے دور میں اور زیادہ ہوگئی لہذا اس کے جھوٹے ہونے کے لیے یہی کافی ہے۔لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

۶) حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب تشریف لائیں گے تو سب لوگوں کو دین اسلام پر جمع کر دیں گے اسلام کے سوا کوئی دین باقی نہیں رہے گا۔(ابن ماجہ، ابوداؤد، ابن خزیمہ)

حالانکہ یہ کام بھی مرزا کے دور میں نہ ہوسکا یہ بھی اسکے جھوٹا ہونے کی علامت ہے۔

۷) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی وجہ سے لوگ عبادت کی طرف اس قدر راغب ہوں گے کہ ایک سجدہ کو دنیا وما فیہا سے بہتر سمجھیں گے۔(بخاری ومسلم)

مرزا کے دور میں یہ بھی نہیں ہوا یہ بھی اس کے جھوٹا ہونے کی دلیل ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد حج یا عمرہ یا دونوں کو جمع کر کے ادا فرمائیں گے۔جبکہ مرزا قادیانی کو زندگی میں ایک دفعہ بھی حرمین شریفین میں جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔یہ بھی اسکے جھوٹا ہونے کی دلیل ہے۔

۸) حضرت عیسیٰ علیہ السلام وصال کے بعد روضہ رسول میں دفن کیے جائیں گے(مشکوٰۃ)

جبکہ مرزا قادیانی کو قادیان میں دفن کیا گیا ہے۔اسکو روضہ رسول کی خوشبو بھی نہیں مل سکی یہ بھی اسکے جھوٹا ہونے کی دلیل ہے۔لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

آ تجھ کو بتاؤں کہ بہت خوار ہے مرزا
ابلیس کے پھندے میں گرفتار ہے مرزا
گرگٹ کی طرح رنگ بدلنا پڑا جس کو
پھر بھی رہا ناکام وہ مکار ہے مرزا
تھی جسے کے رگ وریشہ میں انگریز پرستی
انگریز کا پالا ہوا غدار ہے مرزا

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

حیاتِ مسیح (سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام)

خطیب پاکستان علامہ محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

ویسے تو اختلافِ آراء و مذہب سے کوئی بھی دور خالی نہیں گزرا لیکن موجودہ دور اس لحاظ سے بہت زیادہ نازک انتہائی خطرناک اور تباہ کن ہے۔اس لیے کہ خود مسلمان کہلانے والوں میں بدقسمتی سے ایسے افراد پیدا ہو گئے ہیں جنہوں نے اسلام کے حصار محکم کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے میں اپنی تمام قوتیں صرف کر رکھی ہیں۔اس میں کوئی شبہ نہیں کہ گزشتہ ادوار میں بھی اسلام اور مسلمانوں کو ایسے لوگوں کی وجہ سے بہت نقصان پہنچا اور یہ تو ایک حقیقت ہے کہ مسلمانوں کو جتنا نقصان ان مارہائے آستین سے پہنچا اتنا نقصان کفار و مشرکین سے کبھی نہیں پہنچا۔

یہ مارہائے آستین، مصلحین کا لباس پہن کر نمودار ہوتے ہیں۔انکا ظاہر دل فریب اور باطن سراسر مکر و فریب ہوتا ہے۔یہ گندم نما جو فروش یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے ملت کی اصلاح میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں حالانکہ ملت کی تباہی و بربادی کا سبب یہی مفسدین اور منافقین ہی ہوتے ہیں۔موجودہ دور میں ان مفسدین نے اپنی خواہشات نفسانی اور اغراض ملعونہ کی تکمیل کے لیے معاذ اللہ جس طرح قرآن و حدیث اور شریعت و سنت کو خصوصاً تختہ مشق بنایا ہوا ہے اسکی مثال نہیں ملتی مگر الحمد للہ دین و ملت کے حقیقی محافظ کی رحمت سے ایسے ایسے مخلص اور پاکباز بندے پیدا ہوتے رہے جو ان عیار و مکار لوگوں کی عیاریوں، مکاریوں کا پردہ چاک کر کے ملت کو حقیقت حال سے آگاہ کرتے رہے اور ان شاء اللہ کرتے رہیں گے۔علماکرام کے اس مسلسل جہاد اور پیہم کوشش کے باوجود بھی بعض فرقے جسم ملت پر ناسور کی طرح ملت کے لیے انتہائی کرب و اذیت کا باعث بنے ہوئے ہیں۔

انگریز نے نبوت کے جھوٹے دعویدار مرزا قادیان کی جھوٹی نبوت کی تخلیق اور پھر اپنے زیر سایہ اسکی پرورش کر کے ملت اسلامیہ پر جو کاری ضرب لگائی ہے وہ سخت تباہ کن ثابت ہو رہی ہے۔اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے شر سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔مرزا قادیانی کے عقائد باطلہ میں سے ایک عقیدہ باطلہ یہ ہے کہ!

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں اور جس عیسیٰ ابن مریم کے آنے کی احادیث نے خبر دی ہے وہ میں ہی ہوں اور مسلمانوں کا یہ عقیدہ کہ عیسیٰ ابن مریم آسمان پر زندہ اٹھا لیے گئے ہیں اور قرب قیامت نازل ہوں گے بالکل غلط ہے۔جو ایسا عقیدہ رکھتے ہیں گمراہ ہیں بے دین ہیں"۔(معاذ اللہ) اس لیے بندہ نہایت اختصار کیساتھ مسئلہ حیاتِ مسیح ہدیہ ناظرین کر رہا ہے۔(وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم)

مسئلہ حیاتِ مسیح :

مسئلہ حیات مسیح بیان کرنے سے پہلے یہ عرض کردینا ضروری ہے کہ اس مسئلہ کو مسئلہ ختم نبوت کیساتھ کوئی تعلق نہیں۔اگر بفرض محال حیات مسیح ثابت نہ ہوسکے تو بھی حضور اکرم ﷺ آخری نبی ہیں آپ کے بعد کسی قسم کا دعویٰ کرنا آیات قرآنی اور احادیث نبوی کا صریح انکار اور کفر ہے۔

رہا مسئلہ حیات مسیح تو یہ مسئلہ قرآن کریم،احادیث نبویہ اور اجماع اُمت سے ایسا واضح طور پر ثابت ہے کہ اہل اسلام میں آج تک کسی نے اس سے اختلاف نہیں کیا۔البتہ چند فلاسفر ملحد لوگوں نے اسکا ضرور انکار کیا لیکن علماء اُمت نے برابر انکار رد کیا اور دلائل قطعیہ سے ثابت کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ اُٹھائے گئے ہیں اور قرب قیامت نزول فرمائیں گے۔چند دلائل ملاحظہ ہوں:

اللہ تعالیٰ نے یہود کے ملعون و مغضوب ہونے کے جو وجوہ اور اسباب ذکر فرمائے ان میں فرمایا!

1:و بکفرھم و قولھم علی مریم بھتانًا عظیمًا۔وقولھم انا قتلنا المسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم وان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ ما لھم بہ من علم الا اتباع الظن وما قتلوہ یقینًا۔بل رفعہ اللہ الیہ وکان اللہ عزیزًا حکیمًاO(النساء۱۵۶۔۱۵۷۔۱۵۸)	اور بسبب ان کے کفر کے اور مریم (صدیقہ) پر عظیم بہتان لگانے کے اور ان کے اس قول کے سبب کہ ہم نے مسیح ابن مریم رسول اللہ کو قتل کردیا ہے حالانکہ نہ انہوں نے اس کو قتل کیا اور نہ انہوں نے اس کو سولی دیا۔بلکہ انکے لیے اسکی شبیہ کا ایک بنا دیا گیا اور بے شک وہ لوگ جنہوں نے اختلاف کیا اس (عیسیٰ) کے بارے میں وہ بھی شک و شبہ میں ہیں ان کے پاس اسکا کوئی صحیح علم نہیں بجز گمان کی پیروی کے اور انہوں نے یقیناً اس (عیسیٰ) کو قتل نہیں کیا بلکہ اس کو اللہ نے اپنی طرف یعنی آسمان پر اٹھالیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

اس آیت میں چند باتیں نہایت قابل غور ہیں!

اولاً: یہود پر لعنت کے اسباب سے ایک سبب ان کا یہ قول ہے کہ ہم نے مسیح کو قتل کر دیا۔(معاذ اللہ)لہذا جو یہ کہے کہ مسیح ابن مریم مقتول اور مصلوب ہوئے وہ ملعون ہے۔

ثانیاً: ان کا یہ قول کہ ہم نے مسیح کو قتل کر دیا محض قول ہی قول اور صرف زبانی دعویٰ ہے۔جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔بلکہ نہ انہوں نے قتل کیا نہ صلیب دیا۔دونوں کی الگ الگ مستقل نفی فرمائی گئی تا کہ یہ واضح ہو جائے کہ ہلاکت کی کوئی صورت پیش نہیں آئی۔

ثالثاً: فرمایا کہ!ان کے لیے ایک کو عیسیٰ کا شبیہ اور ہم شکل بنا دیا گیا تا کہ اسکو عیسیٰ سمجھ کر قتل کریں اور ہمیشہ کے لیے اشتباہ میں پڑے رہیں چنانچہ جب یہودیوں نے حضرت مسیح کے قتل کا ارادہ کیا تو پہلے ایک شخص ان کے گھر میں داخل ہوا۔اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح کو آسمان پر اٹھالیا اور اس شخص کی صورت آپ کی صورت میں مشابہ کر دی۔جب دوسرے لوگ گھر میں گھسے تو انہوں نے اس شخص کو مسیح سمجھ کر قتل کر دیا۔جب مقتول کو اچھی طرح دیکھا تو کہنے لگا سکا چہرہ تو مسیح کے چہرے سے مشابہ ہے اور باقی بدن ہمارے ساتھی کا معلوم ہوتا ہے۔بعض نے کہا کہ اگر یہ مقتول مسیح ہے تو ہمارا آدمی کہاں گیا اور اگر یہ مقتول ہمارا آدمی ہے تو مسیح کہاں ہے؟غرض کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ صحیح علم کسی کو بھی نہیں۔چنانچہ یہود و نصاریٰ کے تمام فرقے غلط فہمیوں اور اشتباہ کا شکار ہیں اور صرف جھوٹے گمان کی اتباع کرتے ہیں۔

رابعاً: حضرت مسیح کے متعلق تمام پھیلے ہوئے نظریات کا بطلان کر کے فرمایا جس عیسیٰ کو انہوں نے قتل کیا اور سولی نہیں دی اسی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا کیوں کہ یہ امر بالکل واضح ہے کہ **بل رفعه** کی ضمیر اسی طرف راجع ہے جس طرف **قتلوه** اور **صلبوه** کی ضمیریں راجع ہیں۔اور ظاہر ہے کہ قتل اور صلیب جسم ہی کا ممکن ہے روح کا قطعاً ناممکن تو معنی یہ ہوئے کہ جس جسم کو انہوں نے قتل نہیں کیا اور سولی نہیں دی اسی جسم کو اللہ نے اپنی طرف اٹھالیا۔

خامساً: یہود کا قول کہ ہم نے مسیح ابن مریم کو قتل کر دیا جسم کے قتل سے متعلق تھا نہ کہ روح کے اور اسی جسم کے قتل کی اللہ تعالیٰ نے تردید فرمائی کہ تم غلط کہتے ہو کہ تم نے اس کے جسم کو قتل کیا یا صلیب پر چڑھایا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے جسم کو صحیح وسالم آسمان پر اٹھالیا۔لہذا ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جسمانی قتل وصلیب کی نفی فرمائی اور جسمانی رفع کا اثبات فرمایا۔

سادساً: کلمہ بل کے ماقبل اور مابعد میں منافات اور تضاد کا ہونا ضروری ہے۔جیسا کہ فرمایا!**وقالوا اتخذ الرحمن ولداً سبحنه بل عباد مکرمون** (الانبیاء ۲۶) دیکھئے ماقبل ولدیت اور مابعد عبودیت ہے

اور دونوں میں منافات ہے دونوں جمع نہیں ہو سکتے اور زیر بحث آیت میں کلمہ **بل** کے ماقبل **قتل** اور صلیب ہے اور مابعد **رفع الی اللہ** ہے تو اگر **رفع الی اللہ** سے روحانی رفع بمعنی موت ہو تو ان دونوں میں منافات اور تضاد نہیں یہ دونوں جمع ہو سکتے ہیں۔ دیکھئے شہدا کا جسم قتل ہو جاتا ہے اور روح آسمان پر اٹھالی جاتی ہے۔ لہذا ضروری ہوا کہ **بل رفعه اللہ** میں رفع جسمانی مراد ہو جو قتل اور صلیب کے منافی ہے۔

سابعاً: اگر اس آیت میں رفع روحانی بمعنی موت مراد ہو تو ماننا پڑے گا کہ وہ رفع یہود کے قتل اور صلیب سے پہلے واقع ہوا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے! "**اَمْ یقولون به جنة بل جاءهم بالحق**" (المومنون:۷۰) اور فرمایا! "**ویقولون ائنا لتارکو الهتنا لشاعر مجنون بل جاء بالحق**" (الصافات:۳۶)۔ ان آیات میں حضور اکرم ﷺ کا حق لے کر آنا ان کے شاعر اور مجنون کہنے سے پہلے واقع ہوا۔ اسی طرح رفع روحانی بمعنی موت کو ان کے قتل اور صلیب سے پہلے ماننا پڑے گا حالانکہ مرزا صاحب قادیانی اس کے قائل نہیں وہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام یہود سے نجات پا کر فلسطین سے کشمیر گئے وہاں عرصہ دراز تک یعنی ستاسی سال زندہ رہے پھر وفات پائی اور سری نگر کے محلہ خانیار میں مدفون ہوئے وہیں آپ کا مزار ہے۔ (معاذ اللہ)

ثامناً: یہ کہ رفع روحانی بمعنی موت مراد لینے سے **وکان اللہ عزیزاً حکیماً** کیساتھ مناسبت نہیں رہتی کیوں کہ **عزیزا حکیما** ایسے ہی موقع پر فرمایا جاتا ہے جہاں کہ کوئی عجیب وغریب اور خارق عادت امر پیش آیا۔ چونکہ رفع جسمانی عجیب وغریب امر تھا لہذا **عزیزاً حکیماً** فرما کر اس طرف اشارہ فرمایا۔ وہ اللہ غالب و قادر اور حکیم ہے کسی کو زندہ آسمان پر اٹھالینا اسکے لیے کوئی محال اور مشکل امر نہیں بلکہ وہ اس پر قادر ہے اور وہ حکیم بھی ہے اسکا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا لہذا حضرت مسیح کو زندہ آسمان پر اٹھانا مصلحت وحکمت پر مبنی ہے۔

تاسعاً: یہ کہنا کہ آسمان پر جانے کی کوئی تصریح نہیں؟ اسکا جواب یہ ہے کہ فرمایا! **بل رفعه اللہ الیه** (اللہ نے مسیح کو اپنی طرف اٹھالیا) اسکے معنی یہی ہیں کہ اللہ نے آسمان پر اٹھالیا جیسا کہ فرمایا! **تعرج الملائکة والروح الیه** (المعارج:۴) کہ فرشتے اور روح الامین اللہ کی طرف یعنی آسمان پر چڑھتے ہیں۔ دیکھئے دونوں آیتوں میں **الیه** ہے جسکا معنی ہے (اسکی طرف) اگر **الیه** سے مراد آسمان پر جانا نہیں تو بتایئے کہ فرشتے اور روح الامین جو اللہ کی طرف چڑھتے ہیں وہ کہاں جاتے ہیں؟۔

عاشراً: حدیث رسول ﷺ نے بھی **الیه** کی تفسیر فرمادی کہ آسمان پر اٹھالیا گیا۔ پھر خواہ مخواہ کی کج بحثی کا تو کوئی

علاج نمبر ۔(تلك عشرة كاملة)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے!

2:ومكروا ومكر الله والله خير الماكرين ٥اذ قال الله يعيسى انى متوفيك ورافعك الى و مطهرك من الذين كفروا وجاعل الذين اتبعوك فوق الذين كفروا الى يوم القيمة ثم الى مرجعكم فاحكم بينكم فيما كنتم فيه تختلفون ۔(آل عمران:۵۴۔۵۵)	اور یہودیوں نے (مسیح کو قتل کرنے کی) خفیہ سازش کی اور اللہ نے بھی (مسیح کو بچانے کی) خفیہ تدبیر کی اور اللہ سب سے بہتر خفیہ تدبیر کرنے والا ہے۔جب کہ فرمایا اللہ نے اے عیسیٰ بے شک میں تجھے پورا پورا لینے والو ہوں اور تجھے اپنی طرف (یعنی آسمان پر) اٹھانے والا ہوں اور تجھے پاک کرنے والا ہوں ان لوگوں (کی تہمتوں) سے جنہوں نے (تیرا) انکار کیا۔اور جنہوں نے تیری پیروی کی ان کو قیامت تک (تیرے) منکروں پر غالب کرنے والا ہوں۔پھر تم سب کو میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے پس (اس وقت) میں فیصلہ کروں گا تمہارے درمیان (ان امور کا) جن میں تم اختلاف کرتے رہتے تھے۔

اور جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا!اے عیسیٰ ابن مریم کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھ کو اور میری والدہ کو اللہ کے سوا معبود بنا لو؟!اسکے جواب میں عیسیٰ علیہ السلام جو کچھ کہیں گے اس میں یہ بھی کہیں گے!

3: ما قلت لهم الا ما امرتنى به ان اعبدوا الله ربى و ربكم و كنت عليهم شهيدًا ما دمت فيهم فلما توفيتنى كنت انت الرقيب عليهم وانت على كل شئى شهيد○ (المائدہ:۱۱۷)

میں نے انہیں نہیں کہا مگر وہ جس کا تو نے مجھے حکم دیا کہ عبادت کرو اللہ کی جو میرا بھی اور تمہارا بھی پروردگار ہے اور میں ان پر مطلع تھا۔ جب تک میں ان میں رہا پھر بھی جب تو نے مجھے اٹھالیا تو تو ہی ان پر نگران تھا اور تو ہر چیز کا مشاہدہ کرنے والا ہے۔

ان آیتوں میں چند باتیں نہایت قابل غور ہیں!

اولاً: یہودیوں کی خفیہ سازش اور اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر کیا تھی؟ تو اس سلسلے میں تمام مفسرین فرماتے ہیں کہ یہودیوں کی خفیہ سازش حضرت عیسیٰ کو قتل کرنے اور صلیب دینے کی تھی اور اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بچانے اور زندہ آسمان پر اٹھانے کی تھی۔ تو یہودیوں کی سازش ناکام ہوئی اور اللہ تعالیٰ کی تدبیر غالب و کامیاب ہوئی۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ سب سے بہتر تدبیر فرمانے والا ہے۔ ہو نہیں سکتا کہ کسی کی تدبیر اللہ تعالیٰ کی تدبیر پر غالب آجائے۔

ثانیاً: اگر اس آیت میں توفی سے مراد موت لی جائے تو یہ یہودیوں کی تدبیر کی کامیابی ہوگی کیونکہ ان کی تمنا و آرزو یہی تھی کہ عیسیٰ کو ختم کر دو تو اللہ تعالیٰ نے انکو موت دے کر یہودیوں کی تمنا و آرزو کے مطابق کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی تدبیر کو ناکام ماننا پڑے گا۔ (معاذ اللہ)

ثالثاً: اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کا ذکر فرمایا کہ ان کی قوم نے آپس میں خفیہ طور پر یہ طے کیا کہ رات کے وقت صالح علیہ السلام اور انکے اہل کو قتل کر دیں اور بعد میں ان کے وارثوں سے کہہ دیں گے کہ ہم تو اس موقع پر موجود ہی نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے!

ومکروا مکرا و مکرنا مکراً وھم لا یعشرون ○ فانظر کیف کان عاقبۃ مکرھم انا دمرنھم وقومھم اجمعین ○ (النمل: ۵۰-۵۱)

انہوں نے (صالح علیہ السلام) کے قتل کی خفیہ سازشیں کیں اور ہم نے بھی (ان کے بچانے کی) خفیہ تدبیر کی کہ ان کو خبر بھی نہ ہوئی تو دیکھ لو ان کو اور ان کی ساری قوم کو ہلاک کر دیا۔

دیکھئے اس آیت میں بھی **ومکروا** کے بعد **ومکرنا** ہے۔ قوم ثمود نے صالح علیہ السلام کے قتل کی سازش کی تو اللہ تعالیٰ نے تدبیر کی ان کے بچانے کی۔ آخر اللہ تعالیٰ کی تدبیر غالب ہوئی۔ حضرت صالح علیہ السلام زندہ رہے اور قوم تباہ ہو گئی۔ ایسا ہی حضور اکرم ﷺ کے ذکر میں فرمایا!

واذ یمکربک الذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک و یمکرون و یمکرواللہ واللہ خیر الماکرین ○ (الانفال: ۳۰)

اور (اے محبوب) یاد کرو جب کفار تمہارے متعلق سازشیں کر رہے تھے کہ تمہیں قید کر دیں یا تمہیں قتل کر دیں یا تمہیں جلاوطن کر دیں وہ خفیہ سازشیں کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ خفیہ تدبیر فرما رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر خفیہ تدبیر کرنے والا ہے۔

دیکھئے اس آیت میں بھی **وَیَمْکُرُ اللہ** ہے۔ کفار مکہ نے حضور اکرم ﷺ کے (معاذ اللہ) قتل وغیرہ کی خفیہ سازشیں کیں تو اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کی حفاظت کی خفیہ تدبیر فرمائی۔ آخر اللہ تعالیٰ کی تدبیر غالب ہوئی کہ آپ کو صحیح سلامت مدینہ منورہ پہنچا دیا اور کفار کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر میں فرمایا! **ومکروا و مکر اللہ واللہ خیر الماکرین** کہ یہود نے ان کے قتل کی سازشیں کیں اور اللہ تعالیٰ نے انکی حفاظت کی دشمنوں سے بچا کر آسمان کی طرف ہجرت کرا دی۔

فائدہ:

حضور اکرم ﷺ کی ہجرت مدینہ منورہ ہوئی۔اس لیے کہ آپ کے اجزائے جسمیہ مدینہ منورہ کی مبارک زمین سے لیے گئے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہجرت آسمان پر ہوئی اس لیے کہ ان کے اجزائے جسمیہ آسمان سے جبریل امین لے کر آئے تھے اور جہاں سے کسی کے اجزائے جسمیہ آتے ہیں وہیں اسکی ہجرت ہوتی ہے اور ہجرت کے بعد واپسی ضرور ہوتی ہے۔دیکھیے حضور نبی کریم ﷺ ہجرت کے کچھ عرصہ بعد مکہ فتح کرنے کے لیے تشریف لائے اور اہل مکہ آپ پر ایمان لائے۔اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام بھی فتح اسلام کے لیے ضرور تشریف لائیں گے اور اہل کتاب آپ پر ایمان لائیں گے۔

مذکورہ بالا دلائل سے ثابت ہو گیا کہ **انی متوفیك ورافعك الی** اور **فلما توفیتنی** کا مطلب موت کے بعد روحانی طور پر اپنی طرف اٹھانا نہیں ہے بلکہ پورا پورا یعنی مع جسم وروح زندہ اپنی طرف آسمان پر اٹھانا ہے۔

رابعًا: **انی متوفیك** اور **فلما توفیتنی** کا معنی کیا ہے؟ **متوفی** اور **تَوَفَّیتَ** کا مصدر **توفی** اور **توفی** وفا سے مشتق ہے۔وفا کے اصلی اور حقیقی معنی ہیں **اخذ الشئی وافیاً** یعنی کسی چیز کو پورا پورا لے لینا کہ کچھ باقی نہ رہے۔قرآن کریم کی دو آیات ملاحظہ ہوں!

کل نفس ذائقة الموت وانما توفون اجورکم یوم القیمة (آل عمران:۱۸۵)	ہر نفس موت کو چکھنے والا ہے اور سوائے اس کے نہیں کہ تم قیامت کے دن پورا پورا اجر دیے جاؤ گے۔
ثم توفی کل نفس ما کسبت وھم لا یظلمون (آل عمران:۱۶۱)	پھر پورا پورا بدلہ دیا جائے گا ہر نفس کو جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا۔

فائدہ:

کچھ تھوڑا بہت اجر تو دنیا میں بھی مل جاتا ہے اس لیے فرمایا کہ پورا پورا اجر قیامت کے دن ملے گا۔دیکھیے ان آیات میں **توفی** کے معنی استیفاء اور اتمام کے ہی ہیں اور حقیقی معنی یہی ہیں۔**توفی** بمعنی موت یہ مجازی معنی ہیں یعنی مرنے والے پر **توفی** کا اطلاق اس لیے ہوتا ہے کہ اس کی مدت حیات پوری ہو جاتی ہے اور اتمام عمر کے لیے موت لازم ہے لیکن **توفی** عین موت نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے! **حتی یتوفھن**

الموت (النساء:۱۵)۔ یہاں تک کہ موت ان کی عمر تمام کردے۔ **توفی** کی حقیقت موت نہیں اس سلسلے میں بھی دو آیات قرآنی ملاحظہ ہوں!

وھو الذی یتوفاکم باللیل و یعلم ما جرحتم بالنھار (الانعام:۶۰)
اور وہی ہے جو تم کو پورا پورا لے لیتا ہے اور جانتا ہے جو تم نے دن میں کمایا۔

اس آیت میں **توفی** کا اطلاق نیند پر ہوا ہے چونکہ نیند کے وقت عقل و ادراک اور تمیز و ہوش کو پورا پورا لے لیا جاتا ہے اس لیے **توفی** کا اطلاق ہوا۔

اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا (الزمر:۴۲)
اللہ ہی قبض کرتا ہے نفسوں کو جب ان کے مرنے کا وقت ہوتا ہے اور جو نہیں مرے ان کو قبض کرتا ہے ان کی نیند کے وقت۔

اس آیت میں کس قدر صاف تصریح ہے کہ موت کے وقت **توفی** ہوتی ہے مگر **توفی** عین موت نہیں اور موت کیساتھ اسکو جمع اس لیے کیا گیا کہ موت کے وقت روح پوری پوری لے لی جاتی ہے۔ حاصل یہ کہ **توفی** کے معنی وہی استیفا اور **اخذ الشئی وافیا** یعنی شئی کو پورا پورا لینے کے ہیں۔ **توفی** میں کوئی تغیر و تبدل نہیں صرف **توفی** کے متعلق میں تبدیلی ہوتی ہے کسی جگہ **توفی** کا متعلق اجر ثواب ہے تو وہ پورا پورا دیا جائے گا۔ کسی جگہ نیند ہے تو اس میں عقل و ادراک اور تمیز و ہوش کو پورا پورا لے لیا جاتا ہے۔ اور کسی جگہ موت ہے تو اس میں روح کو پورا پورا لے لیا جاتا ہے۔ آیات زیر بحث میں **توفی** کا متعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور عیسیٰ صرف روح کا نہیں بلکہ روح مع الجسم کا نام ہے اور **متوفیك** و **رافعك** میں خطاب جسم مع الروح کو ہے لہٰذا **انی متوفیك و رافعك الی** کا معنی یہ ہوا کہ بے شک میں تجھے پورا پورا مع جسم و روح اس طرح لے لوں گا کہ تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا۔ اسی حقیقت کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن **فلما توفیتنی** کے الفاظ میں ظاہر فرمائیں گے کہ جب تو نے مجھے اٹھالیا تو پھر تو ہی ان پر نگران تھا۔ مذکورہ بالا بیان کی تصدیق و تائید میں اکابر مفسرین کے ارشادات ملاحظہ ہوں!

۱)فقال بعضهم هي وفاة نوم	اور بعض فرماتے ہیں کہ یہ وفات نیند ہے
وكان معنى الكلام على	ان کے طریق پر کلام کا معنی یہ ہوگا کہ بے
مذهبهم اني منيمك	شک میں تجھے سلاؤں گا اور نیند کی حالت
ورافعك في	میں تجھے اٹھاؤں گا اور دوسرے سب یہ
نومك ۔۔۔وقال آخرون	فرماتے ہیں کہ اسکا معنی یہ ہے کہ بے شک
معنى ذلك اني قابضك من	میں تجھے زمین سے پورا پورا لے لوں گا اور
الارض فرافعك الى قالوا و	اپنی طرف اٹھا لوں گا اس لیے کہ وفا کا معنی
معنى الوفاة القبض كما	قبض کرنا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ اپنا
يقال توفيت من فلان مالي	سارا مال لے لیا ہے
عليه	یعنی قبضے میں کر لیا ہے۔لہذا ارشاد ربانی
بمعنى قبضته واستوفيته	
قالوا	

فمعنی قولہ انی متوفیك ورافعك ای قابضك من الارض حیا الی جواری واخذك الی ماعندی بغیر موت۔ (ابن جریر ص ۱۸۳/۳ مطبوعہ مطبع المیمنہ مصر)

انی متوفیك ورافعك کا معنی یہ ہے کہ میں تجھے زمین سے بغیر موت کے زندہ اپنے جوار میں لے لوں گا۔

۲)عن الحسن فی قول اللہ عزوجل یا عیسیٰ انی متوفیك ورافعك الی۔۔۔قال رفعہ اللہ الیہ فھو عندہ فی السماء۔ (ابن جریر ص ۱۸۳/۳) (تفسیر القرآن العظیم لابن ابی حاتم المتوفی ۳۲۷ھ ص ۶۶۱/۲، مطبوعہ بیروت)

حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے اس قول انی متوفیك کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ نے انکو اپنی طرف اٹھالیا تو وہ اللہ کے پاس آسمان میں ہیں۔

۳)فلما توفیتنی کا معنی ہے آسمان پر اٹھانا (تفسیر بیضاوی ص ۱۱۹/۲)

۴)فلما توفیتنی بالرفع الی السماء لقوله تعالیٰ انی متوفیك ورافعك والتوفی اخذ الشئی وافیا والموت نوع منه۔

جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے انی متوفیك ورافعك اور توفی کا معنی ہے شئی کو پورا پورا لے لینا اور موت اسکی ایک نوع ہے۔

۵)فلما توفیتنی والمراد منه وفاة الرفع الی السماء من قوله انی متوفیك ورافعك الی ۔(تفسیر کبیر ص ۲۸۶/۳ مطبوعہ مطبع العامرہ والشرفیہ ۱۳۰۸ھ)

فلما توفیتنی کا مطلب ہے کہ آسمان کی طرف اٹھانا جیسا کہ اسکا ارشاد ہے انی متوفیك ورافعك الی۔

رفعتنی الی السماء فالمراد به وفاة الرفع لا الموت (تفسیر خازن ص ۱/۵۵۸ مطبوعہ مطبع المیمنہ مصر)

نے مجھے آسمان کی طرف اٹھایا اس سے مراد اٹھانا ہے موت نہیں۔

۷)فلما توفیتنی بالرفع الی السماء والتوفی اخذ الشئی وافیًا۔(جامع البیان ص ۱۱۱)

فلما توفیتنی جب تو نے مجھے آسمان پر اٹھالیا۔اور توفی کا معنی ہے شیٔ کو پورا پورا لے لینا۔

۸)فلما توفیتنی بالرفع الی السماء کما فی قوله تعالیٰ انی متوفیك ورافعك الی فان التوفی اخذ الشئی وافیا والموت نوع منه ۔(ابو السعود ص ۴/۳۳۳ برحاشیہ تفسیر کبیر)

فلما توفیتنی جب تو نے مجھے آسمان پر اٹھالیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان انی متوفیك ورافعك الی میں ہے پس بے شک توفی کا معنی شیٔ کو پورا پورا لے لینا ہے اور موت اس کی ایک نوع ہے۔

۹)فلما توفیتنی۔قبضتنی بالرفع الی السماء(والتوفی اخذ الشیٔ وافیًا) ۔(تفسیر جلالین برحاشیہ بیضاوی ص ۱/۲۵۳)

فلماتوفیتنی یعنی جب تو نے مجھے لے کر آسمان پر اٹھالیا۔اور توفی شیٔ کو پورا پورا لے لینا۔

۱۰)فلما توفیتنی یستعمل التوفی فی اخذ الشیٔ وافیا ای کاملاً والموت نوع منه قال الله تعالیٰ یتوفی الانفس حین موتها والتی لم تمت فی منامها ولیس المراد الموت بل المراد الرفع کما

(فلما توفیتی)توفی کا استعمال وہاں ہوتا ہے جہاں شیٔ کو پورا پورا کامل طور پر لے لیا جاتا ہے اور موت اسکی ایک نوع ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ قبض کرتا ہے نفسوں کو ان کی موت کے وقت اور جو نہیں مرے ان کو قبض کرتا ہے ان کی نیند کے وقت اور یہاں مراد موت نہیں بلکہ آسمان پر اٹھانا

قال المفسر۔ (تفسیر الصاوی ص ۲۹۸/ ا بر حاشیہ جلالین) ہے۔ جیسا کہ مفسرین نے فرمایا ہے۔

(تلک عشرة کاملة)☆ (یہ پورے دس دلائل ہیں)☆

4: وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته ویوم القیامة یکون علیهم شهیداً۔ (النساء:۱۵۹)

اور کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں ہوگا مگر وہ ضرور ضرور ایمان لائے گا عیسیٰ (علیہ السلام) پر ان کی موت سے پہلے اور وہ قیامت کے دن گواہ ہوں گے۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں جمہور مفسرین فرماتے ہیں کہ **بہ** اور **موتہ** کی دونوں ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہیں جیسا کہ سیاق وسباق سے بھی واضح ہے۔ اور خود نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام، تابعین اور ائمہ عظام رضی اللہ عنہم سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا!

والذی نفسی بیده لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عد لا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الحرب و یفیض المال حتی لا یقبله احد حتی تکون السجدة الواحدة خیر من الدنیا وما فیها ثم قال ابو هریرة واقرء وان شئتم وان من اهل الکتاب الالیومنن به ویوم القیامة یکون علیهم شهیدا۔ (بخاری شریف ص ۴۹۰/ ا، مسلم شریف ص ۸۷/ ۱)

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے بے شک عنقریب تم میں ابن مریم نازل ہوں گے اس حال میں کہ وہ حاکم عادل ہوں گے صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے جنگ کو ختم کر دیں گے اور اس قدر مال بہا دیں گے کہ کوئی قبول کرنے والا نہ ہوگا اور ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا پھر ابو ہریرہ نے فرمایا! اگر چاہو تو اس کی تصدیق کے لیے یہ آیت پڑھو۔ **وان من اهل الکتاب الآیة۔**

مرزا صاحب قادیانی اور انکے متبعین کہتے ہیں **واقرء وان شئتم** یہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد نہیں بلکہ ابو ھریرہ کا استنباط ہے جو حجت نہیں۔ یعنی یہ حدیث مرفوع نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابن سرین جلیل القدر تابعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ **کل حدیث ابی ھریرہ عن النبی** ﷺ (شرح معانی الآثار ص ۱/۱۱) کہ ابو ھریرہ کی تمام حدیثیں مرفوع ہیں اگر چہ بظاہر وہ موقوف ہوں۔ لیکن ہم یہ ثابت کرتے ہیں کہ یہ روایت مرفوع ہے۔ ملاحظہ ہو۔ حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا!

یوشك ان ینزل فیكم ابن مریم حكما عدلا یقتل الدجال و یقتل الخنزیر و یكسر الصلیب و یضع الجزیة و یفیض المال و تكون السجدة واحدة لله رب العلمین واقرؤا ان شئتم وان من اھل الكتاب الا لیومنن به قبل موته موت عیسیٰ ابن مریم ۔ (در منثور ص ۲/۲۴۲ مطبوعہ تہران)	عنقریب تم میں ابن مریم نازل ہوں گے اس حال میں کہ وہ حاکم عادل ہوں گے۔ دجال اور خنزیر کو قتل کریں گے اور صلیب کو توڑیں گے اور جزیہ ختم کردیں گے اور مال کو بہادیں گے یہاں تک کہ سجدہ صرف اللہ رب العلمین کے لیے ہی ہوگا اور اگر چاہو تو تصدیق کے لیے یہ آیت پڑھو۔ **وان من اھل الكتاب الا لیومنن به قبل موته موت عیسیٰ ابن مریم** ۔

دیکھیے یہ روایت مرفوع ہے اور حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے اور اس ارشاد گرامی میں ہے **قبل موته موت عیسیٰ ابن مریم** اور حضرت قتادہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی فرماتے ہیں کہ قبل موتہ سے مراد موت عیسیٰ ابن مریم ہے۔ (ابن جریر ص ۶/۱۲، در منثور ص ۲/۲۴۱)

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں!

قبل موته قال قبل موت	قبل موتہ سے مراد موت عیسیٰ ہے اور خدا
عیسیٰ والله انه الآن لحی	کی قسم وہ عیسیٰ علیہ السلام اس وقت اللہ کے
عند الله ولکن اذا انزل	پاس یقیناً زندہ ہیں اور جب نازل ہوں
آمنوا به اجمعون (ابن جریر ص ۱۲/۶، درمنثور ص ۲/۲۴۱)	گے سب اہل کتاب ان پر ایمان لائیں گے۔

حضور نبی کریم ﷺ اور صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کی تفسیر سے ثابت ہوگیا کہ **قبل موته** میں (ہ) ضمیر کا مرجع عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور وہ آسمان پر زندہ ہیں جب نازل ہوں گے اُس وقت تمام اہل کتاب اُن پر ایمان لائیں گے۔ اور تمام اہل کتاب اُن پر ایمان نہیں لائے لہذا ثابت ہوا کہ ابھی ان کی موت نہیں ہوئی۔

اب غور کیجئے کہ اس آیت میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے تمام اہل کتاب اُن پر ضرور ضرور ایمان لائیں گے اور یہ حقیقت ہے کہ تمام اہل کتاب اُن پر ہرگز ہرگز ایمان نہیں لائے تو ماننا پڑے گا کہ ابھی اُنکی موت نہیں ہوئی جب وہ دوبارہ نازل ہوں گے اس وقت تمام اہل کتاب اُن پر ایمان لائیں گے اور یہ فرمان الٰہی پورا ہوگا۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اُن کی موت ہوگئی ہے اُن پر لازم ہے کہ وہ ثابت کریں کہ تمام اہل کتاب اُن پر ایمان لائے ہیں اور یہ ہرگز وہ ثابت نہیں کر سکتے تو اب اُن کے لیے ضروری ہے کہ وہ مان لیں کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں بصورت دیگر وہ اپنے غلط قول سے کلام خداوندی کی تکذیب کر رہے ہیں۔

مرزا صاحب قادیانی اور ان کے متبعین کہتے ہیں کہ آیت میں **قبل موته** کی ضمیر کا مرجع کتابی ہے اور ایک قرأۃ **من قبل موتهم** ہے لہذا آیت کا مطلب یہ ہے کہ کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں ہے مگر وہ اپنی موت سے پہلے عیسیٰ پر ضرور ضرور ایمان لائے گا۔ اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ یہ قول سخت ضعیف ہے اور یہ قرأت بھی شاذ ہے کسی صحیح یا حسن سند سے ثابت نہیں۔ چنانچہ علامہ امام ابن کثیر اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں!

واولی ھذہ الاقوال	اقوال میں سے صحیح ترین قول فقط یہی ہے
بالصحة القول الاول وھو	کہ دونوں ضمیریں عیسیٰ علیہ السلام کی طرف
انہ لا یبقی احد من اھل	راجع ہیں اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ عیسیٰ
الکتاب بعد نزول عیسیٰ	علیہ السلام کے نزول کے بعد کوئی اہل
علیہ السلام الا آمن بہ قبل	کتاب ایسا نہیں ہوگا مگر وہ ان کی موت
موتہ ای قبل موت عیسیٰ	سے پہلے ضرور ایمان لائے گا۔
علیہ السلام۔(تفسیر ابن کثیر	
ص ۳/۲۲۳)	

اور اگر بفرض محال **موتہ** کی ضمیر کا مرجع کتابی کو مان لیا جائے تو بھی قادیانیوں کے باطل عقیدہ ونظریہ کی ہرگز تائید نہیں ہوتی بلکہ اہل ایمان اور اہل حق ہی کی تائید ہوتی ہے چنانچہ ملاحظہ ہو امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے فرزند امام محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں!

لیس من اھل الکتاب احد	کہ کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں ہے
الا اتتہ الملائکة یضربون	مگر
	اس کی موت کے وقت اس کے پاس
	فرشتے

وجهه و دبره ثم يقال	آتے ہیں اور اس کے چہرے اور سرین پر
ياعدوالله ان عيسىٰ روح	خوب مارتے ہیں پھر کہتے ہیں اے دشمن
الله و كلمته كذبت على	خدا بے شک عیسیٰ (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ
الله و زعمت انه الله ان	کی روح اور اسکے کلمہ ہیں تو نے اللہ پر
عيسىٰ لم يمت وانه رفع	جھوٹ بولا اور گمان کیا کہ وہ اللہ
الى السماء وهو نازل قبل	ہیں۔ بے شک عیسیٰ (علیہ السلام) ابھی
ان تقوم الساعة فلا يبقى	نہیں مرے اور بے شک وہ آسمان کی
يهودى ولا نصرانى الا	طرف اٹھا لئے گئے اور وہ قیامت سے
آمن به۔ (درمنثور ص ۲/۲۴۱)	پہلے نازل ہوں گے پس اس وقت کوئی
	یہودی اور نصرانی باقی نہ رہے گا مگر وہ ان پر
	ایمان لائے گا۔

ام المومنین حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی ایسا ہی مروی ہے!

فاذا كان عند نزول عيسىٰ	جو اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے
آمنت به احياؤهم كما	نزول کے زمانہ کو پائیں گے وہ آپ پر
آمنت به موتاهم ۔ (درمنثور ص	ایمان لائیں گے جیسا کہ نزول سے پہلے
۲/۲۴۱)	اہل کتاب اپنی موت کے وقت ایمان
	لاتے ہیں۔

الحمدللہ! ثابت ہوگیا کہ جن کا یہ قول ہے کہ **موته** کی ضمیر کا مرجع کتابی ہے وہ بھی اسی کے قائل ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھا لیے گئے ہیں اور قرب قیامت تشریف لائیں گے۔

5:ويكلم الناس فى المهد	اور وہ (عیسیٰ علیہ السلام) کلام کریں گے
وكهلا ومن الصلحين ۔ (آل	لوگوں سے ماں کی گود میں اور کہولت میں۔
عمران:۴۶)	

مهد کے معنی شروع وابتدا کے ہیں اس لیے شروع کلام کو تمہید کہتے ہیں۔ اس سے مراد ماں کی گود ہے۔ **کهل** کے

لغوی معنی پختگی اور مضبوطی کے ہیں۔ اصطلاح میں جوانی اور بڑھاپے کی درمیانی حالت کا نام کہولت ہے۔ جس کی ابتدا بعض کے نزدیک چونتیس اور بعض کے نزدیک چالیس سال سے ہے اور انتہا ساٹھ سال ہے۔ اس کے بعد بڑھاپا ہے۔ تو جس طرح ماں کی گود میں بطور معجزہ آپ نے کلام فرمایا اسی طرح آسمان سے واپس تشریف لا کر بطور معجزہ کہولت میں کلام فرمائیں گے۔ اگر یہ نہ مانا جائے تو پھر خاص طور پر اس کا بیان کرنا بے معنی ہو جائے گا کیوں کہ دنیا کا ہر انسان کہولت میں کلام کیا ہی کرتا ہے۔ نیز اگر آپ کا آسمان سے تشریف لانا نہ مانا جائے تو آیت کے معنی درست نہیں ہوتے کیوں کہ آپ کہولت سے پہلے یعنی تینتیس سال کی عمر میں آسمان پر اٹھا لیے گئے لہذا ثابت ہوا کہ آپ ضرور تشریف لا کر بطور معجزہ کہولت میں کلام فرمائیں گے۔ چنانچہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں!

ان المراد بقوله وکھلا ان یکون کھلا بعد ان ینزل من السماء فی آخر الزمان و یکلم الناس ولیقتل الدجال قال الحسین بن الفضل وفی ھذه الآیة نص فی انه علیه الصلوة السلام سینزل الی الارض ۔(تفسیر کبیر ص۴۷۲/۲)	اللہ تعالیٰ کے فرمان وکھلا کا مطلب یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہونے کے بعد کھول ہوں گے۔ اس وقت آپ لوگوں سے کلام کریں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔ حضرت حسین بن فضل فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس بارے میں صریح نص ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام زمین پر نازل ہوں گے۔

ایسا ہی تفسیر بیضاوی، جامع البیان، خازن، معالم التنزیل اور مظہری وغیرہ میں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے!

6:قال عیسیٰ ابن مریم اللھم ربنا انزل علینا مائدۃً من السمآءِ تکون لنا عیدًالاولنا واخرنا واٰیۃً منک۔(المائدہ:۱۱۴)	عیسیٰ ابن مریم نے کہا اے اللہ ہمارے پروردگار ہم پر آسمان سے ایک خوان اتار تا کہ وہ ہمارے لیے اولین اور ہمارے آخرین کے لیے عید ہو اور وہ تیری طرف سے ایک نشانی ہو۔

اس آیت میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اولین اور اپنے آخرین کا ذکر فرمایا۔یعنی آپ کی زندگی کے دو دور ہیں۔دور اول کے ماننے والے اولین اور دور ثانی کے ماننے والے آخرین ہوں گے جیسا کہ گزشتہ آیات میں بھی وضاحت کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے!

7:وانہ لعلم للساعۃ فلا تمترن بھا۔(الزخرف:۶۱)	اور بے شک وہ یعنی عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی علامت ہیں۔پس تم اس میں ہرگز شبہ نہ کرو۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرات صحابہ اور تابعین کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال ملاحظہ ہوں۔حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں!

وانہ لعلم للساعۃ قال نزول عیسیٰ ابن مریم ۔(ابن جریر ص ۲۹/۲۵،درمنثور ص ۲۰/۶)	کہ بے شک قیامت کی نشانی عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) کا نزول ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں!

وانہ لعلم للساعۃ قال خروج عیسیٰ یمکث فی الارض اربعین سنۃ۔(درمنثور ص ۲۰/۶)	کہ قیامت کی نشانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہے۔وہ چالیس سال زمین میں رہیں گے۔

حضرت قتادہ، حضرت مجاہد، حضرت حسن بصری، حضرت ضحاک، حضرت ابو مالک، حضرت ابن زید رضی اللہ عنہم اور بعد کے جمہور مفسرین فرماتے ہیں! "**وانہ لعلم للساعۃ قالوانزول عیسیٰ بن مریم**" (ابن جریر ص ۴۹/۲۵، درمنثور ص ۲۰/۶)

علامہ امام ابن کثیر اس آیت کے تحت فرماتے ہیں!

(وانہ لعلم للساعۃ ای آیۃ للساعۃ خروج عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام قبل یوم القیامۃ وھکذا روی عن ابی ھریرۃ وابن عباس وابی العالیہ وابی مالك و عکرمہ والحسن و قتادہ والضحاك و غیرھم وقد تواترت الاحادیث عن رسول اللہ ﷺ انہ اخبر بنزول عیسیٰ علیہ السلام قبل یوم القیامۃ اماما عادلا و حکما مقسطا۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۱۳۳/۴)	کہ قیامت کی علامت ونشانی عیسیٰ علیہ السلام کا اس سے پہلے نازل ہونا ہے ایسا ہی حضرت ابو ہریرہ، ابن عباس، ابوالعالیہ، ابو مالک، عکرمہ، حسن، قتادہ، ضحاک رضی اللہ عنہم اور ان کے علاوہ سے مروی ہے اور بے شک اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے متواتر احادیث آئی ہیں جن میں آپ نے قیامت سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی خبر دی ہے کہ وہ امام عادل اور انصاف کرنے والے حاکم ہو کر نزول فرمائیں گے۔

قرآن کریم کی آیات کی تفسیر میں صرف اکابر صحابہ اور تابعین کرام کے اقوال پیش کئے گئے ہیں اگر بعد کے تمام مفسرین کے اقوال بھی پیش کیے جاتے تو مضمون بہت طویل ہو جاتا۔

الحمد للہ! قرآن کریم کی سات آیات اور ان کی تفاسیر سے یہ مسئلہ واضح طور پر ثابت ہو گیا اور جہاں تک احادیث مبارکہ کا تعلق ہے وہ اس بارے میں اتنی زیادہ ہیں کہ اس مختصر مضمون میں ان کے ذکر کی گنجائش

نہیں۔ناظرین حضرات اس سے اندازہ لگالیں کہ اکابر محدثین کرام نے اپنی اپنی معتبر اور معتمد کتب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی احادیث کے باب باندھے ہیں۔ان احادیث کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو زرد چادروں میں ملبوس دو فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھے ہوئے اس حال میں دمشق کی مسجد کے سفید شرقی مینار پر اتریں گے کہ ان کے بالوں سے قطرات ٹپکتے ہوں گے۔انکا قد میانہ رنگ سرخ و سپید بال کچھ کچھ گھنگریالے اور کندھوں پر پڑے ہوں گے۔جب نازل ہوں گے عمر ۳۳ سال ہوگی۔چالیس سال زندہ رہیں گے۔نکاح میں کریں گے اولاد بھی ہوگی۔دجال اور خنزیر کو قتل کریں گے صلیب کو توڑیں گے جزیہ ختم کردیں گے۔اسلام کے سوا سب دین مٹ جائیں گے۔اس وقت لوگوں کے درمیان کینہ بغض اور حسد وغیرہ نہ ہوگا۔شیر اونٹ کیساتھ، چیتا گائے کیساتھ بھیڑیا بکری کیساتھ چریں گے اور بچے سانپ کیساتھ کھیلیں گے اور وہ انہیں نقصان نہ دے گا۔مال کی اس قدر کثرت ہوگی کہ کوئی قبول نہ کریے گا۔ان کی وفات کے بعد مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے اور مدینہ منورہ میں حجرہ مبارکہ میں حضور اکرم ﷺ کے پہلو میں دفن ہوں گے۔

اجماع اُمت

عقائد کے امام حضرت امام ابوالحسن اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں!

فقد اجمعت الامۃ علی نزول عیسیٰ ولم یخالف فیہ احد من اھل الشریعۃ۔(کتاب الابانۃ عن اصول الابانۃ ص ۴۶)	ساری اُمت کا اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ بے شک اللہ عزوجل نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا ہے۔

علامہ سفارینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

فقد اجمعت الامۃ علی نزول عیسیٰ ولم یخالف فیہ احد من اھل الشریعۃ(شرح عقیدہ سفاریہ ص ۹۰/۲)	پس تحقیق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر تمام اُمت کا اجماع ہو چکا ہے اور اس مسئلے میں اہل شریعت میں سے ایک فرد بھی مخالف نہیں

امام ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

واجمعت الامة علی ماتضمنه الحديث المتواتر من ان عيسىٰ في السماء حي وانه ينزل في آخر الزمان۔(تفسیر البحر المحیط ۲/۴۷۳)	حدیث متواتر کے بموجب تمام اُمت کا اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان میں زندہ موجود ہیں اور آخر زمانہ میں نازل ہوں گے۔

اسی طرح جامع البیان ص ۴۵ پر ہے!

والاجماع علی انه حي في السماء وينزل ويقتل الدجال ويويد الدين۔	علماء اُمت کا اس پر اجماع ہے کہ بے شک وہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان میں زندہ ہیں اور نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے اور دین اسلام کی تائید کریں گے۔

امام الائمہ سراج الامہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں!

و خروج الدجال وياجوج ماجوج وطلوع الشمس من مغربها و نزول عيسىٰ عليه السلام من السماء و سائر علامات يوم القيامة علی ماوردت به الاخبار الصحيحه حق كائن۔(فقہ اکبر ص ۷ مطبوعہ حیدرآباد دکن ۱۳۷۳ھ۔ شرح فقہ اکبر لملا علی قاری ص ۱۳۵ مطبوعہ مطبع حنفی ۱۲۶۹ھ)	خروج دجال اور یاجوج و ماجوج اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا اور عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول ہونا اور وہ تمام علامات قیامت جو صحیح احادیث میں وارد ہوئی ہیں حق ہیں ہونے والی ہیں۔

تقریباً یہی عبارت شرح عقائد نسفی ص ۱۰۸ مطبوعہ مطبع گلزار خلیل ۱۲۸۲ھ میں ہے۔

الحمدللہ! ثابت ہو گیا کہ مسئلہ حیات مسیح اُمت کا اجماعی مسئلہ ہے اس پر تمام اہل ایمان اور اہل حق کا اتفاق

اور اجماع ہے۔ آپ نے گزشتہ سطور میں حضور اکرم ﷺ، صحابہ کرام اور تابعین عظام کے ارشادات ملاحظہ فرمائے ہیں۔ ایک مسلمان اس بات کو بڑی آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی نے مسئلہ ختم نبوت اور حیات مسیح وغیرہ کو صحیح نہیں سمجھا تو بس میدان صاف ہوگیا۔ پیچھے رہ کیا گیا؟ کیوں کہ یہی حضرات دین وایمان کی بنیاد ہیں۔ انہی کے ذریعے سے ہم تک دین پہنچا۔ ہمارا ایمان ہے کہ بلاشبہ انہوں نے ہی صحیح سمجھا۔ بعد والے جو ان کے خلاف کہہ رہے ہیں اور ان کی تکذیب کر رہے ہیں خود غلط اور جھوٹے ہیں۔

ایک نظر ادھر بھی

مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں کہ وہ عیسیٰ ابن مریم جس نے نازل ہونا تھا وہ میں ہی ہوں۔ لوگوں نے کہا آپ عیسیٰ ابن مریم کیسے ہیں؟ آپ کا نام تو غلام احمد اور آپ کی والدہ کا نام چراغ بی بی ہے۔ کہنے لگے کہ اللہ نے مجھے مریم بنا دیا چنانچہ دو سال تک میں نے صفت مریمیت میں پرورش پائی۔ پھر مجھ میں عیسیٰ کی روح پھونکی گئی اور مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا یہ حمل تقریباً دس مہینے رہا پھر دردزہ ہوئی پھر میں مریم سے عیسیٰ بن گیا اس طرح میں عیسیٰ ابن مریم ہوں یعنی میں ولد میں۔ لوگوں نے کہا کہ حدیث میں آیا ہے کہ جب ابن مریم آسمان سے اتریں گے ان پر دو زرد رنگ کی چادریں ہوں گی۔ مرزا صاحب نے فرمایا! ان زرد چادروں سے مراد دو بیماریاں ہیں جو مجھ کو لگی ہوئی ہیں۔ ایک ذیابیطس پیشاب میں شکر آنا۔ چنانچہ مجھ کو بعض مرتبہ ایک دن میں سو سو مرتبہ پیشاب آتا ہے۔ دوسری مرگی و مراق چنانچہ مرزا صاحب کو دورہ پڑتا تو گر پڑتے اور ہاتھ پاؤں کانپتے۔

لوگوں نے کہا عیسیٰ ابن مریم دجال کو قتل کریں گے آپ کے زمانے میں کون سا دجال ہے جس کو آپ نے قتل کیا؟ کہنے لگے دجال سے مراد پادریوں کا گروہ ہے میں نے ان کو شکست دی ہے۔

لوگوں نے کہا دجال کا گدھا بھی ہوگا۔ اگر عیسائی دجال ہیں تو ان کا گدھا کون سا ہے؟ مرزا صاحب نے فرمایا! دجال کا گدھا ریل گاڑی ہے۔ لوگوں نے کہا عیسیٰ ابن مریم حضور ﷺ کے روضے میں دفن ہوں گے۔ آپ کو تو حج و زیارت بھی نصیب نہیں ہوئی۔ کہنے لگے میں روحانی طور پر حضور کے روضے میں دفن ہوں گا۔ (معاذ اللہ)

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

اعتراضات و جوابات

اعتراض ۱:

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے **انی متوفیك** کا معنی **ممیتك** کیا ہے۔(دیکھو بخاری شریف وابن جریر و در منثور)

جواب: یہ روایت ضعیف ہے اس روایت کے راوی علی بن طلحہ ہیں اور انہوں نے ابن عباس سے تفسیر نہیں سنی اور وہ ضعیف ہیں چنانچہ تہذیب التہذیب ص ۳۴۰/ ۷ میں ہے!

قال دحیم لم یسمع التفسیر من ابن عباس وقال یعقوب بن سفیان ضعیف الحدیث منکر لیس محمود المذهب۔وعن احمد له اشیاء منکرات۔	دحیم نے کہا علی بن طلحہ نے ابن عباس سے تفسیر سنی ہی نہیں۔یعقوب بن سفیان فرماتے ہیں کہ حدیث ضعیف ہے منکر ہے اور اسکا مذہب پسندیدہ نہیں۔

امام احمد فرماتے ہیں!اس میں بہت سی برائیاں ہیں۔کس قدر افسوس ہے کہ وہ روایت جو ضعیف اور غیر معتبر ہے وہ مرزائیوں کے نزدیک حجت ہے اور قرآن کریم۔صحیح تفاسیر واحادیث اور اجماع اُمت نا قابل قبول ہے۔

جواب۲:اگر ابن عباس سے (بروایت ضعیف) **متوفیك** کا معنی **ممیتك** مروی ہے تو ان سے تقدیم وتاخیر بھی تو مروی ہے ملاحظہ ہو!(**انی متوفیك ورافعك**) **مقدم و موخر**۔(تفسیر ابن عباس برحاشیہ درمنثور ص ۱/۱۷۷)۔فرماتے ہیں! **انی متوفیك ورافعك** میں تقدیم وتاخیر ہے۔یعنی **متوفیك** بعد میں ہے اور **ورافعك** پہلے ہے۔اسکی تائید وتصدیق ان کے شاگرد رشید حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ سے ملاحظہ ہو فرماتے ہیں!

عن ابن عباس فی قوله تعالیٰ انی متوفیك ورافعك یعنی رافعك ثم متوفیك فی آخر الزمان۔(درمنثور ص ۲/۳۶)	ابن عباس نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد **انی متوفیك ورافعك** کی تفسیر میں فرمایا کہ رفع پہلے ہے وفات بعد میں آخر زمانے میں ہوگی۔

یہ کس قدر ظلم ہے کہ ابن عباس کا نصف قول لے لیا جائے اور نصف چھوڑ دیا جائے۔ **وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون**۔ (الشعراء:۲۲۷)

اعتراض ۲: **وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل** (آل عمران:۱۴۴) اور نہیں محمد (ﷺ) مگر رسول بے شک آپ سے پہلے رسول گزر چکے ہیں۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ حضور اکرم ﷺ سے پہلے تمام رسول گزر چکے ہیں۔ یعنی وفات پا چکے ہیں۔ لہٰذا عیسیٰ علیہ السلام بھی وفات پا چکے ہیں۔

جواب: لفظ **خلت خلو یا خلا** سے مشتق ہے۔ اس کے معنی ہیں علیحدہ ہو جانا نہ کہ مر جانا اسی لیے تنہائی کو خلوت کہتے ہیں اور مقام تنہائی کو بیت الخلا۔ اس لفظ کا استعمال زندوں پر بھی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے! **واذا خلوا الی شیاطینھم** (البقرۃ:۱۴) اور جب وہ اپنے شیطانوں کے پاس علیحدہ (اکیلے) ہوتے ہیں **واذا خلوا عضوا علیکم الانامل من الغیظ** (آل عمران:۱۱۹) اور جب وہ علیحدہ (اکیلے) ہوتے ہیں تو تم پر غصے سے اپنی انگلیاں کاٹتے (چباتے) ہیں۔ ان دونوں آیتوں میں زندوں پر **خلوا** کا استعمال ہوا ہے۔ ثابت ہوا کہ **خلت** کا استعمال زندوں پر بھی ہوتا ہے۔ سبحان اللہ یہ اعجاز قرآنی ہے کہ ایسا لفظ فرمایا جو دونوں پر مستعمل ہے لہٰذا معنی یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے پہلے تمام رسول تشریف لے جا چکے ہیں خواہ وفات پا کر یا آسمان پر جا کر۔ اگر **خلت** کا معنی صرف مر جانا ہی کیا جائے تو پھر بیت الخلاء کا نام غالباً قادیانیوں کے ہاں مردہ خانہ ہوگا۔

اعتراض ۳: بخاری و مسلم شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا! قیامت کے دن میری اُمت کے کچھ لوگ دوزخ کی طرف لے جائے جائیں گے تو میں کہوں گا یہ تو میرے صحابہ ہیں! جواب ملے گا کیا آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا؟ اس وقت میں وہی کہہ دوں گا جو اللہ تعالیٰ کے صالح بندے (حضرت) عیسیٰ کہیں گے کہ جب تک میں ان میں تھا ان پر نگران تھا **فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ** اور جب تو نے مجھے وفات دی تو تو ہی ان پر نگہبان تھا۔

اس حدیث سے صاف طور پر ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی **توفی** کی صورت وہی ہے جو آں حضرت ﷺ کی **توفی** ہے ورنہ آپ کا یہ فرمانا **فاقول کما قال** درست نہیں رہتا۔ آں حضرت ﷺ نے بعینہٖ وہی لفظ **توفیتنی** جو مسیح کے لیے استعمال ہوا اپنے لیے استعمال فرمایا۔ تعجب ہے کہ آں حضرت ﷺ کے لیے جب لفظ **توفی** آئے تو اس کے معنی موت لیے جائیں مگر جب وہی لفظ حضرت مسیح کے لیے آئے تو اس کے معنی آسمان پر اٹھا لیے جائیں۔

جواب: فاقول کما قال میں تشبیہ صرف معذرت میں ہے توفی میں نہیں کہ جیسے عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن معذرت کرتے ہوئے کہہ دیں گے کہ مولیٰ جب تک میں ان میں رہا ان کی نگرانی کرتا رہا۔ بعد میں اگر وہ بدل گئے تو انکی ذمہ داری مجھ پر عائد نہیں ہوتی کیوں کہ میں نے تیرا پیغام ان تک صاف صاف اور علانیہ پہنچا دیا تھا۔ اسی طرح میں بھی کہہ دوں گا یعنی جب تو نے ان کو آسمان پر اٹھالیا تو رفع آسمانی کے بعد جس طرح وہ اپنی اُمت کے کفرو شرک کرنے کے ذمہ دار نہیں رہے اسی طرح میں بھی اپنی وفات کے بعد ان لوگوں کا جو مرتد ہوگئے ذمہ دار نہیں ۔ رہا یہ کہنا کہ لفظ ایک ہی تَوَفَّيْتَنِیْ کا دونوں پر استعمال ہوا ہے لہذا توفی کی صورت اور معنی بھی دونوں جگہ ایک ہی ہوں گے غلط اور کتاب وسنت سے ناواقفی کی دلیل ہے۔ ایک ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ ایک ہی لفظ جب دو مختلف اشخاص پر بولا جائے تو حسب حیثیت وحالت اس کے معنی بھی جدا جدا ہوسکتے ہیں دیکھئے آیت کریمہ! اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا والتی لم تمت فی منامها (الزمر:۴۲) میں لفظ یتوفی (جس کا مصدر وہی توفی ہے) مگر اس کا اطلاق دو صورتوں میں اور دو معنوں پر ہوا ہے ایک جگہ توفی سے مراد موت ہے اور ایک جگہ نیند ہے۔ اسی طرح توفیتنی لفظ ایک ہی ہے جس کا مصدر وہی توفی ہے مگر ایک جگہ موت ہے اور ایک جگہ زندہ آسمان پر اٹھانا ہے۔ اگر یہ نہ مانا جائے تو حضور اکرم ﷺ کے کلام میں تضاد لازم آتا ہے کہ ایک جگہ تو فرمارہے ہیں کہ ان کی موت ہوگئی اور دوسری جگہ فرمارہے ہیں کہ ان کو زندہ آسمان پر اٹھالیا گیا ہے اور وہ قرب قیامت تشریف لائیں گے۔ اور آپ ﷺ کے کلام میں تضاد نہیں ہوسکتا لہذا تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت عیسیٰ کی توفی سے حضور ﷺ کی مراد موت نہیں۔

کیا مرقد عیسیٰ (علیہ السلام) کشمیر میں ؟

نوشاد عالم چشتی

اسلام اور عیسائیت کے درمیان بہت سارے شدید اختلافات کے باوجود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت نہایت محترم اور قابل تعظیم ہے۔الہامی کتابوں کے حامل ادیان سماویہ میں اسلام وہ واحد دین مبین ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سلسلہ نبوت کی ایک اہم کڑی تسلیم کرتا ہے۔عیسائی حضرت عیسیٰ کو ابن اللہ کے طور پر اقانیم ثلاثہ پر مشتمل الوہیت کا ایک اہم جزمانتے ہیں۔اسکے برعکس مذہب یہودیت کے پیروکار حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے انتہائی سخت بیزاری اور نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔بلکہ آپکی ذات مقدسہ پر نہایت غلیظ قسم کے الزامات لگا کر ہمہ وقت کیچڑ اچھالنے کا دائمی وطیرہ اپنا رکھا ہے۔حیات عیسیٰ علیہ السلام کے ہر باب کا ایک ایک ورق کھول کھول کر پڑھ جایئے ان فتنہ پرور لوگوں کی سازشوں کا اندازہ لگ جائے گا۔

آپ نے جب قوم بنی اسرائیل یعنی یہودیوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مقدس تعلیمات سے انحراف کرتے اور اسکے برعکس عمل پیرا ہوتے دیکھا تو اپنے فرائض منصبی کو پورا کرنے اور اتمام حجت کے لیے انہیں توریت کی حقیقی تعلیمات الٰہیہ کی طرف پھر سے بلانا شروع کیا تو نتیجتاً یہ باغی حق اور سرکش لوگ آپ کو جان سے مارنے کے درپے ہوگئے۔بائبل کے مطابق جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہودیوں کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا!

[[اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ انسان تجھ خدائے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں]]۔1

ایک اور جگہ آپ ارشاد فرماتے ہیں!

[[خدا ایک ہے اور خدا اور انسانوں کے بیچ میں درمیانی بھی ایک یعنی یسوع مسیح جو انسان ہے]]۔2

مگر جب ان یہودیوں کی یہ سرکشی حد سے زیادہ بڑھ گئی تو آپ نے مزید انہیں متنبہ کرتے ہوئے کہا!

[[اگر تم ابراہیم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی اولاد ہوتے تو (حضرت) ابراہیم کے اعمال سرانجام دیتے۔لیکن اب تم مجھ جو کہ ایک آدمی ہے مار ڈالنے کے درپے ہو۔جس نے تمہیں سچائی بتلائی جو کہ اس نے خداوند سے سنی]]۔3

متیٰ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک حواری ہیں انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک قول یوں بھی نقل کیا

ہے۔آپ فرماتے ہیں!

[[یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتاب منسوخ کرنے آیا ہوں بلکہ پورا کرنے آیا

ہوں]]۔

مذکورہ بالا اقتباسات سے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قلبی کیفیات کا پتہ چلتا ہے وہیں اس امر کا بھی اظہار ہوتا ہے کہ یہودیوں نے آپ کے قتل کا پورا منصوبہ تیار کرلیا تھا۔جیسا کہ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مذکورہ بالا اقتباس میں اس خدشے کا خود ہی اظہار فرمادیا ہے۔موجودہ عیسائیت کے پرستاروں اور دین اسلام کے پیروکاروں کا اس امر پر کامل اتفاق ہے کہ یہودیوں کے سرکردہ افراد نے قتل مسیح علیہ السلام کا پورا پورا منصوبہ بنا کر مکمل انتظام کرلیا تھا لیکن مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان اس بات میں شدید اختلاف ہے کہ آیا یہودی قتل مسیح کے اس ناپاک ارادے میں کامیاب ہوئے یا نہیں؟اس ضمن میں راسخ العقیدہ مسلمانوں کا متفق علیہ متوارث عقیدہ یہ ہے کہ یہودی قتل مسیح کے باب میں ہرگز ہرگز کامیاب نہیں ہوئے۔لیکن موجودہ مذہب عیسائیت کے پیروکاروں کا کہنا ہے کہ قتل مسیح میں یہودی کامیاب ہوگئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان ظالموں کے ہاتھوں (معاذ اللہ) مصلوب ہوکر سولی پر اپنی جان دیدی اور عیسائی عقیدے کے مطابق انکے گناہوں کا کفارہ بن گئے۔اس طرح مذہب عیسائیت میں "عقیدہ مصلوبیت" اور "عقیدہ کفارہ" نہایت اہم اور بنیادی حیثیت کے حامل ہیں۔اور جب تک ہم عیسائیت کے ان دو بنیادی عقائد کو سمجھ نہ لیں اس وقت تک نفس موضوع یعنی **"کیا مرقد عیسیٰ علیہ السلام کشمیر میں؟"** کی وضاحت نہایت مشکل ہے لیکن میرا موضوع دینی حیثیت کا حامل ہونے کیساتھ ساتھ تاریخی حیثیت کا حامل بھی ہے اور میں یہاں تاریخی اعتبار سے بحث کروں گا۔ہاں دینی اعتبار سے گفتگو بقدر ضرورت کی جائے گی۔لیکن اختصار کیساتھ سب سے پہلے ہم یہ جانیں کہ عیسائیت کے نزدیک "عقیدہ مصلوبیت" اور "عقیدہ کفارہ" کیا ہیں۔

عقیدہ مصلوبیت:

اس عقیدے کے متعلق محترم محمد شریف قریشی صاحب لکھتے ہیں!

[[حضرت عیسیٰ مسیح کا مصلوب ہونا مذہب مسیحیت کا ایک اہم واقعہ ہے اور اس واقعہ پر ہی "عقیدہ کفارہ" کا انحصار ہے۔اناجیل اربعہ کے بیان کے مطابق دعویٰ مسیحیت کے سبب یسوع مسیح (حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ناقل) کو یہودیوں نے ان کے خاص شاگرد (حواری یہودہ اسکریوتی) کے ذریعہ تیس روپیہ رشوت دیکر گرفتار کیا۔حضرت مسیح کو پہلے یہودی سرداروں کی عدالت میں پیش کیا گیا اور انہیں کفر کے الزام میں لائق قتل سمجھا گیا۔اس کے بعد یہودیوں نے رومی عدالت میں حضرت مسیح کو پیش کیا۔جہاں پنطیس پلیدطوس حاکم تھا جو کہ یروشلم کا گورنر تھا۔چنانچہ سولی کی سزا کا حکم ہوا اور کوہ کلوری (جو کہ یروشلم کے مغرب میں ہے جسے گلگتا کھوپڑی پہاڑ بھی کہتے ہیں) پر مصلوب ہونے سے پیشتر بڑی ذلت و خواری کیساتھ پھانسی گھرلائے گئے تھے۔جہاں انہیں کانٹوں کا تاج پہنایا گیا تھا۔ان پر تھوکا گیا۔گندے فقرے چست کیے گئے۔پھر سولی کی جگہ پر کھڑا کرکے ان کے دونوں ہاتھوں میں میخیں گاڑدی گئیں گویا صلیب دیدیا گیا]]۔۵

عقیدہ مصلوبیت کے متعلق شریف صاحب کی یہ نہایت مختصر اور جامع تشریح آپ نے ملاحظہ کی جو تقریباً تمام کتب عیسائیت کا نچوڑ ہے۔اسکی تفصیل دیکھنی ہو تو انجیل یوحنا کے باب ۱۸ اور باب ۱۹ کا مطالعہ کریں۔عقیدہ مصلوبیت کو انگریزوں میں Crucifixion بھی کہتے ہیں۔

عقیدہ کفارہ:

دنیائے عیسائیت کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مصلوب ہونا بلا وجہ نہیں بلکہ ابن آدم کے گناہوں کا کفارہ ادا کرنا تھا۔بشرطیکہ وہ مسیح پر ایمان رکھتا ہو۔کفارہ سے مراد حضرت مسیح کی وہ قربانی ہے جس پر ایمان لانے سے ایک گناہ گار انسان یک لخت خدا کی رحمت سے قریب ہو جاتا ہے اور گناہوں سے نجات پا جاتا ہے۔عیسائیت کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح نہ صرف بنی آدم کے گناہ کے کفارہ کے لیے سولی پر وفات پا گئے بلکہ وہ اپنی قبر میں دفن ہونے کے تیسرے دن بعد پھر دوبارہ زندہ بھی ہو گئے اور اپنے حواریوں کو مختلف ہدایات دینے کے بعد آسمان پر تشریف لے گئے۔انجیل لوقا کے مطابق!

[[مسیح دکھ اٹھائے گا اور تیسرے دن مردوں میں سے جی اٹھے گا]]۔ ے

اعمال کے مطابق:

[[اس نے دکھ سہنے کے بعد بہت سے ثبوتوں سے اپنے آپ کو اُن پر زندہ ظاہر بھی کیا۔چنانچہ وہ چالیس دن تک انہیں نظر آتا رہا اور خدا کی بادشاہی کی باتیں کہتا رہا]]۔ ۸

[[یہ کہہ کر وہ انکے دیکھتے ہی دیکھتے اوپر اٹھالیا گیا اور بدلی نے اسے ان کی نظروں سے چھپالیا]]۔ ۹

عہدنامہ جدید کی ان مذکورہ بالا آیات کی روشنی میں دنیائے عیسائیت کا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ حضرت مسیح بنی آدم کے گناہ کے کفارہ کے لیے صلیب پر وفات پا گئے۔موت کے بعد قبر میں دفن بھی کیے گئے۔اپنی موت کے تین دن بعد پھر دوبارہ زندہ ہو کر اپنے حواریوں سے ۴۰ دن تک ملاقات بھی کرتے رہے اور پھر اسکے بعد آسمان پر تشریف لے گئے۔لیکن اسکے برعکس مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت مسیح کو جب پھانسی کے لیے یہودیوں نے کوٹھری میں بند کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے انھیں آسمان کی طرف اٹھالیا۔اور کو شخص کوٹھری میں آپ کی نگہداشت کے لیے گیا اسے مسیح کا ہم شکل کر دیا۔باہر والوں نے اسے مسیح سمجھ کر سولی پر لٹکا دیا۔جبکہ وہ شخص بار بار اپنے کو اصل مسیح ہونے سے انکار کرتا رہا۔لیکن لوگ اپنی جنونی کیفیت میں اصل حقیقت سے بے خبر رہے مگر جب بعد میں اپنے احباب میں سے ایک کی تعداد کم پائی تو خود بھی حیرت واستعجاب اور اشتباہ میں پڑ گئے۔قرآن کریم نے اُن لوگوں کی اس کیفیت کا بیان اس طرح کیا ہے!

وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى	اور انکے اس کہنے پر کہ ہم نے مسیح عیسیٰ
ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ج	بن مریم اللہ کے رسول کو شہید کیا۔ اور
وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ	ہے یہ کہ انہوں نے نہ انھیں قتل کیا اور
لَهُمْ ط وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ	نہ انھیں سولی دی بلکہ انکے لیے اُس
لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ط مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ	کی شبیہ کا ایک بنا دیا گیا۔ اور وہ جو اس
عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ج وَمَا قَتَلُوْهُ	کے بارے میں اختلاف کر رہے ہیں
يَقِيْنًا O م بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ط	ضرور اس کی طرف سے شبہ میں پڑے
وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا O وَاِنْ	ہوئے ہیں انھیں اسکی کچھ بھی خبر
مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ	نہیں۔ مگر یہی گمان کی پیروی اور
قَبْلَ مَوْتِهٖ ج وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ	بیشک انھوں نے اس کو قتل نہیں کیا بلکہ
عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا O (النساء آیت	اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ
۱۵۷ تا ۱۵۹)	غالب حکمت والا ہے کوئی کتابی ایسا
	نہیں جو اسکی موت سے پہلے اس پر
	ایمان نہ لائے اور قیامت کے دن وہ
	ان پر گواہ ہوگا۔

قرآنی آیات کی روشنی میں جملہ اہل اسلام کا بنیادی عقیدہ حضرت مسیح علیہ الصلوۃ والسلام کے متعلق یہ ہے کہ نہ تو آپ مصلوب ہو کر پھانسی کی موت مرے اور نہ دفن کیے گئے اور نہ ہی تین دن کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر چالیس دن تک اپنے احباب کو دکھائی دیتے رہے۔ بلکہ آیات و آثار کی تشریح کی روشنی میں مسیح علیہ الصلوۃ والسلام زندہ ہی آسمان کی طرف اٹھا لیے گئے قرب قیامت نزول فرمائیں گے اور عام اہل کتاب آپ پر ایمان لا کر ابدی نجات کے مستحق ہوں گے۔

اہل اسلام اور عیسائیت کے درمیان ''عقیدہ مصلوبیت'' اور ''عقیدہ کفارہ'' ہی ابھی باعث نزع بنا ہوا تھا کہ انگریزوں کے خود کاشتہ پودے اور نومولود قادیانی فرقہ کے بانی و امام (جنھوں نے خیر سے دعوائے نبوت بھی کیا) مرزا غلام احمد قادیانی نے حضرت مسیح کے متعلق جملہ اہل اسلام سے ہٹ کر اپنے پیروکاروں کو ایک نیا عقیدہ دیا اور وہ نیا عقیدہ ''وفات مسیح'' کے نام سے مشہور ہوا۔ فی الحال مجھے یہاں مکمل طور سے قادیانیت کی تاریخ بتانا مقصود نہیں بلکہ

قادیانی جماعت کا موقف وفات مسیح کے متعلق کیا ہے؟اس سے قارئین کو روشناس کرانا پیش نظر ہے۔چونکہ مسلمانوں کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور قرب قیامت آسمان سے نزول فرمائیں گے۔ساتھ ہی آنحضرت ﷺ خاتم النبیین اور سب سے آخری نبی ہیں لہذا اب کوئی دوسرا نیا نبی نہیں آئے گا۔یہ اُمت مسلمہ کا متفق علیہ اور اجماعی مسئلہ ہے۔لیکن دور استعمار میں متنبی مرزا غلام احمد قادیانی صاحب نے اپنی خود ساختہ دینی خدمات کی بدولت سب سے پہلے "دعوائے مجددیت" کی دہلیز پہ قدم رکھا۔پھر حسب ضرورت مختلف عہدوں کو اپنے وجود مسعود سے شرف بخشتے ہوئے دعوائے نبوت کی منزل پہ متمکن ہوئے۔مجددیت سے نبوت تک کے سفر میں مرزا صاحب نے "مصلح"، "مثل مسیح" اور "مہدی موعود" نامی مقامات پر بھی کچھ دنوں کیلیے عارضی پڑاؤ ڈالا۔چونکہ مرزا صاحب کو حصول مقصود کے لیے ایک لمبی مسافت طے کرنی تھی۔لہذا ان مقامات پہ عارضی قیام مرزا صاحب کی ضرورت بھی تھی اور مجبوری بھی۔کیونکہ بہت تیزی کیساتھ رائے عامہ کو اپنے حق میں ہموار کرنا مرزا صاحب کیلیے نہایت دشوار اور خاصا مشکل امر تھا۔مرزا صاحب نے جب "مثل مسیح" اور "مہدی موعود" کا دعویٰ کیا تو برصغیر میں عموماً اور صوبہ پنجاب میں خصوصاً مسلمانوں کے درمیان ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔مرزا صاحب نے مثل مسیح کے مقام پر خود کو فائز کرنے کیلیے "وفات مسیح" کا عقیدہ بھی وضع کیا۔اسکے لیے انھوں نے آیہ کریمہ [[یا عیسیٰ انی متوفیک، ورافعک الی]] ۱؎ کا سہارا لیا اور اپنی تصنیفات ۲؎ میں ثابت کیا کہ حضرت عیسیٰ وفات پا چکے ہیں اب وہ ہرگز دنیا میں دوبارہ نہیں آئیں گے۔مرزا صاحب نے نہ صرف وفات عیسیٰ علیہ السلام ہی کو ثابت کیا بلکہ کشمیر میں حضرت عیسیٰ کی قبر کی بزعم خود نشان دہی بھی کر دی۔اور اس طرح اس دینی مغالطہ کو تاریخی مغالطہ میں تبدیل کر دیا۔مرزا صاحب نے اپنے موقف کی حمایت میں لگ بھگ ۲۰۰ صفحات پر مشتمل ایک کتاب "مسیح ہندوستان میں/ ۱۹۰۸ء" میں رقم کی۔مذکورہ بالا کتاب کی اشاعت ثانی کے پیش لفظ میں مرزا وسیم احمد قادیانی لکھتے ہیں!

[[حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف "مسیح ہندوستان میں" حتیٰ المقدور پوری صحت کیساتھ احباب جماعت کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے۔اس تصنیف میں حضور نے حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے صلیب سے زندہ اتر آنے اور پھر کشمیر کی طرف ہجرت کرنے اور عمر طبعی پانے کا ایسے زبردست عقلی و نقلی دلائل سے ثبوت دیا ہے کہ ایک محقق کو آپ کا نظریہ تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں رہتا۔یہ کتاب چار ابواب پر مشتمل ہے۔

باب اول: مسیح کے صلیبی موت سے بچنے پر انجیلی دلائل

باب دوم: ان شہادتوں کے بیان میں جو حضرت مسیح کے صلیبی موت سے بچ جانے کی نسبت

قرآن وحدیث سے ملتی ہیں۔

باب سوم: ان شہادتوں کے بیان میں جو طب کی کتابوں سے ملتی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب سے زندہ اُتر آئے اور انکے زخموں کیلیے مرہم بنائی گئی جسکا نام مرہم عیسیٰ تھا۔

باب چہارم: ان شہادتوں کے بیان میں جو تاریخی کتابوں سے لی گئی ہیں جن میں حضرت مسیح علیہ السلام کے واقعہ صلیب کے بعد اپنے ملک سے ہندوستان کی طرف ہجرت کرنے کا ذکر آتا ہے۔اس باب میں حضرت مسیح موعود نے ثابت کیا ہے کہ مسیح کی کھوئی ہوئی بھیڑیں کشمیر اور افغانستان میں آباد تھیں۔اور ان ممالک کے باشندے اسرائیلی ہیں۔کتاب میں حضور نے یروشلم سے سری نگر پہنچنے کا نقشہ سفر بھی دیا ہے]]۔۱۳

قادیانیت کے سابقہ جانشین اور لندن کے پناہ گزیں مرزا ناصر احمد قادیانی (آنجہانی) نے وفات مسیح کے متعلق ۱۷ اپریل ۱۹۸۵ء کو لندن میں تقریر کرتے ہوئے بہت جارحانہ انداز خطابت اختیار کیا۔کہتے ہیں!

[[اگر جماعت احمدیہ کو مارنا ہے تو دس یا سو یا ہزار آدمیوں کو مارنے سے جماعت نہیں مرے گی۔ ایک آدمی کو زندہ کر کے دکھادو ساری جماعت مر جائے گی وہ ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ اتنا لمبا جھگڑا ہو گیا۔ سو سال ہو گئے دنیا کہیں سے کہیں پہنچ گئی اور آج سے سو سال پہلے اس بھی پہلے تمہارے علماء کہتے ہیں تم تباہ حال ہو چکے ہو۔ اسلام کا نام ونشان تم میں باقی نہیں۔ عیسیٰ بیٹھے کر کیا رہے ہیں اُوپر؟ اترتے کیوں نہیں؟ احمدیوں کو مارنے کی بجائے ایک مرے ہوئے کو زندہ کر کے دکھادو اور میں جماعت احمدیہ کی طرف سے چیلنج دیتا ہوں تمہیں اس بات پہ جھگڑا ختم ہو جاتا ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ کو تم نے زندہ اتار دیا تو خدا کی قسم میں اور میری ساری جماعت سب سے پہلے بیعت کرے گی۔ میں اس خدا کی عزت وجلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اور تمام احمدیوں کی جان ہے کہ اگر واقعتاً عیسیٰ زندہ ہے اور ہم جھوٹے ہیں تو وہ ہم سب کو ہلاک کر دے اور نیست ونابود کر دے۔ مگر خدا کی قسم عیسیٰ مر چکا ہے۔ اور اسلام زندہ ہے]]۔[۱۲]

حضرت مسیح، کشمیر اور مؤرخین :

وفات مسیح کے موضوع پہ ایک اور قادیانی مصنف جناب جے ڈی شمس کی انگریزی کتاب لائق مطالعہ ہے جسکا نام ?Where did Jesus die ہے۔ انھوں نے وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اُن کی قبر سری نگر کشمیر میں ثابت کرنے کیلیے پوری توانائی صرف کر دی۔ علاوہ ازیں ایک اور انگریزی کتابچہ Jesus in Kashmir میں بھی قادیانیت کی طرف سے اسی طرح کا اظہار خیال کیا گیا ہے لیکن کشمیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات اور سری نگر میں حضرت کی قبر ہونے کے اس قادیانی مؤقف سے اکثر وبیشتر مورخین کا طبقہ قابل تردید دلائل کی روشنی میں سخت اختلاف کرتا ہے۔ مرزا صاحب کے دلائل کا جائزہ لیتے ہوئے ایک مورخ جناب مرزا شفیق حسین صاحب رقم طراز ہیں!

[[قادیانی حضرات نے بھی اپنے مخصوص عقائد کے پیش نظر کشمیر کی وجہ تسمیہ کے متعلق اپنی ایک الگ حکایت وضع کر لی ہے۔مرزا غلام احمد کی تحقیق کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انتقال کشمیر میں ہوا۔اور وہ سری نگر کے محلّہ خانیار میں مدفون ہیں۔انہوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ کشمیری زبان میں لفظ "کشمیر" کا تلفظ "کشیر" ہے۔جو دراصل ایک عبرانی لفظ ہے۔یہ لفظ دو الفاظ یعنی "ک (جو مماثلت و تشبیہ کے لیے استعمال ہوتا ہے) اور "اشیر" (جس کے معنی عبرانی زبان میں شام کے ہیں) کا مرکب ہے۔اور اسکا مطلب "شام کی مانند ہے"۔مرزا صاحب کے بقول جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فلسطین سے ہندوستان کے اس علاقہ کی طرف ہجرت کی جو اپنی آب و ہوا کی خوبی، موسم کی خوشگواری اور سرسبزی و شادابی میں ملک شام سے بہت مشابہ ہے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تسلی دینے اور اُنکا دل خوش کرنے کیلیے اس علاقہ کا نام "کشمیر" رکھ دیا]]۔۱۵

مرزا شفیق حسین صاحب مزید مرزا قادیانی کے دلائل کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں!

[[حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی مفروضہ آمد کی نسبت کیشپ رشی کا واقعہ قدیم تر ہے اور اس وادی کا نام عیسوی سن سے بہت پہلے ہی سے کشمیر ہے لہذا یہ کہنا کہ کشمیر یا کشیر، سیریا کا ہم نام یا ہم شکل ملک ہے دور کی کوڑی لانے کے مترادف ہے اور سیریا تو شام کو مغربی ملکوں کے لوگ کہتے ہیں جب کہ اورینٹل زبانوں میں اس کو شام کہا جاتا تھا۔مرزا غلام احمد نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ نے کشمیر میں ہی وفات پائی۔اور سری نگر کے محلّہ خانیار میں جو قبر "یوز آسف" کی قبر مشہور ہے وہ حضرت مسیح ہی کی ہے۔مرزا صاحب کے اس دعویٰ کی کئی طرح سے تردید ہوتی ہے۔اول یہ کہ ملک شام سے مشابہت کی دلیل بہت کمزور ہے۔کیونکہ شام اور کشمیر کی آب و ہوا وغیرہ میں زمین آسمان کا فرق ہے۔دوسرے حضرت

عیسیٰ کی کشمیر آمد کا قصہ ہی فرضی ہے اور بفرض محال اگر یہ واقعہ کشمیر کی وجہ تسمیہ بھی ہو تب بھی یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ لفظ کشمیر حضرت عیسیٰ کی مبینہ کشمیر آمد سے بہت پہلے مستعمل تھا۔ صوفی غلام محی الدین نے The Ancient Geography of kashmir pp.61.62 کے حوالے سے لکھا ہے کہ لفظ کشمیر کا استعمال ۲۳ صدیوں سے ثابت ہے۔ جبکہ یہ نام بذات خود اس سے کہیں زیادہ قدیم ہے]]۔۱۶

قادیانی مصنف جے ڈی شمس لکھتے ہیں!

[[For a good many years there have been a flot in this land rumours that Christ did not realy die upon cross but was down and disappeared to seek the lost tribes,thathe cameto Kashmir,Ladakh and little Tibet and died and was buried in Srinagar۔

کچھ سال پہلے یہ افواہیں گردش کر رہی تھیں کہ عیسیٰ کا صلیب پر انتقال ہوا۔ اور وہ اتر کر اپنی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی تلاش میں غائب ہو گئے۔ پھر وہ کشمیر، لداخ اور تبت سے گذرے۔ فوت ہوئے اور سری نگر میں مدفون ہوئے۔]]۔۱۷

مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے خلفاء و اُمتیوں نے اپنی بہت سی تصنیفات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ تاریخی مغالطہ دیا ہے۔ مثال کے طور پر مرزا صاحب لکھتے ہیں!

[[جو سری نگر محلّہ خانیار میں یوز آسف کے نام سے قبر موجود ہے وہ در حقیقت بلا شک و شبہ حضرت عیسیٰ کی قبر ہے]]۔۱۸

اور ایک اسرائیلی نبی کشمیر میں آیا جو بنی اسرائیل میں سے تھا اور شاہزادہ نبی کہلاتا تھا۔ اسکی قبر محلّہ خانیار میں ہے جو یوز آسف کی قبر کر کے مشہور ہے]]۔۱۹

مرزا بشیر احمد صاحب لکھتے ہیں!

[[آخر کار مسیح کی قبر بھی سری نگر محلہ خانیار میں مل گئی۔اس قبر کے متعلق بھی لوگوں سے دریافت کیا گیا تو یہی معلوم ہوا کہ یہ اُسی یوز آسف کی قبر ہے جو اُنیس سو سال ہوئے کشمیر میں آیا تھا۔وہ قبر اور اس کیساتھ والی مسیح کی ماں کی قبر ٹھیک اسی طرز پر ہیں جس طرح بنی اسرائیل کی قبریں ہوتی ہیں]]۔۴۰

مرزا صاحب قادیانی کے ایک اور اُمتی محمد اسماعیل صاحب کشمیر کی ایک مشہور و معروف مجذوبہ محترمہ للہ عارفہ کے متعلق لکھتے ہیں!

[[معلوم ہوتا ہے حضرت مریم صدیقہ کشمیر میں للہ دوی (للہ بی بی) کے نام سے مشہور ہیں۔یہ نام آپ کا عبرانی کی (الماہ) سے بگڑ کر بنا ہے۔عبرانی میں الماہ جوان عورت کو کہا کرتے ہیں]]۔۴۱

مرزا صاحب کی تاریخ دانی

مرزا صاحب اور اُنکے متبعین نے اپنے مؤقف کی حمایت کیلیے جس بنیاد کا سہارا لیا ہے وہ "تاریخ اعظمی" کی مندرجہ ذیل عبارت ہے۔(جسکا مرزا صاحب اور دیگر قادیانی نواز صاحبان نے حصول مطلب کیلیے اپنا خود ساختہ ترجمہ کیا ہے!

[[درعوام مشہور است کہ آنجا پیغمبرے آسودہ است کہ در زمانہ سابقہ در کشمیر مبعوث شدہ۔در کتابے دیدہ ام کہ بعد از قصہ دور و دراز حکایتے می نویسد کہ یکے از سلاطین زادہ براہ زہد و تقوی آمدہ ریاضت وعبادت بسیاری کرد بر سالت مردم کشمیر مبعوث شد۔

عوام میں مشہور ہے کہ اس جگہ ایک پیغمبر آسودہ خاک ہیں جو گزشتہ زمانے میں کشمیر میں مبعوث تھے۔میں نے ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ دور و دراز کے قصبے سے یہ حکایت لکھتے ہیں کہ ایک بادشاہ زادہ نے زہد و تقوی کا راستہ اختیار کیا۔عبادت و ریاضت بہت کرتا تھا کشمیریوں کے درمیان رسول بنا کر بھیجا گیا]]۔۴۲

فارسی عبارت کا انگریزی ترجمہ جے ڈی شمس نے یوں کیا ہے!

[[The tomb next to that of sayyed nasr-ud-Din is generally known as that of a prophet who was sent to the inhabitants of kashmir,and the place is known as the shrine of a prophet.He was a prince who came to Kashmir from a foreign land.H was perfect in piety,righteousness and devotion,he was made a prophet by God and was engaged in preaching to the Kashmiris.His name was Yus Asaf.(p.82)Yus Asaf in Hebrew means jesus the Gatherer]]. ۲۳

قادیانی مطالعہ اور مؤرخین کا ازالہ :

یوز آسف کی قبر کے متعلق جتنی مرزا صاحب قادیانی اور دیگر قادیانی اُمت کے افراد نے جو تاریخی مغالطہ دیا ہے اسکا نہایت علمی اور تحقیقی ازالہ "نگارستان کشمیر" کے مصنف و مورخ جناب قاضی ظہور الحسن ناظم صاحب نے کیا ہے۔ ناظم صاحب نے اپنی تاریخی کتاب "نگارستان کشمیر" میں لگ بھگ ۲۰ صفحات پر مشتمل اس موضوع پر اپنی تحقیق کو پیش کیا ہے۔ مورخ نے قرآن و حدیث (کتب صحاح ستہ)، فتح الباری، کنز الاعمال اور میزان الاعتدال (جلد سوم) کے علاوہ جن کتب تواریخ کو اپنا ماخذ بنایا ہے انکی فہرست حسب ذیل ہے:

۱)۔۔۔تاریخ کشمیر: ملا عبد الوہاب شائق ۱۷۵۵ء

۲)۔۔۔للہ عارفہ

۳)۔۔۔اسرار الابرار

۴)۔۔۔تاریخ اعظمی

۵)۔۔۔تاریخ کبیر کشمیر

۶)۔۔۔بہار کشمیر: پنڈت پران ناتھ ایم ایس سی، پروفیسر دیال سنگھ کالج لاہور

۷)۔۔۔گلدستہ کشمیر

۸)۔۔۔رسالہ حالات یوز آسف: مولوی محمد شاہ سعادت

۹)۔۔۔گلشن کشمیر

۱۰)۔۔۔تاریخ سلمان باغ

۱۱)۔۔۔تاریخ طبری

۱۲)۔۔۔وفاءالوفا

۱۳)۔۔۔یوز آسف ویلویر مطبع شمسی

۱۴)۔۔۔تنبیہہ الغافلین مطبع صبح صادق

۱۵)۔۔۔اکمال الدین بابویہ قمی شیعہ

۱۶)۔۔۔تحائف الابرار

۱۷)۔۔۔فہرست ابن ندیم

۱۸)۔۔۔کتاب السنہ شرقیہ

۱۹)۔۔۔اخوان الصفا

۲۰)۔۔۔انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ اتھکس

۲۱)۔۔۔تذکرۃ الاولیا: سائمون میٹافراسٹ

۲۲)۔۔۔بدھسٹ برتھ اسٹوریز

۲۳)۔۔۔الفہرست

۲۴)۔۔۔مسعودی

۲۵)۔۔۔جاتکا

۲۶)۔۔۔تاریخ اسرار الاخیار

مصلوبیت مسیح کے متعلق انجیلی تضاد کو واضح کرنے کیلئے عہد نامہ جدید کی جن کتب کی آیات سے استدلال کیا ہے اُنکی فہرست حسب ذیل ہے:

۱)۔۔۔متی: ۲۶/۲۲، ۲۶/۵۶، ۲۷/۴۸، ۲۷/۲۲، ۳/۲۷

۲)۔۔۔مرقس: ۱۲/۱۴، ۳۳/۱۴، ۲۲/۱۵، ۲۱
۳)۔۔۔لوقا: ۲۲/۲۳، ۲۲/۴۷، ۲۲/۳۶
۴)۔۔۔یوحنا: ۱۵/۸، ۹/۱۷
۵)۔۔۔رسولوں کے اعمال: ۱/۱۸
۶)۔۔۔عبرانیوں کے نام خط: ۵/۷

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مصلوبیت، وفات اور قبر کے متعلق فرقہ قادیانیت کے باہمی تضاد کو واضح کرنے کیلئے حسب ذیل قادیانی کتب و رسائل کا سہارا لیا ہے:

۱)۔۔۔اعجاز احمدی
۲)۔۔۔اتمام الحجہ
۳)۔۔۔حقیقت الوحی
۴)۔راز حقیقت
۵)۔۔۔ضمیمہ براہین احمدیہ
۶)۔۔۔رسالہ تشحیذ الاذہان
۷)۔۔۔محقق
۸)۔۔۔نعم الوکیل
۹)۔۔۔مراۃ الحقائق
۱۰)۔۔۔القول المحمود فی شان المحمود
۱۱)۔۔۔عسل مصفیٰ
۱۲)۔۔۔ازالہ اوہام
۱۳)۔۔۔تقطیع کلاں
۱۴)۔۔۔التنقید
۱۵)۔۔۔چشمہ مسیحی
۱۶)۔۔۔کشف الاسرار

۱۷)۔۔۔البدر ۱۹۰۶ء ، ۱۹۰۷ء

۱۸)۔۔۔الحکم ۱۹۰۶ء ، ۱۹۰۷ء

۱۹)۔۔۔فاروق ۱۹۲۶ء

۲۰)۔۔۔ریویو آف ریلیجز جولائی ۱۹۱۳ء

علاوہ ازیں قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ و تفسیر از جارج سیل سے بھی استدلال کیا ہے۔کتب و رسائل کی تفصیل سے یہ بتانا مقصود ہے کہ مورخ نے قادیانی مغالطہ کے ازالے کیلیے بڑی جانفشانی اور تحقیق و علمی سرگرمی سے کام لیا ہے اور اس معرکۃ الآرا قادیانی مغالطہ کا تاروپود بکھیر کر رکھ دیا ہے مگر اس کے باوجود اُمت مرزائیہ وقتاً فوقتاً اپنے اس غلط مفروضہ کی حمایت میں تحریف و خیانت سے پر خود ساختہ نظریہ کا سہارا لیکر اس بابت کچھ نہ کچھ لکھ کر اُمت مسلمہ کو گمراہ کرنے کی سعی ناکام کرتے رہتے ہیں۔اور اپنی تمام تر توانائی صرف کر دینے کے باوجود کشمیر میں ابھی تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کو مستند تاریخی حوالوں سے ثابت نہ کر سکے۔

عارفہ للہ:

ناظم صاحب نے اپنا نقطہ نظر تاریخی دلائل و شواہد سے بھرپور ثابت کیا ہے جسے پڑھ کر ایک محقق کو آپ کا نظریہ تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں رہتا۔چند دلائل و شواہد آپ بھی ملاحظہ کریں۔عارفہ للہ صاحبہ کے متعلق کچھ قادیانی صاحبان نے مریم صدیقہ ہونے کا شگوفہ چھوڑا ہے جیسا کہ سابقہ اوراق میں راقم نے تحریر کیا ہے۔ناظم صاحب اس قول باطل کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں!

[[یہ کشمیر میں بہت مشہور و معروف مجذوبہ گذری ہیں۔قریب قریب تمام ہندوستانی اور انگریز مورخوں نے بھی علیحدہ علیحدہ کتابیں لکھی ہیں ۔انکی بہت سی کرامتیں کشمیر میں مشہور ہیں۔سن ولادت میں اختلاف ہے ۔۷۰۷ہجری و ۷۳۵ دو سن بیان کیے گئے ہیں۔صدر المورخین کشمیر مُلا عبدالوہاب شائق اپنی تاریخ میں ۷۳۵ ہجری لکھتے ہیں۔(شائق نے تاریخ کشمیر بحکم راجہ سکھ جیون فرماں نوائے کشمیر ۱۷۵۵ء میں لکھی) ۔للہ کی ولادت کے متعلق انکا یہ شعر ہے۔

فزون بود بر ہفت و صدی و پنج　　　زویرانہ شد پیدا رہ گنج

شائق نے ویرانہ اس لیے کہا کہ للہ کے والد برہمن تھے جو دولت اسلام سے خالی تھے۔للہ موضع سم پورہ علاقہ کشمیر میں پیدا ہوئی۔یہ زمانہ راجہ ادیان دیو کا تھا یعنی ۱۳۳۲ء انکا نام للہ ایشوری تھا(انکو للہ شوری۔للہ دوی بھی

لکھتے ہیں) ہندوؤں کے دستور کے موافق صغر سنی میں شادی ہوگئی۔ موضع پان پور کے ایک برہمن زادے سے نکاح ہوا۔ للہ پر شروع سے ہی محویت اور استغراق کی کیفیت طاری تھی جو ترقی عمر کیساتھ ترقی کرتی رہی۔ انکی یہ کیفیت ساس اور شوہر کو بھی بھلی نہ معلوم ہوئی اسلیئے انکو بہت ستایا۔ للہ ایک ہندو فقیر باسدیو کی چیلی (مریدہ) تھی۔ شیو مذہب کے پرستاروں میں تھی۔ (للہ عارفہ بحوالہ یورپین مورخ) آخر جوش جذبہ سے بے اختیار ہو کر کپڑے پھاڑ کر دشت و بیاباں کو نکل گئیں۔ بعض اسکو پاگل سمجھتے تھے بعض مجذوب۔ ایک دن سلطان شہاب الدین (بزمانہ شہزادگی) شکار کو گیا۔ جنگل میں اس مجذوبہ سے ملاقات ہوئی۔ اس نے سلطنت و کثرت فتوحات کی بشارت دی۔ (اسرار الابرار و تاریخ اعظمی) اس مجذوبہ کی تصنیف کشمیری زبان میں دوہے (اشعار) بھی ہیں۔ ۷۷۳ھ میں حسب الارشاد حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ۔ سید حسین سمنانی کشمیر آئے۔ انکی آمد کا حال سن کر اس مجذوبہ نے کئی منزل سے استقبال کیا۔ اور ان سے فیض حاصل کیا۔ ۷۸۱ھ حضرت امیر کبیر خود تشریف لائے۔ یہ مجذوبہ اکثر حاضر خدمت رہتی۔ (تذکرۃ العارفین و اسرار الابرار و بہار کشمیر بابت نومبر ۱۹۲۳ء از پنڈت پران ناتھ ایم ایس سی پروفیسر کیمسٹری دیال سنگھ کالج لاہور و تاریخ شائق و گلدستہ کشمیر و تاریخ کبیر کشمیر بحوالہ فتوحات کبرویہ مصنفہ ۱۱۸۲ ہجری)۔۔۔ افسوس سن وفات کسی نے نہیں لکھا۔ انگریز محقق بھی خاموش ہے۔ تاریخ اعظمی میں لکھا ہے (درزمان سلطان شہاب الدین از عالم درگذشت ص ۳۵) سلطان شہاب الدین کا عہد حکومت ۷۸۰ھ تک ہے لہذا اللہ کی وفات ۷۴۲ھ سے ۷۸۰ھ تک کسی سن میں ہوئی۔ مرزا صاحب قادیانی کے مرید انکو حضرت عیسیٰ کی والدہ مریم بتاتے ہیں]]۔ ۲۴

اسکے بعد مورخ ناظم صاحب نے محمد اسماعیل اور بشیر احمد قادیانی صاحب کی تحریروں سے اقتباس پیش کر کے ان الفاظ میں رد کیا ہے۔ (مذکورہ عبارتیں سابقہ صفحات میں گزر چکی ہیں) للہ دوی کی تحقیقات تو اوپر گزری۔ یوز آسف کے پاس والی قبر کا تذکرہ آگے آئیگا۔ یہاں صرف اس قدر لکھنا کافی ہے کہ بلا اختلاف تمام قدیم و جدید تاریخوں میں مذکور ہے کہ وہ قبر سید نصیر الدین خانیاری رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ اسکے سجادہ نشین وغیرہا قاعدہ سری نگر میں موجود ہیں اور دونوں قبریں مسلمانوں ہی کے طرز پر ہیں۔

اسکے علاوہ مرزاجی کے ایک تیسرے مرید حضرت مریم کی قبر بیت المقدس میں بتاتے ہیں اور اُسی گرجا میں حضرت مریم صدیقہ کی قبر ہے اور دونوں قبریں علیحدہ علیحدہ ہیں۔ (اتمام الحجۃ ص ۲۰، ص ۲۱) مرزاجی نے خود بھی لکھا ہے حضرت مریم کی قبر زمین شام میں کسی کو معلوم نہیں۔ (حقیقۃ الوحی حاشیہ ص ۱۰۱) ان تمام حوالوں سے ثابت ہے کہ نہ للہ دوسری مریم صدیقہ ہیں نہ یوز آسف کے گنبد میں مریم صدیقہ کی قبر ہے۔ ۲۵

اس طرح ناظم صاحب موصوف نے مجذوبہ للہ عارفہ کے متعلق مستند آماخذ سے تفصیلی معلومات رقم فرما کران کے مریم صدیقہ ہونے کے خود ساختہ قادیانی مفروضہ کی حقیقت واضح کر دی۔

مرقد عیسیٰ علیہ السلام اور کشمیر :

اب آیئے قبر مسیح کے کشمیر میں ہونے کے خود ساختہ قادیانی مفروضہ کی تردید تاریخی دلائل کی روشنی میں ملاحظہ کریں۔قادیانی مصنف جے ڈی شمس نے جیسا کہ لکھا ہے!

[[The tomb next to that of sayyed nasr-ud-Din is generally known as that of a prophet who was sent to the inhabitants of kashmir.

سید نصیر الدین کے علاوہ دوسرا مقبرہ عام طور پر عوام میں ایک پیغمبر کی قبر سے مشہور ہے]]۔

مزید لکھتے ہیں!

[[The tomb of Jesus khanyar Street,Srinagar kashmir.

مقبرہ مسیح۔خانیار اسٹریٹ سری نگر کشمیر]]۔۲۶

سید نصیر الدین اور یوز آسف :

ناظم صاحب لکھتے ہیں!

[[سید نصیر الدین خانیاری ۲۷ جامع کمالات ظاہری و باطنی تھے۔بیہق کے رہنے والے تھے۔سلطان زین العابدین کے عہد میں آئے۔سلطان انکو اکثر سفارت پر مامور کیا کرتا تھا۔سری نگر محلہ خانیار میں انکا مزار ہے۔یہ مقام روضہ بل بھی کہلاتا ہے۔ایک گنبد کے نیچے دو قبریں ہیں۔ایک ان کی ،ایک یوز آسف کی قبر مشہور رہے۔مرزا قادیانی نے یوز آسف کی قبر کو حضرت عیسیٰ کی قبر بتایا ہے اور ان کے مریدوں نے ان کی (یعنی سید نصیر الدین خانیاری۔ناقل)قبر کو حضرت مریم صدیقہ والدہ حضرت عیسیٰ کی قبر لکھا ہے۔جس کو ہم نے للہ مجذوبہ کے بیان میں نقل کیا ہے۔تمام تاریخوں میں یہ قبر سید نصیر الدین خانیاری کی لکھی ہے۔یہاں انکے سجادہ نشین وغیرہ ہیں۔مرزا جی کے مریدوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ نقل کیا جا چکا ہے۔اس میں کوئی حوالہ اور قوی دلیل نہیں۔مریم صدیقہ کے متعلق جو دلائل

انھوں نے قائم کیے ہیں اُن کی تردید کے لیے اللہ دوی کے حالات کافی ہیں۔

تاریخ سلیمان باغ و تاریخ اعظمی میں مذکور ہے کہ یہاں نبی کی قبر ہے۔یعنی جس مقام کی یوز آسف نام سے شہرت ہے۔اس امر کی تصدیق وتکذیب سے ہمارا کوئی نفع ونقصان نہیں کہ کشمیر میں کوئی پیغمبر گذرا ہو اور یہ قبر اسکی ہو اور اسکا نام یوز آسف ہو۔ہم کو صرف یہ تحقیق کرنا ہے جیسا کہ مرزا جی لکھتے ہیں کہ یہ قبر حضرت عیسیٰ کی ہے۔یا انہیں کی قبر ہے یا اور کسی کی ہے؟ مرزا جی نے لکھا ہے کہ شہزادہ نبی کی قبر اور مقام پیغمبر مشہور ہے۔حضرت والد ماجد فرماتے تھے کہ میرے دریافت کرنے پر کسی نے شہزادہ یا نبی کی قبر وغیرہ نہیں کہا۔صرف یوز آسف کہا۔مقام پیغمبر اگر کہا بھی جاتا تو کوئی دلیل نہیں۔مقام پیغمبر کے لقب سے کشمیر میں کئی مقامات مشہور ہیں جو اولیاء اللہ کی اقامت گاہ تھے۔جہاں بزرگان دین کو انبیاء علیہم السلام کی زیارت ہوئی۔محلّہ راجوری کدل میں سید حسین بلادوری کے مزار کے قریب ایک جگہ "مقام نبی" کے نام سے مشہور ہے۔موضع بوٹھ کھولہاسہ میں ایک مقام ہے جس کے متعلق خواجہ اعظم اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں! "مکانیست مشہور بقدم موسیٰ پیغمبر"۔[۲۸]

حضرت عیسیٰ اور شہزادہ گیت :

ناظم صاحب نے لفظ "شہزادہ" کے پس منظر میں حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کی دنیاوی زندگی اور طرز معاشرت و بود و باش پر اظہار خیال کرتے ہوئے قادیانی دلائل کا جائزہ ان الفاظ میں لیا ہے لکھتے ہیں!

[[یہ تاریخ کی کتاب ہے مناظرہ کا رسالہ نہیں جو میں حیات و وفات مسیح پر بحث کروں۔ہاں تاریخی حیثیت سے اس قبر و صاحب قبر کی تحقیق ضروری ہے۔کیونکہ یہ کشمیر کا ایک تاریخی متنازعہ فیہ مسئلہ بن گیا ہے۔اس کے متعلق علماء نے بہت سے رسائل و مضامین لکھے ہیں۔مرزا جی اور اُن کے مریدوں نے بھی بہت زور مارا ہے۔ہم اصل معاملے کی مکمل تحقیقات ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔جو ان شاء اللہ تعالیٰ کسی ایک رسالہ یا کتاب میں بھی نظر سے نہ گزرے گی۔اگر بقول مرزا جی یہ تسلیم کرلیا جائے کہ ایک اسرائیلی نبی یہاں آیا تھا اور یہ اسکی قبر ہے اور وہ شہزادہ نبی مشہور تھا تو (بھی یہ) حضرت عیسیٰ کی قبر نہیں ہوسکتی۔حضرت عیسیٰ کو شہزادہ کہنا تو دن کو رات بتانا ہے۔بے باپ غریب ماں کے بطن سے پیدا ہوئے۔ساری عمر گھر تک نصیب نہ ہوا۔مرزا جی کے مرید خاص حکیم خدا بخش لکھتے ہیں!

[[دیلمی و ابن نجار نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سفر کرتے تھے۔ جب شام پڑ جاتی تو جنگل کا ساگ پات کھا لیتے اور چشموں کا پانی پی لیتے اور مٹی کا تکیہ بناتے (یعنی زمین پر ہی بے بستر لیٹ جاتے) پھر کہتے کہ نہ تو میرا گھر ہے کہ جس کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو اور نہ کوئی اولاد ہے کہ جس کے مرنے کا غم ہو]]۔ (غسل مصطفیٰ حصہ اول) یہ کیسی شہزادگی تھی؟ حضرت عیسیٰ کے شہزادہ مشہور ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ ۲۹

شہزادہ نبی :

ناظم صاحب شہزادہ نبی کے متعلق لکھتے ہیں!

[[اگر یہ اسرائیلی شہزادہ نبی کی قبر ہے تو سلیمان علیہ السلام کی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ حضرت ہی نے کشمیر کو آباد کیا۔ حضرت کے آنے کا ذکر ایک ہندو مورخ نے بھی کیا ہے۔ کشمیر میں ایک پہاڑ بھی تخت سلیمان ۳۰ کے نام سے مشہور ہے۔ اگر نام پہ نظر کی جائے تو حضرت کے وزیر آصف کے بیٹے کی قبر ہو گی۔ پور آصف کا امتداد زمانہ سے یوز آسف ہو گیا اور شہزادہ بھی مشہور ہو سکتا ہے۔ یا یوز آسف نام کا کوئی حضرت سلیمان کی نسل کا آدمی ہو وہ فتنہ بخت نصر کے وقت پریشان ہو کر یہاں آیا ہو۔ اُسکا خاندانی تعلق بھی کسی قدر ثابت ہے کہ بہمن شاہ ایران کی بڑی بیگم قبیلہ رحعام بن سلیمان سے تھی اور اس کی دوسری بیگم رابعہ سوراندر والی کشمیر کی بیٹی تھی۔ اور حضرت موسیٰ کی قبر ہو سکتی ہے کہ حضرت کا کشمیر آنا مورخ نے بھی بیان کیا ہے۔ (گلدستہ کشمیر ص ۱۷) اور حضرت یوسف علیہ السلام کی نسبت سے وہ شہزادے بھی کہے جا سکتے ہیں۔ اور کشمیر میں دوسری جگہ اُنکا چلہ بھی موجود ہے۔ سری نگر کے قریب جھیل ہارون بھی ہے جسکو ہارون کہا جا سکتا ہے۔ اور ہندوستان میں کوہ طور بھی ہے۔ دکن میں ایک پہاڑ کا نام ہے (مثل محکمہ نظامت اسٹیٹ نواب سالار جنگ ۲۸/ ۱۹،۲۱ ۱۳۱۹ھ میں ایک سند شامل ہے۔ اس میں یہ فقرات ہیں: بحقائق و معارف آگاہ امیر علی شاہ نوشتہ می شود کہ کاہ طور و چشمہ بی بی مکان زر خرید مابدولت است مرقومہ ۱۳۱۹ھ)۔ پس کہا جا سکتا ہے کہ دکن کے پہاڑی کوہ طور پر آ کر خدا سے کلام کرتے تھے اور کشمیر میں دونوں بھائی جھیل ہارون کے قریب رہتے تھے۔ جب انتقال ہو گیا تو یہیں دفن ہوئے۔ موسیٰ اسرائیلی کا بگڑ کر امتداد زمانہ سے یوز آسف ہو گیا۔ ان کی رکیک باتوں سے جو عیسیٰ کی قبر بنانے میں کی جاتی ہیں۔ یہ دلیلیں ہزار جگہ مضبوط ہیں]]۔ ۳۱

تاریخ سلمان باغ و تاریخ اعظمی :

مرزاجی اور دیگر قادیانی صاحبان نے تاریخ اعظمی کی جس عبارت کو اپنے مقصد کے حصول کے لیے بہت اچھالا ہے بلکہ آج تک اُچھال رہے ہیں اسکی تاریخی حیثیت پر ناظم صاحب کا نقد وجرح ملاحظہ کریں لکھتے ہیں!

[[تاریخ سلمان باغ و تاریخی اعظمی میں ہے کہ یہاں نبی کی قبر مشہور ہے۔ان دونوں مورخین کے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ شہرت عام نقل کر رہے ہیں۔مورخانہ حیثیت سے اپنی ذمہ داری پر بیان نہیں کرتے۔اگر یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ ضرور یہاں نبی کی قبر ہے تو بھی حضرت عیسیٰ کی قبر نہیں ثابت ہو سکتی ہے۔خداوند ذوالجلال نے فرمایا ہے کہ ہم نے ہر قوم میں ہادی بھیجے ہیں۔ممکن ہے کہ کشمیر میں بھی کوئی نبی ہوا ہو اور اسکا نام یوز آسف ہی ہو۔کشمیر کی تاریخوں میں ایک مرد صالح کا بھی ذکر ہے کہ اس نے راجہ سندر کے زمانے میں لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرایا۔جب سب نے اسکی تکذیب کی تو سارا شہر خسف کر دیا گیا۔ممکن ہے کہ وہی نبی ہو۔ہندو مورخ جن کی مبالغہ آمیزی مشہور و ثابت ہے راجہ سندر کا زمانہ دو ہزار سال قبل مسیح لکھا ہے۔

لیکن اس تاریخ کے مضامین باب دوم میں ثابت کیا گیا ہے کہ یہ راجہ کم وبیش پانچ سو برس قبل مسیح تھا اور یہی زمانہ جیسا کہ آگے بیان ہوگا یوز آسف کا ہے۔تاریخ اعظمی کا بیان بھی اس معاملہ کو صاف کرتا ہے(حوالہ کی عبارت سابقہ صفحات میں گذر چکی ہے)

اس میں اول تو شہزادہ کا لفظ ہے جو کسی طرح حضرت مسیح پر صادق نہیں آسکتا۔دوسرا لفظ مبعوث ہے کیونکہ یہ بالاتفاق مسلم ہے کہ حضرت عیسیٰ کی بعثت کشمیر میں نہیں ہوئی۔مرزاجی انکو واقعہ صلیب کے بعد کشمیر میں لاتے ہیں۔تاریخ اس نبی کو بیان کرتی ہے جو کشمیر میں مبعوث ہوا۔کوئی نہیں کہتا کہ رسول کریم ﷺ مدینہ میں مبعوث ہوئے ،بدر میں مبعوث ہوئے،تبوک میں مبعوث ہوئے۔سب یہی کہتے ہیں کہ مکہ میں مبعوث ہوئے۔مقام بعثت وہ ہے جہاں اول(اعلان)نبوت(کااذن)عطا ہو۔اس لیے کشمیر میں حضرت عیسیٰ کا مقام بعثت نہیں۔اور تاریخ اس نبی کا مقام بعثت کشمیر بتاتی ہے۔تاریخ سلیمان باغ میں ہے۔

ہمردان روضہ بہشت نشان	قبر پیغمبر یست مشک فشاں
ہر کہ نزدیک اور عنان تابد	بوئے خوش در دماغ خود یابد
نقل کردند راویان کہ بکام	بود شہزادہ بفضل تمام
ترک دنیا نمود و سالک شد	در مقام سلوک مالک شد
بندگی چوں نمود با اخلاص	شد بہ پیغمبری زیزدان خاص

گشت مبعوث خلق شد ہادی عاقبت رفت بست ازیں
وادی
ہست آں مشکوئے تربت او
کہ بہ یوز آسف است شہرت او
۳۲

مصلوبیت مسیح حقائق کی روشنی میں:

مرزا صاحب اور انکے تمام حامیان جملہ اہل اسلام کے عقیدہ کے خلاف اپنا نظریہ حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق پیش کرتے ہیں۔ قادیانی صاحبان کا کہنا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے صلیب پہ لٹکا دیا تھا۔ جسکے باعث آپکا جسم زخموں کی شدت سے متاثر تھا۔ لیکن قرآن کا کہنا ہے کہ صلیب پر ہرگز ہرگز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں لٹکایا گیا۔ ایک دوسرا شخص جو آپ کا ہم شکل ہو گیا تھا اسے پھانسی دی گئی۔ ناظم صاحب نے مرزائی عقیدہ مصلوبیت کے متعلق اپنی تحقیق کو ان الفاظ میں پیش کیا ہے۔ لکھتے ہیں!

[[مرزا جی کا بیان ہے کہ صلیب سے جب جناب مسیح اتارے گئے تو زخمی تھے آپ کا خفیہ طور پر مرہم پٹی ہوا کچھ آرام ہو گیا تو کشمیر چلے آئے]]۔۳۳ لیکن مرزا جی کو یہ بھی مسلّم ہے کہ کتب سابقہ مشمول بائبل میں تحریف ہوئی ہے۔ اس لیے انکا جو بیان موافق قرآن ہو وہ صحیح ہے اور جو قرآن کے خلاف ہو نا قابل تسلیم نہیں۔ قرآن مجید صاف الفاظ میں واقعہ صلیب کی تکذیب کرتا ہے۔ (وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ یعنی نہ وہ قتل کیے گئے نہ صلیب دیئے گئے) پھر واقعہ صلیب کیونکر تسلیم کرلیا جائے۔ اس کے علاوہ کتاب مقدس (بائبل) میں ہے کہ جو کاٹھ پر لٹکایا جائے گا وہ لعنتی ہوگا۔ مرزا جی ایک پیغمبر کو کاٹھ پر لٹکواتے ہیں۔ مسلمانوں کا قدیم اور اجماعی عقیدہ ہے کہ مسیح صلیب نہیں دیئے گئے بلکہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ اُنکا ہم شبیہ صلیب دیا گیا۔ ایسا ہی قرآنی بیان ہے۔ عیسائیوں کے چند قدیمی فرقوں کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ سائیمن مسیح کی جگہ صلیب پر لٹکا دیا گیا۔ فرقہ سرنفس اور پا کریشن کا عقیدہ ہے کہ مسیح کی جگہ اسکا ہم شبیہ مصلوب ہوا۔ مصنف فوٹنس کہتا ہے کہ میں نے ایک کتاب رسولوں کے سفرنامے پڑھی جس میں پطرس، یوحنا، اندریاس، طاس پولوس کے اعمال مندرج تھے۔ اس میں مذکور ہے کہ مسیح مصلوب نہیں ہوئے بلکہ انکی جگہ اور شخص مصلوب ہوا۔ (حاشیہ سورہ آل عمران انگریزی ترجمہ ڈاکٹر جارج سیل) مروجہ بائبل سے اگر اس واقعہ کو دیکھا جائے تو اس میں اس قدر شدید اختلاف ہے کہ کوئی صاحب ہوش اس پر یقین کرنے کے لیے تیار نہیں ہو سکتا]]۔۳۴

مزید اس موضوع پر گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے مورخ نے اناجیل کے تضاد اور آپسی اختلاف کو تفصیل سے واضح کرتے ہوئے لکھا ہے!

[[اس اختلاف کو دیکھتے ہوئے کون ہوشمند واقعہ صلیب کو قبول کر سکتا ہے۔ یہود نے تو مسیح کا مصلوب ہونا اس لیے بیان کیا کہ وہ اُنکو سچا رسول نہ سمجھتے تھے۔ اس لیے اُنکو توریت کے اس حکم کا مصداق بناتے ہیں کہ جو کاٹھ پر لٹکایا جائے گا وہ لعنتی ہوگا۔ اسکے علاوہ ایک شخص کو انہوں نے صلیب دی بھی جو ان کی نظروں میں مسیح تھا۔ نصاریٰ نے اُن کے بیان اور عقیدہ سے زچ ہو کر یہود کا ظالم و شقی ٹھہرانے کے لیے مسیح کے مظلوم و مصلوب ہونے کو ایک فضیلت قرار دیکر کفارہ کا مسئلہ گھڑ لیا۔ یہی عقائد اس نشان قبر کا باعث ہیں جو بیت المقدس میں بتائی جاتی ہے۔ اس کو مرزا جی اور اُنکے مرید بھی صحیح قبر نہیں سمجھتے۔

غرض حسب بیان مرزا جی مسیح کا کشمیر آ کر وفات پانا واقعہ صلیب پر منحصر ہے۔ جب واقعہ صلیب ہی ثابت نہیں تو قبر کیسی؟ قبر کے متعلق مرزا جی اور اُنکے مریدین کے بیانات بھی اس قدر مختلف ہیں کہ ان پر بھروسہ نہیں ہو سکتا۔ کبھی بیت المقدس بتاتے ہیں جسکا فیصلہ اوپر ہو چکا کبھی مدینہ شریف کے پہاڑ عیف پر بتاتے ہیں۔ چنانچہ کتاب چشمہ معرفت کے حاشیہ پر لکھتے ہیں! "اور ایک کتاب تاریخ طبری کے ۳۹ ۷ میں ایک بزرگ کی روایت ہے حضرت عیسیٰ کی قبر کا حوالہ بھی لکھ دیا ہے جو ایک جگہ دیکھی گئی یعنی قبر پر پتھر پایا جس پر یہ لکھا ہوا تھا کہ یہ رسول اللہ عیسیٰ ابن مریم کی قبر ہے۔ یہ قصہ ابن جریر نے اپنی کتاب میں لکھا ہے جو نہایت معتبر اور ائمہ حدیث میں سے ہیں"۔

اس روایت کو بڑے شدو مد سے مرزا جی کے مریدوں نے اخبارات الحکم ۱۹۰۷ء اور البدر ۱۹۰۷ء، فاروق ۱۹۲۶ء، رسالہ تشحیذ الاذہان ۱۹۱۳ء، کتاب محقق ص ۱۱۸، کتاب نعم الوکیل ص ۲۰، کتاب مرأۃ الحقائق ج سوم میں پیش کیا ہے]] ۔ ۳۵

اس روایت پر محدثین نے کلام کیا ہے اس کے ایک راوی پر جرح و تاویل ملاحظہ فرمائیں۔ ناظم صاحب لکھتے ہیں!

[[اس روایت میں ایک راوی محمد بن اسحاق ہے جسکو امام مالک نے دجال بتایا ہے۔ امام احمد بن حنبل نے کہا ہے یہ اضی فرقہ کا آدمی ہے۔ امام ابو داؤد نے قدری فرقہ سے بتایا ہے۔ ہشام بن عروہ و شیخ یحییٰ بن قطان محدثین نے کذاب کہا ہے۔ (میزان الاعتدال ج سوم)۔ پھر یہ روایت کیونکر معتبر اور قابل سند ہو سکتی ہے۔ اس راوی کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے اس کو سرور شاہ مرزا جی کے مرید خاص نے اپنی کتاب "القول المحمود فی شان المحمود" میں تسلیم کیا ہے۔ اور مرزا جی کے دوسرے خاص صحابی حکیم خدا بخش نے لکھا ہے! یہ قبر فرضی ہے اور بلا شک فرضی ہے۔ (عسل

مصطفےٰ ج اول ص ۲۱۸)

طبری میں اس روایت میں اس پتھر پر یہ لکھا ہوا بتایا گیا ہے! رسول اللہ عیسیٰ بن مریم کی قبر ہے۔لیکن دیگر کتب کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ اس میں سہو کاتب سے ایک رسول رہ گیا۔ایک قدیم ومعتبر کتاب وفاالوفا میں ہے کہ اس پتھر پر لکھا تھا! ''رسول رسول اللہ عیسیٰ ابن مریم'' طبری کے کاتب سے ایک رسول چھوٹ گیا ہے۔اور اب مرزاجی یا کوئی ان کا مرید بھی اس قبر کا ذکر نہیں کرتا۔چلو اسکا بھی فیصلہ ہوا۔اب رہی یوز آسف کی قبر اس کے متعلق بھی مرزاجی اور ان کے مریدین کے بیانات مضطرب ہیں۔ان کو خود اطمینان نہیں کہ یہ قبر مسیح کی ہے۔ازالہ اوہام میں لکھتے ہیں! ''مسیح اپنے وطن گلیل میں جا کر فوت ہوا'']]۔(تقطیع کلاں ص ۴۷۳)۳۶

یوز آسف شخصیت اور حقائق:

مرزا صاحب اور دیگر قادیانی صاحبان یوز آسف کو ہی حضرت عیسیٰ کی شخصیت منوانے پہ تلے ہوئے ہیں اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یوز آسف کی شخصیت پر بھی مورخانہ انداز سے ایک نظر ڈال لی جائے تا کہ قادیانی مغالطہ کا پس منظر بالکل ہی واضح ہو جائے اور کشمیر کے متعلق اس تاریخی تنازعہ کا فیصلہ ہو جائے۔قاضی ظہور الحسن ناظم لکھتے ہیں!

[[مرزاجی نے اپنی دو درجن سے زائد کتابوں میں بحوالہ کتاب اکمال الدین لکھا ہے کہ شہزادہ یوز آسف ہی حضرت عیسیٰ تھا۔اور مرزاجی کی تقلید میں ان کے بہت سے مریدوں نے بھی اسکو نقل کیا ہے۔لیکن حوالہ سراسر غلط ہے۔کتاب **''اکمال الدین''** اور **''واتمام النعمة فی اثبات الغیة الخیرہ''** شیخ سعید ابی جعفر محمد بن علی بن الحسین موسیٰ بن بابویہ القمی کی ہے۔ایران میں طبع ہوئی۔اسکا اردو ترجمہ ۱۸۹۶ء میں مفید عام پریس آگرہ میں چھپا جسکا حوالہ مرزاجی نے اپنی کتاب **''راز حقیقت''** میں دیا ہے۔

اسکا نام شہزادہ یوز آسف اور حکیم بلوہر ہے۔اور ایک ترجمہ **''تنبیہ الغافلین''** نام سے مطبع صبح صادق میں شائع ہوا۔ایک دوسری کتاب یوز آسف وبلوہر مطبع دہلی میں طبع ہوئی۔کتاب **''اکمال الدین''** میں یوز آسف کا حال اس طرح لکھا ہے! ''ہندوستان کے بادشاہوں میں ملکاً من ملوک الہند ایک بڑا بادشاہ تھا۔بت پرست،عیاش،ظالم۔اسکا نام جیز تھا۔اسکے ایک خوبصورت لڑکا پیدا ہوا۔اسکا نام یوز آسف رکھا گیا۔نجومیوں نے اس لڑکے کا طالع دیکھا اور بادشاہ کو اطمینان دلایا کہ یہ شہزادہ بڑا صاحب مرتبہ ہوگا۔لیکن ایک نجومی نے کہا کہ اس کے نصیب میں جو بڑائی ہے وہ آخرت کی ہے۔بادشاہ یہ سن کر غمگین ہوا اور شہزادہ کو علیحدہ مکان میں رہنے کا حکم دیا۔اور اس

کے پاس لوگوں کو آنے جانے سے منع کر دیا اور تاکید کر دی کہ کوئی آخرت کا ذکر نہ کرے۔ ایک عابد حکیم بلویر نام کا لنکا سے تاجرانہ لباس میں آ کر شہزادہ سے ملا اور اسکو تعلیم و تلقین کرنے لگا۔ بادشاہ کو خبر ہوئی۔ بلویر بھاگ گیا۔ بادشاہ نے چار ہزار عورتیں شہزادے کے پاس بھیج دیں تا کہ اُن سے مانوس ہو کر دنیا کی طرف راغب ہو۔ مگر شہزادے نے کسی کی طرف التفات نہ کیا۔ آخر ایک راجہ کی بیٹی بھیجی گئی۔ شہزادہ اُس پر فریفتہ ہو گیا اور ملوث ہوا۔ اس لڑکی کو حمل ہو گیا۔ ۹ مہینے بعد اس کا لڑکا پیدا ہوا۔ اسکا نام سال رکھا گیا۔ اس کے بعد یوز آسف نے توبہ کی۔ اس کے پاس خدا کا فرشتہ آیا۔ اب یوز آسف لوگوں کو ہدایت کرنے کے لیے نکل کھڑا ہوا۔ بہت سے لوگ اس پر ایمان لائے۔ پھر اس کا باپ بھی اس پر ایمان لایا۔ یوز آسف کے باپ کے مرنے کے بعد اس کی غیبت میں یوز آسف کا چچا جسکا نام یوز آسف کی طرف سے حکمرانی کرتا تھا۔ بعد بلوغ اس کا لڑکا حکمران ہوا۔ اور یہ سلطنت نسلاً بعد نسل مدت تک اُس کے خاندان میں رہی۔ آخر کشمیر میں آ کر فوت ہوا۔ اپنے مرید ابابئیل (بعض نے بابد لکھا ہے) کو جانشین کر گیا۔ یہ واقعات ہم نے کتاب یوز آسف و بلویر سے منتخب کر کے لکھے ہیں]] ۔ ۳۷

صاحب تاریخ کبیر کشمیر (حصہ تحائف الابرار) کی وضاحت :

[[در کتاب سوانح عمری کہ بزبان عربی است مرقوم است کہ یوز آسف مذکورہ راجہ بود ساکن مقام شولایت از وطن مالوف خود سیر کنان در کشمیر رسید و بعد توقف درآں جا انتقال نمود در محلہ انیر مرہ کہ از محلہ خانیار و از مقام روضہ بل محلہ جداگانہ بجانب غرب واقع است]] ۔ ۳۸

[[کچھ لوگوں نے یوز آسف کو بدھ تسلیم کیا ہے۔ جیسا کہ "ابن ندیم" کے ص ۳۴۷ اور "بدھسٹ برتھ اسٹوریز" کے ص ۳۶ (دیباچہ) کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ "الفہرست" کے مطابق یہ نام کئی مختلف صورتوں میں لکھا جاتا ہے مثلاً "بواسف، یواسف، یرسف، بود آسف، بور آسف، بود آسف، ہور آشف، یوز آصف وغیرہ وغیرہ۔ ایس ڈیوڈز نے بدھ کو جوز آفٹ لکھا اور جوز آفٹ ہی کو عربی میں یوز آسف لکھا جاتا ہے۔ اور یوں ہی قدیم فارسی میں دال کی جگہ ذال لکھتے

ہیں۔ اسلئے یود کا یوذ ہوا]] ۔ ۳۹

بقول ایک یورپین اسکالر کے :

[["بودی ستو" کا یوز آسف ہو گیا اور بلویر کی اصل پروہتر بمعنے گرو ہے۔ بودھ کو ایرانی بودھ آسف ہی کہتے ہیں۔ چنانچہ ایران کے نوبہار (عام طور پر نوبہار لکھتے ہیں اصل وہار ہے۔ بدھ مذہب کے معبد کو وہار VIHER کہتے

ہیں) کے دروازہ پر کندہ تھا! یوز آسف کا قول ہے کہ بادشاہوں کے دروازے تین خصلتوں کے محتاج ہیں۔ عقل، صبر اور مال۔ (مسعودی) (جاتکا) (کتاب پیدائش) میں شہزادہ کپلا دستو اور اس کے مریدوں کو بودھست (طالب حق) کے لفظ سے مخاطب کیا کرتے تھے]] ۹۰؎

کتاب یوز آسف کی اسنادی حیثیت :

مورخ ناظم صاحب لکھتے ہیں!

[[یوز آسف کی کتاب کی حقیقت یہ ہے کہ ایک کتاب (جو یوز آسف کے نام مشہور ہے) کا ترجمہ خلیفہ منصور عباسی کے زمانے میں سنسکرت سے عربی میں عبداللہ بن مقفع نے کیا۔ اسکا نام ان کتابوں میں درج ہے جسکا ترجمہ سنسکرت سے عربی میں ہوا ہے (فہرست ابن الندیم) کتاب السنۃ شرقیہ کے ص ۸۸ پر جو کتب مترجمہ کی فہرست ہے اس میں بھی اس کتاب کا سنسکرت سے ترجمہ ہونا لکھا ہے۔ منصور عباسی کے عیسائی طبیب یوحنا نے اس کا ترجمہ یونانی زبان میں کیا۔ عربی، فارسی، جارجین، ارمنی، عبرانی، بنگالہ، پولند اور آیس لینڈ کی زبانوں میں اسکے ترجمے ہوئے ۱۲۰۴ء یاروے کے ایک بادشاہ نے خود اسکا ترجمہ کیا۔ پہلے یہ خیال تھا کہ یہ کتاب حکیم یوحنا کی تصنیف ہے۔

سائیموں میٹافراست نے اپنی کتاب "تذکرۃ الاولیاء" میں ۱۱۵۰ء میں اس کتاب کو شامل کیا اور یوز آسف کو مسیحی اولیاء میں شامل کیا۔ تیرہویں صدی عیسوی میں ونسنٹ نے اس قصہ کو اپنی کتاب "اسپیکولم ہسٹوریال" میں داخل کیا۔ اور جیکولس ڈی ڈورمن نے اس کا اختصار کر کے اپنی کتاب "گولڈن لیجنڈ" میں شامل کیا۔ ان نقول و تراجم کا یہ اثر ہوا کہ یوز آسف ویلویر سینٹ جوز آفٹ وسینٹ بالم کے لقب سے کیسا یونانی، روی کے اولیاء میں شامل ہو گئے۔ مجتہدین شیعہ نے اس کو حضرت امام زین العابدین کی طرف منسوب کر کے چوتھی صدی ہجری میں حدیث میں داخل کر لیا اور علامہ ابو جعفر محمد بن علی ابن بابویہ القمی نے اسکا نام "اکمال الدین اتمام النعمہ" رکھا۔ اخوان الصفا جو چوتھی صدی کی تصنیف ہے اس میں اس کتاب کے بہت سے ابواب شامل ہیں۔ اب مرزا جی نے اسکو حضرت مسیح کی انجیل کہنا شروع کر دیا]]۔ ۹۱؎

یوز آسف اور بدھ :

کیا حقیقتاً یوز آسف اور بدھا ایک ہی شخصیت کے دو نام ہیں یا واقعی دو مختلف الوجود شخصیات ہیں۔ چونکہ اس معاملے میں بھی کچھ صاحبان عام لوگوں کے علاوہ اچھے خاصے اہل علم حضرات کی آنکھوں میں دھول جھونک کر دھوکہ دینے کی اپنی سعی کرتے رہتے ہیں۔ لیکن حق یہ ہے کہ تاریخی اعتبار سے یہ دو الگ شخصیات ہیں جیسا کہ مورخ ناظم

صاحب لکھتے ہیں!

[[یوز آسف جیسا کہ بعض کا خیال ہے کہ گوتم بدھ تھے صحیح نہیں کیونکہ اسکا زمانہ بدھ سے تین سو برس بعد لکھا ہے (کتاب یوز آسف وبلویر کے مطابق پھون جب یوز آسف پر ایمان لایا اس وقت بدھ کو تین سو برس گزر چکے تھے) چونکہ یہ بدھ سے تین سو برس بعد ہے اس لیے مسیح سے کم وبیش ۲۵۰ سال قبل ہے کیونکہ بدھ کے زمانہ کا تخمینہ مورخین نے زیادہ سے زیادہ ۵۵۰ سال قبل لکھا ہے اس لیے یوز آسف نہ بدھ ہے نہ مسیح یہ تیسرا شخص ہے]]۔۴۲

ملاحظہ کریں گوتم بدھ اور حضرت مسیح کے درمیان مورخین کے نزدیک ۵۵۰ سال کا عرصہ گذرا ہے۔اور مورخین کے نزدیک گوتم بدھ اور یوز آسف کے درمیان ۳۰۰ سال کا زمانی فاصلہ ہے اس لیے یوز آسف گوتم بدھ نہیں بلکہ ان کے بعد ہونے والی کسی اور شخصیت کا نام ہے۔

حضرت مسیح اور یوز آسف:

مذکورہ بالا حوالے کی عبارت سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ یوز آسف نہ تو بدھ ہیں اور نہ مسیح بلکہ اُن کی شخصیت ان دونوں صاحبان سے بالکل جدا ہے۔ہم نے اس فرق کو زمانی اعتبار سے دیکھا ہے۔اب حضرت مسیح اور یوز آسف میں صفاتی اعتبار سے فرق ملاحظہ فرمائیں۔بقول مورخ!

[[اگر یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ کشمیر میں کوئی نبی مبعوث ہوا تو وہ نبی یوز آسف نہیں ہو سکتا کیونکہ یوز آسف کا ''زنا'' کرنا ثابت ہے۔انبیاء کرام علیہم السلام معصوم تھے۔اُن سے یہ حرکت نہ قبل (اعلان) نبوت ممکن تھی نہ بعد (اعلان) نبوت۔ہاں یہ تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ بعد کو چونکہ وہ تائب ہو گیا اس لیے اولیاءاللہ میں سے ہوا ہو۔اگر یوز آسف نبی تھا تب بھی مسیح نہیں ہو سکتا۔مسیح بے باپ غریب ماں کے بطن سے پیدا ہوئے نکاح نہیں کیا۔پھر اولاد کیسی اور نسل وحکمرانی کا کیا ذکر۔ساری عمر بے سروسامان رہے۔یوز آسف نے بادشاہ کے گھر آنکھ کھولی اولاد پیدا ہوئی۔اسکی کئی نسلیں حکمران رہیں کوئی ایک بات بھی مسیح سے نہیں ملتی]]۔۴۳

یوز آسف مختلف کتب تواریخ کی روشنی میں:

یوز آسف کی شخصیت اور حقائق کے متعلق ہم نے مختلف فن تاریخ سے وابستہ اہل علم کی رائے ملاحظہ کی لیکن یوز آسف کے متعلق تصویر کے سارے رخ بالکل واضح رکھنے کے لیے مندرجہ ذیل اقتباسات کا مطالعہ بہت ضروری ہے تا کہ بحث کی ساری جہتیں نظروں کے سامنے ہوں اور قارئین بحث کے کسی حتمی نتیجے پر پہنچ سکیں۔ناظم صاحب کا کہنا ہے!

[[یوز آسف ایک شخص تھا مصر کا رہنے والا جو سلطان زین العابدین (جنھیں کشمیری عوام بڈشاہ کے نام سے

یادکرتی ہے۔ناقل) کے زمانے میں پیغمبر ہوکر آیا تھا۔سید نصیر الدین خانیاری سے اسکا بہت ارتباط تھا۔وہ پہلے مرا۔اور وہ سید نصیر الدین خانیاری ایک ہی جگہ مدفون ہوئے ہیں۔اور یہ مزار دونوں بزرگوں کے نام سے مشہور ہیں اسکی عینی شہادت موجود ہے]]۔۴۴

صاحب تاریخ اسرار الاخیار رقم فرماتے ہیں!

[[اما صاحب وقائع ملک کشمیر در عہد سلطان زین العابدین بود روایت می کند کہ سلطان از جانب سید عبد اللہ بیہقی را با تحائف و نفائس فراوان بطور سفارت نزد خدیو مصر فرستاد۔ استحکام رابطہ محبت و اخلاص را سلسلہ جنبانی نمود پس خدیو مصر از جانب یوز آسف نام شخصے را کہ از احفاد حضرت موسیٰ پیغمبر بود بکمالات صوری و معنوی فرید دہر و یگانہ مصر بود نزد سلطان زین العابدین۔طریق رسالت مامور ساخت چوں پیغمبر مذکور وارد خطہ دلپذیر گشت با سلطان رابطہ اخلاص درست کرد مراسم رسالت بجا آوردہ واپس رجعت نمود بعد چند گاہ بمرافقت سید نصیر الدین بیہقی کہ از احفاد سید علاؤ الدین بیہقی است۔از طرف سلطان درنزد شریف مکہ بطور رسالت وکالت رفتہ بود باز آمدہ۔پس یوز آسف بموانست سید نصیر الدین بیہقی عمر خود در ینجا بسر کرد]]۔۴۵

صاحب تاریخ حسن "زرتشتی شور"۴۶ کے عنوان سے ایک بت خانہ جسکی مرمت ۱۴۶۹ء میں بحکم سلطان زین العابدین کے ہوئی اسکی روداد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں!

[[دریں وقت یوزاسپ نام جوانے از مصر آمدہ دعوائے پیغمبر زادگی می کند]]۔۴۷

مزید لکھتے ہیں!

[[وانکہ دریں کتاب مذکور است کہ شخصے "یوز آسپ" نام از مصر آمدہ دعوئ پیغمبری می کرد کلیۂ محقق نگفتہ است۔ بقول ڈاکٹر صوفی (کشمیر ج اول ص ۴۰) یوز آسف عزیور بہ حیثیت سفیر درزمان بڈ شاہ (سلطان زین العابدین) در کشمیر وارد گش۔ قرین قیاس ایں است کہ "یوز آسپ" دراصل "یوزاسف" (بودھی ستو) است۔ تاریخ شاہد است کہ کشمیر تا ظہور اسلام مانند بلخ وبکار او افغانستان وترکستان یکے از مراکز دین بودہ بہ شمار میرفت و بسیار سے از وہار ہائے (معبد ہائے) ایں دریں سرزمین بودند مشابہت اسمی مابین ایں ہر دو چیز سے دیگر موید ایں خیال است۔ روایتے عام کہ یوزاسف دراصل حضرت مسیح علیہ السلام بودند ظاہراً ضعیف است]]۔ ۴۸

خلاصہ مباحث:

مذکورہ بالا عبارتیں سابقہ حوالہ جاتی اقتباسات کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوا کہ "یوز آسف" یک نہ شد دو شد۔ یعنی کشمیری مورخین کے نزدیک کشمیر میں یودآسف کے نام سے دو شخصیتیں ہوئی ہیں۔ اول الذکر کا زمانہ بدھ کے تین سو سال بعد اور حضرت مسیح سے لگ بھگ ڈھائی سو سال قبل ہے۔ موخر الذکر کا زمانہ سلطان زین العابدین کا دور حکومت ہے۔ مورخین کے نزدیک سلطان زین العابدین کا زمانہ ۱۴۲۰ء تا ۱۴۷۰ء تک ہے۔ ۴۹

اول الذکر سے مورخین کے نزدیک "زنا" کا صدور ہوا ہے۔ انکی شادی ہوئی ہے۔ اُن کے بال بچے ہوئے ہیں جنھوں نے کشمیر پر حکومت کی ہے۔ جبکہ موخر الذکر کا وجود حضرت مسیح سے لگ بھگ ۱۴۲۰ء سال بعد کا ہے جو سید نصیرالدین خانیاری کا مقرب ہے۔ اور الحمدللہ حضرت نصیرالدین خانیاری اہل کشمیر مورخین کے نزدیک زمرہ اولیاء میں شامل اُمت محمدیہ کے ایک عظیم فرد ہیں۔ لہذا حقائق بالا کی روشنی میں ان دونوں یوز آسف حضرات سے حضرت مسیح کی کوئی مماثلت نہیں۔ نہ اعتبار زمانی اور نہ اعتبار ذاتی وصفاتی۔ لہذا ان میں سے کسی کو بھی مسیح نہیں مانا جا سکتا۔ اور جب یہ حضرات مسیح نہیں ہیں تو پھر ان کے "مرقدوں" کو "مسیح کی قبر" کہنا یا بطور پروپیگنڈا کے بتانا فن تاریخ کا منھ چڑھانا ہی نہیں بلکہ لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنا ہے۔ علاوہ ازیں دعوائے پیغمبر زادگی اور دعوائے پیغمبری میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ جس طرح آج سادات کرام کا سلسلہ پایا جاتا ہے عین ممکن ہے دیگر انبیاء کرام کی اولاد کا سلسلہ بھی پایا جائے۔ مصر اور اطراف مصر تو انبیاء کرام کے نزول کا خاص مرکز رہا ہے لہذا اگر ان اطراف کے باشندگان میں سے کوئی قبیلہ اپنے کو پیغمبر زادہ ہونے کا دعویٰ کرے تو یہ غالباً کذب وافترا اور غلط بیانی پر محمول نہ ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں مصر

سے آنے والے یوز آسف نے اپنے آپ کو پیغمبر زادہ ہونے کا دعویٰ کیا تھا جسے اپنے مفاد کے پیش نظر مرزا صاحب اور دیگر اُنکے ہم خیال قادیانی صاحبان نے دعوائے پیغمبری میں تبدیل کر دیا۔ کیونکہ کذب بیانی تحریف والحاق اور حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کرنا اس جماعت کا بھی خاص وطیرہ ہے۔

مرزا صاحب اپنی کتاب "مسیح ہندوستان میں" حضرت مسیح کا ہندوستان آنا ثابت کیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ یروشلم سے سری نگر کا نقشہ سفر بھی مرتب فرمایا ہے۔ مرزا صاحب نے اس طویل سفر کا مقصد حضرت مسیح کو اپنی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی تلاش بتایا ہے۔ مرزا صاحب کے نزدیک کشمیر اور افغانستان کے اطراف میں آباد قومیں اسرائیلی ہیں جو دراصل مسیح کی کھوئی ہوئی بھیڑیں ہیں۔ افغانی اور کشمیری اسرائیلی ہیں یا نہیں؟ مجھے اس مسئلہ پر فی الحال گفتگو نہیں کرنی ہے۔ خواہ مخواہ ایک نئی بحث چھیڑ کر میں اپنے مقالے کو طویل نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن مرزا صاحب کی یہ دلیل بھی چند حقائق کی روشنی میں قابل توجہ ہے۔

۱) ☆☆ اگر حضرت مسیح اپنی کھوئی ہوئی بھیڑوں (جو دراصل بنی اسرائیل کیلیے بطور استعارہ کے استعمال ہوا ہے) کی تلاش میں کشمیر آئے تو حضرت مسیح کو قوم نے قبول کیا یا عدم التفات کا مظاہرہ کیا؟

۲) ☆☆ آپ کو اگر قوم نے دل وجان سے قبول کیا تو افغانوں اور کشمیریوں نے آپ کی ذات کے ساتھ ساتھ آپ کی تعلیمات کو بھی قبول کیا ہوگا یا نہیں؟

۳) ☆☆ اگر قوم نے مذہب عیسائیت قبول کرلیا تھا تو پھر افغانستان و کشمیر کی تاریخ اس خطے میں دین عیسوی کی نشر واشاعت اور اس کے اثرات پر اب تک خاموش کیوں ہے؟

۴) ☆☆ کیا افغانستان و کشمیر کے ماہرین آثار قدیمہ نے اپنی تلاش وجستجو اور تحقیق وکھدائی میں اب تک کسی ایسے ٹھوس ثبوت کے حصول کا دعویٰ کیا ہے جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہو کہ اس خطے کی تہذیب وتمدن پر کیسائی اثر ورسوخ کے نمایاں اثرات پائے جاتے ہیں؟ کیا ان خطوں میں زمانہ مسیح کے عیسائی معبدوں کا نشان یا سراغ ملتا ہے؟

۵) ☆☆ کشمیر میں دین عیسائیت کے قبول کرنے والوں میں سے کون کون سے افراد بعد از انتقال مسیح فرمانروائے سلطنت گذرے ہیں۔ انھوں نے اپنے اپنے عہد میں دین عیسوی کے اثرات کو محفوظ رکھنے کے لیے کون کون سے اقدام کیے؟ نیز دین عیسوی کے حامل افراد نے کتنے سالوں تک کشمیر پر حکومت کی؟

۶) ☆☆ اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ حضرت مسیح کو اُنکی قوم نے قبول نہیں کیا تو بعد از وفات مرزائی عقیدے کے مطابق حضرت کی قبر کس نے بنوائی؟ اسکے تاریخی شواہد کیا ہیں؟

۷)☆☆ تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ کشمیر کے قدیم باشندے ہندو عقیدے کے حامل تھے اور ہندو اپنے مردوں کو جلا دیتے ہیں لہذا عدم قبول کی صورت میں (مرزائی عقیدے کے مطابق بعد از وفات مسیح) ہندو ایک اجنبی کی لاش سمجھ کر جلا دیتے نہ کہ باقاعدہ اسلامی طرز پر دفن کر کے مرقد پر مقبرہ بنواتے؟

۸)☆☆ جس قبر کو مرزائی صاحبان مسیح کی قبر قرار دیتے ہیں اس پر مذہب عیسوی کا کونسا شعار ہے جس سے اس قبر کی تخصیص ہو کہ یہ قبر مسیح ہے؟

۹)☆☆ بفرض محال اگر یہ مان لیا جائے کہ یہ حضرت مسیح کی قبر ہے تو پھر اس کے ساتھ دوسری قبر جو حضرت سید نصیر الدین بیہقی خانیاری رحمۃ اللہ علیہ کی ہے وہ وہاں پر کیسے دفن ہیں؟

۱۰)☆☆ ان دونوں میں سے پہلے کون مدفون ہوا؟ اسکی مستند دلیل وشواہد کیا ہیں؟

۱۱)☆☆ حضرت سید نصیر الدین خانیاری رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد وسجادہ نشین حضرات اس مقبرہ پر قابض کیوں ہیں؟ اسکا منتظم ومتولی تو کسی عیسائی کو ہونا چاہیے۔ اب تک پاپائے روم اسقف اعظم نے اس عمل دخل کے خلاف اپنے رد عمل کا اظہار کیوں نہیں کیا؟ یا مقامی عیسائیوں کی تنظیم نے اس پر دعویٰ کیوں نہیں کیا؟

۱۲)☆☆ مرزا صاحب کی اس نئی دریافت پر ان کی مہربان انگریزی گورنمنٹ تاج برطانیہ کے کار پردازوں نے بھارت پر اپنے دور حکومت کے زمانے میں اس مقبرے پر اپنا قبضہ کیوں نہیں کیا اور اسے کسی عیسائی ادارے کی تحویل میں کیوں نہیں دیا؟

۱۳)☆☆ کشمیر کی سب بنیادی اور قدیمی تاریخی ماخذ سنسکرت میں پنڈت کلہن کی تصنیف "راج ترنگینی" ہے جس کا فارسی ترجمہ ملا شاہ محمد شاہ آبادی نے تاریخ کشمیر کے نام سے کیا ہے جس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر ان الفاظ میں ملتا ہے!

> [[زشمیر ار Jyesthesrar این بتکدہ بر قلہ کوہی ساختہ شدہ کہ بنام تخت سلیمان شہرت دارد۔ اسم این کوہ کوپادری نیز است۔ مسلمانان راعقیدہ بر آنست کہ حضرت سلیمان پیغمبر بن داؤد (۱۰۲۳۔۹۷۵ ق م) بہ وسیلہ تخت رواں در کشمیر آمد وچندی بر قلہ کوہ مذکور آرمید بریں سبب آنرا تخت سلیمان گفتہ اند حسن زشیتی شور نوشتہ است]]۔ ۵۰

لیکن اسکے برعکس حضرت مسیح کی آمد کا ذکر اس میں کہیں مذکور نہیں ہے۔ مذکورہ بالا سوالوں کے پس منظر میں

قادیانی نظریات کو تسلیم کر لینا محققین کے لیے دشوار اور مشکل پہلو ہے۔اسکے علاوہ کشمیر سے متعلق مختلف مورخین نے بہت سارے عجیب وغریب واقعات کو نقل کیا ہے۔فدا حسین ایک کشمیری مورخ کی تحقیق کے مطابق فرعونی مظالم کے پیش نظر حضرت موسیٰ علیہ السلام ہندوستان آ گئے تھے اور کشمیر سے تقریباً پچاس کلومیٹر دور مقام بانڈی پورہ کی پہاڑی "معاب" پر رہائش اختیار کی اور یہیں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وصال ہوا۔اور اسی پہاڑی پہ انکی قبر ہے۔یوں ہی روزنامہ "پرتاپ دہلی" (۲۵ نومبر ۱۹۸۱ء ص ۲) کے مطابق مورخ محمد اعظم نے بھی اس قسم کا انکشاف کیا تھا۔۵۱

لیکن ہفت روزہ کشمیر راولپنڈی (۱۰ تا ۱۶ جولائی ۱۹۸۳ء ص ۱۱) رپورٹ کے مطابق مغربی جرمنی کی ایک تحقیقاتی ٹیم کے مطابق مرزا صاحب کا یہ دعویٰ بالکل باطل ہے کہ یوز آسف کے نام سے جو قبر مشہور ہے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آرامگاہ ہے۔تاہم ٹیم نے اندازہ لگایا ہے کہ حضرت عیسیٰ وادی کشمیر میں کچھ عرصہ رہے ہوں گے۔۵۲

فکر قادیانیت کا باہمی تضاد:

قبر مسیح کے متعلق خود مرزا صاحب اور دیگر مرزائی حضرات کسی ایک نظریے پر متفق نہیں ہیں۔بلکہ ان تمام صاحبان کی دلیلیں باہم ایک دوسرے سے متضاد و متناقض ہیں۔مرزا جی کے مرید حکیم غلام رسول اپنی کتاب "التنقید" میں رقم فرماتے ہیں!

[[ممکن ہے کہ یوز آسف کا نام شہزادہ بھی ہو چکا ہو جسکا نام مسیح کے اسی نام پر رکھا گیا ہو]]۔۵۳

مرزا جی کے ایک دوسرے مرید و اُمتی صادق حسین صاحب اپنی کتاب "کشف الاسرار" (مطبوعہ ۱۹۱۱ء مطبع بدر قادیان) میں لکھتے ہیں!

[[چونکہ جب ایمان لایا تو اس وقت تین سو برس بدھ کو گذر چکے تھے۔یوز آسف کے زمانہ کے دوسو برس بعد یہ کتاب لکھی گئی۔اور چونکہ بدھ حضرت عیسیٰ سے قریباً پانچ سو برس پہلے گذرا ہے اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب غالباً حضرت کے زمانے سے کچھ پہلے لکھی گئی تھی]]۔۵۴

ملاحظہ کریں حکیم غلام رسول قادیانی کے مطابق یوز آسف کا زمانہ حضرت مسیح کے بعد کا ہے مگر صادق حسین قادیانی کے مطابق یوز آسف کا زمانہ حضرت مسیح سے پہلے کا ہے۔مریدان باصفا کا یہ باہمی تضاد تو اپنی جگہ پر مگر متنبی مرزا قادیانی صاحب نے بھی اپنی تکذیب آپ کی۔کچھ ناقابل تردید مثالیں پیش کر کے خود اپنے موقف میں واضح شگاف ڈال دیا ہے۔جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ حضرات ایک غلط نظریہ کو سچ ثابت کرنے کیلیے کیسے کیسے جھوٹ بولتے

لکھتے اور چھاپتے ہیں۔

مرزاجی نے کتاب چشمہ مسیحی کے ص ۲۵ اور اخبارات بدر و حکم ۱۹۰۶ء میں لکھا ہے جس کی نسبت محقق انگریزوں کا بھی یہی خیال ہے کہ اس کی سوانح عمری ولادت مسیح سے پہلے مرتب ہو چکی تھی۔۵۵

مرزاجی کے اس نظریہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یوز آسف کا زمانہ حضرت مسیح سے پہلے کا ہے تبھی تو ولادت مسیح سے قبل یوز آسف کی سوانح کے ترتیب کا زمانہ قبول کرتے ہیں۔ایسا تو نہیں ہوسکتا کہ ایک شخص پیدا تو بعد میں ہو مگر اسکی سوانح قبل ولادت ہی ترتیب و تصنیف اور اشاعت کی منزلوں سے گذر کر عوام کے ہاتھوں تک پہنچ گئی ہو۔

مرزاجی کا ایک اور دھما کہ خیز بیان ملاحظہ کریں وفات مسیح کے متعلق ایک دوسرے مقام کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں!

[[مسیح ابن مریم۔۔۔جبکہ وہ جلیل میں جا کر کچھ عرصہ بعد فوت ہوا]]۔۵۶

حیات مسیح یا وفات مسیح میرا اس وقت موضوع نہیں بلکہ مفروضہ قبر کی غلط نشاندہی کرنے کا ازالہ اور مسخ شدہ تاریخ کے چہرے کو دوبارہ درست کر کے اہل علم کے سامنے حقائق پیش کر دینا ہی اس وقت میرا مقصود ہے۔مرزا صاحب نے اپنی اس تحریر وفات مسیح انکے وطن جلیل میں تسلیم کیا ہے۔لہٰذا اس تحریری اعتراف کی روشنی میں اب سوال یہ پیدا ہوا کہ اگر بفرض محال ہم حضرت عیسیٰ کی موت اگر انکے وطن جلیل میں تسلیم کر لیں تو ان کی قبر کشمیر کے شہر سری نگر کے محلّہ خانیار میں کیسے ہو گئی؟ کیا اس زمانے میں حضرت کا جسد خاکی بذریعہ طیارہ اتنی طویل مسافت کو طے کر کے کشمیری شہر سری نگر میں لایا گیا تھا؟یعنی بقول شاعر!''اک معمہ ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا''۔

کیا قادیانی صاحبان اس سوال کی روشنی میں اپنے موقف کی حمایت میں کوئی ٹھوس اور واضح دلیل ہمیں اطمینان قلب کے لیے فراہم کر سکتے ہیں؟

نیز دیگر مورخین کی تحقیق کی روشنی میں کشمیر میں حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء کے وجود کو بھی تسلیم کرتے ہیں؟

اگر ہاں تو پھر محلّہ خانیار والی قبر صرف حضرت عیسیٰ کے لیے مخصوص کیوں؟حضرت موسیٰ یا دیگر اور اسرائیل سے آئے انبیاء کے لیے مختص کیوں نہیں؟اور اگر نہیں تو ان مورخین کی تحقیق کو رد کرنے کا قادیانی معیار کیا ہے؟واضح کیا جائے۔دور حاضر کے قادیانی صاحبان اپنے آپسی تضاد کو دور کرنے کے لیے اور رفع شبہات کیلیے کیا طریقہ کار اختیار کریں گے؟

مرزا صاحب کا دعویٰ نقد و نظر کی دنیا میں

متبنی مرزا غلام احمد قادیانی صاحب اپنی تصنیف لطیف ضمیمہ براہین احمدیہ جز پنجم میں ارشاد فرماتے ہیں!

[[اور کشمیر کی تاریخی کتابیں جو ہم نے بڑی محنت سے جمع کی ہیں جو ہمارے پاس موجود ہیں اور اُن سے بھی مفصلاً معلوم ہوتا ہے ایک زمانہ میں جو شمار کی رو سے دو ہزار برس گذر گئے ایک اسرائیلی نبی کشمیر میں آیا تھا جو بنی اسرائیل میں تھا اور شاہزادہ نبی کہلاتا تھا۔اس کی قبر محلّہ خانیار میں ہے جو یوز آسف کی قبر کر کے مشہور ہے]] ۔ ۵۷

ہم نے اس حوالہ کو اپنے سابقہ صفحات میں بھی ذکر کیا ہے علاوہ ازیں ہم نے شہزادہ گیت، مبعوثیت، اسرائیلی نبی اور یوز آسف کی حقیقت کو مستند مآخذ کی روشنی میں اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔لیکن اس حوالے کا ایک پہلو جو ہنوز تشنۂ طلب ہے اس پر بھی روشنی ڈالنا ضروری سمجھتا ہوں اور وہ اہم پہلو اس حوالے میں مرزا صاحب کا مندرجہ ذیل دعویٰ ہے جیسا کہ مرزا صاحب ارشاد فرماتے ہیں!

[[اور کشمیر کی تاریخی کتابیں جو ہم نے بڑی محنت سے جمع کی ہیں ۔الخ]]

قبر مسیح کے تعلق سے مرزا صاحب نے اپنے دعویٰ کی حمایت میں کشمیر کی تاریخی کتابوں کا ذکر بہت طنطنے سے کیا ہے۔ہم نے بھی کچھ تاریخی کتب کا مطالعہ کیا لیکن ان میں ایسی کوئی بات نہیں پائی جس سے مرزا صاحب کے دعوے کی من وعن تصدیق ہو۔مندرجہ ذیل کتب سے اپنے موقف کی واضح نشاندہی بلا کسی توجیہ و تاویل کے اگر مرزائی صاحبان کریں تو ان کا فن تاریخ پہ بڑا احسان ہوگا۔

﴿ کتب تاریخ کشمیر ﴾

<u>بزبان سنسکرت</u>

۱۔۔تاریخ شاستری۔معروف تاریخ رتنا کر پنڈت رتنا کر

۲۔۔راج ترنگینی۔پنڈت کلہن

۳۔۔زینہ ترنگی۔ضمیمہ راج ترنگینی پنڈت زوندراج

۴۔۔تاریخ اودھ بٹ ضمیمہ زینہ ترنگی

۵۔۔راج ولی پتاکا۔پراجابٹ

<u>بزبان فارسی</u>

۱۔۔وقائع ملک کشمیر

۲۔۔تاریخ کشمیر (فارسی ترجمہ ترنگینی مترجم شاہ محمد شاہ آبادی مقدمہ وتصحیح ڈاکٹر صابر آفاقی)

۳۔۔تاریخ ملا نادری

۴۔۔تاریخ قاضی حمید

۵۔۔تاریخ منتخب التواریخ: حسن بیگ

۶۔۔تاریخ سید علی

۷۔۔تاریخ حیدر ملک: ملک حیدر

۸۔۔بہارستان شاہی: سید مہدی کشمیری

۹۔۔واقعات کشمیر

۱۰۔۔تاریخ نافعی

۱۱۔۔تاریخ مولوی ہدایت اللہ متو

۱۲۔۔تاریخ واقعات نظامیہ: مولوی نظام الدین محمد

۱۳۔۔شاہنامہ کشمیر

۱۴۔۔باغ سلیمان منظوم: میر سعد اللہ شاہ آبادی

۱۵۔۔لب التواریخ ملا بہاالدین

۱۶۔۔تحقیقات امیری: خواجہ امیر الدین

۱۷۔۔منتخب التواریخ: منشی نرائن کول

۱۸۔۔مجموعہ تواریخ: بیربل پنڈت کاچرو

۱۹۔۔گلزار کشمیر: دیوان کرپا رام

۲۰۔۔خلاصۃ التواریخ: مرزا سیف الدین

۲۱۔۔موجز التواریخ: مرزا سیف الدین

۲۲۔۔وجیز التواریخ: ملا عبدالنبی خانیاری

۲۳۔۔تاریخ کشمیر: پنڈت دیارام کاتب

۲۴۔۔نوادر الاخبار: رفیع الدین احمد غافل

۲۵۔۔گوہر نامہ عالم: محمد اسلم منعمی

۲۶۔۔تاریخ حسن: پیر سید غلام حسن

۲۷۔۔تحائف الابرار(تاریخ کبیر): حاجی محمد محی الدین

مندرجہ بالا کتابیں تاریخ کشمیر میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔یہ کتابیں وہ بنیادی ماغذ ہیں جن سے مستثنیٰ ہو کر تاریخ کشمیر کے ابجد سے بھی واقفیت حاصل نہیں کی جا سکتی۔اوران کتب سے قادیانی صاحبان کا موقف ثابت نہیں ہوتا۔پنڈت کلہن کی تصنیف "راج ترنگینی" کشمیری تاریخ میں بنیادی حیثیت کی حامل ہے۔اوراس میں کہیں بھی مسیح قبر کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔۱۹۷۵ء میں اسکا فارسی ترجمہ ادارہ فارسی برائے ایران وپاکستان راولپنڈی سے ڈاکٹر صابر آفاقی کے مقدمہ وتصحیح کیساتھ شائع ہوا ہے۔مرزائی صاحبان اپنی بات کو منوانے کیلئے کہاں کہاں سے دور کی کوڑی لائیں گے۔یہ مجھے نہیں معلوم لیکن حقائق کی دنیا میں انکا یہ مفروضہ کبھی بھی سچ ثابت نہیں ہوسکتا۔نہ عقلاً اور نہ نقلاً۔نہ قرآن وحدیث سے اور نہ مستند کتب تواریخ سے۔یہ دین ومذہب سے متعلق ایک تاریخی مغالطہ ہے جسکا ازالہ کرنا بے حد ضروری تھا اور میں نے تمام ترجد وجہد کے بعد اپنی سی کوشش کی ہے اس میں مَیں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں اسکا فیصلہ اہل علم کی باوقار رائے پر منحصر ہے۔پھر بھی۔

اس میں لہو جلا ہو یا کہ ہمارا دل محفل میں کچھ چراغ فروزاں ہوئے تو ہیں

حواشی وحوالہ جات

۱۔نیا عہدنامہ: انجیل یوحنا باب ۱۷ آیت ۳

۲۔نفس مصدر انجیل یوحنا باب آیت

۳۔نفس مصدر انجیل یوحنا باب ۸ آیت ۴۰۔۳۹

۴۔نفس مصدر متی باب ۵ آیت ۱۷

۵۔توحید سے تثلیث تک: محمد شریف قریشی ادیب اشاعت اول ۱۹۷۳ء ناشر دینی مشن دہلی ص ۵

۶۔نیا عہدنامہ کلیسوں باب ۱ آیت ۱۹۔۲۰

۷۔نیا عہدنامہ۔لوقا باب ۲۴ آیت ۴۶

۸۔نیا عہدنامہ۔اعمال باب ۱ آیت ۳

۹۔نیا عہدنامہ۔اعمال باب ا آیت ۷

۱۰۔القرآن الکریم سورۃ النساء آیت ۱۵۶ تا ۱۵۹

۱۱۔القرآن الکریم سورۃ آل عمران آیت ۵۴

۱۲۔ازالہ اوہام: غلام احمد قادیانی متنبی سنہ اشاعت ندارد مشمولہ روحانی خزائن ج ۳ ناشر ناظر اشاعت برطانیہ ص ۴۲۳

۱۳۔مسیح ہندوستان میں: غلام احمد قادیانی متنبی سنہ اشاعت ندارد ناشر صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت

نوٹ: آیت میں شامل لفظ ''متــــــوفیك'' پر دلائل کیساتھ گفتگو رسالہ ''سیف ربانی بر جید قادیانی'' میں کی گئی ہے۔قادیانی دلائل کا جائزہ اس رسالہ میں ملاحظہ فرمائیں جو مختصر ہونے کے باوجود معلومات سے پُر ہے۔(نوشاد چشتی)

۱۴۔مجلس تحفظ ختم نبوت کے کارنامے: پمفلٹ ناشر ناظر دعوت و تبلیغ صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت ص ۳۔۴

۱۵۔آزاد کشمیر ایک سیاسی جائزہ: مرزا شفیق حسین مورخ طبع اول ۱۹۹۰ ناشر قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ وثقافت اسلام آباد ص ۱۴

۱۶۔ایضاً ص ۱۴،۱۵

۱۷۔

Where did jesus Die?by J.D.Shams,Edition:11,1988 published by Nazarat Dawat-e-Tabligh Qadian.India,P.151.

۱۸۔راز حقیقت: غلام احمد قادیانی متنبی مشمولہ روحانی خزائن ج ۱۴ نومبر ۱۹۸۴ء ناشر ناظر اشاعت لندن برطانیہ ص ۷۲

۱۹۔ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم: غلام احمد قادیانی متنبی مشمولہ روحانی خزائن ج ۲۱ نومبر ۱۹۸۴ء ناشر ناظر اشاعت لندن برطانیہ ص ۴۰

۲۰۔نگارستان کشمیر: قاضی ظہور الحسن ناظم مورخ اشاعت اول ۱۳۵۲ھ ۱۹۳۳ء مطبع برقی پریس بلیماران دہلی ص ۳۸۲

۲۱۔ایضاً ص ۲۸۲

۲۲۔ایضاً ص ۲۸۲

۲۳۔

Where did jesus Die?by J.D.Shams,P.V11 published by Nazarat

Dawat-e-Tabligh Qadian.India,P.151.

۲۴۔نگارستان کشمیر قاضی ظہور الحسن ناظم مورخ اشاعت اول ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء مطبع جید برقی پریس بلیماران دہلی ص ۲۷۳ تا ۲۷۵

۲۵۔نگارستان کشمیر: قاضی ظہور الحسن ناظم مورخ ص ۲۷۵

۲۶۔

Where did jesus Die?by J.D.Shams,P.V11.

۲۷۔سری نگر میں خانیار ایک محلّہ کا نام ہے جہاں حضرت آرام فرما ہیں اسی محلّہ میں ایک چشتی خانقاہ بھی ہے۔صاحب تاریخ حسن لکھتے ہیں!"خانقاہ چشتی عنایت اللہ خاں در ایام حکومت در ۱۰۵۲ھ برائے خادماں میاں ہاشم چشتی در محلّہ خانیار بہ ترتیب عجیب آباد کردہ بود"۔

مورخین کے نزدیک ۱۰۵۲ھ بمطابق ۱۶۴۲ء غالباً سہو کتابت ہے۔صحیح اور راجح قول حضرت چشتی علیہ الرحمہ کے آنے کا ۱۱۲۳ھ تا ۱۱۳۷ھ کے درمیان کا ہے۔صاحب تاریخ حسن کا بھی یہی خیال ہے ملاحظہ کریں۔(تاریخ حسن :پیر غلام حسن کھویہامی۔مورخ اشاعت ثانی ۱۹۵۴ء ناشر شعبہ تحقیق و اشاعت سری نگر ص ۴۹۔۳۵۰ ج ۱)

۲۸۔نگارستان کشمیر: قاضی ظہور الحسن ناظم مورخ ص ۲۸۱۔۲۸۲

۲۹۔نگارستان کشمیر: قاضی ظہور الحسن ناظم مورخ ص ۲۸۲۔۲۸۳

۳۰۔مورخ عبدالقدیر لکھتے ہیں!

الف۔"تخت سلیمان یا شنکر اچاریہ" حضرت داؤد علیہ السلام کے بیٹے سلیمان علیہ السلام فلسطین میں جلیل القدر پیغمبر تھے۔اور بادشاہ بھی۔تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ جو امن، نیکی اور خوش حالی آپ کے عہد مبارک میں تھی یہی دنیا کے کسی اور ملک اور کسی دور میں نہیں ہوئی۔چرند، پرند، ہوا، جن و پری بھی مخلوق انکے تابع فرمان تھے۔اور آپ ایک تخت پر سفر فرماتے تھے۔چنانچہ آپ نے سری نگر کی اس پہاڑی پر قیام فرمایا اور اسکا نام تخت سلیمان پڑ گیا۔بہت مدت بعد اس پر شنکر اچاریہ نے بیٹھ کر تپسیا کی تو ہندو شنکر اچاریہ کہنے لگے اب دونوں نام استعمال ہوتے ہیں۔(کشمیر جنت نظیر۔ مولف: عبدالقدیر۔مورخ اشاعت اول جنوری ۱۹۳۹ء ص ۹۸۔۹۹ ج ۷)

ب۔ایک فارسی مورخ لکھتے ہیں!

"شہر سری نگر در حصہ شمالی شہر کوہ ماران دل کشاست و جانب گوشہ سرحد شرقی آں کوہ سلیمان روح افزاء و صحت مغرب

آں عیدگاہ میدانے است۔ وقف کردہ میر محمد ہمدانی درازی آں ہزار و شش صد قدم و پہنائی آں پانصد قدم"۔ (تاریخ حسن: پیر غلام حسن کھویہامی۔ مورخ۔ اشاعت ۱۹۵۴ء ناشر شعبہ تحقیق و اشاعت سری نگر ج اول ص ۲۳۶)

۳۱۔ نگارستان کشمیر: قاضی ظہور الحسن ناظم مورخ ص ۲۸۲

۳۲۔ نگارستان کشمیر: قاضی ظہور الحسن ناظم مورخ ص ۲۸۴۔۲۸۵

۳۳۔ مسیح ہندوستان میں: مرزا غلام احمد قادیانی۔ متنبی ص ۱۰۰۔۱۰۳

۳۴۔ نگارستان کشمیر: قاضی ظہور الحسن ناظم مورخ ص ۲۸۵

۳۵۔ نگارستان کشمیر: قاضی ظہور الحسن ناظم مورخ ص ۲۸۷

۳۶۔ نگارستان کشمیر: قاضی ظہور الحسن ناظم مورخ ص ۲۸۷۔۲۸۸

۳۷۔ نگارستان کشمیر: قاضی ظہور الحسن ناظم مورخ ص ۲۸۸۔۲۸۹

۳۸۔ تاریخ کبیر کشمیر ص ۲۸۹

۳۹۔ تاریخ حسن: پیر غلام حسن کھویہامی ص ۳۹۵ ج اول

۴۰۔ نگارستان کشمیر: قاضی ظہور الحسن ناظم مورخ ص ۲۹۱

۴۱۔ نگارستان کشمیر: قاضی ظہور الحسن ناظم مورخ ص ۲۹۱

۴۲۔ نگارستان کشمیر: قاضی ظہور الحسن ناظم مورخ ص ۲۸۹

۴۳۔ نگارستان کشمیر: قاضی ظہور الحسن ناظم مورخ ص ۲۸۹

۴۴۔ نگارستان کشمیر: قاضی ظہور الحسن ناظم مورخ ص ۲۹۲

۴۵۔ زیشتی شورکا تذکرہ پنڈت کلہن نے راج ترنگینی میں کیا ہے جسکا ذکر آگے آئے گا۔

۴۶۔ تاریخ حسن ص ۳۹۲۔۳۹۵

۴۷۔ ایضاً ص ۳۹۶

۴۸۔ کشمیر سلاطین کے عہد میں: محب الحسن۔ مورخ۔ اشاعت ۱۹۶۷ء/ ۱۳۸۶ھ ناشر دار المصنفین اعظم گڑھ

۴۹۔ راج ترنگینی: فارسی مترجم: ملا شاہ محمد شاہ آبادی۔ اشاعت ثانی ۱۹۷۵ء ایران پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف پرشین راولپنڈی پاکستان ص ۳۷۹

۵۰۔ آزاد کشمیر ایک سیاسی جائزہ: مرزا شفیق حسین ص ۲۷

۵۱۔ ایضاً ص ۲۷

۵۲۔ نگارستان کشمیر: قاضی ظہور الحسن ناظم مورخ ص ۲۸۹

۵۳۔ ایضاً ص ۳۹۰

۵۴۔ نگارستان کشمیر: قاضی ظہور الحسن ناظم مورخ ص ۲۹۰

۵۵۔ ازالہ اوہام: غلام احمد قادیانی متنبی مشمولہ روحانی خزائن ج ۳ ص ۳۵۲

۵۶۔ ضمیمہ براہین احمدیہ: مرزا غلام احمد قادیانی ۔ متنبی

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

نوٹ: یہ مضمون مجلہ سہ ماہی افکار رضا ممبئی جولائی تا ستمبر ۲۰۰۷ء سے لیا گیا ہے۔

مسیح موعود اور مسیح کذاب

شیخ القرآن حضرت علامہ غلام علی اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

مرزا قادیانی کے تمام دعاوی کا دارومدار اس بات پر ہے کہ وہ اس امر کا مدعی ہے کہ احادیث میں جس عیسیٰ ابن مریم کے آخر زمانے میں نزول کا ذکر ہے وہ مسیح موعود میں ہی ہوں اور گزشتہ اسرائیلی مسیح علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ احادیث صحیحہ میں جس مسیح موعود کا جناب رسول اللہ ﷺ نے ذکر کیا ہے انکے خصال مذکورہ فی الاحادیث کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ مسیح موعود ابن مریم ہوگا یعنی اسکا نام عیسیٰ علیہ السلام ہے اور ان کی والدہ کا نام مریم ہے۔

۲۔ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔ وہ فقط مرسل نہیں بلکہ مرسل اور منزل ہوں گے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! **ینزل فیکم** اور **من السماء** کا لفظ ہماری طرف سے زیادتی نہیں ہے۔ بلکہ خود رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے! **کما فی حدیث اخرجه البیهقی فی کتاب الاسماء والصفات عن ابی هریره رضی الله عنه قال رسول الله ﷺ کیف انتم اذانزل ابن مریم من السماء فیکم وامامکم منکم** (ص ۳۰۱) اسی طرح کنز العمال ج ۷ ص ۲۶۸ حدیث نمبر ۳۰۱۵ میں ہے **قال ابن عباس قال رسول الله ﷺ فعند ذالك ینزل اخی عیسیٰ ابن مریم من السماء** (اسحٰق ابن بشیر) ان روایات میں **من السماء** کا لفظ اس امر کی دلیل ہے کہ نزول کا معنی یہاں پر ظہور درست نہیں۔ اسی طرح قادیانیوں کا یہ کہنا بھی درست نہیں کہ لفظ **من السماء** صحیحین میں نہیں ہے۔ اصل حدیث صحیحین میں موجود ہے اور **زیادۃ الثقه مقبولة عند المحدثین** اور خطیب بغدادی نے اس پر اجماع کی حکایت کی ہے اور لفظ **من السماء نزول** کے متناقض اور منافی بھی نہیں بلکہ اسکے بالکل موافق ہے۔ اور مزید یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے ازالہ اوہام میں خود لکھا ہے کہ صحیح مسلم کی حدیث میں جو یہ لفظ موجود ہے کہ حضرت مسیح جب آسمان سے اتریں گے تو انکا لباس زرد رنگ کا ہوگا اس لفظ کو ظاہر لباس پر حمل کرنا کیسا لغو خیال ہے۔ (انتہی ص ۸۱)

۳۔ عیسیٰ علیہ السلام دمشق کے شرقی جانب آسمان سے منارہ بیضا کے پاس اتریں گے اور نزول کے وقت دو زرد چادروں میں ملبوس ہوں گے اور دو فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھتے ہوئے اتریں گے۔ (مسلم، ابوداؤد، ترمذی وغیرہ)

۴۔ انکے نزول کے وقت سب کافر مر جائیں گے **کما قال علیه السلام فلا یحل الکافر**

یجدریح نفسه الامات و نفسه ینتهی حیث طرفه (مسلم، ابوداؤد، ترمذی وغیرہ)

۵۔جب عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو حاکم عادل ہوں گے نہ کہ محکوم۔(بخاری)

۶۔صلیب توڑ دیں گے اور اسکی عبادت کی بیخ کنی کریں گے اور دنیا میں نصرانیت باقی نہیں رہے گی۔(مسلم)

۷۔خنزیر کے قتل کا حکم دیں گے۔(مسلم)

۸سب لوگوں کو دین اسلام پر جمع کریں گے اسلام کے سوا کوئی دین باقی نہیں رہے گا (ابن ماجہ اسنادہ قوی و ابوداؤد، ابن خزیمہ، حاکم)

۹۔دجال کو باب لد پر قتل کریں گے۔**یدرکه عند باب لدشرقی دمشق فیقتله** (ابن ماجہ، ابن خزیمہ، حاکم، مسلم وغیرہ)

۱۰۔آپ کے زمانے میں مال بہت ہو جائے گا۔برکات وخیرات کے نزول کی اسقدر کثرت ہوگی کہ کوئی فقیر سائل باقی نہیں رہے گا۔(**یفیض المال حتی لا یقبله احد**)(بخاری، مسلم)

۱۱۔نزول عیسیٰ کے وقت لوگ اللہ کی عبادت میں راغب ہوں گے اور ایک سجدے کو دنیا و مافیھا سے بہتر سمجھیں گے۔**حتی تکون السجدة الواحدة خیر امن الدنیا ومافیها**(بخاری، مسلم)

۱۲۔زمین پر ایسا امن قائم ہوگا کہ شیر اونٹوں کیساتھ اور گائیں چیتوں کیساتھ اور بھیڑیے بھیڑ بکریوں کیساتھ چریں گے اور بچے سانپوں کیساتھ کھیلیں گے اور سانپ انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔(حوالہ حدیث نمبر ۸)

۱۳۔نزول کے بعد حج کریں گے یا عمرہ کریں گے یا دونوں کو جمع کریں گے۔**ینزل روحاء فیحج منها او یعتمر او یجمع هما۔اخرجه الحاکم و صححه کما فی الدر المنشور ج۲ص۲۴۵وقال الذهبی صحیح ایضا مسلم ص ۲۳۴ کتاب الحج احمد ج ۲ ص۲۹۰)**

۱۴۔زمین میں چالیس سال رہیں گے پھر وصال ہوگا۔(ابوداؤد طیالسی)

۱۵۔روضہ رسول ﷺ میں دفن کیے جائیں گے۔(مشکوۃ، تخریج ابن جوزی) قطع نظر حدیث کی سند کے خود مرزا قادیانی نے اس کا اقرار کیا ہے کہ یہی بھید ہے کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں! مسیح موعود میری قبر میں دفن ہوگا۔(کشتی نوح ص ۱۵ نسخہ قدیمی)

اسکے علاوہ بھی عیسیٰ علیہ السلام کے بہت سے خصال اور اوصاف احادیث میں مذکور ہیں۔ہم نے اختصار کو

ملحوظ رکھتے ہوئے یہ چند باتیں ذکر کی ہیں۔اب اسکے مقابلے میں مرزا غلام احمد قادیانی کے حالات کا جائزہ لیں تو یہ امر بالکل واضح ہو جائے گا کہ قادیانی مسیح موعود نہیں بلکہ کذاب و دجال تھا۔امور مذکورہ کو ہم بالترتیب ذکر کرتے ہیں۔

ا۔کتب حدیث میں نازل ہونے والے کا نام عیسیٰ ابن مریم ہے اور مرزا صاحب نے خود کہا کہ میرا نام غلام احمد ہے اور میرے باپ کا نام غلام مرتضیٰ اور میرے دادے کا نام عطا محمد ہے (حاشیہ کتاب البریہ ص ۱۳۴) اور اسی طرح مرزا قادیانی کی والدہ کا نام مریم نہیں ہے بلکہ اسکا نام چراغ بی بی تھا (**کما ھو المشھور المکتوب فی کتب سیرتہ**) جب نصوص ظاہرہ میں عیسیٰ ابن مریم کے نزول کا ذکر قادیانی نے صراحۃً دیکھا تو اس جگہ عجیب و غریب تاویلیں کیں۔چنانچہ لکھتا ہے کہ براہین احمدیہ کے تیسرے حصے میں میرا نام مریم رکھا پھر جیسا کہ براہین احمدیہ سے ظاہر ہے دو برس تک صفت مریمیت میں میں نے پرورش پائی اور پردے میں نشو نما پاتا رہا پھر جب اس پر دو برس گزر گئے تو جیسا کہ براہین احمدیہ کے حصہ چہارم ص ۴۹۶ میں درج ہے مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینے کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں بذریعہ اس الہام کے جو سب سے آخر براہین احمدیہ کے حصہ چہارم کے صفحہ نمبر ۵۵۶ میں درج ہے مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا۔(کشتی نوح ص ۴۶، ۴۷، حقیقۃ الوحی ص ۳۳۹) اسکے علاوہ حقیقۃ الوحی ص ۳۳۸، ۳۳۷ کے حاشیہ پر لکھا کہ! براہین احمدیہ میں اول خدا نے میرا نام مریم رکھا۔**الی ان قال** اس اُمت میں بجز میرے کسی نے اس بات کا دعویٰ نہیں کیا کہ میرا نام خدا نے مریم رکھا اور اس مریم میں عیسیٰ کی روح پھونک دی۔۔۔۔اور دنیا میں تلاش کرلو قرآن شریف کی اس آیت کا بجز میرے کوئی دنیا میں مصداق نہیں پس یہ پیشن گوئی سورہ تحریم میں خاص میرے لیے ہے۔۔۔اور میرے سوا تیرہ سو برس میں کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا۔(کما مر انفا)

۲۔عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے اور قادیانی آسمان سے نازل نہیں ہوا بلکہ مشرقی پنجاب قادیان میں پیدا ہوا وہیں اسکا مولد اور وہیں اسکا مدفن ہے۔عیسیٰ علیہ السلام کا نزول منارہ بیضاء کے پاس شرقی دمشق میں ہوگا اور یہ بات معروف ہے کہ مرزا غلام احمد شرقی دمشق میں نہیں اترا بلکہ قادیان میں پیدا ہوا یہاں تک کہ اس نے اپنی حیات میں دمشق کو دیکھا بھی نہیں لیکن مرزا صاحب کی ڈھٹائی ملاحظہ فرمائیں! حدیث کا صراحۃً تو انکار نہ کر سکا اور تاویلات فاسدہ سے اسکے صریح مفہوم کا انکار کیا۔کہیں تو یوں لکھا کہ قادیان کو بطور استعارہ دمشق کہا گیا ہے چنانچہ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ الہام کے ذریعے مجھ پر یہ بات کھولی گئی کہ دمشق کے لفظ کی تعبیر میں میرے پر من جانب اللہ ظاہر کیا گیا ہے اس جگہ ایسے قصبے کا نام دمشق رکھا گیا ہے جس میں ایسے لوگ رہتے ہیں جو یزیدی الطبع اور یزید پلید کی عادات

اور خیالات کے پیرو ہیں۔(ازالہ اوہام حاشیہ ص ۶)

اور کہیں لکھا! اگرچہ میرا یہ دعویٰ تو نہیں اور نہ اسے کامل تصریح سے خدا تعالیٰ نے مجھ پر کھول دیا ہے کہ دمشق میں کوئی مثیل مسیح پیدا نہیں ہوگا بلکہ میرے نزدیک ممکن ہے کہ آئندہ زمانے میں خاص کر دمشق میں بھی کوئی مثیل مسیح پیدا ہو جائے۔(ازالہ اوہام حاشیہ ص ۷۲،۷۳)

پھر مرزا صاحب نے یہ چالاکی کی کہ دعوائے مسیحیت کے بارہ سال بعد ۱۹۰۳ء میں قادیان میں ایک منارہ بنوایا اسکا نام منارۃ المسیح رکھدیا اور چونکہ حدیث میں عیسیٰ علیہ السلام کا نزول دو زرد چادروں میں مذکور تھا مرزا صاحب نے اسکی یہ تاویل کردی کہ چادروں سے مراد بیماریاں ہیں اور میں نے بھی جب مسیح موعود کا دعویٰ کیا تو مرض بول اور مرض دوران سر میں مبتلا تھا۔

اور ضمیمہ براہین احمدیہ ج ۵ ص ۲۰۱ پر لکھا کہ!

"میں پیشاب کا ایسا مریض ہوں کہ بعض اوقات ایک دن میں ۱۰۰ دفعہ پیشاب کرتا ہوں اور دوران رائس کی شدت کی وجہ سے کبھی کبھی زمین پر گر جاتا ہوں"۔

یہ تو مرزا صاحب کا حال تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ معجزہ عطا فرمایا تھا کہ وہ مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو شفا دیتے اور مردوں کو اللہ کے حکم سے زندہ کرتے تھے اور یہ مسیح کذاب ساری عمر اپنا بھی علاج نہ کرسکا لہذا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے یہ اوصاف بھی اس پر کسی طرح منطبق نہیں ہوتے۔(**فثبت انه كذاب في دعواه**)

۴۔جناب رسول اللہ ﷺ نے عیسیٰ کے وقت تمام کفار کی موت کی خبر دی اور قادیانی کے زمانے میں اس کے قول کے مطابق کفار کی تعداد بڑھ گئی کیونکہ وہ کہتا ہے جو مجھ پر ایمان نہ لائے وہ کافر ہے۔(حقیقۃ الوحی ص ۱۶۳) اور اسکے زمانے میں تو درکنار آج تک بھی قادیانیوں کی تعداد محدود ہے۔ اسکے قول کے مطابق اسکے آنے سے کروڑوں مسلمان کافر ہو گئے۔

۵۔مسیح موعود کی اہم ترین علامات سے یہ ہے کہ نزول کے وقت حاکم عادل ہوں گے کسی کے محکوم نہیں ہوں گے۔کما بینہ رسول اللہ ﷺ لیکن مرزا غلام احمد قادیانی نہ صرف محکوم بلکہ ذلیل خائن اور خائف تھا۔حکومت برطانیہ کا غلام تھا اور انگریزوں کی محکومیت کو اپنے لیے باعث فخر سمجھتا تھا اور انگریزوں کی رضاجوئی اور خوشنودی کے لیے حکومت انگلشیہ کے خلاف جہاد کو جائز نہیں سمجھتا تھا اور ساری عمر انگریزوں کی مدح سرائی اور خوشامد کرتا رہا۔یہاں تک کہ انگریز کے خود

کاشتہ اس پودے نے لکھا کہ!

''میں نے انگریزوں کی حمایت میں اتنی کتابیں، رسالے اور اشتہارات چھاپے ہیں کہ اس سے پچاس الماریاں بھر جائیں''۔(تریاق القلوب ص ۲۵)

مرزا قادیانی کے پاس حکومت نہیں تھی چنانچہ لکھتا ہے!

''اور بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانے میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں کیونکہ یہ عاجز اس دنیا کی حکومت اور بادشاہت کیساتھ نہیں آیا درویشی اور غربت کے لباس میں آیا ہے''۔(ازالہ اوہام ص ۲۰۰)

۶۔علامات مسیح میں سے یہ بڑی علامت ہے کہ وہ صلیب کو توڑیں گے یہاں تک کہ کوئی صلیب پرست باقی نہیں رہے گا اور قادیانی نے خود ازالہ اوہام میں اسکا اعتراف کیا ہے اور پھر حسب معمول اسکی تاویلات فاسدہ بیان کی ہیں اب اس بات پر غور کریں کہ کیا اس مسیح کذاب کے آنے کے بعد نصرانیت ختم ہوگئی ہے؟ یا بدستور باقی ہے بلکہ مسیحی پروپیگنڈے کے مطابق نصاریٰ کی تعداد مرزا قادیانی کے اعلان مسیحیت کے بعد کئی گنا زیادہ ہوگئی۔

۷۔مسیح موعود کی تشریف آوری کے موقع پر خنزیر قتل کردیے جائیں گے یعنی خنزیر کا کھانا بالکل موقوف کردیا جائے گا۔ کیا یہ بات قادیانی کے لیے حاصل ہوئی؟ کیا ابھی تک خنزیر نہیں کھایا جارہا ہے؟۔

۸۔مسیح موعود کے اوصاف سے یہ ہے کہ وہ سب لوگوں کو واحد دین اسلام پر جمع کریں گے اور کوئی محارب دین باقی نہیں رہے گا۔ **کما قال علیہ السلام و یضع الحرب** اور اسی کی طرف ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا **فی قولہ واقرء وان شئتم وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ یوم القیامۃ یکون علیھم شھیدا** (رواہ بخاری و مسلم و ابوداؤد و ابن ماجہ و احمد) پس کیا مرزا قادیانی کے دعویٰ مسیحیت کے بعد ملت اسلام کے سوا تمام ملت ختم ہوگئے؟۔اور کیا تمام لوگ ایک دین پر جمع ہوگئے؟۔جواب ظاہر ہے کہ بجائے کم ہونے کے باطل پرست زیادہ ہوگئے اور قادیانی کذاب کی ملت باطلہ کا مزید اضافہ ہوگیا۔

۹۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اوصاف سے یہ بات ہے کہ وہ دجال کو باب لد میں قتل کریں گے۔ **کما قال رسول اللہ ﷺ فیطلب الدجال بباب لد فیقتلہ** اور خود قادیانی متنبی نے حضرت مسیح موعود کے اس اوصاف کا اقرار و اعتراف کیا ہے۔چنانچہ ازالہ اوہام ص ۲۲۰ پر ہے!

"پھر حضرت ابن مریم دجال کی تلاش میں لگیں گے اور لد کے دروازے پر جو بیت المقدس کے دیہات میں سے ایک گاؤں ہے اسکو جا پکڑیں گے اور قتل کر ڈالیں گے اس اقرار کے باوجود لد بیت المقدس کے دیہات میں ایک گاؤں ہے پھر قادیانی نے وہاں ایک پادری کو مناظرے میں شکست دی جو دجال کی مانند تھا"۔

۱۰۔ مسیح موعود علیہ السلام کا دسواں وصف ہم نے یہ بیان کیا ہے کہ انکے عہد مبارک میں مال کی کثرت ہو جائے گی یہاں تک کہ کوئی فقیر سائل نہ رہے گا۔ **کما بینہ الرسول الصادق الامین ﷺ و یفیض المال حتی لا یقبلہ احد** مسیح موعود کے عہد میں اس قدر برکت ہو جائے گی۔ تو کیا مرزا قادیانی کے زمانے میں مال میں ایسی برکت اور فراوانی ہوئی؟ کیا مسیح قادیانی نے لوگوں کو مال کی طرف بلایا اور کسی نے اس کو قبول نہ کیا؟ اسکے برعکس جب ہم قادیانی کی تاریخ اور اسکے حالات کو دیکھتے ہیں تو معاملہ اسکے برعکس نظر آتا ہے۔ متنبی قادیانی نے لوگوں کو مال تو کیا تقسیم کرنا تھا وہ تو ساری عمر خود ان سے مال مانگتے رہے اور اپنے مریدوں سے اس قدر زوردار سوال کرتے رہے کہ میرے ماننے والے ہر مرید پر اپنے مال سے ماہانہ چندہ میرے پاس بھیجنا ضروری ہے اور ہم اس اعلان کا تین ماہ تک انتظار کریں گے جو شخص ان تین مہینوں میں اپنے مال کا ایک حصہ نہیں بھیجے گا ہم اسکا نام مریدوں سے محو کر دیں گے (سیرۃ المہدی ص ۱) صرف چندہ مانگنے پر ہی اکتفا نہیں تھی بلکہ مرزا قادیانی اپنے مریدوں کے لیے دعا مانگنے پر بھی اجرت طلب کرتا تھا۔ (الفضل ۲۲ اکتوبر ۱۹۳۷ء)

اور مانگنے میں قادیانی متنبی یہاں تک پہنچ گیا کہ قبریں بیچنے لگا اور اپنے مریدین سے قبر فروشی کی تجارت شروع کی اور پہلے اعلان کیا کہ میں نے ایک بہشتی مقبرہ دیکھا اور پھر مریدین کو شوق لایا کہ اس زمین کے نیچے جنت ہے جو اس میں دفن کیا جائے گا جنت میں داخل ہو گا۔ الحاصل مسیح کذاب پہلے بالکل فقیر آدمی تھا اور اس کی کوئی خاص آمدنی نہیں تھی اور اسکے باوجود اسکے بھائی نے اس کو اس کے باپ کی میراث سے بھی محروم کر دیا تھا کہ غلام احمد کذاب اور لٹیرا ہے اور لوگوں کا مال کھینچنے کے لیے اس نے یہ دکان کھولی ہے۔ (خطبہ محمود احمد الفضل ۷ اپریل ۱۹۴۶ء)

۱۱۔ حضرت مسیح موعود عیسیٰ علیہ السلام کے عہد معدلت میں لوگ اللہ کی عبادت میں نہایت رغبت کریں گے اور عبادت الٰہی کو دنیا اور مافیھا پر ترجیح دیں گے اور یہ بات غلام احمد قادیانی کے زمانے میں متحقق نہیں ہوئی۔ اس نے خود اعتراف کیا کہ اس پر صرف تھوڑے سے لوگ ایمان لائے اور اسکی موت کے کئی سال بعد قادیانیوں نے جو اعداد و شمار شائع کیے اسکے مطابق کل تعداد برصغیر پاک و ہند میں پچھتر ہزار تھی۔ (الفضل ۲۱ جون ۱۹۲۲ء) لہذا یہ وصف بھی مرزا

صاحب پر منطبق نہیں ہوا۔

۱۲۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت زمین پر ایسا امن قائم ہوگا کہ شیر اونٹوں کیساتھ اور چیتے گائیوں کیساتھ اور بھیڑیئے بھیڑ بکریوں کیساتھ اکٹھے پھریں گے اور بچے سانپوں کیساتھ کھیلیں گے اور وہ سانپ انکو کوئی نقصان نہیں دیں گے۔**کما ورد فی الحدیث الصحیح** ۔اور یہ بات مرزا قادیانی کے زمانہ میں متحقق نہیں ہوئی اور نہ اس کے بعد اور اس پر بڑی دلیل یہ ہے کہ زمین میں امن عامہ کا قیام تو درکنار خود مرزا صاحب اس قدر خائف تھے کہ بیت اللہ شریف کے حج پر نہ جا سکے اور اسکی وجہ یہ بیان کی کہ وہ مریض ہیں اور حاکم حجاز ان کا مخالف ہے اور وہاں جانے میں جان کا خطرہ ہے۔(الفضل ۱۰ ستمبر ۱۹۲۹ء)

۱۳۔حضرت مسیح موعود **نزول من السماء** کے بعد حج کریں گے الخ **کما ذکرہ رسول اللہ** ﷺ اور مرزا قادیانی نے نہ حج کیا اور نہ ہی عمرہ کیا یہاں تک کہ اسے بلاد مقدسہ کی زیارت بھی نصیب نہ ہوئی۔پس یہ وصف بھی قادیانی پر منطبق نہ ہوا حالانکہ مرزا قادیانی نے اس حدیث کی صحت کا خود اقرار کیا ہے(ایام صلح ص ۲۹ للغلام قادیانی)

۱۴۔روایات صحیحہ کے مطابق مسیح علیہ السلام زمین پر چالیس سال رہیں گے پھر انکا وصال ہوگا اور غلام احمد قادیانی جو ۱۸۳۹ء یا ۴۰ء میں پیدا ہوا اور ۱۹۰۸ء میں مرا اس بنا پر اسکی عمر ۶۸ یا ۶۹ سال ہوئی لیکن اس نے تاویل کی کہ حدیث میں عمر سے مقصود عمر بعثت ہے(ازالہ اوہام) لیکن یہ بات بھی متحقق نہ ہوئی اس لیے کہ بقول مرزا بشیر احمد صاحب دعویٰ مسیحیت ۱۸۹۱ء میں کیا گیا(سیرت المہدی ج ۱ ص ۳۱)اس بنا پر بھی مرزا صاحب کو دعویٰ مسیحیت پر سترہ سے زیادہ عرصہ نہیں گزرا اور دعویٰ کے بعد چالیس سال زندہ نہیں رہا۔لہذا یہ وصف بھی اس پر منطبق نہیں ہوا۔

۱۵۔صاحب مشکوۃ المصابیح نے ابن جوزی کی تخریج سے یہ حدیث ذکر کی کہ مسیح موعود روضہ رسول ﷺ میں دفن کیے جائیں گے۔(باب نزول عیسیٰ علیہ السلام ص ۴۸۰)اور خود مرزا قادیانی نے اقرار کیا کہ یہی بھید ہے کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ مسیح موعود میری قبر میں دفن ہوگا۔(کشتی نوح ص ۸۵)

مرزا قادیانی کا روضہ رسول میں دفن تو درکنار اسکو تو جناب رسول اللہ ﷺ کی قبر کی زیارت بھی نصیب نہ ہوئی۔وہ لاہور میں مرا اور اس کی نعش قادیان میں منتقل کی گئی اور وہیں دفن کیا گیا اور چونکہ یہ وصف بھی قادیانی پر منطبق نہیں ہوا حسب عادت اس کی بھی تاویلات فاسدہ کیں اور کہنے لگا کہ قبر سے مراد حقیقی قبر نہیں قبر روحانی ہے کیونکہ اس سے اہانت رسول لازم آتی ہے۔ہم کہتے ہیں کہ عربوں میں یہ بات شائع اور ذائع ہے کہ وہ کبھی لفظ قبر بولتے ہیں اور اس سے مقبرہ مراد لیتے ہیں جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الجنائز میں ہے کہ **عبد اللہ ابن**

مسعود رضی اللہ عنہ قال ادفنونی فی قبر عثمان ابن مظعون ایضا قالت عائشۃ لما حضر تھا الوفاۃ اد فنونی مع ازواج النبی ﷺ ایضا عمر قال لعبد اللہ ابن عمر اذھب الی عائشہ و سلم وقل یستاذن عمر ابن الخطاب ان یدفن مع صاحبیہ (ج ۳ ص ۳۴۹ طبع جدید کراچی)

خود قادیانی مبلغ خادم نے اپنی کتاب میں ملا علی قاری کی یہ روایت درج کی ان عیسیٰ بعد لبثہ فی الارض و یعود فیموت بین مکہ والمدینہ فیحمل الی المدینۃ فید فن فی الحجرۃ الشریفۃ (احمدیہ پاکٹ بک ص ۲۸۲) ایضاً ضروری نہیں کہ فی ہمیشہ ظرفیت کے لیے ہو بلکہ بعض اوقات قرب کے معنی میں بھی ہوتا ہے۔ کما فی قولہ تعالیٰ بورک من فی النار (نمل آیت ۸) یعنی بورک من کان قریبا من النار (کبیر للرازی) لہٰذا حدیث کا معنی یہ ہوگا فیدفن فی قبری ای قریبا من قبری اور اس معنی کی تائید ترمذی شریف کی اس روایت سے ہوتی ہے جو عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہ قال وعیسیٰ بن مریم یدفن معہ قال ابو مودود و قدیقی فی البیت موضع قبر (ترمذی) (رواہ الترمذی وقال حدیث حسن ۲/۲۰۲) ایضاً مشکوۃ ص ۵۱۴)

ان دلائل قاطعہ سے معلوم ہوا کہ مرزا غلام احمد قادیانی دعویٰ مسیحیت میں بالکل کذاب تھا اور احادیث صحیحہ میں جو اوصاف مذکور ہیں اس میں سے کوئی وصف بھی مرزا میں نہیں پایا جاتا تھا۔

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

نوٹ: (یہ مقالہ حضرت شیخ القرآن علامہ غلام علی اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے مجموعہ رسائل اشرفیہ (اشرف الرسائل فی تحقیق المسائل) سے لیا گیا ہے۔)

مرزائے قادیاں رحمۃ للعالمین تھے؟
ایک مضحکہ خیز دعویٰ اور اسکی تردید

علامہ مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ

خداوند کریم نے سرورِ عالم ﷺ کے سرِ اقدس پر تاج رحمت رکھ کر ارشاد فرمایا کہ **وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ** ۔(الانبیاء:۱۰۷) اے محبوب تجھے ہم نے سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا مبعوث فرمایا۔ چنانچہ حق سبحانہ کے ارشاد کے مطابق ہم نے دیکھا کہ خدا نے مخلوق پر قسم قسم کے انعام واکرام کی بارش اور اسی رحمت کے صدقہ میں کفار تک کو عذاب دینوی سے محفوظ رکھا اور ظلم وعصیاں کے پتلوں کو بھی یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ **وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ** ۔(الانفال:۳۳) یارسول اللہ آپ کے ہوتے ہوئے میں ان لوگوں پر عذاب نازل نہ کروں گا۔

حضور کا رحمۃ للعلمین ہونا آپ کے خصائص میں سے ہے۔ کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے دوسرا کوئی رحمۃ للعلمین نہیں ہے۔ یہ تاج صرف حضور ہی کے سرِ مقدس پر زیب دیتا ہے۔ چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور اقدس ﷺ کے خصائص میں آپ کا رحمۃ اللعالمین ہونا بھی شمار کیا ہے۔(خصائص الکبریٰ ص ۱۸۹ ج ۲)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں! ورحمت را نسبت خاص است آنحضرت ﷺ ۔(مدارج النبوۃ ص ۱۲۸ ج ۱) امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مبارک تفسیر میں **تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ** (البقرۃ:۲۵) کی تفسیر میں حضور ﷺ کی فضیلت علی سائر الانبیاء رحمۃ اللعالمین کو حضور کی خصوصیت بیان کر کے ثابت فرماتے ہیں۔ امام عز الدین بن عبد السلام ہدایۃ السول میں حضور کے خصائص و فضائل شمار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ **ومنھا ان اللہ ارسلہ ﷺ رحمۃ للعلمین** ۔ خدا تعالیٰ نے صرف آپ ہی کو رحمت عالمین کیا۔(جواہر البحار ص ۱۸۹ ج ۱)

ابن جریر اور ابن ابی حاتم و بیہقی نے حضرت ابوہریرہ سے حدیث معراج کا اخراج کیا۔ اور واقعہ معراج مفصل بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ! **ثم لقی ارواح الانبیاء** پھر سرورِ عالم نے ارواحِ انبیاء سے ملاقات فرمائی۔ اور سب انبیاء نے اپنے رب کی ثنا کی۔ حدیث میں انبیاء کی ثنا کا مفصل ذکر ہے جب سب نبی اپنی اپنی ثنا کر چکے تو سب سے بعد سرورِ دو عالم نے اپنے رب کی ثنا فرمائی۔ اور ابتداء یوں فرمائی **الحمد للہ الذی**

ارسلنی رحمۃ اللعالمین ۔(شرح الشفاء ص۲۹۱، خصائص الکبریٰ ص۱۷۳ ج۱)

اس حدیث سے بھی رحمۃ اللعالمین حضور ہی کا ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس لیے کہ جب سب رسول اپنی اپنی ثناء اپنی اُن نعمتوں کا ذکر کر کے جو اُن کے رب نے اُن پر کیں ختم کر چکے تو اب حال اس امر کا مقتضی ہے کہ سرور دو عالم ان صفات کا ذکر فرما کر اپنے رب کی ثنا کریں جن صفات سے حضور ہی مخصوص ہیں۔ چنانچہ حضور نے اپنی صفات مخصوصہ کا ذکر کیا۔ اور ان میں رحمۃ للعالمین بھی بیان فرمایا۔

مرزا صاحب کا الہام:

یہ معلوم کر لینے کے بعد کہ رحمۃ للعالمین بجز محمد رسول اللہ کے دوسرا کوئی نہ ہے نہ ہو سکتا ہے ذرا مرزا صاحب کی طرف آیئے۔ اور آپ کی بیبا کی ملاحظہ فرمایئے۔ آپ نے نہ آگے دیکھا نہ پیچھے۔ حضور سید المرسلین ﷺ کی مسند پاک پر بیٹھنے کی خاطر حقیقۃ الوحی ص۸۲ میں یہ الہام لکھ مارا کہ خدا نے مجھے بھی فرمایا ہے کہ اے مرزا **ما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین** ۔ سبحان اللہ! مرزا صاحب کی جرأت دیکھئے جس کے غلام بنتے ہیں اسی آقا کی مسند پر بیٹھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

مرزا صاحب رحمۃ للعلمین بننے کو تو بن گئے مگر دیکھنا یہ ہے کہ آپ دنیا کے لیے رحمت ثابت ہوئے یا زحمت ۔حضرت رحمت عالمین خاتم المرسلین ﷺ کے تاج رحمت کے تین کنارے ہیں۔ یعنی آپ کی رحمت کے تین پہلو ہیں۔

۱۔ حضور ﷺ کی موجودگی میں کفار کا بھی عذاب دینوی سے محفوظ رہنا۔

۲۔ حضور ﷺ کا کفار کے لیے بددعا نہ فرمانا حالانکہ کفار نے آپکو سخت سے سخت ایذا دی۔

۳۔ حضور سرور عالم کا شیریں زبان ہونا۔ اور **احسن الناس خلقا** ہونا۔

پہلا پہلو:

کفار نے کہا! **اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ** ۔(سورۃ الانفال:۳۲) اے اللہ اگر یہ دین تیرے نزدیک سچا ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا دردناک عذاب لے آ۔ اس آیہ شریفہ سے ظاہر ہے کہ کفار نے خود عذاب چاہا مگر خدا تعالیٰ نے رحمۃ للعلمین ﷺ کے صدقے میں فرمایا **ما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم** ۔ رحمۃ اللعالمین کے ہوتے ہوئے میں کافروں پر عذاب نازل نہ کروں گا۔

امام حقی علیہ الرحمہ روح البیان میں فرماتے ہیں! **الرحمۃ والعذاب ضدان وضدان لا**

یجتمعان ۔رحمت اور عذاب متضاد حیثیت رکھتے ہیں اور اجتماع ضدین ممکن نہیں ۔یعنی جہاں رحمت عالمین ہوں وہاں عذاب نہیں آسکتا۔امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ تفسیر کبیر ص ۱۹۰ ج ۶ میں فرماتے ہیں کہ ہمارے نبی رحمت کے قبل خدا کا یہ دستور تھا کہ جس قوم نے اپنے نبی کو جھٹلایا خدا نے اسے خسف و مسخ کے عذاب سے تباہ کرڈالا لیکن ہمارے نبی رحمت کے جھٹلانے والے کو محض حضور کی رحمت کے صدقہ میں تاموت یا تاقیامت عذاب دنیا سے محفوظ رکھا۔امام المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں! ہمارے رسول ہر مومن وکافر کے لیے رحمت ہیں **۔من امن به فهو رحمة له في الدنيا والاخره** ۔مومن کے لیے تو دنیا وآخرت میں رحمت ہیں اور **من لم يومن به فهو رحمة له في الدنيا بتاخير العذاب عنه** ۔کافر کے لیے تاخیر عذاب سے صرف دنیا ہی میں رحمت ہے۔علامہ نسفی فرماتے ہیں! **هو رحمة للمومنين في الدارين وللكافر في الدنيا بتاخير العقوبة** ۔(مدارک ص ۲۷۹) حضور مسلمانوں کے لیے دارین میں رحمت اور کافر کے لیے صرف دنیا میں رحمت ہیں۔کہ حضور کے صدقہ میں کافر عذاب دنیا سے بچ گئے ۔اسی طرح امام ابن جریر، امام ابن کثیر، ملاعلی قاری، قاضی عیاض، حضرت اسماعیل حقی، امام یوسف نبھانی وغیرہم من المفسرین نے اپنی کتب میں **وما ارسلنك الا رحمة للعلمين** کے ماتحت یہی لکھا ہے کہ حضور کی رحمت کے صدقے میں کافر بھی عذاب دنیا سے محفوظ رہے۔

مرزا صاحب کی رحمت کا پہلو:

آپ دنیا کو سناتے ہیں!

> [[**الارض تشاع والنفوس تضاع**]]۔(حقیقۃ الوحی ص ۹۴)،[[ملک میں بیماریاں پھیلیں گی اور بہت جانیں ضائع ہونگی تمام پنجاب میں طاعون پھیل جائے گی اور ہر ایک مقام طاعون سے آلودہ ہو جائیگا۔اور بہت مری پڑیگی ۔اور ہزارہا لوگ طاعون کا شکار ہوں گے۔اور کئی گاؤں ویران ہو جائیں گے]]۔(حقیقۃ الوحی ص ۲۲۰)

اس قسم کی کئی اور عبارتیں مرزا صاحب نے جابجا اپنی کتابوں میں لکھی ہیں جو بوجہ طوالت نقل نہیں کی جاسکتیں ان چند مذکورہ بالا عبارات سے اندازہ لگائیے کہ مرزا صاحب کی رحمت کا یہ پہلو کس قسم کا ہے۔

دوسرا پہلو:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین نے حضور کی خدمت میں عرض کی کہ **ادع علی المشرکین** حضور کفار و مشرکین کے حق میں بد دعا فرمائیے۔ رحمۃ للعالمین نے ارشاد فرمایا! **انی لم ابعث لعانا وانما بعثت رحمۃ** (مشکوۃ ص ۵۱۱) میں لعنت کرنے والا نہیں ہوں میں تو سراپا رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

قریش نے جب حضور رحمت عالم ﷺ کو سخت سے سخت تکلیف دی۔ تو جبریل نے حاضر ہو کر عرض کی **ان اللہ عزوجل قد سمع قول قومك لك وما ردو اعليك يا حبيبی** آپ کی قوم نے جو کچھ آپ سے کہا اور جواب دیا اللہ عزوجل نے سنا **وقد بعثت اليك ملك الجبال لتامره بما شئت فيهم** اور خدا نے آپ کی خدمت میں پہاڑوں کے فرشتے کو بھیجا ہے تاکہ آپ قوم کے لیے اسے جو حکم دیں اسے وہ سرانجام دیں۔ حضور فرماتے ہیں! مجھے پھر ملک الجبال نے سلام کہا اور کہا کہ! **قد بعثنی ربی اليك لتامرنی بامرك فما شئت اطبقت عليهم الاخشبين**۔ یارسول اللہ آپ کی طرف آیا ہوں آپ جو چاہیں حکم دیں اگر آپ فرما دیں تو ان کافروں پر اخشبین دو پہاڑ ڈال دوں۔ رحمت دو عالم نے جواب دیا! **بل ارجو ان يخرج الله من اصلابهم من يعبد الله وحده ولا يشرك به شيئا** فرمایا میں تو یہ چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان میں سے ان لوگوں کو پیدا کرلے جو ایک اللہ کو پوجیں۔ اور شرک سے اجتناب کریں۔ (مسلم شریف ج ۲ ص ۱۰۹)

جنگ احد میں مشرکین نے جب نہایت درجہ کی تکلیف حضور کو دی۔ آپ کا دندان مبارک شہید کر دیا گیا تو بجائے اس کے کہ آپ ان کے لیے بد دعا کریں حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں! حضور چہرہ اقدس سے خون پونچھتے جاتے اور فرماتے جاتے **رب اغفر قومی فانهم لا يعلمون**۔

بیہقی شعب الایمان میں روایت کرتے ہیں کہ جنگ احد میں حضور سرور عالم کا جب چہرہ نور زخمی کیا گیا۔ تو صحابہ نے عرض کی۔ **لو دعوت عليهم** حضور ان پر عذاب کی بد دعا فرمائیں۔ فرمایا! **انی لم ابعث لعانا ولكن بعثت داعيا ورحمة اللهم اهد قومی فانهم لا يعلمون**۔ (شرح شفاء ص ۲۳۷)

حضرت عمر نے ایک بار حضور سے التجا کی یا رسول اللہ ﷺ حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کے لیے بد دعا کی تھی اور اگر آپ بھی اس قوم کے لیے بد دعا کریں جس نے آپ کو سخت سے سخت تکلیف دی۔ آپ کو ہر وقت دکھ پہنچایا تو اس میں کیا حرج ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں! میری اس درخواست پر حضور نے سوا اس کے **اللهم اغفر لقومی فانهم لا يعلمون** فرمایا اور کچھ نہ فرمایا۔ (شرح شفاء ص ۲۳)

مرزا صاحب کی رحمت کا یہ پہلو:

یہ ز الد رحمت عالمین دیکھئے اپنے مخالفین پر کیسے پیش آتا ہے۔ارشاد ہوتا ہے!

وخــذ رب مــن عــادی الصلاح ومفسداً و نزل علیه النهر عقلهو دمروفروج که ربی یا کریمی و نجنی وزق خــصیــمــی یــا الهــی وعفر]]۔(حقیقۃ الوحی ص۲۲۴)

اے میرے خدا جو شخص نیک ارادہ اور نیک کام کا دشمن ہے اور فساد کرتا ہے اسکو پکڑ اور اس پر طاعون کا عذاب نازل کر اور اس کو ہلاک کر اور میری بے قراریاں دور کر اور مجھے غموں سے نجات دے۔ اے میرے کریم میرے دشمنوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر اور خاک میں ملادے۔

اور جب فسق ہلاک کرنے والا حد سے بڑھ گیا تو میں نے آرزو کی اب ہلاک کرنے والی

طاعون چاہیے۔(حقیقۃ الوحی ص۲۲۵، اعجاز احمدی ص۶۲)

اور پھر مذکورہ بالا دعائیں جو دشمنوں کی سخت ایذا کے بعد کی گئیں۔(حقیقۃ الوحی ص۲۲۵)

[[یاد رہے کہ مجھے خدا نے عام زلزلوں کے آنے کی خبر دی ہے۔پس یقیناً سمجھو کہ جیسا کہ پیشگوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے ایسا ہی یورپ میں آئے اور نیز ایشیا کے مختلف مقامات پر آئیں گے۔اور بعض ان میں قیامت کا نمونہ ہوں گے۔اور اس قدر موت ہوگی کہ خون کی نہریں چلیں گی اور موت سے پرند چرند بھی باہر نہیں ہوں گے۔اور زمین پر اس قدر تباہی آئیگی کہ اس روز سے کہ انسان پیدا ہوا ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہوگی]]۔(حقیقۃ الوحی ص۲۵۶)

[[اگر میں نہ آیا ہوتا تو بلاؤں میں کچھ تاخیر ہو جاتی پر میرے آنے کے کیساتھ خدا کے غضب کے وہ مخفی ارادے جو ایک بڑی مدت سے مخفی تھے ظاہر ہو گئے]]۔(صفحہ مذکورہ)

ان حقائق کے بعد قارئین خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مرزا قادیانی کا دعویٰ رحمۃ العالمینی کس درجہ غلط فہمی پر مبنی تھا۔ اور حضور سرورکون ومکاں اور میرزا صاحب کے درمیان اتنا ہی فرق ہے جتنا جنت دوزخ کے درمیان فاصلہ ہے۔ البتہ یہ صحیح ہے کہ

محمد رحمۃ للعالمین ہیں   تو میرزا رحمۃ للمومنین ہیں

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

(روزنامہ زمیندار اگست ۱۹۳۷ء)

علماء اہل حدیث کی قادیانیت نوازی

حافظ ابو ابراہیم محمد نصر اللہ

ہم اہل سنت والجماعت امن پسند لوگ ہیں ہم نے کبھی کسی پر جارحانہ حملہ نہیں کیا ہم صرف اپنا دفاع کرتے ہیں۔ہم امن پسند ضرور ہیں لیکن بے غیرت نہیں اگر کوئی ولی نبی یا صحابہ واہل بیت کرام کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرے تو ہم رب کی سنت پر عمل کرتے ہوئے فوری کاروائی کرتے ہیں نبی ولی صحابہ اور اہل بیت کرام کی بے ادبی کرنے والا چاہے عالم، مفتی ہو یا پیر ہو بھائی بہن ہوں یا ماں باپ اور رشتہ دار ہوں کسی کی پرواہ نہیں کرتے فوراً ان کو منہ توڑ دندان شکن جواب دینا اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں کے لئے ننگی تلوار ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی محبت تمام لوگوں سے زیادہ ہونا ایمان کامل ہونے کی دلیل ہے۔

محمد کی محبت خون کے رشتوں سے بالا ہے یہ رشتہ دنیوی قانون کے رشتوں سے بالا ہے

اہل سنت اور دیگر مذاہب باطلہ میں فرق یہ ہے کہ وہ اپنے مولویوں اور لیڈروں کا دفاع کرتے ہیں چاہے شان رسالت پر حرف آئے یا شان ولایت پر لیکن اہل سنت رسول اللہ ﷺ اور حضور کے غلاموں کا دفاع کرتے ہیں اور اسمیں کسی کی رعایت نہیں کرتے۔اپنا ہو یا بیگانہ سب پر ایک ہی فتویٰ ہے۔غیروں کی نظر میں ہمارا سب سے بڑا جرم یہی ہے اس لئے وہ ہمیں بدنام کرنے کے لئے طرح طرح کی الزام تراشیاں کرتے ہیں کبھی ہمیں مشرک اور بدعتی کہتے ہیں کبھی ہمارا نام قبوری رکھتے ہیں اور کبھی کہتے ہیں ان کے استاد مرزائی تھے کبھی کہتے ہیں امام احمد رضا نے مرزائیوں کے خلاف کوئی کام نہیں کیا مقامِ حیرت ہے کہ جس شخصیت ساری زندگی بدمذہبوں اور مرزائیوں کے ساتھ تحریری تقریری جہاد کرتے ہوئے گذری اُس کے متعلق کہا جارہا ہے کہ اس نے مرزائیوں کے خلاف کوئی کام نہیں کیا اور جنہوں نے مرزا قادیانی کے لئے میدان صاف اور اُس کے لئے قصر نبوت میں چوردروازہ رکھا ان کو ہیرو بنا کر پیش کیا جارہا ہے۔

عبد الغفور اثری اہل حدیث کی گپ

چنانچہ سیالکوٹ شہر کی جماعت اہل حدیث کے جامعہ ابراہیمیہ نے ایک کتاب شائع کی ,,حنفیت اور مرزائیت،، جسکے مصنف کا نام عبد الغفور اثری ظاہر کیا گیا ہے اس کے ص:۱۵۲ پر لکھا ہے کہ (یہ بات بڑی حیران کن ہے کہ بریلویوں کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خاں صاحب نے اپنی زندگی کے ۳۰ سالہ دور یعنی مرزا کے دعویٰ ۱۸۹۱ ء سے لیکر اپنی ۱۹۲۱ء تک کبھی بھی مرزا قادیانی یا کسی مرزائی کے ساتھ تحریری یا تقریری مناظرہ و مباحثہ وغیرہ نہیں کیا اور نہ

ہی مرزا قادیانی نے آپ کا نام لیکر مباحثہ یا مباہلہ کا چیلنج کیا۔

یہ تحریر وہابی مولویوں کی جہالت کا بین ثبوت ہے کہ امام اہل سنت نے مرزائیوں کا رد نہیں کیا اور نہ ان کے رد میں کوئی کتاب لکھی ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے قادیانی دجال مرزا غلام احمد کی تردید میں سب سے پہلے جس شخصیت نے قلم اُٹھایا وہ بریلی کے تاجدار امام اہل سنت حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بابرکات ہے۔

برصغیر پاک و ہند کے نامور محقق، مصنف، ماہر تعلیم مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں!

[[محدث بریلوی کے عہد میں احمدی جماعت بھی وجود میں آئی۔ اس کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی تھے جو ۱۲۵۰ھ/۱۸۳۵ء میں محدث بریلوی کی ولادت سے تقریباً بیس سال قبل قادیان (مشرقی پنجاب۔ بھارت) میں پیدا ہوئے انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا اور ۱۸۸۲ء میں اپنی دعوت کا آغاز کیا۔ عرصہ دراز بعد ۱۸۹۱ء میں پہلے پہل حکیم نور الدین نے بیعت کی اس طرح یہ سلسلہ چل نکلا اور غیر منقسم ہندوستان ایک نئے فتنے سے دوچار رہا۔ مرزا نے انگریزوں کی حمایت پر بڑا زور دیا اور جہاد کا جذبہ مٹایا۔ اعلانِ نبوت سے انگریز اور ہندو دونوں خوش تھے۔ انگریز اس لئے کہ ہندوستان میں ایسے وقت ان کا حامی اور مددگار پیدا ہوا جب ان کو اس کی سخت ضرورت تھی اور ہندو اس لئے کہ مکہ معظمہ کے بجائے قادیان دین کا مرکز ٹھہرا، کیوں کہ ان کو یہ شکایت تھی کہ مسلمان رہتے تو ہندوستان میں ہیں اور بات مکہ مکرمہ کی کرتے ہیں۔ محدث بریلوی نے اس نئے فتنے کی طرف فوری توجہ دی متعدد فتوے صادر کر کے ان کی تکفیر کی اور مندرجہ ذیل رسائل ان کے افکار و خیالات پر محققانہ تنقید کی اور تعاقب کیا۔

(۱) الصارم الربانی علی اسراف القادیانی (۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء

(۲) جزاء اللہ عدوہ بآبائہ ختم النبوۃ (۱۳۱۶ھ/۱۸۹۸ء)

(۳) السوء العقاب علی المسیح الکذاب (۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء

(۴) قہر الدیان علی مرتد بقادیان (۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء)

(۵) المبین ختم النبیین (۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء)

محدث بریلوی کی انہیں مساعی کے پیش نظر مولوی محمد ضیاء الدین نے مسدس توضیح میں یہ شعر کہا ہے

وہ احمد رضا زمانے میں یکتا اسی سے دبا قادیانی کا فتنہ

(محدث بریلوی ص:۵۶-۵۷)

امام اہل سنت کی ردمرزائیت میں آخر الذکر کتاب ۱۹۰۸ء میں شائع ہوئی اور ۱۹۰۸ء میں مرزا جہنم رسید ہوگیا یعنی امام اہل سنت تادم آخر قادیانی دجال کا تعاقب اور رد کرتے رہے۔ فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص: ۸۱ میں مرزا کے متعلق فتویٰ دیا (مَنْ شَكَّ فِي كُفْرِهِ وَعَذَابِهِ فَقَدْ كَفَرَ) جس نے مرزا کے کفر اور عذاب میں شک کیا وہ کافر ہوگیا۔

,,حنفیت اور مرزائیت،، کا مصنف عبد الغفور اثری سیالکوٹی اور کچھ نہیں صرف اعلیٰ حضرت کی کتاب ,,حسام الحرمین،، ہی دیکھ لیتا تو جھوٹ بول کر ذلیل نہ ہوتا امام اہل سنت نے ۳۵ علمائے حرمین کے سامنے جو چار عالموں کی کفریہ عبارتیں پیش کیں تھیں اور انہوں نے ان عبارتوں پر فتویٰ کفر دیا تھا ان میں سرفہرست مرزا قادیانی تھا۔

ردقادیانیت میں امامِ اہل سنت کا کردار

اعلیٰ حضرت کا علمائے حرمین سے استفتاء

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان حضرات کی کفریہ عبارتیں علمائے حرمین کے سامنے پیش کر کے پوچھا تھا آیا یہ لوگ اپنی ان باتوں میں ضروریات دین کے منکر ہیں۔ اگر منکر ہیں اور مرتد کافر ہیں تو آیا مسلمان پر فرض ہے کہ انہیں کافر کہیں جیسا کہ تمام منکران ِضروریاتِ دین کا حکم ہے جن کے بارے میں علمائے معتمدین نے فرمایا ''جو ان کے کفر وعذاب میں شک کرے خود کافر ہے،، جیسا کہ ''شفاء السقام، وبزازیہ، ومجمع الانہر، ودرمختار وغیرہا روشن کتابوں میں ہے اور جو ان میں شک کرے یا انہیں کافر کہنے میں تامل کرے یا ان کی تعظیم کرے یا ان کی تحقیر سے منع کرے تو شرع میں ایسے شخص کا کیا حکم ہے۔ ''المعتمد المستند،، میں اولاً یہ تحقیق ہے کہ بدعت کفریہ والا یعنی ہر وہ شخص کہ دعویٰ اسلام کے ساتھ ضروریات دین میں کسی چیز کا منکر ہو یقیناً کافر ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنے اور اس کے جنازہ کی نماز پڑھنے اور اس کے ساتھ شادی بیاہ کرنے اور اس کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانے اور اس کے پاس بیٹھنے اور اس سے بات چیت کرنے اور تمام معاملات اس کا حکم بعینہٖ وہی ہے جو مرتدوں کا ہے جیسا کہ کتب مذاہب مثال ہدایہ، درمختار وفتاویٰ عالمگیری وغیرہ میں تصریح ہے اور چاہئے کہ ہم گنائیں اُن اشقیاء میں سے بعض فرقے جو ہمارے شہروں اور زمانہ میں پائے جاتے ہیں اس لئے کہ فتنے سخت صدمہ رساں ہیں اور زمانہ کی وہ حالت ہے جیسی صادق ومصدوق ﷺ نے خبر دی تھی، کہ آدمی صبح کو مسلمان ہوگا اور شام کو کافر اور شام کو مسلمان ہے اور صبح کو کافر اور دنیا کے بدلے اپنا دین بیچ دے گا (العیاذ باللہ۔ مسلم حدیث :۱۱۸ مشکوٰۃ حدیث:۵۳۸۳) تو ان کافروں کے کفر پر آگاہی لازم ہے جو اسلام کے نام کو اپنا پردہ بنائے ہوئے ہیں۔

فرقہ مرزائیہ

ان میں ایک فرقہ مرزائیہ ہے اور ہم نے ان کا نام غلامیہ رکھا ہے غلام احمد قادیانی کی نسبت وہ ایک دجال ہے جو اس زمانہ میں پیدا ہوا کہ ابتداء مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا اور واللہ اُس نے سچ کہا وہ مسیح دجال کذاب کا مثیل ہے پھر اُسے اور اونچی چڑھی اور وحی کا ادعا کیا اور واللہ وہ اس میں بھی سچا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ دربارۂ شیاطین فرماتا ہے ﴿ایک ان کا دوسرے کو وحی کرتا ہے بناوٹ کی بات دھوکے کی﴾ (سورۃ الانعام آیت ۱۱۲)۔ رہا اس کا اپنی وحی کو اللہ سبحانہ کی طرف نسبت کرنا اور اپنی کتاب براہین غلامیہ کو اللہ کی کتاب بتانا یہ بھی شیطان ہی کی وحی سے ہے کہ لے مجھ سے اور نسبت کر رب العالمین کی طرف پھر دعویٰ نبوت کی صاف تصریح کردی اور لکھ دیا اللہ وہی ہے جس نے اپنا رسول قادیان میں بھیجا اور زعم کیا کہ ایک آیت اس پر یہ اتری ہے کہ ہم نے اُسے قادیان میں اتارا اور حق کے ساتھ اُتارا۔ اور زعم کیا کہ وہی احمد ہے۔ جن کی بشارت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی اور اُن کا یہ قول جو قرآن مجید میں مذکور ہے ﴿میں بشارت دیتا آیا ہوں اس رسول کی جو میرے بعد تشریف لانے والے ہیں جن کا نام پاک احمد ہے﴾ اس سے میں ہی مراد ہوں اور زعم کیا کہ اللہ نے اس سے کہا ہے کہ اس آیت کا مصداق تو ہی ہے ﴿کہ اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے سب دینوں پر غالب کرے﴾ پھر اپنے نفس لئیم کو بہت انبیاء اور مرسلین علیہم السلام سے افضل بتانا شروع کیا اور گروہ انبیاء علیہم السلام سے کلمۃ خدا اور روح خدا اور رسول خدا عیسیٰ علیہ السلام کو تنقیص شان کیلئے خاص کر کے کہا

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے اور جب کہ اس سے موخذہ ہوا کہ اپنے آپ کو رسول خدا عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا مثیل بتاتا ہے تو وہ عقل کو حیران کردینے والے معجزے کہاں ہیں جو عیسیٰ علیہ السلام کیا کرتے تھے۔ جیسے مردوں کو جلانا اور مادرزاد اندھے اور بدن بگڑے کو اچھا کرنا اور مٹی سے پرندہ کی ایک صورت بنانا پھر اس میں پھونک مارنا اُس کا حکم خدا عزوجل سے پرندہ ہوجانا تو اس کا یہ جواب دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام یہ باتیں مسمریزم سے کرتے تھے (کہ انگریزی میں ایک قسم کے شعبدے کا نام ہے) اور لکھا کہ میں ایسی باتوں کو مکروہ نہ جانتا تو میں بھی کر دکھاتا اور جب پیشین گوئی کرنے کی عادت اُسے پڑی ہوئی ہے اور پیشین گوئیوں میں اس کا جھوٹ نہایت کثرت سے ظاہر ہوتا ہے تو اپنی اس بیماری کی یہ دوا نکالی کہ پیشین گوئیاں جھوٹی جانا کچھ نبوت کے منافی نہیں کہ پہلے چار سو (۴۰۰) انبیاء کی پیشین گوئیاں جھوٹی ہوچکی ہیں اور سب میں زیادہ جس کی پیشین گوئیاں جھوٹی ہوئیں وہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور یونہیں شقاوت کی سیڑھیاں چڑھتا گیا یہاں تک کہ انہیں جھوٹی پیشین گوئیوں میں سے واقعہ حدیبیہ کو گنا

دیا تو اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اُس پر جس نے ایذا دی رسول اللہ ﷺ کو اور اللہ تعالیٰ کی لعنت اُس پر جس نے کسی نبی کو ایذا دی اور اللہ تعالیٰ کی درودیں اور برکتیں اور سلام اُس کے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام پر اور جب کہ اُس نے چاہا کہ مسلمان زبردستی اُس کو ابن مریم بنالیں اور مسلمان اس پر راضی نہ ہوئے اور عیسیٰ علیہ السلام کے فضائل انہوں نے پڑھنا شروع کیے تو لڑائی کے لئے اُٹھا اور عیسیٰ علیہ السلام میں عیب اور خرابیاں بیان کرنا شروع کیں۔

یہاں تک کہ اُن کی والدہ ماجدہ تک ترقی کی جو صدیقہ ہیں اور غیر خدا سے بے علاقہ اور جو اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی گواہی سے چنی ہوئی اور ستھری اور بے عیب ہیں۔ اور تصریح کردی کہ یہودی جو عیسیٰ اور اُن کی ماں پر جو طعن کرتے ہیں اُن کا ہمارے پاس کچھ جواب نہیں نہ ہم اصلاً ان پر رد کرسکتے ہیں اور ان پاک بتول کو اپنی طرف سے اپنے خبیث رسالوں میں جابجا وہ عیب لگائے کہ مسلمان پر جن کا نقل کرنا بھی گراں ہے اور تصریح کردی کہ عیسیٰ کی نبوت پر کوئی دلیل نہیں بلکہ متعدد دلیلیں اُن کے بطلانِ نبوت پر قائم ہیں پھر اس خوف سے کہ تمام مسلمان اس سے نفرت کرجائیں گے یوں اپنے کفر پر پردہ ڈالا کہ ہم انہیں صرف اس وجہ سے نبی مانتے ہیں کہ قرآن مجید نے انہیں انبیاء میں شمار کردیا ہے۔ پھر پلٹ گیا اور بولا کہ ان کی نبوت کا ثبوت ممکن نہیں اور اِس کے اس قول میں جیسا کہ دیکھ رہے ہو قرآن مجید کا بھی جھٹلانا ہے کہ اُس نے ایسی بات فرمائی جس کے بطلان پر دلائل قائم ہیں ان کے سوا اس کے کفریات ملعونہ اور بہت ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس کے اور تمام دجالوں کے شر سے پناہ دے۔

علماء اہل حدیث کی قادیانیت نوازی اور دورنگی

یہ بات یاد رہے کہ جیسے علماء دیوبند نے مرزا قادیانی کے لئے میدان تیار کیا اور اس نے جب دعویٰ نبوت کردیا تو اس کے خلاف ہوگئے ایسے ہی مرزائیوں کی سب سے پہلے حمایت کرنے والے بھی علماء اہل حدیث ہی تھے بعد میں اپنی اس غلطی پر پردہ ڈالنے یا لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے مرزا کی تردید شروع کردی جیسے امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے شیعہ تھے لیکن اپنے اس عیب کو چھپانے کے لئے امام حسین کے محب بنتے ہیں اور ان کا ماتم بھی یہی لوگ کرتے ہیں۔

امام احمد رضا پر قادیانیت نوازی کا الزام ثابت کرنے کے لئے ظہیر اور عبد الغفور اثری کو ایک دلیل بھی نہ مل سکی تو ایک جھوٹی دلیل گھڑی اور آپ اس دلیل کا حشر دیکھ چکے ہیں اب آؤ اہل حدیثوں کی قادیانیت نوازی کی سچی دلیلیں سنو۔

ثناء اللہ امرتسری

وہابیوں کے مشہور مناظر گذرے ہیں ظہیر صاحب نے اس کے متعلق لکھا ہے!

شیخ الاسلام والمسلمین و کیل ملة الاسلامیة مناظر اسلام جنہوں نے تمام باطل فرقوں، قادیانیوں، آریہ، ہندو، مجوس اور عیسائیوں وغیرہم کے منہ میں سکوت کی لگام ڈال دی۔ (البریلویہ ص:۱۷۸)

ناظم اعلیٰ جمعیت اہل حدیث پاکستان حافظ ساجد میر صاحب کتاب ,,حنفیت اور مرزائیت،، کے ص:۱۵ پر تقدیم میں رقمطراز ہیں:

قادیانی و لاہوری مرزائیت کی فتنہ سامانیوں اور دسیسہ کاریوں کا پردہ چاک کرنے والے نامور اہل حدیث علماء میں بالخصوص حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی، حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری اور حضرت مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کی کاوشیں اور علمی جدوجہد تاریخ کا حصہ ہیں۔

قارئین کرام! جن تینوں حضرات کا حافظ ساجد میر نے ذکر کیا ہے ان میں سے ایک ثناء اللہ امرتسری جسے ظہیر صاحب شیخ الاسلام والمسلمین کا لقب دیا ہے مرزائی امام کے پیچھے نماز جائز ہونے کا فتوی دیا ہے۔

ثناء اللہ امرتسری کے نزدیک مرزائیوں کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے

[[مرزائی کو امام بنانا ازروئے حدیث شریف جائز نہیں ہے (اجعلوا آئمتکم خیارکم) اپنے میں سے اچھے لوگوں کو امام بنایا کرو۔ بنانے کا گناہ الگ رہا۔ نماز ادا ہو جائے گی۔ حدیث میں ہے (صلوا خلف کل بر وفاجر) ہر نیک وبد کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو۔ یعنی اگر وہ جماعت کرا رہا ہو تو مل جاؤ۔ وارکعوا مع الراکعین]]۔ (اخبار اہل حدیث امرتسر ص:۱۱ کالم ۲، ۳۱ مئی ۱۹۱۲ء)

شیعوں اور مرزائیوں کے پیچھے نماز جائز

ثناء اللہ امرتسری صاحب اپنا مذہب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں!

[[میرا مذہب اور عمل ہے کہ ہر کلمہ گو کے پیچھے اقتداء جائز ہے چاہے وہ شیعہ ہو یا مرزائی]]۔ (اخبار اہل حدیث امرتسر ص:۶، ۱۶ اپریل ۱۹۱۵ء)

انام نہاد اہل حدیثوں سے کوئی پوچھے کہ نماز مسلمان کے پیچھے ہوتی ہے یا کافر کے پیچھے اور اگر مرزائیوں کے پیچھے نماز درست ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ مرزائی مسلمان ہیں۔ اور کافر کو مسلمان سمجھنے والا اپنے ایمان کی خبر لے۔ اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ اہل حدیث بے وقوف قوم ہے جو سنی بریلوی مسلمانوں کو مشرک کہتی ہے اور مرزائیوں کو مسلمان۔

ثناء اللہ امر تسری کی حدیث میں تحریف

پہلے آپ نے ظہیر صاحب کی فریب کاری پڑھی کہ اُنھوں نے امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کو قادیانی ثابت کرنے کے لئے کیسا جھوٹ بولا اب ظہیر صاحب کے شیخ ثناء اللہ امر تسری کی فریب کاری ملاحظہ ہو!

حدیث کے الفاظ یہ تھے (الصلاۃ واجبۃ علیکم خلف کل مسلم برا کان او فاجرا وان عمل الکبائر) اور ہر مسلمان کے پیچھے تم پر نماز واجب ہے نیک ہو یا بد اگر چہ گناہ کبیرہ کرے۔ (ابو داود حدیث ۲۵۳۳ کتاب الجہاد، مشکوۃ حدیث: ۱۱۲۵ کتاب الصلاۃ باب الامامۃ)

لیکن چونکہ ثناء اللہ امر تسری کو مرزائیوں سے پیار تھا اس لئے اُس نے حدیث سے "کل مسلم" کا لفظ شیر مادر سمجھ کر حذف کر دیا تا کہ اُس کی قادیانیت نوازی اور دوستی میں فرق نہ آئے۔ حدیث شریف میں اتنی واضح تحریف کرنے کے باوجود بھی اگر یہ اہل حدیث ہیں تو پھر بتایئے منکر حدیث کون ہے۔

حدیث کا صحیح مفہوم

اب سنو شیخ القرآن والحدیث مفتی احمد یار خاں صاحب سے حدیث کا صحیح مفہوم اور قادیانیوں کے متعلق اُن کا عقیدہ لکھتے ہیں!

]] فقہاء فرماتے ہیں کہ فاسق کو امام بنانا منع لیکن اگر وہ امام بن چکا ہو تو اس کے پیچھے نماز جائز، اس مسئلہ کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ خیال رہے کہ یہاں فاسق سے مراد بد عمل ہے نا کہ بد مذہب، لہذا قادیانی، چکڑالوی، شیعہ امام کے پیچھے ہرگز نماز جائز نہیں، نیز اگر فاسق نماز میں کوئی ایسی بد عملی کر رہا ہے جس سے خود اس کی نماز مکروہ تحریمی ہو رہی ہے اس کے پیچھے بھی نماز جائز نہیں، جیسے کوئی سونا یا ریشم پہن کر یا داڑھی منڈائے نیکر پہنے، گھٹنا کھولے نماز پڑھائے کیونکہ جو نماز مکروہ تحریمی فعل کے ساتھ ادا کی جائے اس کا لوٹانا واجب ہے یہاں حدیث میں فاسق سے مراد وہ ہے جو نماز میں فسق نہ کر رہا ہو جیسے جھوٹا یا غیبت کرنے والا آدمی کہ وہ یہ جرم نماز میں نہیں کرتا۔ (مراۃ شرح مشکوۃ ج ۲ ص ۲۰۰:)

حدیث میں خیانت کا جرم صرف ظہیر یا امر تسری صاحب تک محدود نہیں بلکہ تقریباً اہل حدیثوں کی پوری جماعت ہی جھوٹوں فراڈیوں اور گستاخوں کی جماعت ہے۔ دیو بندیوں اور اہل حدیثوں کے جھوٹوں اور گپوں پر مشتمل ایک کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ یہ اولیاء کرام کی گستاخیاں کر کے اور مسلک حق اہل سنت پر الزام تراشیاں کر کے ہمیں بولنے پر مجبور کرتے ہیں انہوں نے کتاب "حنفیت اور مرزائیت" ص ۶۸-۶۹ پر امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو مرزا

قادیانی کے ''امام اعظم'' لکھا ہے (نعوذ باللہ) کیا یہ معمولی گستاخی ہے ہم ایسی گستاخیوں اور بے ادبیوں پر کیسے خاموش رہیں۔ ہم اللہ کے ولیوں کے اماموں کے امام کا دفاع کرنا اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں اور ان گستاخوں کو بتادینا چاہتے ہیں

؎ کلک رضا ہے خنجر خونخوار برق بار اعداء سے کہدو خیر منائیں نہ شر کریں

ثناء اللہ امرتسری کا مرزائیوں کے پیچھے نماز پڑھنا

سیکریٹری جمعیت مرکزیہ اہل حدیث ہند لاہور عبد العزیز صاحب ثناء اللہ صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں!

☆ آپ نے چکڑالویوں کی صدارت میں تقریر کی مناظرہ کیا اس سے آپ چکڑالوی کیوں نہیں ہوئے؟

☆ آپ نے لاہوری مرزائیوں کے پیچھے نماز پڑھی آپ مرزائی کیوں نہیں؟

☆ آپ نے فتوی دیا کہ مرزائیوں کے پیچھے نماز جائز ہے اس سے آپ خود مرزائی کیوں نہیں؟

☆ آپ نے مرزائیوں کو عدالت میں مرزائی وکیل کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے مرزائیوں کو مسلمان مانا اس سے آپ مرزائی کیوں نہیں؟ (فیصلہ مکہ ص:۳۶)

مرزائی کو مرحوم لکھا

ثناء اللہ امرتسری نے ڈاکٹر بشارت احمد مرزائی کو مرحوم لکھا۔ (اخبار اہل حدیث امرتسر ص:۶ -۳۰ اپریل ۱۹۴۳ء)

مرزائی اسلامی فرقہ ہے

ثناء اللہ امرتسری نے مرزائیوں کو اسلامی فرق لکھا ہے۔ (اخبار اہل حدیث امرتسر ص:۳ -۱۶ اپریل ۱۹۱۵ء)

مرزائن سے نکاح جائز ہے

غیر مقلدوں کے شیخ ثناء اللہ امرتسری نے مرزائن سے نکاح جائز قرار دیا ہے۔ اصل جواب درج ہے۔

اگر عورت مرزائن ہے تو اور علماء کی رائے ممکن ہے مخالف ہو میرے ناقص علم میں نکاح جائز ہے۔ (اخبار اہل حدیث امرتسر ص: ۱۳ - ۲ نومبر ۱۹۳۴ء)

جب وہابیوں کے شیخ الاسلام نے مرزائن سے نکاح کے جواز کا فتوی دیا تو وہابیوں نے اس پر عمل تو ضرور کیا ہوگا۔ کیونکہ وہ اپنے امام کی اندھی تقلید کرتے تھے۔ اس فتویٰ کے پڑھنے سے پہلے میں سوچتا تھا کہ وہابی قرآن وحدیث پڑھنے کے باوجود نبیوں ولیوں کے اتنے گستاخ کیوں ہیں حالانکہ قرآن میں تو ان کی شانیں بیان کی گئی ہیں تو فتویٰ پڑھ بات سمجھ میں آ گئی کہ یہ ان کا قصور نہیں ہے دراصل ان کے اندر مرزائیوں کا خون گردش کررہا ہے۔ جو گندگی اندر ہے وہ زبان کے ذریعے ظاہر ہورہی ہے۔ كُلُّ إِنَاءٍ يَتَرَشَّحُ بِمَا فِيهِ

محمد حسین بٹالوی کے نزدیک ثناء اللہ امرتسری مرزائی ہے خود لکھتے ہیں!

[[مولوی محمد حسین بٹالوی مجھے مرزائی قرار دیتے ہیں]]۔(اخبار اہل حدیث امرتسر ص:۱۲ - ۸ اکتوبر ۱۹۰۹ء)

مرزا قادیانی کا بچپن کا دوست اور ہم سبق محمد حسین بٹالوی اہل حدیث

مولوی محمد حسین بٹالوی اہل حدیث مرزا قادیانی کا بچپن کا دوست اور ہم سبق تھا۔ مرزا قادیانی نے بٹالہ میں محمد حسین بٹالوی سے ملاقات اس سے کہا میری خواہش ہے کہ قادیان چھوڑ کر کسی شہر میں قسمت آزمائی کروں تو مولوی محمد حسین بٹالوی نے کہا کہ اگر لاہور کا قیام پسند ہو تو وہاں میں ہر طرح سے تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔ مولوی محمد حسین بٹالوی اہل حدیث اس وقت اہل حدیث کی مسجد چینیاں لاہور میں خطیب تھے۔ مرزا نے لاہور آ کر انہی کے پاس مسجد چینیاں میں قیام کیا (اسی مسجد میں بعد میں احسان الٰہی ظہیر خطیب رہے۔) مرزا نے مولوی محمد حسین بٹالوی اہل حدیث سے کہا میں غیر اسلامی ادیان کے رد میں ایک کتاب لکھنا چاہتا ہوں لیکن اصل مشکل یہ ہے کہ تالیف کے لئے سرمایہ کی ضرورت ہے اور اپنے پاس روپیہ نہیں ہے۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے کہا۔ تم لاہور میں کام شروع کرو اور اس مقصد کو مشتہر کرو میں بھی کوشش کروں گا۔ (بائیس جھوٹے نبی از نثار احمد خاں فتحی دیوبندی ص ۱۱۴)

اس سے ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی احسان الٰہی ظہیر کے بزرگوں کا گہرا دوست اور ہم سبق تھا اور انہوں نے اس کی مالی مدد بھی اور اس کے ساتھ پورا تعاون کیا۔

جماعت اہل حدیث کے کثیر التعداد لوگ مرزائی ہو گئے

اہل حدیثوں کے نامور علماء میں سے شیخ ابراہیم میر سیالکوٹی نے ۱۹۴۹ء کو لاہور اہل حدیث کانفرنس میں خطبہ صدارت دیتے ہوئے کہا!

[[جماعت اہل حدیث کے کثیر التعداد لوگ قادیانی ہو گئے تھے جس کی مختصر کیفیت یہ ہے۔ کہ ابتداء میں محمد حسین بٹالوی نے مرزا غلام احمد قادیانی کو الہامی مان کر ان کی موافقت کی اور ان کی تائید میں اپنے رسالہ "اشاعۃ السنۃ" میں زوردار مضامین بھی لکھتے رہے۔ جس سے جماعت اہل حدیث کے معزز افراد مرزا صاحب کی بیعت میں داخل ہو گئے]]۔ احتفال الجمہور ص:۲۳

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

دامن کو زرا دیکھ

محمد اختر رضا القادری

تاریخ اسلام میں کبھی بھی اختلافی نہ رہنے والے اسلام کے بنیادی عقیدہ "عقیدہ ختم نبوت" کے معنی ہیں کہ سلسلہ نبوت خاتم المرسلین ﷺ پر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ختم ہو چکا ہے جس کو قرآن کریم یوں بیان فرماتا ہے کہ! **ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول الله و خاتم النبیین** ۱؎ (اے لوگو) محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہاں وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے (سب سے آخری نبی) ہیں۔

اور خاتم الانبیا ﷺ فرماتے ہیں لا نبی بعدی ۲؎ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ اور حدیث مبارکہ سے اُمت مرحومہ نے ہمیشہ اسکے ظاہری معنی ہی مراد لیے ہیں اور یہی معنی سمجھے اور بیان فرمائے ہیں کہ قیامت تک کسی کو نبوت کا ملنا محال ہے چنانچہ فتاوٰی عالمگیری میں ہے کہ **اذا لم یعرف الرجل ان محمدا** ﷺ **آخر الانبیاء فلیس بلم لانہ من الضروریات** (۳) یعنی جو شخص یہ نہ جانے کہ محمد ﷺ تمام انبیاء کرام میں سب سے پچھلے نبی ہیں وہ مسلمان نہیں کہ ضروریات دین سے ہے۔ ضروریات دین کی وضاحت فرماتے ہوئے حجۃ الاسلام شہزادہ اعلیٰ حضرت علامہ محمد حامد رضا خان قادری برکاتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ! [[ضروریات دین جن کا منکر کافر ان کا ثبوت قرآن عظیم یا حدیث تواتر یا اجماع قطعی قطعیات الدلالات واضحۃ الافادات سے ہوتا ہے جن میں نہ شبہے کو گنجائش نہ تاویل کو راہ]] ۴؎

امام اہل سنت الشاہ احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ! [[آیہ کریمہ **ولکن رسول الله و خاتم النبیین** مثل حدیث متواتر **لا نبی بعدی** قطعاً عام اور اس میں مراد استغراق تام اور اس میں کسی قسم کی تاویل و تخصیص نہ ہونے پر اجماع اُمت خیر الانام علیہ وعلیہم الصلوۃ والسلام یہ ضروریات دین سے ہے اور ضروریات دین میں کوئی تاویل یا اس کے عموم میں کچھ قیل و قال اصلاً مسموع نہیں]] ۵؎

اگر کوئی بھی شخص حضور سید عالم ﷺ کے بعد کسی بھی قسم کے نبی ہونے کو جائز مانے تو وہ آیت مبارکہ **ولکن رسول الله و خاتم النبیین** کا انکار کرتا ہے۔ اور یہ بات مسلّم کہ قرآن کریم کے ایک حرف کا انکار تمام قرآن کا انکار ہے جیسا کہ تفسیر ابن جریر میں مروی ہے کہ! **عن عبد الله رضی الله عنه قال کان من کفر بحرف من القرآن او بایة فقد کفر به کلمه** یعنی قرآن کی ایک آیت یا ایک حرف کا

بھی کوئی انکار کرے تو گویا اس نے تمام قرآن کا انکار کر دیا۔[6]

جب ایک حرف کا انکار پورے قرآن کا انکار ہے تو ایک پوری آیت کا انکار کس طرح جائز ہو گا۔ مخبر صادق خاتم الانبیا ﷺ فرماتے ہیں کہ![[**وانه سیکون فی أمتی کذابون ثلاثون کلهم یزعم انه نبی وانا خاتم النبین لا نبی بعدی**]]۔[7] عنقریب میری اُمت میں تیس جھوٹے (نبوت کے دعویدار) پیدا ہوں گے ان میں ہر ایک نبی ہونے کا دعویٰ کرے گا حالانکہ میں سب سے آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

نبوت کا دروازہ تو اب بند ہو گیا مگر ایک اور دروازہ کھل گیا جس سے تیس جھوٹوں کو نکلنا ہے اور اس وقت تک کھلا رہے گا جب تک تیس جھوٹے پیدا نہیں ہوتے۔ اب جب بھی کوئی جھوٹا نبوت کا دعویٰ کرے تو اسے پرکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ میرے سچے نبی نے فرمادیا کہ لا نبی بعدی میرے بعد کوئی نبی نہیں اور اس جھوٹے سے دعویٰ یا معجزہ طلب کرنا کفر ہے۔ ان جھوٹوں میں سب سے بڑا کذاب بندہ برطانیہ مرزا غلام احمد قادیانی ہے جو کہ استعمار کی پیداوار ہے جس نے ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور ۱۹۰۱ء میں نبوت کا۔

اس برٹش برانڈ نبی کے دعویٰ نبوت سے پہلے ہی حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۸۹۰ء میں حج کے موقعہ پر حجاز مقدس میں مستقل سکونت کا ارادہ فرمایا تو اس وقت کے معروف بزرگ (جو اکابرین علماء دیوبند کے پیر بھی ہیں) حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو مشورہ دیا کہ آپ وطن تشریف لے جائیں کیونکہ ہند میں ایک بہت بڑا فتنہ اُٹھنے والا ہے اس وقت اگر آپ خاموش بھی بیٹھے رہیں تو علماء اس فتنہ کی زد سے محفوظ رہیں گے چنانچہ آپ واپس تشریف لے آئے۔[8]

۱۸۸۰ء سے ۱۸۸۴ء تک مرزا غلام احمد قادیانی نے ''براہین احمدیہ'' نامی کتاب کے چار حصے شائع کئے جن کی ضخامت تقریباً ۳۵۶ صفحات ہے جبکہ ۱۸۷۹ء میں اس کتاب کے پچاس جلدوں پر مشتمل ہونے کا اشتہار دیا تھا اور اس کی اشاعت کیلئے چندہ کی اپیل کی تھی۔ اس کتاب کی اشاعت کے ساتھ ہی علمائے حق اہلسنت وجماعت اور مشائخ عظام نے مرزا قادیانی کی خوب خبر لی۔ اس پر کفر کے فتوے صادر فرمائے اور اس ملعون کے رد میں کتب لکھیں بعد میں دوسرے فرقوں کے لوگ بھی اس تحریک کا حصہ بنے مرزا قادیانی کی زندگی میں جن علمائے اہلسنت وجماعت نے اسکا رد کیا اور اسے کافر قرار دیا ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی، پیر مہر علی شاہ، مولانا حامد رضا خان بریلوی، پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری، اللہ بخش تونسوی، مولانا غلام دستگیر قصوری، مولانا کرم دین، مولانا غلام

قادر بھیروی، مولانا فقیر محمد جہلمی، مولانا اصغر علی روحی، مولانا رحمت اللہ کیرانوی، مولانا غلام اللہ قصوری، مولانا عبد اللہ گجراتی، پیر ضیا الدین سیالوی، مولانا سید دیدار علی شاہ محدث الوری، مفتی عبد اللہ ٹونکی، پیر معظم الدین مرولہ والہ، پیر محمد حسین مراد آبادی، مفتی عبد الغفار کولیار، مولانا لطف اللہ حیدر آبادی، مولانا عبد اللہ گڑھی پٹھاناں راولپنڈی، مولانا کلیم اللہ مچھیانہ گجرات، پیر خلیل الرحمٰن ہانسوی، مولانا ابو الخیری مجددی دہلوی، قاضی سلطان محمود اعوان گجرات، مولانا غلام محمد گھوی، مولانا عبد السمیع رامپوری، پیر عبد الخالق جہاں خیلاں، پیر عبد الرحمٰن چنوپروی، شیخ نظام الدین بریلوی، پیر سراج الحق کرنالوی، مولانا نواب الدین سنکوہی، پیر سید عبد الغفار باجھ خیلاں، پیر محمد چراغ چکوڑی بھیلوال گجرات، پیر عبد العزیز چاچڑ شریف، خواجہ غلام فرید کوٹ مٹھن شریف، پیر احمد علی بٹالوی، مولانا احمد بھوئی، مولانا عبد اللہ جلو موڑ، مولانا نور احمد ملتانی، مولانا محمد نور الحق شاہ پور، مولانا شاہ عبد العزیز باغبانپوری، مولانا محمد غازی راولپنڈی، مولانا سراج الدین گولڑہ، مولانا غلام مصطفٰے لاہور، مولانا محکم الدین لاہور، مولانا عبد اللطیف افغانی، مولانا جمال الدین راولپنڈی، مولانا محمود الدین ڈی جی خان، مولانا غلام احمد لاہور، مولانا عبد الرحیم واعظ لاہور، مولانا شہاب الدین مرولہ، مولانا فتح محمد جموں۔۹؎

ان علمائے کرام رحم اللہ علیہم کے علاوہ بھی بہت سے علماء اس تحریک کا حصہ ہوں گے جن کے اسمائے گرامی تک صاحب مضمون کی رسائی نہ ہوئی ہوگی۔ اس کے برعکس کچھ علماء وہ بھی تھے جن سے یا جن کی وجہ سے مرزا قادیانی کی خبیث تحریک کو تقویت ملی مگر افسوس کہ آج تاریخ کو مسخ کیا جارہا ہے اور منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے کے مصداق تاریخ رقم کی جارہی ہے۔ اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی جن کا فتویٰ ہے کہ من شک فی عذابہ وکفرہ فقد کفر یعنی جو قادیانی کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ مرزا قادیانی کی کتاب "براہین احمدیہ" جب شائع ہوئی تو مشہور اہل حدیث عالم مولانا محمد حسین بٹالوی صاحب نے اس پر اپنے رسالہ "اشاعت السنہ" ج ۷ میں مفصل ریویو لکھا جو تقریباً پونے دو سو صفحات پر محیط ہے۔۱۰؎

مولانا محمد حسین بٹالوی صاحب مرزا قادیانی کے رفیق و دوست تھے چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ مؤلف براہین احمدیہ (قادیانی) کے حالات وخیالات سے جس قدر ہم واقف ہیں ہمارے معاصرین سے ایسے کم نکلیں گے۔ مؤلف صاحب ہمارے ہم وطن ہی نہیں بلکہ اوائل عمر میں ہمارے ہم مکتب بھی رہے ہیں۔۱۱؎

مسلک اہل حدیث کے مشہور عالم دین مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی صاحب نے لاہور میں کانفرنس منعقدہ ۱۹۴۹ء کے صدارتی خطبے میں فرمایا اس سے پیشتر اسی طرح اختلاط سے جماعت اہل حدیث کے کثیر التعداد لوگ

قادیانی ہو گئے تھے جس کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ ابتداء میں مولانا سعید محمد حسین بٹالوی نے مرزا غلام احمد قادیانی سے ان کو الہامی مان کر انکی موافقت کی اور انکی تائید میں اپنے رسالہ اشاعت السنہ میں زوردار مضامین بھی لکھتے رہے جس سے جماعت اہل حدیث کے معزز افراد مرزا صاحب کی بیعت میں داخل ہو گئے۔۱۲؎

مولانا محمد حسین بٹالوی صاحب نے مرزا قادیانی کی کتاب براہین احمدیہ پر جوریویو لکھا تھا قادیانی آج بھی اسے شائع کر کے مرزائیت کو تقویت پہنچا رہے ہیں۔ اس ریویو سے ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں!

[[یہ کتاب اس زمانہ کی موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی اور آئندہ کی خبر نہیں۔ **لعلی اللہ یحدث بعد ذلک امرا** ۔ اور اس کا موئلف بھی اسلام کی مالی وجانی وقلمی و لسانی وحالی وقالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر مسلمانوں میں بہت کم پائی جاتی ہے ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم سے کم ایک ایسی کتاب بتا دے جس میں جملہ فرقہائے مخالفین اسلام خصوصاً آریہ سماج وبرہمو سماج سے اس زور وشور سے مقابلہ پایا جاتا ہو اور وہ چار ایسے اشخاص انصار اسلام کی نشان دہی کرے جنہوں نے اس کی نصرت مالی وجانی وقلمی ولسانی کے علاوہ حالی نصرت کا بھی بیڑا اٹھایا ہو اور مخالفین اسلام ومنکرین الہام کے مقابلہ میں مردانہ تحدی کے ساتھ یہ دعویٰ کیا ہو کہ جس کو وجود الہام کا شک ہو وہ ہمارے پاس آ کر اسکا تجربہ ومشاہدہ کرے اور اس تجربہ ومشاہدہ کا اقوام غیر کو مزہ بھی چکھا دیا ہو]]۔۱۳؎

اسی "براہین احمدیہ" کے متعلق مولوی محمد لدھیانوی صاحب لکھتے ہیں کہ! [[راقم الحروف مولوی عبد اللہ صاحب ومولوی اسماعیل صاحب نے براہین کو دیکھا تو اس میں کلمات کفریہ انبار در انبار پائے اور لوگوں کو قبل از دوپہر اطلاع کر دی گئی کہ یہ شخص مجدد نہیں بلکہ زندیق اور ملحد ہے]]۔۱۴؎

کس قدر افسوس کی بات ہے کہ علمائے لدھیانہ کو جس کتاب میں کلمات کفریہ انبار در انبار نظر آتے ہیں اسی کتاب میں بٹالوی صاحب کو حمایت اسلام نظر آتی ہے اور فرماتے ہیں کہ! [[براہین احمدیہ ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی۔۱۵؎

اسی براہین احمدیہ کے مصنف مرزا قادیانی کو علمائے لدھیانہ تو زندیق وملحد قرار دیں اور مولانا محمد حسین بٹالوی صاحب اس ملعون کے متعلق فرمائیں کہ! [[اسکا موئلف بھی اسلام کی مالی وجانی وقلمی ولسانی وحالی وقالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر مسلمانوں میں بہت کم پائی جاتی ہے]]۔۱۶؎

مولانا رفیق احمد دلاوری صاحب رقم طراز ہیں کہ! [[براہین کی اشاعت کے زمانہ میں اور اس کے کئی سال بعد تک

مولوی محمد حسین مرحوم بٹالوی مرزا صاحب کے ہم نوالہ وہم پیالہ تھے بلکہ قادیانی تقدس کی بیل دراصل مولوی محمد حسین ہی کی کوششوں سے منڈھے چڑھی تھی]]۔۱۷!

مولانا محمد رفیق دلاوری آگے لکھتے ہیں![[مرزا صاحب نے اعلان کیا تھا کہ میں نے سراج منیر سے ایک کتاب محاسن اسلام پر لکھی ہے اسکی طباعت پر ۱۴۰۰ روپے لاگت آئے گی اور اپیل کی کہ اگر مجھے ۱۴۰۰ روپے عطا کیے جائیں تو میں اس کتاب کو چھپواؤں ۔لوگوں نے خوب چندہ دیا لیکن مرزا صاحب نے ایک خطیر رقم وصول کر لینے کے بعد بالکل خاموشی اختیار کر لی چونکہ براہین احمدیہ کی رقمیں بھی کھائے بیٹھے تھے اس لیے ایک مرتبہ مولوی محمد حسین نے سمجھایا کہ پہلے براہین کی رقمیں تمہارے ذمہ واجب الادا تھیں اب تم نے سراج منیر کا بھی ۱۴۰۰ روپیہ وصول کر کے چپ سادھ لی ہے۔یہ بدمعاملگی بدنامی کا باعث ہے مرزا صاحب نے کچھ حیلے حوالے کر کے بات کو ٹلا دیا۔کسی قدر وقفہ کے بعد مولوی صاحب نے مکرر سمجھایا کہ جب لوگ رقمیں مدت سے دے چکے ہیں تو تم کتاب چھپوا کر لوگوں کی شکایت کیوں دور نہیں کر دیتے؟ یہ ایک دوستانہ ہمدردانہ مشورہ تھا لیکن الہامی صاحب نے اس کو بہت برا منایا اور فرط غیظ میں کہا میں نے تمہاری وساطت سے روپیہ نہیں لیا تھا جو تم خواہ مخواہ بیچ میں کود پڑے ہو اور کہا کہ چندہ دینے والے تو خاموش ہیں اور تم تقاضے کیے جاتے ہو اور اگر ان لوگوں نے تمہیں اپنا وکیل مقرر کیا ہے تو اپنا وکالت نامہ دکھاؤ۔یہ ٹکا سا جواب سن کر مولوی صاحب کلیجہ مسوس کر رہ گئے اور مرزا صاحب سے قطع تعلق کر لیا]]۔۱۸!

رفیق احمد دلاوری صاحب نے اس واقعہ کو پہلی بنائے مخاصمت نام دیا ہے پھر مخاصمت کس طرح آگے بڑھی رئیس قادیاں مرقوم ہے مولانا مشتاق احمد چنیوٹی صاحب لکھتے ہیں کہ![[پنجاب سے مراد علمائے لدھیانہ ہیں جنہوں نے ۱۳۰۱ھ میں سب سے پہلے فتویٰ دیا پھر مولانا غلام دستگیر قصوری ہیں جنہوں نے ۱۳۰۲ھ میں اس پر کفر کا فتویٰ دیا پھر مولانا غلام دستگیر قصوری نے فتویٰ مرتب کر کے ۱۳۰۳ھ میں بلاد عرب میں بھیجا وہاں سے علمائے حرمین نے مرزا قادیانی پر کفر کے فتویٰ کی توثیق کی اور یہ فتویٰ بلاد عرب سے ۱۳۰۵ھ میں واپس ہوا جبکہ مولانا بٹالوی نے ۱۳۰۸ھ کے بعد کہیں جا کر فتویٰ دیا]]۔۱۹!

مسلک اہل حدیث کے ایک اور نامور عالم دین مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب جنکے بعض فتوے قادیانی تحریک کو تقویت پہنچاتے نظر آتے ہیں اور ان کے ہم مسلک لوگ ان کو بعض وجوہ کی بنا پر طعن وتشنیع کرتے ہیں جن میں مولانا موصوف کی لکھی ہوئی تفسیر سرفہرست نظر آتی ہے چنانچہ عبدالعزیز صاحب سیکرٹری جمعیۃ مرکزیہ اہل حدیث ہند لاہور فیصلہ مکہ میں لکھتے ہیں کہ جس وقت مولوی ثنا اللہ صاحب کی تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن شائع ہوئی تو علمائے

خاندان غزنویہ قطعاً اس سے نا آشنا تھے کہ اس میں کیا ہے کیا نہیں۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی ہی وہ پہلے شخص ہیں جو مولانا عبد الجبار غزنوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مولوی ثنا اللہ صاحب کی تفسیر (عربی) کو جماعت اہل حدیث کے لیے ایک فتنہ قرار دیا اور کہا کہ مرزائی فتنہ سے یہ زیادہ فتنہ ہے]]۔ ۲۰

مولانا ثنا اللہ صاحب اس الزام کو قبول کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس چیز کو پیش نظر رکھتے ہوئے جب کبھی کسی نے مولوی ثنا اللہ سے بات چیت کی اور سختی سے باز پرس کی اور مولوی صاحب کو کوئی مفر یا جائے پناہ نہ ملی تو آخر میں یہ حربہ اختیار کرتے کہ میرا عقیدہ تو یہ نہیں ہے چونکہ میں مناظر ہوں اس لیے محدثین کرام کے خلاف یہ سب کچھ کیا گیا ہے۔ ۲۱

اسی فیصلہ مکہ میں مولانا موصوف کے متعلق لکھا گیا ہے کہ!

☆ پس اسکے کفر اور مرتد ہونے میں کوئی شک نہیں ۲۲

☆ پس اس سے بچنا اور کنارہ کشی اختیار کرنا واجب ہے۔ ۲۳

☆ اور جو شخص مولوی ثنا اللہ کی حمایت میں کسی سے جھگڑے اس سے بھی کنارہ کشی اختیار کرنی واجب ہے۔ ۲۴

☆ یہ ایک بدعتی اور گمراہ کی کلام ہے۔ ۲۵

☆ اسکے علاوہ اس کتاب میں جس قدر آپ کے خلاف سخت الفاظ استعمال کیے گئے ہیں شاید کسی دوسری کتاب میں نہ ملیں۔ اسی کتاب میں ہے کہ!]] آپ (ثنا اللہ امرتسری) نے لاہوری مرزائیوں کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ مرزائی کیوں نہیں؟

☆ آپ نے فتویٰ دیا کہ مرزائیوں کے پیچھے نماز جائز ہے اس سے آپ خود مرزائی کیوں نہیں؟

☆ آپ نے مرزائیوں کو عدالت میں مرزائی وکیل کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے مسلمان مانا اس سے آپ مرزائی کیوں نہیں؟ ۲۶

مذکورہ بالا باتیں اس وقت سامنے آئیں جب مولانا ثنا اللہ امرتسری صاحب نے ہماری جماعت کے مشہور مخلص مجاہد (مولانا سید اسماعیل غزنوی) نائب صدر کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کردیا کہ وہ مرزائی ہیں اور یہ جلسے جس قدر ہو رہے ہیں سب مرزائی اثر سے ہو رہے ہیں اور یہ سارا خرچہ اسی طرف سے آرہا ہے۔ ۲۷

مولانا ثنا اللہ امرتسری صاحب سردار اہل حدیث "شیخ الاسلام، فاتح قادیاں اور محدث اعظم" جیسے القابات سے یاد کیے جاتے ہیں آپ فتویٰ فرماتے ہیں کہ!

سوال۔ سنی المذہب کو نماز فرض میں اہل شیعہ و مرزائیوں کی اقتداء جائز ہے یا نہیں؟

جواب۔ بموجب حدیث **اجعلو ایمتکم خیارکم** ایسے لوگوں کو امام بنانا جائز نہیں اگر کہیں جماعت ہو رہی ہو تو بحکم **وارکعو مع الراکعین** مل جانا جائز ہے۔۲۸؎

مولانا موصوف نے خواجہ حسن نظامی صاحب کو مخاطب کر کے لکھا کہ![[میرا مذہب اور عمل یہ ہے کہ ہر کلمہ گو کے پیچھے اقتداء جائز ہے چاہے وہ شیعہ ہو یا مرزائی]]۔۲۹؎

مرزا قادیانی ۱۹۰۸ء کو واصل جہنم ہوا اور مولانا ثناء اللہ امرتسری نے ۱۹۱۵ء میں قادیانیوں کی اقتداء میں نماز جائز ہونے کا فتویٰ دیا تو پھر قادیانی سے آپ کا جھگڑا کس بات پر تھا؟ محمد شفیع الحسن صاحب آف سکندر آباد نے مولانا ثناء اللہ کو تحریری طور پر مرزائی کی اقتداء کے مسئلہ پر منع کیا مگر مولانا موصوف اس اقتداء کے جواز پر قائم رہے انکے علاوہ خیر الدین صاحب لوہاری نے دہلی سے مولانا ثناء اللہ کو اس مسئلہ سے رجوع کرنے کے متعلق لکھا تو مولانا نے اسکے جواب میں لکھا کہ![[عرصہ ہوا اخبار اہل حدیث میں اس سلسلہ پر دیر تک مذاکرہ ہوا جناب حافظ عبد المنان صاحب، مولانا حافظ عبد اللہ صاحب، جناب شاہ عین الحق صاحب، مولانا عبد العزیز صاحب وغیرہ علماء نے اتفاق (مرزائیوں کے پیچھے نماز جائز ہے) فرمایا تھا۔۳۰؎ اسکی وضاحت فیصلہ مکہ صفحے پر موجود ہے۔ قادیانیوں کو اسلامی فرقہ قرار دیتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ![[مرزائیوں کا سب سے زیادہ مخالف میں ہوں مگر نقطۂ محمدیت کی وجہ سے میں ان کو بھی اس (اسلامی فرقوں) میں شامل جانتا ہوں]]۔۳۱؎

مرزائی عورت سے نکاح کے متعلق آپ لکھتے ہیں کہ![[اگر عورت مرزائن ہے اور علماء کی رائے ممکن ہے مخالف ہو میرے ناقص علم میں نکاح جائز ہے]]۳۲۔

علمائے دیوبند میں مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب ایک خاص مقام رکھتے ہیں مولانا مشتاق احمد چنیوٹی لکھتے ہیں![[مولانا رشید احمد گنگوہی علمائے دیوبند کے پیر و مرشد ہیں حدیث اور تصوف میں سب سلسلے آپ تک پہنچتے ہیں آپ ایک ممتاز محدث، فقیہہ اور صوفی تھے آپ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے خلیفہ اجل اور دار العلوم دیوبند کے سرپرست تھے]]۔۳۳؎

جب مرزا قادیانی نے اپنی کتاب براہین احمدیہ کے چار حصے ۱۸۸۰ء تا ۱۸۸۴ء تک شائع کیے اور علماء نے اس کے مندرجات پر کفر کے فتوے صادر کیے تو اس موقعہ پر اکثر نے تکفیر کی رائے کو تسلیم نہ کیا بلکہ مولوی رشید احمد گنگوہی نے اس تکفیری تحریر کی تردید میں ایک طومار لکھ کر روانہ کیا اور قادیانی کو مرد صالح قرار دیا اور ایک نقل اس کی مولوی شاہ

دین و مولوی عبد القادر مریدوں کے پاس روانہ کی۔ چنانچہ مولوی شاہ دین نے بر سر بازار روبرو مریدان منشی احمد جان و متبعان قادیانی یہ کہہ کر کہ مولوی رشید احمد نے مولوی صاحبان کی تردید میں تحریر ارسال فرمائی ہے پھر اس کے الٹے پلٹے معنی کر کے زور و شور کیساتھ سنایا۔۳۴

مولانا محمد رفیق احمد دلاوری علمائے دیوبند میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں آپ اپنی کتاب رئیس قادیاں میں لکھتے ہیں کہ جن حضرات نے فتوئ تکفیر سے اختلاف کیا ان میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب چشتی جو ان دنوں علمائے حنفیہ میں نہایت ممتاز حیثیت رکھتے تھے اور اطراف و اکناف ملک کے حنفی شائقین علم حدیث اس فن کی تکمیل کیلیے ان کے چشمۂ فیض پر پہنچ کر تشنگی سعادت سے سیراب ہو رہے تھے سب سے پیش پیش تھے انہوں نے علمائے لدھیانہ کے فتوائے تکفیر کی مخالفت میں ایک مقالہ لکھ کر قادیانی صاحب کو ایک مرد صالح قرار دیا اور اس کو حضرات مکفرین کے پاس لدھیانہ روانہ کیا اور اس مضمون کی ایک نقل مولوی شاہ دین لدھیانوی اور مولوی عبد القادر لدھیانوی کے پاس روانہ فرمائی جو مولانا ممدوح کے مرید تھے۔ مولانا شاہ دین نے یہ تحریر بر سر بازار لوگوں کو سنا دی اس سے وہ افراد جو مرزا صاحب کو مجدد مان چکے تھے اور ان سے حسن اعتقاد رکھتے تھے بہت خوش ہوئے۔۳۵

اسکے بعد کیا ہوا علمائے لدھیانہ ہی کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں!

[[مولوی عبد العزیز صاحب نے (مولانا گنگوہی کی) اس تحریر کی بروز جمعہ وعظ میں خوب دھجیاں اڑائیں ۔مولوی عبد اللہ صاحب کو اس تحریر کا حال سن کر نہایت فکر ہوا کہ مولوی رشید احمد صاحب نے ایسے مرتد کو مرد صالح کیسے لکھ دیا جناب باری میں دعا کر کے سو گئے۔ خواب میں معلوم ہوا کہ تیسری شب کا چاند بد شکل ہو کر لٹک پڑا۔ غیب سے آواز آئی کہ رشید احمد یہی ہے اسی روز سے اکثر فتوے ان کے غلط متناقص یکے بعد دیگرے وجود میں آنے لگے۔۳۸

مولانا محمد رفیق احمد دلاوری صاحب لکھتے ہیں! [[مولانا ممدوح (رشید احمد گنگوہی) نے لکھا کہ کو کتاب "براہین احمدیہ" کے بعض اقوال میں کچھ خلجان سا ہوتا ہے مگر تھوڑی سی تاویل سے اس کی تصحیح ممکن ہے لہذا آپ جیسے اہل علم سے بہت تعجب ہے کہ ایسے امر متبادر المعانی کو دیکھ کر تکفیر و ارتداد کا حکم فرمایا۔ اگر تاویل قلیل فرما کر اس کو اسلام سے خارج نہ کرتے تو کیا حرج تھا؟ تکفیر مسلم کوئی ایسا سہل امر نہیں کہ ذرا سی بات پر کسی کو جھٹ کافر کہہ دیا جائے]]۔۳۹

مولانا رشید احمد گنگوہی کے مقالہ سے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں!

☆ اگر چہ بعض دربادی الرائے خدشہ ہوتا ہے مگر تھوڑی سی تاویل سے اس کی تصحیح ممکن ہے لہذا آپ جیسے اہل علم

سے بہت تعجب ہوا کہ آپ نے ایسے امر تا در معانی کو دیکھ کر تکفیر وارتداد کا حکم فرمایا اگر تاویل قلیل فرما کر اسکو خارج اسلام سے نہ کرتے تو کیا حرج تھا؟۔

☆ تکفیر مسلم کی ایسا امر سہل نہیں کہ اس طرح ذرا سی بات پر جھٹ پٹ کافر کہہ دیا جائے۔

☆ مولانا اس صورت میں آپ کی تکفیر سے شاید کوئی اولین آخرین لوگ نجات پاویں۔جب علماء متکلمین تکفیر معتزلہ کی نہیں کرتے اور خلق انکی معتقد ہے۔

☆ ایک عجیب بات ہے کہ خواہ مخواہ کلام کو پھول پھل لگا کر بتکلف کفریہ بنائی جائے۔

☆ مولانا کسی کی تکفیر کر کے اپنے ایمان کو داغ لگانا اور مواخذہ اخروی سر پر لینا سخت نادانی وحماقت ہے۔

☆ یہ بندہ جیسا اس بزرگ (قادیانی) کو کافر فاسق نہیں کہتا انکو مجدد ولی بھی نہیں کہہ سکتا صالح مسلمان سمجھتا ہوں۔

☆ اوران (قادیانی) کے ان کلمات کو اگر کوئی پوچھے تاویل اور خود اس سے اعراض وسکوت ہے۔فقط والسلام۔

سبحان اللہ! مرزا قادیانی کو کفر کے فتوؤں سے بچانے کیلئے کیا کیا تاویلیں کی جارہی ہیں جبکہ یہی مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب فتاوی رشیدیہ میں لکھتے ہیں کہ! [[اگر کسی کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی علیہ السلام خود خطاب سلام کا سنتے ہیں وہ کفر ہے خواہ السلام علیک کہے یا السلام علی النبی کہے]]-۲۰۔ [[اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ ﷺ کو علم غیب تھا صریح شرک ہے]]-۲۱۔ [[اگر یہ عقیدہ کر کے کہے کہ وہ (درود شریف) دور سے سنتے ہیں بسبب علم غیب کے تو خود کفر ہے اور جو یہ عقیدہ نہیں تو کفر نہیں کلمہ مشابہ بکفر ہے]]-۲۲۔ [[فاتحہ کھانے یا شیرینی پر پڑھنا بدعت ضلالت ہے]]-۲۳۔ [[تیجہ دسواں وغیرہ سب بدعت ضلالہ ہیں]]-۲۴۔

کیا اس عقیدہ کے حامل لوگوں کیلئے تاویل کی گنجائش نہ تھی یا ان کی تکفیر سے ایمان کو داغ نہیں لگتا تھا یا تکفیر مسلم یہاں سہل ہوگئی تھی اور کیا یہاں خارج اسلام نہ کرنے میں کوئی حرج نہ تھا۔اے کاش کہ یہ فتوے نہ دیئے گئے ہوتے اور یہاں پر وہ جذبہ کارفرما ہوتا جو قادیانی جیسے کافر ومرتد کیلئے کام کر گیا۔

مرزا قادیانی کی کتاب "براہین احمدیہ کے جب تین حصے شائع ہوئے تو مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو دیکھ کر اردو میں رسالہ "تحقیقات دستگیریہ فی رد ہفوات براہینیہ" تحریر فرما کر اور اس کی نقل قادیانی کو بھیج کر توبہ کے لیے کہا جب مرزا نے اسے نظر انداز کر دیا تو انہوں نے اسکا عربی ترجمہ "رجم الشیاطین براغلوطات البراہین" نام سے کیا اور علمائے حرمین شریفین کی خدمت میں بھیجا جس پر انہوں نے فتویٰ کفر صادر فرمایا۔

کیا ممتاز محدث اور فقیہہ کا براہین احمدیہ کے اقوال کو قابل تاویل قرار دینا اور اس کی تکفیر کرنے والوں پر ملامت کرنا اسے مرد صالح قرار دینا اور بزرگ جیسا قابل احترام لفظ اس مردود کیلئے استعمال کرنا تحریک ختم نبوۃ کی خدمت تھی؟۔

مولانا مشتاق احمد چنیوٹی صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ![[خود مرزا کے بجائے اسلام کے قائل ہونے کی تو اس کے اقوال دیکھنے کے بعد کچھ گنجائش نہیں۔ چنانچہ خود مرزا کے رسائل اور اس کے رد کے رسائل میں اقوال بکثرت موجود ہیں جن میں تاویل کرنا ایسا ہی ہے جیسے بت پرستی کو اس تاویل سے کفر نہ کہا جائے کہ توحید وجودی کی بنا پر یہ شخص غیر خدا کا عابد نہیں۔ ۴۵

کیا مولانا اشرف علی تھانوی کے اس قول کہ جس کا ماحصل یہ ہے کہ اقوال مرزا میں تاویل جائز نہیں درست ہے یا مولانا گنگوہی کا تاویل کرنا؟ اور تاویل نہ کرنے والوں کے خلاف طومار لکھ مارنا؟۔

عاشق الٰہی میرٹھی جو کہ گنگوہی صاحب کے متفقہ سوانح نگار ہیں قادیانی کے متعلق ان کا ایک فتویٰ ان کی سوانح میں لکھتے ہیں جبکہ موصوف کے فتاویٰ رشیدیہ میں قادیانی یا اس کی جماعت کے متعلق ایک بھی فتویٰ موجود نہیں۔ گنگوہی صاحب کا اکلوتا فتویٰ ملاحظہ فرمائیں!

سوال: مرزا غلام احمد قادیانی کے خیالات متعلق بہ وفات عیسیٰ علیہ السلام جو کچھ ہیں ظاہر ہے۔ ہمیں اس مرزائی جماعت کا اپنی مساجد میں نہ آنے دینا اور ان کے ساتھ نماز میں شرکت ہونے سے تنفر رکھنا کیسا ہے؟۔

جواب: مرزا قادیانی گمراہ ہے اس کے مرید بھی گمراہ ہیں اگر جماعت سے الگ رہیں اچھا ہے جیسا رافضی خارجی کا جدا رہنا اچھا ہے ان کی واہیات مت سنو اگر ہو سکے اسکو جماعت سے خارج کردو بحث کرکے ساکت کرنا اگر ہو سکے ضرور ہے ورنہ ہاتھ سے ان کو جواب دو ہرگز فوت ہونا عیسیٰ علیہ السلام کا آیات سے ثابت نہیں۔ ۴۷

مولانا مشتاق احمد چنیوٹی صاحب نے اس فتوے کو کھینچ تان کر بطور نمونہ پیش کیا ہے اور اسی کھینچا تانی میں سوال حذف کر گئے تا کہ کچھ بھرم رہ سکے بطور نمونہ پیش فرمانے کا طریقہ ملاحظہ فرمائیں۔

اگر (مسلمان انکی) جماعت سے الگ رہیں تو اچھا ہے۔ جیسا کہ رافضی خارجی کا (اہل سنت و جماعت سے) جدا رہنا اچھا ہے۔

سوال ہے کہ مسجد میں نہ آنے دینا اور ان کے ساتھ نماز میں شرکت ہونے سے تنفر رکھنا پر بریکٹ لگا کر کہ مسلمان انکی اور اہل سنت و جماعت سے کی چیز کیا فائدہ دے گی یوں تو لکھا جا سکتا ہے اور عبارت کے سیاق وسباق سے بھی واضح ہو

رہا ہے کہ مسلمان اس کی جگہ ''مرزائی'' اور ''اہل سنت وجماعت سے'' کی جگہ ''جماعت سے'' ہو۔

فتویٰ مذکورہ میں ''اگر جماعت سے الگ رہیں تو اچھا ہے'' میں کب قادیانی کو کافر کہا گیا۔ البتہ جو سب سے سخت لفظ استعمال ہوا وہ ''مرزا قادیانی گمراہ ہے'' کیا اس سے کافر کہنا ثابت ہوتا ہے؟۔

دین کی معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والا بھی جانتا ہے کہ قرآن کریم کے کسی بھی حکم وآیت کا انکار کفر ہے اور سوال میں وفات عیسیٰ علیہ السلام کے منکر اور اس کی جماعت کے متعلق پوچھا گیا ہے۔ کیا آیت کریمہ **وما قتلوه يقينا بل رفعه الله اليه** ۔۸۴ اور انھوں نے انکو یقینی بات ہے کہ قتل نہیں کیا بلکہ ان کو خدا تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا کا انکار کر کے مرزا قادیانی کافر نہ ہوا۔

مسلک دیوبند میں سند اعتماد حاصل کیے ہوئے ''خیر الفتاویٰ'' کا ایک فتویٰ ملاحظہ فرمائیں![[ڈاکٹر عثمانی گمراہ، گمراہ کنندہ اور قریب بکفر ہے۔ منکرین حدیث وملحدین کی طرح وہ بھی کتب اسلاف کی عبارات توڑ مروڑ کر اس سے غلط نتائج اخذ کرتا ہے اور پھر ان کی کتب کا حوالہ دے کر لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ ایسے شخص کی محبت سم قاتل ہے اور اسکی تصنیفات اور اس کے متبعین سے دور کا رابطہ بھی نہ رکھیں۔

محمد انور عفی اللہ عنہ	الجواب الصحیح
نائب مفتی خیر المدارس	بندہ عبد الستار عفی اللہ عنہ۹۸۴

اس فتوے میں اس بات کی تصدیق ہورہی ہے کہ گمراہ اور کافر میں فرق ہے ''بلکہ قریب بکفر ہے'' سے واضح ہو رہا ہے کہ گمراہ ہے کافر نہیں۔ یعنی گمراہ کافر نہیں ہوتا۔ اور گنگوہی صاحب کا فتویٰ قادیانی کی گمراہی یہ ہے نہ کہ کفر پر۔ اور اگر گمراہی کفر کا ہی دوسرا نام ہے تو اس فتویٰ دینے والے مفتیان عظام پر کونسا فتویٰ لاگو ہوتا ہے۔ ڈاکٹر عثمانی اگر اسلاف کی کتب کی عبارات کو توڑ مروڑ کر غلط نتائج اخذ کرتا ہے تو مرزا قادیانی تو قرآن کریم کی آیات میں تحریف کرتا تھا۔ کیا دونوں جرم برابر ہیں۔ کاش گنگوہی صاحب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح یوں لکھتے! **من شك في كفره و عذابه فقد كفر** ۔ مگر ایں سعادت بزور بازو نیست۔

مولانا رشید گنگوہی کے مقالے (جو انہوں نے قادیانی کی حمایت میں لکھا تھا) کا جواب مولوی عبداللہ، مولوی محمد اور مولوی اسماعیل صاحب لکھ کر ۱۲ جمادی الاول ۱۳۰۱ھ کو دیوبند پہنچے۔ ان دنوں دارالعلوم دیوبند میں جلسہ دستار بندی ہو رہا تھا۔ علماء لدھیانہ نے اپنا جواب مولانا رشید احمد گنگوہی کو پیش کرنے کے متعلق لکھتے ہیں![[ہم نے تحریر مذکورۃ الصدور کو بتاریخ جمادی الاول ۱۳۰۱ھ مولوی رشید احمد کی خدمت میں بر سر عام جس میں مولوی محمد مظہر صاحب

مرحوم وغیرہ علماء وفضلاء عامدار موجود تھے پیش کیا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو جہاں تک آتا تھا آپ کی خدمت میں لکھ کر روانہ کر دیا تھا۔ میں نے عرض کیا جو کچھ آپ کی تحریر پر اعتراض وارد کیے گئے ہیں انکو ملاحظہ فرما کر جواب سے مشرف فرمادیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو جہاں تک علم تھا میں نے لکھ دیا زیادہ اس سے مجھ کو علم نہیں۔ مولوی عبد اللہ صاحب نے دوبارہ اس تحریر کو مولوی صاحب کے ہاتھ میں دے کر آیت **واما السائل فلا تنهر** پڑھ کر فرمایا کہ آپ اسکا جواب عنایت فرمائیں۔ مولوی صاحب نے تحریر کو واپس دے کر فرمایا کہ ہمارے سب کے مولانا محمد یعقوب صاحب بڑے ہیں اس بات میں جو ارشاد کریں مجھ کو منظور ہے۔ مولوی عبد اللہ صاحب نے کھڑے ہو کر باآواز بلند فرمایا کہ جو لوگ اس مسئلہ خاص میں اپنا دین تباہ کر رہے ہیں اسکا وبال آپ کی گردن پر ہو گا یا ہماری گردن پر؟۔ بعد ازاں ہم وہاں سے روانہ ہو کر مولانا محمد یعقوب صاحب کی خدمت میں پہنچے۔ فوراً مولوی رشید احمد صاحب کے بڑے صاحبزادے نے مع گروہ کثیر جس میں چند عالم مثل مولوی محمود حسن مدرس مراد آباد وغیرہ داخل تھے آکر شور وغل مچایا مولانا محمد یعقوب صاحب نے فرمایا کہ سب کے سب شور مت کرو صرف ایک شخص کلام کرے۔ مولوی محمود حسن صاحب نے بیان کیا کہ یہ تینوں مولوی تین روز سے پکار رہے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کافر اور جو اس کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ میں نے کہا کہ یہ امر غلط ہے فریق ثانی نے کہا کہ اب انکار کرتے ہیں۔ میں نے آگے بڑھ کر کہا کہ وہ کون شخص ہے جس سے ہم نے خوف کھا کر انکار کیا۔ ہمارا اول سے یہی عقیدہ ہے کہ قادیانی کافر اور جو شخص اسکا ہم عقیدہ ہے وہ بھی کافر ہے جسکو حوصلہ گفتگو کا ہو وہ میدان گفتگو میں آکر کسی ثالث کے مکان پر بحث کر لے اس مکان پر بحث کرنے کا موقع نہیں کیونکہ یہاں پر یہ مثل مشہور صادق آرہی ہے کہ ایک ناک والا سات ناک کٹوں کے پاس جب پہنچا سب کے سب لول ہی بول اُٹھے کہ نکٹا آیا یہ کلام سن کر سب خاموش ہو گئے کسی نے گفتگو کرنے کا نام بھی نہ لیا]] ۔ ۵۰

فتاوی قادریہ کی اشاعت جب پاکستان میں ہوئی تو اس کے حرف آغاز میں علامہ عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ! [[رفیق دلاوری صاحب رئیس قادیان میں لکھتے ہیں کہ آخر گنگوہی صاحب نے بھی مرزا کی تکفیر پر اتفاق کر لیا تھا جہاں تک فتاوی قادریہ کا تعلق ہے اس سے اتفاق کا نشان تک نہیں ملتا۔ فتاوی رشیدیہ میں بھی ایسا کوئی عنوان نہیں ہے اگر کوئی صاحب اسکی نشاندہی کریں تو تاریخ کے طالب ہونے کی حیثیت سے ہمیں اسکے قبول کرنے سے کوئی باک نہ ہو گا۔ ۵۱

مسلک دیوبند کے ایک اور عالم (اشرف علی تھانوی) جنہیں حکیم الامت جیسے لقب سے یاد کیا جاتا ہے کا ایک فتویٰ

ملاحظہ فرمائیں!

سوال ۳۳۸: اکثر مرزائی لوگ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ کتب دینیات میں یہ مسئلہ ہے کہ اگر کسی شخص میں ننانوے وجہ کفر کی پائی جاویں اور ایک وجہ اس میں اسلام کی ہو تو اس کو کافر نہ کہا جاوے گا اور حدیث میں ارشاد ہے کہ کلمہ گو اور اہل قبلہ کو کافر نہ کہنا چاہیے وہ حدیث یہ ہے **عن انس انہ قال قال رسول اللہ ﷺ من صلی صلوتنا واستقبل قبلنا واکل ذبیحتنا فذلک المسلم الذی لہ ذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ ولا تخفرد اللہ فی ذمتہ** دوسری حدیث یہ ہے **من قال لاالہ الا اللہ فدخل الجنۃ** اب علمائے کرام سے یہ عرض ہے جب کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے تو مرزا غلام احمد قادیانی بھی اہل قبلہ اور کلمہ گو ہے تو علمائے دین اس پر کفر کا فتویٰ کیوں لگاتے ہیں اسکا شافی طور پر جواب ارقام فرمائیں؟۔

الجواب: جس شخص میں کفر کی کوئی وجہ قطعی ہوگی کافر کہا جاوے گا اور حدیثیں اس شخص کے بارے میں ہیں جن میں کوئی وجہ قطعی نہ ہو اور اس مسئلہ کے یہ معنی ہیں کہ اگر کوئی امر قولی یا فعلی ایسا ہو کہ محتمل کفر و عدم کفر دونوں کو ہو گو احتمال کفر غالب اور اکثر ہو تب بھی تکفیر نہ کریں گے۔نہ یہ کہ تکفیر قطعی پر بھی تکفیر نہ کریں گے کیونکہ کافر کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اس میں تمام وجوہ کفر کی جمع ہوں ورنہ جن کا کفر منصوص ہے وہ بھی کافر نہ ہوں گے باقی خاص مرزا کی نسبت مجھ کو پوری تحقیق نہیں کہ کوئی وجہ قطعی کفر کی ہے یا نہیں ۔(۱۳ ذیقعدہ ۱۳۲۵ہجری بمطابق ۱۹۰۷-۱۲-۱۶)۵۱

مولانا رفیق احمد دلاوری علمائے لدھیانہ کا مرزا قادیانی کے کفر پر مطلع ہونا یوں بیان فرماتے ہیں کہ![[قادیانی صاحب ۱۳۰۱ ہجری میں اپنے دہلوی خسر کے پاس لدھیانہ گئے اور پہنچتے ہی اپنی مجددیت کا نغمہ چھیڑ دیا۔۔۔۔یہ سن کر ایک عالم دین مولوی عبداللہ کھڑے ہو گئے اور کہا کہ گو اہل مجلس پر میرا بیان شاق گذرے گا لیکن اس وقت جو بات حق تعالیٰ نے میرے دل میں القا فرمائی ہے اسکے ظاہر کیے بغیر میری طبیعت کا اضطراب دور نہیں ہو سکتا ۔بات یہ ہے کہ مرزائے قادیاں جس کو تم اس درجہ بڑھا چڑھا رہے ہو وہ انتہا درجے کا ملحد اور زندیق شخص ہے]] ۔۵۲

۱۳۰۱ ہجری میں فتویٰ شائع ہوتے ہی ملک میں کہرام مچ گیا اور ۱۳۰۱ ہجری میں ہی دارالعلوم دیوبند میں مقالہ کے جواب میں شوروغوغا بھی ہو مگر حکیم الامت صاحب ۲۴ سال بعد بھی قادیانی کی تحقیق نہ کر سکے اور اس کے کفر پر مطلع نہ ہو سکے اور یہ نہ جان سکے کہ اس میں کوئی وجہ قطعی کفر کی ہے بھی یا نہیں۔

جناب افضل شاہد صاحب نے ایک مضمون "تھانوی قادیانی کی دہلیز" پر لکھا جسے ماہنامہ القول السدید لاہور نے قسط وار شائع کیا اس میں آپ لکھتے ہیں کہ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نے قادیانی کی کتب سے عبارتیں نقل کی ہیں اور

حوالہ درج نہیں کیا۔تھانوی صاحب کا رسالہ ''احکام اسلام عقل کی نظر میں'' کے صفحہ نمبر ۱۴۴ تا ۱۶۸ کی عبارت قادیانی کی کتاب ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' کے صفحہ ۴۵ تا ۴۷ سے چوری کردہ ہے۔

صفحہ ۱۶۸ تا ۱۶۹ پر قادیانی کی کتاب کے صفحہ ۴۷ تا ۴۹

صفحہ ۲۷۷ تا ۲۷۸ پر قادیانی کی کتاب کے صفحہ ۱۲۴ تا ۱۲۵

صفحہ ۲۰۴ پر قادیانی کی کتاب کے صفحہ ۴۰

صفحہ ۲۰۶ پر قادیانی کی کتاب کے صفحہ ۴۲،۴۱

سے چوری کردہ ہیں۔

اسی کتاب کے صفحہ ۲۲۳ تا ۲۲۴ پر قادیانی کی کتاب ''نسیم دعوت'' کے صفحہ ۷۶ تا ۷۸ سے نقل کردہ ہے جبکہ ۱۵۷ تا ۱۵۸ کی عبارت قادیانی کی کتاب ''آریہ دھرم'' صفحہ ۳۷ تا ۳۹ صفحہ ۸۴ کی عبارت قادیانی کی کتاب ''البرکات الدعا'' صفحہ ۶ تا ۷ صفحہ ۸۴، ۸۵ کی عبارت قادیانی کتاب ''البرکات الدعا'' صفحہ ۱۰ تا ۱۱ صفحہ ۲۶۲ تا ۲۶۵ کی عبارت قادیانی کی کتاب ''الحکم'' ج ۳ نمبر ۳ صفحہ ۲، ۳ صفحہ ۴۷ تا ۵۱ کی عبارت قادیانی کی کتاب ''کشتی نوح'' کے صفحہ ۹۲ تا ۹۵ سے نقل کردہ ہیں اور بغیر حوالہ درج کیے لکھی گئی ہیں۔

مسلک دیوبند میں مفتی اعظم مانے جانے والے والی شخصیت مفتی کفایت اللہ دہلوی صاحب کا فتویٰ بھی ملاحظہ فرماتے جائیں۔

استفتاء: [[جو شخص احمدی فرقہ (المعروف مرزائی فرقہ) سے تعلق رکھنے والا ہو خواہ مرزا آنجہانی کو نبی مانتا ہو یا مجدد اور ولی وغیرہ اسکے ہاتھ کا ذبیحہ حلال ہے یا حرام۔(المستفتی نمبر ۳۶۹ عبداللہ بہاولپور۔

جواب ۳۴۹: اگر یہ شخص خود مرزائی عقیدہ اختیار کرنے والا ہے یعنی ماں باپ مرزائی نہ تھے تو یہ مرتد ہے اسکے ہاتھ کا ذبیحہ درست نہیں لیکن اگر اس کے ماں باپ یا ان میں سے کوئی ایک مرزائی تھا تو یہ اہل کتاب کے حکم میں ہے اور اس کے ہاتھ کا ذبیحہ درست ہے۔محمد کفایت اللہ کان اللہ دہلی ۵۲

مولانا مودودی صاحب کا مصدقہ فتویٰ بھی ملاحظہ فرمائیں!

محترمی و مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا خط ملا مرزائیوں کی لاہوری جماعت کفر و اسلام کے درمیان معلق یہ نہ مدعی نبوت سے بالکل برأت ہی ظاہر کرتی ہے کہ اس کے افراد کو مسلمان قرار دیا جاسکے نہ اس کی نبوت کا صاف اقرار کرتی ہے کہ اس کی تکفیر کی جاسکے۔

خاکسار غلام علی

معاون خصوصی مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی

یہ جواب میری ہدایات کے مطابق ہے

ابو الاعلیٰ ۵۵؎

رائے محمد کمال صاحب لکھتے ہیں کہ بریلوی عوام کا مزاج بھی عجیب واقع ہوا ہے شاید احمد رضا خان کے فکر و شخصیت کا اثر ہے کہ یہ کسی آدمی کو پیر فقیر تو مان سکتے ہیں اور وہ بھی اس صورت میں کہ وہ حقیقتاً یا ضرور تاً رسول پاک ﷺ سے وفاداری کا دم بھرتا ہو ایک ظاہر باز یا خدا مست درویش کو آنکھوں پر اٹھا اور دل میں بٹھا لیں گے مگر صرف اس وقت تک جب تک وہ سرکار مدینہ ﷺ سے نسبت غلامی کا اقرار کرتا ہے نہیں تو امام کعبہ کو بھی وقعت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے ان میں بھی حد درجہ عصبیت دکھائی دیتی ہے اور یوں قادیانی کذاب کی ابلہ فریبیوں سے یہ طبقہ بھی بچ نکلا۔ ۵۶؎

دوسری طرف امام احمد رضا خان فاضل بریلی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان آپ کی کتاب جز اللہ عدوہ ۱۸۹۹ء میں لکھی ہوئی سے ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں!

[[ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین نص قطعی قرآن ہے اسکا منکر نہ منکر بلکہ شبہ کرنے والا نہ شاک کہ ادنیٰ ضعیف احتمال خفیف سے توہم خلاف رکھنے والا قطعاً اجماعاً کافر ملعون مخلد فی النیران ہے نہ ایسا کہ وہی کافر ہو بلکہ جو اس کے عقیدہ ملعونہ پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ مانے وہ بھی کافر جو اس کے کافر ہونے میں شک وتردد کو راہ دے وہ بھی کافر]]۔ ۵۷؎

امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ اور شخصیت کا علمائے اہلسنت پر اس قدر گہرا اثر ہے کہ انکے فتاویٰ جات میں بھی آپ کی طرح اگر مگر چونکہ چنانچہ کے الفاظ نہیں ملتے اور ایک بھی سنی عالم دین ایسا نہ ملے گا جس نے کبھی مرزا قادیانی کے کفر میں شک کو راہ دی ہو۔ علمائے اہلسنت کی یہی حق گوئی و بے باکی تھی کہ اکابرین دیوبند کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے بھی حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب پر بھروسہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ پنجاب میں عنقریب ایک فتنہ نمودار ہوگا جس کا سدباب صرف آپ کی ذات سے متعلق ہے جبکہ اس وقت علمائے دیوبند کی کثیر تعداد موجود تھی جو کہ اپنے علم پر نازاں تھے۔

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی جرأت و بے باکی کا یہی اثر تھا کہ جب ۳۰ جون ۱۹۷۴ء کو قائد ملت اسلامیہ اور قائد حزب اختلاف علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے قومی اسمبلی میں قرارداد پیش کی کہ

مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دیا جائے تو قادیانی ذریت سے مرزا ناصر نے قومی اسمبلی میں پیش ہو کر اپنے موقف میں دارالعلوم دیوبند کے سرپرست قاسم نانوتوی کی کتاب "تحذیر الناس" پیش کی جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ! [[اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا]]۔اس پر بہت سے افراد کے سر جھک گئے البتہ قافلہ سالار تحریک ختم نبوت قائد ملت اسلامیہ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نے گرج کر کہا! [[ہم ایسی عبارت کو نہیں مانتے اور اس کے قائلین کو مسلمان نہیں جانتے۔ناموس رسالت ﷺ کے کسی غدار سے ہماری مصالحت نہیں ہو سکتی]]۔۵۸؎

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

ماخذ و مراجع

۱۔احزاب ۴۰

۲۔ترمذی ج ۲ ص ۴۵

۳۔عالمگیری ج ۲ ص ۲۶۳

۴۔الصارم الربانی علی اسراف القادیانی ص ۹

۵۔المبین بر ختم النبیین ص ۹

۶۔افادۃ الافہام ج دوم ص ۳۲۲

۷۔ترمذی ج ۲ ص ۴۵

۸۔مہر منیر ص ۱۲۹

۹۔ماہنامہ لانبی بعدی لاہور کا مجاہدین ختم نبوت نمبر ۲۰۰۳ء ص ۲۰۸

۱۰۔خزائن معارف اسلامیہ ج ۱ ص ۴

۱۱۔اشاعۃ السنہ ج ۷ نمبر ۶ بحوالہ نجد سے قادیاں ص ۱۶۷

۱۲۔احتفال الجمہور ص ۲۳ بحوالہ سازشوں کا دیباچہ ص ۶۲

۱۳۔براہین احمدیہ ص ۷ بحوالہ اشاعت السنہ

۱۴۔فتاویٰ قادریہ ص ۳

۱۵۔براہین احمدیہ ص ۷ بحوالہ اشاعت السنہ

١٦۔ایضاً

١٧۔رئیس قادیان ج ١ ص ١٢٧

١٨۔ایضاً ص ٣٠٥

١٩۔تحفظ ختم نبوۃ کی سو سالہ تاریخ ص ٥٦

٢٠۔فتاویٰ ثنائیہ ج ١ ص ٣٩٥

٢١۔فیصلہ مکہ ص ١

٢٢۔ایضاً ص ٥

٢٣۔ایضاً ص ١٧

٢٤۔ایضاً ص ١٧

٢٥۔===

٢٦۔===

٢٧۔فیصلہ مکہ ص ٣٦

٢٨۔ایضاً ص ٣٤

٢٩۔نجد سے قادیاں ص ١٤٩ بحوالہ اخبار اہل حدیث ص ١٢ یکم جنوری ١٩١٥ء

٣٠۔نجد سے قادیاں ص ١٤٩ بحوالہ اخبار اہل حدیث امرتسر ص ٦۔١٢ اپریل ١٩١٥ء

٣١۔ایضاً ص ٨۔٢٨ جون ١٩١٢ء

٣٢۔اخبار اہل حدیث امرتسر ص ٣۔١٦ اپریل ١٩١٥ء

٣٣۔نجد سے قادیاں ص ١٨٧ بحوالہ اخبار اہلحدیث امرتسر نومبر ١٩٣٤ء

٣٤۔تحفظ ختم نبوۃ کی صد سالہ تاریخ ص ٨٩

٣٥۔فتاویٰ قادریہ ص ٣

٣٦۔ایضاً ص ٣۔٤

٣٧۔رئیس قادیاں ص ٢٧٤

٣٨۔فتاویٰ قادریہ ص ٤

۳۹۔رئیس قادیاں ص۳۷۳، ۳۷۴

۴۰۔فتاوٰی رشیدیہ ص۲۱۶

۴۱۔ایضاً ص۲۱۷

۴۲۔فتاوٰی رشیدیہ ص۱۷۶

۴۳۔ایضاً ص۱۳۵

۴۴۔ایضاً ص۱۳۵

۴۵تحریک ختم نبوۃ کی صد سالہ تاریخ ص۶۳

۴۶۔دیوبندی مذہب بحوالہ تذکرۃ الرشید ج ۱ ص۱۴۰

۴۷۔القرآن النساء آیت۱۵۹

۴۸۔خیر الفتاوٰی ج ۱ ص۱۲۵

۴۹۔فتاوٰی قادریہ ص۱۶، ۱۷

۵۰۔فتاوٰی قادریہ کا حرف آغاز

۵۱۔امداد الفتاوٰی ج۵ ص۳۸۶

۵۲۔رئیس قادیاں ص۲۶۹، ۳۰، ۷

۵۳۔کفایت المفتی ج ۱ ص۳۱۳ مطبوعہ کراچی

۵۴۔قادیانی کون از شبیر الہاشمی ص۲۹

۵۵۔سازشوں کا دیباچہ ص۵۹

۵۶۔جزء اللہ عدوہ ص۴

۵۷۔عقیدہ ختم نبوۃ مطبوعہ کراچی بہ تقریظ علامہ شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

مرزائیوں سے نو سوال

پروفیسر غازی احمد (نومسلم)

حضرت پروفیسر غازی احمد فرماتے ہیں! قادیانی لٹریچر کا میں نے بالاستیعاب مطالعہ کیا جس سے پتہ چلا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے دعاوی میں وقتاً فوقتاً مختلف نشیب وفراز اور تغیر وتبدل آتے رہے۔ سب سے پہلے مصلح پھر مجدد بعد ازاں امام مہدی اور پھر مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور اختتام دعوائے نبوت پر ہوا۔ (لعنت اللہ علی الکاذبین)

حقیقت یہ ہے کہ مرزا قادیانی کے دعوائے نبوت کا پس منظر خالصتاً سیاسی تھا۔ مرزا قادیانی نے اپنی ذات کو (انگریز کا خود کاشتہ پودا) قرار دیا۔ ملکہ برطانیہ وکٹوریہ کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان رہا اور تمام زندگی سلطنت برطانیہ سے وفاداری کا اظہار کرتا رہا۔ انگریزی حکومت کے استحکام میں مرزا قادیانی نے اپنے خاندان کی دامے، درمے اور سخنے خدمات کا اپنی تحریروں میں اعتراف کیا ہے۔

مرزا قادیانی "تحفہ قیصریہ" کے صفحہ ۱۶ پر لکھتا ہے! میرا والد غلام مرتضیٰ دربار گورنری میں کرسی نشین بھی تھا اور غدار انگریز کا ایسا خیر خواہ اور دل کا بہادر تھا کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں پچاس گھوڑے اپنی گرہ سے خرید کر اور پچاس جنگجو بہم پہنچا کر اپنی حیثیت سے زیادہ اس گورنمنٹ برطانیہ کو مدد دی تھی۔

"تریاق القلوب" کے صفحہ نمبر ۱۴، ۱۵ پر مرزا کہتا ہے! میری زندگی کا اکثر حصہ اس سلطنت برطانیہ کی تائید وحمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد فی سبیل اللہ اور انگریز برطانوی حکومت کی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں کہ اگر انہیں اکٹھا کیا جائے تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ انگریزوں نے بھی ان استحکامی خدمات کے صلے میں اس (تحریک احمدیت) کی ہر طرح سے سرپرستی کی۔ نیز انگریزوں کو مہدی سوڈانی کے واقعہ کی طرح کئی خدشات کا سامنا تھا مرزا قادیانی کی صورت میں انھیں کافی حمایت حاصل ہوگئی اور انکے قدم جمتے چلے گئے۔ جہاد فی سبیل اللہ کو حرام قرار دینا بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی۔ مرزا قادیانی "ضمیمہ رسالہ جہاد" کے صفحے پر تحریر کرتا ہے! [[ہر ایک شخص جو میری بیعت کرتا ہے اور مجھ کو مسیح موعود جانتا ہے (نعوذ باللہ) اسی روز سے اسکو یہ عقیدہ رکھنا پڑتا ہے کہ اس زمانے میں جہاد قطعاً حرام ہے]]۔ حالانکہ اسلامی نقطہ نظر سے برائیوں کا قلع قمع کرنے کے لیے جہاد فی سبیل اللہ بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔ اگر خدانخواستہ مرزا قادیانی کے سیاسی مقاصد کو ہندوستان کے تمام مسلمان اور ہندو تسلیم کر لیتے تو سرزمین بھارت قیامت تک انگریزوں کی غلامی کا بوجھ اپنے کندھوں سے نہ اتار سکتی۔ نہ پاکستان معرض وجود میں آتا اور نہ ہم آزادی سے ہمکنار ہوتے۔

میں نے صرف ایک پہلو کا تذکرہ کیا ہے۔اگر مرزا قادیانی کی شخصیت کے جملہ پہلوؤں کو زیر بحث لایا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ مقام نبوت اور مرزا قادیانی میں شرق وغرب کا فاصلہ تھا۔بلکہ آزادی، حریت اور وطن کے سلسلے میں انکی وفاداریاں بھی مشکوک تھیں۔مرزا کی گمراہ کن تحریک ایسی تحریک تھی جو ہندوستان کے مسلمانوں کے سراسر خلاف تھی۔کیونکہ اس تحریک کے اصل محرک انگریز تھے۔جنکو صرف مسلمانوں کے جذبہ جہاد کا خوف تھا۔مسلمان آزادی کی نعمت سے واقف تھے مگر مرزا قادیانی کی صورت میں اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔

کافی عرصہ پہلے پنجاب یونیورسٹی لاہور نے بی اے کے امتحانات کے سلسلے میں مجھے تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں ناظم امتحان مقرر کیا۔بیس پچیس دن ربوہ کالج میں میرا قیام رہا۔ایک اتوار کو چھٹی کے دن میں نے مرزا ناصر احمد (قادیانی سربراہ) سے ملاقات کا پروگرام بنایا۔دفتر میں گیا اور ملاقاتیوں کی فہرست میں اپنا نام درج کرلیا۔میرا تیسواں نمبر تھا۔میں نے ناظم ملاقات سے کہا کہ اگر ممکن ہو تو جلد ملاقات کرادیں مجھے امتحان کے سلسلے میں کام کرنا ہے۔اس نے میرے متعلق مرزا ناصر کو فون پر بتایا۔مرزا ناصر نے کہا کہ ان کا نام دوسرے نمبر پر درج کردیں۔پہلے نمبر پر ڈاکٹر عبد السلام قادیانی تھا ملاقات شروع ہوئی تو ڈاکٹر عبد السلام تقریباً آدھا گھنٹہ محو گفتگو رہا۔ڈاکٹر عبد السلام کے بعد میری باری آئی۔مرزا ناصر احمد دوسری منزل پر تھا۔میں سیڑھیاں چڑھ کر اوپر پہنچا تو مرزا ناصر احمد نے دروازے میں آکر میرا استقبال کیا۔اسکے بعد گفتگو کا آغاز ہوا۔مرزا ناصر نے کہا کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ نے ہندو دھرم چھوڑ کر اسلام قبول کیا ہے۔میں نے کہا!جی ہاں درست کہا میں واقعی ایک ہندو گھرانے میں پیدا ہوا تھا۔اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام کی نعمت سے نوازا۔

مرزا ناصر نے کہا!مجھے پتہ چلا ہے کہ حضور نبی اکرم (ﷺ) نے عالم رؤیا میں آپکو اسلام سے مشرف فرمایا۔جی ہاں۔آپ کی معلومات بالکل درست ہیں۔میں نے خواب میں تاجدار ختم نبوت نبی مکرم ﷺ کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا ہے۔مرزا ناصر نے مسرت کا اظہار کیا اور کہا!آپ واقعی بڑے خوش قسمت انسان ہیں بلکہ میں تو کہوں گا کہ آپ تو اسلام کی صداقت کی دلیل ہیں۔مرزا ناصر میرے قبول اسلام کی تفصیلات دریافت کرتا رہا اور میں جواب دیتا رہا۔تقریباً آدھا گھنٹہ اسی گفتگو میں گزر گیا تو میں نے کہا جناب کافی وقت گزر چکا ہے۔نیچے بہت سے ملاقاتی انتظار میں بیٹھے ہیں میں رخصت چاہتا ہوں البتہ اگر مناسب خیال کریں اور گستاخی نہ سمجھیں تو ایک طالب علم کی حیثیت سے ایک سوال دریافت کرنا چاہتا ہوں۔مرزا ناصر نے خوشی سے اجازت دے دی۔

جیسا کہ جناب کو بھی معلوم ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے مجھے مشرف بہ اسلام فرمایا اور بمصداق حدیث پاک (من

رانی فی المنارم فقد رانی) یعنی جس نے مجھکو خواب میں دیکھا اس نے میری ذات کو ہی دیکھا۔میرا ایمان ہے کہ میں نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہی سے دین اخذ کیا ہے اور میرا یہ بھی ایمان ہے کہ جو عقیدہ میں نے اپنایا ہے وہ حضور نبی کریم ﷺ کی رضائے حالیہ کے مطابق ہے۔آپ حضرات کا سلسلہ نبوت کا سلسلہ ہے اگر آپ کا سلسلہ اللہ تعالیٰ کے ہاں درست ہوتا تو نبی کریم ﷺ مجھے مشرف بہ اسلام فرمانے کے بعد ہدایت فرما دیتے کہ اب تم مسلمان تو ہو چکے ہو۔لہذا تکمیل دین کے لیے قادیان چلے جاؤ۔بحیثیت نبی آپ کے لیے ضروری تھا کہ مرزا قادیانی کی نبوت کاذبہ کو قطعاً نظر انداز فرما دیا جسکا نتیجہ ظاہر ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا سلسلہ نبوت عند اللہ و عند الرسول درست نہیں بلکہ یہ نبوت نبوت کاذبہ کے زمرے میں آتی ہے۔

مرزا ناصر احمد قادیانی نے سوال سن کر کہا کہ! یہ سوال میری زندگی میں پہلی بار پیش کیا گیا ہے۔آپکے سوال کی معقولیت میں شک نہیں مگر ملاقاتی کافی بیٹھے ہیں پھر کسی ملاقات میں اسکا جواب دوں گا۔میں نے کہا! مجھے ایک اور بات دریافت کرنا ہے کہ میں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریر پڑھی ہے کہ میں اور میری جماعت کے افراد فقہی مسلک میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پیروکار ہیں۔مرزا ناصر نے کہا! میں بھی حنفی مسلک سے تعلق رکھتا ہوں۔میں نے کہا! کہ مرزا غلام احمد قادیانی تو آپ کے خیال کے مطابق منصب نبوت پر سرفراز تھا کیا یہ امر منصب نبوت کے شایان شان ہے کہ ایک نبی ایک اُمتی کے فقہی مسلک کا پیروکار اور مقلد ہو؟ کیا یہ مقام نبوت کی توہین نہیں؟ مرزا ناصر نے کہا کہ اس سوال کا جواب بھی کسی دوسری مجلس میں تفصیل سے دوں گا۔میں نے مرزا ناصر سے اجازت طلب کی اس نے خندہ پیشانی سے رخصت کیا۔

جب میں سیڑھیاں اتر رہا تھا تو ختم نبوت پر میرے ایمان میں اضافہ ہوتا چلا گیا کہ واقعی تاجدار ختم نبوت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔آپکا لایا ہوا دین کامل، مکمل اور اکمل ہے۔کسی نئے تکمیل کنندہ کی قطعاً نہ کوئی ضرورت ہے اور نہ گنجائش۔آپ کے بعد جو شخص بھی نبوت کا دعویٰ کرے گا اسکی نبوت کاذبہ ہوگی۔

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

یہ مضمون پروفیسر نازی احمد کی کتاب "میرا قبول اسلام" سے لیا گیا ہے۔

قادیانی حضرات کو دعوت فکر

پروفیسر حبیب اللہ چشتی

استثنائی صورتیں تو ہر جگہ پائی جاسکتی ہیں۔ایک عمومی قانون کے تحت نا قابل انکار حقیقت ہے کہ ہر انسان جو بھی عقیدہ اور مسلک اختیار کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رضا پانے اور نجات اخروی کے لیے اختیار کرتا ہے۔لیکن اس کے باوجود اس حقیقت کا انکار بھی ممکن نہیں ہے کہ ہر انسان جو بھی عقیدہ اختیار کرتا ہے لازمی نہیں کہ وہ سچا بھی ہو حضور اکرم ﷺ کی مشہور ومعروف حدیث کے مطابق اس اُمت کے تہتر فرقے ہوں گے اور ان میں سے ایک جنتی ہوگا۔یہ اس چیز کی دلیل ہے کہ باوجود اسکے انسان کسی بھی عقیدہ کو اختیار کرنے یا اس پر استقامت کا اظہار کرتے ہوئے اپنی طرف سے پوری کوشش کرتا ہے۔انتہائی حساس اور چوکنا رہتا ہے بایں ہمہ وہ کسی غلط عقیدہ پر ہی جما رہتا ہے اور بڑی عبادتیں کرنے کے باوجود اس دنیا سے خالی ہاتھ چلا جاتا ہے کیونکہ عقیدہ بیج کی طرح ہوتا ہے اگر بیج ہی درست نہ ہو تو کسان کی ساری محنتیں اور مشقتیں رائیگاں چلی جاتی ہیں۔

سوال یہ ہے کہ ایک انسان آخر کسی غلط اور گمراہ عقیدہ کو کیوں اپنالیتا ہے یا وہ پوری زندگی کسی کفر کو اپنے سینے سے لگائے اسلام کا بہت بڑا خدمت گار بننے کے زعم باطل میں کیوں گرفتار رہتا ہے اور حقیقت کے ادراک سے کیوں محروم رہتا ہے؟ تو باوجود اسکے کہ ہدایت وگمراہی اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے جسے وہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اور جس پر وہ ہدایت کی راہیں روشن فرما دے اسے کوئی گمراہی کے اندھیروں میں نہیں دھکیل سکتا۔لیکن جس طرح اس نے مادی جہان کے لیے چند اصول اس کائنات مین جاری فرمائے ہیں جن کے تحت یہ مادی کائنات چلتی ہے حالانکہ وہ ان کے بغیر بھی اسے چلانے پر پوری طرح قادر ہے لیکن عموماً وہ اپنی سنت اور جاری کردہ قوانین کے مطابق کائنات کو چلاتا ہے اپنی قدرت کے تحت نہیں اور کبھی کبھی وہ اپنی قدرت کے اظہار کے لیے ان عمومی قانین کے برعکس اپنی قدرت کا اظہار بھی کرتا ہے مثلاً اسکا ایک قانون ہے کہ آگ جلاتی ہے ظاہر ہے جو بھی آگ میں ہاتھ ڈالے گا جل جائے گا لیکن اس نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے اس قانون کو بدل دیا اور آگ کو ان کے لیے گلزار بنا دیا۔چھری کاٹتی ہے لیکن اس نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لیے اس قانون سے ہٹ کر اپنی قدرت کا اظہار کیا اور چھری نے ان کی نرم ونازک گردن کا ایک بال بھی نہیں کاٹا۔

جس طرح مادی کائنات اللہ کے بنائے ہوئے چند اصولوں کے تحت چلتی ہے کہ پانی سے پیاس بجھتی ہے کھانے سے بھوک مٹتی ہے اور زہر کا کھانا انسان کی ہلاکت کا سبب بنتا ہے۔ایسے ہی روحانی کائنات بھی اس کے

بنائے ہوئے چند اصولوں کی پابند ہے وہ کسی کو گمراہ یا ہدایت یافتہ ویسے ہی نہیں بنا دیتا بلکہ جو اس کے ضابطہ گمراہی پر چلتا ہے وہ اسے گمراہ کر دیتا ہے اور جو اسکے جاری کردہ ضابطہ ہدایت پر چلتا ہے وہ اسے ہدایت دے دیتا ہے۔ باوجود اسکے ہر انسان فلاح کا طالب ہے۔ اور کسی بھی مذہب اور مسلک کو ماننے والا اپنے خیال میں نجاتِ اخروی کا ہی امیدوار ہے لیکن اسکے باوجود نہ صرف ممکن بلکہ واقع ہے کہ اس کا عقیدہ غلط ہو وہ کسی کفر کو ہی اسلام سمجھ بیٹھا ہو وہ دوزخ کی آگ اکٹھی کرنے کو ہی جنت کی بہاریں سمیٹنے کا ذریعہ تصور کر رہا ہو۔

سوال یہ ہے کہ انسان اپنے خیال میں طلب صادق کے باوجود حق پانے سے کیوں محروم رہتا ہے؟ اور وہ مکمل حساس ہونے کے باوصف کفر ہی کو اسلام کیوں سمجھتا رہتا ہے۔ اور وہ حق کو پانے سے کیوں محروم رہتا ہے؟ تو بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو اسکی گمراہی کا سبب بن سکتی ہیں مثلاً کبھی اس دنیا کی ہوس اور عزت واقتدار کا نشہ اتنی شدت سے سوار ہو جاتا ہے کہ وہ حق کو حق سمجھنے کے باوجود بھی ماننے کی نعمت سے محروم رہتا ہے جیسے حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں بالخصوص یہود کے جو علماء تھے قرآن مجید نے وضاحت کی کہ وہ حضور اکرم ﷺ کو ایسے پہچانتے تھے جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے تھے۔ لیکن دنیا کی ہوس اور مال وزر کی بے پناہ محبت نے انہیں حق ماننے کی نعمت سے محروم رکھا۔ کبھی ماحول ، معاشرہ اور گھریلو افکار انسان پر اسقدر چھا جاتے ہیں کہ وہ اپنے خول سے باہر نہیں آسکتا اور وہ اپنے مسلک اور عقیدہ پر کبھی غور ہی نہیں کرتا اور اس کی صداقت کو پرکھنے کا کبھی خیال تک اس کے گوشہ ذہن پر نہیں ابھرتا۔ اپنے ماحول اور گھر سے اوپر اٹھ کر حقیقت کو پانے کی طلب جس بصیرت کی متقاضی ہوتی ہے وہ بہت ہی کم پائی جاتی ہے۔ قرآن کریم کافروں کی گمراہی کا جو ایک سبب آباء پرستی بتاتا ہے وہ ہر دور میں کسی نہ کسی رنگ میں اور کسی نہ کسی حد تک ضرور موجود رہا ہے۔

آئین نو سے ڈرنا طرز کہن پے اڑنا　　　　منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں

موروثی یقین کو شک کی وادی سے گزارنا اور پھر یقین کی منزل کو پانا مشکل اور خطرناک تو ضرور ہے لیکن محکم کا راستہ بھی یہی کٹھن راستہ ہے۔ کبھی گناہ بھی منزل ہدایت پانے میں روکاوٹ بن جاتا ہے۔ جیسے نیکی ہدایت پانے کا ذریعہ بن جاتے ہے ایسے ہی گناہ ہدایت سے محرومی کا سبب بن جاتا ہے۔ لیکن انسان کا اسے اپنے اوپر منطبق کرنا گہرے شعور اور غضب کی بصیرت کا متقاضی ہے۔ کبھی جماعتی تعصب اسے باطل پر ہی ڈٹے رہنے پر مجبور کر دیتا ہے اور انسان پوری زندگی باطل کیساتھ ہی چمٹا رہتا ہے۔ الغرض بہت سے ایسے اسباب ہو سکتے ہیں جو انسان کی راہ ہدایت کی رکاوٹیں بن جاتی ہیں۔

جن حضرات نے قادیانیت کو قبول کیا ہے یا وہ پیدائشی طور پر ہی قادیانی ہیں ظاہر ہے انھوں نے اپنے خیال میں نجات پانے کیلیے اسے قبول کیا ہے۔اگر ان پر آج یہ واضح ہو جائے کہ وہ ایک غلط عقیدے پر ڈٹے ہوئے ہیں اور ان میں راہ حق میں آنے والی ہر مشکل کو برداشت کرنے کا حوصلہ بھی ہو تو وہ یقیناً قادیانیت سے تائب ہو جائیں گے۔لیکن ایک پوری دنیا کو چھوڑ کر نئے جہان آباد کرنا بڑی ہمت والوں کا کام ہے اور میری یہ دعوت فکر انہیں اہل ہمت سے ہے جو مذکورہ بالا رکاوٹوں کو دور کر کے منزل حق کی تلاش میں نکلتے ہیں۔قادیانی حضرات ہر قسم کے بحث ومناظرہ کے ذوق کو چھوڑ کر بالکل خالی الذہن ہو کر ان باتوں پر غور کریں تو قوی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں راہ حق دکھائے گا اور ان پر انکی غلطی واضح ہو جائے گی۔میری قادیانی حضرات سے گذارش ہے کہ خدارا! کبھی تنہائی میں بیٹھ کر ان باتوں پر غور کرنا اور قادیانیت کے صدق وکذب کو پرکھنے کی کوشش کرنا۔

۱) کسی کے دعویٰ نبوت کو پرکھنے کا معیار کیا ہوگا؟:

اسلام اور قادیانیت کا بنیادی اختلاف یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے دعویٰ نبوت کیا۔جن لوگوں نے انکے دعویٰ کو مان لیا وہ قادیانی (احمدی) ہیں اور جن لوگوں نے نہیں مانا وہ مسلمان ہیں۔سوال یہ ہے کہ اب بھی کوئی بندہ یہ دعویٰ کرے کہ میں نبی ہوں تو قادیانی حضرات سوچیں کہ اس کے دعویٰ نبوت کی صداقت یا کذب کو جانچنے کا معیار کیا ہوگا؟۔ظاہر ہے بحیثیت مسلمان مسلمان کسی کے بھی دعویٰ کو پرکھنے کا معیار اسکا اپنا قول تو ہو نہیں سکتا کیونکہ وہ تو متنازع ہے اور فریق ہے۔اسکے پرکھنے کا معیار تو قرآن وسنت ہی ہوگا یعنی اگر کوئی شخص کوئی بھی دعویٰ کرے تو حکم اور فیصل وہ خود نہیں ہوگا وہ تو فریق ہے اور متنازع ہے بلکہ حکم اور فیصل قرآن وسنت ہوں گے۔قادیانی حضرات بھی اس اصول کا انکار نہیں کر سکتے۔جب مرزا صاحب نے دعویٰ نبوت کیا ظاہر ہے اس وقت بھی انھیں جانچنے اور پرکھنے کا معیار قرآن وسنت ہی تھا۔اگر قادیانی حضرات پر یہ واضح ہو جائے کہ فلاں شخص کتاب وسنت کو حکم اور فیصل نہیں مانتا تو میرا خیال ہے کہ وہ بھی اس شخص کے کافر ہونے میں شک نہیں کریں گے۔لیکن انتہائی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مرزا جی نے قرآن وسنت کے حکم اور فیصل ہونے کا انکار کیا۔یقین فرمائیے مجھے مکمل احساس ہے کہ یہ بات آپ کو بہت بری لگی ہو گی کیونکہ مذہبی عقیدتیں بڑی گہری اور متعصب ہوتی ہیں۔لیکن یہ بھی یقین فرمائیے کہ یہ سب کچھ میں کسی تعصب کی بنا پر نہیں کہہ رہا مطالعہ کی بناء پر کہہ رہا ہوں۔

دیکھیے قرآن مجید کو حکم اور فیصل ماننے کا تقاضا یہ ہے کہ میرا ذوق کہے کہ حضور سید عالم ﷺ کی ذات عالی کو سجدہ کروں۔لیکن قرآن کہے کہ اللہ کے سوا کسی کو سجدہ نہ کرو۔اور میں قرآن کریم کا یہ حکم پڑھ کر رک جاؤں تو میں نے

قرآن کو حکم اور فیصل مان لیا۔ یعنی اپنے ذوق پر قرآن کو ترجیح دی اگر میں یہ کہوں کہ میرا ذوق بھی قرآن کی طرح ہے یعنی اگر چہ قرآن کہے کہ اللہ کے سوا کسی کو سجدہ نہ کرو لیکن میں اس لیے کروں گا کہ یہ میرا ذوق اور وجدان کہتا ہے یا مجھے خواب میں یہ بتایا گیا کہ تم حضور ﷺ کو سجدہ کر سکتے ہو اور میں سجدہ کو روا جانوں تو میں نے قرآن کو حکم اور فیصل نہیں مانا بلکہ اپنے ذوق اور خواب کو قرآن پر حاکم بنا دیا ہے کوئی بھی کلمہ گو اس کے کفر ہونے میں شک نہیں کر سکتا۔ اس تناظر میں اب مرزا جی کا یہ فرمان پڑھیے!

> ''میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ان الہامات پر اسی طرح ایمان لاتا ہوں جیسا کہ قرآن شریف پر اور خدا کی دوسری کتابوں پر اور جس طرح قرآن شریف کو یقینی اور قطعی طور پر خدا کا کلام جانتا ہوں اسی طرح اس کلام کو بھی جو میرے پر نازل ہوتا ہے خدا کا کلام یقین
>
> کرتا ہوں''۔ حقیقۃ الوحی ص ۲۲۰)

مرزا جی کے اس قول کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ ان کے نزدیک قرآن حکم اور فیصل نہیں اگر انکے الہام میں قرآن مجید کی مخالفت بھی پائی جائے تب بھی اسے مانا جائے گا کیونکہ وہ بھی قرآن کی طرح قطعی ہے۔ مثلاً قرآن مجید کہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور مرزا جی پر الہام ہو (یاد رہے کہ الہام مرزا جی کا اپنا لفظ ہے ورنہ اگر قرآن وسنت کے خلاف کسی کو کچھ دکھایا جائے تو وہ لغوی طور پر الہام نہیں ایک شیطانی وسوسہ ہو گا) کہ تم نبی ہو۔ اگر چہ یہ قرآن کریم کی صریح مخالفت ہے اور قرآن کو حکم ماننے کا تقاضا یہ تھا کہ ایسے خیال کو شیطانی وسوسہ کہہ کر رد کر دیا جاتا جو قرآن کے خلاف ہے لیکن چونکہ مرزا جی کے نزدیک انکا الہام بھی قرآن کی طرح قطعی ہے لہذا اسے بھی ماننا ضروری ہے۔

خدارا سوچئے غور فرمائیے جو بندہ اپنے خیالات اور نظریات پر قرآن کو حکم اور فیصل نہ مانے بلکہ انہیں بھی قرآن کی طرح قطعی جانے کیا آپ اسے مسلمان سمجھیں گے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر مرزا جی سے عقیدتوں کی یہ وابستگی کیوں؟ مرزا جی حدیث کو بھی حکم نہیں مانتے حدیث کو حکم ماننے کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ اپنے خیالات اور افکار پر حدیث کو ترجیح دے۔ یعنی اگر اس کے خیالات اور حدیث میں کہیں ٹکراؤ آ جائے تو انسان حدیث کو غالب کر دے ۔ جیسے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بڑا مشہور فرمان ہے کہ جب تمہیں میرے کسی فتوے کیخلاف کوئی حدیث مل جائے تو فوراً میری بات چھوڑ کر حدیث پر عمل کرو کیونکہ وہی میرا مذہب ہے۔ لیکن مرزا جی تو حدیث کو اپنے اوپر حجت نہیں

مانتے وہ تو کہتے ہیں!

"تائیدی طور پر ہم وہ احادیث بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے معارض نہیں اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں"۔ (اعجاز احمدی ص ۳۰)

اب سوال یہ ہے کہ جب کسی کے کسی بھی دعویٰ کو پرکھنے کے دو معیار ہیں ایک قرآن اور دوسرا سنت۔ اور مرزا جی ان دونوں معیاروں کو ہی حجت نہیں مانتے۔ تو قرآن و سنت کو حجت اور فیصل نہ ماننے والے کو زمرہ مسلمین میں بھی شمار کیوں کیا جائے انکی ولایت یا نبوت کا دعویٰ تو الگ رہا۔

۲) عقیدہ نص سے ثابت ہوتا ہے نہ کہ تاویل سے:

قادیانی حضرات کو بھی اس اصول سے اختلاف نہیں ہوگا کہ عقیدہ نص اور قطعی حکم سے ثابت ہونا چاہیے نہ کہ تاویل سے اور اگر کوئی بھی انسان غور و فکر کرے تو اس پر واضح ہو جائے گا کہ قادیانیت کا پورا مذہب تاویل پر قائم ہے اور انکے پاس نص نہیں ہے۔ مثلاً جامع ترمذی کی صحیح حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا!

"لا نبی بعدی میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا" (جامع ترمذی باب الفتن ج ۲ ص ۴۵)

جبکہ اس نص کے برعکس مرزا جی کا دعویٰ ہے کہ ظلی اور بروزی نبی آسکتا ہے تو سوال یہ ہے کہ کیا مرزا جی اور انکے امتی کوئی ضعیف حدیث ہی دکھا سکتے ہیں کہ جس میں حضور ﷺ نے فرمایا ہو! لا نبی بعدی الانبیاء ظلیا او بروزیا۔ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں مگر ظلی یا بروزی۔ اگر نہیں دکھا سکتے تو اس واضح اور دوٹوک حدیث پاک کو چھوڑ کر اس خود ساختہ تاویل پر عمل کرنا گمراہی نہیں ہے تو اسے کیا کہا جائے گا۔ اور حضور ﷺ کے مقابل میں مرزا جی کی بات کو ماننا بدبختی کی انتہا نہیں تو کیا ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا!

"لینزلن فیکم ابن مریم یقیناً تم میں ابن مریم نازل ہوں گے"۔ (مشکوۃ المصابیح باب نزول عیسیٰ علیہ السلام رقم الحدیث ۵۲۶۹)

اور حضور اکرم ﷺ نے کتنی وضاحت سے فرمایا!

"لیس بینی و بینہ یعنی عیسیٰ علیہ السلام نبی و انہ نازل "میرے اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں اور یقیناً انکا نزول ہوگا۔ (سنن ابی داؤد کتاب الملاحم باب خروج الدجال ج ۲ ص ۲۳۸)

اس نص میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی کتنی صراحت ہے لیکن مرزا جی نے اس نص کو بھی تاویل کی قینچی سے کاٹنا چاہا اور کہا آنے والا مثیل مسیح ہوگا۔ تعجب ہے کہ حضور اکرم ﷺ تو وضاحت سے بار بار فرمائیں کہ آنے

والا مسیح ہوگا جبکہ مرزاجی اسکے مقابل میں کہیں کہ نہیں آنے والا مسیح نہیں ہوگا بلکہ مثیل مسیح ہوگا اور حضور ﷺ فرمائیں کہ وہ نازل ہوں گے جبکہ مرزاجی کہیں کہ وہ نازل نہیں ہوں گے بلکہ یہاں ہی پروان چڑھیں گے۔

انھیں مثالوں پر اکتفا نہیں آپ مرزاجی کی پوری تعلیمات کا تجزیہ کریں تو آپ پر یہ حقیقت دو اور دو چار کی طرح واضح ہو جائے گی کہ مرزاجی کا پورا مذہب تاویل پر مبنی ہے۔ نصوص صریحہ کی مخالفت اور خود ساختہ تاویلات۔ اب فیصلہ آپ کے ہاتھوں میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی صریح اور دو ٹوک فرامین پر ایمان لے آئیں یا مرزاجی کی تاویلات پر۔ میں نہیں سمجھتا کہ اگر کسی بھی مسلمان کے دل میں یہ حقیقت بیٹھ بھی جائے اور پھر بھی وہ نبی رحمت ﷺ کے مقابلہ میں کسی کی بات کو ذرہ برابر بھی اہمیت دے۔ قادیانی حضرات اس بات پر ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ حضور اکرم ﷺ کے فرمودات بہتر ہیں یا مرزاجی کی تاویلات۔

فیصلہ تیرا تیرے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم

اپنے کسی مربی اور کسی عالم سے یہ ضرور پوچھیں کہ ہمیں "لا نبی بعدی" والی صحیح حدیث کے مقابلہ میں ظلی یا بروزی نبی آسکنے والی کوئی ضعیف حدیث ہی دکھا دیں۔ ورنہ ہمیں تاویلات کے چکر میں الجھا کر نبی رحمت ﷺ کے قدموں سے دور نہ کریں۔

۳) کیا پیش گوئی کا سچا ہونا دلیل نبوت ہے:

مرزاجی کی نبوت کو ثابت کرنے کے لیے ان کی پیش گوئیوں کی صداقت پر بہت زور دیا جاتا ہے اور انکے الہامات کے سچا ہونے کو دلیل نبوت بنایا جاتا ہے۔ میں کبھی کبھی سوچتا تھا کہ جب مرزاجی نے مسلمانوں کو کوئی عظمت کا پیغام نہیں دیا انہیں کوئی اخلاقی معاشی معاشرتی یا سیاسی نظام نہیں دیا، اُمت کو کوئی وحدت و یگانگت کا درس نہیں دیا بلکہ انکی وحدت کو پارہ پارہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اُمت کے باہمی اختلافی مسائل کو حل کرنے کے لیے کوئی منہاج نہیں دیا بلکہ متفق علیہ مسائل کو اختلافی مسائل کا رنگ دے دیا۔ انکی تحریر میں کوئی ایسی چاشنی یا جان نہیں ہے کہ وہ لوگوں کو اپنا گرویدہ بنالے۔ تو آخر کیا وجہ ہے کہ بہت سے لوگوں نے انہیں نبی مان لیا اور ابتک مانے ہوئے ہیں۔ جہاں تک اس سوال کا جواب میری سمجھ میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ مرزاجی کو نبی ماننے کا سبب صرف اور صرف انکی پیش گوئیوں کی صداقت کا ڈھنڈورا ہے۔ اور انکے الہامات کے سچا ہونے کا پروپیگنڈا ہے۔ اور لوگ اس بات کو نہیں سمجھ سکے کہ کیا پیش گوئیوں کی صداقت یا الہامات کا سچا ہونا کسی نبی کو نبی ثابت کرتا ہے۔ یا ہر خرق عادت چیز کیا معجزہ و کرامت ہی ہوتی ہے یا استدراج بھی ہو سکتی ہے۔

مختصر الفاظ میں اس مسئلہ میں اسلامی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ خرق عادت چیز کا ظہور صرف اللہ تعالیٰ کے مقرب سے ہی نہیں ہوتا بلکہ کافر سے بھی ہو سکتا ہے اگر خرق عادت چیز کا ظہور کسی نبی سے ہوگا تو اسے معجزہ کہا جائے گا اگر کسی ولی سے ہوگا تو اسے کرامت کہا جائے گا اور اگر کسی کافر یا فاسق سے ہوگا تو اسے استدراج کہا جائے گا۔یعنی کسی انسان سے خرق عادت امور کا ظہور ہونا اسکو اللہ تعالیٰ کا مقرب ثابت کرنے کے لیے کافی نہیں بلکہ اسکے عقائد و نظریات کو قرآن وسنت پر پرکھا جائے گا۔اگر اسکے عقائد قرآن وسنت کے مطابق ہوں گے تو انہیں کرامت کہا جائے گا اور اگر قرآن وسنت کے مطابق نہ ہوں گے تو انہیں استدراج کہا جائے گا۔یعنی اب خرق عادت کے ظہور سے کسی کی نبوت قطعاً ثابت نہیں ہوگی کیونکہ قرآن وسنت واضح الفاظ میں ختم نبوت کا اعلان کر چکے ہیں۔

اس مقام پر میں یہ بحث نہیں کرنا چاہتا کہ مرزا جی کی پیش گوئیوں کی تعداد کتنی ہے اور ان میں کتنی سچی ہوئیں اور کتنی جھوٹی۔اگرچہ انکی بے شمار پیشگوئیاں ایسی ہیں جنھیں پیشگوئی کہنا ہی ایک لطیفہ سے کم نہیں اور بہت سی پیشگوئیاں یقیناً غلط ثابت ہوئیں مثلاً محمدی بیگم سے نکاح، آتھم کے مرنے کی خبر اور منظور احمد کے گھر لڑکا ہونے کی خبر۔لیکن میں فرض کر لیتا ہوں کہ مرزا جی کی تمام پیشگوئیاں سچ ثابت ہوئیں اور مرزا جی نے جو اپنی سب سے زیادہ نشانیوں کا دعویٰ کیا ہے وہ دس لاکھ ہے وہ لکھتے ہیں!

"ان چند سطروں میں جو پیشگوئیاں ہیں وہ اسقدر نشانوں پر مشتمل ہیں جو دس لاکھ سے زائد ہوں گے"۔(براہین احمدیہ ج۵ص۵۶)

مجھے اس سے بھی بحث نہیں کہ یہ دعویٰ عقلی اور نقلی طور پر سچا ہے یا نہیں۔میں فرض کر لیتا ہوں کہ مرزا جی کے دس لاکھ سچے نشانات تھے۔اب میرا سوال یہ ہے کہ اگر کوئی بندہ دس لاکھ نہیں دس کروڑ اور دس ارب سچے نشانات بھی دکھائے تو آخر اس سے اسکی نبوت کیسے ثابت ہوگئی۔اگر اس بندے کے عقائد قرآن وسنت کے مطابق ہوں تو زیادہ سے زیادہ وہ ولی ثابت ہوگا نہ کہ نبی۔قرآن وسنت میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ جو سچے نشان دکھائے وہ نبی ہوتا ہے۔ہاں ایسی نشانیوں کو اسکی کرامات ضرور کہا جائے گا بشرطیکہ اسکے عقائد قرآن وسنت کے عین مطابق ہوں اور ایسی نشانیوں سے قطعاً اسکی نبوت ثابت نہیں ہوگی کیونکہ قرآن وسنت واضح اور دوٹوک الفاظ میں حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے کا اعلان کر چکے ہیں۔اب نبوت کی دلیل قرآن وسنت ہوں گے نشانات نہیں۔وہ زیادہ سے زیادہ کرامات ہو سکتی ہیں۔اور اگر کسی بندے کے عقائد ہی قرآن وسنت کے مطابق نہ ہوں وہ دس ارب نہیں بلکہ دس کھرب بھی نشانات دکھائے تو انھیں استدراج کہا جائے گا مطلق نشانات تو ولایت بھی ثابت نہیں کر سکتے۔کیونکہ کرامت اور استدراج میں فرق کا معیار

قرآن وسنت ہوں گے۔ اگر اسکے عقائد قرآن وسنت کے مطابق ہوں گے تو اس سے ظاہر ہونے والے خرق عادات امور کو کرامت کہا جائے گا ورنہ استدراج کہلائیں گے۔

کافر اور فاسق وفاجر کے ہاتھ سے خرق عادت امور کا ظہور اسلام کا ایک متفق علیہ عقیدہ ہے قرآن مجید میں بارہا ذکر کیا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں آنے والے جادوگروں نے رسیوں کو سانپ بنا دیا تھا۔ اسکی حقیقت جو بھی تھی بہر حال دیکھنے والے انہیں دوڑتے ہوئے سانپ ہی دیکھ رہے تھے تو جادوگروں کا یہ عمل استدراج کہلائے گا۔ یہ انکی صداقت کا نشان نہیں ہوگا۔ ہمیں اس بات کو کبھی نہ بھولنا چاہیے کہ کسی بندے کی صداقت کا معیار قرآن وسنت ہیں خرق عادت امور نہیں۔ امام عمر بن محمد النسفی رحمۃ اللہ علیہ کرامت پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں! ''کرامت خرق عادت چیز کو کہتے ہیں'' فمالایکون مقرونا بالایمان و العمل الصالح یکون استدراجا۔ اگر خرق عادت چیز کا ظہور کسی ایسے شخص سے ہو جو ایمان اور عمل صالح سے محروم ہو تو اس خرق عادت چیز کو استدراج کہا جائے گا۔

اسکی شرح میں علامہ عبدالعزیز پرحاروی فرماتے ہیں!

سواء صدر عن کافر او عن	برابر ہے اس خرق عادت چیز کا ظہور کسی
مومن فاسق۔ وممایجیب ان	کافر سے ہو یا کسی مومن فاسق سے اور اس
یعلم ان من واظب علی	چیز کا جاننا ضروری ہے کہ جو بھی سخت
الریاضات الشاقۃ ظہرت عنہ	ریاضتوں پر دوام اختیار کرتا ہے اس سے
الخوارق ولو کان کافر او ھذا	خرق عادت چیزوں کا ظہور ہوتا ہے اگرچہ
امتحان شدید لضعفاء	وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔ اور یہ کمزور
المسلمین وسبب لضلالھم	مسلمانوں کے لیے بہت بڑا امتحان ہوتا
وسوء اعتقادھم بالشرایع	ہے اور انکی گمراہی اور شریعت پر بد
فلیحفظ المومن ایمانہ	اعتقادی کا سبب ہوتا ہے۔ تو چاہیے کہ

عن هذه الافة و سمى استدراجا لانه سبب الوصول الى النار بالتدريج۔

مومن اپنے ایمان کو اس آفت سے بچائے اور اسے استدراج اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ انسان کو تدریجاً دوزخ میں لے جانے کا سبب بنتا ہے۔(النبراس ص۲۹۶،۲۹۵ مکتبہ حقانیہ ملتان)

اس سے واضح ہوا کہ خرق عادت چیز کا ظہور کسی فاسق مومن اور کافر سے بھی ہو سکتا ہے یعنی فقط خرق عادت کا ظہور یا اس سے کسی نشان کا ظاہر ہونا اسکے مقرب الٰہی ہونے کی دلیل نہیں ہے۔بلکہ مقرب ہونے کی دلیل اسکے عقائد کا قرآن و سنت کے مطابق ہونا ہے۔یہ بات مرزا جی کو بھی تسلیم ہے کہ کبھی الہام شیطان کی طرف سے بھی ہوتا ہے اور وہ سچا ہوتا ہے مرزا جی لکھتے ہیں!

''اور ممکن ہے کہ ایک خواب سچی بھی ہو اور پھر بھی وہ شیطان کی طرف سے ہو اور ممکن ہے کہ ایک الہام سچا ہو اور پھر بھی وہ شیطان کی طرف سے ہو۔کیونکہ اگرچہ شیطان بڑا جھوٹا ہے لیکن کبھی سچی بات بتلا کر دھوکہ دیتا ہے تا کہ ایمان چھین لے''۔(حقیقۃ الوحی ص۱)

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ اگر مرزا جی کے تمام الہامات اور بشارات کو سچا مان بھی لیا جائے تب بھی اسلامی تعلیمات کے مطابق زیادہ سے زیادہ مرزا جی کو ایک ولی مانا جا سکتا تھا بشرطیکہ انکے عقائد قرآن وسنت کے مطابق ہوتے چونکہ انکے عقائد قرآن وسنت کے خلاف ہیں اس لیے انکی پیش گوئیوں اور بشارتوں کو اگر وہ سچی بھی ہوں استدراج کہا جائے گا نہ کہ کرامت۔اور نبوت کا تو گمان تک پیدا نہیں ہو سکتا کیونکہ قرآن وسنت کسی بھی نئے آنے والے کی واضح ور دوٹوک الفاظ میں تردید کر رہے ہیں۔اگر لوگ کرامت اور استدراج میں فرق کر سکتے تو کبھی بھی مرزا جی کے جال میں نہ پھنستے۔

۴)مرزا جی کی شخصیت کا ایک جمالی جائزہ:

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے!''خلق حسن عبادت ہے''۔مرزا جی کا دعویٰ ہے کہ وہ حضور ﷺ کی پیروی کرنے سے ایک ایسے مقام پر پہنچے کہ وہ حضور ﷺ کے ظل اور بروز بن گئے۔اور وہ اُمتی نبی کے مقام پر فائز ہوئے۔لیکن سوال یہ ہے کہ جو انسان رضائے مولا کا طالب بنتا ہے اور جو بھی حضور ﷺ کی پیروی اختیار کرتا ہے کیا

انکی شخصیت مرزاجی کی طرح ہوگی؟ باقی سب مباحث کو ایک طرف رکھ دیں کیا مرزاجی نے اپنے مخالفین کو غلیظ گالیاں نہیں دیں؟ کیا ایک شریف الطبع آدمی اپنے مخالفین کو گالیاں دیا کرتا ہے؟ کیا یہ کسی عام آدمی کو بھی زیب دیتا ہے اور انکی اخلاقی قباحتوں کے باوجود مرزاجی کا حضور ﷺ کا ظل اور بروز ہونے کا دعویٰ بین السطور کیا پیغام رکھتا ہے؟ سوچیے اور اس کے مضمرات پر غور کیجیے۔ کیا مرزاجی نے انبیاء کرام، صحابہ کرام اور اولیاء اُمت کی جی بھر کر توہین نہیں کی۔ کیا من کی دنیا کا مسافر اکابرین کی یوں توہین کرتا ہے یہاں تو دوسروں کے ادب و احترام کا یہ عالم کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر نماز پڑھتے ہیں تو رفع یدین نہیں کرتے اور فرماتے ہیں کہ یہاں رفع یدین کرتے ہوئے مجھے صاحب مزار سے شرم آتی ہے۔ اور مرزاجی کہتے ہیں! "آسمان سے کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اونچا بچھایا گیا"۔ (حقیقۃ الوحی ص ۸۹)

خدارا سوچیے جو بندہ گندی گالیاں دے۔ انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیاء علیہم الرحمہ کی توہین کرے۔ جس کی وحی میں مسلمانوں کو انگریزوں کی غلامی کا درس ہو یا مسلمانوں کی عظمت کا پیغام نہ دے بلکہ انہیں غلامی کی تلقین کرے اور جو متفق علیہ مسائل کو متنازع بنا دے، کیا وہ اچھا مسلمان بھی ہو سکتا ہے؟ ولایت یا نبوت کی بحث تو دور کی بات ہے۔

۵) مرزاجی کو نبی ماننا شرف صحابیت کی توہین ہے:

مرزاجی کا دعویٰ ہے کہ وہ مستقل نبی نہیں بلکہ ظلی اور بروزی نبی ہیں۔ اگر چہ مرزاجی مستقل نبوت کے دعویدار ہیں لیکن اپنی مشہور پالیسی کے مطابق کہ ایک چیز کے متعلق دو دو تین تین متضاد باتیں بیک وقت کہنا وہ کہیں کہیں مستقل نبوت کا انکار بھی کر دیتے ہیں۔ فرض کیجیے کہ مرزاجی نے صرف ظلی اور بروزی نبوت کا دعویٰ کیا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ نبوت کی کوئی بھی قسم ہو اگر چہ نبوت کی کوئی بھی تقسیم اسلام میں نہیں مرزاجی کی خودساختہ ہے لیکن فرض کر لیجیے کہ نبوت کی کوئی بھی تقسیم ہو۔ نبی کسی بھی قسم کا ہو ظاہر ہے غیر نبی سے افضل ہی ہوگا اب اگر مرزاجی کو کسی بھی قسم کا نبی مانا جائے تو اسکا مطلب یہ ہوا کہ آپ نے مان لیا کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت فاروق اعظم، سیدنا عثمان غنی اور سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہم سے افضل ہیں۔ جمیع صحابہ، اصحاب بدر اور اصحاب عشرہ مبشرہ سے افضل ہیں۔ جب صحابہ رضی اللہ عنہم سے افضل ہو گئے تو صلحائے اُمت اور محدثین کرام سے افضل ہونے کی تو بحث ہی بیکار حاصل ہے۔ کیا مرزاجی کو پیکر صدق وصفا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور سیدنا حیدر کرار رضی اللہ عنہ سے افضل مانتے ہوئے تمہارے بدن کے رونگٹے کھڑے نہیں ہوتے؟ اور تمہارے ایمان کو نہیں جھنجھوڑتے کہ نبی کریم ﷺ کی صحبت سے مشرف ہونے والی خوش

قسمت ترین افراد سے ایک ایسے شخص کو افضل سمجھتے ہو جو لوگوں کو انگریزی غلامی کا درس ہی دیتا رہا۔ اور نبی کریم ﷺ تو فرمائیں کہ تمہارا احد پہاڑ جتنا صدقہ بھی میرے صحابی کے نصف مد صدقے کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اور تم مرزاجی کے مرتبہ کو اصحاب رسول کے مقام سے بڑھا رہے ہو۔ خدارا اپنے اس عقیدہ پر غور کرو اور شرف صحابیت کی توہین نہ کرو۔

۶) کیا مرزاجی نے دعویٰ نبوت نہیں کیا؟:

کبھی بھولے بھالے لوگوں کو یہ کہہ کر بھی دھوکہ دیا جاتا ہے کہ مرزاجی نے اپنے آپ کو نبی نہیں کہا وہ تو صرف ایک محدث اور ملہم تھے۔ اور بہت سی ایسی عبارات پیش کی جاتی ہیں جن میں مرزاجی نے اپنے نبی ہونے کا انکار کیا ہے۔ اور عام انسان اس چکر میں پھنس جاتا ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ چونکہ مرزاجی نے دعویٰ نبوت ۱۹۰۱ء میں کیا ہے اس سے پہلے وہ قدم بقدم مختلف دعوے کرتے رہے لیکن نبی ہونے سے انکار کرتے رہے وہ تمام عبارات جو دعویٰ نبوت کے انکار میں پیش کی جاتی ہیں دراصل اسی دور کی ہیں۔ ۱۹۰۱ء کے بعد انکی کتابوں میں متعدد مقامات پر نبوت کا دعویٰ موجود ہے۔ اس وقت میرے سامنے انکی ایک کتاب ''ایک غلطی کا ازالہ'' موجود ہے جس کے آخر میں ۵ نومبر ۱۹۰۱ء کی تاریخ درج ہے۔ اس پس منظر میں اس کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو!

''ہماری جماعت میں سے بعض صاحب جو ہمارے دعویٰ اور دلائل سے کم واقفیت رکھتے ہیں جن کو نہ بغور کتابیں دیکھنے کا اتفاق ہوا اور نہ وہ ایک معقول مدت تک صحبت میں رہ کر اپنی معلومات کی تکمیل کر سکے۔ وہ بعض حالات میں مخالفین کے کسی اعتراض پر ایسا جواب دیتے ہیں کہ جو سراسر واقعہ کے خلاف ہوتا ہے۔ اس لیے باوجود اہل حق ہونے کے انکو ندامت اٹھانا پڑتی ہے چنانچہ چند روز ہوئے ایک صاحب پر ایک مخالف کی طرف سے یہ اعتراض پیش ہوا کہ جس سے تم بیعت کی ہے وہ نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اسکا جواب

محض انکار کے الفاظ سے دیا گیا حالانکہ ایسا جواب صحیح نہیں ہے حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں نہ ایک دفعہ بلکہ صد ہا دفعہ پھر کیونکر یہ جواب صحیح ہو سکتا ہے کہ ایسے الفاظ موجود نہیں ہیں بلکہ اس وقت تو پہلے زمانے کی نسبت بہت تصریح اور توضیح سے یہ الفاظ موجود ہیں اور براہین احمدیہ میں بھی جس کو طبع ہوئے بائیس برس ہوئے یہ الفاظ کچھ تھوڑے نہیں ہیں چنانچہ وہ مکالمات الٰہیہ جو براہین احمدیہ میں شائع ہو چکے ہیں ان میں سے ایک یہ وحی ہے ''ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ'' ط (فتح ۲۸) (دیکھو ص ۴۹۸ براہین احمدیہ) اس میں صاف طور پر اس عاجز کو رسول کہہ کر پکارا گیا ہے پھر اسکے بعد اسی کتاب میں میری نسبت یہ وحی اللہ ہے! جری اللّٰہ فی حلل الانبیاء۔ یعنی خدا کا رسول نبیوں کے حلول میں (دیکھو براہین احمدیہ ۵۰۴) پھر اسی کتاب میں اس مکالمہ کے قریب ہی یہ وحی اللہ ہے! محمد رسول اللہ ط والذین معہ اشدآءُ علی الکفار رحمآءُ بینھم۔ اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی۔ پھر یہ وحی اللہ ہے جو صفحہ ۵۵۷ براہین میں درج ہے۔ ''دنیا میں ایک نذیر آیا'' اسکی دوسری قرآت یہ ہے کہ ''دنیا میں ایک نبی آیا'' اس طرح براہین احمدیہ میں اور کئی جگہ رسول کے لفظ سے اس عاجز کو یاد کیا گیا''۔ (ایک غلطی کا ازالہ ص ۲،۳)

مرزا جی کا دعویٰ صرف رسول ہونے کا نہیں بلکہ "قمر الانبیاء" یعنی نبیوں کا چاند ہونے کا بھی ہے۔یا تی قمر الانبیاء نبیوں کا چاند آئے گا (حقیقۃ الوحی ص ۱۰۶) سیاق کلام سے یہ بات سمجھنی مشکل نہیں کہ یہاں قمر الانبیاء سے مراد مرزا جی کی اپنی ذات ہے کیونکہ اس سے پہلے جملے میں "قل" کا لفظ کہ تو لوگوں سے کہہ دے۔الخ اور کہیں وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں!

آنچہ داد است ہر نبی را جام　　داد آں جام را مرا بتام (نزول المسیح ص ۴۷۷)

خدا نے جو پیالے ہر نبی کو دیے ہیں ان تمام پیالوں کا مجموعہ مجھے دیا ہے۔

کیا اب بھی مرزا جی کے دعویٰ نبوت میں کوئی شک باقی رہ جاتا ہے۔

۷) مرزا جی نے دنیا کو کیا دیا؟:

مرزا جی نے تقریباً نوے چھوٹی بڑی کتابیں لکھیں ان کتابوں میں چند مسائل کو ہی بار بار دہرایا گیا ہے۔آپ انکے لٹریچر کا مطالعہ کیجئے آپ اس بات سے اتفاق کریں گے کہ ان کتابوں میں اُمت مسلمہ کے لیے کوئی عظمت کا پیغام نہیں ہے۔کوئی وحدت فکر کا درس نہیں ہے۔کوئی معاشی، معاشرتی، سیاسی، اخلاقی یا عمرانی ضابطہ نہیں ہے۔مسلمانوں کے باہمی اختلافات کو حل کرنے کا کوئی ضابطہ کار نہیں ہے۔مسلمانوں کی بے عملی ختم کرا کے ان میں جذبہ عمل پھونکنے کا کوئی گر نہیں ہے۔اسوقت مسلمانوں کو بے شمار مسائل درپیش تھے۔ایک تو یورپ انہیں اپنے شکنجہ غلامی میں جکڑنے پر تلا ہوا تھا۔عملی طور پر مسلمان اسلامی تعلیمات کو فراموش کیے ہوئے تھے۔باہمی اختلافات کی خلیج وسیع سے وسیع تر ہو رہی تھی۔انکی قوت فرقوں میں بٹ رہی تھی۔مسلمان مادی طور پر بھی کمزور تھے اور علمی طور پر بھی۔کسی نئی نبوت کا تو سوال ہی نہیں کیونکہ قرآن وسنت واضح الفاظ میں اسکی تردید کر چکے تھے اس دور میں اگر کوئی مجدد بھی پیدا ہوتا کوئی دینی مصلح بھی ابھرتا تو قوم کو یورپ کی یلغار سے بچنے کے گر سکھاتا، انہیں علم جدید کے ہتھیاروں سے مسلح کرتا، دین سے انکا حقیقی تعلق قائم کرتا، انکے رسمی ایمان میں ایک نئی روح پھونکتا، اپنے مستقبل سے لرزاں وترساں اس قوم کو جذبہ ایمانی عطا کر کے انہیں نئے ولولے دیتا، انکی منتشر قوت کو مجتمع کرتا، انہیں اختلافات کی خلیج کم کرنے کا لائحہ عمل دیتا اور اپنی بکھری ہوئی قوم کو ایک وحدت فکر دے کر نا قابل تسخیر بنا دیتا۔

لیکن مرزا جی کے تمام لٹریچر میں زمانے کے ان تقاضوں کا جواب تک نہیں۔انکے تمام لٹریچر میں کیا ہے؟ القلیل کالمعدوم الگ چیز ہے ورنہ ان میں وفات مسیح پر بحث ہے۔انگریز کی وفاداری کا درس ہے۔اپنے نشانات کا بیان ہے۔اپنی ذات کا تحفظ ہے۔اپنی شان وشوکت کا تذکرہ ہے۔محمدی بیگم اور آتھم کے جھگڑے ہیں۔مخالفین کو گالیاں ہیں۔زمانے کے تقاضے کیا تھے؟ مرزا جی کیا کرتے رہے جو طبیب مریض کی نبض پر ہاتھ رکھنا

نہیں جانتا اسے طبیب کہنا طبابت کی توہین ہے۔سوال یہ ہے کہ مرزا جی نے دنیا کو کیا دیا ہے۔انکے پاس وہ کون سا پیغام تھا؟ جس کے لیے انہیں بھیجا گیا تھا۔انکے پاس تو کوئی ایسی بات نہیں تھی جو ایک عام مذہبی رہنما کے پاس ہوتی ہے۔وہ کیسا لیڈر ہے جو اپنی قوم کو غلامی میں پختہ ہونے کی تلقین کرتا رہے۔

وہ نبوت ہے مسلماں کے لیے برگ حشیش جس نبوت میں نہیں قوت وشوکت کا پیام

مرزا جی کی پوری جدوجہد کا نتیجہ کیا نکلا!!!

اتفاقی مسائل اختلافی بن گئے۔اُمت نئے نئے مباحث میں الجھ گئی۔انکے ماننے والے انگریز کے مہرے بن گئے۔اُمت مسلمہ کی قوت کا ایک بہت بڑا حصہ مرزا جی کے پھیلائے ہوئے نظریات کی تردید میں صرف ہوگیا۔جو قوت یورپ کے مقابلہ میں سد سکندری بن سکتی تھی وہ آپس میں ہی صرف ہونے لگی۔ظاہر ہے یہ بھی انگریز سے وفاداری نبھانے کا ایک طریقہ ہی تھا۔خود ہی فیصلہ فرمایئے جس انسان کی ساری کاوشوں کا نتیجہ اُمت کو مزید کمزور کرنا ہو۔جو اپنی قوم کو غلامی کا درس دیتا رہے۔جس کی فکر کے سارے دائرے اپنی ذات کے تحفظ اور اپنے مفادات کے حصول کی طرف ہی لوٹتے رہے جو قوم کو دشمن کے مقابلہ میں سینہ سپر کرنے کی بجائے آپس میں ہی الجھادے۔جو قوم کو ایسے مباحث میں لگادے جنکا مسائل حیات سے کوئی تعلق نہ ہو۔تو کیا ایسا شخص ایک قائد اور رہنما ہوسکتا ہے اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہی ہے تو یقین فرمایئے آپ ایسے ہی ایک شخص کو نبی مان بیٹھے ہیں۔اگر بالفرض حضور اکرم ﷺ کے بعد کوئی نبی آ بھی سکتا تب بھی مرزا جی کو نبی ماننا ایک پاگل پن اور گمراہی کے سوا کچھ نہ ہوتا۔کیونکہ نبوت عزت کا پیغام دیتی ہے غلامی کا نہیں۔اختلافات مٹاتی ہے پھیلاتی نہیں۔نبی زمانے کو اخلاق کی تعلیم دیتا ہے مخالفین کو گالیاں نہیں دیتا۔قوم کو آگے لیکر چلتا ہے الجھاتا نہیں۔وہ قوم کی منتشر طاقتوں کو ایک نقطہ اتحاد دیتا ہے اسے بکھیرتا نہیں۔مرزا جی کے سارے لٹریچر کو کھنگال مارئیے اور خود ہی سوچئے کہ کیا ان میں نبیوں والی ایک بات بھی پائی جاتی ہے؟

۸)مرزا جی کو نبی ماننا حضور ﷺ کے اُمتی ہونے کے شرف سے محرومی ہے:

قادیانی حضرات ذرا ٹھنڈے دل سے اس بات پر غور فرمائیں۔یہ بات حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری قدس سرہ نے ایک موقع پر فرمائی تھی میں اسے کچھ تفصیل سے اپنے الفاظ میں بیان کرتا ہوں!

"کسی بھی انسان کا تشخص اور اسکی پہچان سابقہ انبیاء کرام نہیں ہوتے بلکہ ایک جدید نبی ہوتا ہے۔ سابقہ انبیاء کرام ایک جنس کی حیثیت رکھتے ہیں اور جدید نبی ایک نوع کی حیثیت رکھتا ہے اور تعارف جنس سے نہیں نوع سے کروایا جاتا ہے مثلاً عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی مانتے ہیں اور یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عیسائی بھی مانتے ہیں لیکن وہ یہودی نہیں کیونکہ عیسائی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی نبی مانتے ہیں۔ لیکن یہودی یہودی ہے کیونکہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کسی کو نبی نہیں مانتا لیکن عیسائی عیسائی ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ایک اور ذات کو بھی مانتے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اور ایک مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام دونوں کو نبی مانتا پھر بھی نہ یہودی ہے نہ عیسائی بلکہ مسلمان ہے کیونکہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ایک ذات کو نبی مانتے ہیں جن کا اسم گرامی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔ گویا یہودیوں کا تشخص پہلے انبیاء کا ماننے کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں عیسائی کا تشخص دیگر انبیاء کو ماننے کے باوجود حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور مسلمانوں کا تشخص سابقہ انبیاء کو ماننے کے باوجود حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں"۔

اب قادیانی حضرات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو نبی ماننے کے بعد ایک اور شخص کو نبی مانتے ہیں جس کا نام مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ تو گویا ان کا تشخص مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اُمتی ہیں عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اُمتی ہیں مسلمان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے اُمتی ہیں اور قادیانی حضرات مرزا غلام احمد کے اُمتی ہیں۔ جب قیامت کا دن ہوگا اور اللہ تعالیٰ انبیاء کرام سے فرمائے گا کہ اپنی اپنی اُمت کو لاؤ تو قادیانی حضرات مرزا غلام احمد کے ساتھ اُٹھیں گے اور مسلمان حضور اکرم ﷺ کیساتھ بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوں گے قادیانی حضرات حضور ﷺ کے اُمتی ہونے کے شرف سے محروم ہو گئے ہیں۔ یہاں یہ بحث نہ کرنا کہ ہم بھی حضور ﷺ کے اُمتی ہیں کیونکہ مرزا جی حضور ﷺ کیذات میں ہی فنا تھے۔ اگر آپ کی بات مان لی جائے تب بھی آپ حضور ﷺ

کے بالواسطہ اُمتی ہیں بلاواسطہ نہیں۔ اور بالواسطہ تو سارا جہاں ہی میرے نبی کا اُمتی ہے کیونکہ حضور ﷺ امام الانبیاء ہیں اور تمام انبیاء درحقیقت آپ کے ہی اُمتی ہیں۔

نماز اقصیٰ میں تھا یہی سر عیاں ہوں معنی اول آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے
تھے

علامہ سید محمود احمد آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

ومن هنا ذهب العارفون الى انه ﷺ هو النبى المطلق والرسول الحقيقى والمشرع الاستقلالى وان من سواه من الانبياء عليهم الصلوة والسلام فى حكم التبعية له ﷺ۔

اسی لیے عارفین نے کہا ہے کہ نبی کریم ﷺ ہی نبی مطلق، رسول حقیقی اور مستقل شریعت لانے والے ہیں اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام آپ کے تابع ہیں۔ (تفسیر روح المعانی ج ۳)

بالواسطہ تو سب ہی امام الانبیاء ﷺ کے اُمتی ہیں لیکن حضور ﷺ کے بلاواسطہ اُمتی ہونے کا شرف صرف اور صرف اُمت محمدیہ علیہ التحیۃ والثناء کو حاصل ہے۔ قادیانی حضرات اس بات کو کبھی نہ بھولیں کہ مرزا جی کو نبی مان کر وہ حضور ﷺ کے اُمتی ہونے کے شرف سے محروم ہو چکے ہیں اور قیامت کے دن انکا حشر حضور ﷺ کے ساتھ نہیں بلکہ مرزا جی کیساتھ ہوگا۔ حضور ﷺ کی اپنی اُمت کیلئے جو خصوصی شفاعت ہوگی وہ اس سے محروم ہو چکے ہیں۔ آپ اچھی طرح اس بات پر غور کرلیں کہ کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ حضور ﷺ کے اُمتی ہونے کے شرف سے محروم نہ ہوں؟ کیا آپ چاہتے ہیں کہ قیامت کے بعد آپ کا حشر حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ہو؟ کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کو حضور ﷺ کی خصوصی شفاعت ملے جو ان کی اُمت کو نصیب ہوگی؟

حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے منبر ہوں گے دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اپنے
اپنے
منبروں پر بیٹھ جائیں گے اور میں اسوقت تک اپنے منبر پر نہ بیٹھوں گا جب تک میرا ایک بھی اُمتی دوزخ میں رہے

گا۔انبیاء کرام کے حوالے سے حضور ﷺ کو اتنی محبت اپنی اُمت سے ہے اور مرزاجی نے تو سارا کاروبار ہی دجل وفریب سے چلایا ہے۔تو خدارا حضور ﷺ کی اس محبت سے محروم نہ ہوں۔حضور ﷺ کے اُمتی ہونے کے شرف سے محروم نہ ہوں۔ابھی قادیانیت سے توبہ کر لیجئے۔مرزاجی کے اُمتی ہونے کا قلادہ اپنی گردن سے اتار پھینکئے۔مرزاجی کے اُمتی نہیں حضور ﷺ کے اُمتی بن جایئے۔اپنا تعارف مرزاجی کے حوالے سے نہیں حضور ﷺ کے حوالے سے کروایئے۔جلدی کیجئے زندگی کا کچھ اعتبار نہیں۔دیر نہ کیجئے نہ جانے آج کی رات قبر کی ہی رات ہو۔مرزاجی کو چھوڑ کر میرے مصطفیٰ کریم ﷺ کے دامن میں آجایئے۔مقصد زندگی مل جائے گا۔حاصل زیست پالو گے۔فیصلہ آپ کے ہاتھوں میں ہے تاجدار کونین ﷺ یا مرزاجی؟

ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جاتے ہیں　　　　مانو نہ مانو جان من اختیار ہے

۹)فقہ حنفی کی تقلید کیوں؟:

مرزاجی اصولی طور پر فقہ حنفی کے مقلد تھے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھرپور طریقے سے خراج تحسین پیش کرتے تھے۔ایک مقام پر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مرزاجی لکھتے ہیں!

”وہ ایک بحر اعظم تھا اور دوسرے سب اسکی شاخیں۔اسکا نام اہل رائے رکھنا ایک بھاری خیانت ہے۔امام بزرگ ابوحنیفہ کو علاوہ کمالات علم آثار نبویہ کے استخراج مسائل　　　　میں　　　　ید طولیٰ تھا“۔(الحق مباحثہ لدھیانہ ص ۱۵۱ بحوالہ احمدیہ حنفیہ ص ۱۳)

مرزاجی ایک مقام پر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں!

”اصل حقیقت یہ ہے کہ امام صاحب موصوف اپنی قوت اجتہادی اور اپنے علم اور درایت اور فہم وفراست میں ائمہ ثلاثہ باقیہ سے افضل واعلیٰ تھے اور انکی خداداد قوت فیصلہ ایسی بڑھی ہوئی تھی کہ ثبوت عدم ثبوت میں بخوبی فرق کرنا جانتے تھے اور انکی قوت مدرکہ کو قرآن شریف سمجھنے میں ایک خاص دستگاہ تھی اور انکی فطرت کو کلام الٰہی سے ایک خاص مناسبت تھی اور عرفان کے اعلیٰ درجہ تک پہنچ چکے تھے اور اسی وجہ سے اجتہاد و استنباط میں ان کے لیے درجہ علیا مسلم تھا جس تک پہنچنے سے دوسرے سب لوگ قاصر تھے“۔(ازالہ اوہام ص ۵۳۱،۵۳۰)

مرزا جی اپنے اُمتیوں کو کہتے ہیں!

”اگر حدیث میں کوئی مسئلہ نہ ملے اور نہ سنت میں اور نہ قرآن میں مل سکے تو اس صورت میں فقہ حنفیہ پر عمل کرلیں“۔(ریویو بر مباحثہ چکڑالوی و بٹالوی ص ۵ مندرجہ روحانی خزائن ج ۱۹ ص ۲۰۹)

مرزا جی کا یہ قول انکے فقہ حنفی کے مقلد ہونے پر واضح دلیل ہے کیونکہ تقلید کا تو دائرہ ہی وہاں سے شروع ہوتا ہے جہاں قرآن وسنت اور اجماع کی نصوص نہیں ہوتیں۔اس حقیقت کے واضح ہوجانے کے بعد اب قادیانی حضرات سے میرا یہ سوال ہے کہ تاریخ نبوت میں سے آپ ایسی مثال دے سکتے ہیں کہ ایک نبی کسی غیر نبی کی تقلید کررہا ہو اور اسکی پیروی کرنے والا ہو؟

ظاہر ہے فقہ قرآن وسنت کی روشنی میں ہی مستنبط ہوتی ہے۔تو وہ کیسا نبی ہے جو قرآن وسنت میں بصیرت بھی نہیں رکھتا جو ایک غیر نبی رکھتا ہے۔جو اپنے اُمتیوں کو قرآن وسنت کی روشنی میں ایک لائحہ عمل بھی مرتب کر کے نہیں دے سکتا۔یہ کیا بات ہوئی کہ نبوت مرزا جی کی اور فقہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا۔مرزا جی امام ابوحنیفہ کی فہم وفراست اور قرآن فہمی اور نور بصیرت کے جس قدر معترف ہیں اسکی ایک جھلک آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔لیکن تعجب ہے کہ ختم نبوت کے متعلق امام ابوحنیفہ کا جو دوٹوک موقف ہے مرزا جی اسکے منکر ہیں۔

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں!

تنبا رجل فی زمن ابی حنیفة و قال امھلونی حتی اجیء بالعلامات	امام ابوحنیفہ کے زمانے میں ایک شخص نے دعوئ نبوت کیا اور اسنے کہا کہ مجھے مہلت دو

فقال ابو حنیفه من طلب منه علاقة فقد کفر لقوله علیه السلام لا نبی بعدی۔

تا کہ میں اپنی نشانیاں دکھاؤں تو امام ابو حنیفہ نے فرمایا! جو اس سے نشانی طلب کرے گا وہ بھی کافر ہو جائے گا کیونکہ حضور ﷺ فرما چکے لا نبی بعدی میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔(تفسیر روح البیان ج۷ ص۱۸۸ المکتبۃ الاسلامیہ۔ریاض

قادیانی حضرات اس نقطے پر غور فرمائیں کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر مرزا جی نبی تھے تو وہ غیر نبی کے مقلد کیوں تھے؟ اور اگر امام ابو حنیفہ کی فراست نور ایمان اور شریعت فہمی دیگر مسائل میں مرزا جی کے نزدیک بھی مسلم ہے تو مسئلہ ختم نبوت میں انکا فتویٰ قابل قبول کیوں نہیں؟ امام صاحب تو فقط دعویٰ نبوت کو ہی کفر قرار دیتے ہیں بلکہ اس سے دلیل مانگنے والے کو بھی

کافر قرار دیتے ہیں تو مرزا جی کی تاویلات کو سننا بھی امام صاحب کے نزدیک گمراہی کا راستہ ہے باقی مباحث میں تو پڑنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۱۰)مرزا جی کو نبی ماننے کے مضمرات:

کسی کو نبی ماننا یا نہ ماننا کوئی اختیاری یا ذوقی قسم کی چیز نہیں ہوتا۔ کہ جس کا جی چاہے وہ نبی مان لے اور جس کا جی نہ چاہے وہ نبی نہ مانے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ بلکہ نبی کو ماننا ایمان اور نہ ماننا کفر ہوتا ہے اگر مرزا جی کی نبوت کو سچا مانا جائے تو اسلام کی بنیادیں ہی ہل جائیں گی۔ اور دین اسلام کو نہ صرف یہ کہ نا قابل تلافی نقصان پہنچے گا بلکہ اسلام کی عمارت ہی منہدم ہو جائے گی۔ سب سے پہلا نقصان یہ ہوگا کہ قرآن وسنت کی تعلیمات پر حرف آئے گا۔ کیونکہ قرآن مجید میں حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے کا تو ذکر ہے لیکن آپ کے بعد بھی نبوت جاری رہے گی اسکا کوئی تذکرہ نہیں ہے حدیث پاک میں یہ تو واضح فرمایا گیا کہ لا نبی بعدی۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اگر کسی ظلی یا بروزی نبی نے آنا ہوتا تو آخر حضور ﷺ کہیں تو وضاحت فرماتے کہ لا نبی بعدی الانبیاء ظلیا او امتیا۔ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا مگر ظلی یا اُمتی نبی آئے گا۔ جب سرکار نے واضح الفاظ میں صرف یہ فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا جبکہ حقیقت میں کسی قسم کے نبی نے آنا تھا تو گویا حضور اکرم ﷺ اپنی اُمت کو اندھیروں میں چھوڑ گئے؟ اور انہیں

ادھوری تعلیم ہی دے کر گئے؟ (معاذ اللہ) اور قرآن مجید جس کا دعویٰ ہے کہ اس میں چھوٹی بڑی ہر چیز کا بیان ہے بھی مشکوک ہو جائے گا کیونکہ جب مسئلہ پر ایمان اور کفر کا بیان ہے اسے ہی بیان نہیں فرمایا تو پھر وہ ہر چیز کا بیان کیسے ہو گیا اب یہ آپ کا اختیار ہے کہ قرآن وسنت کی تعلیمات کو مکمل مانو اور نصوص قطعیہ کے مطابق کسی بھی نئی نبوت کو ٹھکرا دو یا قرآن وسنت کی تعلیمات کو ادھورا مانو اور کسی نئی نبوت کو اس کے کہنے پر مان لو۔

دوسرا نقصان یہ ہوگا کہ مرزا جی کو نبی ماننے سے پہلے صحبت نبوی کے شرف اور تعلیم نبوت کی توہین ہو جائے گی۔ کیونکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا طبقہ وہ خوش نصیب طبقہ ہے جن کے دلوں کا تزکیہ براہ راست خود نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ جنکی تعلیم وتربیت خود معلم کتاب وحکمت ﷺ نے فرمائی جنکو اخلاص اور للٰہیت کا سبق خود مزکی اکبر ﷺ نے دیا۔ اور جن کے تزکیہ قلوب پر حضور اکرم ﷺ کو اتنا ناز اور مان تھا کہ آپ نے فرمایا کہ اگر میرے صحابی کا نصف مد جو کا صدقہ تمہارے احد پہاڑ جتنے صدقہ سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے اوکما قال۔ اسکا سبب یہی تو ہے کہ اللہ تعالیٰ چیز کی کمی بیشی کو نہیں دیکھتا بلکہ اخلاص اور للٰہیت کو دیکھتا ہے۔ اگر اخلاص ہو تو ایک کھجور کا صدقہ بھی پہاڑ جتنا ہو جاتا ہے اور اگر اخلاص کم ہو تو احد پہاڑ جتنا صدقہ بھی ایک کھجور جتنا رہ جاتا ہے یا اس سے بھی کم۔ کیونکہ یہاں بے تاب جذبے دیکھے جاتے ہیں چیز کی کمی بیشی نہیں۔

فیضان نبوت کے سبب صحابہ کرام کا اخلاص اور للٰہیت اتنی مستحکم ہوگئی تھی کہ انکا ایک مد یا نصف مد کا صدقہ دوسروں کے احد پہاڑ جتنے صدقے سے زیادہ ہو جاتا تھا تو انکی دیگر عبادات اور قربانیوں کا بارگاہ خداوندی میں کیا مقام ہوگا؟۔ اب اگر

مرزا جی کہیں کہ میں عبادت کرتے کرتے اس مقام تک پہنچ گیا ہوں کہ مجھے نبوت مل گئی تو گویا اسکا یہ مطلب ہوا کہ مرزا جی عبادت میں اس مقام پر پہنچ گئے جہاں نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہ پہنچ سکے۔ مرزا جی کو نبی ماننے سے براہ راست فیضان نبوت کی توہین ہو جائے گی۔ اور شرف صحابیت کی عظمتوں پر حرف آئے گا۔ نبوت ایک وہبی چیز ہے کسبی چیز نہیں۔ عبادت سے نہیں ملتی صرف فضل خداوندی ہے جس کو ملنی تھی مل۔ تاہم اگر نبوت کسبی چیز بھی ہوتی اور حضور ﷺ کے بعد کسی کو عبادت کے معیار سے ملنی بھی ہوتی تب بھی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کو ملتی۔ جن کی عبادتوں پر قرآن شاہد ہے اور ایک ایرانی جاسوس جن پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتا ہے! "ھم رھبان باللیل و فرسان بالنھار" کہ وہ راتوں کے راہب ہیں اور دنوں کے شہسوار ہیں۔ مرزا جی کو نبی ماننے سے عظمت صحابیت کا انکار لازم آتا ہے جو فی نفسہ کفر ہے۔

مرزا جی کو نبی ماننے کا تیسرا نقصان یہ ہے کہ حفظ مراتب کا اصول منہدم ہو جاتا ہے کیونکہ اُمت اس پر متفق رہی کہ اُمت کا سب سے اعلیٰ طبقہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا طبقہ ہے پھر صحابہ کے بعد تابعین کا درجہ ہے۔ لیکن اگر مرزا جی کو نبی مانا جائے تو ظاہر ہے کہ نبی تو بہر حال غیر نبی سے افضل ہی ہوگا۔ تو مرزا جی کو نبی ماننے کا مطلب یہ ہے کہ وہ صحابہ کرام سے بھی افضل ہیں۔ اور اُمت کے وہ تمام اکابر جنکی شخصیات کو مرزا جی بطور حوالہ کے درج کرتے ہیں مرزا جی کو ان سب سے افضل ماننا پڑے گا۔ جس کا تصور کر کے بھی انسان لرز کر جاتا اٹھتا ہے۔

مرزا جی کو نبی ماننے کا چوتھا نقصان یہ ہوگا کہ شرف نبوت ہی مشکوک ہو جائے گا۔ کیونکہ انبیاء کرام انسانیت کا سب سے اعلیٰ طبقہ ہیں جو انسانیت کو صرف اللہ کی بندگی کا درس دیتے ہیں۔ وہ کبھی فرعون کے بھرے دربار میں صدائے توحید بلند کرتے ہیں۔ کبھی خدائی کا دعویٰ کرنے والے نمرود کو للکارتے ہیں۔ جو پورے جہان کو للکارتے ہیں کہ تم سارے اکٹھے ہو جاؤ اور جو میرے خلاف کر سکتے ہو کر لو، تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، کیونکہ انی توکلت علی اللّٰہ۔ میں نے اللہ پر توکل کیا ہے میرا کارساز میرا اللہ ہے، میری پشت پر رب قدیر کا دست قدرت ہے۔ جبکہ مرزا جی کے متعلق یہ بات مسلم ہے کہ وہ انگریز سے مدد مانگتے رہے۔ اسکی غلامی کا دم بھرتے رہے، اسکی خوشامد اور چاپلوسی میں لگے رہے۔ تو اگر ایسے انسان کو نبی مانا جائے تو شرف نبوت کی توہین ہو جائے گی اور حق کے داعیوں کا کردار مشکوک ہو جائے گا۔

مرزا جی کو نبی ماننے کا پانچواں نقصان یہ ہوگا کہ تعلیمات نبوی کی ہی توہین ہو جائے گی مثلاً اللہ تعالیٰ کے انبیاء تو زمانے کو حسن اخلاق کی تعلیم دیتے ہیں اور تاریخ نبوت شاہد ہے کہ وہ گالیاں دینے والوں کو دعائیں دیتے ہیں۔ برا کہنے والوں کو بھلا کہتے ہیں جبکہ مرزا جی نے اپنے مخالفین کو جس طرح گالیاں دیں ہیں اور اپنی نبوت کے منکرین کے لیے جو گھٹیا زبان استعمال کی ہے اگر مرزا جی کو نبی مانا جائے تو ایک عام انسان پریشان ہوگا اور یہ سوچنے پر مجبور ہوگا کہ اگر نبیوں کا یہ کردار ہے تو میں ویسے ہی بھلا۔ نبی انسانوں کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم کرنے کے لیے آتے ہیں انکی تمام تعلیمات کا مرکز وحید تعلق مع

اللہ ہوتا ہے جبکہ مرزا جی کی زندگی کا مقصد وحید اپنی ذات کو منوانا ہے۔ یہ خود پرستی اور دعویٰ نبوت یہ انا پرستی اور دعویٰ رسالت؟

اگر مرزا جی کو نبی مانا جائے تو ایک عام انسان یہ سوچے گا کہ اگر نبی کی تمام کوششوں کا محور اور تمام جدوجہد کا حاصل اپنی ذات کو منوانا ہے تو پھر یہ کام بندہ ویسے ہی کر لیتا ہے تو مجھے نبوت کو ماننے کی کیا ضرورت ہے، الغرض مرزا

جی کو نبی ماننا صداقت نبوت کو مشکوک کرنا اور شرف نبوت کی توہین ہے۔مرزا جی کو نبی مانو گے تو نبوت پر زر پرستی، زن پرستی اور خود پرستی کا الزام آئے گا۔وہ لوگ کتنے بھولے ہیں جو ایک ایسے شخص کو نبی مان رہے ہیں۔جس کی تعلیمات قرآن وسنت کے منافی ہیں جو اجماع کا منکر ہے جسکی زبان گالیوں سے آلودہ ہے جس کے گلے میں انگریز کی غلامی کا طوق ہے جو اپنے پیروکاروں کو عزت نفس کا نہیں بلکہ انگریز کی غلامی کا درس دیتا ہے۔جس پر زر پرستی کا بھوت ایسی شدت سے سوار ہے کہ اس کے اکثر الہامات منی آڈر کے متعلق ہی ہیں جس کی زندگی کا ایک بہت بڑا حصہ نئے نکاح کی خواہشات اور اس پر اٹھنے والے اعتراضات کے جوابات دیتے گزر گیا۔ایسا شخص تو خود نور ایمان سے محروم ہوتا ہے دوسروں کو کیا ایمان دے گا۔یہ تو خود تاریکیوں کا سوداگر ہے دوسروں میں روشنیاں کیا بانٹے گا۔

وہ ایک شخص جو آیا ہے آندھیاں لے کر اسی سے اپنے دیئے کی ضمانتیں مانگو

میں جانتا ہوں محبت کے رشتے بڑے گہرے ہوتے ہیں اور جب محبت کی بنیاد مذہب ہو تو یہ گہرائی اور حساسیت اپنی آخری حدوں کو چھونے لگتی ہے۔لیکن اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو عقل بخشی ہے اور شعور بھی۔قادیانی حضرات سے میری التماس ہے کہ وہ بحث وتکرار کے دائرہ سے باہر آکر ذرا ٹھنڈے دل سے ان حقائق پر غور کریں کہ آخر وہ قرآن وسنت کی واضح تعلیمات کو چھوڑ کر مرزا جی کی تاویلات پر فریفتہ کیوں ہوگئے؟وہ براہراست حضور اکرم ﷺ کے اُمتی ہونے کے شرف سے کیوں محروم ہوگئے؟وہ ایک ایسے شخص کو نبی مان رہے ہیں جو قرآن وسنت کو فیصل نہیں مانتا۔جو انبیاء کرام علیہم السلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی توہین کے جرم کا مرتکب ہو رہا ہے۔جو اخلاق سے گری ہوئی گفتگو کرتا ہے۔جس نے عالم اسلام کو سوائے جھگڑوں کے کچھ نہیں دیا۔جو اپنے ماننے والوں کو غلامی کا درس ہی دیتا رہا۔

ان باتوں پر ٹھنڈے دل سے غور کریں۔اللہ تعالیٰ سے طالب ہدایت بن کر اسکے کرم کا سوال کریں اس ضد اور ہٹ دھرمی کو چھوڑیں کیونکہ کل رب کے حضور جانا ہے۔اس کے ختم نبوت کے اعلان کے بعد اگر کسی اور کو نبی مانیں گے تو کل اسے کیا منہ دکھائیں گے؟حضور ﷺ کے واضح اعلان ''لانبی بعدی'' کے باوجود اگر کسی اور کو نبی مانو گے تو انکی شفاعت کی امید کیسے رکھو گے؟سوچو!غور کرو اپنے ضمیر سے پوچھو شاید اللہ تعالیٰ کوئی روشنی دکھا دے اور تم مرزا جی کے جھنڈے سے نکل کر صاحب لواء الحمد ﷺ کے قدموں تک پہنچ جاؤ۔

سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے ہزار ہا شجر سایہ دار رہ میں ہیں

☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

قادیانی حضرات سے چند سوال

قاضی محمد حفیظ اللہ (ایم اے)

۱۹۳۶ میں میٹرک کا امتحان پاس کر کے میں لاہور آ گیا۔ میرے ایک دوست محمد انور خان ہیں جو بڑے مخلص اور بلند پایہ انسان ہیں۔ ان کے پھوپھا خواجہ محمد صدیق ہوا کرتے تھے جو قادیانی ہو گئے تھے۔ وہ ریلوے میں ملازم تھے اور ریلوے سٹیشن کے پاس ریلوے کوارٹروں میں رہا کرتے تھے۔ خواجہ صاحب شطرنج کے بہت اچھے کھلاڑی تھے۔ خواجہ صاحب کے ایک دوست ڈاکٹر عبید اللہ ہومیو پیتھ تھے جو مرزا غلام احمد قادیانی کے مرید تھے اور ان کی صحبت نے خواجہ صاحب کو قادیانی کر لیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب بھی شطرنج کے کھلاڑی تھے۔ میں بھی شطرنج کا شائق تھا کبھی کبھی چھٹی کے روز میں خواجہ صاحب کے ہاں شطرنج کھیلنے چلا جاتا۔ ڈاکٹر صاحب تو قریباً روزانہ وہاں آیا کرتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب سے بھی میری جان پہچان ہو گئی۔

میں دین سے بالکل کورا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے کچھ عرصہ بعد بڑی شفقت و محبت سے دھیمے لہجے میں مجھے قادیانیت کی تبلیغ شروع کر دی اور مرزا غلام احمد کی تصنیفات مجھے پڑھنے کے لیے دیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا مجھ پر بڑا احسان ہے کہ جب تک میرے دل و دماغ گواہی نہ دیں میں کسی بات کو تسلیم نہیں کرتا۔ دین کا علم نہ ہونے کی وجہ سے میں ڈاکٹر صاحب کے بعض دلائل کے سامنے عاجز آ جاتا۔ چنانچہ میں نے احمدی لٹریچر پڑھنے کے ساتھ ساتھ دین کا مطالعہ بھی شروع کر دیا۔ مرزا کی تصنیفات پڑھنے میں، میں نے ایک بات محسوس کی کہ مرزا کی تحریر بھول بھلیوں کا چکر ہوتا ہے جس میں وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ○ (احزاب ۷۰) والی کوئی بات نہیں ہوتی۔ اگر آدمی دین کے علم کے بغیر اس میں گھس جائے تو اس کو باہر کا راستہ ملنا دشوار ہو جاتا ہے۔

غالباً ۱۹۳۸ء کی بات ہے والد صاحب بھور شریف جانے کی تیاری کر رہے تھے میں نے ان سے پوچھا آپ بھور شریف کیا لینے جاتے ہیں انہوں نے کہا کہ وہ تلاش حق میں اودھ کے ایک بہت بڑے بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے کہا! ''تمہارا حصہ تو شمالی ہندوستان کے روحانی بادشاہ بھور شریف میں عرصہ سے انتظار کر رہے ہیں جاؤ تمہارا حصہ ان کے پاس ہے ان کی خدمت میں حاضر ہو'' چنانچہ والد صاحب اودھ سے واپس بھور شریف پہنچے جہاں فقیر فتح محمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کا فیض عام جاری تھا اور جن کی روحانیت کی ضیا پاشیوں سے بھور شریف بقعۂ نور بنا ہوا تھا۔ فقیر صاحب نے والد صاحب کو حلقہ ارادت میں داخل کرتے ہوئے فرمایا! ''معراج دین تم نے بہت انتظار کروایا'' فقیر صاحب کے حلقہ ارادت میں داخل ہونے کے بعد ان پر حب الٰہی کا شدید غلبہ ہوا اور یہ

مشق سخن جاری اور چکی کی مشقت بھی کے مصداق دفتر میں کام کرتے ہوئے بھی ان کی زندگی کا کوئی لمحہ بھی یاد خدا سے خالی نہ رہتا۔ انکی عبادت کے متعلق میری سوتیلی والدہ مرحومہ کی ایک بات بس کرتی ہے۔ ۱۹۶۵ء میں ان کی وفات پر والدہ صاحبہ مرحومہ نے بتایا! "بیٹا میں تمہارے باپ کے گھر ۱۹۴۴ء میں آئی تھی۔ شب عروسی سے لے کر ان پر فالج گرنے تک میں نے تمہارے باپ کو رات بارہ بجے کے بعد جائے نماز پر ہی دیکھا"۔

میں نے ایک روز والد صاحب سے ڈاکٹر عبید اللہ کا ذکر کیا اور کہا یہ قادیانی لوگ تو بہت اچھے ہوتے ہیں۔ آپ قادیانی کیوں نہیں ہوئے؟۔ حالانکہ ہماری برادری کے بابا میراں بخش قادیانی ہو چکے ہیں۔ وہ مسکرائے اور کہنے لگے کہ مجھے بھی چچا میراں بخش نے قادیانی ہونے کی دعوت دی تھی۔ ہوا یوں کہ تمہاری والدہ کی وفات سے پہلے میرے چھوٹے بھائی عین عنفوان شباب میں فوت ہو گئے پھر تمہاری والدہ فوت ہو گئیں اسکے آٹھ یوم بعد تمہارا نوزائیدہ بھائی محمد حنیف فوت ہو گیا۔ اس کے بعد تم سے بڑی بہن فوت ہو گئی ان پے درپے اموات نے میرے دل ودماغ کو جھنجوڑ کر رکھ دیا اور مجھے دائیں بازو کا فالج ہو گیا۔ چچا میراں بخش نے مجھے کہا کہ جب تک خلیفۃ المسیح کے پاس نہیں جاؤں گے آرام نہیں آئے گا۔ میں رات کو سویا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میں ایک روشن سڑک پر جا رہا ہوں کہ ایک دم چیل نے جھپٹا مارا جس سے سڑک پر ایک آدھ سیکنڈ کے لیے اندھیرا چھا گیا اس کے بعد سڑک پھر روشن ہو گئی میں سمجھ گیا کہ یہ چیل چچا میراں بخش کی دعوت احمدیت تھی۔

دسمبر کا مہینہ تھا میں فقیر صاحب کی خدمت میں بھور شریف پہنچا اور اپنی کیفیت بیان کی عشاء کی نماز کے بعد حضور نے اپنی مٹی کی کٹیا میں مجھے طلب فرمایا۔ گھڑے میں سے ایک پیالہ پانی لے کر اس پر دم کر کے مجھے دیکر فرمایا! "آدھا پانی پی لو اور آدھا بازو پر مل لو۔ میں پچھلی شب تمہارے لیے دعا کروں گا"۔ میں پانی لے کر اپنے کمرہ میں آ گیا۔ پانی تھا کہ پگھلی ہوئی برف اوپر سے شدید سردی کا موسم۔ میں نے آدھا پانی پی لیا اور آدھا بازو پر مل کر سو گیا۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ انگڑائی لے رہا ہوں۔ انگڑائی لینے میں میری آنکھ کھل گئی۔ سحری کا وقت تھا میں نے دیکھا کہ میں واقعی دونوں بازو اوپر کیے ہوئے انگڑائی لے رہا ہوں میرا فالج زدہ بازو بحمد اللہ تندرست ہو چکا تھا۔ فقیر صاحب صبح آٹھ بجے کے قریب اپنے وظائف سے فارغ ہوتے تھے میں حاضر ہو کر قدموں میں گر پڑا آپ نے صرف اتنا فرمایا کہ! "قربان جاؤں اس ذات پر جس نے مجھے تمہارے سامنے سرخرو کیا ہے"۔ واپسی پر میں نے چچا میراں بخش کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے میرے مرشد کی دعا و برکت سے مجھے صحت دے دی ہے اس پر چچا میراں بخش اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔ بیٹا مرزا غلام احمد ایک کاذب مدعی نبوت ہے۔ اسکو توجہ دینے کی کوئی ضرورت

نہیں۔ اپنی عادت سے مجبور میں نے مرزا صاحب کی کتب لے کر اور زور شور سے پڑھنا شروع کر دیں اور اپنے نوٹس لیتا گیا۔ والد صاحب مرحوم کا واقعہ دوسرا تاثر تھا جو میرے ذہن پر احمدیت کے خلاف قائم ہوا۔

۱۹۴۰ء کی بات ہے کہ میں ڈاکٹر عبید اللہ کی دوکان پر گیا میں ان سے مرزا صاحب کے چند الہامات کی وضاحت پوچھ رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ ڈاکٹر صاحب کسی اور طرف متوجہ ہیں۔ میں نے باہر سڑک پر دیکھا تو وہاں ایک خوبصورت لڑکا کھڑا تھا جس کے نظارہ دید میں ڈاکٹر صاحب دنیا و مافیہا سے غافل ہو چکے تھے میں ڈاکٹر صاحب کے چہرے کے مدوجذر دیکھتا رہا اور ڈاکٹر صاحب اس لڑکے کو۔ جب وہ لڑکا وہاں سے چل دیا تو ڈاکٹر صاحب یکدم چونکے اور قدرے شرمساری سے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا! ''ہر شخص کی کوئی نہ کوئی کمزوری ہوتی ہے''۔ میں نے اس دن جانا کہ زنا بالعین کیا ہوتا ہے اور ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ میں مسیح موعود کے الہامات کی آپ سے وضاحت چاہ رہا تھا یکدم آپ کی عدم توجہ دیکھ کر میں نے سوچا کہ آخر ایسی کونسی بات ہے جو آپ کے نزدیک مسیح موعود کے الہامات سے بھی زیادہ اہمیت رکھتی ہے جب آپ کی نگاہیں اس خوبصورت لڑکے پر گڑھی ہوئی دیکھیں تو کیا آپ جانتے ہیں کہ میری سوچ کس رخ پر چل نکلی سنیئے!

اس وقت آپ کی عمر کم از کم پچاس برس ہوگی۔ اس عمر میں نفسانیت اور خواہشات کے جھکڑ سست پڑ جاتے ہیں مجھے آپ کی کمزوری سے کچھ واسطہ نہیں میں تو یہ سوچ رہا ہوں کہ جس وقت میں آپ سے مسیح موعود کے الہامات کا ذکر خیر کر رہا تھا اس وقت آپ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر ایک خوبصورت لڑکے کی لذت نظارہ میں اس قدر محو ہو گئے کہ آپ کو دنیا و جہان کا ہوش نہ رہا۔ آپ اسے دیکھتے رہے اور میں آپ کے چہرے پر مدوجزر۔ میں سوچتا ہوں کہ جس صحابیت نے آپ کو اس عمر تک قلب و نظر کی پاکیزگی سے سرفراز نہیں کیا اس کی نبوت مجھ جیسے طلسم شباب کی ہوشربائیوں کے ذوگرفتار کو کیا دے گی۔ میری ڈاکٹر صاحب سے یہ آخری مذہبی بات چیت تھی جس نے میرے ذہن پر قادیانیت کے خلاف تیسرا نہایت گہرا اثر چھوڑا۔

قادیانی لٹریچر کے مطالعہ کے بعد جو سوالات میرے ذہن میں اُبھرے اور آج تک جواب طلب ہیں وہ پیش خدمت ہیں۔

سوال نمبر ا:

اٹھارویں اور انیسویں صدی میں یورپ کے جن اہل علم حکماء اور سائنسدانوں نے افکار و نظریات کی دنیا میں ایک تہلکہ مچا دیا ان میں مندرجہ ذیل لوگ تھے۔

کانٹ (۱۷۲۴تا ۱۸۰۴ء)

ہیگل (۱۷۷۰تا ۱۸۳۱ء)

ڈارون (۱۸۰۹تا ۱۸۸۲ء)

مارکس (۱۸۱۸تا ۱۸۸۳ء)

فرائڈ (۱۸۵۶تا ۱۹۳۹ء)

آئن سٹائن (۱۸۷۹تا ۱۹۵۵ء)

مرزا غلام احمد قادیانی ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۰۸ء میں وفات پا گئے۔اس طرح ڈارون، مارکس، فرائڈ، اور آئن سٹائن کے ہم عصروں میں سے تھے۔

ڈارون، مارکس اور فرائڈ کے نظریات اور فلسفوں نے ایک دنیا کو اللہ تعالیٰ سے برگزشتہ کردیا اور مارکس کے فلسفہ نے تو خاص کر اللہ تعالیٰ عزوجل کی ذات کو دنیا سے نکال دیا۔مارکس کی کتاب سرمایہ capital جو اشتمالیت communism کی الہامی کتاب ہے پہلی بار ۱۸۶۷ء میں چھپی اور دنیا میں پھیل گئی۔دوسری بار یہ کتاب ۱۸۷۳ء میں چھپی اور مشتہر ہوگئی۔مرزا غلام احمد آنجہانی نے اپنی کتاب "براہین احمدیہ" جس پر انہوں نے بعد ازاں اپنی نبوت کی بنیاد رکھی ۱۸۸۰ء سے ۱۸۸۴ء تک لکھی یعنی سرمایہ کے دوسری بار چھپنے کے سات سال بعد شروع کی اور چار سال تک لکھتے رہے۔سرمایہ کے مطالعہ نے بڑے بڑے مسلمان علماء و حکماء کو بھی ہلا کر رکھ دیا۔حتیٰ کہ اقبال جیسے بلند پایا فلسفی بھی مارکس کے متعلق یہ کہے بغیر نہ رہ سکے "نیست پیغمبر ولے دارد کتاب" اس سے اہل علم اور صاحب نظر لوگوں کے نزدیک "سرمایہ" کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب ۱۹۰۸ء میں وفات پا گئے اور جس سلطنت برطانیہ کے لیے وہ بارگاہ الٰہی میں عمر بھر دعائیں کرتے رہے وہ بھی ان کے مرنے کے دوسو یا چار سو سال بعد نہیں بلکہ صرف ۳۹ سال بعد ہندوستان سے اپنا بوریا بستر لپیٹ کر چلتی بنی۔اب ذرا مرزا صاحب کے مندرجہ ذیل الہامات ملاحظہ فرمائیں!

اے مرزا تو مجھ سے میری اولاد جیسا ہے (اربعین)

جان لو اللہ کا فضل میرے ساتھ ہے اور اللہ کی روح میرے نفس میں بولتی ہے۔(انجام آتھم)

مجھے رب تعالیٰ کی طرف سے مارنے اور زندہ کرنے کی صفت دی گئی ہے۔(خطبہ الہامیہ)

اے مرزا تیری شان یہ ہے کہ تو جس چیز کو کہہ دے ہوجا وہ ہو جاتی ہے۔(حقیقت الوحی)

پہلی بات تو یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مرزا صاحب کو زندگی اور موت اور کن فیکون کے اختیارات دیئے تھے تو ان کو اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی بس خود ہی کہہ دیتے "سلطنت برطانیہ تا قیامت پائندہ باد" اور سلطنت برطانیہ کو اپنی بساط لپیٹنے کی نوبت ہی نہ آتی۔ لیکن اگر اپنی عبودیت کے اظہار کے لیے وہ عمر بھر سلطنت برطانیہ کے لیے دعا کرتے ہی رہے تو یہ کیسی نبوت اور کیسی دعا تھی کہ ادھر گئے مرزا صاحب اور اُدھر گئی سلطنت برطانیہ۔ موت و زندگی اور کن فیکون کے اختیارات دھرے کے دھرے رہ گئے۔

مرزا صاحب ۱۹۰۸ء میں فوت ہوگئے اور ان کی وفات کے ۹ اور صرف ۹ سال بعد یعنی ۱۹۱۷ء میں لینن نے روس میں انقلاب اشتمالیت برپا کر کے خدا کے انکار پر ایک پوری سلطنت قائم کردی اور اب اشتمالیت کا یہ سیلاب آدھی دنیا سے زیادہ کو ہڑپ کر چکا ہے۔ چند دن پہلے تک یہ سیلاب البانیا، لیبیا، یمن، شام، عراق اور افغانستان جیسے اسلامی ملکوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لیکر ہمارے ملک کی سرحدوں سے ٹکرا رہا تھا اور لطف کی بات یہ ہے کہ مرزا صاحب کے اشتہار مورخہ ۲۱ دسمبر ۱۸۹۶ء میں مندرجہ ذیل پیش گوئی کو بھی اپنے ساتھ بہالے گیا ہے۔

"میں نے عالم کشف میں دیکھا کہ میرے محل پر غیب سے ہاتھ مارا گیا اور اس ہاتھ کے چھونے سے اس محل میں سے ایک نور ساطعہ نکلا جو ارد گرد پھیل گیا۔ تب ایک شخص بولا اللہ اکبر خربت خیبر اسکی تعبیر یہ ہے کہ محل سے مراد میرا دل ہے اور وہ نور قرآنی معارف ہیں خیبر سے مراد تمام خراب مذہب ہیں جس میں شرک اور باطل کی ملونی ہے۔ سو مجھے بتلایا گیا کہ اس مضمون کے خوب پھیلنے کے بعد جھوٹے مذہبوں کا جھوٹ کھل جائے گا اور قرآنی سچائی زمین پر دن بدن پھیلتی جائے گی جب تک کہ اپنا دائرہ پورا نہ کرلے"۔

"براہین احمدیہ" کو شروع سے لے کر آخر تک پڑھ جایئے اس میں "سرمایہ" کا توڑ تو کیا اس کا ذکر تک نہیں جو اس بات کا ثبوت ہے کہ مرزا صاحب کو بایں دعویٰ نبوت "سرمایہ" کی خبر تک نہ تھی اور نہ یہ خبر تھی کہ یہ کتاب دنیا میں ان کے مرنے کے صرف ۹ سال بعد کفر و الحاد اور مادیت کا ایسا طوفان لانے والی ہے جو طوفان نوح کو بھی پیچھے چھوڑ دے گا۔ اس بات کو اور بھی زیادہ اہمیت حاصل ہو جاتی ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مرزا صاحب نے اپنی نبوت بگھارنے کے لیے اُوٹ پٹانگ پیش گوئیوں اور الہامات کی تو بھرمار کردی جن میں ان کے دشمنوں کے ہلاک ہونے کی خبر دی جاتی لیکن دنیا پر ان کی وفات کے ہزار سال بعد نہیں بلکہ صرف ۹ سال بعد انقلاب اشتمالیت کی شکل میں اتنی بڑی آفت کے بارے میں نہ انہیں کوئی کشف ہوا نہ کوئی الہام۔ حتیٰ کہ انہیں کوئی خواب تک نہ آیا تا کہ وہ دنیا کو خبردار کر جاتے کہ عنقریب دنیا پر ایک بہت بڑا روز بد آنے والا ہے آخر کیوں؟ کیا یہی ہے نبوت کیا یہی ہے خدا کا بروز لاحول

ولا قوۃ۔

سوال نمبر۲

اللہ تعالیٰ قرآن حکیم کی سورۃ ابراہیم کی آیت نمبر۴ میں فرماتا ہے!

''وَمَآ اَرْسَلْنَامِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۔''ہم نے اپنا پیغام دینے کے لیے جب کوئی رسول بھیجا ہے اس نے اپنی قوم ہی کی زبان میں پیغام دیا ہے تا کہ وہ انہیں اچھی طرح کھول کربات سمجھائے۔

موسیٰ علیہ السلام کی زبان عبرانی تھی اس لیے تورات عبرانی میں نازل ہوئی۔رسول اللہ ﷺ کی زبان عربی تھی اس لیے قرآن عربی زبان میں نازل ہوا۔اب سوال یہ ہے کہ مرزا صاحب کس قوم کی طرف مبعوث ہوئے اوراس قوم کی زبان کیا تھی؟مرزا صاحب نے قادیان میں دعویٰ نبوت کیا۔قادیاں صوبہ پنجاب کے ضلع گورداسپور میں واقع ہے ۔پنجاب والوں کی زبان پنجابی ہے اگر مرزا صاحب کی بعثت پنجابیوں کی طرف تھی تو قرآن حکیم کے مطابق ان کی ساری وحی پنجابی زبان میں ہونا چاہیے تھی۔اس کے برعکس صورت حال یہ ہے کہ مرزا صاحب کی تصنیف شدہ ۸۰ کے قریب کتابوں میں سے ایک بھی ایسی نہیں جو پنجابی زبان میں ہو۔

دوسری طرف اگر مرزا صاحب کے الہامات پر نظر ڈالی جائے تو ان کے الہامات عربی،اردو،فارسی ،انگریزی وغیرہ میں ہیں پنجاب تو کیا دنیا بھر میں کوئی قوم ایسی نہیں جو یہ سب زبانیں ایک ساتھ بولتی ہو۔ایک قوم کی مادری زبان صرف ایک ہی ہوتی ہے۔مرزا صاحب فرماتے ہیں!''زیادہ تر تعجب کی بات یہ ہے کہ بعض الہامات مجھے ان زبانوں میں ہوتے ہیں جن سے مجھے کچھ بھی واقفیت نہیں۔جیسے انگریزی،سنسکرت یا عبرانی وغیرہ۔(نزول المسیح)

مرزا صاحب کا ایک انگریزی الہام ملاحظہ فرمائیں!

He halts in the zila peshawar.

یہ کسی قوم کی زبان ہو یا نہ ہو کم از کم اتنا واضح ہے کہ جس خدا نے یہ الہام کیا تھا اس کو پانچویں جماعت کے طالب علم جتنی انگریزی بھی نہیں آتی تھی۔

سوال نمبر۳

قرآن حکیم میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے!''اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (ج)۔یعنی تم خدا کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور تم میں سے جنہیں کچھ اختیارات سونپے جائیں ان کی اطاعت کرو۔مرزا صاحب اس آیت کے لکھنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں!''اولی الامر سے مراد جسمانی طور پر بادشاہ اور

روحانی طور پر امام الزماں ہے جسمانی طور پر جو شخص ہمارے مقاصد کا مخالف نہ ہو اور اس سے مذہبی فائدہ ہمیں حاصل ہو سکے وہ ہم میں سے ہے۔اس لیے میری نصیحت اپنی جماعت کو یہی ہے کہ وہ انگریزوں کی بادشاہت کو اپنے اولی الامر میں داخل کریں اور دل کی سچائی سے ان کے مطیع رہیں"۔(ضرورت الامام)

قرآن کریم نے تو خدا اور رسول اور جماعت مومنین میں سے ان افسران ماتحت کی اطاعت کو فرض قرار دیا تھا جنہیں کچھ اختیارات تفویض کیے گئے ہوں لیکن مرزا صاحب نے بے دریغ قرآن کریم کی تحریف کر کے کفار کی اطاعت کو فرض قرار دے دیا۔مرزا صاحب نے آیت کا صرف اتنا حصہ لیا جس کو وہ توڑ مروڑ سکتے تھے اور آیت کے اس حصے جو چھوڑ دیا جو ان کی مذکورہ تحریف قرآن کا بھانڈا بیچ چوراہے میں پھوڑ دیتا۔پوری آیت یہ ہے!

"یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْج فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِط ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًاO (النساء:۵۹)

ترجمہ:اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں۔پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملے میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو۔اگر تم واقعی اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہو۔یہی ایک صحیح طریق کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بہتر ہے۔

آیت کا خط کشیدہ فقرہ مرزا صاحب کمال عیاری سے چھوڑ گئے کیونکہ یہ وہ ہڈی تھی جو ان کے حلق سے گزر نہ سکتی تھی۔سوال یہ ہے کہ انگریز اولی الامر تھے تو ان سے نزاع کی صورت میں کس کی طرف رجوع کیا جاتا۔ظاہر ہے کہ انگریز تو مسلمانوں کے خدا اور رسول کو مانتے نہیں تھے لہذا مسلمانوں کے خدا اور رسول کی طرف تو رجوع ہو نہیں سکتا تھا۔قادیانی حضرات کے پاس اس کا کیا جواب ہے؟علاوہ ازیں انگریز کو اولی الامر میں داخل کرنا قرآن حکیم کی بدترین تحریف تھی جس سے بدتر تحریف شاید یہودیوں نے بھی تورات میں نہ کی ہوگی۔

سوال نمبر۴

بھارت دستور کے مطابق سکھ ہندوؤں کا ہی ایک فرقہ ہے۔سکھوں کے ایک لیڈر سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ نے سکھوں میں آزاد خالصتان کی تحریک چلائی اور اپنا ہیڈ کوارٹر دربار صاحب امرتسر کو بنا لیا جو سکھوں کا مقدس ترین مقام ہے۔جہاں بھارتی فوج نے چڑھائی کر کے اسکی اینٹ سے اینٹ بجادی۔سنت جرنیل سنگھ اپنے ساتھیوں سمیت مارا گیا۔اس کے علاوہ بہت سے سکھ مرد عورتیں اور بچے جو دربار صاحب کی یاترا کو آئے ہوئے تھے ان کو بھی بھارتی فوج کے سورماؤں نے بھون کر رکھ دیا۔مزید برآں سکھوں کے بزرگوں کے تبرکات جواب تک دربار

صاحب میں محفوظ چلے آرہے تھے بھارتی فوج کی گولہ باری سے تباہ وبرباد ہوگئے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر کل کو پاک بھارت جنگ ہوجائے اور بھارتی حکومت اندرون خانہ قادیانی حضرات کو یہ دھمکی دے کہ اگر تم نے پاکستان کے خلاف بھارت کا ساتھ نہ دیا تو قادیان میں موجود تمہارے نبی اور اسکی ذریت کی قبریں کھود کر ان کی ہڈیاں نکال کر جلا دی جائیں گی اور تمہارے بہشتی مقبرہ کا نام ونشان تک مٹا دیا جائے گا تو ایسی صورت میں قادیانی حضرات کس کا ساتھ دیں گے بھارت یا پاکستان؟

اجرائے نبوت پر قادیانی دلائل کا محاکمہ

پروفیسر محمد الیاس اعظمی

اجرائے نبوت سے متعلق قادیانی دلائل پر ایک نظر:

مرزائی، قادیانی لوگوں سے اجرائے نبوت سے متعلق گفتگو کرنے سے پہلے یہ بات طے کرلینا اشد ضروری ہے کہ مرزائی کس قسم کی نبوت کے قائل ہیں اس لیے کہ مرزائی مطلقاً اجرائے نبوت کے قائل نہیں بلکہ حضور سید عالم ﷺ کے بعد وہ ایک خاص قسم کی نبوت کے قائل ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ پہلے ان سے اس خاص قسم کا قول کروا کر پھر اس دعویٰ کے مطابق ان سے دلیل طلب کی جائے اسلیے کہ دلیل اور دعویٰ میں مطابقت ہونا ضروری ہے۔ قادیانی عام طور پر نبوت کی تین طرح پر تقسیم کرتے ہیں۔

۱) تشریعی نبوت (حقیقی نبوت) ۲) مستقل نبوت (جسکا تشریعی و حقیقی ہونا ضروری نہیں [ان دونوں کا دروازہ بند ہوگیا]

۳) ظلی یا بروزی نبوت [اسکا دروازہ کھلا ہے]

حوالہ ۱: مرزا بشیر الدین محمود مذکورہ بالا ان تین اقسامِ نبوت کو یوں بیان کرتا ہے!

> "میں نبیوں کی تین اقسام مانتا ہوں۔ (۱) جو شریعت لانے والے ہوں (۲) جو شریعت نہیں لائے لیکن انکو نبوت بعد واسطہ ملتی ہے اور کام وہ پہلی اُمت کا ہی کرتے ہیں جیسے سلیمان و ذکریا اور یحییٰ علیہم السلام۔ (۳) ایک جو نہ شریعت لائے اور ان کو بلاواسطہ نبوت ملتی ہے لیکن وہ پہلے نبی کی اتباع سے نبی ہوتے ہیں"۔ (قول فیصل ص ۱۴ مصنفہ مرزا بشیر الدین محمود)

۲:

''اس جگہ یادرہے کہ نبوت مختلف نوع پر ہے اور آج تک نبوت تین قسم پر ظاہر ہو چکی ہے۔(۱) تشریعی نبوت: ایسی نبوت کو مسیح موعود نے حقیقی نبوت سے پکارا ہے۔(۲) وہ نبوت جسکے لیے تشریعی یا حقیقی ہونا ضروری نہیں۔ایسی نبوت مسیح موعود کی اصطلاح میں مستقل نبوت ہے۔(۳) ظلی اور امتی نبی: حضور ﷺ سے مستقل اور حقیقی نبوتوں کا دروازہ بند کیا گیا اور ظلی نبوت کا دروازہ کھولا گیا ہے۔''(مسئلہ کفر و اسلام کی حقیقت ص ۳۱ مصنفہ مرزا بشیر احمد)

:۳

''انبیائے کرام علیہم السلام دو قسم کے ہوتے ہیں۔تشریعی ،غیر تشریعی ۔پھر غیر تشریعی بھی دو قسم کے ہوتے ہیں۔۱) براہ راست نبوت پانے والے۔۲) نبی تشریعی کی اتباع سے نبوت حاصل کرنے والے۔آنحضرت ﷺ کے پیشتر صرف دو قسم کے نبی آتے تھے''۔(مباحثہ راولپنڈی ص ۱۷۵)

مذکورہ الصدور حوالہ جات سے درج ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱) نبوت کی تین اقسام میں سے دو بند اور ایک خاص قسم (ظلی نبوت) جاری ہے جو آپ ﷺ کی اتباع سے حاصل ہوتی ہے۔

۲) ظلی نبوت کی خاص قسم حضور ﷺ کے بعد جاری ہوئی۔

۳) نبوت وھبی نہیں کسبی ہے۔اس لیے اتباع سے حاصل ہورہی ہے۔

ان تنقیحات ثلاثہ کے بعد اب قادیانیوں سے ان کے مؤقف پر دلیل مانگی جائے تو پھر انکی دلیل کے جواب میں غور کیا جائے۔

۱) کیا یہ دلیل دعویٰ کے مطابق ہے کہ اس سے خاص قسم کی نبوت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟

۲) کیا یہ خاص قسم بعد از نبوت محمدی ثابت ہوتی ہے یا مطلقاً ثابت ہورہی ہے؟

۳) اور یہ کہ اس دلیل سے نبوت وھبی ثابت ہورہی ہے یا کسبی؟

جب اس انداز سے آپ ان کو ہر طرف سے گھیر لیں گے تو پھر ان شاء اللہ کوئی مرزائی اپنے اجرائے نبوت پر ایک دلیل بھی پیش نہیں کرے گا۔اس لیے کہ وہ جب بھی اس موضوع پر بحث کرتے ہیں تو وہ اجرائے نبوت کا عام موضوع چھیڑ

دیتے ہیں جو ان کے خاص دعویٰ کے مطابق نہیں ہوتے بلکہ ان کے اپنے مسلمات کے خلاف ہوتے ہیں۔

اجرائے نبوت پر قادیانی دلائل:

قادیانی عام طور پر قرآن مجید کی جن آیات بیّنات میں تحریف معنوی کرتے ہوئے اپنی خودساختہ نبوت کی تقسیم کرتے ہیں اور پھر ان سے اپنے مذعومہ عقیدے کے مطابق نبوت کا جاری ہونا ثابت کرتے ہیں ہم اولاً اُن آیات کریمہ کو سور قرآنی کی ترتیب سے پیش کرتے ہیں تاکہ قارئین کرام ایک نظر میں ان آیات کو دیکھ سکیں۔ ثانیاً ان میں سے چند آیات پر ضروری گفتگو کریں گے تاکہ اس موضوع پر مطالعہ کے شائقین کو قادیانی دلائل کے جوابات سمجھنے اور یاد رکھنے میں آسانی رہے۔ ملاحظہ ہوں وہ آیات جن کو مرزائی اپنے مؤقف کے طور پر پیش کرتے اور ان سے استدلال کرتے ہیں۔

۱۔ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ (الفاتحہ ۵،۶)

۲۔ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا ○ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰی بِاللّٰهِ عَلِیْمًا ○ (النساء ۶۹،۷۰)

۳۔ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْكُمْ اٰیٰتِیْ فَمَنِ اتَّقٰی وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ○ (الاعراف ۳۵)

۴۔ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ط (آل عمران ۸۱)

۵۔ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا ○ (بنی اسرائیل ۱۵)

۶۔ اَللّٰهُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ط اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ ○ (الحج ۲۲: ۷۵)

۷۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ الخ (النور ۵۵)

۸۔ یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ (سورۃ المومن ۱۵)

۹۔ هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمْ

الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ط وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (الجمعہ ۲،۳)

۱۰۔وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۔ (آل عمران ۱۷۹)

۱۱۔يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ط اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝ (المومنون ۵۱)

قادیانی دلائل کا محاکمہ:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (الفاتحہ ۵،۶)

استدلال:

قرآن مجید کی سورۃ فاتحہ کی اس آیت میں "مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ" اور "الضَّآلِّيْنَ" کے رستے سے بچنے کی دعا سکھائی گئی ہے اور انعام یافتہ لوگوں کے رستے پر چلنے کی دعا سکھائی گئی ہے۔تا کہ ہم بھی انعام یافتہ بن جائیں۔ انعام یافتہ خدا تعالیٰ عزوجل کے نزدیک چار گروہ ہیں جیسا کہ سورۃ النساء آیت ۶۹ میں ہے۔وہ انبیاء، صدیقین اور صالحین ہیں بس اس دعا سکھانے میں ایک پیشگوئی ہے کہ اُمت محمدیہ میں چاروں گروہوں کے افراد پیدا ہو سکتے ہیں۔(احمدیہ تعلیمی پاکٹ بک حصہ اول ۲۳۱،۲۳۲)

جواب ا:

سورۃ فاتحہ کی آیت بالا سے اجرائے نبوت پر استدلال کرنے سے یہ لازم آتا ہے کہ نبوت ایک اکتسابی چیز ہے حالانکہ اس میں کسب کا کوئی دخل نہیں بلکہ یہ سراسر ایک وھبی امر ہے جیسا کہ خود قرآن مجید اسکی تصریح کر رہا ہے ملاحظہ ہو!

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی	اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ
عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْقَالَ	پر جھوٹ افترا کرے یا کہے میری
اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْہِ	طرف وحی کی گئی اور اس کی طرف کچھ
شَیْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ	وحی نہیں کی گئی اور جو کہے میں اس کی
مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ وَلَوْ	مثل اتار سکتا ہوں جو اللہ نے اتارا اور
تَرٰیٓ اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ	اگر تو دیکھے جب ظالم موت کی سختیوں
غَمَرٰتِ الْمَوْتِ (الانعام ۹۳)	میں ہوں۔

اسی طرح دوسرے مقام پر فرمایا!

وَاِذَا جَآءَتْھُمْ اٰیَۃٌ قَالُوْا لَنْ	اور جب انکے پاس کوئی آیت آتی ہے
نُّؤْمِنَ حَتّٰی نُؤْتٰی مِثْلَ مَآ	کہتے ہیں ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں
اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَعْلَمُ	گے یہاں تک کہ ہم کو اس کی مثل دیا
حَیْثُ یَجْعَلُ	جائے جو اللہ کے رسولوں کو دیا گیا اللہ
رِسَالَتَہٗ (الانعام ۶:۱۲۴)	خوب جانتا ہے کہ کہاں اپنی رسالت کو
	رکھے۔

مزید فرمایا!

بَلْ یُرِیْدُ کُلُّ امْرِیٍٔ مِّنْھُمْ	بلکہ ان میں سے ہر شخص چاہتا ہے کہ
اَنْ یُّؤْتٰی صُحُفًا	اسے کھلے ہوئے صحیفے دیئے جائیں۔
مُّنَشَّرَۃً ○ (المدثر ۷۴:۵۲)	

قرآن مجید کی مذکورہ بالا تینوں آیتوں سے یہ معلوم ہوا کہ نبوت و رسالت یا شریعت کا ملنا ایک وھبی امر ہے اور یہ تقویٰ کے مدارج، مقامات میں سے نہیں کہ جو دعا اور کسب سے حاصل ہو سکے۔

جواب ۲:

تاریخ میں کوئی ایک مثال بھی پیش نہیں کی جا سکتی کہ کسی ایک فرد کو بھی دعا کرنے سے نبوت ملی ہو۔ اس لیے کہ عطائے نبوت موہبت ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے۔

جواب ۳:

قادیانی جو کہ فاتحہ کی اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے اجرائے نبوت ثابت کرتے ہیں ان سے ہمارا سوال یہ ہے کہ حضور سید عالم محمد مصطفی ﷺ کو یہ دعا قبل از نبوت سکھائی گئی یا بعد از نبوت؟۔

یہ بات بدیہی ہے کہ یہ وحی نبوت ہے اور اس پر سب متفق ہیں تو جب یہ وحی نبوت ہے تو معلوم ہوا کہ یہ دعا حضور ﷺ کو نبوت ملنے کے بعد سکھائی گئی لہذا آپ ﷺ کو نبوت اس دعا کے نتیجے میں نہیں ملی جب آپ ﷺ کو نبوت دعا کے نتیجہ میں نہیں ملی تو گذشتہ چودہ صدیوں میں جو لاکھوں ہزاروں اولیاء ومقربین ہو گزرے ہیں جن میں صحابہ، تابعین اور اکابر اولیاء، صلحاء سب شامل ہیں اُن میں سے ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ ایسی دعا حصول نبوت کے لیے سکھاتے جو خیر اُمت ہیں حالانکہ ایسا آج تک نہ کبھی ہوا اور نہ آئندہ ہونے کا امکان ہے۔

قادیانی دلیل:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ط (آل عمران ۸۱)	اور جب اللہ نے نبیوں کے ذریعہ سے عہد لیا کہ جو کچھ میں نے تمہیں کتاب اور حکمت سے دیا ہے پھر تمہارے پاس وہ رسول آئے جو اُس کی تصدیق کرنے والا ہو جو تمہارے پاس ہے تو تم نے ضرور اس پر ایمان لانا ہوگا۔

قادیانی استدلال:

اس آیت سے ظاہر ہے کہ ہر نبی سے قوم کی نمائندگی میں بعد میں آنے والے نبی کے متعلق ایمان لانے اور نصرت کرنے کے لیے عہد لیا گیا۔ یا یہ عہد ہر نبی سے رسول کریم ﷺ کے متعلق لیا گیا۔ قرآن مجید میں ہے کہ اس قسم کا عہد رسول کریم ﷺ سے بھی لیا گیا چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے!

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ	اور جب ہم نے نبیوں سے ان کا عہد لیا اور
مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّ	تجھ سے بھی لیا اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ
اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى	اور عیسیٰ ابن مریم سے اور ہم نے ان سے
ابْنِ مَرْيَمَ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ	پختہ عہد لیا تاکہ وہ سچوں سے ان کی سچائی
مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ○ (الاحزاب ۳۳:۷)	کے متعلق سوال کرے۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ رسول کریم ﷺ سے وہی نبیوں والا عہد لیا گیا ہے تاکہ مسلمان آئندہ آنے والے رسول پر ایمان لائیں اور اسکی مدد کریں۔ (احمدیہ تعلیمی پاکٹ بک ۲۲۸، ۲۲۷)

جواب ا:

سورۃ آل عمران کی آیت میثاق جس سے آپ نبوت کا جاری ہونا ثابت کر رہے ہیں کیا اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں آج تک کسی ایک مفسر نے بھی آیت کا یہ معنی و مفہوم بیان کیا ہے جو آپ کر رہے ہیں زیادہ نہ سہی فقط ایک حوالہ ہی دکھا دیں ہم تمہیں چیلنج سے کہتے ہیں کہ تم قیامت تک کوئی ایسا حوالہ ثابت نہیں کر سکتے۔

جواب ۲:

اگر بقول تمہارے آیت میثاق سے نبوت کا جاری ہونا ثابت ہوتا ہے تو پھر بھی تمہارا دعویٰ باطل ہے اس لیے کہ ''لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ'' کے الفاظ صاف طور پر بتا رہے ہیں کہ اگر آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ صاحب شریعت، صاحب کتاب و حکمت ہوتا۔ اور یہ تم بھی تسلیم کرتے ہو کہ حضور ﷺ کی تشریف آوری کے ساتھ مستقل اور تشریعی نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے اور ظلی و اُمتی نبی کا دروازہ کھلا ہے۔ اس پر ہم یہ کہتے ہیں کہ مستقل اور تشریعی نبوت کے بند ہونے پر زیر بحث آیت کی روشنی میں جو دلیل تمہاری ہے ظلی اور امتی نبوت کے بند ہونے پر وہی دلیل ہماری ہے۔ **ما ھو جوابکم فھو جوابنا۔**

جواب ۳:

سورۃ آل عمران کی زیر نظر آیت کریمہ جس سے قادیانی نبوت کا جاری ہونا ثابت کر رہے ہیں اس موقع پر ہم ان سے پوچھتے ہیں کیا قرآن مجید کی اس آیت کریمہ کے سیاق و سباق یا کسی اور مقام سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ عہد ہم نے محمد ﷺ سے بھی لیا ہے۔ **ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔**

جواب ۴:

ہم پوری دنیائے قادیانیت کو کھلا چیلنج دیتے ہیں کہ وہ روئے زمین پر پائے جانے والے پورے ذخیرہ حدیث، کتب سیر اور کتب تاریخ میں سے کوئی ایک ضعیف سے ضعیف تر بلکہ اس سے بھی نیچے کوئی موضوع تر قول حدیث یا اثر دیکھا دے کہ سورۃ آل عمران کی اس آیت کے نزول کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کو جمع کر کے یہ اعلان فرمایا ہو کہ لوگو! اللہ نے مجھ سے یہ عہد لیا ہے کہ میرے بعد جو بھی نبی آئے اس پر ایمان لاؤں اور اس کی تائید و نصرت کروں۔ لہذا میرے متبع اور پیروکار ہونے کی حیثیت سے تم بھی اس کا عہد کرو۔ ہم علی وجہ البصیرت اس بات کا اعلان واظہار کرتے ہیں کہ حدیث، سیرت اور تاریخ اسلام کے پورے لٹریچر میں اس قسم کے مضمون کا خفیف سے خفیف نام ونشان تک بھی نہیں ملتا بلکہ اس کے برعکس ہمارے دعویٰ کی تائید میں سینکڑوں احادیث طیبہ، اقوال وآثار صحابہ اور فرامین وفتاویٰ آئمہ محدثین وفقہائے اسلام ملتے ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور سید عالم ﷺ پر نبوت و رسالت اور وحی کا سلسلہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا اور اب کوئی نبی پیدا ہونے والا نہیں۔

قادیانی دلیل:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى	اللہ ایسا نہیں کہ تمہیں غیب پر اطلاع دے
الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ	لیکن اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے
مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ۔ (آل عمران ۱۷۹)	چن لیتا ہے۔

بعض قادیانی آیت بالا میں صیغہ مضارع کی رعایت سے نبوت کا جاری ہونا ثابت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یجتبی سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت جاری ہے اسی لیے فرمایا ہے کہ یجتبی کہ جس کو رسول چاہے گا مطلع کرتا رہے گا غیب پر۔

جواب ا:

اس آیت کریمہ سے اجرائے نبوت پر استدلال کرنا سراسر جہالت اور قرآنی اسلوب سے عدم واقفیت کے سوا کچھ نہیں۔ اس لیے کہ اگر سیاق کلام پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر نبوت کا تو تذکرہ ہی نہیں بلکہ یہاں تو کفار اور منکرین کا رد کیا گیا ہے جو یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں براہ راست خیر اور رضا کی راہ کیوں نہیں بتادیتا سوان کے اس اعتراض کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ! اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ وہ تم میں سے ہر کسی کو اپنے علوم غیبیہ پر مطلع کر دے بلکہ وہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے منتخب کر لیتا ہے اور اسے اپنے علوم سے نوازتا ہے۔

"یَجۡتَبِیۡ مِنۡ رُّسُلِهٖ مَنۡ یَّشَآءُ" کے الفاظ صاف بتارہے ہیں کہ نبوت ورسالت ایک وھبی چیز ہے جو ہر کسی کو نہیں ملتی بلکہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ، منتخب انسانوں کو ملتی ہے جن کو وہ اپنی قدرت کاملہ سے چن لیتا ہے۔ باقی رہے عام انسان تو انکے لیے حکم یہ ہے کہ وہ نبی ورسول پر بلا چوں وچرا ایمان لائیں جیسا کہ اس **اٰمنوا باللہ و رسلہ** اس پر واضح قرینہ موجود ہے۔ لہذا یہ ثابت ہوا کہ آل عمران کی اس آیت سے نبوت کا جاری ہونا ثابت کرنا جہالت اور بے علمی ہے۔

قادیانی دلیل:

وَمَنۡ یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَیۡهِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیۡقِیۡنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیۡنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیۡقًا ۝ ذٰلِكَ الۡفَضۡلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰی بِاللّٰهِ عَلِیۡمًا ۝ (النساء ۶۹، ۷۰)	اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرتا ہے تو یہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا (یعنی) نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالح لوگوں (کیساتھ) اور یہ اچھے ساتھی ہیں۔ یہ فضل اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ کافی جاننے والا ہے۔

قادیانی استدلال:

اس آیت میں آئندہ نبی صدیق، شہید اور صالح بننے کیلیے اللہ اور آنخضرت ﷺ کی اطاعت کو شرط قرار دیا گیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ آنخضرت ﷺ کے بعد نبوت، صدیقیت، شہادت اور صالحیت کی چاروں نعمتیں آپ کی اطاعت سے وابستہ ہیں اور نبی، صدیق، شہید اور صالح بننے کیلیے آپ ﷺ کی اطاعت شرط ہے گو یہ چاروں مرتبے ملتے خدا کے فضل سے ہی ہیں۔

اس آیت سے ظاہر ہوا کہ آنخضرت ﷺ کے بعد کوئی ایسا مستقل نبی نہیں آسکتا جس کے لیے آنخضرت ﷺ کی اطاعت شرط نہ ہو پس آنخضرت ﷺ اس آیت کی رو سے جہاں نبیوں کے آنے کے لیے موثر وجود قرار دیئے گئے ہیں وہاں آپ ﷺ کی اطاعت کو شرط قرار دے کر مستقل اور شارع انبیاء کا انقطاع بھی بطور اشارۃ النص بیان کر دیا گیا ہے۔ گویا اس آیت میں آنخضرت ﷺ کو خاتمیت مرتبی اور خاتمیت زمانی دونوں کا مصداق قرار دیا گیا ہے۔ ہاں

نبیوں کے لیے موثر وجود بطور عبارت النص اور آخری شارع اور آخری مستقل نبی ہونے کا ثبوت بطور اشارۃ النص بیان کیا گیا ہے۔(احمدیہ تعلیمی پاکٹ بک ا:۲۳۳،۲۳۴)

جواب ا:

زیر بحث آیت کریمہ کا خود ساختہ معنی و مفہوم جو آپ نے بیان کیا ہے تاریخ اسلام میں سے کسی معتبر مجدد یا مفسر سے اس کی تائید و توثیق پیش کریں جس نے یہ معنی بیان کیا ہو۔ انشاء اللہ آپ قیامت تک ایک بھی تائید نہیں لا سکتے اس سے ثابت ہوا کہ آپ کا بیان کردہ معنی و مفہوم جمہور اہل اسلام کے عقیدہ کے خلاف ہے۔

جواب ۲:

آیت کریمہ کا شان نزول اور پس منظر بھی آپ کے بیان کردہ معنی کی تردید کر رہا ہے!

عن عائشه قالت جاء رجل الی النبی ﷺ فقال یا رسول الله انك لاحب الی من نفسی وانك لا حب الی من لاحب الی من ولد وانی لاكون فی البیت فاذ كرك فما اصبر حتیالیك فانظر الیك واذا ذكرت موتی وموتك عرفت انك اذا دخلت الجنة رفعت مع النبین وانی اذا دخلت الجنة خشیت ان لا الاك فلم یرد النبی ﷺ شیاءً حتی نزل علیه جبریل فهذه الآیة(ومن یطع الله والرسول)اخرج الطبرانی وابن مردویه بسند لا باس به(تفسیر ابن کثیر)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ! ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے میری جان اور میری اولاد سے بھی زیادہ محبوب ہیں میں اپنے گھر میں ہوتا ہوں آپ کو یاد کرتا ہوں تو مجھے صبر نہیں ہوتا یہاں تک کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا ہوں پس آپ کی زیارت کرتا ہوں مگر جب میں اپنی اور آپ کی موت کو یاد کرتا ہوں تو جان لیتا ہوں کہ آپ جنت میں انبیاء کیساتھ ہوں گے جب میں جنت میں جاؤں گا تو اندیشہ ہے کہ آپ کو نہ دیکھ سکوں گا (تو میرا کیا حال ہوگا) آپ ﷺ نے ابھی کچھ نہیں فرمایا تھا کہ جبریل اس آیت کریمہ کو لیکر نازل ہوئے۔

دوسری روایت میں ہے!

اخرج ابن ابی حاتم عن مسروق قال قال اصحاب محمد ﷺ یا رسول الله ما ینبغی لنا ان نفارك فانك لو قدمت لدفعت فوقنا ولم ترك نانزل الله (ومن یطع الله والرسول)	ابن ابی حاتم نے مسروق سے تخریج کی ہے کہ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہم آپ سے جدائی نہیں چاہتے مگر جب آپ ﷺ آگے تشریف لے جائیں گے تو ہم سے بلند مقامات پر ہوں گے اور ہم آپ کو دیکھ نہ سکیں گے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

تیسری روایت میں ہے!

اخرج عن عکرمة قال انی فتی النبی ﷺ فقال یا نبی الله ان لذاك نظرة فی الدنیا و یوم القیامة لا نراك فانك فی الجنة فی الدرجات العلیٰ یا رسول الله هذه الایةفقال له رسول الله ﷺ انت معنی فی الجنة ان شاء الله۔	حضرت عکرمہ سے ہے کہ ایک نوجوان نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ بے شک دنیا میں آپ ہم پر شفقت فرماتے ہیں مگر قیامت میں جب آپ بلند مقامات، درجات پر ہوں گے ہم آپ کو نہ دیکھ سکے (تو کیا حال ہو گا) تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ تو ان شاء اللہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

جواب ۳:

آپ کی دلیل دعویٰ کے مطابق نہیں کیوں کہ "النبیین" کا لفظ انبیاء کی تمام اقسام کو شامل ہے۔ اگر اطاعت سے نبوت حاصل ہو سکتی ہے تو پھر ہر قسم کی نبوت اس میں شامل ہوگی اور ملنی چاہیے۔ اور یہ تمہارے عقیدے کے بھی خلاف ہے اس لیے کہ تم بھی کہتے ہو کہ نبوت کی جن اقسام میں سے دو قسمیں تشریعی اور مستقل نبوت حضور ﷺ

کی تشریف آوری کیساتھ بند ہو چکی ہے اور اب صرف غیر تشریعی ظلی نبوت جاری ہے لہذا تمہاری دلیل تمہارے دعوے کے مطابق نہیں ہے اس لیے قرآن نے یہ وضاحت نہیں کی کہ اطاعت سے فلاں نبوت تو مل سکتی ہے اور فلاں نہیں۔ یوں آپ کے عقیدے کے مطابق قرآن کے عام حکم میں بلاوجہ تخصیص وتقیید بھی لازم ہے جو بالاتفاق آئمہ تفسیر جائز نہیں۔

قادیانی اعتراض:

بلاوجہ و بلادلیل قرآن مجید کے ایک عام لفظ میں تقیید و تخصیص ہمارے عقیدے سے زیادہ تمہارے عقیدے سے لازم آتی ہے کیوں کہ جب قرآن نے اطاعت کے نتیجہ میں چار انعامات کا ذکر کیا ہے تو آپ نے ایک درجے کو چھوڑ کر باقی تین کیوں اختیار کر لیے؟۔ آپ کا عقیدہ یہ ہے کہ جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا وہ خود نبی نہیں ہوگا لیکن نبیوں کیساتھ ہوگا۔

جواب ۱:

ہمارا جو عقیدہ ہے کہ کوئی بھی شخص اطاعت کرنے سے نبی نہیں ہوگا وہ اس زیر بحث آیت سے نہیں بلکہ دیگر آیتوں کی واضح نصوص کی بنا پر ہے۔ مثلاً خاتم النبیین والی آیت (سورۃ الاحزاب ۴۵) اسکے برعکس پورے قرآن مجید میں خاتم الصدیقین، خاتم الشہداء اور خاتم الصالحین کی تصریح کرنے والی کوئی ایک آیت بھی نہیں ہے اس طرح اگر خاتم النبیین کی آیت نہ ہوتی تو ہم نبوت کو بھی مان لیتے لیکن نبوت کا درجہ ماننے سے سورۃ الاحزاب کی یہ آیت اور اس جیسی دیگر نصوص صریحہ اور احادیث صحیحہ مانع ہیں۔

جواب ۲:

بقول آپکے سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۹ کی روشنی میں معیت سے مراد درجات ہیں۔ ہم اسکو تسلیم نہیں کرتے بلکہ ہم اطاعت سے ان تین طبقات، درجات کو ان کے ملنے کو ہم اس آیت سے نہیں مانتے۔ کیوں کہ اس آیت میں درجات کا ذکر ہی نہیں بلکہ مطلقاً ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اطاعت کے نتیجہ میں انعام پانے والے یہ چار طبقات ہیں۔ لہذا طبقات کے ذکر کو درجات قرار نہیں دیا جا سکتا ہاں ہم ان تین درجات کا اہل ایمان کو ملنا قرآن مجید کی دوسری آیت سے مانتے ہیں ملاحظہ ہو!

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ	اور جو اللہ اور اسکے رسولوں پر ایمان لائے
اُولٰٓئِكَ هُمُ	یہی اپنے رب کے نزدیک صدیق اور
الصِّدِّیْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ	شہید ہیں۔
رَبِّهِمْ (الحدید۵۷:۱۹)	

دیکھئے اس آیت کریمہ میں درجات کا ذکر ہو رہا ہے رفاقت اور معیت کا بیان نہیں تو یہاں **اُولٰٓئِكَ هُمُ النَّبِیُّوْنَ** نہیں فرمایا گیا بلکہ فقط **الصِّدِّیْقُوْنَ** اور **وَالشُّهَدَآءُ** فرمایا ہے لہذا سورۃ الحدید کی اس آیت نے واضح کر دیا کہ اہل ایمان کو اطاعت کے نتیجہ میں تین درجات تو مل سکتے ہیں رہا چوتھا درجہ نبوت کا تو وہ ایک وھبی امر ہے جو اطاعت کے ذریعہ یا کسب کے واسطے سے نہیں مل سکتا۔

جواب ۳: (بصورت اعتراض)

اگر بقول آپ کے مومنین کو اطاعت کے نتیجہ میں یہ چاروں درجات حاصل ہوتے ہیں تو ہم آپ سے سوال کرتے ہیں کہ یہ چاروں درجے حقیقی ہیں یا ظلی و بروزی اگر بقول آپ کے نبی ظلی اور بروزی ہوں گے تو کیا صدیق، شہدا اور صالح بھی ظلی و بروزی ہونے چاہئیں اور اگر تین درجے حقیقی ہیں تو نبی بھی حقیقی ہونا چاہیے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اطاعت کے نتیجہ میں درجے تو چار ملیں لیکن ان میں سے تین حقیقی ہوں اور ایک ظلی و بروزی ہو۔ انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ یا تو چاروں حقیقی ہوں یا چاروں بروزی ہوں۔ ایک کی تخصیص کس اصول کی بناء پر؟ اگر یہ کہو کہ صدیق و شہدا، صالح بروزی نہیں بلکہ حقیقی ہوتے ہیں تو ہم یہ کہتے ہیں کہ جس دلیل کی بنا پر تم یہ کہو گے کہ صدیق و شہید اور صالح ظلی و بروزی نہیں ہوتے تو اس پر ہم یہ کہتے ہیں کہ جس دلیل کی بنا پر تم یہ کہتے ہو کہ یہ تینوں بروزی نہیں ہوتے اسی دلیل کی بنا پر ہم یہ کہتے ہیں کہ نبی حقیقی ہوتا ہے ظلی و بروزی نہیں۔ **ماھو جوابکم فھو جوابنا** ۔ ظلی و بروزی نبی اس لیے نہیں ہوتا کہ یہ فقط تمہاری اختراع ہے جسکی تائید میں تم ایک بھی سند پیش نہیں کر سکتے۔

مرزائی اعتراض:

شہید کی دو قسمیں ہیں ایک حقیقی شہید دوسری شہید فقہی یا شہید حکمی جس کو ہم حقیقی و ظلی سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

جواب:

کیا حقیقی شہید اور حکمی شہید دونوں کے احکام ایک ہیں؟ ہم یہ کہتے ہیں کہ دونوں کے احکام ایک نہیں۔ کیوں کہ غریق وغیرہ شہداء کو غسل دیا جاتا ہے جبکہ شہید حقیقی کو غسل نہیں دیا جاتا۔ تو معلوم ہوا کہ دونوں کے احکام علیحدہ علیحدہ

ہیں۔لیکن تمہارے نزدیک ظلی و بروزی نبی کے وہی احکام ہیں جو حقیقی نبی کے ہیں کہ جس طرح حقیقی نبی کا منکر کافر ہے تمہارے نزدیک ظلی نبی کا منکر بھی کافر ہے جیسا کہ حقیقت الوحی میں ہے!

''کفر دو قسم پر ہے (اول) ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے اور آنحضرت ﷺ کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔(دوم) دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا عزوجل و رسول ﷺ نے تاکید کی ہے اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی تاکید پائی جاتی ہے۔پس اس لیے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے کافر ہے۔اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں کیونکہ جو شخص باوجود شناخت کر لینے کے خدا اور رسول کے حکم کو نہیں مانتا وہ بموجب نصوص صریحہ قرآن اور حدیث کے خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا اور اس میں شک نہیں کہ جس پر خدا تعالیٰ کے نزدیک اول قسم کفر یا دوسری قسم کفر کی نسبت اتمام حجت ہو چکا ہے وہ قیامت کے دن مواخذہ کے لائق ہو گا اور جس پر خدا کے نزدیک اتمام حجت نہیں ہوا وہ مکذب اور منکر ہے تو گویا شریعت (جس کی بنا پر ظاہر ہے) اسکا نام بھی کافر ہی رکھا ہے اور ہم بھی اسکو باتباع شریعت کافر کے نام سے ہی پکارتے ہیں''۔(حقیقت الوحی ۱۷۹،۱۸۰)

لفظ مع کا معنی اور استدلال:

لفظ ''مع'' جو لغت عرب میں بقول امام راغب اصفہانی ایک زمان یا مکان میں اجتماع و اتحاد کے لیے آتا ہے مگر مشہور قادیانی مصنف قاضی محمد نذیر مؤلف احمدیہ تعلیمی پاکٹ بک لفظ ''مع'' پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں!

''لفظ مع عربی زبان میں ''فی اور من'' کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے جسکا مفہوم اگلے گروہ میں شامل کرنا ہوتا ہے''۔(احمدیہ پاکٹ بک ۱:۲۳۳)

جواب ا:

ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ لفظ ''مع'' عربی میں ''من اور فی'' کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اسلیے کہ

اگر یہ ''من'' کے معنی میں ہوتا تو پھر ''مع'' پر ''من'' داخل نہ ہوتا حالانکہ کلام عرب میں اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں کہ ''من'' ''مع'' کیساتھ مل کر استعمال ہوا ہے کہا جاتا ہے!

دخول من نحو جئت من معه یعنی عرب کہتے ہیں جئت من مع القوم (المصباح المنیر :۵۷۶)

پس اس سے ثابت ہوا کہ مع کبھی ''من'' کے معنی میں نہیں ہوتا۔اس لیے قادیانی قرآن مجید کی جن آیات میں ''مع'' کو ''من'' کے معنی میں بیان کرتے ہیں وہ معنی مغالطہ اور دھوکہ ہے۔

''مع'' کے بارے میں صحیح یہی ہے کہ لفظ ''مع'' عربی زبان میں ایک وقت یا ایک مکان میں رفاقت اور مصاحبت کے معنی میں ہی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ قرآن وحدیث کی متعدد نصوص اس پر شاہد ہیں۔

جواب ۲:

اگر بقول آپکے ''مع'' ''من'' کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے تو اس سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ یہاں اس آیت میں بھی مع، من کے معنی میں ہے جبکہ آج تک کسی مجدد، مفسر اور محدث نے بطور خاص اس آیت میں مع کو اس معنی میں نہیں لیا جس میں آپ لے رہے ہیں۔

جواب ۳:

اصولیین اس بات پر متفق ہیں کہ کوئی بھی ایسا لفظ جو دو معانی میں استعمال ہو جس میں سے ایک حقیقی معنی اور دوسرا مجازی معنی ہو تو ایسا لفظ مجازی معنی میں صرف اس وقت استعمال ہو گا جب حقیقت متعذر ہو اور حقیقی مراد لینا درست نہ ہو۔اسی مسلمہ اصول اور ضابطے کے مطابق لفظ ''مع'' کا حقیقی معنی معیت اور رفاقت کے ہیں اور حقیقت بھی متعذر نہیں اس لیے زیر بحث آیت کریمہ میں اس کا حقیقی معنی مراد لینا ہی ضروری ہے مجازی معنی مراد نہیں لے سکتے۔دوسری بات کہ یہاں یہ اپنے حقیقی معنی رفاقت میں ہی استعمال ہوا ہے اس پر آیت کریمہ کے یہ الفاظ ایک واضح قرینہ ہیں ارشاد فرمایا! ''**وحسن اولئك رفيقاً** ۔کتنے اچھے رفیق ہیں''۔اگر یہاں مع معیت کے معنی میں نہ لیا جائے تو پھر ''**حسن اولئك رفيقاً**'' الٰہی کا یہ جملہ بالکل بے فائدہ اور زائد قرار پائے گا کیونکہ جب اطاعت کرنے سے لوگ خود ہی نبی، صدیق وغیرہ بن گئے تو پھر یہ کہنے کی ضرورت ہی باقی نہ رہی کہ ان کی رفاقت اچھی ہو گی۔

قرآن مجید سے مع بمعنی معیت کی چند مثالیں:

آیئے اپنے دعوے کی دلیل کے طور پر ہم قرآن مجید سے بطور نمونہ چند مثالیں پیش کرتے ہیں تا کہ یہ حقیقت

واضح ہو جائے کہ قرآن میں جہاں کہیں بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے وہاں وہ معیت کے معنی میں ہی استعمال ہوا ہے۔

۱۔استعینوا بالصبر والصلوٰۃ ان اللہ مع الصابرین (البقرہ۲:۴۳)

۲۔وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاعْلَمُوْٓااَنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ (۱۹۴:۲)

۳۔وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْافِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا ط وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ (العنکبوت ۶۹:۲۹)

۴۔اِذْ یُوْحِیْ رَبُّکَ اِلَی الْمَلٰٓئِکَۃِ اَنِّیْ مَعَکُمْ (الانفال۸:۱۲)

۵۔وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَ مَاکُنْتُمْ ط وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْر (الحدید۵۷:۴)

ان سب آیات میں کیا یہ کہا جائے گا کہ صبر کرنے والے، نماز پڑھنے والے، ڈرنے والے، مجاہدہ کرنے والے، احسان کرنے والے اور ملائکہ چونکہ ان سب کے ساتھ مع کا لفظ استعمال ہوا ہے اس لیے نعوذ باللہ یہ سب اللہ بن گئے ہیں۔

اگر ''مع'' کا معنی ''فی'' اور ''من'' ہی ہے تو پھر ہم مرزائیوں قادیانیوں سے یہ پوچھتے ہیں کہ درج ذیل آیات کا معنی کیا ہے؟

۱۔مُحَمَّد رَسُوْلُ اللّٰہِ ط وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ (فتح ۴۸:۲۸)

۲۔وَقَالَ اللّٰہُ اِنِّیْ مَعَکُمْ ط لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوۃَ (المائدہ۵:۱۲)

۳۔وَجَاھِدُوْامَعَ رَسُوْلِہٖ (التوبہ ۹:۸۶)

۴۔کم من فئۃ قلیلۃ غلبت کثیرۃ باذن اللہ ان اللہ مع الصابرین (البقرۃ۲:۱۹۴)

۵۔اذ یقول لصاحبہٖ لا تحزن ان اللہ معنا(

''تلک عشرۃ کاملۃ'' یہ پورے دس ہیں روئے زمین پر بسنے والا کوئی بڑا سے بڑا قادیانی عالم، دانشور جو مذکورہ الصدر آیات عشرۃ میں لفظ ''مع'' کو ''فی'' کے معنی میں کر کے انکا معنی و مفہوم واضح کرے؟

مع بمعنی معیت ورفاقت کی چند مثالیں احادیث سے:

جس طرح قرآن مجید میں لفظ ''مع'' ''من'' جارہ کیساتھ مل کر آرہا ہے اسی طرح حدیث مبارکہ میں بھی متعدد مقامات پر دونوں اکٹھے استعمال ہوئے ہیں۔ فرمایا!

۱۔التاجر الصدوق الامین مع النبین و الصدیقین والشھدا (ترمذی) سچا دیانتدار تاجر (قیامت کے روز) انبیاء، صدیقین اور شہداء کیساتھ ہوگا۔

کیا کوئی قادیانی مبلغ یہ بتا سکتا ہے کہ سچا دیانت دار تاجر قیامت کے روز نبی صدیق یا شہید بن جائے گا؟ اسکا جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہی ہے تو پھر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہاں پر معیت سے مراد درجہ نہیں بلکہ رفاقت و سنگت ہے۔

۲۔عن ابی ذر قال قلت یا رسول اللہ المرءُ اوالرجل یحب القوم ولا یستطع ان یعمل کعماھم قال یا ابا ذر انت مع من احببت قال انی احب اللہ و رسولہ قال انت مع من احببتہ ۔حضرت ابوذر فرماتے ہیں! میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کوئی آدمی کسی قوم (گروہ) سے محبت کرتا ہے لیکن ان جیسا عمل کرنے کی طاقت نہیں رکھتا (تو اس سے متعلق کیا حکم ہے)تو آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوذر تم اسی کیساتھ ہو گے جسکے ساتھ تمہیں محبت ہے تو انہوں نے عرض کیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کے ساتھ محبت ہے تو آپ ﷺ نے پھر وہی جواب ارشاد فرمایا! **المرا مع من احببتہ۔**

۳۔رواہ الطبرانی عن صفوان بن عسال المرادی من حدیث طویل قال بینا رسول اللہ ﷺ فی السفراء جاء رجل فقال یا محمد قالوا اغضض صوتك قال یا رسول اللہ ﷺ الرجل یحب القوم ولم یرھم؟قال المرء مع من احبّ"رواہ الترمذی وقال حسن صحیح" (طبرانی ۸:۶۴:۶۵)طبرانی نے صفوان بن عسال المرادی سے ایک طویل حدیث میں روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ جب حضور ﷺ سفر میں تھے تو ایک شخص حاضر خدمت ہو کر کہنے لگا یا محمد ﷺ اس صحابہ نے کہا اپنی آواز کو پست رکھو اس نے پھر کہا یا رسول اللہ ﷺ کوئی آدمی کسی دوسری قوم سے محبت رکھتا ہے حالانکہ اس نے ان کو دیکھا بھی نہیں (تو اسکے متعلق کیا حکم ہے؟) تو آپ ﷺ نے فرمایا! **المرءُ من احب۔**

۴۔مشہور حدیث جسکو امام ترمذی وغیرہ نے روایت کیا کہ ایک شخص نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا **!"متی الساعة یا رسول اللہ"** کہ قیامت کب آئے گی تو اس پر آپ ﷺ نے اس سائل سے پوچھا **"ما اعدوت لھا"** اے سائل تو نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ تو اس نے عرض کی کہ میرے پاس نماز اور روزوں کی کثرت تو نہیں ہے ہاں **"احب اللہ و رسولہ"** میں اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں تو اس کے جواب میں بھی آپ ﷺ نے یہی ارشاد فرمایا! **"المرء مع من احب"۔**

درج ذیل احادیث کے اس جملہ "المرء مع من احب" پر بار بار غور کریں اور پھر بتائیں کہ حضور ﷺ جو افصح العرب کی شان کے حامل ہیں کو بھی کیا (معاذ اللہ) یہ معلوم نہ تھا کہ "مع" رفاقت و سنگت کے معنی میں نہیں بلکہ یہ "فی" اور "من" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ حدیث مبارکہ کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ آپ ﷺ کے فرمان مبارک کا مقصد یہی ہے کہ کسی کے ساتھ محبت کرنے والا اپنے عمل محبت کے نتیجہ میں بعینہ وہی سب بن جاتا ہے بلکہ اس سے مراد رفاقت ہے۔

۵۔ ایک اور روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے! **"انی لاحب رسول اللہ ﷺ واحب ابا بکر و عمر رضی اللہ عنہا وازجوان اللہ یبغنی معھم وان لم اعمل کعملھم"** (ابن کثیر) میں رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتا ہوں اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہا سے محبت کرتا ہوں اور میں امید رکھتا ہوں کہ (قیامت کے روز) انہی کیساتھ اٹھایا جاؤں گا اگرچہ میرے عمل ان جیسے نہیں ہیں۔

جواب بصورت سوال:

اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پوری اُمت کا بہترین اور کامل ترین طبقہ ہیں۔ اگر تمام غوث، قطب، ابدال، یہاں تک کہ ہزاروں غوث اعظم بھی مل جائیں تو مقام و مرتبہ میں کسی چھوٹے سے چھوٹے صحابی حتیٰ کہ ایک ایسا خوش نصیب جس نے دولت ایمان کو پاتے ہی داعی اجل کو لبیک کہہ دیا ہو اور اسے کسی قسم کی عبادات و ریاضات اور اعمال صالحہ کرنے کا ایک لمحہ بھی نہ ملا ہو تو ایسے صحابی کی گرد راہ کو بھی نہیں پا سکتے۔ اس لیے کہ یہ وہ خوش نصیب طبقہ ہے جس کو فیاض ازل نے اس مزرعۃ الآخرۃ اور دار العمل حیات دینوی میں ہی اپنی رضا کی سند عطا فرمادی اور اپنے کلام میں مختلف پیرایہ میں اس انداز سے انکی تعریف و توصیف کی کہ ہفت اقلیم عالم بھی ان کے اس بخت رسا پر رشک کرتا ہے۔ خود خالق کائنات کا ارشاد ہے!

رَضِیَ اللّٰهُ وَ رَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۔(المائدہ ۵:۱۱۹)	اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے یہ بڑی کامیابی ہے۔
رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ط ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ (البینۃ ۹۸:۸)	اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے یہ اس کے لیے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے۔

حزب اللہ یعنی اللہ کا گروہ بھی صحابہ ہی ہیں!

رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ	اللہ ان سے راضی ہوا اور اس سے راضی
ط اُولٰٓئِکَ حِزۡبُ اللّٰہِ	ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا گروہ ہے۔
ط (المجادلۃ ۵۸:۲۲)	

بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ جو لوگ ان خوش نصیب صحابہ کی صدق دل اور حسن نیت کیساتھ پیروی کرتے ہیں ان کو بھی اللہ تعالیٰ اپنی رضا کی سند عطا فرما دیتے ہیں۔

وَالَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡھُمۡ بِاِحۡسَانٍ لا	اور وہ جنہوں نے نیکی میں ان کی پیروی کی
رَّضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ وَرَضُوۡا	اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی
عَنۡہُ (التوبۃ ۹:۱۰۰)	ہوئے۔

ایسا کیونکر ہوا؟ اسکا جواب بھی قرآن سے پوچھتے ہیں!

فَمِنۡھُمۡ مَّنۡ قَضٰی نَحۡبَہٗ وَ	ان میں سے بعض وہ ہیں جنھوں نے اپنی
مِنۡھُمۡ مَّنۡ یَّنۡتَظِرُ وَمَا بَدَّ	نذر کو پورا کر دیا اور بعض ان سے وہ ہیں جو
لُوۡا تَبۡدِیۡلًا (الاحزاب ۳۳:۲۳)	انتظار کرتے ہیں اور اپنی بات نہیں بدلی۔

یہ تو تمام صحابہ کا معاملہ ہے اب ان میں بدر، مہاجرین و انصار جن میں اکابر صحابہ بلکہ ان سے بڑھ کر شامل ہیں سرخیل صحابہ، معتمد نبی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسی ہستی بھی شامل ہیں کہ جنہوں نے اللہ جل جلالہ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و پیروی کرنے کا حق اس حد تک ادا کیا کہ خود سرکار دو عالم ﷺ اپنی لسان نبوت سے ارشاد فرماتے ہیں!

"ابو بکر خیر الناس بعدی الا ان یکون نبیًا ۔میرے بعد لوگوں میں سے سب سے بہتر ابوبکر صدیق ہیں مگر یہ کہ میرے بعد نبوت نہیں"۔

پھر خلیفہ ثانی عمر فاروق جیسی ہستی کہ جن سے شیطان بھی پناہ مانگتا ہے بلکہ فرمان نبوی ہے!

"عن عقبۃ بن عامر قال النبی ﷺ لو کان بعدی نبی لکان عمر" عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اگر میرے بعد نبی ہوتا تو عمر ہوتا"۔

غرض یہ کہ تاریخ انسانی کی رشک ملائکہ ہستیاں کیا اس قابل نہ تھیں کہ اطاعت محمدی و پیروی رسالت کے نتیجہ میں ان کو نبوت سے سرفراز کیا جا سکتا؟ کیا ان کی عبادت و ریاضت، زہد و ورع، تقویٰ و طہارت، تزکیہ و تصفیہ، خلوص و اخلاص محبت الٰہی و عشق نبوی میں معاذ اللہ کوئی نقص تھا کہ ان ستودہ صفات اور منتخب رجال انسانیت میں سے کوئی ایک

بھی اس مقام رفیع کی رفعتوں تک رسائی حاصل کرنے کا اہل نہیں تھا؟ کہ صدیوں کے بعد ایک ایسا شخص اس منصب پر فائز کردیا گیا کہ خود جسکا حقیقی بیٹا یہ گواہی دیتا ہے کہ "میرا باپ مسٹر غلام احمد تارک الصوم تھا" یعنی رمضان کے فرض روزے بھی نہیں رکھتا تھا (سیرۃ المہدی)

مرزائیوں سے ایک اور سوال:

من یطع اللہ والرسول ۔۔الخ میں کلمہ "من" عام ہے جو مرد اور عورت سب کو شامل ہے اگر اطاعت اور پیروی کرنے سے نبوت مل جاتی ہے تو پھر قرآن کے اس عموم کا تقاضا ہے کہ عورت بھی نبی ہو حالانکہ اس پر سب متفق ہیں کہ عورت نبی نہیں ہوسکتی۔ اگر تمہاری یہ بات درست ہے کہ کامل اطاعت اور پیروی سے انسان نبوت کے مقام بلند تک پہنچ جاتا ہے تو ثابت کیجیے کہ تاریخ میں کوئی عورت بھی نبی بن کر آئی ہو حالانکہ آسیہ، مریم، صدیقہ و خدیجہ اور فاطمہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہا ایسی پاکباز اور نیک سیرت خواتین گزری ہیں کہ قرآن اُن کی سیرت و کردار پر گواہ ہے۔

دوسری بات یہ کہ اگر تم کسی عورت کا نبی ہونا ثابت نہ کرسکو اور قرآن کے اس عموم سے اگر تم عورت کو خارج کرو تو جس دلیل کیساتھ تم عورت کی نبوت کا انکار کرو گے اسی دلیل سے ہم حضور خاتم النبیین محمد کریم ﷺ کی تشریف آوری کے بعد کسی نئے نبی کی آمد و امکان کا انکار کرتے ہیں۔ فاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔

زیر بحث آیت کی روشنی میں آخری سوال:

"النبیین" جمع کا صیغہ ہے جسکا اطلاق کم از کم تین افراد پر ہوتا ہے سوال یہ ہے کہ دور نبوی سے لیکر ۱۹ ویں صدی کے نصف اول تک کوئی ایسا کامل اطاعت کرنے والا شخص پیدا نہیں ہوسکا کہ جس کو نبوت سے نوازا جاتا۔ صدیوں کے بعد مرزا صاحب ہی ایسے ہوئے ہیں کہ جو اس مقام تک پہنچنے کے اہل تھے۔ حالانکہ خود انہیں اپنے انسان ہونے پر بھی یقین نہیں خود کہتے ہیں!

کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

(براہین احمدیہ حصہ ۵ ص ۹۷) (روحانی خزائن ج ۲۱ ص ۱۲۷)

قادیانی دلیل:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ	اے بنی آدم اگر کبھی تمہارے پاس تمہیں
مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ	میں سے رسول آئیں ۔میری آیات تم پر
فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ	بیان کریں تو جو کوئی تقوی کرے اور
عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ	اصلاح کرے ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ
يَحْزَنُوْنَ ○ (الاعراف ۷:۳۵)	وہ پچھتائیں گے۔

استدلال:

لفظ "یَاتِیَنَّ" پرنون تاکید رسولوں کے بھیجا جانے کو زمانہ مستقبل سے وابستہ کر رہا ہے۔ اِمَّا حرف شرط تاکید کا فائدہ دے رہا ہے۔یہ خطاب آئندہ زمانے کے بنی آدم کو ہے ۔پہلی ساری آیات مستقبل کے لیے قرینہ ہیں۔(احمدیہ تعلیمی پاکٹ بک ۱:۲۴۲)

زیر مطالعہ سورۃ الاعراف کی اس آیت کریمہ سے قادیانیوں کے اجرائے نبوت کے استدلال پر قربان ہونے کو دل چاہتا ہے۔کیا خوب استدلال ہے اسکو کہتے ہیں اندھے کو اندھیرے میں دور کی سوجھی۔

آئیے اب ہم اس قادیانی استدلال کا جائزہ لیتے ہیں اور یہ ثابت کرتے ہیں کہ اُن کا یہ استدلال بھی تار عنکبوت سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔

جواب ا:

قرآن مجید جو کلام الٰہی ہے جسکے اندر حسین ارتباط پایا جاتا ہے لہذا قرآن مجید کی کسی بھی آیت یا حکم کے معنی ومفہوم کا تعین کرتے ہوئے سیاق وسباق کو مدنظر رکھنا ضروری ہے کیونکہ قرآن کی بعض آیتیں بعض آیتوں کی تفسیر کرتی ہیں ۔چنانچہ آئمہ تفسیر کے اس مسلمہ ضابطے اور اصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے زیر مطالعہ آیت مبارکہ کے سیاق وسباق کی روشنی میں قادیانی فریب کا پردہ چاک کرتے ہیں۔

سورۃ الاعراف کے دوسرے رکوع کا آغاز ہی تخلیق انسانی اور آدم علیہ السلام کو فرشتوں کے سجدے سے ہو رہا ہے۔اسکے بعد ابلیس شیطان کو آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے اور حکم عدولی اور تکبر پر سزا دیتے ہوئے "**قال اخرج منھا مذء ما و رفورا**" حکم سنانے کے بعد آدم وحوا سلام اللہ علیہا کو جنت میں سکونت پذیر رہنے کا ارشاد ہوتا ہے پھر قصہ آدم وابلیس مختصر طور پر بیان کرتے ہوئے تمام بنی آدم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! "**یبنی اٰدم انزلنا علیکم لباسا**" پھر فرمایا! "**یبنی اٰدم لا یفتننکم الشیطان**" یوں اللہ تعالیٰ نے شیطان کے حملوں

سے محفوظ رہنے اور اپنی بندگی اور عبادت کے آداب سکھاتے ہوئے یبنی ادم خذوا زینتکم عند کل مسجد فرما کر آخر میں پوری نوع انسانی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا! "**یبنی اٰدم اما یا تینکم رسل منکم**"۔

یوں اس سیاق کلام کو سامنے رکھتے ہوئے غور وفکر کرنے سے جو حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ سورۃ الاعراف کی آیت ۳۵ میں یبنی ادم کے الفاظ سے خطاب کر کے جو بات کہی جا رہی ہے اسکا تعلق آغاز آفرینش سے ہے نہ کہ نزول قرآن کے وقت سے۔ مطلب یہ کہ آفرینش کار کے وقت جب حضرت آدم علیہ السلام کا زمین کی طرف ھبوط کیا جانے لگا تھا اسوقت انکی پشت میں جوان کی اولاد موجود تھی اُن سب کو مخاطب کر کے متوجہ کر دیا گیا تھا کہ "اے اولاد آدم تمہاری نجات اس ہدایت کی پیروی میں ہے جو خدا کی طرف سے بھیجے گئے انبیاء ورسل کے ذریعہ سے آئے اسکے علاوہ تم جس راہ کی طرف بھی جاؤ گے گمراہ ہو جاؤ گے۔

جواب ۲:

اسی قسم کے مضمون کی آیات قرآن مجید میں تین مقامات پر آئی ہیں اور ان میں سے ہر مقام پر قصہ آدم وحوا کے سلسلہ میں ہی اس کو وارد کیا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں!

فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ هُدًی فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (البقرۃ ۲: ۳۸)	پھر اگر میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آئے تو جو میری ہدایت پر ہے نہ ان کو ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔
فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ هُدًی فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَایَ فَلَا یَضِلُّ وَلَا یَشْقٰی (طٰہٰ ۲۰: ۱۲۳)	سو اگر میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آئے سو جو کوئی میری ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ تکلیف میں پڑے گا۔

تیسرا مقام سورۃ الاعراف کی زیر بحث آیت کریمہ ہے۔ اگر ان تینوں آیات کے مضمون کو دیکھا جائے تو نہ صرف اس میں وحدت پائی جاتی ہے بلکہ تینوں کا موقع ومحل ایک ہی ہے اور وہ ہے قصہ آدم وحوا۔ لہذا قرآن کے اس اسلوب سے واضح ہو گیا کہ **یبنی اٰدم** کے الفاظ سے نوع انسانی کو جو خطاب کیا جا رہا ہے اسکا تعلق آغاز وابتدائے آفرینش کے وقت سے ہے نہ کہ نزول قرآن کے وقت سے یوں قرآن مجید کے ان تینوں مقامات کے سیاق وسباق اور موقع محل کو مدنظر رکھتے ہوئے اس زیر بحث آیت سے اجرائے نبوت پر استدلال کرنا سراسر جہالت اور کم فہمی اور کم علمی

کے سوا کچھ نہیں۔

جواب ۳:

تمہارا دعویٰ ہے کہ کامل اطاعت سے انسان کو نبوت مل جاتی ہے جس کو تم ظلی و بروزی اور اُمتی نبی کہتے ہو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبوت کسبی چیز ہے زیر بحث آیت (سورۃ الاعراف ۷:۳۵) سے تمہارے اس دعوے کا بھی بطلان ہو رہا ہے آیت کریمہ کے الفاظ یہ ہیں! ''یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ'' کہ تم میں سے رسول آئیں گے جو تم پر میری آیات تلاوت کریں گے۔ان الفاظ قرآنی سے دو امور ثابت ہو رہے ہیں۔

۱۔رسول تو تم میں سے آئیں گے لیکن بھیجنے والا میں (اللہ تعالیٰ) ہوں

۲۔رسول تم پر میری آیتیں، احکام پیش کرے گا یعنی تم کو شریعت دے گا۔

لہٰذا امر اوّل سے ثابت ہوا کہ نبوت سراسر موہبت ہے، وہبی امر ہے، جو اللہ تعالیٰ جس کو چاہے عطا فرمائے گا۔یہ بات آیت کی اشارۃ النص سے ثابت ہوئی یوں کہ اللہ تعالیٰ یہ ارشاد فرمارہا ہے ''یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ ''پورے نوع انسانی کو خطاب کیا اب ''یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ '' کہہ کر یہ واضح فرمادیا کہ اب تو میں نے خطاب تم سب کو کیا ہے مگر اسکے بعد تم میں سے ہر ایک کیساتھ مخاطب نہیں ہوا کروں گا، بلکہ آج کے بعد مجھ سے ہمکلامی کا شرف وہی پائیں گے یا میں خطاب انھیں نفوس قدسیہ کو کیا کروں گا جس کو میں اپنی قدرت کاملہ اور رحمت تامہ کے ذریعہ سے اس شرف وسعادت کیلئے چن لیا کروں گا وہی نبی اور رسول کہلائیں گے۔سو تمہاری سعادت مندی، کامیابی اب انھیں برگزیدہ اور مرسلین ہستیوں کی پیروی پر ہی موقوف ہے جو ان نفوس قدسیہ کی راہ پر چلے گا وہ کامیاب ہوگا اور جو اسکو چھوڑ دے گا وہ شاہراہ حیات پر بھٹک کر گمراہ ہوجائے گا۔

جواب ۴:

اگر بقول آپ کے اس آیت کریمہ سے اجرائے نبوت کو مان بھی لیا جائے تو پھر بھی آیت واضح طور پر دلالت کرتی ہے کہ آنے والا نبی صاحب شریعت ہو اس لیے کہ '' یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ '' کے الفاظ صاف طور پر بیان کر رہے ہیں کہ نیا آنے والا نبی آیات الٰہیہ بیان کرے گا۔حالانکہ تمہارا بھی عقیدہ ہے کہ حضور سید عالم ﷺ کی تشریف آوری کیساتھ مستقل اور تشریعی نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے اور اب صرف ظلی اور اُمتی نبوت (جو تمہاری اپنی ایجاد کردہ اصطلاحیں ہیں) جارہ ہے۔اس طرح تو یہ آیت اور بطور خاص یہ الفاظ صریح اور کھلے طور پر تمہارے عقیدے کا بطلان ظاہر کر رہے ہیں۔

جواب ۵:

بڑے بڑے آئمہ تفسیر اور دیگر مفسرین بھی سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۳۸ اور سورۃ طٰہٰ کی آیت نمبر ۱۲۳ کی طرح سورۃ الاعراف کی اس آیت کو بھی قصہ آدم وحوا سے متعلق ہی قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ امام رازی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں!

"ان کان خطا بالرسول علیه الصلوٰۃ والسلام و ھو خاتم الانبیاء علیه و علیھم السلام لانه تعالیٰ اجری الکلام علی ما یقتضیه سنة فی الامم "(تفسیر کبیر ۱۴:۶۹) اگر خطاب نبی اکرم ﷺ کی طرف ہو حالانکہ وہ خاتم الانبیاء ہیں تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ یہاں اُمتوں کے بارے میں اپنی سنت بیان فرمارہا ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی فرماتے ہیں!

"ذھب الیه بعض المحققین ان ھذا احکایة لما وقع مع کل قوم وقیل المراد یبنی اٰدم امة نبینا ﷺ وھو خلاف ظاھر و یبعدہ جمع الرسل فی قوله سبحانه (اما یاتینکم رسل منکم) (روح المعانی ۸:۱۱۴) بعض محققین اس طرف بھی گئے ہیں کہ ہر قوم کیساتھ جو معاملہ پیش آیا ہے اسے یہاں حکایۃً پیش کیا گیا ہے یہاں بنی آدم سے نبی اکرم ﷺ کی اُمت مراد لینا مستبعد اور خلاف ظاہر ہے کیونکہ یہاں جمع کا لفظ "**رُسُل**" استعمال ہوا ہے۔

علامہ ابن جریر طبری کی رائے!

"عن ابی یسار السلمی قال ان اللہ تبارك تعالیٰ جعل اٰدم و ذریته فی کفه فقال (یابنی اٰدم اما یا تینکم) (جامع البیان طبری ۵:۱۲۴) ابو یسار سلمی نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی ذریت کو یکجا اور ایک ہی وقت میں خطاب کیا ہے۔

جواب ۶:

سورۃ الاعراف کی اس آیت سے نبوت کا ثابت کرنا بابی مذہب کی دلیل ہے کیونکہ وہ قرآن کو منسوخ مانتے ہیں اسکے برعکس مرزا صاحب اور تمہارا عقیدہ ہے کہ قرآن منسوخ نہیں لہذا دعویٰ اور دلیل میں مطابقت نہیں اسلیے بھی تمہارا اجرائے نبوت کا دعویٰ باطل ہوگیا۔

جواب ۷:

نہ صرف اس آیت کریمہ میں بلکہ پورے قرآن مجید میں یہ کہیں بھی بیان نہیں ہوا کہ آپ ﷺ کے بعد آنے والے رسول اور نبی محمد رسول اللہ ﷺ ہی کی پیروی کرنے والے ہوں گے۔ بنی آدم کا لفظ عام ہے جو مسلم وغیر مسلم سب کو شامل ہے دوسرا یہ اس آنے والے رسول یا نبی پر آیات کا نزول بھی لازم ہے۔ لہذا اس کا لازم و بدیہی نتیجہ یہ ہے کہ آپ سید عالم ﷺ کے بعد جو نبی اور رسول کا آنا جائز رکھتا ہے وہ اس نبی کیساتھ شریعت کو بھی لائے اگر آئیں گے تو دونوں اکٹھے آئیں گے اگر شریعت نہیں آسکتی تو رسول بھی نہیں آسکتا۔ جبکہ تم اختتام شریعت کے قائل ہو کہ اب شریعت کوئی نہیں آئے لیکن اسکے ساتھ ہی نبی کی آمد کو جائز تسلیم کرتے ہو جس سے خود بخود تمہارا اس آیت سے استدلال باطل ہو جاتا ہے۔

جواب ۸:

آج تک پوری تاریخ اسلام میں کسی مجدد کسی مفسر اور کسی عالم نے اس آیت کا یہ معنی و مفہوم مراد نہیں لیا جو تم لے رہے ہو لہذا یہ اجماع اُمت کے بھی خلاف ہے۔

قادیانی دلیل:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝ (بنی اسرائیل ۱۷:۱۵)	اور جب تک ہم پیغمبر نہ بھیج لیں عذاب نہیں دیا کرتے۔

استدلال:

آیت سے ظاہر ہے کہ عذاب سے پہلے اتمام حجت کیلئے رسول کا آنا ضروری ہے۔ **وان من قرية الا نحن مهلكوها** ۔۔۔ الخ کے مطابق قیامت سے پہلے عالمگیر عذاب آئے گا۔ پس اس موقع پر ایک رسول کا آنا ضروری ثابت ہوا۔ تا کہ حجت پوری ہو اور نافرمان لوگ یہ نہ کہہ سکیں کہ اے ہمارے رب تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیات کی پیروی کرتے اس سے پہلے کہ ہم ذلیل و رسوا ہوں۔ (احمدیہ تعلیمی پاکٹ بک ۱:۲۵۰)

جواب ۱:

آج تک کسی مفسر نے اس آیت کریمہ کا یہ معنی اور مفہوم بیان نہیں کیا جو تم کر رہے ہو اگر کیا ہے تو کم از کم ایک نام ضرور پیش کریں جس سے تمہارے اس دعوے کی تائید و تصدیق ہو جائے۔ ہم کہہ دیتے ہیں کہ قیامت تک آپ ایسا نہیں کر سکتے۔

جواب ۲:

عذاب تو مختلف صورتوں میں دنیا کے مختلف علاقوں میں اب بھی آرہے ہیں حالانکہ کوئی رسول بھی موجود نہیں۔ اگر یہ کسی گزشتہ رسول کے انکار کی وجہ سے ہے تو پھر وہ رسول آنحضرت ﷺ ہی کیوں نہیں؟ کیا آپ ﷺ کی رسالت کا زمانہ ختم ہوگیا۔ (لاؤ کوئی دلیل اگر ہے)

قادیانیوں سے ایک سوال:

کیا اللہ تعالیٰ نے کہیں یہ حد بندی کی ہے کہ تیرہ سو سال تک تو جو عذاب آئیگا وہ آپ ﷺ کے انکار کی وجہ سے آئے گا اور اسکے بعد کسی اور رسول کی وجہ سے آئے گا اور پھر یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ مرزا صاحب کی وجہ سے کتنی مدت تک عذاب آئیں گے تا کہ بعد میں کسی اور کی تلاش کی جائے۔

قادیانی دلیل:

اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ	خدا فرشتوں میں سے پیغام پہنچانے والے
رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ط اِنَّ اللّٰهَ	منتخب کرلیتا ہے اور انسانوں میں سے بھی
سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ ○ (الحج ۲۲:۷۵)	بیشک خدا سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

استدلال:

اس آیت میں فرشتوں اور انسانوں میں سے رسول بھیجے جانے کے متعلق خدائی قانون بیان ہوا ہے "**ولن تجد لسنة الله تبديلا**" خدائی سنت میں تم ہرگز تبدیلی نہیں پاؤ گے۔ **یصطفی** مضارع کا صیغہ ہے جو اس جگہ قانون بیان کرنے کی وجہ سے استمرار تجدیدی کا فائدہ دیتا ہے۔ مضارع کے معنی حال کے بھی ہوتے ہیں اور مستقبل کے بھی۔ (احمدیہ پاکٹ بک ۱:۴۳۵)

جواب ۱:

آج تک مفسرین میں سے کسی ایک نے بھی اس آیت کا یہ معنی بیان نہیں کیا کہ حضور سید عالم ﷺ کے بعد کسی نئے نبی کا آنا اس سے مستفاد ہوتا ہے۔

جواب ۲:

یصطفی اگرچہ مضارع کا صیغہ ہے مگر یہ **اصطفی** کے معنی میں ہے۔ اور یہ قرآن مجید اور لغت عرب کا عام اسلوب ہے کہ ماضی اور مضارع ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے رہتے ہیں اور اسکی لاتعداد مثالیں موجود

ہیں۔ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام علیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کرتے ہوئے قرآن مجید فرماتا ہے!

وَاِذْقَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ (المائدہ ۵:۱۱۶)	اور جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے مریم کے بیٹے عیسیٰ کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا۔

مزید ملاحظہ ہو!

وَلَوْ تَرٰى اِذْوُقِفُوْاعَلٰى رَبِّهِمْ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا قَالَ فَذُوْقُوْاالْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ (الانعام ۶:۳۰)	اور اگر آپ دیکھیں کہ جب اپنے رب کے حضور کھڑے کیے جائیں گے تو وہ فرمائے گا! کیا یہ حق نہیں؟ یہ کہیں گے کیوں نہیں ہمیں اپنے رب کی قسم تو (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا تو اب عذاب چکھو بدلہ اپنے کفر کا۔

ان دونوں آیات مبارکہ میں قال، قلت، قالو، وقفوا سب صیغے ماضی کے ہیں مگر مضارع کے معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔ دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ سیاق کلام سے بھی اس امر کی تائید نہیں ہوتی کہ یہاں کوئی نبوت و رسالت کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ لہذا" اس آیت سے نبوت کے جاری ہونے پر استدلال کرنا سرے ہی سے غلط ہے۔

جواب ۳:

زیر بحث آیت کریمہ کا سیاق وسباق بھی آپ کے اس دعوے اجرائے نبوت کو باطل قرار دیتا ہے۔ اگر اس سے پہلی آیات پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان آیات میں شرک کا رد کیا گیا ہے صرف ترجمہ ملاحظہ ہو!

> "اے لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے اسے خوب کان لگا کر سنو۔ وہ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو ایک مکھی تک نہیں بنا سکتے اگرچہ وہ سب اکٹھے ہو جائیں۔ اور اگر مکھی ان سے کچھ چھین کر لے جائے تو وہ اس سے چھڑوا نہ سکیں گے۔ کتنا کمزور ہے چاہنے والا اور وہ جسکو چاہا گیا۔ اور (انسان) نے اللہ کی قدر نہ جانی جیسی چاہیے تھی بے شک اللہ تعالیٰ قوت والا غالب ہے"۔ (الحج ۲۲: ۷۳، ۷۴)

یہ ہے اس زیر مطالعہ آیت کا سیاق کہ پہلے شرک کا رد کر کے اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی

مخلوقات میں سے انسان اور ملائکہ سب سے بہترین مخلوق ہیں اور ان میں سے انسان کو اشرف المخلوق کے درجے پر فائز کیا گیا ہے۔اس بلند مقام پر ہونے کے باوجود انسانوں اور ملائکہ میں سے کسی کو الوہیت کا منصب نہیں دیا گیا بلکہ اس اللہ مطلق خدائے واحد کی نعمتوں میں سے سب سے بہترین نعمت نبوت ورسالت ہے جس سے ان کو سرفراز کیا گیا ہے تو جب ایسی عظیم المرتبت ہستیاں خدا کی شریک نہیں ہیں تو اور چیزیں یا کوئی دوسری مخلوق کیسے خدا کی شریک ہوسکتی ہے تو گویا کہ یہ حقیقت کھل کر سامنے آگئی کہ سورۃ الحج کی اس آیت ۷۵ سے نبوت کے جاری ہونے پر استدلال کرنا کلام الہی میں معنوی تحریف کرنا ہے۔

قادیانی دلیل:

يَآاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ	اے رسولو! کھاؤ پاکیزہ چیزوں میں سے
الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ط	اور عمل صالح کرو بے شک میں تمہارے
اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ	اعمال کو جاننے والا ہوں۔
عَلِيْمٌ O (المومنون ۵۱)	

استدلال:

اس آیت میں آنحضرت ﷺ کے بعد آنے والے رسولوں کو پاکیزہ چیزیں کھانے اور عمل صالح کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے اگر نبوت جاری نہیں تو پھر یہ حکم کس کو دیا جا رہا ہے؟

جواب ۱:

آیت کا مطلب یہ لینا کہ نبی اکرم حضور سید عالم ﷺ کے بعد نبوت جاری قرآن کی معنوی تحریف اور اجماع اُمت کے خلاف ہے۔

جواب ۲:

''الرسل'' جمع کا صیغہ ہے جسکا اطلاق کم از کم تین افراد پر ہوتا ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ چودہ سو سال میں صرف ایک شخص کو ہی نبوت دی گئی ہو جبکہ اُمت میں صلحاء اور اتقیاء لاکھوں کی تعداد میں ہو گزرے ہیں اور ایسے کہ خود تقویٰ و طہارت کو بھی ان پر ناز تھا۔جبکہ مرزا جی جو مدعی نبوت ہیں وہ شراب کے رسیاء غیر محرم عورتوں سے اختلاط رکھنے والے اور جھوٹ بولنے کے عادی ہیں۔

جواب ۳:

یہ آیت جس سلسلہ کلام میں وارد ہوئی ہے وہ دوسرے رکوع سے مسلسل چلا آرہا ہے جس میں حضرت نوح سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک مختلف زمانوں میں مختلف انبیاء کی تشریف آوری اور انکی قوموں کا ذکر ہے جس میں بتایا یہ گیا ہے کہ ہر دور میں انبیاء کرام کی ایک ہی تعلیم رہی۔ان سب کا طریقہ بھی ایک ہی رہا ہے اور ایک ہی طرح ان سب پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم رہا ہے لہذا اس سارے کلام مربوط و مسلسل میں وارد ہونے والی آیت ''یٰٓاَیُّھَا الرُّسُلُ''۔۔الخ کا یہ ترجمہ کرنا یا مطلب بیان کرنا ''اے رسولو! جو محمد ﷺ کے بعد آنے والے ہو پاک رزق کھاؤ اور نیک عمل کرو۔قرآن پر زیادتی ،دین میں فتنہ انگیزی کے سوا کچھ نہیں ہے۔بلکہ آیت کریمہ کا صاف اور صریح مطلب یہ ہے کہ ان تمام رسولوں کو جو حضرت نوح علیہ السلام کے وقت سے لیکر اب تک آئے ہیں اللہ تعالیٰ نے یہی ہدایت فرمائی ہے کہ تم پاک چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔

قادیانی دلیل:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ	جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ	عمل کرتے رہے اُن سے خدا کا وعدہ ہے
لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا	کہ انکو ملک کا حاکم بنا دے گا جیسا اُن سے
اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ	پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا۔

الخ (النور ۵۵)

استدلال:

كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ اس اُمت کے خلفاء پہلی اُمتوں میں گزرے ہوئے خلفاء کے مثیل اور ان کے مشابہ ہوں گے چونکہ پہلے گزرے ہوئے خلیفہ دو قسم کے ہوئے ہیں بعض نبی اور بعض غیر نبی لہذا اس خلافت موعودہ منصوصہ میں بھی دونوں قسم کے خلفاء ہونے ضروری ہیں۔(احمدیہ پاکٹ بک ا:۲۵۲)

جواب ا:

دیگر آیات کی اس آیت کے بھی صالحین اور مفسرین نے وہ معنی نہیں لیے جو آپ لے رہے ہیں اور نبوت کا جاری ہونا ثابت کر رہے ہیں لہذا قرآن میں تحریف معنوی ہے۔

جواب ۲:

بقول آپ کے خلیفے دو قسم کے ہوتے ہیں بعض نبی اور بعض غیر نبی لہذا اس خلافت موعودہ منصوصہ میں بھی

دونوں قسم کے خلفاء ہونے ضروری ہیں تو بھی آپ کا دعویٰ باطل ہے اس لیے بعض نبی کے الفاظ مطلق نبوت پر دلالت کرتے ہیں اور اس میں کسی قسم کی مستقل یا غیر مستقل نبوت کی تقسیم نہیں حالانکہ تم خود اس تقسیم کے قائل ہو اور تمہارے خودساختہ پورے نظام کی بنیاد ہی اس نظریے پر قائم ہے لہذا دعویٰ اور دلیل میں عدم مطابقت کی وجہ سے تمہارا دعویٰ خود بخود باطل ہو گیا۔

جواب ۳:

آیت زیر نظر میں خلیفہ بنائے جانے کی بات ہو رہی نہ کہ نبوت کی حالانکہ آپ جن مرزا صاحب قادیانی کو مانتے ہیں وہ نبوت کے مدعی ہیں خلافت کا دعویٰ ہی نہیں جیسا کہ ان کی بہت سی تحریرات اس پر گواہ ہیں!

''میں کہتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد جو در حقیقت خاتم النبیین تھے مجھے رسول اور نبی کے لفظ سے پکارے جانا کوئی اعتراض کی بات نہیں اور نہ اس سے مہر ختمیت ٹوٹتی ہے کیوں کہ میں بار بار بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت **واخرین منهم لما یلحقوابهم** بروزی طور پر وہی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے''۔ (ایک غلطی کا ازالہ ص ۱۰)

''اور میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے''۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۶۸)

''دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا''۔ (حقیقۃ الوحی ص ۱۸۳)

ان تینوں حوالہ جات سے یہ ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت کا ہے نہ کہ خلیفہ ہونے کا جبکہ آیت کریمہ میں **استخلاف فی الارض** یعنی زمین میں خلیفہ بنائے جانے کا وعدہ ہے لہذا یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو کر سامنے آگئی ہے کہ تمہارے دعویٰ اور دلیل میں مطابقت نہیں اور تمہارا دعویٰ اس آیت کریمہ سے نبوت کے جاری ہونے کا باطل ہوا۔

قادیانی دلیل:

يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ (سورۃ المومن ۱۵)	وہ روح کو اپنے حکم سے اپنے بندوں میں جس پر چاہتا ہے ڈالتا ہے۔

بعض قادیانی لوگ مذکورہ بالا اس آیت کریمہ سے بھی نبوت کے جاری ہونے پر استدلال کرتے ہیں کیونکہ يُلْقِي الرُّوح ارشاد فرمایا گیا ہے۔اس صیغہ مضارع کا آنا اس پر دلیل ہے کہ القاء روح جاری ہے یعنی نبوت جاری ہے۔

جواب ۱: آج تک کسی ایک عالم، مفسر یا مجدد نے اس آیت کا یہ معنی بیان نہیں کیا جو تم کر رہے ہو اگر کسی نے کیا ہے اور اس سے نبوت کا جاری ہونا ثابت کیا ہے جیسا کہ تم کرتے ہو تو پیش کرو۔

جواب ۲: یہ آیت سورۃ المومن کے دوسرے رکوع کی ہے جس میں کفار، معاندین حق اور مشرکین کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے نیک اور صالح بندوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ تم خالص اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو اور اگرچہ کافروں کو یہ پسند نہ آئے چنانچہ ان مخلص بندگان خدا کو ذات قدسیہ کی طرف سے عطا کیے جانے والے انعام کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا! یلقی الروح من امرہ یہاں پر روح سے مراد کلام الٰہی ہے۔اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جس کیساتھ اللہ تعالیٰ کلام فرمائے وہ نبی ہوگا دیکھئے قرآن مجید میں ہے کہ!

وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ (النحل ۱۶:۶۸)	اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی۔
وَاَوْحٰی فِیْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا (حم السجدۃ ۴۱:۱۲)	ہر آسمان میں اسکے کام کا حکم بھیجا۔
وَاِذْ اَوْحَیْتُ اِلَی الْحَوَارِیّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ وَ بِرَسُوْلِیْ (المائدہ ۵:۱۱۱)	اور جب میں نے حواریوں کی طرف وحی کی کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ۔
اِذْ اَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّكَ مَا یُوْحٰٓی (طہٰ ۲۰:۳۸)	اور جب ہم نے تمہاری والدہ کو وحی کی جو وحی کی۔
اِذْ یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَی الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ (الانفال ۸:۱۲)	جب تیرے رب نے فرشتوں کی طرف وحی کی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔

یہ پانچوں آیات قرآنیہ ثابت کر رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ملائکہ، حواریین اور آسمانوں کی طرف وحی کی لیکن ان میں سے نبی کوئی بھی نہیں ہوا تو معلوم ہوا کہ کسی کیساتھ اللہ تعالیٰ کا کلام فرمانا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جس کیساتھ کلام کیا گیا ہے وہ نبی ہوگا۔ اس لیے یہاں اجرائے نبوت کا استدلال کرنا ہی غلط ہے۔

چیلنج:

تمہارا یہ کہنا کہ القاء روح سے مراد نبوت کا جاری ہونا اور ہم اسکا ابطال کر چکے ہیں اسکے باوجود اگر تمہیں پھر بھی اصرار ہے تو ہم تم کو چیلنج دیتے ہیں مذکورہ آیت میں حواریوں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کی طرف کلام الٰہی وحی کا آنا نص قطعی سے ثابت ہو رہا ہے۔ تم تاریخ کا ایک ضعیف سے ضعیف تر حوالہ پیش کر دو کہ حواریوں یا اُم موسیٰ میں سے کسی نے اس مکالمہ ومخاطبہ الٰہیہ کی بنیاد پر بعد میں دعویٰ نبوت کیا ہو **ھاتو برھانکم ان کنتم صادقین۔**

جواب ۳:

اگر بقول تمہارے سورۃ المومن کی یہ آیت حضور نبی کریم ﷺ کے بعد نبوت کا جاری ہونا بیان کر رہی ہے اگر ایک لمحہ کے لیے آپ کی اس بات کو مان بھی لیا جائے تو تب بھی تمہارا دعویٰ باطل ہے۔ کیونکہ تمہارا عقیدہ ہے کہ مستقل اور تشریعی نبوت ختم ہو چکی ہے اب غیر مستقل اور اُمتی نبوت حضور ﷺ کے بعد جاری ہے۔ جبکہ یہ آیت کریمہ صاف ظاہر کر رہی ہے کہ نبوت میں کسب، کثرت، اطاعت اور زہد وورع کا کوئی دخل نہیں بلکہ یہ سراسر ایک وھبی امر اور عطیہ خداوندی ہے وہ جس کو چاہے عطا کردے جیسا کہ آیت کریمہ کے یہ الفاظ ہمارے اس مؤقف پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہیں۔ **من امرہ علی من یشاء من عبادہ** کہ وہ اپنے امر سے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے منصب نبوت سے سرفراز کردے اس میں کسی محنت اور کسب کو کوئی دخل نہیں ہے۔ لہٰذا تمہارا دعویٰ باطل ہے۔

قادیانی دلیل:

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ط وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (الجمعہ ۶۲: ۲،۳)	وہی تو ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے محمد کو پیغمبر بنا کر بھیجا جو ان کے سامنے اُس کی آیتیں پڑھتے اور انکو پاک کرتے اور خدا کی کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں اور اس سے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔ اور ان میں سے اور لوگوں کی طرف بھی اُن کو بھیجا ہے جو ابھی اُن مسلمانوں سے نہیں ملے اور وہ غالب حکمت والا ہے۔

بعض قادیانی حضرات سورۃ جمعہ کی اس آیت کریمہ سے بھی نبی اکرم ﷺ کے بعد نبوت کا جاری ہونا ثابت کرتے ہیں حالانکہ آیت کریمہ کا ایک ایک لفظ قادیانیوں کے اس عقیدہ باطلہ کا انکار و ابطال کر رہا ہے اور اس مذعومہ عقیدہ کے برعکس حضور سید عالم ﷺ کی نبوت کے فرائض چہارگانہ کو بصیغہ مضارع بیان کر کے تا ابد آپ ﷺ کی شان ختم نبوت کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے۔ یوں کہ آپ ﷺ کی بعثت تو امیوں میں ہوئی لیکن آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کا ڈنکا اب

قیامت تک بجتا رہے گا۔اس آیت کریمہ سے آئمہ تفسیر نے کیا سمجھا اسکی وضاحت کے لیے ہم فقط علامہ ابن کثیر کی معروف زمانہ تفسیر ابن کثیر سے ایک عبارت ہی نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں جو مدعیان اجرائے نبوت کے اوہام باطلہ کا رد کرنے کیلیے کافی ہے!

''اسطرح کی اور بھی بہت سی آیات ہیں جن سے صاف ثابت ہو رہا ہے کہ حضور ﷺ کی بعثت تمام روئے زمین کی طرف تھی۔کل مخلوق کیلیے آپ پیغمبر تھے۔ہر سرخ وسیاہ کی طرف آپ نبی بنا کر بھیجے گئے تھے۔صلوٰت اللہ و سلامہ علیہ الحمد للہ یہاں یہ فرمانا کہ ان پڑھوں یعنی عربوں میں اپنا رسول بھیجنا اس لیے ہے کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی دعا کی قبولیت معلوم ہو جائے آپ نے اہل مکہ کے لیے دعا مانگی تھی کہ اللہ تعالیٰ ان میں ایک رسول ان ہی میں سے بھیج جو انہیں اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ کر سنائے انہیں پاکیزگی سکھائے اور کتاب وحکمت کی تعلیم دے۔پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور جب کہ مخلوق کو نبی اللہ کی سخت حاجت تھی سوائے چند اہل کتاب کے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سچے دین پر قائم تھے اور افراط وتفریط سے الگ تھے۔باقی تمام دنیا دین حق کو بھلا بیٹھی تھی اور خدا کی نامرضی کاموں میں مبتلا تھی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا۔آپ ﷺ نے ان پڑھوں کو خدا کے کلام کی آیتیں پڑھ کر سنائیں۔انہیں پاکیزگی سکھائی اور کتاب وحکمت کا معلم بنا دیا۔حالانکہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے سنئے! عرب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کے دعویدار تھے۔لیکن حالت یہ تھی کہ اصل دین کو خورد برد کر چکے تھے۔اس میں اس قدر تغیر وتبدل کر دیا تھا کہ توحید شرک سے اور یقین شک سے بدل چکا تھا۔ساتھ ہی بہت سی ایجاد کردہ بدعتیں دین اللہ میں شامل کر دی تھیں اسی طرح اہل کتاب نے اپنی کتابوں کو بدل دیا تھا۔ان میں تحریف کر دی تھی اور متغیر کر دیا تھا ساتھ ہی معنی میں الٹ پھیر کر لیا تھا۔پس اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو عظیم الشان شریعت اور کامل مکمل دین دے کر دنیا والوں کی طرف بھیجا کہ اس فساد کی اصلاح کریں۔اہل دنیا کو اصل احکام الٰہی پہنچائیں۔خدا کی مرضی اور نامرضی کے احکام سے لوگوں کو معلوم کرا دیں۔جنت سے قریب کرنے والے، عذاب سے نجات دلوانے والے تمام اعمال بتلائیں۔ساری مخلوق کے ہادی بنیں۔اصول وفروع سب سکھائیں۔کوئی چھوٹی بڑی بات باقی نہ چھوڑیں۔تمام تر شک وشبے سب کے دور کر دیں اور ایسے دین پر لوگوں کو ڈال دیں جس میں ہر بھلائی موجود ہو۔اس بلند بالا خدمت کے لیے آپ ﷺ وہ برتریاں اور بزرگیاں جمع کر دیں جو نہ آپ ﷺ سے پہلے کسی میں تھیں اور نہ آپ ﷺ کے بعد کسی میں ہو سکیں۔اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر ہمیشہ درود وسلام فرماتا رہے۔دوسری آیت **(واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم)** کی تفسیر میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ صحیح بخاری میں مروی ہے کہ ہم آنحضرت ﷺ کے

پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ پر سورۃ الجمعہ نازل ہوئی جب آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی تو لوگوں نے پوچھا کہ **اٰخرین منھم** سے کیا مراد ہے۔تین مرتبہ حضور ﷺ سے سوال ہوا۔تب آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ کے سر پر رکھا اور فرمایا کہ اگر ایمان ثریا کے ستارے کے پاس ہوتا تو بھی ان لوگوں میں سے ایک یا کئی ایک پالیتے۔اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ سورت مدنی ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کی پیغمبری تمام دنیا والوں کی طرف ہے۔صرف عرب کے لیے ہی مخصوص نہیں کیوں کہ آپ ﷺ نے اس آیت کی تفسیر میں فارس والوں کو فرمایا۔اسی عام بعثت کی بنا پر آپ نے فارس و روم کے
بادشاہوں کے نام اسلام قبول کرنے کے فرامین بھیجے۔حضرت مجاہد وغیرہ بھی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد عجمی لوگ ہیں یعنی عرب کے علاوہ وہ لوگ جو حضور ﷺ پر ایمان لائیں اور آپ ﷺ کی وحی کی تصدیق کریں۔ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے کہ اب سے تین تین پشتوں کے بعد آنے والے میرے اُمتی بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے پھر آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔(**واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم**)(ابن کثیر مترجم ج۵ص۶۵،۶۴)

مرزا قادیانی ایک جعلی حکیم خطرہ جان

عرفان محمود برق

حق وصداقت کی شمع سے فروزاں خدا تعالیٰ کا پیغمبر تو اس کی رضا جوئی کے تابع رہتا ہے اور تمام علوم بھی اُسی عالم الغیب سے سیکھتا ہے لیکن ابلیسی نبوت کے اُستاد شیطان ملعون اور شیطان صفت انسان بنتے ہیں۔ جھوٹا مدعی نبوت مکتب بھی جاتا ہے، اپنے استادوں سے گالیاں بھی سنتا ہے اور مرنا بن کر جوتے بھی کھاتا ہے۔ جیسے کہ مرزا قادیانی جو ان تمام عوامل سے گزر کر فرنگی کے اشارہ ابرو پر مدعی نبوت ہوا۔ مرزا قادیانی نے طب کی بعض کتابیں اپنے باپ سے پڑھیں تھیں وہ اپنی کتاب البریہ میں لکھتا ہے!

"میں نے فن طبابت کی چند کتابیں اپنے والد سے جو ایک نہایت حاذق طبیب تھے پڑھیں"۔ (البریہ حاشیہ ص ۱۵۰)

طب جیسے حساس شعبے میں اتنی محدود معلومات کے ہوتے ہوئے مرزا قادیانی نے ستم یہ ڈھایا کہ وہ خود مسند معالجت پر آبیٹھا اور مختلف امراض کی ادویات سازی کرنے لگ گیا۔ جہلاء نے سمجھا کہ شاید یہ بڑے حکیم صاحب ہیں اور غیبی خبریں رکھتے ہیں اس لیے ان کی دی ہوئی دوا ضرور اکسیر اعظم کا درجہ رکھے گی۔ چنانچہ انھوں نے یہ سوچ کر مرزا قادیانی سے مختلف امراض کی ادویات لینی شروع کر دیں۔

جب تریاق الٰہی ذلت ورسوائی بن گئی:

اسی دور میں ایک دفعہ ہندوستان میں طاعون کی وبا پھوٹی، اس موقع پر مرزا قادیانی نے یہ پیشگوئی جھاڑی کہ اُسے الہام ہوا ہے کہ قادیان طاعون سے محفوظ رہے گا۔ مرزا قادیانی کے الفاظ یوں تھے!

"ماکان الله یحذ بهم وانت فیهم۔ انه اوی القریه۔ ولا الاکرام لهلك المقام خدا ایسا نہیں ہے کہ قادیان کے لوگوں کو عذاب دے حالانکہ تو ان میں رہتا ہے۔ وہ اس گاؤں کو طاعون کی دست برد اور اس تباہی سے بچائے گا۔ اگر تیرا پاس مجھے نہ ہوتا اور تیرا اکرم مدنظر نہ ہوتا تو میں اس گاؤں کو ہلاک کر دیتا"۔ (تذکرہ ص ۴۳۶) اور وہ قادر خدا قادیان کو طاعون کی تباہی سے محفوظ رکھے گا تا کہ تم سمجھو کہ قادیان اسی لئے محفوظ رکھی گئی کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا"۔ (دافع البلاء ص ۴، ۵ در روحانی خزائن ج ۱۸ ص ۲۲۵، ۲۲۶)

مرزا قادیانی کی اس پیشگوئی نے پورا ہونے سے صاف انکار کر دیا اور مرزا کی مزید ذلت و رسوائی کا سبب بن گئی۔ قادیان میں طاعون کی وبا اس قدر زور سے حملہ آور ہوئی کہ قادیانیوں کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے گئی اور مرزا قادیانی سمیت اُس کے اُمتی چیخ اُٹھے!

”اے خدا ہماری جماعت سے طاعون کو اُٹھا لے“۔(اخبار بدر قادیان ۴ مئی ۱۹۰۵ء)

”ایک دفعہ کسی قدر شدت سے طاعون قادیان میں ہوئی“۔(حقیقۃ الوحی ص ۲۳۲، روحانی خزائن ج ۲۲ ص ۲۴۴)

قادیان میں طاعون کی وباء پھوٹنے کی وجہ سے مرزا قادیانی کے گرد پھر مریضوں کا ہجوم لگ گیا۔ ایسی صورت میں مرزا قادیانی نے اپنی حکیمی جھاڑتے ہوئے بھنگ کا گھوٹا پی کر ایک دوائی تیار کی جسے ”تریاق الٰہی“ کے نام سے موسوم کیا گیا اس دوائی کی تیاری میں مرزا نے طب سے بے بہرہ وری اور حقیقت ناشناسی کا ثبوت یوں بہم پہنچایا کہ جتنی بھی دیسی انگریزی ادویات ہاتھ لگتی گئیں اکٹھی کر کے مکس کرواتا گیا اور آخر بہت سی فالتو، حرام، مکروہ، غیر ضروری اور ضرر رساں ادویات کا معجون قاتل تیار کر ڈالا۔ مرزا قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر احمد قادیانی نے اس بات کا اقرار یوں کیا ہے کہ!

”ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے طاعون کے ایام میں ایک دوائی تریاق الٰہی تیار کرائی تھی۔ حضرت خلیفہ اول نے ایک بڑی تھیلی یا قوتوں کی پیش کی۔ وہ بھی سب پسوا کر اس میں ڈلوا دیئے۔ لوگ کوٹتے پیتے تھے۔ آپ اندر جا کر دوائی لاتے اور اس میں ملواتے جاتے تھے۔ کونین کا ایک بڑا ڈبہ لائے اور وہ بھی سب اسی کے اندر الٹا دیا۔ اسی طرح کی وائیم پی کی ایک بوتل لا کر ساری الٹ دی (مگر چند سطور بعد مرزا بشیر احمد قادیانی اس بات کا بھی اقراری ہے کہ۔ ناقل) طبی تحقیق کرنے والوں کے لیے علیحدہ علیحدہ چھان بین بھی ضروری ہوتی ہے۔ تا کہ اشیاء کے خواص متعین ہو سکیں“۔(سیرت المہدی ج ۳ ص ۳۱۸، ۳۱۹)

حکیم نور الدین کا اقرار:

جب حکیم نور الدین (خلیفہ قادیان) نے مرزا قادیانی کی یہ احمقانہ حرکت دیکھی تو بے ساختہ اس نے بھی کہہ

دیا کہ مرزا قادیانی کی یہ بنائی ہوئی دوا کسی طبی فائدے کی بجائے غیر جاندار اور بے اثر ہے ملاحظہ ہو۔مرزا بشیر احمد قادیانی سیرت المہدی میں لکھتا ہے!

''(تریاق الٰہی میں مرزا قادیانی نے) دیسی، انگریزی اتنی دوائیاں ملا دیں کہ حضرت خلیفہ اول (حکیم نورالدین) فرمانے لگے کہ طبی طور پر تو اب اس مجموعہ میں کوئی جان اور اثر نہیں رہا''۔(سیرت المہدی ج۳ص ۲۱۸)

اُلٹی ہوگئیں سب تدبیریں:

مرزا قادیانی کے بنائے ہوئے ضرر رساں نسخے جسے ''تریاق الٰہی'' کا اعزاز حاصل تھا لوگوں نے کثیر تعداد میں استعمال کیا لیکن صحت کے ان طلب گاروں کیساتھ مرزا قادیانی کی روحانیت اور اس کے تریاق الٰہی نے کیا سلوک کیا؟ پڑھیے!

''اس جگہ (قادیان) زور طاعون کا بہت ہو رہا ہے۔کل آٹھ آدمی مرے تھے اللہ تعالیٰ اپنا فضل وکرم کرے''۔(مرزا قادیانی کا مکتوب محررہ ۱۶اپریل ۱۹۰۴ء) ''قادیان میں ابھی تک کوئی نمایاں کمی نہیں ہے۔ابھی اس وقت جو لکھ رہا ہوں ایک ہندو بیجناتھ نام جس کا گھر گویا ہم سے دیوار بہ دیوار ہے۔چند گھنٹہ بیمار رہ کر راہی ملک عدم ہوا''۔(مکتوبات احمدیہ ج ۵ نمبر چہارم ص ۱۱۶)

''مخدومی ومکرمی اخویم سیٹھ صاحب سلمہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاۃ۔۔۔اس طرف طاعون کا بہت زور ہے۔ایک دو مشتبہ وار داتیں امرتسر میں بھی ہوئی ہیں چند روز ہوئے ہیں میرے بدن پر بھی ایک گلٹی نکلی تھی''۔(مکتوبات احمدیہ ج ۵ نمبر اول،مکتوب نمبر ۳۸)

''قادیان میں طاعون آئی اور بعض اوقات کافی سخت حملے بھی ہوئے۔۔۔پھر خدا نے حضرت مسیح موعود کے مکان کے اردگرد بھی طاعون کی تباہی دکھائی اور آپ کے پڑوسیوں میں کئی موتیں ہوئیں''۔(سلسلہ احمدیہ ج ا ص ۱۲۲)

یہ تھا کذاب قادیان کی روحانیت اور تریاق الٰہی کا فیض کہ جس شخص نے طاعون کی وبا کا شکار نہیں بھی ہونا تھا

اسے بھی طاعون نے پچھاڑ کر مرزا کی کذابیت اور اس کی جعلی حکمت خطرہ جان کو سب کے سامنے افشاں کردیا اور ثابت کر دکھایا کہ!

؎ مرجے دے لگیاں آکھے تے گندی موت مرجاویں گا ۔۔۔ تے جے لائی لو محمد ﷺ سوں رب دی تر جاویں گا

(مصنف)

مرزا کی جعلی حکیمی کے مزید نمونے:

جو غذا نقصان پہنچاتی اسے زیادہ استعمال کرتا:

مرزا قادیانی کو دستوں کی بیماری تھی۔جاہل سے جاہل ترین حکیم بھی اس بات سے آشنا ہے کہ دستوں میں دودھ کا استعمال مزید دستوں کا باعث بنتا ہے لیکن جاہلیت کے عالمی گولڈ میڈلسٹ کا اعزاز متنبی قادیان کو ہی حاصل تھا کہ وہ دستوں میں بھی دودھ کا استعمال زیادہ کر دیتا تھا جس سے اس پر دستوں کی مزید برسات برس پڑتی اور تقریباً سارا دن اسکالیٹرین کے چکروں میں گزرتا۔

مرزا قادیانی کا بیٹا مرزا بشیر احمد قادیانی لکھتا ہے!

> ''دودھ کا استعمال آپ اکثر کرتے رہتے تھے اور سوتے وقت تو ایک گلاس ضرور پیتے تھے اور دن کو بھی پچھلے دنوں میں زیادہ استعمال فرماتے تھے کیونکہ یہ معمول ہو گیا تھا کہ ادھر دودھ پیا اور ادھر دست آ گیا اس لیے بہت ضعف ہو جاتا تھا۔اسکے دور کرنے کو دن میں تین چار مرتبہ تھوڑا تھوڑا دودھ طاقت قائم کرنے کو پی لیا کرتے تھے''۔(سیرت المہدی ج۲ص۱۳۴)

قادیانیو! خصوصاً قادیانی ڈاکٹروں ،حکیموں اور میڈیکل افسروں! مرزے کے اس جاہلانہ عمل کی پیروی کرتے ہوئے تم پر بھی لازم ہے کہ جب تمہیں دستوں کا مرض آگھیرے تو تم صحت کے سائنسی وطبی قوانین وضوابط کو بالائے طاق رکھتے ہوئے فوراً دودھ کا استعمال زیادہ کردو اور لیٹرین کو بار بار اپنے دیدار کا شرف بخشو اور اگر دست مزید ترقی کرتے جائیں تو مزید دودھ منگواتے جاؤ، پیتے جاؤ اور ساتھ ساتھ اپنے جعلی نبی کے طبی نسخوں کی بھی داد دیتے جاؤ۔

گرمی دانوں کا علاج گرم کپڑے:

گرمی دانے جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ جسم پر نکلنے والے وہ ابھار جو گرمی کے باعث نمودار ہوتے

ہیں۔ساری دنیا کے ڈاکٹر و حکیم حتیٰ کہ ایک عام انسان بھی اس بات سے بخوبی آشنا ہے کہ اگر جسم پر گرمی دانے نکل آئیں تو گرم لباس سے مکمل مجتنب رہنے میں ہی دانش مندی و عافیت ہے۔لیکن مرزائے قادیان کی عقل و حکمت کی داد دیجئے کہ شدید موسم گرما میں جب گرمی دانوں کا عذاب اسکے سارے جسم کو پوٹوہار بناتا تو بجائے سرد لباس کے وہ مزید گرم لباس پہن لیتا۔

مرزا بشیر احمد قادیانی نے لکھا ہے!

”بعض اوقات گرمی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام (مرزا قادیانی) کی پشت پر گرمی دانے نکل آتے تھے۔۔۔بدن پر گرمیوں میں عموماً ململ کا کرتہ استعمال فرماتے تھے اس کے اوپر گرم صدری اور گرم کوٹ پہنتے تھے۔پاجامہ بھی آپ کا گرم ہوتا تھا۔نیز آپ عموماً جراب بھی پہنتے تھے“۔(سیرت المہدی ج ۱ ص ۶۶)

(پھر گرم پانی سے نہاتا بھی ہوگا اور دھوپ کے نیچے بیٹھ کر آٹھ دس انڈے ہڑپ کر کے کہتا ہوگا کہ میں خاندانی حکیم ہوں۔ناقل)

مرنا ذبح کروا کے سر پر باندھ دیا:

ایک دفعہ قادیان میں مرزا قادیانی کا ایک عزیز سخت بیمار ہوگیا۔جس سے اسکا دماغ بھی کافی متاثر ہوا۔مریض کے گھر والوں نے مرزا قادیانی کو بطور معالج اسکا علاج کرنے کیلئے بلوایا۔مرزا قادیانی نے وہاں بھی اپنی جاہلیت کا ثبوت فراہم کرتے ہوئے اس مریض کا علاج یہ تجویز کیا کہ ایک مرنا ذبح کروا کر ویسے ہی خون میں لتھڑا ہوا اس بیچارے کے سر پر باندھ دیا۔

سیرت المہدی میں مرزا بشیر احمد قادیانی اس واقعہ کے متعلق یوں رقم طراز ہے!

”حضرت والدہ صاحبہ یعنی اُم المومنین اطال اللہ بقاءہا نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ مرزا نظام الدین صاحب کو سخت بخار ہوا۔مرزا نظام الدین صاحب کے عزیزوں نے حضرت صاحب کو اطلاع دی آپ فوراً وہاں تشریف لے گئے اور مناسب علاج کیا علاج یہ تھا کہ آپ نے مرنا ذبح کروا کے سر پر باندھا“۔(سیرت المہدی ج ۳ ص ۲۷)

مرزا قادیانی کے متعلق اس طرح کے درجنوں حوالہ جات پیش کیے جاسکتے ہیں جن سے وہ جعلی معالج یا نیم

حکیم تو بڑی دور کی بات ایک کم فہم انسان بھی ثابت نہیں ہوتا۔لیکن قادیانیوں کی مرزا قادیانی کے متعلق اندھی تقلید کی انتہا دیکھئے کہ بجائے مرزے کی ان بیہودہ اور جاہلانہ حرکات دیکھ کر اس عقیدت کے تمام بندھن توڑ کر اسلام کے چمنستان روح افزا میں داخل ہوتے وہ اب تک اسے علم الطب کا شہنشاہ تصور کیے ہوئے ہیں۔قادیانیوں کا روزنامہ اخبار الفضل اپنے ۱۲ اکتوبر ۲۰۰۲ء کے شمارے میں لکھتا ہے!

> ''سیدنا و امامنا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ (مرزا قادیانی) نے اپنی روحانی آنکھ اور چشم بصیرت سے جہاں ''علم الادیان'' پر ایسی انقلابی روشنی ڈالی کہ دن چڑھا دیا وہاں ''علم الابدان'' یعنی میڈیکل سائنس اور طب کے سلسلے میں بھی پوری عمر بے شمار روحانی تجربات و مشاہدات کے بعد دنیائے طب کیلئے ایسے بیش قیمت رہنما اصول رکھے جو صرف اور صرف ایک ربانی مصلح ہی کی خدا نما شخصیت سے مخصوص ہو سکتے ہیں اور دعویٰ سے کہا جا سکتا ہے کہ آج تک طب اور سائنس کے ماہر فاضلوں کا لٹریچر ان پہلوؤں کے اعتبار سے بہت حد تک خاموش ہے''۔

قادیانی اخبار الفضل یہاں جھوٹ بولنے میں اپنے گرو گھنٹال مرزا قادیانی کو بھی مات دے گیا ہے۔حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے طب کے میدان میں جو انسانیت کُش اور ضرر رساں اصول مرتب کیے ہیں ان کی نظیر طب اور میڈیکل سائنس کے ماہرین میں تو کیا کسی فٹ پاتھ پر بیٹھے ہوئے اس شخص میں بھی نہیں پائی جاتی جس کی عقل ہمہ وقت محو پرواز رہتی ہے۔لیکن اگر باقی باتوں سے قطع نظر ایک لحہ کیلئے مرزا قادیانی کو نیم حکیم بھی تسلیم کر لیا جائے پھر بھی اسلام اور جدید سائنس مرزے کی تردید پر کمر بستہ نظر آتی ہیں کیونکہ نیم حکیمی کی گنجائش نہ دین اسلام میں ہے اور نہ ہی جدید سائنس میں ملاحظہ فرمائیں!

جاہل معالج اسلام اور جدید سائنس کے آئینہ میں:

اولاً اسلام نے انسانیت کے لیے حفظان صحت کے ایسے اصول مرتب کیے ہیں کہ بندہ زیادہ سے زیادہ بیماریوں سے قبل از وقت بچا رہے۔تاہم اگر کوئی بیماری حملہ آور ہو جائے تو اسکا مناسب علاج بھی پیش کیا ہے۔طب کو باقاعدہ ایک فن کے طور پر پروان چڑھانے اور اس فن کے ماہرین پیدا کرنے میں سب سے زیادہ دخل اسلام کو حاصل ہے دنیا میں سب سے پہلے ہسپتال مسلمانوں ہی نے قائم کیے اور سب سے پہلے رجسٹر ڈاکٹروں اور سرجنوں کا ایک باقاعدہ نظام بھی انھوں نے ہی وضع کیا تا کہ مختلف بیماریوں کا صحیح طبی خطوط پر علاج کیا جا سکے۔اس سلسلے میں تاجدار

کائنات ﷺ کا فرمان اُمت مسلمہ کے لیے مشعل راہ (اور اُمت مرزا کے لیے باعث حق شناسی) ہے۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے!

"**ومن تطبب ولم یعلم منه الطب قبل ذلك فهو ضامن** ۔جس شخص نے علم الطب سے ناآگہی کے باوجود طب کا پیشہ اختیار کیا تو اس (کے غلط علاج ،مضر اثرات) کی ذمہ داری اسی شخص پر عائد ہو گی۔(سنن ابن ماجہ ۲۵۶)

حضور نبی کریم ﷺ کے ایک صحابی کا واقعہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے انکے علاج کے لیے دو طبیب آئے۔آپ ﷺ بھی موقعہ پر تشریف فرما تھے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ آپ دونوں میں سے جس کا تجربہ زیادہ ہے وہ علاج کرے۔چنانچہ ان دونوں میں سے جس طبیب کا علم طب پر عبور اور تجربہ زیادہ تھا اس نے ان صحابی رسول ﷺ کا علاج کیا۔

حضور نبی کریم ﷺ نے ایک اور جگہ ارشاد فرمایا!

"**یکما اطب من تطبب وھو لا یعرف طبا فھو ضامن** ۔اگر کسی نیم حکیم کی وجہ سے کوئی مر گیا تو اس کی موت کا ذمہ دار وہ ڈاکٹر اور حکیم ہوگا"۔(ابوداؤد کتاب الطب)

اس فرمان نے جہاں لوگوں کو طب میں تخصیص کیلیے مہمیز دی وہاں اسلام کی اولین صدیوں میں ہی جعل سازوں سے بچنے کیلیے میڈیکل کا ایک باقاعدہ امتحانی نظام وضع کرنے میں بھی مدد ملی یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں میں بڑے بڑے ماہرین طب اور سرجن پیدا ہوئے۔دنیا میں سب سے پہلے ڈاکٹروں اور طبیبوں کیلیے امتحانات اور رجسٹریشن کا باقاعدہ نظام عباسی خلافت کے دور میں ۹۳۱ء میں بغداد میں وضع ہوا جسے جلد ہی پورے عالم اسلام میں نافذ کر دیا گیا۔واقعہ کچھ یوں ہے کہ ایک جعلی حکیم کے ناقص علاج سے ایک مریض کی جان چلی گئی۔اس حادثے کی اطلاع حکومت کو پہنچی تو تحقیقات کا حکم ہوا۔پتہ یہ چلا کہ اس عطائی طبیب نے میڈیکل کی مروجہ تمام کتب کا مطالعہ نہیں کیا تھا۔اور چند ایک کتابوں کو پڑھ لینے کے بعد مطب کھول کر بیٹھ گیا تھا۔

اس حادثے کے فوری بعد حکومت کی طرف سے معالجین کی باقاعدہ رجسٹریشن کیلیے ایک بورڈ بنایا گیا۔جس کی سربراہی اپنے وقت کے عظیم طبیب سنان بن ثابت کے ذمہ ہوئی۔اس بورڈ نے سب سے پہلے صرف بغداد شہر کے اطباء کو شمار کیا تو پتہ چلا کہ شہر بھر میں کل ۱۰۰۰ اطبیب ہیں۔تمام اطباء کا باقاعدہ تحریری امتحان اور انٹرویو لیا گیا۔ایک ہزار میں سے سات سو معالج پاس ہوئے۔چنانچہ رجسٹریشن کے بعد انھیں پریکٹس کی اجازت دے دی گئی۔اور ناکام

ہو جانے والے ۳۰۰ اطباء کو پریکٹس سے روک دیا گیا۔

۶۱ ھ کے مشہور طبیب ابن سہیل بغدادی نے اپنی مشہور کتاب "مختارات" میں مسند معالجت پر بیٹھنے کے لیے چند ضروری شرائط رقم کی ہیں۔ اور لطف یہ کہ مرزا قادیانی میں ان رقم کردہ شرائط میں سے ایک شرط بھی نہیں پائی جاتی۔ ابن سہیل بغدادی لکھتے ہیں!

> "اس معالج پر اعتماد کیا جانا چاہیے جس نے علم کی تحصیل اپنے وقت کے بڑے بڑے اساتذہ فن سے کی ہو اور عملی مشق و تجربہ کیلیے مدت دراز تک ماہرین کی خدمت میں رہا ہو اور انکی نگرانی میں مریضوں کی دیکھ بھال اور علاج معالجہ کیا ہو اور ان بزرگوں سے سند مہارت حاصل کی ہو تب جا کر بیماریوں کی طرف رجوع کرئے"۔

اسلام اور مسلمان اطباء کی ان ہدایات سے آج عالمی ادارہ صحت (W.H.O) کی تنظیم بھی متفق ہے اور قانوناً مطالبہ کرتی ہے کہ تمام عطائی (Quacks) کی پریکٹس کو مسدود کردیا جائے۔

(Preventive and social Medicine by Dr.Seal P.160)

یورپ میں عطائیت کے خاتمے کیلیے سب سے پہلا قانون ۱۸۲۱ء میں معرض وجود میں آیا۔ اس کی رو سے ہر وہ شخص جو علاج معالجے کا دعویدار ہے لیکن اسکے پاس کسی مستند کالج یا انسٹیٹیوٹ کی سند یا اجازت نہیں تو قانوناً ایسے شخص کو پریکٹس کرنے کی قطعی اجازت نہیں اور اگر ایسے معالج سے کسی مریض کو نقصان پہنچا تو اس کا تاوان معالج کو ادا کرنا پڑے گا۔ (لاء آف میڈیکل جرنل ۲۶)

قادیانیو! سوچو کہ اگر مرزا قادیانی آج اس دور میں زندہ ہوتا تو یقیناً ایک مجرم کی حیثیت سے اس پر مقدمہ چلتا اور جعل سازی کرنے اور لوگوں کو موت کے گھوڑے پر سوار کرنے کے جرم میں پھانسی کے پھندے پر لٹکا دیا جاتا۔ پھر تم کف افسوس ہی ملتے رہ جاتے کہ کاش ہمارا نبی طب و حکمت کے میدان میں قدم نہ رکھتا تو شاید پھانسی کے پھندے سے بچ جاتا اور یہ ذلت و رسوائی دیکھنا نصیب نہ ہوتی۔

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

وہابیت ، دیوبندیت ، مرزائیت

خلیل احمد رانا

وھابی دیوبندی ختم نبوت کے موضوع پر بڑا شور مچاتے ہیں، کہیں جلسے کرتے ہیں کہیں مجلس تحفظ ختم نبوت بناتے ہیں اور دنیا کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ختم نبوت کی حفاظت کرنے والے صرف ہم ہیں، لیکن جب اس معاملہ میں چھان بین کی جائے تو اصل حقیقت کچھ اور ہی نکلتی ہے۔

ان کا عقیدہ ہے کہ معاذ اللہ نبی ﷺ مر کر مٹی میں مل گئے، مولوی اسماعیل دہلوی اپنی کتاب ''تقویۃ الایمان'' میں لکھتے ہیں! ''یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں'' (تقویۃ الایمان، مطبوعہ فاروقی کتب خانہ، ملتان، ص ۱۳۶)

ایک طرف تو کہتے ہیں کہ ''نبی مر کر مٹی میں مل گئے''، نبی کریم ﷺ کو زندہ نہیں مانتے، دوسری طرف کہتے ہیں ''ختم نبوت زندہ باد'' یہ عجیب دوغلی پالیسی ہے، یعنی ''موصوف'' تو زندہ نہیں، مر کر مٹی میں مل گئے، لیکن ''صفت'' زندہ ہے، ارے جب موصوف ہی نہیں تو صفت کیسے باقی رہ گئی؟۔

حکیم الامت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

''قادیان اور دیوبند اگر چہ ایک دوسرے کی ضد ہیں، لیکن دونوں کا سرچشمہ ایک ہے، اور دونوں اس تحریک کی پیداوار جسے عرف عام میں وھابیت کہا جاتا ہے''۔

(سید نذیر نیازی، ''اقبال کے حضور'' (ایک بیاض یادداشت)، مطبوعہ اقبال اکیڈمی، کراچی، طبع اول، جولائی ۱۹۷۱ء، ص ۲۶۱)

قادیانیت اور دیوبندیت کا رشتہ:

علی محمد اجمیری قادیانی کا مولوی قاسم نانوتوی کو خراج عقیدت!

''مدرسہ دیوبند نے جو حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار ہے، بہت ہی تھوڑے لوگ ایسے پیدا کئے ہیں، جنھیں اس زمانہ کے امام کو پہچاننے کی سعادت نصیب ہوئی، بدقسمتی سے یہ مدرسہ ابتداء ہی سے جماعت احمدیہ کا ایک مخالف کیمپ بنا رہا ہے، لیکن اس کے وجود اس مدرسہ کے مقدس بانی کی پاکیزہ روح نے یہاں کے چند نیک مصلحین کی طبائع پر ایسا روحانی اثر ڈالا، کہ وہ حضرت امام الزمان کے دست وبازو ثابت ہوئے، تاکہ یہ چند نفوس اس مدرسہ سے نکلنے والے دوسرے علماء کی مخالفتوں کا کفارہ ثابت ہوں، ان چند نفوس میں سے حضرت مولانا سید محمد

سرور شاہ صاحب کا نام سرفہرست آتا ہے، آپ نے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدمت جس بے نفسی اور خلوص سے سرانجام دی ہے، وہ یقیناً مدرسۂ دیوبند کے بانی علیہ الرحمہ کی روح کے لئے آرام اور راحت کا موجب ہوگی"۔ (ماہنامہ اُردو ریویو آف ریلیجنز، قادیان، بابت شعبان ۱۳۶۶ھ/ جولائی ۱۹۴۷ء (شذرات)، ص۱۴)

اکابر دیوبند نے اس رشتہ کو خوب نبھایا، چنانچہ مشہور ادیب عبدالمجید سالک اپنی کتاب "یاران کہن" (جسے شورش کاشمیری نے شائع کیا) میں مشہور کانگریسی لیڈر ابوالکلام آزاد کے بارے میں لکھتے ہیں!

"مولانا ابوالکلام مرزا صاحب کے دعوائے مسیحیت موعود سے تو کوئی سروکار نہ رکھتے تھے لیکن ان کی غیرت اسلامی اور حمیت دینی کے قدردان ضرور تھے، یہی وجہ ہے کہ جن دنوں مولانا (ابوالکلام) امرتسر کے اخبار "وکیل" کی ادارت پر مامور تھے اور مرزا صاحب کا انتقال انہی دنوں ہوا، تو مولانا نے مرزا صاحب کی خدمات اسلامی پر ایک شاندار شذرہ لکھا، امرتسر سے لاہور آئے اور یہاں سے مرزا صاحب کے جنازے کے ساتھ بٹالہ (ضلع گورداسپور) تک گئے"۔ (عبدالمجید سالک، یاران کہن، مطبوعہ چٹان پریس لاہور بار اوّل ۱۹۵۵ء، ص۴۲)

اسی طرح غیر مقلدین پنجاب کے مشہور لکھوی خاندان کے مولوی محمد علی لکھوی، حیات مسیح علیہ السلام کے خلاف، مرزائیوں کے مشہور عقیدہ وفات مسیح علیہ السلام کے قائل تھے۔ (ہفت روزہ "تنظیم اہل حدیث" لاہور، شمارہ ۱۴ تا ۲۱ دسمبر ۱۹۷۳ء، ص۱۰)

قادیاں کے ''اصطلاحی نبی'' کے دعویٰ نبوت کے پُرپیچ مرحلے اور ان کی اعتقادی لغزشیں

مولانا محمد بخش مسلم (بی اے) رحمۃ اللہ علیہ

مرزا صاحب کا آخری دعویٰ:

مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی لکھتے ہیں!

[[میں خدا کے حکم کے مطابق نبی ہوں اس انکار کی دلیل یہ ہے کہ میں صرف اس وجہ سے نبی کہلاتا ہوں کہ عربی اور عبرانی میں نبی کے معنی یہ ہیں کہ خدا سے الہام پا کر بکثرت پیشگوئی کرنے والا۔ اور بغیر کثرت کے یہ معنی متحقق نہیں ہو سکتے]]۔ (مرزا صاحب کا آخری مکتوب مطبوعہ اخبار عام ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء)

مرزا صاحب کی دلیل بودی ہے:

دیکھئے مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ آپ صرف اس وجہ سے نبی ہیں کہ عربی میں نبی کے معنی ہیں خدا سے الہام پا کر بکثرت پیشگوئی کرنے والا۔ مرزا صاحب کا یہ دعویٰ سراسر کمزور ہے۔ عربی لغت میں نبی محض مخبر (خبر دینے والے) یا مخبر (جسے خبر دی جائے) کو کہتے ہیں۔ اس میں خدا سے حاصل کرنے یا کثرت کی شرط نہیں۔ ایسے ہی جو شخص گزشتہ واقعات کی خبر دے اسے لغتاً نبی کہتے ہیں۔ پیش گوئی بھی از روئے لغت نبی کے معانی کا جزو لاینفک ہے۔

نبی کے معانی:

نبی عربی زبان کا لفظ ہے اس کی جڑھ ہے نباء (خبر) قرآن مجید میں ہے!

[[عَمَّ یَتَسَاءَلُوْنَ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِیْمِ ۔ (سورۃ النبا:۱) کیا وہ لوگ آپس میں گفت وشنید کر رہے ہیں ایک بڑی خبر کے متعلق۔

نباء کے معنی خبر عظیم کا ترجمہ ہے بڑی۔ یہاں ایک ایسی خبر کو نبا کہا گیا ہے جو ابھی وقوع پذیر نہیں۔ بلکہ آئندہ زمانہ میں واقع ہونے والا ہے۔

تِلْکَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْھَا اِلَیْکَ ۔ (سورۃ ہود:۴۹) اے نبی آپ کو یوسف کے حال سے آگاہ کیا جا رہا ہے۔

جو کچھ آپ کو احوال یوسفی سے بتایا جا رہا ہے وہ ان گزشتہ زمانے کی خبروں میں سے جن سے آپ کو بذریعہ وحی آگاہ کیا

جا رہا ہے۔ظاہر ہے کہ یہاں **انباء** سے مراد وہ خبریں ہیں جو گزشتہ زمانے یعنی ماضی کی ہیں لہذا **انباء** کے مفہوم میں آئندہ زمانے کی خبر یعنی پیشگوئی لازماً شرط نہیں۔نبی کریم اُمی تھے آپ کا قیامت (آئندہ کی خبر) کا حال منکشف فرمانا اور یوسف کے متعلق جو اختلافات تھے۔ان کا دور کرنا یعنی گذشتہ حقائق کا اُمی ہونے کے باوجود آشکارا کرنا صاف دلالت کرتا ہے کہ آپ کی خبروں کا ماخذ بجز رب العزت اور کوئی ہستی نہیں۔

اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ۔(الحجرات:٦) اے مسلمانوں اگر تمہارے پاس اخلاق سے گرا ہوا کوئی شخص خبر لائے۔

فاسق کی بتائی ہوئی خبر کا تعلق ماضی حال مستقبل تینوں زمانے سے ہوسکتا ہے۔صاف ظاہر ہوگیا کہ نباء کے معنی مطلق خبر کے ہیں اس میں نہ کثرت کی شرط ہے اور نہ زمانے کی۔لہذا محض لغت کی رو سے نبی وہ ہے جو خبر بیان کرے خواہ خبر ایک ہی کیوں نہ ہو۔اور خواہ اس کا تعلق ماضی سے ہو یا حال یا مستقبل سے ہو اسکا بتانے والا فاسق ہو یا غیر فاسق۔

نباء اور النباء:

نبا فقرہ ہے۔اسکا ترجمہ ہے خبر خواہ وہ کیسی ہی کیوں نہ ہو لیکن نباء پر جب ال لام زائد کر کے النباء (معرفہ) بنا لیتے ہیں تو اسکا ترجمہ کیا جاتا ہے خاص خبر۔انگریزی میں جو فائدہ لفظ (THE) دیتی ہے عربی میں وہی کام "ال" سے لیا جاتا ہے۔نَبِیّ "نبی (اُن) فَعِیْل "(فعی لن) کے وزن پر ہے جیسے **قَتِیْل** " (فعیل) کے معنی ہیں **مقتول** (قتل کیا گیا) اور **ذبیح** مذبوح (ذبح کیا گیا) کے مترادف ہے۔ایسے ہی نبی کے معنی میں خبر دیا گیا۔گویا جسے خبر دی جائے وہ نبی ہے۔لہذا محض یا صرف لغت کے اعتبار سے ہر ایک شخص نبی ہے۔ہر ایک ابن آدم نبی ہے۔اس میں مرزا صاحب کی کوئی خصوصیت نہیں۔ہاں اگر ٹھیٹھ مرزائی علوم کلام کو پیش نظر رکھا جائے تو مرزا صاحب لغتاً بھی اس کے مصداق نہیں۔اس لیے آپ فرماتے ہیں!

کرم خاکی:

کرم خاکی ہوں پیارے نہ آدم زاد ہوں (درثمین)

میں مٹی کا ایک کیڑا ہوں آدم زاد نہیں ہوں۔جیسے آپ کے مرید آپ کو اس لیے نبی کہتے ہیں کہ آپ نے اپنے آپ کو نبی کہا ہے۔ایسے ہی انہیں چاہیے کہ مرزا صاحب کو کرم خاکی کہیں آدم زاد نہ کہیں۔

اگر فاعل کا معنی ہی لیں تو نبی کا ترجمہ ہے خبریں پہنچانے والا۔خواہ اس کا ماخذ خدا ہو یا غیر خدا۔بدیں لحاظ از روئے

لغت عرب ریویو ایڈیٹر وغیرہ بھی نبی ہیں۔ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ میں صرف اس وجہ سے نبی ہوں کہ لغت مجھے نبی ٹھہراتی ہے۔ تو واضح رہنا چاہیے کہ اس معیار لغوی کے مطابق مرزا صاحب ہی نہیں بلکہ ہر ایک بشر نبی ہے۔

نہ من تنہا دریں مے خانہ مستم　　　　جنید و شبلی و عطار ہم مست

ترجمہ: اس شراب خانہ میں اکیلا ہی مست نہیں ہوں حضرت جنید و شبلی اور عطار بھی مدہوش ہیں۔

بنیاد انکار:

اگر اصطلاحی و شرعی مفہومات کو بالائے طاق رکھ دیا جائے اور صرف لغوی و شرعی معانی کو بنیاد انکار قرار دیا جائے تو ایک عقیدہ اور ایک لمحہ بھی اسلامی ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً قرآن جو بروزن فعلان ہے اس کے معنی ہیں وہ کتاب جو اس قابل ہے کہ اسے کثرت سے پڑھا جائے۔ لغت کی رو سے کئی ایک کتابیں قرآن کہلا سکتی ہیں۔ لیکن قرآن مجید صرف ایک کتاب پاک کا نام ہے اور یہ نام اصطلاحی اور شرعی ہے لغوی نہیں۔ اسلام کے معنی ہیں حکم بجا لانا۔

کافر ومومن:

ایمان لانے والے کو مومن کہتے ہیں۔ انکار کرنے والے کو کافر کہتے ہیں۔ قرآن مجید فرماتا ہے!

فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ۔ (البقرۃ:۲۵۶)　　جو شخص غیر الٰہی طاقتوں یا شیطان کا انکار کرتا ہے۔

لیجئے ہر مسلمان منکر طاغوت ہے بتوں کی خدائی کا منکر ہے لیکن شرعی اصطلاحی معنوی کے رو سے خدا اور رسول کے حکموں کو ماننے والے کو مسلم۔ خدا، رسول، ملائکہ، قیامت، تقدیر، کتب سماویہ پر ایمان لانے والے کو مومن کہتے ہیں۔ انبیاء نے جو قوانین الٰہی پیش کیے ان کا نام اسلام ہے۔

لغوی مفہوم کی شعبدہ کاری:

مگر نعوذ باللہ من ذالک مرزا صاحب کی پیروی کی جائے اور محض لغوی مفہوم کو پیش نظر رکھا جائے تو کون شخص نبی نہیں۔ عربوں کے لیے ہاں "صلوۃ" کا لفظ مستعمل تھا۔ لیکن اسکا مفہوم وہ عبارت نہ تھا جسے نماز کہتے ہیں۔ عرب لفظ صوم سے آگاہ تھے لیکن صوم بہ مفہوم روزہ سے بے خبر تھے۔ مختصر یہ کہ صلوۃ، حج، زکوۃ، صوم، رکوع، سجود، نکاح، طلاق وغیرہ الفاظ عرب حالت جاہلیت میں بھی استعمال کرتے تھے۔ لیکن ان الفاظ کا جو مفہوم اسلام نے تجویز کیا وہ اور ہے۔ اور جاہلیت میں انکا جو مفہوم تھا وہ اور تھا مگر ایک گونہ اشتراک ہے لیکن امتیاز بھی ہے۔ پیش نظر امتیاز ہوتا ہے نہ کہ

اشتراک۔ یہی حال لفظ نبی اور رسول کا ہے۔ اگر مرزائی یہ کہہ دیں کہ ہم مرزا صاحب کو صرف لغوی نبی مانتے ہیں جس میں سب شریک ہیں تو اس میں کسی کو کیا تردد ہو سکتا ہے؟۔

نبی کا شرعی مفہوم:

اصطلاح شرع میں نبی مخبر صادق اور سفیر ربانی کو کہتے ہیں۔ (**النبوۃ سفارۃ بین اللہ و بین ذوی العقول من عبادہ**۔ نبوت خدا اور اسکے عاقل بندوں کے درمیان سفارت ہے۔) بدیں لحاظ لازمی ہے کہ نبی صفات الٰہی کا کامل مظہر اور انسانیت کا پیکر ہو۔ خدا کی ذات و صفات ملائکہ، حشر نشر، قیامت، برزخ، جنت، دوزخ، حیات، قبر، روح، نفس ان حقائق ماورائے ادراک کا علم انتہائی کوشش کے بعد بھی ازخود نہیں ہو سکتا۔ سالہا سال کی جستجو اور علمی تحقیق بھی ان اسرار و معارف کو منکشف نہیں کر سکتی۔ یہ امور ایسے نہیں ہیں کہ مجرد علم انسانی سے ان کا سراغ مل سکے۔ علم محسوسات سے آگاہ نہیں کیا جا سکتا۔ علم ظاہری اور باطنی جو اس کے اخذ کردہ نتائج کا نام ہے لیکن جو چیزیں جواس کی منزل سے پرے ہیں ان کا علم مخلوقات کو نبی کی وساطت سے حاصل ہوتا ہے۔ ان عظیم الشان خبروں کا مخبر نبی ہوتا ہے۔

حقیقت آگاہی:

اس حقائق کو حضور نے جس قدر واضح فرمایا اس کی نظیر محال ہے۔ ان ماورائے ادراک و حقائق کو نبی کریم نے ایسے بین طریق پر سمجھایا اور ان الجھنوں کو یوں سلجھایا کہ جو اسرار و رموز اور معارف تھیہ عقلاء و فضلاء کے فہم و ذہن میں نہ آئے تھے داعی اسلام علیہ الصلوۃ والسلام نے ان سے ان بدوؤں کو آگاہ کر دیا۔ ان حقائق سے جس قدر آگہی انسان کے لیے ممکن ہے قرآن مجید ان کا جامع ہے ان علمی و روحانی و عرفانی و یزدانی خبروں کے بعد کوئی ایسی اطلاع نہیں کہ جو کائنات کے حق میں اُن کے برابر یا اُن سے بڑھ کر مفید یا عظیم القدر ہو۔ پس اطہر و قدس نبی نے ان غیبی و غیر مرئی اطلاعات و حقائق کو بھی وجہ الاتم بیان کر دیا۔ اس کے بعد کسی نبی کا بنایا جانا ایک فعل عبث ہے۔ اللہ تعالیٰ کوئی کام بے فائدہ نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کا آخری نبی اتنا غیور ہے کہ وہ اپنے نصب العین کی اشاعت میں کسی کا محتاج نہیں۔ اس نے اپنے ہر فرض کو پورا کیا۔ ہر راز کو آشکارا کر دیا۔ قوم کو روحانی و جسمانی برکتوں کے حصول کی راہیں اس طرح بتا دیں کہ ان سے بڑھ کر ممکن نہیں۔ لہذا حضور کے بعد کسی کو نبی بنا دینا خداوند کریم کی شایان شان نہیں۔ لغوی مفہوم کے اعتبار سے آدم کا ہر فرزند نبی ہے۔ پہلے بھی تھا اب بھی ہے آئندہ بھی ہوگا۔ لیکن شرعی اصطلاح میں اسلام کی بولی میں مذہب کے محاورہ میں محمد رسول اللہ کے بعد کوئی شخص بھی نبی نہیں بن سکتا۔

اپنی اپنی اصطلاح:

مرزا صاحب اپنی آخری تصنیف حقیقۃ الوحی میں لکھتے ہیں!

[[میری مراد میری نبوت سے کثرت مکالمت ومخاطبت ہے جو آنحضرت کی اتباع سے حاصل ہے۔ مکالمہ ومخاطبہ کے آپ قائل ہیں۔ پس یہ نزاع صرف لفظی ہوئی یعنی آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ ومخاطبہ رکھتے ہیں میں اس کی کثرت کا نام بموجب حکم الٰہی نبوت رکھتا ہوں **و کل ان یصطلح**]]۔

مرزا صاحب کہتے ہیں! میری نبوت صرف کثرت مکالمت ومخاطبت ہے۔ مسلمان مکالمہ اور مخاطبہ کے قائل ہیں اور میں بھی قائل ہوں۔ نزاع اور وہ بھی نزاع لفظی یہ ہے کہ وہ جس کو مکالمہ ومخاطبہ کہتے ہیں میں اس کی کثرت کا نام بموجب حکم الٰہی نبوت رکھتا ہوں۔ اس لیے کہ ہر ایک کی اپنی اپنی اصطلاح ہے۔

لیجئے مقصد ختم ہو گیا۔ اولاً آپ کہتے تھے کہ لغت میں کثرت مکالمت ومخاطبت و پیشگوئی کا نام نبوت ہے۔ اب یہ شے صرف آپ کی اپنی اصطلاح ہے جسے آپ نے جو حکم خدا تجویز کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ لغت میں کثرت مکالمت کا نام نبوت نہیں۔ البتہ مرزا صاحب کی یہ اپنی اصطلاح ضرور ہے۔ مرزا صاحب ایک فتنے کا باب کھول رہے ہیں۔ اگر ایک شخص یہ کہے کہ جس شئے کو مرزا صاحب اپنے محاورے میں نبی کہتے ہیں ہم اسے اپنے محاورے میں خدا کہتے ہیں تو کیا ایسا شخص اس قابل نہیں کہ اسے دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا جائے؟۔ اگر کوئی شخص خدا، رسول، نبی، فرشتے، قرآن، صلوۃ، حج کی توہین کرے اور کہے کہ جس کی میں نے توہین کی ہے وہ خدا اور ہے رسول اور ہے تو کیا مذہبی دنیا میں ایک سیکنڈ کے لیے بھی امن قائم رہ سکتا ہے؟۔

مرزا صاحب کا ادعائے خصوصیت:

مرزا صاحب رقم طراز ہیں!

[[میں نبی ہوں اور اُمتی بھی ہوں تا کہ ہمارے سید وآقا کی وہ پیشگوئی پوری ہو کہ آنے والا مسیح اُمتی بھی ہوگا اور نبی بھی ہوگا]]۔ (آخری مکتوب مرزا صاحب مطبوعہ عام مورخہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء)

لیجئے آپ فرماتے ہیں کہ میں اس لیے نبی ہوں کہ نبی کریم کی یہ پیشگوئی پوری ہو کہ آنے والا مسیح اُمتی بھی ہو گا اور نبی بھی ہوگا۔ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ مسیح آپ ہیں چونکہ آپ مسیح ہیں اور آنے والے مسیح کی نسبت کہا گیا ہے کہ

وہ نبی ہوگا۔لہذا آپ مسیح ہیں، نبی ہیں۔چونکہ آپ نبی کریم کے اُمتی ہیں لہذا آپ مسیح ہیں نبی ہیں اُمتی ہیں۔پہلے آپ ازروئے لغت نبی تھے بعد ازاں اپنی اصطلاح کے مطابق نبی ہوئے تازہ ترین دعویٰ یہ ہے کہ آپ اس لیے نبی ہیں کہ آنے والے مسیح کی نسبت نبی کریم نے فرمایا ہے کہ وہ نبی ہوگا۔یہ دعویٰ دو امر پر مبنی ہے۔

الف۔آنے والا مسیح نبی ہوگا

ب۔نبی اور اُمتی کا اجتماع ممکن ہے یعنی یہ ممکن ہے کہ ایک شخص نبی بھی ہو اور اُمتی بھی۔پہلے اس دعوے کے قلعہ پر آپ ان الفاظ میں گولہ باری فرماتے ہیں! اگر یہ اعتراض پیش کیا جائے کہ مسیح کا مثیل بھی نبی ہونا چاہیے کیونکہ مسیح نبی تھا تو اس کا اولاً جواب تو یہی ہے کہ آنیوالے مسیح کے لیے ہمارے سید و مولیٰ نے نبوت شرط نہیں ٹھہرائی۔(توضیح المرام مصنفہ مرزا صاحب ۴۶۴)

ملاحظہ ہو کہ آنے والے مسیح کے لیے نبی کریم نے یہ شرط ہی نہیں ٹھہرائی کہ وہ نبی ہوگا۔

؎ پر، وہی گر پڑا کبوتر کا نامہ جس میں بند تھا دلبر کا

شان مسیح:

باقی رہا کہ آپ مسیح کس شان کے ہیں اس توضیح المرام میں آپ کے دو الہامی شعر مرقوم ہیں لکھتے ہیں۔

کیا شک ہے ماننے میں تمہیں اس مسیح کے
جس کی مماثلت کو خدا نے بتا دیا
حاذق طبیب پاتے ہیں تم سے یہی خطاب
خوبوں کو بھی تو تم نے مسیحا بنا دیا

اللہ اللہ یہ اردو اشعار الہامی ہیں۔آپ بزعم خویش مسیح ہیں، نبی ہیں۔اور آپ کی تبلیغی زبان ہے گویا جس طرح حاذق طبیب کو مسیح کہتے ہیں جیسے کسی حسین مہ جبین کو شعرا مسیحا باندھتے ہیں ایسے ہی۔۔۔اگر مرزا صاحب کو بھی مسیح مان لیا جائے تو کیا حرج ہے۔اس راہ میں دقت صرف یہ ہے کہ مجرد ہمارے کہنے سے کوئی شخص حضرت مسیح علیہ السلام نہیں بن سکتا۔نبی ووٹوں سے نہیں بنتا بلکہ اللہ جسے چاہتا ہے نبی نامزد کرتا ہے۔عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام وہ ہیں جن کو خداوند تعالیٰ نے نبی بنایا ہے جن کی نبوت کی شہادت اصدق الصادقین خاتم النبیین نے دی۔آنیوالا مسیح ابن مریم قرآنی ہے مسیح قادیانی نہیں۔میر تقی لکھتے ہیں

؎ بعد مرنے کے میری قبر پہ آئے ہیں وہ میر یاد آئی میرے عیسےٰ کو دوا میرے بعد

اگر آپ عیسیٰ بننا چاہتے ہیں تو اس کے لیے بھی حسین صورت درکار ہے اور وہ آپ میں مفقود ہے۔

اُمتی اور نبی:

اپنے دوسرے زعم کی بنیاد آپ یوں برباد کرتے ہیں۔ ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۸۸ پر لکھتے ہیں!

[[جس حالت میں مسیح ابن مریم اپنے نزول کے وقت کامل اُمتی ہوگا تو پھر باوجود اُمتی ہونے کے کسی طرح رسول نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اُمتی اور رسول کا مفہوم متبائن ہے]]۔

لیجئے مرزا صاحب کے نزدیک رسول اور اُمتی میں نسبت متبائن کی ہے۔ متبائن منطق کی اصطلاح ہے۔ منطق کی رو سے موجودات کے درمیان چار نسبتیں ہیں۔

۱۔ نسبت تساوی

۲) نسبت تباین

۳) نسبت عموم وخصوص مطلق

۴) نسبت عام خاص من وجہ

جن دو چیزوں میں بالکل تضاد کی نسبت ہو انہیں متبائن کہتے ہیں۔ مثلاً پتھر اور انسان۔ کوئی شۓ ایسی نہیں کہ جو پتھر بھی ہو انسان بھی ہو۔ بدیں لحاظ کوئی شخص ایسا نہیں کہ جو اُمتی بھی اور رسل بھی ہو۔ جو پتھر ہے وہ انسان نہیں جو انسان ہے وہ پتھر نہیں۔ ایسے ہی جو اُمتی ہے وہ رسول نہیں اور جو رسول ہے وہ اُمتی نہیں۔ لہذا مرزا صاحب اُمتی اور رسول نہیں ہوسکتے۔ چونکہ مسیح علیہ السلام نبی ہیں اور مرزا صاحب اُمتی ہیں لہذا مرزا صاحب نہ مسیح ہیں اور نہ نبی ہیں۔ اُمتی ہوکر نبی اور مسیح ہونے کے مدعی ہیں لہذا اچھے اُمتی بھی نہیں۔

ے ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں زلیخا نے کیا خود چاک دامن ماہ کنعان کا

نبی کا نام:

اس خصوص میں مرزا صاحب ایک اور خصوصیت کے مدعی ہیں!

[[جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس اُمت میں سے گذر چکے ہیں ان کو حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لیے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں]]۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱)

مرزا صاحب کا ادعا یہ ہے کہ اُمت محمدیہ میں نبی کا نام پانے کے مستحق صرف آپ مرزا صاحب ہیں۔وہ دلیل یہ ہے کہ جس قدر الہامات مرزا صاحب کے ہیں اتنے کسی اور کے نہیں۔سوچنا یہ ہے کہ کثرت کا معیار کیا ہے۔عربی میں تو تین الہام کا ہونا کثرت پر دال ہے۔مرزا صاحب چودھویں صدی کے ہیں کیا پہلی تیرہ صدیوں میں ہزار ہا انسان ایسے نہیں گذرے کہ جن کے الہامات ان کے اپنے اپنے زمانہ کے لحاظ سے دوسروں کے مقابلہ میں بلحاظ کیفیت وکمیت زیادہ تھے؟۔کیا ہر زمانہ کے بزرگوں کے الہامات بالکل مساوی تعداد میں ہوتے تھے۔ان میں بلحاظ تعداد کوئی فرق نہیں ہوتا تھا۔اور اگر فرق تھا اور یقیناً تھا تو کیوں الہامات کی کثرت کے باوجود ان کا نام نبی نہ رکھا گیا۔مرزا صاحب کے الہامات خصوصی کی کیفیت آپ کے مندرجہ ذیل چند ایک الہامات سے ظاہر ہے۔

سبحان خان ڈیرہ اسماعیل خان، کمترین کا بیڑا غرق، الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے عالم شباب، پیپر منٹ، عبد الرشید پندرہ ماہ میں ہاویہ میں گرایہ جائے گا۔محمدی بیگم تیرے نکاح میں آجائے گی۔ڈاکٹر عبد الحکیم مرجائے گا، ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں۔

زبردست دعویٰ کی زبردست تردید:

آپ اپنے اس دعویٰ پر بھی پختہ نہیں کہ نبی کے نام کے مستحق صرف آپ ہیں۔چنانچہ اپنی وصیت کے صفحہ ۱۳ پر لکھتے ہیں!

> [[خدا تعالیٰ نے مکالمہ مخاطبہ کاملہ تامہ مطہرہ مقدسہ کا شرف ایسے بعض افراد کو عطا کیا جو فنا فی الرسول کی حالت تک اتم درجہ تک پہنچ گئے اور کوئی حجاب درمیان میں نہ رہا اور اُمتی ہونے کا مفہوم اور پیروں کے معنی اتم اور اکمل درجہ پر ان میں پائے گئے۔ایسے طور پر کہ ان کا وجود اپنا وجود نہ رہا بلکہ ان کی محویت کے آئینہ میں آنحضرت ﷺ کا وجود منعکس ہوگیا۔اور دوسری طرف اتم اور اکمل طور پر مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ نبیوں کی طرح ان کو نصیب ہوا۔پس اس طرح بعض افراد نے باوجود اُمتی ہونے کے نبی ہونے کا خطاب پایا]]۔

ے ملے جو حشر میں لے لوں زبان ناصح کی عجیب چیز ہے یہ طول مدعا کے لیے

برادران اسلام سے التماس:

ہم نے مرزا صاحب کے صرف آخری دعویٰ پر بحث کی ہے اور اسے بتوفیق ایزدی بے بنیاد ثابت کیا ہے۔مرزا صاحب کی تردید مرزا صاحب سے بڑھ کر کسی نے نہیں کی۔مبلغین اسلام کا فرض ہے کہ مرزا صاحب کے مریدین کو مرزا صاحب کی تصانیف سے اِدھر اُدھر جانے نہ دیں۔ضرورت ہے کہ مرزا صاحب کی تردید منظم اور جدید طریقوں سے کی جائے۔

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

(روزنامہ زمیندار لاہور قادیان نمبر اگست ۱۹۳۷)

قادیانیت کا علمی محاسبہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون رحمۃ اللہ علیہ (کیمبرج یونیورسٹی برطانیہ)

مترجم: مولانا محمد صادق ضیاء

حضرت محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں بلکہ وہ اللہ کے رسول وخاتم النبیین ہیں۔ (سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۴۰)

جبکہ آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی (۱۹۰۲ء) کہتا ہے! ''میں آپ کو پہلے بھی وضاحت سے بتا چکا ہوں اور ایک بار پھر کہہ رہا ہوں جو کلمات میں بولتا ہوں وہ یقیناً اللہ کی طرف سے ہیں جس طرح قرآن اور سابق کتب سماوی (تورات، زبور وانجیل) کلمات اللہ ہیں۔ میں اللہ کی طرف سے ظلی وبروزی نبی ہوں۔ ہر مسلمان کے لیے لازم ہے کہ دین کے معاملات میں میری اطاعت کرے''۔

شروع شروع میں مرزا قادیانی نے دعویٰ کیا کہ وہ مسیح ہے۔ بخدا اس نے سچ ہی کہا ہے کیونکہ وہ دجال کذاب کی مثل ہے پھر ذرا ترقی کی تو دعویٰ کیا کہ اس پر وحی نازل ہوتی ہے۔ بخدا اس نے یہ بھی درست کہا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''بعض الشیطین کو شیطان جھوٹ اور فریب کی باتیں القاء کرتا رہتا ہے۔ پھر اس نے دعویٰ نبوت و رسالت کیا اور لکھا کہ! ''اللہ وہ جس نے قادیان میں رسول بھیجا''۔ اور اس نے لکھا کہ! اس کی طرف ایک آیت نازل کی گئی جس میں کہا گیا کہ! ''ہم نے اسے (مرزا قادیانی) کو قادیان مین مبعوث کیا اور ہم نے سچائی دیکر بھیجا''۔

اس نے یہ بھی کہا کہ جس احمد کے آنے کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی وہ میں ہی ہوں۔ پھر اس نے یہ کہنا شروع کردیا کہ وہ تمام نبیوں سے افضل ہے۔ وہ کہتا ہے عیسیٰ ابن مریم کو بھول جائیں غلام احمد اسے افضل ہے''۔ (امام احمد رضا، قہر الدیانی)

۱) یہ کتاب لکھنے کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو بتایا جائے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکاروں اور مریدین کو مکمل طور پر مسترد کرنا ان سے دور رہنا کیوں ضروری ہے؟ مرزا قادیانی نے ایک مسلمان کی حیثیت سے زندگی کا آغاز کیا اور بدترین حالت کفر میں واصل جہنم ہوا۔ اس کے پیروکار اسلام اور مسلمانوں کے بدترین دشمن ہیں اور جس نے اس کی پیروی کی ہے اس نے دونوں جہانوں کی تباہی مول لی ہے۔ مسلمانوں کو صحیح طریقے سے خبردار کرنے کیلیے اسی مقالہ میں آگاہ کیا جائے گا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کون تھا اور نے کیا کچھ کیا؟

ہم آپ کو بتائیں گے کہ اس نے یہ کام کس مقصد کی خاطر کیا اور مسلمانوں کو ان بے دین ومرتد لوگوں سے

کیوں دور رہنا چاہیے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ لازماً اس کذاب کو مسترد کر دیں۔ یہ بات خاص طور پر بہت اہم ہے کہ اس بات کو اجاگر کیا جائے کہ اس نے کیا کیا؟ مغرب میں رہنے والے لوگوں نے صرف یہ سنا ہے کہ غلام احمد قادیانی کے پیروکاروں پر پاکستان، افغانستان اور دیگر کئی ممالک میں مسلمانوں نے بہت ظلم کیا اور انہیں سخت سزائیں دی ہیں۔ یہ مغربی لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہ سزائیں مکمل طور پر غیر منصفانہ ہیں اور مسلمان فونیٹیکل انتہا پسند اور وہ دوسروں کو نہ برداشت کرنے والے ہیں اور ان میں تحمل اور بردباری نام کی کوئی چیز نہیں۔ اس مقالہ میں یہ بھی بتایا جائے گا کہ انکے خلاف کاروائی ضروری ہے اور منصفانہ ہے۔ یہ کام مرزا غلام احمد اور اسکے پیروکاروں کے الفاظ اور ان کی سیاہ کاریوں کی روشنی میں واضح کیا جائے گا۔ ہم اس طرح مسلمانوں کو اس خطرہ سے آگاہ کر سکتے ہیں۔ ہم بتائیں گے کہ اصل معاملہ ایک ارب سے زائد مسلمانوں کے ایمان وزندگی کا معاملہ ہے۔ ہم شروع ہی سے میں اپنے قارئین کو بتائے دیتے ہیں کہ یہ کوئی آسان کام نہیں بلکہ ایک مشکل موضوع ہے۔ پہلی بات تحریر ہے کہ اسکو سمجھنے کے لیے بہت بڑی تعداد میں کتابوں کی ورق گردانی کرنی پڑتی ہے۔

۸۰ سے زائد تو مرزا قادیانی نے کتابیں لکھی ہیں جو پندرہ ہزار صفحات پر مشتمل ہیں۔ اس نے اور اس کے پیروکاروں نے مشنری جذبے سے بالاتر ہو کر صرف دنیا مین اپنا تسلط قائم کرنے کی غرض سے یہ کام کیا اور وہ جزوی طور پر اس میں کامیاب بھی ہوئے۔ انہوں نے یہ کام بڑی تعداد میں کتابیں لکھ کر، انکی اشاعت کر کے، دنیا کی ہر زبان میں ترجمہ کرا کر اور کتابیں مفت دیکر لوگوں کو متاثر کیا تا کہ لوگ سمجھیں کہ وہ اسلام کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ یہ کتابیں لائبریریوں کو مفت دی گئی ہیں جو مغربی لوگوں نے نہیں لکھی ہیں۔ بہت سے مغرب میں رہنے والے لوگوں نے انہی کتابوں کے ذریعے اسلام کے بارے میں سنا ہے۔ جو حقیقت میں اسلامی نہ تھیں حالانکہ وہ مسلم نہ تھے۔

۲) ان کتابوں میں اسلام کے تمام گوشوں کا ہر زاویہ سے احاطہ کیا گیا ہے۔ کتابوں کا مطالعہ کرنے کے لیے بہت بڑے علم کی ضرورت ہے تب آپ جا کر ان کے دغا وفریب سے پ کتابوں سے اپنا دامن بچا سکتے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی اسلام کی کسی بھی تعلیم کو بدلنے میں اپنے آپ کو آزاد سمجھتا تھا اور اسکی جگہ اپنے خود ساختہ نظریات کو معقول بنانے اور انھیں سند جواز جیسا کرنے کے لیے اسلام کا نام استعمال کرتا تھا۔ اسلام کے بعض احکام کو بعض کی نسبت زیادہ تحریف کی اور اس کے پیروکاروں نے اس کام میں اضافہ کیا۔ اسکے پیروکاروں نے قرآن حکیم کا ترجمہ کیا جس میں مکمل معنوی تحریف کر دی جسکی سابقہ کوئی مثال نہیں اور انہوں نے تفسیر بھی لکھی۔ قرآن حکیم کی آیت کی وضاحت نہایت بھونڈے طریقے سے کی۔ انہوں نے قرآن مجید کی آیات شماری بھی دیگر مسلمانوں کے برخلاف کی۔ بسم اللہ کو

ہر سورۃ کی آیت لکھا اس طرح جو آیت نمبر (۱) ہے وہ آیت نمبر (۲) ہو گئی۔اس طرح پورے قرآن حکیم کی نمبر نگ بدل کر رکھ دی۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ان کی کسی بات پر کوئی اعتماد نہ کریں۔اس حقیقت سے آگاہ رہنا چاہیے۔

۳) انہوں نے کوئی بات بھی صاف اور سیدھے طریقے سے نہیں لکھی اور یہ کام مرزا غلام احمد قادیانی نے خود شروع کیا بطور مثال اس نے کہا کہ لفظ ''نبی'' کا سیدھا سادہ مطلب پیغمبر ہے۔اس نے اس لفظ کا وہ معنی کیا جو وہ چاہتا تھا نہ کہ وہ جو عام لوگ سمجھتے ہیں۔اس نے یہ کام اس لیے کیا تا کہ لوگ اس پر چڑھائی نہ کریں کہ اس نے دعویٰ نبوت کیا۔اسکی اور اس کے پیروکاروں کی تحریریں تضادات کا مجموعہ ہیں۔بطور مثال کہتا ہے کسی کو کوئی علم نہیں، علم نہیں عمر کا علم نہیں۔وہ احمقانہ پیشن گوئیوں کیساتھ ظاہر ہوا جس میں سے ایک اسکی موت کے بارے میں تھی جو مکمل طور پر غلط ثابت ہوئی۔اس نے زندگی میں بہت سی ان مشکلات میں اضافہ کیا جسکی وجہ سے اس کے پیروکار ایک دوسرے سے الجھتے رہتے ہیں۔اسکی موت کے فوراً بعد یہ دو گروپوں میں تقسیم ہو گئے۔ایک کا مرکز قادیان اور دوسرے کا لاہور ہے۔ان میں سے ہر ایک کا نظریہ دوسرے سے مرزا کی تحریروں اور اس کے کارناموں کے بارے میں مختلف ہے۔جب آپ ان کی کوئی کتاب اٹھائیں تو پہلے تسلی کر لیں کہ اسکا مصنف کس گروپ سے تعلق رکھتا ہے۔یہ ایک دوسرے کو مسلمانوں سے زیادہ ناپسند کرتے ہیں اور ان گروپوں کے نظریات ہر وقت بدلتے رہتے ہیں۔اور وہ ہر بات ایک دوسرے سے متضاد کہتے ہیں۔سینکڑوں کتابیں صرف اس موضوع پر لکھی گئی ہیں کہ انہوں نے کیا غلط باتیں لکھی ہیں لیکن اسکے باوجود انہوں نے اپنی غلطیوں پر کوئی شرمندگی محسوس نہیں کی اور تنقیدات کے جواب شائع کیے غیر معقول کتابوں کے ڈھیر لگائے اور ہر جواب ایک سے بڑھ کر ایک غیر معقول ہے۔

۴) اس نے پیچیدہ اور فنی موضوعات کو منتخب کیا۔مثال کے طور پر جہاد کے بارے میں اس نے شریعت سے بالکل الگ معانی لکھے۔صرف یہ موضوع ہی ایک پیچیدہ موضوع ہے۔کوئی ایسی کتاب نہیں ہے جسے براہ راست علمی کسوٹی کے لیے پیش کریں۔زیادہ تر مغربی لوگ اس معاملہ میں صحیح فہم حاصل نہیں کر پاتے۔مغرب کو یہ خبر نہیں ہے کہ مرزا قادیانی اور اس کے پیروکاروں نے کیا لکھا اور انکا اصل مقصد کیا ہے؟ صرف کچھ مسلمان مصنفین نے موضوع کے کچھ حصے کا احاطہ کیا ہے وہ انہیں غیر مسلم قرار دیکر مطمئن ہو گئے۔یقیناً وہ کافر ہیں لیکن پورے معاملے کو سامنے رکھیں علاوہ اس سوال کے کہ وہ کافر ہیں یا نہیں؟ اسلام کا قانون کفر ای مشکل اور فنی موضوع ہے۔تحقیق سب سے ہر ایک کو آگاہ رہنا چاہیے کہ مرزا غلام احمد قادیانی سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم قارئین کو بتائیں کہ اصل معاملہ اسلام اور مسلمان کی زندگی اور موت کا ہے۔مرزا غلام احمد قادیانی نے غیر محدود دعوے کیے جنکو مختصر بیان کرنا مشکل ہے۔اس چودھویں

اسلامی صدی کے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا کہ وہ اللہ اور اسکے فرشتوں سے بات کرتا ہے۔اس نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ اس پر وحی نازل ہوتی ہے جس طرح تورات، انجیل اور قرآن میں اس نے بطور نبی اپنی تعریف کی۔خود کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل بتایا اور انکی شان رفیع میں شدید گستاخیاں کیں اور حضور اکرم ﷺ کی شان میں اتری وحی اپنے آپ پر چسپاں کی یہاں تک کہ پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی خود کو معاذ اللہ بہتر بتایا اور کہا کہ وہ اپنی زندگی میں انسانیت کو متحد نہ کر سکے۔اللہ تعالیٰ اس کے وسیلہ سے ایک نئی تبدیلی لائے گا جیسے کہ نئی مخلوق پیدا کی گئی ہے۔مرزا غلام احمد نے خدا ہونے کا بھی دعویٰ کیا اور دعویٰ کیا کہ اسکی تحریک اسلام کے مقابل ہر طرف پھیلے گی اس کے ذریعہ عورتوں پر وحی نازل ہوگی چھوٹے بچے نبوت کے قابل ہوں گے اور عام آدمی طاقتور اور روح القدس سے بات کریں گے۔(معاذ اللہ)

اگر دیگر انبیاء کا مقابل مرزا سے کیا جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ وہ محض آغاز کرنے والے ہیں۔ہمیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ وہ کرشن بھی بنا۔ہمیں یہ حقیقت یاد رکھنی چاہیے کہ مرزا پوری دنیا کا سب سے بڑا قائد اور تمام مذاہب کا رہنما بننا چاہتا تھا۔تنہا اس نے اسلام کو کتنا بدل کر رکھ دیا۔درحقیقت اس نے اپنے پیروکاروں سے کہا کہ تمام عملی معاملات میں فقہ حنفی سے وابستہ رہیں۔اس نے مسلم عائلی قوانین بشمول تعدد ازواج کو تبدیل نہ کیا۔درحقیقت دیگر مذہبی معاملات میں وہ وہابیوں سے ملتا جلتا ہے۔اس نے اولیاء اللہ اور ان کے مزارات پر شدید تنقید کی۔اس نے تسبیح کی مذمت کی اس نے اپنے وقت کے علماء پر زبردست تنقید کی۔اور کہا کہ اسلام بوسیدہ ہو چکا ہے۔اسلام کے بارے میں اسکا وہی نظریہ تھا جو اس کے دوست وہابیوں کا تھا۔اس نے زیادہ تر اپنی ساری زندگی اہل حدیث کی تعلیمات کے زیر اثر بسر کی۔

اس نے اسلام کے سیاسی نظام کو بدل دیا تا کہ ہر مسلمان اس کے دعوؤں کی تعمیل کرے۔اس نے فقہ و علم الکلام کو دوبارہ مرتب کیا۔وہ چاہتا تھا کہ قیامت تک تنہا وہ اور اسکی تحریک مکمل بااختیار رہو۔اس نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے ہیں اور آپ واپس دنیا میں نہیں آئیں گے۔وہی عیسیٰ مسیح ہے انہیں دوبارہ آنے کی ضرورت نہیں۔یقیناً مغربی قوتوں کے سہارے دنیا کا سب سے بڑا مذہبی رہنما بننے کے لیے اس نے اسلام کے نظریہ جہاد سے گلوخلاصی کی۔اس نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔مسلمان کی روایت میں مہدی مسلمانوں کی آرمی کے سربراہ ہوں گے جو ظالموں کیخلاف جنگ کریں گے اس نے اس نقطہ نظر کے مطابق مہدی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔اگر کیا ہوتا تو برٹش حکومت اس کی تحریک کو کچل کر رکھ دیتی۔اس کے بجائے اس نے قرآن کو نت نئے معانی اور جہاد اور مہدی ہونے کا

دعویٰ غائب ہو گیا اور اس کی جگہ پر امن جہاد کا معنی دیا اور غیر مسلموں سے بحث ومناظرہ لیا تا کہ ان کو بدلہ جائے (جس راہ پر وہ چل رہا تھا یہ ایک تکلیف دہ حربہ تھا جس طرح ہم دیکھتے ہیں ۱۸۹۷ء میں اس نے آبادی کی ایک بڑی تعداد کو فرقہ ورانہ فسادات میں مبتلا کر دیا) اس طرح اس نے دعویٰ نبوت کیا اور مغربی لادین ریاستوں سے ٹکر مول نہ لی۔

یہ دعوے اتنے عجیب تھے کہ مسلمانوں کو اسے کافر قرار دینے میں کوئی شک نہ تھا۔ جس کی اسلامی قانون میں سزا موت ہے۔ بہت سے مغربی اسلامی رویے کو سمجھنے میں دقت محسوس کرتے ہیں۔ انکے نزدیک مرزا غلام احمد قادیانی ایک بے ضرر خبطی تھا جس سے کسی کو کوئی خطرہ نہ تھا لیکن اس نے بڑی ہوشیاری سے ایسے دعوے کیے جس سے وہ مغربی لادین ریاستوں کا چیلنج نہ کرے۔ اس نے کہا کہ چونکہ وہ نبی ہے اس لیے لوگوں کو چاہیے کہ اس کی اطاعت کریں ساتھ ہی اس نے کہہ دیا کہ صرف مذہبی معاملات میں۔ اس نے معیاری حکمران ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ اس سے پہلے اس قسم کا جن لوگوں نے بھی دعویٰ کیا ہے بالخصوص مہدی ہونے کا ان کے کچھ مقاصد ہوتے تھے اور وہ کچھ حاصل کرنا چاہتے تھے۔ انکا مقصد اسلامی خلافت قائم کرنا ہوتا تھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی بھی چاہتا تھا کہ وہ قادیانیوں میں قیادت مستقل طور قائم کرے۔ اس کی موت کے بعد قادیانیوں نے اسلامی طرز پر خلافت کا سلسلہ شروع کیا۔ طرفہ تماشہ یہ ہے کہ انکا بادشاہ (سربراہ مملکت) بادشاہی کے بغیر ہوتا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی خود کو نہ سربراہ مملکت بلکہ سب سے بڑا مذہبی رہنما بھی سمجھتا تھا تا کہ اس کے بڑے مرتبہ ومقام کی وجہ سے دنیا کے حکمران اسکے آگے جھکیں گے۔ اس طرح اس نے مہدی ونبی ہونے کا دعویٰ کیا تا کہ جدید لادین مملکت میں جہاں حکومتی معاملات میں مذہبی رہنماؤں کا کوئی عملی دخل نہیں ہوتا چونکہ ان کا اپنا حلقہ اثر ہوتا ہے اس لیے سیاستدانوں پر اثر انداز ہوتے رہتے ہیں۔ اس نے مناسب سمجھا کہ نبوت ومہدویت کا دعویٰ کرے۔ جدید لادینی سیاست مرزا قادیانی اور اسکے پیروکاروں سے مکمل مطابقت رکھتی تھی اور جدید کمیونٹی بھی اس طرح کے دعوؤں سے مکمل مطابقت رکھتی تھی۔ جدید طبقات کسی طرح بھی مذہبی نہیں ہیں۔ شہری مختلف مذہبی گروپوں سے تعلق رکھتے ہیں اور وہ مذہب صرف ان کے معاشرتی کردار پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ عام کمیونٹی سے جدا نہیں ہو سکتے۔ جدید بے دین سیاست ومعاشرہ اس کی سیاست ومعاشرے سے مکمل طور پر مختلف ہے۔ مرزا کے دعوؤں کا اصل مطلب تھا مغربی قوتوں کی آمد سے پہلے والے سلامی معاشرے وسیاست کو مکمل طور پر تباہ کرنا۔ اسلامی نقطہ نظر سے ایک مسلمان کو حضور ﷺ وامام مہدی کی مکمل اطاعت کرنا چاہیے۔ مرزا قادیانی نے یہ دونوں دعوے کیے اگر اسکا

دعویٰ قبول کیا جاتا تو مسلمانوں کی ساری طاقت کا خاتمہ ہو جاتا اور اس طرح مکمل طور پر اس کی اتھارٹی قائم ہو جاتی ۔مرزا غلام احمد نے اس وقت کی حمایت کی کہ مسلمان حکومتوں پر اپنے شدید غصے کا اظہار کیا۔ بے دین برطانوی حکومت کی زبردست اور غیر مشروط حمایت کی جس کے ہاتھوں اس وقت کی مسلم دنیا کے بادشاہوں وحکمرانوں کے اقتدار واختیارات کا خاتمہ ہوا۔ اسی وجہ سے اسکے پیروکاروں کو افغانستان میں پھانسی دی گئی تھی۔ اگر امیر کابل انہیں پھانسی نہ دیتا تو اس کی اپنی اتھارٹی کا خاتمہ ہو جاتا جبکہ قادیانی دعویٰ کرتے ہیں کہ انہیں جہاد کی مخالفت کی وجہ سے پھانسی دی گئی۔ بدقسمتی سے انکا تزائیل اس لیے نہیں کیا گیا کہ وہ قادیانی ہو گئے تھے بلکہ وہ افغانیوں سے یہ کہتے تھے کہ برطانوی حکومت کے خلاف جہاد نہ کرو اور غلام احمد قادیانی کی اتھارٹی قبول کرلو۔

روایتی اسلامی معاشرے میں حکمران سیاستدانوں کے بعد علماء کی رہنمائی ہوتی ہے اور مرزا قادیانی نے پہلے ہی علماء و اولیاء کی مخالفت کی لیکن یہ کام اس نے وہابی فرقے کے ممبر کی حیثیت سے کی۔ جب اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تو اس نے اپنی مکمل اتھارٹی کا دعویٰ کیا تاکہ اس کی کمیونٹی میں علماء و اولیاء کی کوئی گنجائش ہی نہ رہے۔ غلام احمد کی قادیانیت قبول کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہر دو حال وولی سے کنارہ کشی کی جائے۔ غلام احمد نے علماء و اولیاء اللہ کے کارناموں پر شدید تنقید کی۔ مسلمان معاشرے میں حکمران علماء اولیاء کے بنائے ہوئے ضوابط کے تابع ہوتا ہے۔ وہ بادشاہ کو اختیارات تفویض کرتے ہیں اور اس بات کی تسلی کرتے ہیں کہ وہ اسلامی قوانین کے مطابق بالکل درست حکومت کرے گا۔ لیکن مرزا غلام احمد قادیانی نے علماء و اولیاء کو دور پھینک دیا جو کہ خالص لادینی حکومت ہی کرتی ہے۔ مرزا غلام احمد نے واضح طور پر ہندوستان پر برطانیہ کی بے دین حکومت کی مکمل وفاداری اور حمایت کی۔ قادیانی جہاں پھلے پھولے وہاں لادینی حکومتیں تھیں کیونکہ مرزا قادیانی کے تخریب کار پیروکار مسلمان حکومتوں کے مخالف تھے اس لیے عرب دنیا میں انہیں پھیلنے سے روک دیا گیا۔ حتیٰ کہ برائے نام مسلمان حکومتوں میں بھی نہ پھیل سکے۔ انہوں نے مشرق وسطیٰ میں صرف اسرائیل میں ۱۹۲۸ء میں اپنا مرکز قائم کیا اور پورے مغرب میں امریکہ میں سیاہ فام نو مسلموں کو اپنا ہمنوا بنایا وہ صرف مسلمانوں کے صبر و برداشت کی وجہ سے۔ مسلمانوں نے صبر و تحمل سے ان کو غلطی کا احساس دلانے کے لیے تحریک چلائی تاکہ سیاہ فاموں کو اپنی غلطی کا خود ہی احساس ہو جائے گا۔

غلام احمد کے ان دعووں نے شریعت کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیں۔ وہ اگرچہ دعویٰ کرتا ہے۔ کہ اس نے شریعت کو قائم رکھا ہے لیکن ہم واضح طور پر دیکھتے ہیں کہ اس نے بعض باتوں کو بدل کر رکھ دیا ہے بلکہ اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ اس نے شریعت کی متوقع حکمرانی کو ختم کر کے رکھ دیا۔ قادیانیوں کی تحریروں میں شریعت بین طور پر مفقود

ہے۔اس کے پیروکار جوان کے جی میں آئے وہ کرتے ہیں۔مرزا قادیانی کی وفات کے بعد قادیانیوں کی تحریرات غیر معقول جدت پسندوں کی طرح غلاظت سے پُر ہیں کیونکہ وہ روایتی اسلامی سیاست سے مکمل طور پر جدا ہو چکے ہیں۔مرزا نے اپنی ہی زندگی میں اسکالرشپ ترک کردی تھی تاکہ عالمی رہنما بننے کے لیے جگہ حاصل کر سکے۔مسلم فقہ کے معاملہ پر اُمت اگر اس کے دعوؤں کو قبول کرتی تو یقیناً اس کا خاتمہ ہو جاتا۔دنیا میں رہنے والے ہزاروں ملین مسلمان جو احمدیہ تحریک کے ممبر بنتے وہ کافر قرار پاتے۔حضور اکرم ﷺ کی اُمت کے علماء کی جگہ غلام احمد قادیانی اور اسکے جانشینوں کے خبطی پیروکار آجاتے۔درحقیقت احمدی کمیونٹی مسلمانوں سے بالکل الگ تھلگ ہے۔مرزا قادیانی کے پیروکار دنیا بھر کے مسلمانوں کو برائے نام بھی اپنا بھائی خیال نہیں کرتے۔مرزا قادیانی کے بیٹے اور دوسرے جانشین (خلیفہ) اور اس تحریک کے قائد مرزا بشیر الدین محمود احمد نے ۱۹۱۴ء کی جنگ میں ترکی کے مقابل برطانیہ کی کھل کر حمایت کی۔اس نے پیشن گوئی کی کہ ترکی ہار جائیگا اور برطانیہ جیت جائے گا۔وہ سمجھتا تھا کہ ترکوں نے غلام احمد کو قبول نہ کیا اس لیے وہ ہار جائیں گے۔انہوں نے ۱۹۲۴ء میں خلافت کے خاتمہ کا خیر مقدم کیا اور کہا خلیفہ قادیانی کے پیروکاروں سے ہوگا۔۱۹۲۵ء میں قادیانیوں کو افغانستان میں دوبارہ پھانسی دی گئی تو انہوں نے لیگ آف نیشن سے مسلمان حکومت کے خلاف ایکشن لینے کی درخواست کی۔بے دین حکومتوں سے مکمل وفاداری اور مسلمان حکومتوں کی وہ مکمل مخالفت کرتے تھے۔مرزا غلام احمد قادیانی ہندوستان اور بدھ مت کے پیروکاروں کے دل جیتنے کی پوری کوشش کرتا رہا۔اسے مسلمانوں کے بارے میں کوئی فکر نہ تھی۔اس سارے معاملے کا مقصد صرف اپنی قوت واہمیت کو اجاگر کرنا تھا۔وہ اپنے منصوبے کے راستے میں کسی رکاوٹ کو برداشت نہ کرتا۔وہ اس جدید دور میں لادینی قوتوں کا مذہبی رہنما بننا چاہتا تھا اس وجہ سے کوئی بھی اسلامی حکومت اسے یا اسکے پیروکاروں کو برداشت نہیں کرسکتی تھی۔ہندوستان میں مملکت خداداد پاکستان میں جیسے ہی مسلمان دوبارہ طاقت میں آئے تو مرزا غلام احمد قادیانی مرکزی سوالیہ نشان تھا۔غلام احمد قادیانی نے سوچا تھا کہ بے دین قوتیں ہمیشہ رہیں گی اور اسلامی ریاست کی ہر شکل ہمیشہ ہمیشہ کیلیے ختم ہو چکی ہے۔

کچھ دوسرے مسلمان سمجھتے تھے کہ برطانیہ مسلمانوں کے ہندوستان پر قبضہ کرنے کے بعد اب علماء و اولیاء کے ہاتھ میں کبھی حکومت نہیں آئے گی۔بعض نے اپنے ساتھیوں کو مشورہ دیا کہ وہ برطانیہ کو نہ چیلنج کریں اور نہ ہی ان کے خلاف جنگ کریں کیونکہ اسکا نتیجہ شکست کے سوا کچھ نہیں ہوگا لیکن ایسے مسلمان بھی موجود تھے جو خیال کرتے تھے کہ وقت بدلے گا اور اسلامی ریاست کا دوبارہ بحال ہونا ممکن ہوگا۔مرزا غلام احمد نے دعویٰ نبوت کر کے اور اسلام

کے قانون جہاد کو بدل کر یہ کوشش کی کہ اسلامی ریاست کا کبھی احیاء نہ ہو سکے اس نے اسلامی سیاست کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے تباہ و برباد کرنے کی پوری کوششیں کیں۔اس معاملے کی یہی اہمیت ہے کوئی بھی مسلمان اس صورت حال کو نہ قبول کر سکتا ہے اور نہ برداشت لیکن مغربی لوگ قادیانیوں کو صرف بے ضرر دیکھتے ہیں اور مسلمانوں کا انکے خلاف ردعمل کو عجیب اور محض عدم برداشت پر مبنی خیال کرتے ہیں۔اہل مغرب کو چاہیے کہ وہ یہ سمجھنے کی کوشش کریں کہ خود اسلامی سیاست کی روح کیا ہے؟مغرب میں بھی مرزا غلام احمد اور اسکے پیروکاروں کیساتھ ساتھ ایسے لوگ بھی ہیں جو مغرب کے نظام سیاست اور جمہوریت کی قانونی حکمرانی کے شدید مخالف ہیں۔ایسے لوگ یقیناً دو ہیں جیسے کہ کمیونسٹ اور فاشٹ جو جمہوریہ،پارلیمنٹ اور قانون کی حکمرانی کے مخالف ہیں او وہ سوچتے ہیں کہ اب اسکا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو جانا چاہیے۔امریکہ میں قادیانیوں کیساتھ ساتھ ایسے لوگ بھی ہیں جو امریکی سیاست کا خاتمہ چاہتے ہیں۔لوگ درحقیقت امریکی آئین کا کاتمہ چاہتے ہیں۔مغرب میں شاید ہم پوچھ سکیں کہ ان نازیوں کیمونسٹوں کیساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے یا ان کیساتھ جو پارلیمنٹ یا امریکی آئین کا خاتمہ چاہتے ہیں۔اسکا جواب بالکل سادہ ہے ایسے غدارانہ عمل کی سزا قانون میں زیادہ سے زیادہ رکھی گئی ہے۔

مسلم دنیا میں اسی طرح قادیانیوں پر حملے ہوئے جس طرح جمہوری امریکہ میں کیمونسٹوں پر تشدد کیا گیا۔کیمونسٹوں کو الیکٹریکل چیر (سزائے موت) کی سزائیں دی گئیں۔اگر مسلم دنیا میں قادیانیوں کے خلاف ناپسندیدہ واقعات ہوئے ہیں تو انکا ذمہ دار قادیانی ہے۔وہ کوئی بے وقوف آدمی نہ تھا وہ بالکل جانتا تھا کہ اس کے دعوؤں کا سیاسی مطلب کیا ہے۔وہ جانتا تھا کہ اگر اسکا تحفظ حکومتوں نے نہ کیا تو اسکے پیروکاروں کیساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔اسکا الزام اکیلے مرزا قادیانی کو دیا جا سکتا ہے جس طرح کیمونسٹوں پر تشدد کا الزام ان لوگوں کو دیا جاتا ہے جو لوگوں کو تخریب کاری پر اکساتے ہیں۔مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکاروں نے افغانستان اور ترکی کے ان لوگوں سے جس کو برطانیہ نے قتل کر دیا تھا ہمدردی کا اظہار نہیں کیا۔غلام احمد قادیانی اور اسکے پیروکاروں نے مسلم سیاست کو اس وقت مکمل طور پر ختم کرنے کی بھرپور کوششیں کیں جب مسلم انتہائی کمزور تھے جب لگ رہا تھا کہ مسلمان بادشاہ علماء و اولیاء معتوب ہیں اور ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیں گے۔لیکن اللہ تعالیٰ ہی سب سے بہتر کارساز ہے نہ کہ مرزا قادیانی۔اس لیے مرزا کو بدترین کافر کہنا بالکل درست ہے۔کوئی کافر بھی مسلمانوں کو اتنا نقصان پہنچانے پر خوش نہیں ہو سکتا جتنا مرزا اور اسکے پیروکار ہوئے ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے صریح جھوٹے دعوؤں کے بارے میں مختصراً اتنا کہا جا سکتا ہے کہ وہ ایک احمق مسخرہ

تھا۔زیادہ تر لوگوں نے اسکے بارے میں جو لکھا ہے انہوں نے اسکے دعویٰ نبوت پر ہی توجہ مرکوز رکھی ہے جبکہ اس نے جو دیگر دعوے کیے ہیں وہ بھی اتنے ہی فضول اور لادینی ہیں جتنا کہ دعویٰ نبوت۔اگر وہ ایسا نہ بھی کرتا تب بھی وہ ایک مغرور۔خود پسند اور اپنے لیے طاقت کا حریص تھا۔وہ ساری دنیا کو زیر کرنا چاہتا تھا۔اسکے دعووں کا جواب دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ!''اگر کوئی آپ کے سامنے دعویٰ نبوت کرے اور آپ اس سے ثبوت طلب کریں تو آپ خود کافر ہو جائیں گے کیونکہ آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت ایک قطعی معاملہ ہے۔اور جن لوگوں نے اس سے اور اسکے پیروکاروں سے بحث و مباحثہ کی کوشش کی تو وہ انہیں کہیں نہ ملے۔اسکے بجائے انہوں نے درجنوں بڑی کتابیں لکھیں اور جواب کے منتظر رہے ہیں۔وہ کس قدر بیوقوف آدمی تھا اس نے پیشن گوئی کی کہ وہ ۷۴ سے ۸۶ سال کی عمر تک زندہ رہے گا لیکن تقریباً ۶۹ سال کی عمر میں واصل جہنم ہو گیا تو اسکے پیروکاروں نے اسکی عمر کے بارے میں جھوٹ بولنا شروع کر دیا۔ایک جھوٹا مسلمان تو کسی مسلم عدالت میں گواہی دینے کے اہل نہیں رہتا جبکہ مرزا قادیانی اور اسکے پیروکار ایک بے وقوف درمیانے درجہ کی خاتون خانہ کی طرح اپنی عمر کے بارے میں جھوٹ بولتے ہیں۔

اسے مختلف قسم کی پیشن گوئیاں کرنے کی عادت تھی وہ ہمیشہ غیر مبہم زبان میں پیشن گوئی کرتا۔جب کوئی پیشن گوئی درست ثابت نہ ہوتی تو وہ بہانہ سازی کرتا (اور اسکا دوسرا معانی بیان کر دیتا)۔اس نے ایک عورت سے اپنی شادی کی پیشن گوئی کی لیکن اس عورت نے اس سے شادی نہ کی۔پھر اس نے اس عورت اور کی موت کی پیشگوئی کی لیکن اسکی یہ پیشن گوئی جھوٹ ثابت ہوئی۔ایک بار اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر نازل شدہ وحی (اسکے بقول) دوسرے کے الفاظ ثابت ہوئے تو اس نے کہنا شروع کر دیا کہ سب الفاظ اللہ ہی طرف سے ہوتے ہیں۔اس نے یہاں تک بھی کہا کہ نبوت کے لیے جو حقائق اس نے بیان کیے وہ اس کے خود ساختہ ہیں۔سچ یہ ہے کہ وہ انتہائی حقیر قسم کا آدمی تھا۔کئی لوگ خوابیں دیکھنے وحی نازل ہونے اور کرامات دکھانے کے دعوے کرتے ہیں۔اسلامی روایات کا خراج یہ ہے کہ کوئی بھی انکو نہیں مانتا اور وہ شریعت کو بدل نہیں سکتے۔مرزا غلام احمد قادیانی کہتا ہے کہ اگر تم نے میرا انکار کیا تو تم کافر ہو جاؤ گے۔وہ پوری شریعت، سارے علماء و اولیاء اور اسلام کی ہر چیز کو بدل کر اس کی جگہ پوری انسانیت پر اپنی مطلق العنانی قائم کرنا چاہتا تھا۔مرزا غلام احمد قادیانی نے زیادہ بلند و بالا دعوے کیے۔لیکن اسکا مقصد دیکھتے ہیں کہ وہ دنیا سے مسلمانوں کی سیاست اور مسلم اُمت کو ختم کر کے تجاہد برطانوی بادشاہت کے زمانہ میں جدید لادینی دنیا کا سربراہ بننا چاہتا تھا۔دنیا کا اکیلا سربراہ بننے کی قابلیت کے دعوے کیے۔اپنے علماء و اولیاء اور جہاد

وغیرہ سے گلوخلاصی کی اور اس نے خود عیسیٰ و کرشنا وغیرہ ہونے کے دعوے کیے۔ مسلم دنیا اور جدید لادینی دنیا کے فاصلے کو پاٹنے کے لیے مرزا غلام احمد جیسے پاگل اور عاقبت نا اندیش کی ضرورت تھی۔ شاید اس نے سوچا ہو گا کہ علماء و صوفیاء اب تنزلی کا شکار ہو چکے ہیں اور دوبارہ سنبھل نہ سکیں گے۔ اس سے بھی زیادہ یہ بات لگتی ہے کہ اس نے سوچا ہو گا کہ شاید اسلام کے علم کا خاتمہ ہو جائے گا اور اسکے جھوٹے دعوؤں اور جھوٹے نظریات کا کوئی نوٹس نہ لے گا۔

جب آپ مرزا قادیانی کی کتابیں پڑھیں گے تو ان میں مسلمان علماء کے حوالے موجود نہ پائیں گے۔ اگر حضور اکرم ﷺ کے عطاء کردہ تحفے اور اجماع کا ذرا بھی خیال ہوتا مرزا قادیانی یہ نہ کرتا۔ اس نے انتہائی مسلمہ نظریات کی عمارت میں دراڑ ڈالیں۔ اسکی اکثر تشریحات کی بنیاد اس کی عربی دانی ہے جس پر اسے فخر تھا اگرچہ وہ دوسروں سے مخالف ہی کیوں نہ ہو۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ تنہا ہی پرواز کرنا چاہتا تھا۔ لیکن یقیناً اس نے یہ سوچا کہ دعویٰ نبوت کا وہ مستحق ہے۔ تمام مسلمان تو نظریات امام ابوحنیفہ و امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے لیتے ہیں اور مرزا قادیانی نے براہ راست خدا سے لینے کے دعوے کیے۔ اس طرح مرزا قادیانی نے اسلام کے تمام نظریات و اسکالرشپ سے گلوخلاصی کر لی۔ جب آپ علماء و صوفیاء سے دامن بچائیں گے تو ایسا ہی ہو کر رہتا ہے۔ مرزا قادیانی نے اپنے دعویٰ نبوت کے ثبوت کیلئے صرف معجزات پر ہی انحصار نہیں کیا بلکہ وہ قرآن و حدیث اور صوفیاء کی تحریروں سے ثبوت پیش کرتا ہے لیکن یہ سب تحریریں اسکی پیدائش سے پہلے بھی معروف و معلوم تھیں لیکن مرزا قادیانی نے ان تحریرات کو وہ مختلف معانی پہنائے جن کے یہ معانی پہلے کبھی نہ پہنائے گئے تھے۔ اس نے حدیث کے وہ معانی لیے جو اس سے پہلے کسی مسلمان عالم نے نہیں لیے۔ اگر کوئی حدیث اس کے دعویٰ کے مطابق نہ ہوتی تو اس کا انکار کر دیتا کہ یہ حدیث جھوٹی ہے۔ اس نے قرآن اور حدیث کو سمجھنے کیلئے نئے اصول بنائے اور اس طرح نئے قانون بنائے جیسے کہ اس نے کہا کہ کوئی آیت قرآنی منسوخ نہ ہوئی تھی۔ جب اس نے اس طرح کیا اس سے دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اس نے قرآن کے ترجمہ کو بدل دیا تاکہ اسکا معانی ٹھیک ثابت ہو اس نے اجماع اُمت کا کھلم کھلا انکار کیا۔ جو اجماع کے خلاف ہو اسے رد کر دیا جائے اور علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ کوئی نیا نبی نہیں آئے گا اور غلام احمد قادیانی امام مہدی ہو نہیں سکتا۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ غلام احمد کے کسی لفظ کی کوئی حیثیت نہیں وہ قابل تسلیم نہیں اسکے ماننے کا مطلب اجماع اُمت کو توڑنا ہے۔ یہ بالکل غلط ہے کہ مرزا قادیانی اور اس کے پیروکاروں سے اس کے دعوؤں پر بحث کی جائے کیونکہ ان کیساتھ بحث کا ایک ہی موضوع ہو سکتا ہے اور وہ ہے اجماع علماء کی بالادستی اور ہم یہ بھی دیکھ سکتے ہیں کہ اس کے دعوؤں کا مقصد ایک ہی ہے اور وہ ہے اسلامی ریاست کا خاتمہ یعنی امیر و علماء کی حکومت کو ختم کرنا اور اسکے دعوؤں پر غور

بھی ممکن نہیں جب تک علماء کو مکمل طور پر الگ تھلگ نہ کر دیا جائے۔

اسکے دعوؤں پر توجہ مبذول کرنا ہی بے دینی کی جہت ہے کیونکہ ان سے بحث کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ تسلیم کر رہے ہیں کہ اجماع اتھارٹی نہیں اور شاید وہ یہ حق رکھتا ہے کہ علماء کو Disapproved کر سکے اور ان کی اتھارٹی کو ختم کر سکے۔ مرزا قادیانی کیساتھ بحث بقول امام ابو حنیفہ ذریعہ کفر عین کفر ہے۔ مرزا قادیانی کے دعوؤں کو تسلیم کرنا خالص کفر ہے۔ اس کے دعوؤں پر بحث تب ہی ممکن ہے جب آپ پہلے اسے مہدی تسلیم کریں گے اور آپ اسکی باتیں صرف اس وقت ہی سن سکتے ہیں جب پہلے مانیں کہ وہ نبی ہے کیونکہ ایسے خیالات کے اظہار کی اجازت صرف نبی ہی کو ہے۔ مرزا قادیانی کے دعوؤں کے سچے ہونے کا کوئی ثبوت نہیں۔ اگر آپ اسے تسلیم کریں تو ایمان سے خالی ہو کر کر سکتے ہیں۔ ثبوت تو اس وقت ہی دیکھا جائے گا جب پہلے یہ سمجھا جائے کہ وہ نبی ہے۔ اس کے دعوے نہ صرف قابل تردید ہیں بلکہ قابل غور بھی ہیں جس طرح ایک نشے میں مدہوش آدمی کی بات لائق اعتنا نہیں ہوتی۔ یہ کس طرح ممکن تھا کہ انیسویں صدی کے اختتام پر کوئی علماء اسلام کے اجماع کو رد کر دے۔

برطانیہ کی حمایت سے یہ کام اسلیے ممکن ہوا۔ عقلی اعتبار سے اسکا سبب بالکل آسان ہے اور وہ وہابیت جس کا آغاز اٹھارویں صدی عیسوی میں عرب میں محمد ابن عبد الوہاب سے ہوا اس تحریک کا مقصد علماء اسلام کو علیحدہ کر کے وہابی علماء اور وہابی حکومت کرنی تھی جیسے سعودی شاہی خاندان۔ اور یہ مقصد حاصل کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا گیا قرآن وحدیث اور پورے شرعی نظام کو نئے معانی پہنائے اور تباہ وبرباد کرنے کی کوشش کی گئی اور روایتیں جو اُمت میں رائج تھیں انہیں ختم کیا گیا جیسے کہ ائمہ اربعہ کی تقلید وہابی تعلیم کے اثرات انیسویں صدی تک ہندوستان میں گھر کر گئے تھے جسکا مقصد اجماع اُمت کو ختم کرنا تھا۔ وہابی تحریک کے زیر اثر اجماع علماء کی مخالفت کی وباء عام ہو گئی۔ سرسید احمد خاں بھی شروع شروع میں وہابی تھا اور بعد ازاں وہ نیچری ہو گیا جسکا اصل مقصد علماء کو مسترد کرنا تھا۔ جب آپ علماء کے اجماع کو ختم کریں گے تو پھر میدان آپ کے لیے کھلا ہے جو چاہیں کریں۔ سرسید احمد خاں نے پہلے تو جنت ودوزخ اور فرشتوں کا انکار کیا اور اسلام کو بدل دیا۔ بیسویں صدی میں مودودی جیسے لوگوں نے اسلام کو فاشسزم اور کمیونزم جیسی تحریکوں میں بدل دیا۔ اگر اجماع کو توڑ دیا جائے تو کوئی بھی وہابی نظریئے کے مطابق نبوت کر لے گا۔ غلام احمد وہابی تھا اور اس نے وہابیت کا استعمال کر کے خود کو نبی بنایا۔ اصل مجرم اور مورد الزام مرزا قادیانی نہیں بلکہ عبد الوہاب نجدی ہے جس نے علماء کے اجماع میں دراڑیں ڈالیں۔ سوال یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے دعویٰ نبوت کیوں کیا؟ جواب بالکل آسان ہے کہ وہ جانتا تھا کہ اسلام صرف اسی طرح تشکیل دیا جا سکتا ہے اگر اسلام کو سیاست

سے بے دخل کر کے اسکو نجی معاملہ بنانا تھا تو اسکام کے لیے علماء سے دامن چھڑانا ضروری تھا۔

اگر چہ ماضی میں اسلام سیاسی طور پر کمزور بھی ہوا ہے لیکن علماء کے اثرات وخدمات نے اسے کبھی کمزور نہیں ہونے دیا۔ انہوں نے شریعت کو زندہ رکھا اور انہوں نے اس تحریک کو بھی زندہ رکھا کہ ریاست پر شریعت کی بالادستی لازمی ہے۔ اگر اسلام کو سیکولر بنانا ہے تو علماء کو ہمیشہ کیلیے جدا کرنا ہوگا۔ اس کا مستقل اور محفوظ طریقہ یہی ہوسکتا تھا کہ کوئی خود کو مہدی بنالے کیونکہ یہی علماء کو ختم کر کے اسلام کی من مانی تشریح کرسکتا ہے اور جہاد کا خاتمہ کرسکتا ہے۔ اگر سیکولر اسلام اپنی جگہ بنالے تو علماء وشریعت کا وجود ہمیشہ ہمیشہ کیلیے ختم ہو کر رہ جائے گا۔ مرزا قادیانی کو یقین تھا کہ ایک نئے دور کا آغاز ہورہا ہے اور وہ ہے مغربی سیکولرازم اور اگر زمانہ نیا ہے تو نبی بھی نیا ہونا چاہیے اور اسلام کو بھی نئے زمانے کے تقاضوں کے مطابق ڈھالنا چاہیے اور وہ یہ سمجھتا تھا کہ یہ کام میں ہی کرسکتا ہوں۔ انیسویں صدی میں مغربی ممالک کی فتوحات اور مسلم ممالک کی شکست میں ایک گہرا تعلق ہے۔ مرزا قادیانی اور اسکے پیروکار یہ سمجھتے تھے کہ اس نئے نبی کی حقیقت کا علم صرف ہمیں ہی حاصل ہے اور ۱۹۱۲ء میں مغرب کے ہاتھوں مرزائیوں کو جو شکست ہوئی وہ اسکے مستحق تھے۔ اور اکثر مسلمانوں کو احساس ہوا کہ ہمیں مغربی حکومت میں رہ کر اپنی جگہ بنانی ہے۔ بعض لوگوں نے تو بے دینی کو قبول کرلیا اور جس طرح بہتر سمجھا اس طرح زندگی بسر کرتے رہے۔ مرزا قادیانی ہی وہ تنہا آدمی تھا جس نے سیکولرازم کو اسلام سے ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اس لیے وہاں کھیل شروع ہوا اور بے شک یہ بدترین کافر تھا۔ مرزا قادیانی کی کوششوں کا جو نتیجہ برآمد ہوا اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے کس قیمت پر سودا کیا۔ مرزا قادیانی کے تمام دعوے غیر معقول ہیں۔ یہاں پر ایک اہم سوال ہے کہ قادیانی نے اسلامی سیاست کو ختم کرنے کیلیے جدوجہد کی ہے اور اسکی جگہ مکمل طور پر مغربی لادینیت کو مسلط کیا اور اسکا راستہ اسکے سوا کچھ نہیں کہ ہم اپنی اسلامی سیاست کی حفاظت کریں۔ اور اسے واپس لانے کی کوشش کریں۔

اسلامی سیاست کی ضرورت اور سیکولرازم کی ناکامی:

یہ بہت بہتر ہوگا کہ ہم اسلامی سیاست کی ضرورت سے بات کا آغاز کریں اور پوچھیں کہ مرزا قادیانی کو در حقیقت کس نے قبول کیا اور کس نے اسکی مدد کی؟ یقیناً شروع ہی سے مسلمانوں کی بہت بڑی اکثریت اسکی مخالف تھی اور چند لوگوں نے اس کی تحریک میں شمولیت کی انہیں خبر ہی نہ تھی کہ وہ کیا ہے۔ آج مغرب میں رہنے والوں کو مسلمان گروپوں اور مرزا قادیانی کے پیروکاروں میں فرق کا ذرہ بھر بھی علم نہیں ہے بلکہ بعض تو انکے ساتھ شامل ہو چکے ہیں۔ زیادہ تر مسلمانوں میں سے جو لوگ جان بوجھ کر شامل ہوئے ہیں وہ کاروباری طبقہ کے لوگ ہیں جو برطانیہ اور

عیسائی مبلغین سے کافی متاثر ہیں۔مرزا قادیانی نے عیسائی مبلغین سے بہت کچھ سیکھا تھا اور اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں نظریات کی وہیں سے نشونما پائی تھی۔اس نے عیسائی مبلغین کا خلاصہ ہی پیش کیا۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اس نے مشنریوں سے کہا کہ وہ انکا ذکر ختم کریں۔اس نے یہ کام یہ کہتے ہوئے کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے ہیں اور وہ کشمیر میں دفن ہیں اور وہ جنت میں نہیں ہیں جس طرح متعدد احادیث میں مذکور ہے۔مرزا قادیانی کا نظریہ جہاد بھی براہ راست عیسائی مبلغین کا جواب تھا جس کی بنا پر وہ پر امن اسلام پر عیسائیت کے مقابل میں تشدد کا الزام لگاتے تھے اور وہ صلیبی جنگوں اور اسپین میں مسلمانوں کی تباہی و بربادی کو بھول جاتے۔مرزا قادیانی نے سیکولرازم عیسائی مشنریوں سے سیکھا اور اس سیکولرازم کی قادیانی نے تبلیغ کی۔مرزا قادیانی نے ان مسلمانوں کی حمایت حاصل کی جو برطانوی حکومت کے تحت اپنے روشن مستقبل کا خواب دیکھ رہے تھے۔

مرزا قادیانی کا اپنا تعلق پنجاب کے اس خاندان سے تھا جو برطانوی حکومت کے زیر اثر تھا۔۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں پورا پنجاب انگریز کا وفادار رہا۔مرزا قادیانی اور سرسید احمد خاں جیسے لوگوں نے سوچا تھا کہ انگریز ہمیشہ یہاں رہیں گے اور سیکولرازم بھی باقی رہے گا۔مرزا قادیانی کی اپنی زندگی میں مسلم سیاست انتہائی نچلی سطح پر تھی اور ایسے لگتا تھا کہ امارت اور علماء ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئے ہیں۔مرزا قادیانی کے پیروکار سیکولر سیاست کو قبول کر رہے تھے اور اسلام کو خالصتاً نجی معاملہ قرار دیکر اسلامی ریاست سے دستبردار ہوئے۔مسلمان ہندوؤں اور سکھوں وغیرہ میں سے لوگوں کو بدلنے کی سرتوڑ کوشش کر رہے تھے اور اس طرح قادیانی کمیونٹی کھڑی کی جارہی تھی۔درحقیقت اسکے پیروکاروں کا بنیادہ مقصد اپنے کاروبار کو ترقی دینا اور اچھی اچھی جابیں (نوکریاں) حاصل کرنا تھا، ریاست میں ججوں، منتظموں، کلرکوں وغیرہ کی بہت سی آسامیاں تھیں۔سیکولر اسٹیٹ اقتصادیات کو کنٹرول کر رہی تھی اور مختلف کمیونٹیوں کی زندگیوں کو مختلف طرح سے متاثر کر رہی تھی۔اس طرح ہندوؤں اور مسلمانوں میں اچھی اچھی نوکریاں حاصل کرنے کا شدید مقابلہ پیدا ہو گیا تب انہوں نے محسوس کیا کہ ریاست مسلمانوں و ہندوؤں کو بہت زیادہ نقصان پہنچا سکتی ہے۔اگر کوئی غلط قانون پاس ہو گیا اور اس وقت مذہبی طبقے بھی منظم ہونا شروع ہو گئے تاکہ ریاست سے بہتر معاملہ کر سکیں۔اور پھر انڈیا کے لوگوں نے یہ محسوس کیا کہ برطانیہ کے اقتدار کا خاتمہ کیے بغیر ترقی ممکن نہیں اور ریاست کا انتظام انہیں خود سنبھالنا ہو گا۔ان باتوں نے آہستہ آہستہ ہندو مسلم فرقہ وارانہ فسادات کو بھڑکایا۔ان فسادات کو بڑھانے میں مرزا قادیانی کے کینہ پرور مناظروں نے بھی کردار ادا کیا۔آخرکار ہندوؤں اور مسلمانوں کی تحریکیں ایک دوسرے کے مقابل آگئیں اور یہ ہندوستان پر کانگریس کی حکمرانی سے نجات اور پاکستان کے وجود کی بنیاد بن گئی۔اس

طرح ہندوستان میں سیکولر سیاست مکمل طور پر ناکام ہوگئی اور سیاسی کشمکش کا سب سے اہم ایشو مذہب بن گیا۔اس طرح اسلامی سیاست دوبارہ زندہ ہوگئی۔مسلمان اسلامی سیاست سے لگاؤ اور مرزا قادیانی سے نفرت کا اظہار کیے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔مسلمان قوم کو اپنا کام اور دفاع کرنا تھا اور یہ کہ مذہب خالصتاً نجی معاملہ نہیں ہوسکتا ہے۔ایک طاقتور لادین مذہب کو سیاست مکمل طور پر جدا کردیتی۔مرزا قادیانی اور اسکے پیروکاروں نے اس مسئلہ کو نظر انداز کرنے کی کوشش کی۔وہ برطانیہ کا دفاع کرتا تھا اور مرزا کی موت کے بعد اسکے پیروکار انڈیا کی آزادی وخودمختاری کا مذاق اڑاتے رہے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ انہیں برطانیہ کا ایجنٹ اور برطانوی سازش کا ایک اہم کردار سمجھنے لگے۔درحقیقت برطانوی انہیں ایک مشکل میں چھوڑ آئے اور ان سے بے وفائی کی۔

مرزا قادیانی کی موت کے بعد قادیانی کمیونٹی آہستہ آہستہ تقسیم ہونا شروع ہوگئی۔یہ تقسیم اپنی انتہا کو اس وقت پہنچی جب مرزا قادیانی کا بیٹا بشیر الدین محمود احمد دوسرا خلیفہ بنا (مرزا قادیانی کے جانشینوں کا لقب) ایک گروپ قادیان میں رہا اور دوسرا گروپ لاہور آگیا۔قادیانی گروپ محمود احمد کی قیادت میں مرزا قادیانی کے دعووں کیساتھ وفادار رہا جبکہ لاہوری گروپ ان دعووں سے کچھ پیچھے ہٹ گیا لیکن اس تقسیم کا سبب اسلامی سیاست کا احیاء تھا۔مرزا قادیانی کا ہمیشہ یہ مقصد رہا کہ وہ سارے مسلمانوں کا رہنما ہے۔اسکے پیروکار بھی خود کو مسلمانوں کے رہنما سمجھتے ہیں۔اب جب کمیونٹی کی تجدید ہوچکی تھی اور وہ سیاسی طور پر متحرک ہوچکی تھی مرزا قادیانی کے پیروکار اسے اپنی ذمہ داری سمجھتے تھے۔یہ بڑا عجیب لگتا تھا کہ مسلمان اسے اپنا رہنما بنائیں جیسے یہ کہیں کہ تم کافر یا وہ کہیں کہ تم کافر ہو۔اس طرح لاہوری گروہ نے یہ کوشش کی کہ مرزا قادیانی کے ان سارے دعووں کو ختم کرے جن کی وجہ سے اس کے پیروکاروں کو کافر کہا جائے۔وہ مسلم لیگ میں اپنا کردار ادا کرنا چاہتے تھے جبکہ قادیانی گروپ سیکولرازم کیساتھ چمٹا رہا اور مرزا قادیانی کے سارے دعووں کی تائید جاری رکھی قادیانی گروہ مرزا قادیانی کا سچا پیروکار تھا جبکہ لاہوری گروہ منافق تھا جو چاہتا تھا کہ دونوں راستے کھلے رکھے۔لیکن اسلامی سیاست کا احیاء جب طاقتور ہونے لگا تو قادیانی مسلمانوں کی سیاست میں داخل ہوگئے انہوں نے یہ بات کئی طرح معقول بنائی۔پہلی جنگ عظیم میں انہوں نے برطانیہ کو مشورہ دیا کہ ہندوستانی داخلی حکمرانی کا مطالبہ کرتے ہیں کیونکہ گوروں سے حکومت میں جتنا خاص سلوک کرتے ہیں اور اتنا ہی ہندوستانیوں سے حکومتی دفتروں میں بر اسلوک کیا جاتا ہے۔تو انکی سیاست کے مداخلت کار کی حیثیت سے وہ حکومت کو نرم اور بہتر پالیسی اختیار کر کے سیکولرازم کو بچانا چاہتے تھے۔اور یہ یقیناً اچھا ہوا کہ اگر قادیانی مسلمانوں کی سیاست کے رہنما ہوتے تاکہ بے دین طریقوں سے ان کی رہنمائی کرتے،وہ برطانیہ کی کٹھ پتلی کی

حیثیت سے بھی سامنے آنا نہیں چاہتے تھے تو ابھی تک یہی کہتے کہ وہ برطانیہ کے وفادار ہیں لیکن راج کے ناقد ہیں اور وہ اسکو اصلاح کا نام دیتے۔

وہ برطانیہ کی دنیا کے بارے میں پالیسیوں پر تنقید کرتے۔مرزا قادیانی نے برطانیہ کی فلیسطین کے بارے میں یہودنواز پالیسی پر تنقید کی۔مرزا قادیانی اور دیگر قادیانی ۱۹۲۹ء میں آل انڈیا مسلم کشمیر کانفرنس میں شامل ہوئے اور ایک اہم قادیانی ظفر اللہ خاں ۱۹۳۱ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کا رہنما بن گیا اور پاکستان کا وزیر خارجہ بنا۔قادیانی مسلمانوں کی سیاست میں حصہ لینے کی صلاحیت رکھتے تھے لیکن انکا مقصد لادینیت کا دفاع ہوتا تھا یہاں تک کہ قیام پاکستان کا مقصد انکی نظر میں یہ تھا کہ ہندوستان کے مسلمانوں کیلیے ایک مملکت بنائی جائے جو کہ مذہبی نہ ہو۔سادہ سی بات ہے وہ برطانوی راج کے تسلسل کیلیے کوشاں تھے۔آزادی پاکستان کے وقت ظفر اللہ خاں مصر تھا کہ پاکستان کو مکمل طور پر مغرب کے ساتھ نتھی کردے۔قادیانیوں کی کوشش تھی کہ سیاست کو مشکلات سے دوچار کردیا جائے انہیں ہمیشہ برطانوی پٹھوؤں کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔قادیانیوں کی کشمیر کمیٹی میں موجودگی سے ان پر اور ظفر اللہ خاں پر شدید ناپسندیدگی کا اظہار کیا گیا اور علامہ اقبال نے انکو مسترد کردیا۔جب علامہ اقبال نے نہرو پر شدید تنقید کی تو قادیانیوں نے اسکا دفاع کیا۔جیسے پاکستان معرض وجود میں آیا تو قادیانیوں کے بارے میں سوالات ایک بار پھر سامنے آئے۔کئی سال تک پاکستان میں قادیانیوں سے بدترین اختلاف اور جھگڑا ہوتا رہا۔۱۹۷۴ء میں مرزا قادیانی اور اسکے پیروکاروں کی ناکامی اپنے انجام کو پہنچی۔قادیانی اور لاہوری گروہ کو ہر کوئی نفرت سے دیکھتا۔ہندوؤں کے ہجوم کیساتھ قادیانی بھی قادیان سے بھاگ نکلے جس طرح دوسرے مسلمان ہجرت کرگئے۔سب مسلمان ان سے نفرت کرتے تھے اور جلد ہی انہیں یہ محسوس ہوگیا کہ پاکستان انکے لیے محفوظ جگہ نہیں ہے۔وہ مغرب میں بھی کوئی ترقی نہ کرسکے۔مرزا قادیانی کو اُمید تھی کہ وہ انگلینڈ اور باقی یورپ کو بدل ڈالے گا لیکن ایک تو نسلی اعتبار اور دوسرے مسلمانوں کی ایک بہت ہی بڑی اکثریت نے اسکو ناممکن بنادیا۔قومی اور نسلی نفرتوں نے انکو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کررکھا تھا۔لادینی سیکولرازم نہ صرف ہندوؤں میں ناکام ہوا تھا بلکہ یہ ہر جگہ ناکام ہوگیا تھا۔

آزاد ہندوستان سیکولر کے نظریہ پر معرض وجود میں آیا لیکن آج سیکولرازم مکمل طور پر ناکام ہوچکا ہے۔ہندو فرقہ پرست جماعت وہاں کے مصنوعی سیکولرازم کے لیے دھمکی ہے۔الجیریا کی بے دین ریاست خوفناک خون خرابے پر اختتام پذیر ہوئی ہے۔مسلمان ممالک میں سے سب سے بڑی سیکولر ریاست ترکی کردوں اور ترکوں میں شدید اختلافات کو ختم کرنے میں ناکام ہے۔مصر کی بے دین ریاست اپنی بقا کیلیے ہاتھ پاؤں مار رہی ہے۔یورپ کی تمام

بے دین ریاستیں مسلمانوں کے بارے میں عدم برداشت کی پالیسی اپنائے ہوئے ہیں۔اس طرح یہ بے دین ریاستیں مسلمان آبادی کی بے دخلی اور انکی زندگی کیلئے خطرہ ہیں۔بوسنیا میں نسل کشی کی کوششیں کی گئیں ہیں۔ان تمام ممالک میں لوگ اسلامی سیاست کی طرف پلٹ رہے ہیں۔مسلمانوں کا ان ریاستوں میں اسلامی سیاست میں کچھ نہ کچھ سرگرم ہوئے بغیر زندہ رہنا ممکن نہیں۔سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کو سیاست میں اس شکل میں حصہ لینا چاہیے؟ تا کہ مسلمانوں کو اسلامی سیاست سے روکا جائے جیسا کہ مرزا قادیانی کو پسند تھا۔سیکولرازم کی ناکامی کا سبب ان جدید ریاستوں میں جس مطلب پر ہے مسلمانوں کو اس سے اپنا دفاع کرنا چاہیے۔یہ دفاع اسلامی ریاست اور مسلمان رہنما پر اعتماد کر کے ہی کیا جا سکتا ہے۔جدید ریاست اس اصول پر استوار ہے کہ انکی سرحدوں کے اندر رہنے والے مکمل اور غیر مشروط طور پر انکی اطاعت کریں ماسوا ریاستی طاقت کے جو زندگی کے تمام شعبوں کی باقاعدہ تنظیم کرتی ہے اور وہ کوئی طریقہ اختیار کر سکتی ہے۔جدید ریاست کا سب سے بڑا اصول انسان کی حکومت انسان پر ہے جو تمام مشکلات کا سرچشمہ ہے۔جدید ریاست اس بہت ہی بڑی قوت کو ایک بڑی انتظامیہ اور فوجی ہتھیاروں کے ذریعے کنٹرول کرتی ہے لیکن وہ اس طاقت کو انصاف کے ہاتھوں میں نہیں دیتی۔وہ اس طاقت کو لوگوں کے گروپ میں رکھتی ہے اور یہ گروہ جس کو جتنا نقصان پہنچانا چاہے پہنچا سکتا ہے اور جتنا چاہے فوائد حاصل کرے۔اس طرح ان فوائد کے تسلسل کو قائم رکھنے اور ریاست کا کنٹرول سنبھالنے کے لیے میدان جنگ برپا ہوتا ہے۔جدید ریاست ہمیشہ کسی گروہ کے مفاد اور انکی بقاء کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ہندوستان پر برطانوی حکومت صرف گوروں کے مفاد کیلئے استعمال کی گئی تھی۔

سفید فام انگریزوں نے تمام بہتر جابیں (نوکریاں) حاصل کرلیں۔ریاست کی اقتصادی ومعاشرتی قوت گوروں کے فائدے کیلئے استعمال کی گئی۔تجارت اور انڈسٹری لنکا شائر کی روئی تجارت کے فائدے کیلئے تھی نہ ہندوستانیوں کیلئے۔جدید ریاست بے دین ہے اس کے لیے کوئی بات نہیں ہے کہ وہ مذہب کے بارے میں پوچھے کہ شہری کون ہے یا کون نہیں ہے؟ ریاست صرف یہ چاہتی ہے کہ لوگ وفادار رہیں اور ریاست عام طور پر قوم کے ایک رکن کی حیثیت سے اس کی وفاداری کی تعریف کرتی رہے۔انگلینڈ انگریزوں کیلئے ہے نا کہ غیر ملکیوں کیلئے۔ترکی ترکوں کے لیے ہے اور کرد اپنی پیدائشی دھرتی پر غیر ملکی ہیں۔جدید ریاست اس لیے لادین ہے کیونکہ مذہب اس کے لیے ایک خطرہ ہے۔فرانس میں کیتھولک چرچ کو ریاست کے لیے خطرہ سمجھا گیا لیکن ریاست بے دینوں کا آلہ کار بن گئی اور وہ اسی طرح تسلط قائم رکھتے ہوئے اور حد درجہ تجاوز کرتے جس طرح کوئی مذہبی گروہ کرتا ہے۔کیمونسٹ دنیا میں ساری دولت اور طاقت ملحدوں کو دیدی گئی اور مذہبی لوگوں کو دشمن سمجھا گیا اور انہیں فراشی مراکز میں قتل گاہوں میں رکھا گیا یا

انہیں غربت وافلاس میں مبتلا کر دیا گیا۔جدید ریاست بے دین ہے اور مظالم کی انتہا کر کے یہ ثابت کر چکی ہے کہ وہ کتنی بے دین ہے۔جرمنی میں بیماروں اور بے گناہوں کو قتل کیا گیا اسقاط حمل عام ہو گیا اور زیادہ تر عورتوں نے زندگی میں چھ سات بار اسقاط حمل کرایا۔جدید برطانیہ میں ہر قسم کی جنسی بے راہ روی قانونی ہے اور میڈیا اسے عام کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے اور ریاست پابندی عائد کرنے سے انکاری ہے۔اب یہ ایک عام چیز ہو گئی۔یہ تمام قسم کی ظالمانہ باتیں ریاست کے بے دین ہونے کی علامت کے طور پر لی جاتی ہیں۔ریاست میں لوگوں کو تابو رکھنے کیلئے اپنی طاقت استعمال کرتی ہے۔کئی جدید ملکوں میں کمیونٹی کی خود مختاری ختم ہو چکی ہے۔تعلیم، صحت، مکانات، تجارت، انڈسٹری ہر چیز کو ریاست کنٹرول کرتی ہے۔اب کمیونٹی باقی نہیں رہی۔کمیونسٹ اور فاشسٹ ملکوں میں نجی زندگی کو ختم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔خاندانی نظام تباہ و برباد کر دیا گیا اور بچے حکومتی اداروں میں پروان چڑھ رہے ہیں۔بعض مقامات جیسے کمیونسٹ چین میں ایک عام آدمی کی ساری زندگی اجتماعی نظام کے لیے منظم کی جاتی ہے لوگوں کی ایک بڑی تعداد کو سادہ اور مزدور کیمپوں میں رکھا جاتا ہے اور وہاں وہ محافظوں کی نگرانی میں رہتے ہیں۔لاکھوں کو ایک بڑی آرمی کیلئے بھرتی کیا جاتا ہے اور وہ ہمیشہ سارجنٹ کے ماتحت رہتے ہیں۔یہ ہے جدید بے دین ریاست اور یہ ایک انتہائی ظالمانہ حادثہ ہو چکا ہے۔

بیسویں صدی میں پوری دنیا نے اپنا زیادہ وقت جدید ریاستوں کی پیدا کردہ بلائے ناگہانی سے نکلنے میں صرف کیا۔آج جدید ریاستوں کی مکمل ناکامی کو سب تسلیم کرتے ہیں۔مسلمان بھی جدید ریاست کی آفات سے شدید متاثر ہوئے۔مسلمان ہونے کی وجہ سے مسلمانوں پر نوکریوں کے دروازے بند کر دیئے گئے۔زیادہ تر مسلمان ملکوں میں طاقت اور دولت بے دینوں اور ملحدوں کے پاس تھی اور انہیں ان سے بے دخل کر دیا گیا۔مسلمانوں کو عام طور پر ایک غلط نسل اور قول سمجھا گیا۔آزادی کے نام پر مسلمانوں کے مذہبی عقائد پر حملے کیے گئے اور انکے بچوں کو اسلام سے نفرت پر مبنی ریاستی نظریات حاصل کرنے پر مجبور کر دیا گیا اور مسلمانوں کو نگرانی اور مزدوروں کے کیمپوں میں رکھا گیا۔مسلمانوں سے ان کی جائیدادیں ہتھیالی گئیں مسلمانوں کو انکا خاندانی نظام برقرار رکھنے سے انکار کر دیا گیا۔مسلمان محض مسلمان ہونے کی وجہ سے ان تکالیف میں مبتلا کر دیئے گئے۔مسلمانوں پر یہ حملے ریاستی سطح پر ہوئے۔انڈیا سے لیکر انگلینڈ اور ترکی، چیچنیا سے لیکر بوسنیا تک، جرمنی سے لیکر اسرائیل تک کئی مقامات پر بڑے نرم و شریفانہ انداز میں حملے ہوئے اور بعض مقامات پر جیسے روس وغیرہ واپس اسلامی سیاست کی طرف پلٹنا چاہتے ہیں اس لیے اسلامی سیاست ضروری ہے۔ابھی حال ہی میں کتاب ''خلافتہ المسیح'' میں مرزا طاہر احمد (مرزا کے چوتھے جانشین) نے سیکولر

سیاست پر اپنے نظریات کا اظہار کیا ہے اور سیکولر سیاست کی وہ تصویر دکھائی ہے جس کی آپ اس کے پیروکاروں سے توقع رکھ سکتے ہیں۔ وہ تسلیم کرتا ہے کہ سیکولر سیاست میں چند خرابیاں ہیں لیکن ایسی حکومت کو ختم کرنے کی مخالفت کی ہے طاقت کے ذریعے۔ اگر آپ یہ سوچتے ہیں انکا مطلب مکمل نہیں ہے تو وہ دراصل کیمونزم کی تعریف کر رہا ہے کیونکہ اس نے قرون وسطیٰ کے اسلام کو ختم کیا۔ اسٹالن نے ہزاروں علماء وصوفیاء کو قتل کیا اور لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں مسلمانوں کو مارا اور پوری مسلم آبادی کو ملک بدر کیا اور مساجد و مسلمانوں کی تہذیب کو تباہ و برباد کیا جو اس سے ممکن تھا۔ لیکن پھر بھی یہ برا نہیں ہے کیونکہ یہ وہ روایتی علماء ہیں جو مرزا قادیانی کی مخالفت کر رہے تھے۔ جس نے ان روایتی علماء کو تو خارج کر دیا تھا۔ لاکھوں مسلمانوں کو مرنے دیں تو یہ برا نہیں بس مرزا قادیانی کو دعوے کرنے کے لیے آزاد چھوڑ دیں۔ ہم جیسا کہ پہلے ہی نظر ڈال چکے ہیں کہ مرزا قادیانی کا مقصد اس دور میں دنیا کا سب سے بڑا مذہبی رہنما بننا تھا۔ وہ مسلمانوں، ہندوؤں، سکھوں اور عیسائیوں کا سب سے بڑا عالمی لیڈر بننا چاہتا تھا۔ دنیا کی ریاستوں سے بالا تر بطور رہبر و معلم۔ یہ بات مرزا قادیانی نے واضح کی ہے کہ یہ اسکا خواب ہے۔ مرزا طاہر احمد نے یہ بھی واضح کیا کہ اسکا خواب بھی یہی ہے۔ اس کے نقطہ نظر سے جدید دنیا کے مسائل کا حل یہ ہے کہ دنیا پر ایک ہی حکومت ہو اور وہ حکومت ساری انسانیت کو اکٹھا کرے اور اس طرح پوری دنیا میں امن و امان کا بول بالا ہو اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ ممکن ہے کہ یہ کام اقوام متحدہ کے ذریعے ہو سکے۔

جس کو یہ طاقت حاصل ہے کہ وہ ہر جگہ مداخلت کرے اور اس طرح عدل وانصاف کا چرچا ہو۔ اور اس طرح سب قوموں کا دنیا میں ایک ہی رہنما اور ایک ہی مذہب ہوگا اور وہ مرزا طاہر احمد ہوگا۔ کئی لوگوں نے یہ سمجھا ہے کہ دنیا میں ممالک کی تعداد زیادہ ہے یہ لڑائی جھگڑے کا سبب ہیں۔ یہ بزدل لوگوں کا ایک نامکمل خواب ہے۔ سیکولرازم مکمل طور پر پاگلانہ خواب ہے اور یہ کہ پوری دنیا ایک سیکولر ریاست ہو۔ اور اس طرح قادیانیت کے لیے کام آسان ہو جائے گا اور انہیں صرف اقوام متحدہ کے سربراہ کو متاثر کرنا ہوگا۔ اور اس طرح خلیفۃ المسیح دنیا کا پوپ بن جائے گا۔ یہ ایک احمقانہ خیال ہے روس، امریکہ اور ہندوستان کو اپنے ضروری مفادات سے دستبردار ہو کر عالمی حکومت کے سپرد کرنے ہونگے اور اس حکومت کو بڑی آرمی کی ضرورت ہوگی اور یہ ایک ناممکن چیز ہے۔ ایک چھوٹے سے ملک یوگوسلاویہ کے ٹوٹنے پر کس قدر نسلی فسادات ہوئے۔ آپ خود اندازہ کریں کہ پوری دنیا کا نظام چلانے کے لیے کتنی بڑی قوت کی ضرورت ہوگی۔ ان کا یہ سارا خیال دن میں خواب دیکھنے کی مانند ہے۔ اگر پوری انسانیت ایک ہی مذہب قبول کرلے تو کتنی زندگی آسان ہو جائے گی لیکن اس میں مشکل یہ ہے کہ روئے زمین پر بسنے والے سب لوگوں کو اپنے

مذہب سے دستبردار ہونا پڑے گا بشمول اسٹالن کے سوویت یونین سب کو شکست تسلیم کرنا ہوگا۔ اسکا کیا سہانا خواب ہے اس طرح طرح تو مذہب صرف اخلاقی چیز ہو کر رہ جائے گا۔ اس کے مطابق سیکولرازم کی جیت ہوتی ہے اور ایک عالمی سیکولر ریاست معرض وجود میں آجاتی ہے۔ مرزا قادیانی دراصل اس سیکولر اسٹیٹ کی خوبصورتی میں اضافہ کرنا چاہتا ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ خوفناک حقوق انسانی کی پامالی، نسل پرستی، بے رحم دین دشمنی، قومی نفرت ہے۔ یہ ایک انسان کی دوسرے انسان پر حکومت کی انتہائی شکل ہے۔ مرزا طاہر احمد کے اس حقیقت کی دوسرے انسان پر حکومت کی انتہائی شکل کے مطابق یہ ایک بدترین انسانی نظام حکومت ہے۔ ریاست کو عادلانہ بنانے کے لیے صرف یہی راستہ ہے کہ ریاست سے اس کی قوت واپس لی جائے۔

مغرب کے سینکڑوں سال کے تجربات اس نظام کو رد کرنے کی طرف رہنمائی کر رہے ہیں۔ بعض افراتفری پھیلانے والے تو خود سیاست کی طاقت کو ختم کرنے کے خواب دیکھ چکے ہیں اور کچھ سوشلسٹ معاشرے کو زیادہ منصفانہ بنانے کیلیے ریاست کو تباہ و برباد کرنے کے خواب دیکھ چکے ہیں۔ زیادہ تر لوگوں نے اب یہ محسوس کیا ہے کہ ہم سب سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ ریاست کی طاقت کو محدود کیا جائے اور یہ طاقت کیمونٹی کو واپس ملنی چاہیے اور انسان کو آزادی ہو۔ مرزا طاہر احمد پوری دنیا کے لیے ایک ہی ریاست کی صورت میں مسائل کا حل دیکھتا ہے جبکہ مغرب کے ذہین ترین لوگ مسائل کا حل ریاست کے محدود اختیارات اور اسکی کمزوری کو سمجھتے ہیں۔ اب اسلامی سیاست کی تجدید کا مقصد مسلمانوں کو جدید لادین ریاستوں سے بچانا ہے۔ ہندوستان میں برطانوی راج کے ماتحت مسلمان منصفانہ زندگی نہیں گزار سکتے تھے اس لیے اسلامی سیاست کا احیاء ہوا اور ہندو حکومت کے تحت بھی زندگی بسر نہیں کر سکتے تھے۔ مصر اور الجیریا میں مسلم ریاست اس لیے زندہ ہے کیونکہ ناصر اور FLN کے ہاتھوں انہوں نے شدید تکلیفیں جھلیں۔ برطانیہ میں مسلمان بطور مسلم سیاست میں کردار ادا کرتے تھے کیونکہ ریاست انکے خلاف ان کے مسلمان ہونے کی وجہ سے سلوک کرتی تھی۔ مسلمانوں نے لادینیت کو مسترد کر دیا ہے۔ اور وہ اسلامی سیاست کی تلاش کرتے ہیں کیونکہ بے دینی ریاست انکے لیے ایک خطرہ ہے۔ مسلمان اصل میں اس مشکل کا شکار ہیں کہ اسلامی سیاست کی کون سی قسم سب سے اچھی ہے۔ یہ نہایت حماقت ہوگی کہ انہیں کہا جائے کہ وہ سیاست سے باہر نکل جائیں سیکولر اسٹیٹ جو کچھ ان کیلیے بہتر سوچے وہ اسے قبول کرلیں۔ مصنف کہتا ہے محض ان پر اعتماد کرتے ہوئے۔

جس طرح کہ مرزا طاہر احمد انہیں مشورہ دیتا ہے کہ مسلمانوں کو سیاست میں ضرور حصہ لینا چاہیے۔ اور مرزا قادیانی کس قدر احمق لگتا ہے جس نے اپنے مختلف دعووں کے ذریعے مستقبل کی اسلامی سیاست کی بنیاد کو تباہ و برباد

کرنے کی کوششیں کیں۔وہ مسلمانوں کا دفاع صرف خلیفۃ المسیح کے ذریعے مختلف حکومت پر اخلاقی دباؤ کے ذریعے کرنا چاہتا ہے۔تاریخ نے اسے احمق ثابت کیا ہے۔دنیا میں کہیں بھی مسلمان اسلامی سیاست کے بغیر کچھ نہیں کر سکتے۔اگر اُمت مرزا قادیانی قبول کر لیتی تو وہ اس راستے پہ ہوتی جس پر بوسنیا کے لوگ ہیں۔مسلمان جدید لادین ریاست قبول نہیں کر سکتے انہیں اسلامی سیاست ہی اکتیار کرنا ہوگی۔اُمت کبھی بھی غلط پر متفق نہیں ہو سکتی۔اُمت نے مرزا قادیانی کو مسترد کر دیا ہے۔اگر اُمت مرزا قادیانی کو مسترد نہ کرتی تو پوری اُمت تباہ ہو جاتی۔بلاشک مرزا قادیانی ایک دجال تھا اور وہ یقیناً بدترین کافر تھا۔اس مختصر کتاب میں پوری تفصیل بیان کرنا اور تمام معاملات پر گفتگو کرنا ناممکن ہے لیکن مرزا قادیانی اور اسکے پیروکاروں کی ایک صحیح تصویر واضح ہو جاتی ہے۔مرزا کی شدید خواہش تھی کہ وہ قوت حاصل کرنے اور مسلمانوں کے علم الکلام اور انکے قوانین کو ختم کرنے کے لیے دعوے کرنے کو درست سمجھتا تھا اور وہ پوری دنیا کا سربراہ بننا چاہتا تھا جس میں ساری قوت سیکولر حکمرانوں کے پاس ہو اور وہ رہنمائی کرے۔اس کیلیے وہ مسلمانوں کے تمام اداروں اور ان کے رہنماؤں کو تباہ و برباد کرنے پر تلا ہوا تھا تا کہ انکی جگہ اور اُمت کی جگہ پر اس کے پیروکار آ جائیں۔اسکا سبب اسکا غرور و تکبر اور خودنمائی و خودغرضی تھی۔وہ اور اسکے پیروکار دونوں مسلمانوں کو خطرے میں ڈالنے سے کچھ ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے تھے اگر انکو معلوم ہوتا کہ اس میں ان کا فائدہ ہے۔کبھی کبھی برائی سے اچھائی نکل آتی ہے۔ہم پوچھ سکتے ہیں کہ مرزا قادیانی سے کبھی کوئی اچھائی بھی آئی ہے؟جس کا جواب نفی میں ہے۔ناکام اور مصیبت زدہ قسم کے لوگوں نے انکی پیروی کی ہے اور وہ اسکے پیروکار مسلمانوں پر ایک عذاب ہیں اور ہر بحث کا نتیجہ ہے کہ مرزا قادیانی نے مسلمانوں کی مشکلیں حل کرنے کیلیے کچھ نہیں کیا بلکہ ان مشکلات کو اور بڑھا دیا ہے۔مسلم دنیا کا سب سے بدترین چہرہ انکی ظالمانہ حکومتیں ہیں۔قادیانی ہمیشہ آہستہ آہستہ اتھارٹی حاصل کرنے کی کوششیں کرتے ہیں۔انہوں نے مسلمانوں کو بتایا کہ ظالموں کے خلاف مزاحمت نہ کریں۔مسلمان دنیا علماء کی طاقت اور انکی قابلیت اور مسلمانوں کا فکری زوال دیکھ چکے تھے۔مرزا قادیانی علماء سے متفق نہ تھا۔مسلم دنیا کو مغرب کی ذہانت کا چیلنج درپیش ہے۔مرزا قادیانی کے پیروکار مغرب اور انکے نظریات کی پوجا کرتے تھے۔انکا مغرب کو جواب دینے کا انداز انتہائی بودہ تھا جس طرح کہ کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کشمیر میں دفن ہیں اور مسلمان باہمی لڑنے جھگڑنے والے فرقوں میں تقسیم تھے۔مرزا قادیانی نے ایک بدترین اور جھگڑالو فرقے کی بنیاد رکھی۔مسلمانوں کو کمیونزم کے خطرے کا سامنا تھا۔مرزا قادیانی نے اپنی زندگی میں بدترین فرقہ واریت کو استعمال کیا جسے ہندوستان نے قبل ازیں نہیں دیکھا تھا۔مسلمانوں کو اُمت کی تقسیم کا مسئلہ درپیش تھا اس لیے دنیا میں تکلیف زدہ مسلمانوں کی انہیں فکر نہ تھی۔

مرزا قادیانی اور اسکے پیروکاروں نے افغانستان وترکی پر برطانوی حملوں کا کوئی نوٹس نہ لیا۔مزید برآں پوری دنیا میں مسلمان بے دین ریاستوں کے ہاتھوں سخت مصیبتیں جھیل رہے تھے۔قادیانیوں نے اس کا کوئی حل نہ سوچا اور نہ پیش کیا سوا اسکے کہ مستقبل کی متوقع اقوام متحدہ کی عالمی حکومت پر یقین رکھا جائے۔مرزا قادیانی کی اپنی ساری زندگی اپنی

ہی مشکلات کوحل کرنے میں گزری۔اسے مسلمانوں کی نہ کوئی فکرتھی اور نہ ہی ان سے کوئی پیار تھا۔اسے صرف اپنا اور اپنی ذات کا خیال تھا۔آج قادیانیت ایک نہایت چھوٹا سا فرقہ ہے اور ایسے مذہبی صیہونیوں کی کوئی کمی نہیں ہے جو اپنے آپ کو دنیا کا سب سے بڑا رہنما ثابت کرنے کیلیے پیش کرتے ہیں۔

Scientologists اور Moonies جیسے گمراہ عام ہیں اور انہوں نے جدید مغربی لادین ریاستوں میں اپنی جگہ بنانے کے خاکے بھی بنا رکھے ہیں۔مسلمانوں کو آج اشکل کا سامنا ہے کہ وہ صحیح اسلامی سیاست تلاش کریں جو انہیں زندہ رکھے میں اور جدید سیکولر مغربی خیال کے زیر تسلط علاقوں میں اپنی بقاء قائم رکھنے میں مدد دے گی۔یہ سیاست ضروری ہے کہ سب سے بڑا موضوع ہو اسکو مناسب طریقے سے نہیں لیا گیا۔لیکن آج اسلام کا نام لینے میں دو قسم کے انتہاپسند ہیں۔پہلا یہ کہ سیکولرازم کو مکمل قبول کرنا جو کہ مرزا قادیانی کی پالیسی تھی۔کئی مسلمان اسکی پیروی کرتے ہین جو حقیقت میں مرزا قادیانی کو قبول کرتے ہیں۔

دوسرا انتہاپسند گروہ "حزب التحریر" ہے جو انقلاب برپا کرنا چاہتے ہیں اور جدید مغربی ریاستوں کی جگہ اسلامی ریاست کو لانا چاہتے ہیں۔مشکل یہ ہے کہ اسلامی ریاست مغرب کی بدترین بے دین ریاست کی نقالی، ہٹلر اور اسٹالن کی مکمل نقل!وہ خیال تو یہ کرتے ہیں کہ وہ مغرب کے مخالف ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ بھی مرزا قادیانی کی طرح ریاست کی پوجا کرتے ہیں۔جس ریاست کی مرزا قادیانی پوجا کرتا تھا اسکا نقشہ بیان کر چکے ہیں کہ وہ خوفناک نفرت، جرائم اور بدنظمی کا راستہ ہے۔

حزب التحریر کی اسلامی ریاست بھی بہت ظالمانہ اور دھماکہ خیز ہے جو کبھی بھی ان شاءاللہ قائم نہ ہوگی۔مرزا قادیانی اور حزب التحریر دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ لوگوں کی مشکلات کا حل ریاست کا قیام ہے۔اسلامی سیاست ضروری ہے تاہم اسکی تعمیر ریاست کی قوت کی کمی پر استوار ہو۔مسلمان کمیونٹی کو طاقت واپس لینی چاہیے۔حقیقی رہنما علماء وصوفیاء میں سے ہو اور کمیونٹی انکی پشت پر ہو اور وہ حکمران رہنمائی کریں تاکہ وہ کمیونٹی کو بچا سکے اور شریعت نافذ کرے۔یہ روایتی سیاست ہے اور سیاست کی یہ قسم امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ نے اختیار کی ہے۔ہمیں چاہیے کہ امام

احمد رضا علیہ الرحمہ کے کام کا مطالعہ کریں اور آج مسلمانوں کیلیے بالکل درست راستہ دریافت کریں۔امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ نے مغرب کو کوئی رعایت نہیں

دی۔انہوں نے پوری شریعت کو محفوظ کیا اور اسلامی زندگی ونظریات وخیالات کو محفوظ بنایا ہے۔حاصل بحث یہ ہے کہ مسلمانوں کو آگاہ رہنا چاہیے کہ مرزا قادیانی اور اسکے پیروکار بدتر کافر ہیں اور انکی بھرپور مخالفت کرنی چاہیے اور انہیں مسترد کر دینا چاہیے۔اگر قادیانی کامیاب ہوتے ہیں تو مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی انکی کوئی حد نہیں ہے۔اسکے پیروکاروں کو اسے مکمل طور پر چھوڑ دینا چاہیے اور اسکی پیروی چھوڑ دیں۔اور اپنے پیارے نبی ﷺ کی اُمت کی طرف پلٹ آئیں اور سچائی وکامیابی کی طرف واپس آجائیں۔پیغمبر اعظم ﷺ کی توقیر اور ان سے محبت و پیار کریں اور اپنے خاتم النبیین وحسین آقا حضرت محمد ﷺ کی طرف واپس آجائیں۔

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

قادیانی سوالات کا عالمانہ محاسبہ

علامہ مفتی پیر سائیں غلام رسول قاسمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ

وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْد

قادیانی سوال: ۔عربی زبان کے محاورہ کے مطابق خاتم النبیین کے معنی سب سے افضل اور بزرگ ترین نبی کے ہیں۔ جو نبیوں کا مصدق اور زینت ہو اور جس کی کامل اتباع سے خادم اور امتی نبوت کا فیضان جاری ہو۔قرآن کی متعدد آیات اور احادیث یہی مفہوم بیان کرتی ہیں۔

جواب: ۔آپ کی اس بات میں کئی غلطیاں اور خرابیاں ہیں۔آپ نے بڑے اعتماد کے ساتھ عربی زبان کے محاورے میں خاتم کا معنی افضل اور بزرگ ترین قرار دے دیا ہے مگر اس کا کوئی ثبوت اور کوئی حوالہ نہیں دیا۔پھر آپ نے نبی کریم ﷺ کی احادیث سے بھی منہ موڑا ہے۔ہم سب باتوں کا باحوالہ جواب عرض کرتے ہیں:

خاتم لغت سے حوالہ:

۱۔ صحاح میں ہے کہ ختم اللہ لہ بخیر اللہ اس کا خاتمہ بالخیر کرے۔ وختمت القرآن بلغت آخرہ میں نے قرآن ختم کیا یعنی اس کے آخر تک پہنچ گیا۔

۲۔ لسان العرب میں ہے کہ ختام القوم وخاتمھم وخاتِمھم آخرھم یعنی قوم کے آخری فرد کو خاتم القوم کہتے ہیں۔

۳۔ المنجد میں ہے کہ:

جب کسی چیز کے اوپر ختم آئے یعنی ختم الشی وعلیہ تو اس کا معنی ہے مہر لگانا۔

جب کسی عمل کو ختم کرنا آئے یعنی ختم العمل تو اس کا معنی ہے کسی کام سے فراغت حاصل کرنا۔

جب کتاب ختم کی جائے یعنی ختم الکتاب تو اس کا معنی ہے کتاب پوری پڑھ لینا۔

جب برتن کے لیے استعمال ہو یعنی ختم الاناء تو اس کا معنی ہے برتن کو مٹی وغیرہ سے بند کرنا۔

جب دروازے کے لیے استعمال ہو یعنی ختم علیک بابہ تو اس کا معنی ہے دروازہ بند کرنا۔اور منہ موڑ لینا۔

جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اچھائی ملنے پر استعمال ہو یعنی ختم اللہ لہ بالخیر تو اس کا معنی ہے اللہ نے اس کا انجام اور خاتمہ اچھا کیا۔

جب کسی کے دل پر استعمال ہو یعنی ختم اللہ علیٰ قلبہ تو اسکا معنی ہے بے سمجھ بنانا۔

جب مبالغہ کے ساتھ استعمال ہو یعنی خَتَّمَ تو اس کا معنی ہے اچھی طرح ختم کرنا۔

جب ختمہ آئے اس کا معنی ہے انگوٹھی پہنانا۔

اختم الکتاب کا معنی ہے کتاب کے خاتمہ پر پہنچنا۔

الختم کا معنی ہے مہر۔

اختتام کا معنی ہے پورا کرنا۔

خاتِم کا معنی ہے انگوٹھی، مہر، ہر چیز کا انجام، گدی کا گڑھا، ٹانگوں کی تھوڑی سفیدی۔

الخاتمہ کا معنی ہے انجام، اس کی جمع خواتیم ہے۔

لغت کے ان تمام حوالہ جات میں کہیں بھی خاتم کا معنی افضل نہیں کیا گیا بلکہ آخری کیا گیا ہے۔

قرآنی لغت سے حوالہ:

دنیا میں قرآنی لغت کی سب سے اچھی کتاب مفردات راغب میں اس لفظ کا استعمال مختلف آیات میں دکھایا گیا ہے اور ہر جگہ سیاق وسباق کی روشنی میں اس کا الگ معنی بیان کیا گیا ہے، اور اصول بھی یہی ہے کہ کوئی بھی لفظ اپنے معانی کو ظاہر کرنے میں کلام کا آگا پیچھا ملحوظ رکھتا ہے۔ چنانچہ امام راغب علیہ الرحمہ قرآن میں مختلف مقامات پر ختم کے مختلف معانی لکھتے ہیں اور آیت خاتم النبیین پر پہنچے ہیں تو لکھا ہے کہ: خاتم النبیین :لانہ ختم النبوۃ ای تممھا بمجیئہ یعنی خاتم النبیین سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ نے نبوت کو ختم کردیا یعنی اپنے آجانے کے بعد اسے تمام کردیا (مفرداتِ راغب صفحہ۱۴۲)۔ یہاں بھی خاتم کا معنی افضل نہیں بلکہ آخری، ختم کرنے والا اور تمام کرنے والا ہے۔

تفاسیرِ قرآن سے حوالہ:

۱۔ علامہ ابن جریر طبری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں :ای ختم النبوۃ وطبع علیھا ، فلا تفتح لاحد بعدہ الی یوم القیامۃ یعنی نبوت ختم کردی اور اس پر ایسی مہر لگادی کہ اب قیامت کے دن تک کسی کے لیے نہیں کھلے گی۔

حضرت قتادہ علیہ الرحمہ کا قول لکھتے ہیں :ای آخرھم یعنی خاتم سے مراد آخری ہے۔

آ گے لکھتے ہیں کہ خاتم کا معنی ہے انبیاء کو ختم کرنے والا اور خاتَم کا معنی ہے آخـر النبیین (تفسیر ابنِ جریر طبری جلد۱۲ صفحہ۲۰)۔

۲۔ معروف درسی کتاب جلالین جو عرصہ دراز سے مدارس میں پڑھائی جارہی ہے، اس میں ہے کہ: خـاتـم النبیین: فلا یکون له ابن رجل بعده یکون نبیا وفی قراٗه بفتح التاء کالة الختم ای به ختموا یعنی خاتم النبیین سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کا کوئی بیٹا جوانی تک نہ پہنچا جو آپ ﷺ کے بعد نبی ہوتا۔ ایک قراٗۃ تا کی زبر کے ساتھ بھی ہے جیسے ختم کا آلہ ہوتا ہے، مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے ذریعے انبیاء ختم کیے گئے۔

اس کے فوراً بعد وکان الله بکل شیء علیما کے تحت لکھتے ہیں کہ بان لا نبی بعده واذا نزل السید عیسیٰ یحکم بشریعته یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو آپ ﷺ کی شریعت کے مطابق فیصلے کریں گے (جلالین صفحہ۳۵۵)۔

۳۔ تفسیر بغوی میں ہے کہ خاتم ای آخرهم یعنی خاتم سے مراد آخری ہے (بغوی جلد۳ صفحہ۵۳۳)۔

۴۔ امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: خاتم النبیین: وذلک لان النبی الذی یکون بعده نبی ان ترک شیئا من النصیحة والبیان یستدرکه من یاتی بعده، واما من لا نبی بعده یکون اشفق علیٰ امته واهدیٰ لهم و اجدیٰ، اذهو کوالد لولده الذی لیس له غیره من احد یعنی نبی کریم ﷺ خاتم النبیین اس لیے ہیں کہ جس نبی کے بعد کسی دوسرے نبی نے آنا ہو اگر وہ نصیحت اور بیان میں سے کوئی چیز ترک کر جائے تو بعد میں آنے والا اس کمی کو پورا کر دیتا ہے، لیکن جس نبی کے بعد کوئی نبی نہ ہو وہ اپنی امت پر سب سے زیادہ شفیق اور ان کے لیے سب سے بڑا ہادی ہوتا ہے، وہ ان کے لیے اس باپ کی طرح ہوتا ہے جو اپنی اولاد کا اکیلا ذمہ دار ہو (تفسیر کبیر جلد۹ صفحہ۱۷۱)۔

۵۔ بیضاوی میں ہے کہ: خـاتـم النبیین وآخرهم الذی ختمهم او ختموا به ولا یقدح فیه نزول عیسیٰ بعده لانه اذا نزل کان علی دینه مع ان المراد منه انه آخر من نبی یعنی خاتم النبیین کا معنی ہے آخری نبی، جس نے انہیں ختم کیا یا اس کے ذریعے سے نبی ختم کیے گئے۔ یہ بات نزولِ عیسیٰ کے خلاف نہیں، اس لیے کہ جب وہ نازل ہوں گے تو آپ ﷺ کے دین پر ہوں گے، نیز ختم نبوت سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ سب سے آخر میں نبی بنائے گئے (بیضاوی جلد۲ صفحہ۲۴۷)۔

۶۔ قرطبی میں ہے کہ: هـذه الالـفـاظ عند جماعة علماء الامة خلفاو سلفا متلقاة علی العموم

السلام مقتضیہ نصا انه لا نبی بعدہ ﷺ یعنی قرآن کے یہ الفاظ امت کے اگلے پچھلے تمام علماء کے نزدیک تواتر کے ساتھ اپنے کامل عموم پر محمول ہیں، اس کا بطورِ نص یہی تقاضا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں (قرطبی جلد ۱۴ صفحہ ۱۷۳)۔

۷۔ ابن کثیر میں ہے کہ: و قد اخبر تبارک و تعالیٰ فی کتابه، و رسوله صلی الله علیه وسلم فی السنة المتواترة عنه انه لا نبی بعده لیعلموا ان کل من ادعیٰ هذا المقام بعده فهو کذاب افاک د جال ضال مضل ولو تخرق و شعبد یعنی بلاشبہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں خبر دی ہے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی سنتِ متواترہ میں بیان فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں تا کہ لوگ جان لیں کہ ہر وہ شخص جس نے آپ ﷺ کے بعد اس مقام کا دعویٰ کیا وہ جھوٹا ہے، الزام تراش ہے، دجال ہے، گمراہ ہے، گمراہ کن ہے خواہ خرقِ عادت اور شعبدہ بازیاں کر کے دکھاتا پھرے (ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۴۶۷)۔

۸۔ البحر المحیط میں ہے کہ: ختمهم ای جآء آخرهم یعنی نبیوں کو ختم کیا کا معنی ہے ان کے آخر میں آئے (البحر المحیط جلد ۷ صفحہ ۲۳۶)۔

آگے لکھتے ہیں: روی عنه علیه السلام الفاظ تقتضی نصا انه لا نبی بعده صلی الله علیه وسلم والمعنی انه لا یتنبا احد بعده ولا یرد نزول عیسیٰ آخر الزمان لانه ممن نبی قبله و ینزل عاملا علی شریعة محمد صلی الله علیه وسلم یعنی آپ ﷺ سے ایسے شفاف الفاظ مروی ہیں جو نص کے طور پر تقاضا کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔ اور اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی بنایا نہیں جائے گا۔ یہ بات آخری زمانے میں نزولِ عیسیٰ کے خلاف نہیں اس لیے کہ وہ آپ ﷺ سے پہلے نبی بنا دیے گئے تھے اور جب نازل ہوں گے تو شریعتِ محمدی پر عمل کریں گے (البحر المحیط جلد ۷ صفحہ ۲۳۶)۔

۹۔ خازن میں ہے: خاتم النبیین ختم الله بها النبوة فلا نبوة بعده ای و لا معه ان عیسیٰ ممن نبی قبله یعنی خاتم النبیین کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے سے نبوت کو ختم کر دیا ہے لہٰذا آپ کے بعد کوئی نبوت نہیں اور نہ ہی آپ کے ساتھ کوئی نبی تھا اور عیسیٰ علیہ السلام آپ سے پہلے نبی بنا دیے گئے ہیں (خازن جلد ۳ صفحہ ۵۰۲)۔

اس کے حاشیہ پر تفسیر مدارک موجود ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں: خاتم النبیین بمعنی الطابع ای آخرهم یعنی لا ینباء احدبعده و عیسیٰ ممن نبی قبله یعنی خاتم کا معنی طابع یعنی آخری ہے۔ مراد یہ ہے

کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں بنایا جائے گا اور عیسیٰ آپ سے پہلے نبی بنا دیے گئے ہیں (مدارک علی ہامش خازن جلد ۳ صفحہ ۵۰۲)۔

۱۰۔ روح المعانی میں ہے کہ: کونہ علیہ السلام خاتم النبیین مما نطقت بہ الکتاب و صدعت بہ السنۃ و اجمعت علیہ الامۃ فیکفر مدعی خلافہ و یقتل ان اصر یعنی آپ ﷺ کا خاتم النبیین ہونا ان چیزوں میں سے ہے جنکے بارے میں کتاب نے بول کر بتایا ہے اور سنت نے اس کی وضاحت کردی ہے اور امت کا اس پر اجماع ہے، لہذا اسکے خلاف دعویٰ کرنے والا کافر ہے اور اگر بعض نہ آئے تو اسے قتل کیا جائے گا (روح المعانی جلد ۲۲ صفحہ ۳۹)۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں: و الخاتم اسم آلۃ لما یختم بہ کالطابع لما یطبع بہ فمعنی خاتم النبیین الذی ختم النبیون بہ ومآلہ آخر النبیین یعنی خاتم اسم آلہ ہے جس سے ختم کیا جائے، جیسے طابع ہوتا ہے جس سے طبع کیا جائے، لہذا خاتم النبیین وہ ہوا جسکے ذریعے سے نبیوں کو ختم کیا گیا اور اس سے مراد آخر النبیین ہے (روح المعانی جلد ۲۲ صفحہ ۳۲)۔

تیسری جگہ فرماتے ہیں: المراد بکونہ علیہ السلام خاتم النبیین انقطاع وصف النبوۃ فی احد من الثقلین بعد تحلیہ علیہ السلام فی ھذا النشاۃ یعنی آپ علیہ السلام کے خاتم النبیین ہونے سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے اس دنیا میں جلوہ افروز ہو جانے کے بعد ثقلین میں سے کسی ایک کا بھی وصف نبوت سے متصف ہونا منقطع ہو چکا ہے۔
(روح المعانی جلد ۲۲ صفحہ ۳۲)۔

مفسرین کی عبارات کو بار بار پڑھیے، ہر ایک کا انداز جداگانہ ہے۔ ان میں سے کسی ایک نے بھی خاتم کا معنی افضل نہیں کیا۔ نیز خاتم کا معنی صاف لفظوں میں آخری لکھا اور فرمایا کہ قیامت تک اس مہر کو توڑا نہیں جاسکتا۔ نیز نزول مسیح کو ختم نبوت کے منافی سمجھنے والوں کا منہ بند کردیا، نیز خاتم کا معنی آخری لکھا، نیز امام رازی علیہ الرحمہ نے عقلی طور پر بھی خاتم بمعنی آخری ثابت کردیا اور بعد میں کسی نے نبی کو ماننا باپ بدلنے کے مترادف قرار دیا۔

عربی زبان کا قاعدہ:

عربی زبان کا قاعدہ یہ ہے کہ خاتم کی اضافت جب جماعت کی طرف ہو تو اس سے مراد ہمیشہ آخری ہوتی ہے۔ النبیین چونکہ جماعت ہے لہذا خاتم النبیین سے مراد آخری نبی ہوئی۔

مرزا قادیانی کا اعتراف:

خود مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ: میرے بعد میرے والدین کے گھر کوئی لڑکی یا لڑکا پیدا نہیں ہوا۔ اور میں ان کے لیے خاتم الاولاد تھا (تریاق القلوب صفحہ ۳۵۱)۔ مرزا قادیانی نے خاتم الاولاد کا معنی آخری بچہ لکھ کر ایسا واضح اعتراف کیا ہے کہ قادیانی قیامت تک اس عذاب سے جان نہیں چھڑا سکتے۔

اب احادیث کی طرف آیئے:

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ پر قرآن اسی لیے نازل کیا ہے کہ آپ اس کا مطلب واضح کریں۔ اللہ کریم فرماتا ہے: انزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم یعنی اے محبوب ہم نے آپ پر قرآن اس لیے نازل کیا ہے کہ آپ لوگوں پر واضح کریں جو کچھ ان کی طرف نازل کیا گیا ہے (النحل: ۴۴)۔

اب فرمایئے آپ نے نبی کریم ﷺ کی بے شمار احادیث نقل کرنے سے کیوں گریز کیا؟ اور صرف لغت کا سہارا کیوں لیا؟ جن احادیث سے آپ نے آنکھیں چرائی ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں۔ ہر حدیث کے الفاظ پر غور کرنا اور اپنا خود ساختہ خاتم بمعنی افضل والا خیال بھی ذہن میں رکھنا۔

حدیث نمبر ۱: کَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِیلَ تَسُوسُھُمُ الْاَنْبِیَاءُ کُلَّمَا ھَلَکَ نَبِیٌّ خَلَفَهُ نَبِیٌّ وَاِنَّهُ لَا نَبِیَّ بَعْدِی وَسَیَکُونُ خُلَفَاءُ فَیَکْثُرُونَ قَالُوا فَمَا ذَا تَأْمُرُنَا یَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ فُوا بَیْعَةَ الْاَوَّلِ فَالْاَوَّلِ اَعْطُوا حَقَّھُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ سَائِلُھُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاھُمْ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۹۱، مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۲۶، مشکوٰۃ صفحہ ۳۲۰، المستد صفحہ ۹)۔

ترجمہ: بنی اسرائیل میں لوگوں کی اصلاح کا کام انبیاء کے ذمے تھا۔ ایک نبی کے بعد دوسرا نبی آ جاتا تھا۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ بلکہ اب خلفاء ہوں گے اور کثرت سے ہوں گے۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! پھر ہمارے لیے کیا حکم ہے۔ فرمایا پہلے کی بیعت نبھاؤ بس پہلے کی بیعت نبھاؤ۔ تم انکا حق ادا کرتے رہو۔ اللہ ان سے ان کی رعایا کے بارے میں خود پوچھ لے گا۔ اس حدیث میں ختم نبوت کی وضاحت چار طرح سے کر دی گئی ہے۔

(ا) بنی اسرائیل کے پے در پے آنے والے انبیاء علیہم السلام کی بجائے لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے الفاظ فرمائے گئے۔ ظاہر ہے پے در پے آنے والے انبیاء سب کے سب نئی شریعت لے کر نہیں آتے تھے۔ اب ان کی بجائے لا نبی بعدی فرمایا تو مطلب یہ ہوا کہ نئی شریعت والا نبی ہو یا پہلی شریعت کا تابع نبی ہو، دونوں کا آنا ممنوع ہے۔

(ب) آنے والوں کے لیے انبیاء کی بجائے خلفاء کا لفظ استعمال فرمانا اس بات کا سیدھا سیدھا ثبوت ہے کہ اب نبوت بند ہے اور خلافت جاری ہے۔

(ج)　　خلفاء کے لیے ''کثرت'' کا لفظ بھی اس بات کو واضح کر رہا ہے کہ خلفاء سے مراد انبیاء نہیں ہیں۔ ورنہ چودہ سو سال میں کثرت سے انبیاء آ چکے ہوتے۔

(د) ''پہلے خلیفہ کی بیعت نبھانے'' کے الفاظ سے معلوم ہوا کہ ایک ہی شخص کئی خلفاء کا زمانہ پائے گا۔ خلفاء کا یہ تسلسل بھی ختم نبوت میں کسی ظلی اور بروزی رخنہ اندازی کی اجازت نہیں دیتا۔

(ہ) ''تم اُن کا حق ادا کرتے رہو۔ اللہ اُن سے اُن کی رعایا کے بارے میں خود پوچھ لے گا''۔ اِن الفاظ سے معلوم ہوا کہ ان خلفاء سے خطا کے سرزد ہونے کا امکان ہوگا اور وہ معصوم نہیں ہوں گے اور جو معصوم نہ ہو وہ نبی نہیں ہوتا۔

حدیث نمبر۲: اِنَّ مَثَلِی وَمَثَلَ الْاَنْبِیَآءِ مِنْ قَبْلِیْ کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنیٰ بَیْتاً فَاَحْسَنَهٗ وَاَجْمَلَهٗ اِلَّا مَوضِعُ لَبِنَۃٍ مِنْ زَاوِیَۃٍ فَجَعَلَ النَّاسُ یَطُوْفُوْنَ بِهٖ وَیَتَعَجَّبُوْنَ لَهٗ وَیَقُوْلُوْنَ هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَۃُ قَالَ فَاَنَا اللَّبِنَۃُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ (بخاری جلد۱ صفحہ۵۰۱، مسلم جلد۲ صفحہ۲۴۸، ترمذی جلد۲ صفحہ۲۰۲، المستند صفحہ۷)۔

ترجمہ:۔ میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک آدمی نے حسین وجمیل محل بنایا ہو مگر کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی ہو۔ لوگ آ کر اس محل میں گھوم پھر کر دیکھتے ہیں اور اس کی خوبصورتی پر حیران ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ایک اینٹ کی جگہ کیوں خالی ہے۔ بس میں وہ آخری اینٹ ہوں۔ اور میں خاتم النبیین ہوں۔

ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ: فجئت انا فاتممت تلک اللبنۃ یعنی میں آیا اور میں نے وہ اینٹ مکمل کر دی (ابن ابی شیبہ جلد۷ صفحہ۴۳۹)۔

ایک اور حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ: فانا موضع اللبنۃ جئت و ختمت الانبیاء یعنی میں اس اینٹ کی جگہ پر ہوں، میں آیا اور انبیاء کو ختم کر دیا (ابن ابی شیبہ جلد۷ صفحہ۴۳۹)۔

حدیث نمبر۳: اِنَّ الرِّسَالَۃَ وَالنُّبُوَّۃَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ (ترمذی جلد۲ صفحہ۵۳، المستند صفحہ۷)۔

ترجمہ:۔ بلاشبہ رسالت اور نبوت دونوں منقطع ہو چکی ہیں۔ اب میرے بعد نہ تو کوئی رسول ہوگا اور نہ کوئی نبی۔

حدیث نمبر۴: اَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَهٗ نَبِیٌّ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَیْسَ بَعْدَهٗ اَحَدٌ (مسلم جلد۲ صفحہ۲۶۱، المستند صفحہ۷)۔

ترجمہ:۔ میں عاقب ہوں، اور عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو، ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد ایک بھی نہ ہو۔

حدیث نمبر ۵: و جعلنی فاتحا و خاتما یعنی اللہ نے مجھے کھولنے والا اور بند کرنے والا بنایا ہے (شفاء جلد ا صفحہ ۱۱۰)۔

حدیث نمبر ۶: جئت و ختمت الانبیاء یعنی میں آیا اور میں نے انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا (مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۴۸)۔

ہم نے بے شمار احادیث میں سے صرف چند احادیث با حوالہ لکھی ہیں۔ بعض دیگر احادیث کی صورت حال مختصراً اس طرح ہے۔ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتا (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۰۹)۔ علی میرے لیے اسی طرح ہے جس طرح موسیٰ کے لیے ہارون مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں (بخاری جلد ا صفحہ ۵۲۶، مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷۸) میں اور قیامت اس طرح ہیں جس طرح یہ دو انگلیاں جڑی ہوئی ہیں (بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۶۳، مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۰۶)۔ سب سے پہلے نبی آدم ہیں اور آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (دیلمی)۔ میرے بعد تیس جھوٹے شخص ہوں گے، ان میں سے ہر ایک کہے گا کہ میں نبی ہوں حالانکہ میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۴۵، بخاری جلد ا صفحہ ۵۰۹، مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۹۷، ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۲۲۸)۔ اس حدیث میں حبیب کریم ﷺ کے الفاظ یہ ہیں کہ انا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔ خاتم النبیین کے فوراً بعد لا نبی بعدی فرمانے کا کیا مطلب ہوا؟ کیا یہ جملہ مربوط ہے کہ میں افضل نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں؟

تمام دلائل کو مدنظر رکھ کر بات کرنی چاہیے۔ ہر دور میں ہر باطل طبقے کا یہی رویہ رہا ہے کہ پوری بات میں سے اپنی مرضی کا ٹکڑا کاٹ لیتے ہیں اور اسے میدان استدلال میں اتار دیتے ہیں، پوری صورت حال کو سامنے رکھ کر امت یہ فیصلہ دے چکی ہے کہ خاتم النبیین اور لا نبی بعدی میں کسی ہیرا پھیری کی اجازت نہیں۔ قاضی عیاض علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

اِجْتَمَعَتِ الْاُمَّةُ عَلٰی حَمْلِ هٰذَا الْکَلَامِ عَلٰی ظَاهِرِهٖ وَاَنَّ مَفْهُوْمَهُ الْمُرَادُ بِهٖ دُوْنَ تَاوِیْلٍ وَلَا تَخْصِیْصٍ یعنی پوری اُمت کا اس پر اجماع ہے کہ خاتم النبیین اور لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے الفاظ اپنے ظاہر پر محمول ہیں اور ان میں کسی قسم کی تاویل اور تخصیص جائز نہیں (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۲۴۷)۔

<u>قادیانی سوال</u>: بعض لوگ لا نبی بعدی کا قرآن کے بالکل خلاف یہ ترجمہ کرتے ہیں حضور ﷺ کے بعد کسی قسم کا نبی نہیں آ سکتا۔ زوجہ رسول ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: لوگو آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین تو کہو مگر ہرگز یہ نہ کہو کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

<u>جواب</u>:۔

۱۔ تھوڑی سی حاضر دماغی کے ساتھ قادیانیوں کا سوال دوبارہ پڑھیے، آپ کو ہنسی آ جائے گی۔ سوال میں نبی کریم ﷺ کا فرمان نقل کیا گیا ہے **لانبی بعدی** میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اگلے جملے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول نقل کیا گیا ہے کہ **لا تقولوا لانبی بعدہ** یعنی لا نبی بعدہ مت کہو۔

قادیانی حضرات بتائیں کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ لا نبی بعدی کہو۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول آپ نقل کر رہے ہیں کہ لا نبی بعدی مت کہو۔ یہ تضاد آپ نے کیوں کھڑا کیا؟

۲۔ آپ نے کہا لا نبی بعدی کا معنی قرآن کے خلاف مت کرو۔ پھر آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے کہا لا نبی بعدی سرے سے ہی مت کہو۔ بتایئے ان دو باتوں میں سے کون سی بات صحیح ہے؟

۳۔ تیسری بات یہ بتایئے کہ کتابوں میں اس قول کی توجیہ موجود ہے کہ ام المومنین رضی اللہ عنہ نے یہ بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے پیش نظر فرمائی ہے (تکملہ مجمع البحار جلد ۵ صفحہ ۵۰۲)۔ آپ اس بات کو کیوں ہضم کر گئے۔

۴۔ چوتھی بات یہ بتایئے کہ آپ نے اس سوالنامے میں ملا محمد طاہر گجراتی کی کتاب مجمع البحار کا حوالہ خود بھی دیا ہے۔ مجمع البحار کے اسی صفحے پر لکھا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ نے یہ بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے پیش نظر فرمائی ہے، آپ نے ساری بات کیوں نہ لکھی اور دیانت داری سے کام کیوں نہ لیا؟

۵۔ پانچویں بات یہ بتایئے کہ آپ کو حدیث **لا نبی بعدی** کا مفہوم قرآن کے خلاف نظر آنے لگا مگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول حضور کریم ﷺ کی احادیث کے خلاف کیوں نظر نہ آیا۔

۶۔ قادیانیوں کے اس سوال کا تحقیقی جواب یہ ہے کہ یہ بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کے پیش نظر کہی گئی ہے اور اگلے علماء خود ان باتوں کی وضاحت کر چکے ہیں۔

۷۔ قادیانیوں نے خود درمنثور کا حوالہ دیا ہے، حالانکہ اس کتاب کے اسی صفحے پر اسی عبارت کے بعد حضرت مغیرہ بن شعبہ ﷺ کی طرف سے یہ وضاحت بھی موجود ہے کہ **فانا کنا نحدث ان عیسی علیہ السلام خارج فان ھو خرج فقد کان قبلہ و بعدہ** یعنی ہم لوگ حدیثیں بیان کرتے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام آنے والے ہیں، اگر وہ آ گئے تو وہ حضور ﷺ سے پہلے بھی تھے اور بعد میں بھی ہوں گے (درمنثور جلد ۵ صفحہ ۲۰۴)۔

۸۔ درمنثور کی یہ عبارت جسے آپ نے چھپایا تھا، بتا رہی ہے کہ یہ قول نزول مسیح کے پیش نظر فرمایا گیا ہے۔ نیز قادیانیوں کے لیے ایک مصیبت مزید کھڑی ہو گئی کہ اس میں جس عیسیٰ علیہ السلام کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے

پہلے مانا گیا ہے اسی کو بعد میں بھی مانا گیا ہے جس سے مرزا صاحب کا بستر گول ہو گیا۔

۹۔ خودام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حدیث روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا لا یبقی بعدی من النبوة شی الا المبشرات الحدیث یعنی میرے بعد نبوت میں سے کچھ نہیں بچا سوائے سچے خوابوں کے (مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۱۲۹)۔

۱۰۔ آخر میں قادیانی مذہب کے پیشوا محمد علی لاہوری کی تحقیق بھی ملاحظہ فرمائیے۔ یہ قادیانیوں کے اس فرقے کا بانی ہے جو مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتا بلکہ صرف مجدد تسلیم کرتا ہے۔ لاہوری صاحب لکھتے ہیں: ایک قول حضرت عائشہ صدیقہ کا پیش کیا جاتا ہے جس کی سند کوئی نہیں قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعده (بیان القران جلد ۳ صفحہ ۱۵۱۶)۔ آگے محمد علی صاحب لمبی بحث کرتے ہیں اور اس قول کی سخت تردید کرتے ہیں۔

قادیانیوں کے سوال میں ایک جملہ یہ ہے کہ: ''بعض لوگ حدیث لا نبی بعدی کا قرآن کریم کے بالکل خلاف یہ ترجمہ کرتے ہیں''۔ قادیانیوں کی ہیرا پھیری صاف نظر آ رہی ہے کہ حضور کریم ﷺ کی امت کے سو فیصد لوگوں کو بعض لوگ کہہ دیا ہے۔ ہر مفسر اور ہر محدث نے اس حدیث کا وہی معنی بیان کیا ہے جو قادیانیوں کو قرآن کے خلاف نظر آ رہا ہے۔ دراصل وہ قرآن کے خلاف نہیں بلکہ قادیانیوں کے خلاف ہے۔ چنانچہ ہم الشفاء وغیرہ کے حوالہ سے پوری امت کا اجماع نقل کر چکے ہیں۔

قادیانی سوال:۔ حضرت ابن قتیبہ اور ملا محمد طاہر گجراتی فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول لا نبی بعدی کے منافی نہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ کی مراد یہ ہے کہ کہ ایسا نبی نہیں ہوگا جو آپ ﷺ کی شریعت کو منسوخ کرے (تکملہ مجمع البحار صفحہ ۸۵)۔

جواب:۔ یہ عبارت نقل کرنے میں آپ نے بد دیانتی سے کام لیا ہے۔ چنانچہ ملا طاہر گجراتی رحمۃ اللہ علیہ کی اصل عربی عبارت اس طرح ہے:

عیسیٰ انہ یقتل الخنزیر و یکسر الصلب و یزید فی الحلال ای یزید فی حلال نفسہ بان یتزوج و یولدلہ و کان لم یتزوج قبل رفعہ الی السماء فزاد بعد الھبوط فی الحلال فحینئذ یومن کل احد من اھل الکتاب للیقین بانہ بشر ، و عن عائشۃ قولوا خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی بعدہ و ھذا ناظر الی نزول عیسیٰ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام خنزیر کو قتل کریں گے اور صلیب کو توڑیں گے اور اپنے ذاتی حلال یعنی نکاح میں اضافہ کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی جب کہ آپ نے آسمان پر اٹھائے جانے

سے پہلے شادی نہیں کی تھی اور نیچے اترنے کے بعد اس حلال چیز کا اضافہ کریں گے، اب تمام اہل کتاب ان پر ایمان لائیں گے اور ان کی بشریت کا یقین کریں گے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ خاتم الانبیاء کہو اور لا نبی بعدہ نہ کہو، یہ بات ام المومنین نے حضرت عیسیٰ کے نزول کے پیش نظر فرمائی ہے (مجمع البحار جلد ۵ صفحہ ۵۰۲ تکملہ)۔

اس عبارت کو بار بار پڑھیے۔ ساری صورت حال کیا تھی اور آپ نے اسے کیا بنا ڈالا؟ آپ نے نزول مسیح والی بات کو کیوں چھپایا؟ نیز عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر جانے سے پہلے نکاح نہ کرنا اور بعد میں آ کر نکاح کرنا مرزا قادیانی کی مسیحیت کو باطل ثابت کر رہا ہے، آپ نے اس بات کو کیوں چھپایا؟ بینوا و توجروا

<u>قادیانی سوال</u>: ۔حضرت امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مطلق نبوت نہیں اٹھائی گئی۔ محض تشریعی نبوت ختم ہوئی ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کے قول مبارک لا نبی بعدی و لا رسول سے مراد صرف یہ ہے کہ میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں جو نئی شریعت لے کر آئے (الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۲۴)۔

<u>جواب</u>:۔ جس کتاب الیواقیت والجواہر کا آپ نے حوالہ دیا ہے اس کی عبارت سے پہلے کیا تھا اور بعد میں کیا تھا۔ ہم سب کچھ نقل کرتے ہیں پھر آپ اپنے ضمیر کی عدالت میں کھڑے ہو کر اسے جواب دینا کہ آپ نے یہ خیانت کیوں فرمائی؟

آپ نے جو عبارت نقل کی ہے اس سے پہلے یہ تھا: وحی کا دروازہ ہے جو محمد ﷺ کی وفات کے بعد بند ہو چکا ہے اور قیامت تک کسی کے لیے نہیں کھلے گا، لیکن اولیاء کے لیے الہام کا سلسلہ باقی ہے جس میں تشریع نہیں ہوتی۔ اگر جبریل علیہ السلام کے ذریعے وحی کا سلسلہ باقی ہوتا تو عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد شریعت محمدی کے مطابق فیصلہ نہ کرتے بلکہ جبریل کی لائی ہوئی وحی کے ذریعے فیصلہ کرتے۔

امام شعرانی کی اصل عربی عبارت اس طرح ہے **ھذا باب اغلق بعد موت محمد ﷺ فلا یفتح لاحد الی یوم القیامۃ و لکن بقی للاولیاء وحی الالہام الذی لا تشریع فیہ** الخ (الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۳۷)۔

یہ فرما رہے ہیں کہ اب وحی کا دروازہ قیامت تک کے لیے بند ہے جب کہ آپ کے مرزا صاحب پانچ جلدوں میں اپنی وحی کی کتاب براہین احمدیہ اٹھائے پھرتے ہیں۔ امام شعرانی فرما رہے ہیں کہ وحی نہیں بلکہ الہام جاری رہیں گے۔ بتائیے وحی کی نفی اور الہام کا اثبات کیا بتا رہا ہے؟ امام شعرانی فرما رہے ہیں کہ جن لوگوں کو الہام ہو گا وہ

اولیاء ہوں گے۔ بتائیے امام شعرانی نے انہیں نبی کیوں نہیں کہا؟ امام شعرانی فرما رہے ہیں کہ ان اولیاء کے الہام میں شریعت نہیں ہوگی۔ بتائیے تشریع کا معنی کیا ہوا؟ آپ نے تشریعی نبی سے صاحب کتاب ہونے کا جو فراڈ چلا رکھا ہے وہ کچلا گیا کہ نہیں؟ تشریع سے مراد نبوت والی وحی ثابت ہوگئی کہ نہیں خواہ اس کا تعلق نئی شریعت سے ہو یا اسی شریعت کی وضاحت ہو؟

آپ نے جو امام شعرانی کی عبارت نقل کی ہے، اب دیکھئے کہ اس کے بعد انہوں نے کیا لکھا تھا جسے آپ نے ہڑپ کر لیا۔ فرماتے ہیں:

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز فرمایا کرتے تھے کہ انبیاء کو نبوت کا نام دیا گیا ہے اور ہمیں لقب، یعنی نبی کا نام ہم سے ہٹا دیا گیا ہے، اگرچہ اللہ تعالیٰ ہمیں باطنی طور پر اپنے کلام اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کے معانی بتاتا ہے۔ ایسے مقام کے لوگوں کو انبیاء کی بجائے اولیاء کا نام دیا گیا ہے۔ حجر علینا اسم النبی مع ان الحق یخبرنا فی سرائرنا بمعانی کلامہ و کلام رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم و یسمی صاحب ھذا المقام من انبیاء : الاولیاء الخ (الیواقیت والجواہر جلد۲ صفحہ ۳۷)۔

بتائیے آپ نے یہ سب باتیں کیوں چھپائیں؟ اس سے بھی آگے پڑھیے۔ امام شعرانی علیہ الرحمہ اسی سے آگے ایک سوال اٹھا کر خود ہی اس کا جواب دیتے ہیں۔

سوال: ۔ما الحکم فی تشریع المجتھدین؟ یعنی اجتہاد کرنے والے علماء کی تشریع کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: ۔ان المجتھدین من لم یشرعوا شیئا من عند انفسھم و انما شرعوا ما اقتضاہ نظرھم فی الاحکام فقط الخ یعنی مجتہدین نے اپنے پاس سے کسی چیز کو شریعت میں داخل نہیں کیا بلکہ ان کا اجتہاد قرآن وسنت کے احکام کی روشنی میں ہے (حاصل الیواقیت والجواہر جلد۲ صفحہ ۳۷)۔

امام شعرانی علیہ الرحمہ کے سوال جواب کی اس عبارت کو بار بار پڑھیے۔ خصوصاً قادیانی عوام سے درخواست ہے کہ اس پر اچھی طرح غور کریں۔ آپ کے پیشوا جو فراڈ آپ کو لگا رہے ہیں آپ خود اسے سمجھ جائیں گے۔ اس عبارت میں مجتہدین کے اجتہاد کو بھی تشریع کہا گیا ہے۔ جس سے صاف واضح ہوگیا کہ تشریع سے مراد قرآن کے مقابلے پر نئی کتاب نہیں ہوتی بلکہ تشریع سے مراد شریعت کی وضاحت کرنا ہوتی ہے اور یہ وضاحت وحی اور نبوت کے ذریعے کرنا بند ہے اور اجتہاد و الہام کے ذریعے کرنا جاری ہے۔ قادیانی جہاں کہیں بھی تشریع کا لفظ پکڑ لیتے ہیں ہر جگہ تشریع سے علماء کی یہی مراد ہوتی ہے۔ ہمارے اس پیراگراف نے قادیانیت کے اس فریب کو دفن کر کے رکھ دیا ہے اور

صوفیاء کی بات صوفیاء ہی کی زبان سے واضح کردی گئی ہے۔

آپ نے علماء کی جتنی بھی عبارتیں پیش کی ہیں ان میں آپ نے اسی لفظ سے دھوکا دیا ہے اور اس ایک لفظ کی وضاحت آجانے کے بعد اصولی طور پر آپ کی تمام عبارات کی تردید ہوگئی ہے۔

قادیانی سوال:۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے اس قول لا نبی بعدی سے ہمیں یہ معلوم ہوا ہے کہ جو نبوت اور رسالت ختم ہوگئی ہے وہ حضور ﷺ کے نزدیک نئی شریعت والی نبوت ہے (قرۃ العینین صفحہ ۳۱۹)۔

جواب:۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں نئی شریعت والی نبوت کا لفظ موجود نہیں ہے اور آپ نے حوالہ نقل کرنے میں بددیانتی سے کام لیا ہے۔ شاہ صاحب کی اصل عبارت اس طرح ہے:

فعلمنا بقوله عليه الصلوة والسلام لا نبی بعدی ولا رسول ان النبوة قد انقطعت و الرسالة، انما يريد بها التشريع، فلما كانت النبوة اشرف مرتبته و اكملها، ينتهی اليها من اصطفاه الله سبحانه تعالى من عباده، علمنا ان التشريع فی النبوة امر عارض بكون عيسى عليه السلام ينزل فينا حكما من غير تشريع وهو نبی بلا شک و خفيت مرتبة النبوة فی الحق بانقطاع بالتشريع یعنی ہم نے آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے فرمان لا نبی بعدی ولا رسول سے جان لیا کہ نبوت اور رسالت منقطع ہو چکی ہے۔ اس سے مراد تشریع ہے۔ جب کہ نبوت اس کا اشرف واکمل مرتبہ ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے چنے ہوئے بندے ہی اس تک پہنچتے ہیں، ہمیں معلوم ہوگیا کہ نبوت میں تشریع ایک عارضی امر ہے، عیسیٰ علیہ السلام کے ہم میں تشریع کے بغیر نازل ہو کر فیصلہ کرنے سے، حالانکہ وہ بلاشبہ نبی ہیں، اور تشریع کے منقطع ہو جانے کی وجہ سے ان کا مرتبہ نبوت پوشیدہ ہوگیا (قرۃ العینین صفحہ ۳۱۹)۔

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی عبارت کو بار بار پڑھیے۔ اگر تشریع سے مراد نئی شریعت والی نبوت ہو تو شاہ صاحب کی عبارت "جب کہ نبوت اس کا اشرف واکمل مرتبہ ہے" بے معنی ہو جائے گی۔ واضح ہوگیا کہ یہاں فی التشریع سے مراد "شرعی معنی میں" ہے۔ لغوی اعتبار سے نبأ سے خبر دینا ہوتا ہے اور رسول سے مراد پیغام پہنچانے والا ہوتا ہے، اور شرعی معنی میں نبی اور رسول سے مراد اللہ کا چنا ہوا نبی اور رسول ہوتا ہے۔

یہ بھی واضح ہوگیا کہ شاہ صاحب نے یہ بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے پیش نظر فرمائی ہے۔

قادیانی سوال:۔ حضرت حافظ برخوردار صاحب لکھتے ہیں کہ: اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ میرے بعد کوئی ایسا نبی

نہیں جو نئی شریعت لے کر آئے، ہاں اللہ چاہے انبیاء، اولیاء میں سے (حاشیہ نبراس از برخوردار صفحہ ۴۴۵)۔

جواب:۔

(۱)۔ حافظ برخوردار صاحب کی عبارت کا جس طرح آپ نے ترجمہ کیا ہے اس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد نئی شریعت والا نبی بھی آ سکتا ہے۔تشریع کی نفی کے بعد ہاں مگر اللہ جسے چاہے کا یہی مطلب بنے گا۔اب یہ مصیبت کس پر پڑی؟

(۲)۔ عبارت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ شرعی معنی میں نبی نہیں آ سکتا اور یہ استثنیٰ منقطع ہے۔

(۳)۔ آپ نے اس عبارت کا ترجمہ کرنے میں بد دیانتی بھی کی ہے۔اصل عبارت اس طرح ہے۔

والمعنی لا نبی بعدی التشریع بعدی الا ما شاء اللہ من انبیاء الاولیاء ان الحق سبحانہ یخبرھم فی سرائرھم بمعانی کلامہ ...... و قد کان الشیخ عبدالقادر الجیلانی ، یقول اوتی الانبیاء اسم النبوۃ و اوتینا اللقب ای حجر علینا اسم النبی مع ان الحق سوی یخبرنا فی سیرائرنا بمعانی کلامہ و کلام رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم و یسمیٰ صاحب ھذا المقام من انبیاء الاولیاء

ترجمہ: لا نبی بعدی سے مراد آپ کے بعد تشریع کا نہ ہونا ہے، سوائے اس کے جو اللہ چاہے اولیاء کے نبیوں میں سے۔ بے شک اللہ تعالیٰ انہیں خفیہ طور پر اپنے کلام کے معانی بتاتا ہے ...... حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی فرماتے تھے کہ نبیوں کو نبوت کا نام دیا گیا ہے اور ہمیں لقب یعنی ہم سے نبی کا نام ہٹالیا گیا ہے، باوجودیکہ اللہ تعالیٰ ہمیں خفیہ طور پر اپنے کلام کے معانی اور اپنے ﷺ کے کلام کے معانی بتاتا ہے۔اس مقام والے کا نام ولایت کا نبی ہے (حاشیہ برخوردار صفحہ ۴۴۵)۔

غور کیجیے، الفاظ تھے :من انبیاء الاولیاء آپ نے اسے قرار دیا ہے من الانبیاء والاولیاء ۔بتایئے آپ نے انبیاء پر ال کیوں لگایا؟ اور انبیاء کو اولیاء کی طرف مضاف کیا گیا تھا مگر آپ نے ان کے درمیان عطف کیوں بنایا؟

انبیاء الاولیاء سے مراد ہے وہ اولیاء جو روحانی طور پر مرتبہ نبوت کو پہنچ جائیں۔جیسا کہ حدیث میں ہے کہ اللہ کے بندے ایسے بھی ہیں جو نہ تو نبی ہیں اور نہ ہی شہید مگر قیامت کے دن نبی اور شہید بھی ان کا مرتبہ دیکھ کر رشک کریں گے ان من عباد اللہ لاناس ماھم بانبیاء ولا الشھداء یغبطھم الانبیاء والشھداء یوم القیامۃ بمکانتھم

عند اللہ (ابوداؤد)۔

بتائیے آپ نے یہ بددیانتی کیوں کی؟

(۴)۔ اس سے آگے اس بات کی وضاحت بھی موجود ہے کہ انبیاء الاولیاء سے کیا مراد ہے؟ حضور غوثِ اعظم فرما رہے ہیں کہ ہم لوگ انبیاء الاولیاء ہیں ۔ویسمی صاحب ھذا لمقام من انبیاء الاولیاء

بتائیے آپ نے یہ اگلی عبارت نقل کیوں نہ کی اور حق کو واضح کیوں نہ ہونے دیا؟ کیا سیدنا غوثِ اعظم قدس سرہ کے یہ الفاظ نبوت کا دعوٰی ہیں؟ معاذ اللہ۔ کیا آپ حضور غوثِ اعظم کو نبی مانتے ہیں؟

قادیانی سوال: ۔حضرت محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں کہ : قول رسول کی رسالت اور نبوت منقطع ہوگئی ہے۔ میرے بعد نہ کوئی رسول ہے نہ کوئی نبی، سے مراد یہ ہے کہ اب ایسا نبی نہیں ہوگا جو میری شریعت کے مخالف شریعت پر ہو۔ بلکہ جب بھی کوئی نبی ہوگا تو وہ میری شریعت کے حکم کے ماتحت ہوگا (فتوحاتِ مکیہ جلد۲ صفحہ۳)۔

جواب: ۔حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے پیشِ نظر فرمائی ہے۔ چنانچہ اس عبارت کے اگلے الفاظ یہ ہیں جنہیں آپ نے ہضم کرلیا ہے :فانہ لا خلاف ان عیسی علیہ السلام نبی و رسول و انہ لا خلاف انہ ینزل فی آخر الزمان یعنی اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نبی اور رسول ہیں اور اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں کہ وہ آخری زمانے میں نازل ہوں گے (فتوحاتِ مکیہ جلد۲ صفحہ۶)۔

فرمائیے! آپ نے مکمل عبارت نقل کیوں نہیں کی؟ اس لیے کہ نزولِ مسیح علیہ السلام کی بات نقل کرنے سے مرزا صاحب کا بستر گول ہو رہا تھا۔

حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اسی صفحے پر مزید لکھتے ہیں :و کذلک کان ھارون ، فسددنا باب اطلاق لفظ النبوۃ علی ھذا المقام مع تحققہ لئلا یتخیل متخیل ان المطلق لھذا اللفظ یرید نبوۃ التشریع فیغلط یعنی یہی معاملہ حضرت ہارون علیہ السلام کا بھی ہے۔ بس ہم نے مرتبے کے تحقق کے باوجود اس مقام پر نبوت کے لفظ کو استعمال کرنے کا دروازہ بند کردیا ہے، تاکہ خیال کرنے والا اس لفظ کو استعمال ہوتا ہوا دیکھ کر تشریعی نبوت نہ سمجھ بیٹھے اور غلطی نہ کھائے (فتوحاتِ مکیہ جلد۲ صفحہ۶)۔

بتائیے آپ نے شیخ اکبر کی یہ عبارت کیوں چھپائی؟ اور کیا شیخ اکبر علیہ الرحمت نے اس عبارت میں قادیانی مذہب کی دھجیاں بکھیر دی ہیں کہ نہیں؟

قادیانی سوال: ۔حضرت ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ: خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی ایسا نبی

نہیں آ سکتا جو آپ ﷺ کے دین کو منسوخ کرے اور آپ کا امتی نہ ہو (الموضاحات الکبریٰ صفحہ۲۹۲)۔

جواب:۔یہاں بھی آپ نے اپنی روایتی بد دیانتی کا ثبوت دیا ہے۔موضوعات کبیر میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیش نظر یہ بات لکھی گئی ہے اور حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ خود لکھتے ہیں کہ **دعوی النبوۃ بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم کفر بالاجماع** یعنی ہمارے نبی ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا بالاجماع کفر ہے (شرح فقہ اکبر صفحہ۱۶۴)۔

اس عبارت پر غور کیجیے۔ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نبوت کا دعویٰ کرنے کی بات کر رہے ہیں اور اسے کفر قرار دے رہے ہیں اور اس کے کفر ہونے پر اجماع نقل کر رہے ہیں اور نبوت کی کوئی قسمیں بیان نہیں کر رہے جن میں سے کسی کا دعویٰ جائز اور کسی کا ناجائز ہو۔

باقی عبارتوں کا جواب

اہم علماء کی عبارتوں کی وضاحت ہم نے کر دی ہے اور قادیانیوں کا فریب ہم نے قدم قدم پر ظاہر کر دیا ہے۔ باقی علماء ایسے ہیں جن میں کوئی عالم فرقہ مہدویہ کا پیشواء ہے اور کوئی خارجیہ کا پیشوا۔اور جو صحیح العقیدہ ہیں ان میں بعض کی عبارات آپ نے ادھوری نقل کر دی ہیں۔ہمارے پاس فرقہ مہدویہ کے پیشواء کی کتاب موجود نہیں،عین ممکن ہے آپ نے وہاں بھی یہی ڈنڈی ماری ہو۔بعض علماء نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام،حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت الیاس علیہ السلام کے پیش نظر ایسا لکھا ہے اور آپ نے انکی عبارات نقل کرنے میں خیانت سے کام لیا۔

باقی رہا بانی دار العلوم دیوبند محمد قاسم نانوتوی صاحب کا بیان تو گزارش ہے کہ اس بیان پر عین اسی دور میں مجدد وقت حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ نے کفر کا فتویٰ لگا دیا تھا اور اس پر مکہ و مدینہ کے ۳۲ علماء نے دستخط کر دیے تھے۔اس فتویٰ کا نام حسام الحرمین ہے۔اس فتوے میں نانوتوی صاحب کے ساتھ مرزا غلام احمد قادیانی کا نام بھی کفار کی فہرست میں موجود ہے۔یہ وضاحت بھی آپ کو کرنا پڑے گی کہ آپ نے نانوتوی کا بیان شائع کر دیا مگر ان پر کفر کا فتویٰ کیوں شائع نہیں کیا اور علماء اسلام و حرمین کا نانوتوی صاحب اور قادیانی صاحب کو ایک ہی صف میں کھڑا کر دینا کیوں چھپایا؟

آپ نے اپنے سوالنامہ میں صحابہ کا لفظ لکھا ہے جبکہ تفصیل دیتے وقت کسی ایک صحابی کا قول بھی نقل نہیں کیا۔ صرف ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول پیش کیا ہے اور اسے بھی نقل کرنے میں دیانت داری سے کام نہیں لیا۔جب کہ ام المومنین صحابہ کو نہیں کہتے بلکہ وہ محض اکیلی صحابیہ ہیں رضی اللہ عنہا۔

حرفِ آخر

صاحبِ شریعت تشریعی اور غیر تشریعی میں فرق:

صاحبِ شریعت نبی سے مراد ہے نئی شریعت لے کر آنے والا نبی۔اسی کو عام طور پر رسول بھی کہتے ہیں۔ جب کہ تشریعی نبی سے مراد نبی اور رسول دونوں ہوتے ہیں۔یہ سب اپنی نبوت یا رسالت کا اعلان کرتے ہیں اور ان پر وحی نازل ہوتی ہے اور ان کی نبوت اور رسالت کا انکار کفر ہوتا ہے۔

غیر تشریعی سے مراد اولیاء ہوتے ہیں جن میں نبوت کے کمالات اور اس کی استعداد موجود ہوتی ہے مگر ختم نبوت کے پیشِ نظر انہیں نبوت کا اعلان کرنے کی اجازت نہیں۔جیسے چاروں خلفائے راشدین۔ان میں وہ سابقہ انبیاء بھی شامل ہیں جو اس وقت زندہ ہیں اور دنیا میں ہمارے نبی کریم ﷺ کی نبوت کے ماتحت ہیں یا ہوں گے۔جیسے حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت عیسٰی علیہ السلام۔

یہ علماء وصوفیاء علیہم الرضوان کی خاص اصطلاحات ہیں جنہیں سمجھنے میں قادیانیوں کو سخت دھوکا لگا ہے۔چنانچہ قادیانیوں کے سوالات کے جوابات پڑھ کر آپ نے سمجھ لیا ہوگا کہ ہم نے بالکل حق بات لکھی ہے اور قادیانیوں نے ہر عبارت میں یہی غلطی کھائی ہے یا پھر عبارات ادھوری نقل کر کے بددیانتی کا مظاہرہ بھی کیا ہے۔

وما علینا الا البلاغ

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

مرزا قادیانی کا طبی محاسبہ

صادق علی زاہد

قرآن عظیم میں ارشاد ربانی ہے۔

وَمَآ اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ(۱) — تمہاری ہر مصیبت تمہارے ہی اعمال کا نتیجہ ہے۔

اس قرآنی فیصلہ کی رو سے برے اعمال کی بدولت انسان کو دکھ، تکالیف، پریشانیاں اور بیماریاں اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں۔ اور جب تک انسان اعمال بد سے توبہ نہیں کرتا ان تکالیف اور بیماریوں سے چھٹکارا نہیں پا سکتا۔ ایک مقام پر اعمال قبیحہ کرنے والوں کو متنبہ کرتے ہوئے ارشاد ربانی ہے!

وَلَا یَزَالُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا تُصِیْبُھُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَۃٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِیْبًا مِّنْ دَارِھِمْ۔(۲) — اور کفار اس حالت میں رہیں گے کہ پہنچتا رہے گا انھیں آئے دن کوئی نہ کوئی (دل ہلا دینے والا) صدمہ اپنے کرتوتوں کی وجہ سے یا اترتی رہے گی کوئی نہ کوئی مصیبت ان کے گھروں کے گردونواح میں۔(۲)

یعنی جب تک یہ لوگ اعمال قبیحہ سے باز نہ آئیں گے ان پر سخت بلا کر رکھ دینے والی مصیبت (القارعۃ) نازل ہوتی رہے گی اور مشیت ایزدی کے تحت بعض دفعہ انکو آگاہ کرنے کی غرض سے کبھی کبھار ایسا بھی ہوگا۔ کہ عذاب انکے گھروں کے آس پاس تو نازل ہوگا مگر یہ خود محفوظ رہیں گے۔

جب ہم ان وعیدات ربانی پر نظر دوڑاتے ہیں تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ مرزا قادیانی اپنے کالے کرتوتوں کی وجہ سے سخت پکڑ میں ساری عمر مبتلا رہا اور بطور عذاب الٰہی ہر لحہ کسی نہ کسی خبیث و جان لیوا بیماری نے اسے اپنے مضبوط پنجہ میں دبوچے رکھا۔ اسکی بہترین مثال شیر اسلام مولینا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے اور مرزا قادیانی کے مابین ہونے والی مقدمہ بازی میں بیان فرماتے ہیں۔ آپ تحریر فرماتے ہیں!

"دوران مقدمہ مرزاجی اور انکے ساتھی (فضل دین) طرح طرح کی آفات سماوی اور امراض مہیبہ میں مبتلا ہوتے رہے۔ لیکن فریق ثانی کو ان ایام میں سردی تک بھی لاحق نہ

ہوتی جو اس بات کی روشن دلیل ہے کہ تائید آسمانی فریق ثانی کے شامل حال تھی۔ مولوی صاحب جس مردانگی اور حوصلہ سے دوران مقدمہ ثابت قدم رہے اور باوجود بے وطن اور تن

تنہا ہونے کے ہر مرحلہ پر استقلال سے لڑتے رہے بجز تائید ایزدی کے یہ امر بالکل دشوار ہے کیا مرزائیوں کو وہ وقت یاد ہے جب حکیم فضل دین اثنائے مقدمہ میں ایک ناگہانی سخت بیماری میں مبتلا ہو گئے تھے اور انکے پیر بھائی اسی حالت میں چارپائی پر اٹھا کر انکو کمرہ عدالت میں لائے تھے اور وہ دن بھر کمرہ عدالت میں لیٹے رہے"۔(۳)

جدید سائنسی تحقیق نے بھی یہ بات ثابت کر دی ہے کہ گناہوں کی وجہ سے انسان ناپاک ہو کر آئندہ آنیوالے اجسام کو بھی ناپاک کر دیتا ہے اور گناہوں کا عذاب دراصل مرض کی موروثیت کہلاتا ہے۔ یعنی نا صرف انسان خود گناہوں کی وجہ سے عذاب و بیماری میں مبتلا ہوتا ہے بلکہ اسکی خباثتوں کا منحوس اثر اسکی آنیوالی آئندہ نسلوں تک بھی منتقل ہو جاتا ہے۔ اور ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ موروثی بیماری ہے۔ مشہور زمانہ ڈاکٹر الیگزس کیرل لکھتے ہیں!

"رشک نفرت اور خوف فطری تقاضے ہیں لیکن ان میں شدت کی وجہ سے جسم میں کیمیائی تبدیلیاں ہو جاتی ہیں جبکہ اچھے خیال سے مثلاً محبت یقین واعتماد اور سکون کے جسم پر اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور جسم امراض سے محفوظ ہو جاتا ہے۔"(۴)

پادری لیڈبیٹر بہت بڑے عیسائی صوفی تھے وہ اپنا ایک تجربہ بیان کرتے ہیں کہ!

میں نے ایک مزدور کے جسم لطیف کو ناسوروں سے بھرا دیکھا۔ اسے پاس بلا کر اسکے جسم خاکی کا معائنہ کیا تو وہاں بھی تین ناسور نظر آئے۔ میں نے اس نوجوان کو اپنے پاس رکھ لیا اور ہر روز اسے عبادت اور انجیل مقدس کی تلاوت کراتا رہا۔ اندازاً دو ماہ کے بعد اسے مکمل شفاء ہوگئی (اور ظاہر جسم سے ناسور ختم ہو گئے)۔ پھر اسکے جسم لطیف کا معائنہ کیا تو وہ بھی صحت پا چکا تھا اور کوئی ناسور نظر نہ آیا"۔(۵)

اس واقعہ اور اس قسم کے کئی دیگر تجربات کے بعد پادری لیڈ بیٹر نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ بیماری پہلے (بوجہ گناہ) جسم لطیف کو لگتی ہے اور پھر وہاں سے جسم خاکی کی طرف عود کر آتی ہے۔ نیز گناہوں کی وجہ سے مبتلائے بیماری شخص کو چاہیے کہ وہ سابقہ گناہوں سے توبہ کرے، عبادت وریاضت میں زیادہ وقت صرف کرے اور زبان وقلم اور ہاتھ سے خدمت انسانی کرے تو اللہ تبارک تعالیٰ اسکی بیماری دور کر دے گا۔

ایک امریکی تجزیہ کار لکھتا ہے!

"دماغ جسم کا فطری محافظ ہے۔ گناہ کسی بھی قسم کا ہو جسم لطیف (روح) میں مختلف امراض پیدا کرتا ہے اور وہاں سے یہ بیماریاں جسم میں منتقل ہو جاتی ہیں۔ غصہ سے تھوک میں ایسی کیمیائی تبدیلی آتی ہے کہ وہ خطرناک زہر میں بدل جاتی ہے۔ جبکہ محبت، نیک دلی، فیاضی اور مہربانی سے جسم میں ایسی رطوبتیں پیدا ہوتی ہیں جو گناہ کے امراض پیدا کرنیوالے اثرات کو دور کر دیتی ہیں"۔(۶)

اس وقت ہمارا موضوع مرزا قادیانی کی بیماریاں ہیں۔ مناسب ہے کہ اس سلسلہ میں مرزا قادیانی کی چند تحریریں بھی زیر نظر رہیں تا کہ جب اسکی بیماریوں کی فہرست سامنے آئے تو اسکا قرآن وسائنس کے علاوہ اسکے اپنے اقوال کی روشنی میں بھی محاسبہ کیا جا سکے۔ مرزا قادیانی نے اپنی متعدد کتب میں اس قسم کے الہامات تحریر کیے ہیں جن کا مقصد ومفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ہر قسم کی ظاہری وباطنی بیماریوں سے محفوظ و مامون رکھنے کا وعدہ دیا ہوا ہے۔ مثلاً اپنے الہامات کے مجموعہ "تذکرہ" میں تحریر کرتا ہے! "ہم نے تیری صحت کا ٹھیکہ لیا ہے"۔(۷)

اربعین نمبر ۳ میں لکھا ہے کہ! "اُس نے مجھے براہین احمدیہ میں بشارت دی کہ ہر ایک خبیث عارضہ سے تجھے محفوظ رکھوں گا"۔(۸)

قادیانی ماخذ کے حوالہ سے ہی ہم اس امر کا مطالعہ کریں گے کہ مرزا قادیانی کے نام نہاد الہامی خدا کے الہامات کے مطابق مرزا قادیانی محفوظ عن الوبا رہا یا قرآنی تعلیمات کے مطابق اپنے گناہوں کی پاداش میں ہمیشہ بیماریوں کی گرفت میں جکڑا رہا۔ ایام گذشتہ میں ''سیرۃ المہدی'' کے مطالعہ کا اتفاق ہوا (یاد رہے سیرۃ المہدی تین حصوں پر مشتمل وہ کتاب ہے جو مرزا قادیانی کے حقیقی بیٹے مرزا بشیر احمد نے مختلف قادیانیوں سے روایتیں اکھٹی کر کے اور پھر اپنی طرف سے تاویل کی ملمع کاری کرتے ہوئے اپنے باپ کی سوانح حیات مرتب کی ہے) تو دیگر کئی اہم انکشافات کے علاوہ یہ بات بھی سامنے آئی کہ مرزا قادیانی تھا ہی مرقع بیماری۔ اللہ تعالٰی نے کوئی ایسی بیماری پیدا نہ فرمائی جس میں مرزا قادیانی کو مبتلا نہ کیا ہو۔ اُس وقت تک سائنسی ایجادات کی آج کے دور کی طرح بھرمار نہ تھی جنکی بدولت تشخیص امراض ہو سکے لیکن پھر بھی مرزا قادیانی کی شخصیت کا بغور جائزہ لیا جائے تو ہر وقت کسی نہ کسی بیماری کے شکنجہ میں کسا ہوا نظر آئے گا۔ اسکی بے حیثیت زندگی بیماریوں میں ہی گھری رہی۔ آج کے ترقی یافتہ دور میں اگر مرزا قادیانی کا مکمل میڈیکل چیک اپ کرایا جاتا تو ایڈز کینسر اور یرقان جیسی موذی بیماریاں سر فہرست دکھائی دینے لگتیں۔ جب مرزا قادیانی کی بیماریوں میں لتھڑی زندگی منظر عام پر آئی تو اسکے بیٹے نے دفاع کی ناکام کوشش کرتے ہوئے ملمع و تاویل کاری کی انتہائی شرمناک مثال قائم کرتے ہوئے لکھا!

> ''بالآخر سوال یہ رہ جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ جو خدا تعالٰی کے ایک عالی شان نبی بلکہ افضل الرسل اور خاتم النبیین تھے آپ کو نسیان کا عارضہ کیوں لاحق ہوا جو بظاہر نبوت کی ادائیگی میں رخنہ انداز ہو سکتا ہے تو اسکے جواب میں اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے کہ آنحضرت ﷺ مرض

ٹائیفائڈ سے فوت ہوئے تھے۔سل، دق، دمہ، کھانسی بنزلہ نقرس، دوران سر، پھوڑے پھنسیاں، آنکھوں کا آشوب ،جسم کا درد، جگر کی بیماری، دانتوں کی تکالیف، اسہال کی بیماری، انتڑیوں کی بیماری، گردے کی بیماری، پیشاپ کی بیماری، اعصابی تکلیف، ذکاوت حس، گھبراہٹ اور بے چینی، دماغی کوفت نسیان، حوادث کے نتیجہ میں چوٹیں، اور زخم، لڑائی کی ضربات وغیرہ وغیرہ سب کی ذد میں آسکتے ہیں اور آتے رہے ہیں۔آپ بعض اوقات نماز پڑھاتے ہوئے رکعتوں کی تعداد کے متعلق بھی بھول گئے اور لوگوں کے یاد کرانے پر یاد آیا۔آنحضرت ﷺ کو بھی کبھی عام اور وقتی نسیان ہو جایا کرتا تھا۔اسی طرح صلح حدیبیہ کے بعد کچھ عرصہ کے لیے بیماری کے رنگ میں نسیان ہو گیا۔(۹)

مرزا بشیر احمد نے یہ بیماریاں ذکر کر کے دراصل اپنے مراقی والد کی بیماریوں کا دفع کیا ہے۔۱۹۰۴ء میں شیر اسلام مولانا دبیر نے مرزا قادیانی کو فوجداری مقدمات میں کافی ذلیل وخوار کیا۔ان مقدمات کی ابتداء اگر چہ مرزا قادیانی کی طرف سے ہوتی تھی لیکن بعد ازاں وہ اپنے ہی جال میں ایسا پھنسا کہ جان چھڑانی مشکل ہوگئی اور بالآخر چھ ماہ قید اور پانچ سو روپے جرمانہ کے عوض مرزا قادیانی کی جان بخشی ہوئی۔ان عدالتی چکر بازیوں میں مرزا قادیانی اتنے ذہنی دباؤ کا شکار رہا کہ کبھی عدالت میں بے ہوش ہو گیا تو کبھی عدالت میں کھڑے کھڑے خون کی الٹیاں آنی شروع ہو گئیں۔مجاہد اسلام مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا قادیانی کی اس حالت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے۔!

مسیحا سے شفاء پاتے تھے بیمار — مثیل اسکا مرض میں خود گرفتار
نہ سمجھے ہم ہیں یہ راز نسانی — غشی کھا کر گرا کیوں قادیانی
عجب اُن کو ہے تائید الٰہی — مقابل میں کھڑا اک سپاہی
پچھاڑا سامنے اُس کے کئی بار — خدا نے مرزا کو کر کے بیمار
کرشمے تھے یہ قدرت کے نرالے — کہ سمجھیں راز اصلی ہوش والے
کہ مرزا جی کے دعوے سچ نہیں ہیں — غلط فہمی میں انکے تابعین ہیں۔(۱۰)

قادیانی نبی کو لاحق بیماریوں کی اتنی طویل فہرست پہلی دفعہ شائع کرنے کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔اور قادیانی ماخذ سے کشید کی گئی ان آفات وبلیات کو حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دے دیا گیا ہے تا کہ مطالعہ کے دوران مطلوبہ

بیماری کی تلاش آسانی سے کی جا سکے۔

ا۔آماس (سوجن،سوزش)

۲۷ جنوری ۱۹۰۵ء کو حضرت کے دائیں رخسار پر ایک آماس نمودار ہوا جس سے بہت تکلیف ہوئی۔(۱۱)

۲۔اُتھو آنا (مسلسل کھانسی)

رات کو سوتے ہوئے آپ کو اُتھو آیا اور پھر اسکے بعد طبیعت خراب ہوگئی مگر یہ دورہ خفیف تھا۔(۱۲)

۳۔احتلام:

حضرت صاحب کے خادم میاں حامد علی صاحب کی روایت ہے کہ ایک سفر میں حضرت صاحب کو احتلام ہوا۔(۱۳)

مشہور حدیث ہے کہ انبیاء کو احتلام نہیں ہوتا۔مگر مرزا قادیانی دعویٰ نبوت کا مدعی ہونے کے باوجود گندے خیالات کی وجہ سے احتلام کا شکار ہو جاتا تھا۔جسکی سب سے بڑی وجہ اُس کے اردگرد رہنے والی نامحرم عورتیں تھیں۔رات کو اسکے کمرہ پر پہرہ دار بھی عورتیں ہوتیں۔پنکھا جھلانے کی ذمہ داری زینب پر تھی،ٹانگیں دبانے پر بھانو مامور تھی۔جبکہ اہلیہ بابو شاہ دین سب عورتوں کی سردار اور مرزا قادیانی کی یار غار تھی۔ان حالات میں احتلام کا ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں لیکن اپنے ننگ انسانیت باپ کے اس مکروہ عیب پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہوئے مرزا بشیر احمد لکھتا ہے!

''انبیاء کو بھی احتلام ہو سکتا ہے''۔

یعنی قادیانی نبی کو نامحرم عورتوں کے ساتھ اختلاط اور ہر وقت کے گندے خیالات کی وجہ سے اگر احتلام ہو گیا تو کوئی بری بات نہیں۔بلکہ یہ تو نعوذ باللہ انبیاء کی سنت ہے۔لعنت ہے ایسے خیالات پر۔

۴۔اسہال:

ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت صاحب کو اپنی وفات سے قبل سالہا سال اسہال کا عارضہ رہا تھا۔(۱۴)

۵:اسہال خونی:

اسی طرح ایک دفعہ زحیر اور اسہال خونی کی سخت بیماری ہوئی (مکتوبات احمدیہ ج ۵ نمبر ۲ ص ۱۱۹ خط بنام حکیم نور الدین)

۶۔اعصابی کمزوری:

حضرت مرزا صاحب کی تمام تکالیف مثلاً دوران سر، دردسر، کمی خواب، تشنج دل، بدہضمی، اسہال، کثرت پیشاب اور مراق وغیرہ کا صرف ایک ہی باعث تھا اور وہ عصبی کمزوری تھی۔(۱۶)

۷۔اعضاء پر رعشہ:

مرزا قادیانی کے اعضاء پر کچھ رعشہ سا آ گیا اور مجسٹریٹ کا رعب کچھ ایسا چھایا کہ اُس کو عدالت کے حکم کی تعمیل کرنی پڑی۔(۱۵)

۸۔انگوٹھے کا نقرس:

حضرت والدہ صاحبہ نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت صاحب کو کبھی کبھی پاؤں کے انگوٹھے پر نقرس کا درد ہو جایا کرتا تھا۔(۱۷)

۹۔انگوٹھے سوجن:

خاکسار عرض کرتا ہے کہ نقرس کے درد میں آپ کا انگوٹھا سوج جایا کرتا تھا۔اور سرخ بھی ہو جاتا تھا۔اور بہت سرد ہوتی تھی۔(۱۸)

۱۰۔بال توڑ:

ایک دن آپ کی پشت پر ایک پھنسی نمودار ہوئی جس سے آپ کو بہت تکلیف ہوئی۔خاکسار کو بلایا اور دکھایا اور پوچھا کہ یہ کاربنکل تو نہیں (کیونکہ کاربنکل کے پھوڑے کی وجہ سے خدائی عذاب میں مبتلا ہو کر مرزا قادیانی کا حواری مولوی عبد الکریم مرزا کی آنکھوں کے سامنے تڑپ تڑپ کر مرا تھا اور مرزا قادیانی کو خطرہ لاحق ہو گیا کہ اب میری موت بھی کاربنکل ہی کی وجہ سے ہونے والی ہے۔زاہد) میں دیکھ کر عرض کی یہ بال توڑ یا معمولی پھنسی ہے۔کاربنکل نہیں۔(۱۹)

۱۱۔بخار:

ایک دفعہ بمقام گورداسپور ۱۹۰۴ء میں حضرت مسیح موعود کو بخار تھا۔(۲۰)

۱۲۔برد اطراف:

مرزا صاحب کو دوران سر اور برد اطراف کا مرض بھی تھا۔(۲۱)

۱۳۔بیوی کی بیماری:

ایسا ہی میری بیوی کو دائم المریض امراض رحم وجگر دامن گیر ہیں۔(۲۲)

۱۴۔بدن میں آگ:

اور اس وقت حالت یہ تھی کہ میرے ایک ایک بال سے آگ نکلتی تھی اور تمام بدن میں دردناک جلن تھی۔(۲۳)

۱۵۔بزدلی:

(ا) مقدمہ رائے چندولال صاحب کے سامنے فرد جرم کے موقع پر جو بزدلی مرزا قادیانی نے دکھائی وہ اس بات کی صریح دلیل ہے کہ آپ کو اپنے خدا پر کچھ بھروسہ نہ تھا۔(۲۴)

(ب) اسکی سخت مضطربانہ حالت اور بدحواسی اس بات کا یقین دلاتی تھی کہ بزدلی میں نام نہاد مسیح الزماں کا کوئی ثانی نہیں۔(۲۵)

(ج) لبیں ہیں خشک اور چہرے پہ زردی چھا رہی دیکھو
جری اللہ کیوں اب بزدلی ایسی دکھاتا ہے(۲۶)

۱۶۔بھینگاپن:

مقدمہ گورداسپور کے ایام میں عدالت کے انتظار میں لب سڑک گورداسپور میں گھنٹوں تشریف فرما رہتے لوگ خیال کرتے کہ آپ انکی طرف دیکھ رہے ہیں۔مگر آپ کا دھیان کسی اور طرف ہوتا۔(۲۷)

۱۷۔بدن دبوانا:

آپ دورہ میں پیر بہت جھسواتے تھے۔اور بدن زور زور سے دبواتے تھے۔اس سے آپ کو آرام محسوس ہوتا تھا۔(۲۸)

۱۸۔بے توجہی:

بعض دفعہ جب حضور جراب پہنتے تھے تو بے توجہی کے عالم میں اسکی ایڑی پاؤں کے تلے کی طرف نہیں بلکہ اوپر کی طرف ہو جاتی تھی اور بار ہا ایک کاج کا بٹن دوسرے کاج میں لگا ہوتا تھا۔اور بعض اوقات کوئی دوست حضور کے لیے گرگابی ہدیۃً لاتا تو آپ بسا اوقات دایاں پاؤں بائیں میں ڈال لیتے تھے۔(۲۹)

۱۹۔بے ہوشی:

(ا) پہلے بھی کئی دفعہ ایسا ہوا کہ جب حضور سخت جسمانی محنت کیا کرتے تو اچانک آپ کے دماغ پر کمزوری کا

حملہ ہوتا اور آپ بے ہوش ہو جاتے۔(۳۰)

(ب) آپ مسودہ لکھتے رہے اور میں نقل کرتا رہا۔ اسی حالت میں ساری رات گزر گئی۔ اور صبح کی اذان ہو گئی۔ اس وقت حضرت صاحب کو اچانک دماغ کی تکلیف محسوس ہوئی جس سے لیٹ گئے اور بے ہوش ہو گئے۔(۳۱)

۲۰۔ پاخانے کا مسئلہ:

پیروں پر بوجھ دیکر پاخانہ پھرنے سے میرے سر کو چکر آتا ہے۔(۳۲)

۲۱۔ پٹھے کھنچ جانا:

خاکسار (مرزا بشیر احمد) نے پوچھا کہ دورہ میں کیا ہوتا تھا والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو جاتے تھے اور بدن کے پٹھے کھنچ جاتے تھے خصوصاً گردن کے پٹھے۔(۳۳)

۲۲۔ پرانی کھانسی:

جب دوسری دفعہ اسکو (مرزا قادیانی) میں نے ۱۶ فروری ۱۹۰۴ء کو دیکھا تھا۔ اُس وقت اسکو پرانی کھانسی کی تیزی کا دورہ تھا۔(۳۴)

۲۳۔ پھٹی ہوئی ایڑیاں:

پیر کی ایڑیاں آپ کی بعض دفعہ گرمیوں کے موسم میں پھٹ جایا کرتی تھیں۔(۳۵)

۲۴۔ پھنسیاں:

ان دنوں حضرت صاحب کو کچھ پھنسیوں وغیرہ کی تکلیف جو ہوئی تو آپ نے ایک نسخہ جس میں منڈی بوٹی، مہندی، عناب، شاہترہ، چرائتہ اور بہت سی مصفّی خون ادویات تھیں اپنے لیے تجویز کیا۔(۳۶)

۲۵۔ پشت پر پھنسی:

ایک دن آپ کی پشت پر ایک پھنسی نمودار ہوئی جس سے آپ کو بہت تکلیف ہوئی۔(۳۷)

۲۶۔ بدن کو نہ سہارنا:

والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ ہاتھ پاؤں ٹھنڈے سے ہو جاتے تھے اور بدن کے پٹھے کھنچ جاتے تھے خصوصاً گردن کے پٹھے اور سر میں چکر ہوتا تھا اور اس حالت میں آپ اپنے بدن کو سہار نہیں سکتے تھے۔(۳۸)

۲۷۔ پیچش:

ایک دن حضور کو پیچش کی شکایت ہوگئی۔ بار بار قضائے حاجت کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔(۳۹)

۲۸۔ پیر جھسوانا:

بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود سر کے دورہ میں پیر بہت جھسواتے تھے اور بدن زور زور سے دبواتے تھے۔ اس سے آپ کو آرام محسوس ہوتا تھا۔(۴۰)

۲۹۔ پیشاب کی بیماری:

آخری ایام میں حکیم محمد حسین قریشی صاحب نے حضرت صاحب کی خدمت میں ایک مقوی دوا بھیجی کہ حضور بہت محنت کرتے ہیں اسے استعمال فرمائیں حضرت صاحب نے ایک دن استعمال کی تو اسی دن پیشاب کی تکلیف ہوگئی۔(۴۱)

۳۰۔ پاؤں کی سردی:

جوڑا جراب خواہ سیاہ رنگ ہو یا کوئی اور رنگ مضائقہ نہیں۔ اسقدر پاؤں کو سردی ہے کہ اٹھنا مشکل ہے۔(۴۲)

۳۱۔ تپ:

تیس برس سے زیادہ عرصہ ہوا جب میں تپ سے سخت بیمار ہوا۔ اس قدر شدید تپ مجھے چڑھی تھی کہ گویا بہت سے انگارے سینے پر رکھے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔(۴۳)

۳۲۔ تشنج:

میں ایک دائم المریض آدمی ہوں ہمیشہ دردسر اور دورانِ سر اور کمی خواب اور تشنج کی بیماری دورہ کے ساتھ آتی ہے۔(۴۴)

۳۳۔ ٹخنے کا پھوڑا:

ایک دفعہ حضرت صاحب کے ٹخنے کے پاس پھوڑا ہو گیا تھا اور اس پر سکہ یعنی ۔۔۔ کی ٹکیہ بندھوائی تھی جس سے آرام ہو گیا۔(۴۵)

۳۴۔ جسم بے کار:

اگر ایک سطر بھی لکھوں یا کچھ فکر کروں تو خطرناک دورانِ سر شروع ہو جاتا ہے۔ اور دل ڈوبنے لگتا ہے۔ جسم بے کار ہو جاتا ہے۔(۴۶)

۳۵۔جلاب:

ایک دن حضرت صاحب نے جلاب لیا ہوا تھا۔دو تین خاص مرید جن میں مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم بھی تھے عیادت کے لیے اندر ہی گھر میں حاضر ہوئے۔اس وقت خاکسار کو بھی حاضر ہونے کی اجازت فرمائی۔(۴۷)

۳۶۔جلون:

(پت دانے)بعض اوقات گرمی میں حضرت صاحب کی پشت پر گرمی دانے نکل آتے تھے تو سہلانے سے انکو آرام ہوتا تھا۔بعض اوقات فرمایا کرتے تھے کہ میاں ''جلون کرو''۔(۴۸)

۳۷۔چشم نیم باز:

(ا)آپ کی ایسی عادت تھی کہ آپ کی آنکھیں ہمیشہ نیم بند رہتی تھیں۔(۴۹)

(ب)ایک دفعہ حضرت صاحب بمع چند خدام کے فوٹو کھنچوانے لگے تو فوٹو گرافر آپ سے عرض کرتا تھا کہ حضور آنکھیں ذرا کھول کر رکھیں ورنہ تصویر اچھی نہیں آئے گی۔اور آپ نے اس کے کہنے پر ایک دفعہ تکلیف کے ساتھ آنکھوں کو کچھ زیادہ کھولا مگر وہ پھر اسی طرح نیم بند ہو گئیں۔(۵۰)

۳۸۔چیخ کر گرنا:

میں نماز پڑھ رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ کوئی کالی چیز میرے سامنے سے اٹھی ہے اور آسمان تک چلی گئی ہے۔پھر میں چیخ مار کر زمین پر گر گیا اور غشی کی حالت ہو گئی۔(۵۱)

۳۹۔چکر آنا:

مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ حضرت صاحب گھر میں ایک چارپائی کو کھینچ کر ایک طرف کرنے لگے تو اس وقت آپ کو اچانک چکر آگیا۔اور آپ لڑکھڑا کر گرنے کے قریب ہو گئے۔(۵۲)

۴۰۔چہرہ زرد:

جن لوگوں نے فیصلہ مقدمہ ھذا کے روز مرزا کی حالت کو بچشم خود مشاہدہ کیا ان پر تو بالکل روشن ہو گیا کہ مرزا قادیانی ایک معمولی انسان جیسا بھی دل گردہ نہیں رکھتا۔اسکی سخت مضطربانہ حالت اور بدحواسی اس بات کا یقین دلاتی تھی کہ بزدلی میں نام نہاد مسیح الزمان کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ہونٹ خشک ہو جاتے تھے اور چہرہ زرد تھا۔(۵۳)

۴۱۔حافظہ کمزور:

(ا)میرا حافظہ بہت خراب ہے اگر کئی دفعہ کسی کی ملاقات ہو تب بھی بھول جاتا ہوں۔حافظہ کی یہ ابتری ہے

کہ بیان نہیں کر سکتا۔(۵۴)

(ب)بعض باتیں میرے حافظہ سے فرو ہو جاتی ہیں۔میں انکو بتلا نہیں سکتا۔فرو ہونے کی وجہ ضعف دماغ ہے۔(۵۵)

مقام غور ہے کہ کیا ایسے کمزور حافظہ والا انسان جس کو بعض باتیں بھول جاتی ہوں نبی یا ملہم بن سکتا ہے۔کیونکہ جب اللہ کی طرف سے آمدہ روایات ہی بھول گئیں تو تبلیغ کس طرح ہو گی۔یہ حقیقت ہے کہ مرزا قادیانی کے ضعیف دماغ نے ہی یہ آفت دنیا میں برپا کی اگر مرزا قادیانی کا دماغ صحیح ہوتا تو کبھی بھی مسیحت، مہدویت اور نبوت کا جھوٹا دعویٰ نہ کرتا۔

۴۲۔خارش:

(ا)اور پھر آہستہ آہستہ تمہارے تایا کے گھر میں اکثر لوگوں کو خارش ہو گئی۔اور آخر ادھر سے ہمارے گھر میں بھی خارش کا اثر پہنچا چنانچہ حضرت صاحب کو بھی ان دنوں میں خارش کی تکلیف ہو گئی تھی۔(۵۶)

(ب)غالباً ۱۸۹۶ء میں ایک دفعہ خارش کی تکلیف بھی ہوئی تھی۔(۵۷)

(ج)ایک دفعہ حضرت اقدس کو خارش کی بہت سخت تکلیف ہو گئی تھی۔تمام ہاتھ بھرے ہوئے تھے۔لکھنا یا دوسری ضروریات کا سرانجام دینا مشکل تھا۔علاج برابر کرتے تھے مگر خارش دور نہ ہوتی تھی۔(۵۸)

۴۳۔خون کی الٹی:

یکلخت بولتے بولتے آپ کو ابکائی آئی اور ساتھ ہی قے ہوئی جو خالص خون کی تھی۔جس میں کچھ خون جما ہوا تھا اور کچھ بہنے والا تھا۔(۵۹)

۴۴۔خون کے پاخانے:

مجھے ایک سخت قسم کا قولنج تھا اور بار بار دمبدم حاجت ہو کر خون آتا تھا سولہ دن برابر ایسی حالت رہی۔(۶۰)

۴۵۔داڑھ میں کیڑا:

دندان مبارک آپ کے آخر عمر میں کچھ خراب ہو گئے تھے۔یعنی کیڑا بعض داڑھوں کو لگ گیا تھا۔جس سے کبھی کبھی تکلیف ہو جاتی تھی۔(۶۱)

۴۶۔دانت میں درد:

ایک دفعہ مجھے دانت میں سخت درد ہوئی۔ایک دم قرار نہ تھا۔کسی شخص سے میں نے دریافت کیا کہ اسکا کوئی

علاج بھی ہے۔اس نے کہا! ''علاج دندان اخراج دندان'' اور دانت نکالنے سے میرا دل ڈرا۔(۶۲)

۴۷۔دایاں ہاتھ کمزور:

(ا)میں نے کئی دفعہ آپ کو اوائل میں گھوڑے پر چڑھا ہوا دیکھا باوجود اسکے کہ آپ کا دایاں ہاتھ بوجہ ضرب کے کمزور تھا۔(۶۳)

(ب)جوانی کے زمانے میں آپ کا دایاں ہاتھ ایک چوٹ لگنے کی وجہ سے کمزور ہو گیا تھا اور اسے سہارنے کی ضرورت پڑتی تھی۔(۶۴)

(ج)ایک دفعہ والد صاحب اپنے چوبارے کی کھڑکی سے گر گئے اور دائیں بازو پر چوٹ آئی۔چنانچہ آخر عمر تک وہ ہاتھ کمزور رہا۔والدہ صاحبہ فرماتی تھیں کہ آپ کھڑکی سے اترنے لگے تھے کہ سامنے سٹول رکھا ہوا تھا وہ الٹ گیا اور آپ گر گئے اور دائیں ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ گئی۔اور یہ ہاتھ آخر عمر تک کمزور رہا۔اس ہاتھ سے آپ لقمہ منہ تک لے جاسکتے تھے مگر پانی کا برتن وغیرہ منہ تک اٹھا نہیں سکتے تھے۔نماز میں بھی آپ کو دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے سہارے سے سنبھالنا پڑتا تھا۔(۶۵)

۴۸۔ذیابیطس:

میں ایک دائم المرض آدمی ہوں۔بیماری دورہ کے ساتھ آتی ہے۔بیماری ذیابیطس ہے کہ ایک مدت سے دامن گیر ہے۔(۶۶)

۴۹۔درد صلب:

اور فرمایا مسیح علیہ السلام کو صلیب کا واقعہ پیش آیا اور خدا نے انھیں اس سے نجات دی۔ہمیں اسکی مانند صلب یعنی پیٹھ کے متعلقات میں درد سے وہی واقعہ جو پورا نمونہ موت کا تھا پیش آیا۔(۶۷)

۵۰۔دردناک جلن:

اور اس وقت حالت یہ تھی کہ ایک ایک بال سے آگ نکلتی تھی اور تمام بدن میں دردناک جلن تھی۔(۶۸)

۵۱۔درد گردہ:

ایک دفعہ حضرت صاحب کو سخت درد گردہ ہوا جو کئی دن تک رہا۔اسکی وجہ سے آپ کو بہت تکلیف رہتی اور رات دن خدام باہر کے کمرہ میں جمع رہتے۔(۶۹)

۵۲۔دست:

(ا)وفات سے ایک دن پہلے آپ اندر سے باہر تشریف لائے اور فرمایا آج مجھے دست زیادہ آگئے ہیں۔چنانچہ میں تین قطرے کلوروڈین کے پی لیے ہیں ۔(۷۰)

(ب) آخر کار آپ لاہور جا کر بیمار ہو گئے اور دستوں کی بیماری سے آخر مئی ۱۹۰۸ء کو فوت ہوئے ۔(۷۱)

(ج) مجھے اسہال کی بیماری ہے اور ہر روز کئی کئی دست آتے ہیں ۔(۷۲)

۵۳۔دعاؤں سے نہ جانے والی بیماری:

ایک دفعہ میں نے یہ دعا کی کہ یہ بیماریاں بالکل دور ہو جائیں تو جواب ملا کہ ایسا نہیں ہوگا۔(۷۳)

۵۴۔دل گھٹنا:

ایک دفعہ لدھیانہ میں حضرت صاحب نے رمضان کا روزہ رکھا ہوا تھا کہ دل گھٹنے کا دورہ ہوا اور ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو گئے ۔اس وقت غروب آفتاب کا وقت بہت قریب تھا مگر آپ نے فوراً روزہ توڑ دیا۔(۷۴)

۵۵۔دماغ کی تکلیف:

پہلے بھی کئی دفعہ ایسا ہوا کہ جب حضرت صاحب سخت جسمانی محنت کیا کرتے تو اچانک آپ کے دماغ پر ایک کمزوری کا حملہ ہوتا اور بے ہوش ہو جاتے ۔(۷۵)

۵۶۔دم الٹ جانا:

میری طبیعت بیمار ہے کھانسی سے دم الٹ جاتا ہے۔(۷۶)

۵۷۔دم گھٹنا:

قدم اٹھتا نہیں جلدی گھٹا جاتا ہے دم کیا
نہیں سولی دھری پھر کیوں مسیحا خوف کھاتا ہے
تماشا دیکھنے آتی ہے خلقت آج مہدی کا
کہ دیکھیں فیصلہ مرزا کو کیا حاکم سناتا ہے۔(۷۷)

نوٹ: رائے چندو رام مجسٹریٹ کی عدالت میں دائر مرزا قادیانی کے خلاف مقدمہ کے فیصلہ والے دن مرزا قادیانی کی حالت دیدنی تھی۔اسی کیفیت کی تصویر ان اشعار میں بیان کی گئی ہے۔

(۵۸)دودھ ہضم نہ ہونا:

ناشتہ باقاعدہ نہیں کرتے تھے۔ہاں عموماً صبح کو دودھ پی لیتے تھے۔خاکسار نے پوچھا کہ کیا آپ کو دودھ ہضم

ہو جاتا تھا۔والدہ صاحب نے فرمایا ہضم تو نہیں ہوتا تھا لیکن پی لیتے تھے۔(۷۸)

۵۹۔دق:

حضرت اقدس نے اپنی بیماری دق کا بھی ذکر کیا ہے یہ بیماری مرزا غلام مرتضیٰ مرحوم کی زندگی میں ہو گئی تھی۔اور آپ قریباً چھ ماہ تک بیمار رہے تھے۔(۷۹)

۶۰۔دوران سر:

جس دن شب کو حسین کافی سفیر روم قادیاں آیا اُس دن نماز مغرب کے بعد حضرت صاحب مسجد مبارک میں شاہ نشین پر احباب کے ساتھ بیٹھے تھے کہ آپ کو دوران سر کا دورہ شروع ہوا اور آپ شاہ نشین سے اتر کر فرش پر لیٹ گئے۔اور بعض لوگ آپ کو دبانے لگے۔(۸۰)

۶۱۔دورے:

جب آپ کو دورے پڑنے شروع ہوئے تو اس وقت سے آپ نے سردی گرمی میں گرم کپڑے کا استعمال شروع کر دیا۔(۸۱)

۶۲۔ذیابیطس:

ایک دن آپ کی پشت پر ایک پھنسی نمودار ہوئی جس سے آپ کو بہت تکلیف ہوئی خاکسار کو بلایا اور دکھلایا اور بار بار پوچھا کہ یہ کاربنکل تو نہیں کیونکہ مجھے ذیابیطس کی بیماری ہے۔(۸۲)

مولوی عبد الکریم جو کہ مرزا قادیانی کی نام نہاد مسجد کا امام ہوا کرتا تھا۔اور شاہ سے زیادہ شاہ کا وفادار کے مصداق مرزا قادیانی دعویٰ نبوت کے اعلان سے ابھی جھجکتا تھا لیکن مولوی عبد الکریم اپنی تقریروں اور خطبات جمعہ میں مرزا ملعون کے لیے نبی و رسول کے القابات بے دریغ استعمال کرتا تھا۔وہ جب خدائی گرفت میں گرفتار ہوا تو اسے پشت پر پھنسی نمودار ہوئی جو کہ بعد ازاں کاربنکل کی شکل اختیار کر گئی اور اس عذاب میں ایسی دردناک چیخیں بے اختیار نکلتی تھیں کہ مرزا قادیانی سمیت تمام ہمسائیوں کی نیندیں حرام ہو کے رہ گئیں اور مرزا قادیانی اسکی بے ہنگم چیخوں کی تاب نہ لا سکا اور اسکی عیادت کو بھی نہ گیا بالآخر اسی خدائی پکڑ نے اسے فی النار دھکیل دیا۔اب جب مرزا قادیانی کی پشت پر پھنسی نمودار ہوئی تو اُسے فوراً مولوی عبد الکریم کا عبرتناک انجام یاد آ گیا اسی وجہ سے بار بار ڈاکٹروں سے پوچھ رہا تھا کہ یہ کاربنکل تو نہیں۔(زاہد)

۶۳۔ریزش:

میری طبیعت آپ کے بعد پھر بیمار ہو گئی ابھی ریزش کا نہایت زور ہے۔دماغ بہت ضعیف ہو گیا ہے۔(۸۳)

۶۴۔زبان بھاری:

اس عاجز کی طبیعت آج بہت علیل ہو رہی ہے۔ہاتھ پاؤں بھاری اور زبان بھی بھاری ہو رہی ہے۔مرض کے غلبے سے نہایت لاچاری ہو رہی ہے۔(۸۴)

۶۵۔زبان بند:

غالباً آٹھ ساڑھے آٹھ بجے ڈاکٹر نے پوچھا کہ حضور خاص طور پر کیا تکلیف محسوس ہوتی ہے مگر آپ جواب نہ دے سکے اس لیے کاغذ قلم دوات منگوائی گئی۔(۸۵)

۶۶۔زبان کی تکلیف:

یہ آپ کی آخری تحریر تھی جسمیں غالباً زبان کی تکلیف کا اظہار تھا۔(۸۶)

۶۷۔زبان پر زخم:

ایک دفعہ ایک داڑھ کا سر ایسا نوکدار ہو گیا تھا کہ اس سے زبان میں زخم پڑ گیا تو ریتی کے ساتھ گھسوا کر اسکو برابر بھی کرایا تھا۔(۸۷)

۶۸۔زبان میں لکنت:

قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری نے بذریعہ خط مجھ سے بیان کیا کہ مسیح موعود کی زبان میں کسی قدر لکنت تھی اور آپ پرنالے کو پنالہ فرمایا کرتے تھے۔(۸۸)

۶۹۔سانس کھنچ کھنچ کر آنا:

تھوڑی دیر بعد آپ کو غرغرہ شروع ہو گیا۔غرغرہ میں کوئی آواز نہیں تھی صرف سانس لمبا اور کھنچ کھنچ کر آتا تھا۔(۸۹)

۷۰۔سخت بخار: اس زبردست تقریر نے (جو علامہ محمد کرم الدین دبیر نے ۳ جنوری ۱۹۰۴ء کو رائے چندولال کی عدالت میں تائید استغاثہ میں کی تھی۔زاہد) مرزا قادیانی کے دل پر ایسا رعب ڈالا، ایسے دہشت زدہ ہوئے کہ ڈیرہ پر جاتے ہی آپکو سخت بخار ہو گیا۔چنانچہ دوسرے روز سرٹیفکیٹ بیماری پیش کیا۔(۹۰)

۷۱۔سخت بیمار:

ایک مرتبہ میں سخت بیمار ہوا یہاں تک کہ تین مختلف وقتوں میں میرے وارثوں نے میرا آخری وقت سمجھ کر مجھے تین مرتبہ سورۃ یاسین سنائی۔(۹۱)

۷۲۔سخت دورہ:

ایک دفعہ حضرت صاحب کو سخت دورہ پڑا۔کسی نے مرزا سلطان احمد اور مرزا فضل احمد کو بھی اطلاع کر دی اور وہ دونوں آ گئے پھر انکے سامنے بھی حضرت صاحب کو دورہ پڑا۔(۹۲)

۷۳۔سردرد:

والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ پہلے معمولی سردرد کے دورے ہوا کرتے تھے۔(۹۳)

۷۴۔سردی سے متلی:

فرمایا کرتے تھے کہ مجھے سردی سے متلی ہونے لگتی ہے۔بعض دفعہ تو اُٹھکر پہلے کوئی دوا مثلاً مشک وغیرہ کھا لیتے اور پھر لحاف یا رضائی اوڑھ کر اندر جا لیٹتے تھے۔غرض یہ کہ سردی سے آپ کو تکلیف ہوتی تھی اور اسکے اثر سے خاص طور پر اپنی حفاظت کرتے تھے۔(۹۴)

۷۵۔(ا)سردی کی شدت محسوس کرنا:

پچھلی عمر میں بارہ مہینے گرم کپڑے پہنا کرتے تھے۔(۹۵)

(ب)گرم کپڑے سردی گرمی برابر پہنتے تھے۔(۹۶)

۷۶۔سر میں چوٹ:

ہمارے دوران قیام میں جو کہ دس بارہ روز کا تھا بعض اور واقعات بھی ہوئے ان میں سے ایک حضرت صاحب کے سر پر چوٹ لگنے کا واقعہ ہے۔حضور وضو کر کے اٹھے تھے کہ الماری کے کھلے ہوئے تختے سے سر پر چوٹ آئی اور کافی گہرا زخم ہو گیا جس سے خون جاری ہوا۔(۹۷)

۷۷۔سر کے بال پتلے:

آخری عمر میں حضور کے سر کے بال پتلے اور ہلکے ہو گئے تھے چونکہ یہ عاجز ولایت سے ادویہ وغیرہ کے نمونے منگوایہ کرتا تھا غالبًا اسی واسطے ایک دفعہ مجھے فرمایا۔مفتی صاحب سر کے بالوں کے اگانے اور بڑھانے کے واسطے کوئی دوائی منگوائیں۔(۹۸)

۷۸۔سفید بال:

مسیح موعود بیان فرما کرتے تھے کہ ابھی ہماری عمر تیس سال کی ہی تھی کہ بال سفید ہونے شروع ہو گئے تھے اور میرا خیال ہے کہ پچپن سال کی عمر تک آپ کے سارے بال سفید ہو چکے تھے۔(۹۹)

۷۹۔سل:

ایک دفعہ حضرت صاحب کو سل ہو گئی اور چھ ماہ تک بیمار رہے بڑی نازک حالت ہو گئی تھی حتیٰ کہ زندگی سے ناامیدی ہو گئی تھی۔(۱۰۰)

۸۰۔سنکاپی:

(ا)اور پھر وہ زمانہ بھی آپ کو یاد ہو گا جبکہ مرزاجی بیماری سنکاپی(دل کے فعل کا رک جانا)وغیرہ میں مبتلا ہو کر غشی پر غشی کھاتے رہے۔ان بیماریوں کی تصدیق۔۔۔میں موجود ہے۔(۱۰۱)

(ب)صرع:

ایک دفعہ عالم کشف میں مجھے دکھائی دیا کہ ایک بلا سیاہ رنگ۔۔۔کہ شکل پر جو بھیڑ کے قد کی مانند اسکا قد تھا اور بڑے بڑے بال تھے اور بڑے بڑے پنجے تھے میرے پر حملہ کرنے لگی اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہ صرع ہے۔اور میں نے اپنا دایاں ہاتھ زور سے اسکے سینہ پر مارا اور کہا کہ دور ہو تیرا مجھ میں حصہ نہیں۔تب خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ اسکے بعد وہ خطرناک عوارض جاتے رہے اور وہ درد شدید بالکل جاتی رہی۔(۱۰۲)

۸۱۔ضعف:

غالباً ایک یا دو دفعہ آپ رفع حاجت کے لیے پاخانہ تشریف لے گئے۔اسکے بعد آپ نے زیادہ ضعف محسوس کیا تو اپنے ہاتھ سے مجھے جگایا۔میں اٹھی تو آپ کو اتنا ضعف تھا کہ آپ میری چارپائی پر ہی لیٹ گئے اور میں آپ کے پاؤں دبانے کے لیے بیٹھ گئی۔اتنے میں آپ کو ایک اور دست آیا مگر اب اس قدر ضعف تھا کہ آپ پاخانہ نہ جا سکتے تھے۔میں نے چارپائی کے پاس ہی انتظام کر دیا اور آپ وہیں بیٹھ کر فارغ ہوئے۔۔۔مگر ضعف بہت ہو گیا تھا۔(۱۰۳)

۸۲۔ضعف دماغ:

(ا)میری طبیعت آپ کے بعد پھر بیمار ہو گئی۔ابھی ریزش کا نہایت زور ہے دماغ کو بہت ضعف ہو گیا ہے۔آپ کے دوست ٹھاکر رام کیلئے ایک دن بھی توجہ کرنے کے لیے مجھے نہ ملا۔(۱۰۴)

(ب)بعض باتیں میرے دماغ سے فرو ہو جاتی ہیں انکو بتلا نہیں سکتا۔فرو ہو جانے کی وجہ استغراق روحانی

اور ضعف دماغ ہے۔(۱۰۵)

۸۳۔ضعف قلب:

ضعف قلب تو اب بھی مجھ میں اس قدر ہے کہ میں بیان نہیں کرسکتا۔(۱۰۶)

۸۴۔طاعون:

میں نے جو اپنی نسبت خوابیں اور الہامات دیکھے ہیں اُن سے میں حیران ہوں۔دومرتبہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا مجھے مرض طاعون ہوگئی ہے۔اور ورمِ طاعون نمودار ہے۔اب آج بھی یہی خواب آئی ہے۔اسکے قریب قریب ایک الہام بھی ہے جو کسی رنج اور بلا پر دلالت کرتا ہے۔(۱۰۷)

مرزا قادیانی نے اپنے نام نہاد نئے اسلام کی ساری بنیاد خوابوں اور الہام پر تعمیر کی ہے۔جس طرح دیگر تمام امور میں قادیانی گروہ خوابوں پر یقین کر کے ایک گمراہ شخص کو نبی و رسول جیسے عظیم المرتبت عہدہ پر بٹھایا ہے۔اسی طرح اس خواب کو بھی حقیقت پر مبنی سمجھنا چاہیے اور یقین رکھنا چاہیے کہ قادیانی کو مرض طاعون لاحق ہوئی تھی۔ورنہ باقی ساری اوٹ پٹانگ کہانیاں بھی اگر اضغاث الاحلام کہہ کر ٹال دی جائیں تو قادیانی مذہب کی ساری عمارت آج ہی زمیں بوس ہو جائے۔مزید براں یہ کہ مرزا قادیانی نے اپنی کتب (ایام الصلح ص ۱۲۰،۱۲۱ اور تذکرہ طبع دوم ص ۳۲۰) پر تحریر کیا ہے کہ طاعون اور خارش کا مادہ ایک ہی ہے۔چنانچہ خارش تو مرزا قادیانی کو ضرور لاحق ہوئی تھی۔(زاہد)

۸۵۔عصبی تکلیف:

بکثرت اور بار بار پیشاب آتا تھا اور یہ ایک عصبی تکلیف تھی۔اور بہت پیشاب آ کر سخت ضعف ہو جاتا۔(۱۰۸)

۸۶۔عصبی کمزوری:

آپ کی تمام تکالیف مثلاً دوران سر، دردسر، کمی خواب، تشنج دل، بدہضمی، اسہال، کثرت پیشاب اور مراق وغیرہ کا صرف ایک ہی باعث تھا اور وہ عصبی کمزوری تھا۔(۱۰۹)

۸۷۔غرغرہ موت:

نو بجے کے بعد آپ کی حالت زیادہ نازک ہوگئی۔اور تھوڑی دیر کے بعد آپ کو غرغرہ شروع ہوگیا۔غرغرہ میں کوئی آواز نہیں تھی بلکہ صرف سانس لمبا لمبا اور کھنچ کھنچ کر آتا تھا۔(۱۱۰)

۸۸۔غشی:

(ا) فرمایا کہ میری طبیعت بہت خراب ہوگئی تھی۔ لیکن اب افاقہ ہے۔ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ میں نے دیکھا کوئی کالی کالی چیز میرے سامنے سے اٹھی ہے۔ اور وہ آسمان تک چلی گئی ہے۔ پھر میں چیخ مار کر زمین پر گر گیا اور غشی کی سی حالت ہوگئی۔ (۱۱۱)

۸۹۔ فالج:

۱۵ اگست ۱۹۰۴ء کو ایک دفعہ نصف حصہ۔۔ بدن کا میرا بے حس ہوگیا۔ اور ایک قدم چلنے کی طاقت نہ رہی۔ اور چونکہ میں نے یونانی طب کی کتابیں سبقاً سبقاً پڑھی تھیں۔ اس لیے مجھے خیال گزرا کہ مجھ پر فالج کی علامات ہیں۔ ساتھ ہی سخت درد تھی۔ دل میں گھبراہٹ کہ کروٹ بدلنا مشکل تھا۔ (۱۱۳)

۹۰۔ قے:

اسکے بعد ایک اور دست آیا اور پھر آپ کو ایک قے آئی۔ جب آپ قے سے فارغ ہو کر لیٹنے لگے تو ضعف اتنا تھا کہ لیٹتے لیٹتے پشت کے بل چارپائی پر گر گئے۔ اور آپ کا سر چارپائی کی لکڑی سے ٹکرایا اور حالت دگرگوں ہو گئی۔ (۱۱۴)

۹۱۔ قولنج زحیری:

(ا) ایک دفعہ والد صاحب سخت بیمار ہو گئے اور حالت نازک ہوگئی اور حکیموں نے ناامیدی کا اظہار کر دیا۔ اور نبض بھی بند ہوگئی۔ مگر زبان جاری رہی۔ والد صاحب نے کہا کہ کیچڑ لا کر میرے اوپر نیچے رکھو چنانچہ ایسا کیا گیا اور اس سے حالت روبا اصلاح ہوگئی۔ مسیح موعود نے لکھا ہے کہ یہ مرض قولنج زحیری کا ہے۔ (۱۱۵)

(ب) ایک مرتبہ میں قولنج زحیری سے سخت بیمار ہوا اور سولہ دن تک پاخانہ کی راہ سے خون آتا رہا۔ سخت درد تھا جو بیان سے باہر ہے۔ (۱۱۶)

۹۲۔ کثرت پیشاب:

(ا) رات کے وقت آپکو پیشاب کے لیے کئی دفعہ اٹھنا پڑتا تھا۔ (۱۲۰)

(ب) والدہ صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ آپ عموماً ریشمی ازار بند استعمال کرتے تھے کیونکہ آپ کو پیشاب جلدی جلدی آتا تھا۔ اسلیے ریشمی ازار بند رکھتے تھے تاکہ کھلنے میں آسانی ہو اور گرہ بھی پڑ جائے تو کھولنے میں دقت نہ ہو۔ سوتی ازار بند میں آپ سے بعض دفعہ گرہ پڑ جاتی تھی تو آپ کو بڑی تکلیف ہوتی تھی۔ (۱۲۱)

(ج) ایک دفعہ سفر جہلم کے دوران آپ کو کثرت پیشاب کی تکلیف تھی۔ حضور نے مجھے فرمایا کہ مفتی صاحب

مجھے پیشاب کثرت کے ساتھ آتا ہے۔کوئی برتن لائیں جس میں میں رات کو پیشاب کرلیا کروں۔(۱۲۲)

(د) میں ایک دائم المرض آدمی ہوں ۔۔۔۔ بسا اوقات رات کو یا دن کو سو سو دفعہ پیشاب آتا ہے اور اس قدر کثرت پیشاب سے جس قدر عوارض ضعف ہوتے ہیں وہ سب میرے شامل حال رہتے ہیں۔(۱۲۳)

(ھ) ابھی تک بیس دفعہ کے قریب ہر روز پیشاب آتا ہے۔(۱۲۴)

(مرزا قادیانی پر خدائی پکڑ اور عذاب الٰہی کا مشاہدہ فرمائیں۔ بقول خود اُسے ایک دن یا رات میں سو سو مرتبہ پیشاب آتا ہے۔ایک دن یا رات بارہ گھنٹوں کی ہوتی ہے۔۱۲ گھنٹوں کے ۷۲۰ منٹ بنتے ہیں۔بیس منٹ دوسری ضروریات کیلئے نکال دیں تو بقیہ ۷۰۰ منٹ بچتے ہیں۔مرزا قادیانی کو سات سو منٹوں میں سو مرتبہ پیشاب آتا ہے۔یعنی ٹھیک سات منٹ بعد پیشاب کا الارم بج جاتا ہے۔اور مرزا پیشابی ریشمی ازار بند کھولتا ہوا بیت الخلا میں جا پہنچتا ہے اور یہ کھیل سارا دن جاری رہتا ہے۔غور فرمائیے جو شخص ہر سات منٹ بعد پیشاب کرتا ہے کیا اسکی طہارت قائم رہ سکتی ہے۔سات منٹ میں تو استنجا اور وضو ہو ہی نہیں سکتے تو کیا یہ ہر وقت پلید رہنے والا شخص نبوت کی مسند نشینی کے لائق ہے۔حق تو یہ ہے کہ جس شخص کی طہارت ہی کامل نہیں ایسے شخص کے متعلق یہ گمان رکھنا کہ نبوت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہے سراسر دنیاوی ذلت اور اُخروی ندامت و لعنت کے سوا کچھ نہیں۔لیکن حیرانی ہے مرزائی گروہ پر جو ملعون کو نبی مان کر اسے سچا ثابت کرنے کی غرض سے بے دریغ گورکھ دھندے تیار کرتے رہتے ہیں۔(زاہد)

۹۳۔کھانسی:

(ا) ایک دفعہ حضرت کو کھانسی تھی حضور نے خرفہ ۲ ماشہ، السی ایک ماشہ کا جوشاندہ بنا کر پیا۔(۱۲۷)

(ب) ایک دفعہ حضرت صاحب کو سخت کھانسی ہوئی ایسی کہ دم نہ آتا تھا۔البتہ منہ میں پان رکھ کر قدرے آرام معلوم ہوتا تھا۔اس وقت آپ نے اس حالت میں پان منہ میں رکھے رکھے نماز پڑھی تاکہ آرام سے پڑھ سکیں۔(۱۲۹)

۹۴۔گڑ کا رسیا:

آپ کو شیرینی سے بہت پیار ہے۔اور مرض بول بھی آپ کو بہت عرصہ سے لگی ہوئی ہے اس زمانہ میں آپ مٹی کے ڈھیلے بعض وقت جیب میں ہی رکھتے تھے۔اور اسی جیب میں گڑ کے ڈھیلے بھی رکھ لیا کرتے تھے۔(۱۳۰)

۹۵۔گھبراہٹ:

(ا) کل شام کے وقت مسجد میں اپنے دوستوں کے روبرو جو حاضر تھے سخت درجہ کا عارضہ لاحق ہوا اور ایک

دفعہ تمام بدن سرد اور نبض کمزور اور طبیعت میں سخت گھبراہٹ شروع ہوئی اور ایسا معلوم ہوتا تھا گویا زندگی میں ایک دو دم باقی ہیں۔(۱۳۱)

(ب)اس روز ۱۶ اگست ۱۹۰۴ء کو بعدالت جناب لالہ آتمارام مجسٹریٹ گورداسپور کی عدالت میں پیشی کے وقت مرزا قادیانی کی گھبراہٹ انتہائی درجہ کو پہنچی ہوئی تھی۔(زاہد،۱۳۲)

۹۶۔گھٹنے کا درد:

ایک دفعہ شروع میں گھٹنے کے جوڑ میں بھی درد ہوا تھا۔نہ معلوم وہ کیا تھا مگر دو تین دن زیادہ تکلیف رہی پھر جونکیں لگانے سے آرام آیا۔(۱۳۳)

بقول مرزا بشیر احمد ابن مرزا قادیانی ایک الہام کی رو سے خدائے قادیان نے نبی قادیان سے وعدہ کیا تھا کہ مرزا قادیانی کے گھٹنوں آنکھوں اور عقل پر خصوصی رحمت کا نزول رہیگا۔(۱۳۴) چنانچہ گھٹنوں پر تو رحمت جونک بن کر چمٹی،آنکھیں رحمت کی وجہ سے ساری عمر نیم بند اور مائی او پیا کا شکار رہیں۔اور عقل تو تھی ہی سراپا رحمت۔مرزا قادیانی کی عقل بلے بلے۔دنیا جانتی ہے کہ عقل اور مرزا قادیانی کا کبھی جوڑ ہی نہ ہو سکا۔ساری عمر عقل مرزا قادیانی سے ناراض رہی اگر عقل ہوتی تو نہ گڑ سے وٹو ائی کرتا،نہ مٹی کا ڈھیلا کھاتا،نہ الٹی گرگابی پہن کر نوابی چال چلتا،اور نہ سدری کے بٹن نیچے والے اوپر کے کاج میں بند کرتا۔واقعی مرزا قادیانی کے گھٹنے،آنکھیں اور عقل شیطانی رحمت کا مرقع رہیں اور پوری قادیانی ذریۃ البغایا کو یہ سب نعمتیں وراثتاً منتقل ہو رہی ہیں۔

۹۷۔گنجاپن:

ایک اشتہار بالوں کی کثرت کا شاید لندن میں کسی نے دیا ہے اور مفت دوا بھیجتا ہے۔آپ وہ دوائی بھی منگوا لیں تا کہ آزمائی جا سکے لکھتا ہے کہ اس سے گنجے بھی شفاء پاتے ہیں۔(۱۳۶)

۹۸۔لاچاری:

(ا)اس عاجز کی طبیعت آج بہت علیل ہو رہی ہے۔ہاتھ پاؤں بھاری اور زبان بھی بھاری ہو رہی ہے۔مرض کے غلبے سے نہایت لاچاری ہے۔(۱۳۷)

(ب)یہ عاجز کسی صورت اسقدر تکلیف نہیں اٹھا سکتا کہ اس حالت میں لدھیانہ پہنچ کر پھر لاہور میں آوے۔طبیعت بیمار ہے۔لاچار ہوں اس لیے مناسب ہے کہ اپریل کے مہینے میں کوئی تاریخ مقرر کی جاوے۔(۱۳۸)

۹۹۔لتاڑنا:

ایک دفعہ بمقام گورداسپور ۱۹۰۴ء میں آپ کو بخار تھا۔ آپ نے خاکسار سے فرمایا کہ جسیم آدمی کو بلاؤ جو ہمارے جسم پر پھرے۔ خاکسار خواجہ کمال الدین صاحب وکیل لاہور کو لایا جو چند دفعہ پھرے مگر حضرت اقدس نے فرمایا کہ انکا وجود چنداں بوجھل نہیں کسی دوسرے شخص کو لائیں شاید حضور نے ڈاکٹر میر محمد اسماعیل دھلوی کا نام لیا۔ خاکسار انکو بلالایا۔ جسم پر پھرنے سے حضرت اقدس کو آرام محسوس ہوا۔ (۱۳۹)

۱۰۰۔مائی او پیا:

ڈاکٹر میر محمد اسماعیل نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت صاحب کی آنکھوں میں مائی او پیا تھا۔ اسی وجہ سے پہلی رات کا چاند نہ دیکھ سکتے تھے۔ (۱۴۰)

۱۰۱۔مراق:

(ا) حضور نے فرمایا کہ ایک رنگ میں سب نبیوں کو مراق ہوتا ہے اور مجھکو بھی ہے۔ یہ طبیعتوں کی مناسبت ہے جس قدر ایسے آدمی ہیں کچھ چلیں آویں۔ (۱۴۱)

(ب) میرا تو یہ حال ہے کہ باوجود اسکے کہ دو بیماریوں میں مبتلا رہتا ہوں تاہم آج کل کی مصروفیات کا یہ حال ہے کہ رات کو مکان کے دروازے بند کر کے بڑی بڑی رات تک بیٹھا اس کام کو کرتا رہتا ہوں۔ حالانکہ زیادہ جاگنے سے مراق کی بیماری ترقی کرتی ہے۔ (۱۴۲)

(ج) مراق کا مرض حضرت مرزا صاحب میں موروثی نہ تھا بلکہ یہ خارجی اثرات کے ماتحت پیدا ہوا۔ (۱۴۴)

جیسا کہ مقالہ کے آغاز میں روحانی سائنسی تحقیق سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ گناہوں کی بدولت جو بیماری انسان پر حملہ آور ہوتی ہے وہ نہ صرف ایک انسان کو اپنی گرفت میں دبوچتی ہے بلکہ اس کے منحوس اثرات اسکی آئندہ نسلوں اور قریبی اعزا تک بھی پھیل جاتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں کہ مرزا قادیانی کی نحوست سے اس کے متعلقین بھی بچ نہ سکے۔ مرزا قادیانی کا اپنا ہی قول ہے کہ "میری بیوی کو مراق کی بیماری ہے۔ کبھی کبھی وہ میرے ساتھ ہوتی ہے۔ کیونکہ طبی اصول کے مطابق اس کے لیے چہل قدمی مفید ہے۔ (۱۴۵)

ڈاکٹر شاہنواز قادیانی کی تحریر ملاحظہ ہو!

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (مرزا محمود احمد قادیانی) نے فرمایا کہ مجھ کو بھی کبھی کبھی مراق کا دورہ ہو جاتا

ہے۔(۱۴۶)

مرزا قادیانی کو مرض مراق کیوں لاحق ہوا اسکے اسباب وعوامل کیا تھے اور مرض میں مبتلا ہونے کے بعد اس نے کیا کیا گل کھلائے یہ بحث بھی دلچسپی سے خالی نہیں۔حکیم برہان الدین نفیس لکھتے ہیں!

''مالیخولیا کی ایک قسم ہے جس کو مراق کہتے ہیں۔یہ مرض تیز سودا سے جو معدہ میں جمع ہوتا ہے پیدا ہوتا ہے اور جس عضو میں یہ مادہ جمع ہو جاتا ہے اس سے سیاہ بخارات اُٹھکر دماغ کی طرف چڑھتے ہیں۔اسکی علامات یہ ہیں۔ترش وخالی ڈکاریں،ضعف معدہ کی وجہ سے کھانے کی لذت کم معلوم ہونا،ہاضمہ خراب ہو جانا،پاخانہ پتلا ہونا،پیٹ پھولنا،دھویں جیسے بخارات چڑھتے ہوئے معلوم ہونا''

ڈاکٹر وحکیم غلام۔۔۔صاحب مرض مراق کی وجوہات بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں!

''یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس مرض (مراق) کی علامات کا ظہور فتور قوتِ حیوانی یا روح حیوانی سے ہوتا ہے۔جو کہ جگر ومعدہ میں ہوتیں ہیں۔مگر تحقیقات جدیدہ سے معلوم ہوا ہے کہ یہ مرض عصبی ہے۔اور جیسا کہ عورتوں میں رحم کی مشارکت سے مرض اختناق الرحم (ہسٹیریا) پیدا ہوتا ہے اسی طرح اعضائے اندرونی کے فتور سے ضعفِ دماغ ہو کر مردوں میں مراق ہو جاتا ہے''۔(۱۴۸)

حکیم نورالدین قادیانی کے بقول!

''مراق کے اسباب میں سب سے بڑا ورثہ میں ملا ہوا طبعی میلان اور عصبی کمزوری ہے۔عصبی امراض ہمیشہ ورثہ میں ملتے ہیں اور لمبے عرصہ تک خاندان میں چلتے ہیں''۔(۱۴۹)

''جس طرح مرزا قادیانی کا سارا خاندان مراقی ہو چکا ہے''(زاہد)

مراقی شخص کے بارے میں جب اطباء وحکماء کی آراء کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ مرزا قادیانی کے تمام الہامات وپیش گوئیوں کا منبع اسکا مراق ہی تھا۔حکیم برہان الدین نفیس لکھتے ہیں!

''مالیخولیا خیالات و افکار کے طریق طبعی سے متغیر بخوف و فساد ہو جانے کو کہتے ہیں۔۔۔بعض مریضوں میں گاہے بگاہے یہ فساد اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو غیب دان سمجھتا ہے اور اکثر ہونے والے امور کی پہلے ہی خبر دے دیتا ہے۔۔۔اور بعض میں یہ فساد یہاں تک ترقی کر جاتا ہے کہ اسکو اپنے متعلق یہ خیال ہوتا ہے کہ میں فرشتہ ہوں''(۱۵۰)

حکیم محمد اعظم خاں صاحب مریض مراق کی حالت کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں!

''مریض کے اکثر اوھام اس کام سے متعلق ہوتے ہیں جس میں مریض زمانہ صحت میں مشغول رہا ہو۔مثلاً۔۔۔اگر مریض صاحب علم ہو تو پیغمبری اور معجزات و کرامات کے دعویٰ کر دیتا ہے۔خدائی باتیں کرتا ہے اور لوگوں کو اسکی تبلیغ کرتا ہے۔(۱۵۱)

ڈاکٹر شاہنواز قادیانی کے ایک مضمون کا مراق سے متعلقہ حصہ بھی ملاحظہ فرمائیں!

''ایک مدعی الہام سے متعلق اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اسکو ہسٹیریا، مالیخولیا یا مرگی کا مرض تھا تو اسکے دعویٰ کی تردید کے لیے پھر کسی اور ضرب کی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ یہ ایسی چوٹ ہے جو اسکی صداقت کی عمارت کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیتی ہے۔(۱۵۲)

مرزا محمود احمد قادیانی مراق کے مریض کا نام مراقی رکھتے ہوئے لکھتا ہے!

''ہسٹیریا کا مریض جسکو اختناق الرحم کہتے ہیں چونکہ تمام طور پر مرض عورتوں میں زیادہ ہوتا ہے اس لیے اسکو رحم کی طرف منسوب کرتے ہیں ورنہ مردوں میں بھی یہ مرض ہوتا ہے۔اور جن مردوں کو یہ مرض ہو انکو مراقی کہتے ہیں۔(۱۵۳)

مندرجہ بالا بحث سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ مرزا قادیانی کو مرض مراق لاحق تھا۔جتنی علامات مرض مراق سے متعلق اطباء و حکماء نے بیان کی ہیں وہ سب کی سب بدرجہ اتم مرزا قادیانی میں موجود تھیں۔چنانچہ ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی کے تمام دعویٰ جات و الہامات اسکی مراقی طبیعت ہی کا کرشمہ سازی تھی۔

۱۰۲۔مضمحل جسمانی قویٰ:

اگر ایک سطر بھی لکھوں یا کچھ فکر کروں تو خطرناک دوران سر شروع ہو جاتا ہے۔اور دل ڈوبنے لگتا ہے۔جسم

بالکل بے کار ہو جاتا ہے۔اور جسمانی قویٰ ایسے مضمحل ہو گئے ہیں کہ خطرناک حالت ہے۔(۱۵۴)

۱۰۳۔مرگی:

مجھے یاد ہے کہ شاید چوبیس برس کا عرصہ گزرا ہوگا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک جگہ شیطان سیاہ رنگ اور بدصورت کھڑا ہے۔اول اُس نے میری طرف توجہ کی اور میں نے اُس کے منہ پر طمانچہ مار کر کہا دور ہو اے شیطاں تیرا مجھ میں حصہ نہیں۔اور پھر وہ ایک دوسرے کی طرف گیا اور اسکو اپنے ساتھ کرلیا۔اور جسکو ساتھ کیا اسکو میں جانتا تھا۔اتنے میں آنکھ کھل گئی۔اسی دن یا اُس کے بعد اُس شخص کو مرگی پڑی جسکو میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ شیطان نے اسکو ساتھ کرلیا ہے۔اور صرع کی بیماری میں گرفتار ہو گیا ہے۔اس سے مجھے یقین ہوا کہ شیطان کی ہمراہی کی تعبیر مرگی ہے۔(۱۵۵)

۱۰۴۔مے نوشی کا عادی:

اس وقت میاں یار محمد بھیجا جاتا ہے۔آپ اشیائے خریدنی خود خرید کر دیں اور ایک بوتل ٹانک وائن پلومر کی دوکان سے خریدیں مگر ٹانک وائن چاہیے اسکا لحاظ رہے۔(۱۵۶)

۱۰۵۔مقعد سے خون بہنا:

ایک مرتبہ قولنج زحیری سے سخت بیمار ہوا اور سولہ دن تک پاخانہ کی راہ سے خون آتا رہا۔سخت درد تھا جو بیان سے باہر ہے۔(۱۵۷)

۱۰۶۔مونڈھا کمزور:

حضور نے فرمایا شاہ صاحب ہمارے مونڈھے پر ضرب آتی ہے جسکی وجہ سے وہ اب تک کمزور ہے۔(۱۵۸)

۱۰۷۔نامردی:

جس قدر ضعف دماغ کے عارضہ میں عاجز مبتلا ہے مجھے یقین نہیں کہ آپ کو ایسا ہی عارضہ ہو۔جب میں نے نئی شادی کی تھی تو مدت تک یقین رہا کہ میں نامرد ہوں آخر میں نے صبر کیا اور اللہ تعالیٰ پر امید اور دعا کرتا رہا۔سو اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو قبول فرمایا اور ضعف قلب تو اب بھی مجھ میں اسقدر ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔(۱۵۹)

۱۰۸۔مردانہ کمزوری:

اس نہایت درجہ کے ضعف میں میرا نکاح ہوا تو بعض نے افسوس کیا کیونکہ میری حالت مردمی کالعدم تھی۔اور پیرانہ سالی کے رنگ میں میری زندگی تھی۔چنانچہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے مجھے خط لکھا تھا کہ آپ کو شادی نہیں کرنی

چاہیے تھی۔ایسا نہ ہو کہ کوئی ابتلا پیش آئے۔جواب تک موجود ہے۔(۱۶۰)

۱۰۹۔نعوذ کالعدم:

ایک مرض مجھے نہایت خوفناک تھی کہ صحبت کے وقت لیٹنے کی حالت میں نعوذ بکلی جاتا رہتا تھا۔شاید قلت حرارت غریزی اسکا موجب تھی وہ عارضہ بکلی جاتا رہا ہے۔(۱۶۱)

مرزا قادیانی کی مردانہ حالت کے کمزور ہونے اور نامردی پر اُسکے اپنے اعتراف کے بعد سوال پیدا ہوتا ہے کہ شادی کے فوراً بعد اسکے ہاں اولاد کس طرح پیدا ہو گئی جبکہ وہ خود تحریر کر رہا ہے کہ نئی شادی کے بعد عرصہ دراز تک نامرد رہا۔تو سنیں! یہ بات اب تحقیق سے ثابت ہو چکی ہے کہ اسکی تمام اولاد اسکی اپنی نہیں بلکہ حکیم نورالدین سمیت جن قادیانیوں کو بذریعہ خطوط مرزا قادیانی اپنی جنسی ناکامی کی کہانیاں سنایا کرتا تھا انھوں نے ہی مرزا قادیانی کے آڑے وقت میں اسکا ہاتھ بٹایا۔مرزا قادیانی تو بیماریوں کی وجہ سے موت کی دہلیز پر پہنچ چکا تھا اور بڑھاپے میں شادی کا سیاپا سر پر چڑھا بیٹھا اوپر سے نامردی کا عذاب نازل ہو چکا تھا۔چنانچہ مرزا قادیانی تو مجبوراً عرصہ دراز تک صبر کرتا رہا،لیکن نوجوان نئی نویلی دلہن نصرت جہاں بیگم کیسے صبر کرتی۔چنانچہ اُس نے مرزا قادیانی کے جواں مرد مریدوں سے راہ و رسم پیدا کر لیے۔اور مرزا قادیانی کی موجودگی میں ہی اپنا دل لبھانے کی غرض سے شاپنگ کیلئے نوجوان مریدوں کی ہمراہی پسند کرتی۔ڈاکٹر بشارت احمد قادیانی نے اس حقیقت کو بدیں الفاظ آشکارا کیا ہے۔!

"بیوی صاحبہ مرزا جی کے مریدوں کو ساتھ لے کر لاہور سے کپڑے بھی خود ہی خرید لایا کرتی تھیں۔(۱۶۲)

اب تصور کریں قادیان سے لاہور تک کا سفر آج سے ایک صدی قبل کتنا لمبا اور کتنا وقت لیتا ہوگا۔جبکہ جہلم کی عدالت میں پیش ہونے کیلئے مرزا قادیانی ایک دن قبل سفر شروع کرتا تھا۔ضرور لاہور تک آنے جانے اور خرید و فروخت کرنے میں دو تین دن تو لگ ہی جاتے ہونگے اور اس خوشگوار سفر کو مرزا قادیانی کا معتمد ترین ساتھی حکیم نور الدین اور بھی پر کیف بنا دیتا تھا۔اسی وجہ سے یار لوگوں نے اُسی وقت ہی یہ باتیں کہنا شروع کر دی تھیں جب مرزا قادیانی کا پہلا بیٹا مرزا بشیر الدین پیدا ہوا کہ بیٹے کی شکل تو حکیم نورالدین سے بہت ملتی ہے اور بعد ازاں مرزا بشیر احمد جو بشیر احمد ایم اے کے نام سے مشہور ہوئے اور قمر الانبیاء بھی کہلائے کی پیدائش پر تو لوگوں نے پختہ یقین سے کہنا شروع کر دیا کہ یہ اولاد حکیم نورالدین کے نطفہ سے پیدا ہو رہی ہے۔(۱۶۳)

اس خدشہ کو مزید تقویت اُس وقت ملتی ہے جب حکیم نور الدین کی تحریروں کا مطالعہ کیا جاتا ہے کہ ساری

قادیانی ذریت البغایا تو نصرت جہاں بیگم کا نام جب بھی لکھتی ہے اُسے ''اُم المومنین'' لکھتی ہے جبکہ حکیم نورالدین نے اپنی تحریروں میں جب بھی نصرت جہاں بیگم کا ذکر کیا تو اُسے بیوی صاحبہ ہی لکھا کیونکہ وہ اُسے مرزا قادیانی کے ساتھ ساتھ اپنی بھی بیوی ہی سمجھتا تھا ''اُم المومنین'' نہ سمجھتا تھا۔

۱۱۰۔نبض بند:

ایک دفعہ والد صاحب سخت بیمار ہو گئے اور حالت نازک ہو گئی۔حکیموں نے نا امیدی کا اظہار کر دیا۔اور نبض بند ہو گئی۔(۱۶۴)

۱۱۱۔نبض کمزور:

سخت درد کا عارضہ لاحق ہوا اور ایک دفعہ تمام بدن سرد اور نبض کمزور ہو گئی اور طبیعت میں سخت گھبراہٹ شروع ہوئی۔(۱۶۵)

۱۱۲۔نروس پالیوریا:

اس خاکسار نے کیمیاوی ملاحظہ نہیں کیا تھا مگر ہمیشہ کے حالات دیکھکر تشخیص کی تھی کہ یہ مرض نروس پالیوریا ہے۔(۱۶۶)

۱۱۳۔نیم بند آنکھیں:

حضرت صاحب کی آنکھیں ہمیشہ نیچی اور نیم بند رہتی تھیں انکے سامنے جاتے ہوئے کسی خاص پردے کی ضرورت نہیں۔(۱۶۸)

۱۱۴۔ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہونا:

(ا) آپ کو دل گھٹنے کا دورہ ہوا اور ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو گئے۔(۱۶۹)

(ب) خاکسار نے والدہ صاحبہ سے پوچھا کے دورہ میں کیا ہوتا تھا۔والدہ صاحبہ نے کہا کہ ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو جاتے تھے۔(۱۷۰)

۱۱۵۔ہسٹیریا:

میں نے کئی دفعہ حضرت صاحب سے سنا ہے کہ مجھے ہسٹیریا ہے۔بعض اوقات آپ مراق بھی فرمایا کرتے تھے۔(۱۷۱)

۱۱۶۔ہیضہ یعنی مرض الموت:

حضرت صاحب جس رات کو بیمار ہوئے اس رات کو میں اپنے مقام پر جا کر سو چکا تھا جب آپ کو بہت تکلیف ہوئی تو مجھے جگایا تھا۔ جب میں حضرت صاحب کے پاس پہنچا اور آپ کا حال دیکھا تو آپ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا! میر صاحب مجھے وبائی ہیضہ ہو گیا ہے۔ اسکے بعد آپ نے کوئی ایسی صاف بات میرے خیال میں نہیں فرمائی۔ یہاں تک کہ دوسرے روز دس بجے کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔ (۱۷۲)

بقول شاعر!

یوں کسا کرتا تھا مر جائیں گے   اور تو زندہ ہیں خود ہی مر گیا

اور

اسکے بیماروں کا ہو گا کیا علاج   کالرہ سے خود مسیحا مر گیا

مزید یہ کہ!

مرا قادیانی تو مومن پکارے   کھول کے،خس کم جہاں پاک سارے

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

حواشی و حوالہ جات

۱۔سورۃ الشوریٰ آیت ۳۰   ۲۔سورۃ الرعد آیت ۳۱

۳۔تازیانہ عبرت ص ۶۲ از مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ

۴۔قادیانیت اسلام اور سائنس کے کٹہرے میں از عرفان محمود برق ص ۶۷

۵۔ایضاً ص ۶۴   ۶۔ایضاً ص ۶۶   ۷۔(مرزا قادیانی کے الہامات کا مجموعہ) تذکرہ طبع دوم ص ۸۰۲

۸۔اربعین نمبر ۳ حاشیہ ص ۳۰ مندرجہ روحانی خزائن ج ۱۷ ص ۴۱۹ از مرزا قادیانی

۹۔روزنامہ الفضل ربوہ مورخہ ۳ جولائی ۱۹۵۹   ۱۰۔تازیانی عبرت ص ۶۳ از مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ

۱۱۔تذکرہ طبع دوم ص ۲۵۴   ۱۲۔سیرت المھدی ج ۱ روایت ۱۹ ص ۱۶ مرتبہ مرزا بشیر احمد قادیانی

۱۳۔سیرت المھدی ج ۳ روایت ۸۴۳ ص ۲۴۲   ۱۴۔سیرت المھدی ج دوم روایت ۳۷۶ ص ۵۸

۱۵۔تازیانہ عبرت ص ۱۰۲ از مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ ۱۶۔رسالہ ریویو آف ریلیجز قادیان بابت مئی ۱۹۳۷ء
۱۷۔سیرت المہدی ج ۳ روایت ۵۱۲ ص ۲۸ ۱۸۔ایضاً
۱۹۔سیرت المہدی ج ۳ روایت ۸۱۲ ص ۲۲۷ ۲۰۔ایضاً روایت ۵۶۲ ص ۴۹
۲۱۔اخبار الفضل قادیان ج ۳ نمبر ۱۰۷ مورخہ ۱۸ اپریل ۱۹۱۶ء ۲۲۔آئینہ احمدیت ص ۱۸۶ از دوست محمد قادیانی
۲۳۔تذکرہ طبع دوم ص ۳۲ از مرزا قادیانی ۲۴۔تازیانہ عبرت ص ۶۵
۲۵۔ایضاً ص ۶۶ ۲۶۔ایضاً ۲۷۔سیرت المہدی ج ۳ روایت ۸۶۷ ص ۲۵۳
۲۸۔سیرت المہدی ج ۳ روایت ۸۳۹ ص ۵۸ ۲۹۔سیرت المہدی ج دوم روایت ۳۷۵ ص ۵۸
۳۰۔منظر وصال از مفتی محمد صادق قادیانی مندرجہ اخبار الحکم خاص نمبر مورخہ ۲۱ مئی ۱۹۳۴ء ۳۱۔ایضاً
۳۲۔خطوط امام بنام غلام ص ۶ مرزا قادیانی کا خط بنام حکیم محمد حسین قریشی
۳۳۔سیرت المہدی ج ۱ روایت ۱۹ ص ۱۷ ۳۴۔تازیانہ عبرت ص ۱۱۰
۳۵۔سیرت المہدی ج ۲ روایت ۴۴۳ ص ۱۲۵ ۳۶۔سیرت المہدی ج ۳ روایت ۷۸۱ ص ۲۱۱
۳۷۔سیرت المہدی ج ۳ روایت ۸۱۲ ص ۲۲۷ ۳۸۔سیرت المہدی ج ۱ روایت ۱۹ ص ۱۷
۳۹۔سیرت المہدی ج ۳ روایت ۷۰۱ ص ۱۳۳ ۴۰۔سیرت المہدی ج ۳ روایت ۹۳۸ ص ۲۸۷
۴۱۔سیرت المہدی ج ۳ روایت ۷۴۴ ص ۱۵۷ ۴۲۔خطوط امام بنام غلام ص ۷ از حکیم محمد حسین قریشی
۴۳۔تذکرہ طبع دوم ص ۱۱۶ الہام نمبر ۱۸ از مرزا قادیانی ۴۴۔ضمیمہ اربعین نمبر ۳، ۴ ص ۴
۴۵۔سیرت المہدی ج ۳ روایت ۵۱۲ ص ۲۸ ۴۶۔آئینہ احمدیت ص ۱۸۶ از دوست محمد شاہد قادیانی
۴۷۔سیرت المہدی ج ۳ روایت ۷۴۴ ص ۱۶۴ ۴۸۔سیرت المہدی ج ۳ روایت ۷۶۵ ص ۱۹۵
۴۹۔سیرت المہدی ج ۲ روایت ۴۰۳ ص ۷۷ ۵۰۔سیرت المہدی ج ۲ روایت ۴۰۴ ص ۷۷
۵۱۔سیرت المہدی ج ۱ روایت ۱۹ ص ۱۷ ۵۲۔سیرت المہدی ج ۳ روایت ۷۸۸ ص ۲۱۳
۵۳۔تازیانہ عبرت ص ۶۶ ۵۴۔مکتوبات احمدیہ ج ۵ نمبر ۳ ص ۳۱
۵۵۔بیان مرزا قادیانی بطور گواہ صفائی زیر مقدمہ فضل دین بنام محمد کرم الدین بعدالت جناب رائے گنگا رام صاحب اسسٹنٹ کمشنر و مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور مندرجہ تازیانہ عبرت ص ۱۲۶ از مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ
۵۶۔سیرت المہدی ج ۱ روایت ۲۶۲ ص ۲۵۷ ۵۷۔سیرت المہدی ج ۳ روایت ۴۷۵ ص ۵۳

۵۸۔تذکرہ طبع دوم ص ۸۰۲ ۵۹۔سیرت المھدی ج ۳ روایت ۱۰۷۰ ص ۹۷

۶۰۔تذکرہ طبع دوم ص ۳۲ ۶۱۔سیرت المھدی ج ۲ روایت ۴۴۲ ص ۱۲۵

۶۲۔حقیقۃ الوحی ص ۲۳۵ از مرزا قادیانی ۶۳۔سیرت المھدی ج ۲ روایت ۴۴۱ ص ۱۱۷

۶۴۔سیرت المھدی ج ۳ روایت ۵۴۶ ص ۶۹ ۶۵۔سیرت المھدی ج ۱ روایت ۱۸۷ ص ۲۱۷

۶۶۔ضمیمہ اربعین نمبر ۳،۴ ص ۴ ۶۷۔

۶۸۔تذکرہ طبع دوم ص ۳۲ ۶۹۔ذکر حبیب ص ۱۲۹ از مفتی محمد صادق قادیانی

۷۰۔سیرت المھدی ج ۳ روایت ۸۷۷ ص ۲۰۹ ۷۱۔سیرت المھدی ج ۳ روایت ۱۰۷ ص ۱۳۹

۷۲۔ملفوظات مرزا قادیانی مندرجہ کتاب منظور الٰہی ص ۳۴۹ مرتبہ منظور الٰہی قادیانی

۷۳۔بیان مرزا قادیانی مندرجہ اخبار پیغام صلح لاہور مورخہ یکم دسمبر ۱۹۲۸ء

۷۴۔سیرت المھدی ج ۳ روایت ۶۹۷ ص ۱۳۱

۷۵۔منظور وصال از مفتی محمد صادق قادیانی مندرجہ اخبار الحکم قادیان خاص نمبر مورخہ ۲۱ مئی ۱۹۳۴ء

۷۶۔ذکر حبیب ص ۶۴ ۳ مرزا قادیانی کا خط بنام مفتی محمد صادق قادیانی ۷۷۔تازیانہ عبرت ص ۶۶

۷۸۔سیرت المھدی ج ۱ روایت ۵۶ ص ۵۰ ۷۹۔حیات احمد ج ۲ نمبر اول ص ۹۷ از یعقوب علی عرفانی

۸۰۔سیرت المھدی ج ۲ روایت ۴۵۹ ص ۱۲۶ ۸۱۔سیرت المھدی ج ۱ روایت ۸۳ ص ۶۷

۸۲۔سیرت المھدی ج ۳ روایت ۸۱۲ ص ۲۲۷ ۸۳۔مکتوبات احمدیہ ج ۵ نمبر ۲ ص ۷۲ از یعقوب علی عرفانی

۸۴۔ایضاً ص ۱۲۱ ۸۵۔سیرت المھدی ج ۱ روایت ۱۲ ص ۱۰ ۸۶۔سیرت المھدی ج ۱ ص ۱۰

۸۷۔سیرت المھدی ج ۲ روایت ۳۴۴ ص ۲۵ ۸۸۔سیرت المھدی ج ۲ روایت ۳۳۵ ص ۲۵

۸۹۔سیرت المھدی ج ۱ روایت ۱۲ ص ۱۰ ۹۰۔تازیانہ عبرت ص ۶۵

۹۱۔تذکرہ طبع دوم ص ۳۱ ۹۲۔سیرت المھدی ج ۱ روایت ۳۶ ص ۴۸

۹۳۔سیرت المھدی ج ۱ روایت ۱۹ ص ۱۷ ۹۴۔سیرت المھدی ج ۳ روایت ۵۹۷ ص ۶۶

۹۵۔سیرت المھدی ج ۳ روایت ۵۸۶ ص ۶۱ ۹۶۔سیرت المھدی ج ۳ روایت ۴۴۳ ص ۱۲۵

۹۷۔سیرت المھدی ج ۳ روایت ۵۸۶ ص ۶۱ ۹۸۔ذکر حبیب ص ۳۷ از مفتی محمد صادق قادیانی

۹۹۔سیرت المہدی ج۲روایت ۳۱۶ص ۱۱
۱۰۰۔سیرت المہدی ج اروایت ۶۶ ص ۵۵
۱۰۱۔تازیانہ عبرت ص ۶۳
۱۰۲۔حقیقۃ الوحی ص ۳۶۳
۱۰۳۔سیرت المہدی ج اروایت ۱۲ص ۱۱
۱۰۴۔مکتوبات احمدیہ ج۵نمبر ۲ازمیر یعقوب علی عرفانی
۱۰۵۔تازیانہ عبرت ص ۱۲۶
۱۰۶۔مکتوبات احمدیہ ج۵نمبر ۲
۱۰۷۔تذکرہ طبع دوم ص ۳۲۰
۱۰۸۔سیرت المہدی ج ۳روایت ۸۱۲ص ۲۲۷
۱۰۹۔رسالہ ریویو آف ریلیجز قادیان بابت مئی ۱۹۳۷ء
۱۱۰۔سیرت المہدی ج اروایت ۱۲ص ۱۰
۱۱۱۔سیرت المہدی ج اروایت ۱۹ص ۱۷
۱۱۲۔سیرت المہدی ج اروایت ۱۲ص ۱۰
۱۱۳۔حقیقۃ الوحی ص ۳۲۵
۱۱۴۔سیرت المہدی ج اروایت ۱۲ص ۱۱
۱۱۵۔سیرت المہدی ج اروایت ۲۰۰ص ۲۲۲
۱۱۶۔حقیقۃ الوحی ص ۳۳۲
۱۱۷۔سیرت المہدی ج ۳روایت ۸۱۲ص ۲۲۷
۱۱۸۔سیرت المہدی ج اروایت ۱۹ص ۱۷
۱۱۹۔حقیقۃ الوحی ص ۳۶۳ ازمرزا قادیانی
۱۲۰۔سیرت المہدی ج اروایت ۴ص ۳
۱۲۱۔سیرت المہدی ج اروایت ۶۵ ص ۵۵
۱۲۲۔سیرت المہدی ج ۲روایت ۴۳۰ص ۱۰۳
۱۲۳۔ضمیمہ اربعین نمبر ۳،۴ص ۴
۱۲۴۔حقیقۃ الوحی ص ۳۶۳
۱۲۵۔ضمیمہ اربعین نمبر ۳،۴ص ۱۴
۱۲۶۔منظر وصال ازمفتی محمد صادق قادیانی مندرجہ اخبار الحکم خاص نمبر مورخہ ۲۱ مئی ۱۹۳۴ء
۱۲۷۔ذکر حبیب ص ۲۱۷ ازمفتی محمد صادق قادیانی
۱۲۸۔ایضاً
۱۲۹۔سیرت المہدی ج ۳روایت ۶۳۸ص ۱۰۳
۱۳۰۔حالات مرزا قادیانی مرتبہ معراج دین عمر قادیانی تتمہ براہین احمدیہ ج اص ۶۷
۱۳۱۔مکتوبات احمدیہ ج۵ ج اص ۸۲
۱۳۲۔تازیانہ عبرت ص ۱۱۲ازمولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ
۱۳۳۔سیرت المہدی ج ۳روایت ۵۷۰
۱۳۴۔سیرت المہدی ج ۳روایت ۵۲ص ۲۸
۱۳۵۔سیرت المہدی ج ۳روایت ۶۵۷ص ۱۹۵
۱۳۶۔ذکر حبیب ص ۳۶۰ خط مرزا قادیانی بنام مفتی محمد صادق قادیانی
۱۳۷۔مکتوبات احمدیہ ج۵نمبر ۲ص ۱۲۱مرتبہ یعقوب علی عرفانی قادیانی

۱۳۸۔ایضاً ص ۹۰　　۱۳۹۔سیرت المھدی ج ۳ روایت ۵۶۵ ص ۳۹
۱۴۰۔سیرت المھدی ج ۳ روایت ۶۷۳ ص ۱۱۹　　۱۴۱۔سیرت المھدی ج ۳ روایت ۹۶۹ ص ۳۰۴
۱۴۲۔ملفوظات مرزا قادیانی مندرجہ منظور الٰہی ص ۳۲۸
۱۴۳۔سیرت المھدی ج ۲ روایت ۳۶۹/۱ ص ۵۵
۱۴۴۔رسالہ ریویو آف ریلیجز قادیان بابت اگست ۱۹۲۶ء ص ۱۰
۱۴۵۔اخبار الحکم قادیان ج ۵ نمبر ۲۹ مورخہ ۱۰؍۱۱ اگست ۱۹۰۱ء بیانمرزا قادیانی منقول از کتاب منظور الٰہی
۱۴۶۔رسالہ ریویو آف ریلیجز قادیان بابت اگست ۱۹۲۶ء ص ۱۱ مضمون ڈاکٹر شاہنواز قادیانی
۱۴۷۔شرح الاسباب والعلامات امراض، مالخولیا، مراق مصنفہ حکیم برحان الدین نفیس
۱۴۸۔مخزن حکمت مصنفہ شمس الحکماء حکیم ڈاکٹر غلام جیلانی طبع دوم
۱۴۹۔بیاض نورالدین ج ۱ منقول از پیغام صلح لاہور ص ۷ مورخہ ۲۴ کیم دسمبر ۱۹۴۸ء
۱۵۰۔شرح الاسباب والعلامات امراض، مالخولیا، مراق مصنفہ حکیم برحان الدین نفیس
۱۵۱۔اکسیر اعظم ج ۱ ص ۱۸۸ مصنفہ حکیم محمد اعظم خان
۱۵۲۔رسالہ ریویو آف ریلیجز قادیان بابت اگست ۱۹۲۶ء ص ۶، ۷ مضمون ڈاکٹر شاہنواز قادیانی
۱۵۳۔اخبار الفضل قادیان مورخہ ۳۰ اپریل ۱۹۲۲ء ص ۲ ج ۱۰ خطبہ جمعہ مرزا محمود احمد قادیانی
۱۵۴۔آئینہ احمدیت ص ۱۸۶ از دوست محمد قادیانی　　۱۵۵۔تذکرہ طبع دوم ص ۱۶ بحوالہ نور القرآن ج ۲ حاشیہ ص ۸۲
۱۵۶۔خطوط امام بنام غلام ص ۵ مجموعہ مکتوبات مرزا قادیانی
۱۵۷۔حقیقۃ الوحی ص ۳۴۲　　۱۵۸۔سیرت المھدی ج ۳ روایت ۴۷۹ ص ۱۶
۱۵۹۔مکتوبات احمدیہ ج ۵ نمبر ۲ ص ۲۱ خط بنام حکیم نورالدین محررہ فروری ۱۸۸۷ء
۱۶۰۔نزول المسیح ص ۲۰۹ روحانی خزائن ج ۱۸ ص ۵۸۷
۱۶۱۔مکتوبات احمدیہ ج ۵ نمبر ۲ ص ۱۶ خط بنام حکیم نورالدین
۱۶۲۔کشف الظنون ص ۸۸ مرتبہ ڈاکٹر بشارت احمد قادیانی
۱۶۳۔قادیانیت اسلام اور سائنس کے کٹہرے میں ص ۱۷۳ از عرفان محمود برق
۱۶۴۔سیرت المھدی ج ۱ روایت ۲۰۰ ص ۲۲۱　　۱۶۵۔مکتوبات احمدیہ ج ۵ ح ۱ ص ۲۸

۱۶۶۔سیرت المہدی ج ۳ روایت ۸۱۲ ص ۲۲۷

۱۶۷۔سیرت المہدی ج ۲ روایت ۳۳۳ ص ۱۲۵

۱۶۸۔سیرت المہدی ج ۲ روایت ۳۰۳ ص ۷۷

۱۶۹۔سیرت المہدی ج ۳ روایت ۶۹۷ ص ۱۳۱

۱۷۰۔سیرت المہدی ج ۱ روایت ۱۹ ص ۱۷

۱۷۱۔سیرت المہدی ج ۲ روایت ۳۶۹ ص ۵۵

۱۷۲۔حیات ناصر ص ۱۶ مرتبہ یعقوب علی قادیانی

۱۷۳۔تازیانہ عبرت ص ۲۶

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

باطل اپنے آئینے میں

علامہ محمد صدیق ملتانی

ہمارے ملک پاکستان میں اس وقت مختلف مکاتیب فکر کے لوگ آباد ہیں۔ہر مکتب فکر کے لوگ قرآن وحدیث کو کما حقہ سمجھنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔اور یہ کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث کے مغز تک سوائے انکے کسی کی رسائی نہیں لیکن جب حقائق کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ سوائے اہلسنت وجماعت (جسے بریلوی کے نام سے جانا جاتا ہے) کے باقی تمام فرقے اپنے اندر گستاخیوں کی آلائش لیے ہوئے ہیں ان کا دامن خدا تعالیٰ اور اسکے برگزیدہ پیغمبروں، صحابہ اور ولیوں کی اہانتوں سے داغدار نظر آتا ہے۔انہوں نے علمی میدان میں بڑی زبردست ٹھوکریں کھائیں ہیں۔اپنی اپنی تصانیف میں انہوں نے ایسی ناروا باتیں لکھی ہیں جن کو ایک مسلمان سننا بھی گوارا نہیں کرسکتا۔کسی عالم، محدث، مفسر، اور واعظ کے علم کا پتہ اسکی تقریر اور تحریر سے چلتا ہے۔

جب ہم مرزائیوں کا لٹریچر پڑھتے ہیں تو یہ بات روز روشن کی طرح کھل کر سامنے آتی ہے کہ اس باطل فرقے نے خدا تعالیٰ حضرت محمد مصطفی ﷺ انبیاء کرام علیہ السلام، صحابہ کرام اور اولیاء عظام کی شان میں نازیبا کلمات استعمال کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ قرآن پر بھی ہاتھ صاف کرنے کی کوشش کی ہے۔ذیل میں ہم اس باطل فرقے کے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں جن سے آپ کو بالکل صحیح اندازہ ہو جائے گا کہ اس کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔کلام الٰہی میں تحریف کی تین صورتیں ہیں:۔

۱۔تحریف لفظی:۔کلام الٰہی کے لفظوں میں کمی بیشی کرنا۔

۲۔تحریف معنوی:۔کلام الٰہی کا ترجمہ اور معنے غلط بیان کرنا۔

۲۔تحریف منصبی:۔وہ آیات جس کسی نبی کے حق میں نازل ہوئی ہوں انکو اپنے اوپر منطبق کرنا۔

نمبر۱۔تحریف لفظی:

مرزا غلام احمد قادیانی نے بہت سی آیات قرآنی میں لفظی تحریف کی ہے۔مثلاً

اصل آیت قرآن

يَـا اَيُّهَـا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّ يُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ط وَاللّٰهُ ذُوا لْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ٥

مرزا کذاب کی تحریف کردہ آیت:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَجْعَلْ لَكُمْ نُوراً تَمْشُونَ بِهٖ ۝ (دافع الوساوس ص ۱۷۷)

وَيَجْعَلْ لَكُمْ نُوراً تَمْشُونَ بِهٖ مرزا صاحب نے داخل کیا اور وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ط وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ خارج کیا۔

۲۔اصل آیت قرآن

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ وَّلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنّٰى أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهٖ ط

مرزا کی تحریف شدہ آیت

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ وَّلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنّٰى أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهٖ ط

مرزا غلام احمد قادیانی نے قرآن مجید کی اس آیت سے مِنْ قَبْلِكَ خارج کردیا تا کہ اپنی نبوت ثابت کر سکے۔

نمبر ۲۔تحریف معنوی:

مثال:سورۃ بقرۃ کی آیت نمبر ۵۔والذین یو منون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالآخرۃ ھم یو قنون ۝ کا صحیح ترجمہ یہ ہے۔

''اور جو لوگ ایمان لاتے ہیں اُس پر جو آپ پر نازل ہوا اور جو کچھ آپ سے پہلے نازل ہوا اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں''

لیکن مرزا بشیر الدین نے اسکا ترجمہ یوں کیا ہے!

''اور جو تجھ پر نازل کیا گیا ہے یا تجھ سے پہلے نازل کیا گیا تھا اس پر ایمان لاتے ہیں اور آئندہ ہونے والی موعود باتوں پر بھی یقین رکھتے ہیں'' (تفسیر صغیر)

نمبر ۲۔تحریف منصبی:

مرزا غلام احمد قادیانی نے وہ آیات جو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی شان میں نازل فرمائیں ہیں اسکو اپنے اوپر منطبق کیا ہے۔مثلاً!

ا۔وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین۔ (حقیقۃ الوحی ص ۸۵)

۲۔یسن انک لمن المرسلین۔ (حقیقۃ الوحی ص۱۱۰)

۳۔سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً۔ (حقیقۃ الوحی ص۷۰۷)

۴۔قل انکنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ۔(حقیقۃ الوحی ص۷۰۷)

۵۔انا اعطینک الکوثر۔ (حقیقۃ الوحی ص۱۰۵)

۶۔لیغفر ان اللّٰہ ما تقدم من ذنبک وماتاخر۔ (حقیقۃ الوحی ص۷۱)

توحید باری تعالیٰ اور مرزائی:۔

مرزا نے اپنی کتاب آئینہ کمالات میں لکھا ہے!

ورایتنی فی المنام عین اللّٰہ وتیقنت اننی ھو۔

میں نے اپنے آپ کو خواب میں دیکھا کہ میں اللہ ہوں اور میں نے یقین کرلیا کہ بے شک میں وہی ہوں۔(آئینہ کمالات ص۵۶۴)

حقیقۃ الوحی میں لکھا ہے!

انی مع الرسول اقوم وانظر واصوم۔	میں (اللہ تعالیٰ) اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہوں گا میں افطار کروں گا اور روزہ بھی رکھوں گا۔(حقیقۃ الوحی ص۱۰۷)
انت منی بمنزلۃ توحیدی وتفریدی۔	تو مجھ سے ایسا ہے جیسے میری توحید اور تفرید۔(حقیقۃ الوحی ص۸۹)
انت منی بمنزلۃ ولدی۔	تو مجھ سے بمنزلہ میرے فرزند کے۔
انت منی وانا منک۔	تو مجھ سے ظاہر ہوا اور میں تجھ سے۔(حقیقۃ الوحی ص۷۷)
انما امرک اذا اردت شیئا ان تقول لہ کن فیکون۔	جس بات کا ارادہ کرتا ہے۔وہ تیرے حکم سے فوراً ہو جاتی ہے۔(حقیقۃ الوحی ص۱۰۸)
نحمدک ونصلی۔	اے مرزا ہم تیری تعریف کرتے ہیں اور تجھ پر درود بھیجتے ہیں۔(حقیقۃ الوحی ص۹۷)
من فر منی فرمن رب الوری۔	جو شخص مجھ (مرزا) سے بھاگا وہ خدا سے بھاگا۔(حقیقۃ الوحی ص۳۶۱)
انت منی بمنزلۃ اولادی۔	تو مجھ سے بمنزلہ میری اولاد کے ہے۔(حقیقۃ الوحی ص۵۸۱)

خطبہ الہامیہ میں مرزا نے لکھا ہے!

"اعطیک صفۃ الافناء والاحیاء"۔(خطبہ الہامیہ ص۵۵)

مرزا نے نزول المسیح میں لکھا ہے!

"خدا نمائی کا آئینہ میں ہوں"۔(نزول المسیح ص۴۶۲)

قاضی یار محمد قادیانی اپنی کتاب ''اسلامی قربانی ٹریکٹ ص ۳۴'' میں لکھتا ہے!

''حضرت مسیح موعود نے ایک موقعہ پر اپنی یہ حالت ظاہر فرمائی کہ کشف کی حالت آپ پر اس طرح طاری ہوگئی کہ گویا آپ عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی قوت کا اظہار فرمایا''

مرزا کے نزدیک خدا تعالیٰ جھوٹ بولتا ہے! (معاذ اللہ)

''(ا) میرا یہ ذاتی تجربہ ہے کہ بسا اوقات خدا تعالیٰ میری نسبت یا میری اولاد کی نسبت یا میرے کسی دوست کی ایک آنے والی بلا کی خبر دیتا ہے۔ اور جب اس کے دفع کے لیے دعا کی جاتی ہے تو پھر دوسرا الہام ہوتا ہے کہ ہم نے اس بلا کو دفع کر دیا۔ پس اگر اس طرح پر وعید کی پیشگوئی ضروری الوقوع ہے تو میں بیسیوں دفعہ جھوٹا بن سکتا ہوں۔ (حقیقۃ الوحی ص ۱۹۵) (ب) دنیا کی تمام قومیں اس بات پر یقین رکھتی ہیں کہ آنے والی بلائیں خواہ وہ پیشگوئی کے رنگ میں ظاہر کی جائیں اور خواہ صرف اللہ تعالیٰ کے ارادہ میں مخفی ہوں وہ صدقہ وخیرات اور توبہ واستغفار سے ٹل سکتی ہیں۔ (حقیقۃ الوحی ص ۱۹۵) (ج) یہ تمام دنیا کا مانا ہوا مسئلہ اور اہل اسلام اور نصاریٰ و یہود کا متفق علیہ عقیدہ ہے کہ وعید یعنی عذاب کی پیشگوئی بغیر شرط توبہ اور استغفار اور خوف کے بھی ٹل سکتی ہے''۔ (تحفہ غزنویہ ص ۵)

مرزا صاحب اپنے ایک الہام کا ذکر کرتے ہیں!

''میں نے ارادہ کیا کہ زمین پر اپنا جانشین پیدا کروں سو میں نے اس آدم کو پیدا کیا۔ یہ مرزا شریعت کو قائم کرے گا۔ اور دین کو زندہ کریگا یہ خدا کا رسول ہے۔ نبیوں کے لباس میں دنیا اور آخرت میں مرتبے والا اور خدا کے مقربوں میں ہے۔ میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا پس میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں۔ اے مرزا خدا تیری عرش پر حمد کرتا ہے اور عرش پر تیری تعریف کرتا ہے''۔ (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص ۲۴)

اسکا مطلب یہ ہے کہ معاذ اللہ خدا تعالیٰ خدائی سے ریٹائر ہو چکا ہے اور اس نے مرزا کو اپنا جانشین اور ولی عہد مقرر کر دیا ہے۔ گویا دوسرا خدا بن گیا ہے۔ (معاذ اللہ)

ہم نشیں پوچھ نہ اس بزم کا افسانہ ناز
دیکھ کر آیا ہوں بندے کا خدا ہو جانا

رسالت اور مرزائیت:۔

جس طرح مرزا قادیانی نے عقیدۂ توحید میں شرک کی آمیزش کی ہے اسی طرح اس نے اپنے اوپر بزعم خویش رسالت کا دروازہ بھی کھول لیا ہے۔ چنانچہ اس نے لکھا ہے!

۱۔سچا خدا وہ ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔(دافع البلاء ص۱۱)

۲۔قادیان اس کے (اللہ تعالیٰ کے) رسول کا تخت گاہ ہے۔(دافع البلاء ص۱۰)

۳۔قادیان اسی لیے محفوظ رکھی گئی کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا۔(دافع البلاء ص۶)

۴۔بلکہ اس (مرزا) کی شفاعت درحقیقت آنحضرت ﷺ کی شفاعت ہے۔(دافع البلاء ص۱۳)

۵۔اے میرے خدا تو خود جانتا ہے اور دیکھ رہا ہے کہ دنیا میں ایک شخص (مرزا) نبوت اور رسالت کا مدعی اور مسیحیت کا دعویدار موجود ہے جو کہتا ہے کہ!

خاتم الانبیاء میں ہوں۔(حقیقۃ الوحی ص۳۹۰)

۶۔میرا نام براہین احمدیہ میں محمد اور احمد رکھا ہے۔(حقیقۃ الوحی ص۵۰۲)

۷۔اسی نے مجھے بھیجا اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے۔(حقیقۃ الوحی ص۵۰۳)

۸۔نبی کا نام پانے کے لیے میں مخصوص کیا گیا ہوں۔(حقیقۃ الوحی ص۴۰۶)

۹۔ومن فرق بینی وبین المصطفیٰ فما عرفنی۔　جس نے مجھ میں اور مصطفیٰ (ﷺ) میں فرق کی اس نے مجھے نہ پہچانا۔(خطبہ الہامیہ ص۲۵۹)

۱۰۔کوئی شخص بھی کسی منصب جلیلہ تک پہنچ سکتا ہے یہاں تک کہ وہ محمد رسول اللہ سے بھی آگے نکل سکتا ہے۔(الفضل قادیان ۱۹۲۲ء۔۷۔۱۷)

مرزائی اور توہین انبیاء:۔

۱۔میں آدم ہوں۔ میں شیث ہوں۔ میں نوح ہوں۔ میں ابراہیم ہوں۔ میں اسحاق ہوں، میں اسماعیل ہوں۔ میں یعقوب ہوں۔ میں یوسف ہوں۔ میں موسیٰ ہوں۔ میں داؤد ہوں۔ میں عیسیٰ ہوں۔ اور آنحضرت کے نام

کامظہر اتم یعنی ظلی طور پر محمد اور احمد ہوں۔ (حاشیہ حقیقۃ الوحی ص ۷۶)(معاذ اللہ)

۲۔ اور خدا تعالیٰ میرے لیے اس کثرت سے نشان دکھلا رہا ہے کہ اگر نوح (علیہ السلام) کے زمانے میں وہ نشان دکھلائے جاتے تو لوگ غرق نہ ہوتے۔ (حقیقۃ الوحی ص ۵۷۵)

یعنی مرزا دجال نے اپنے آپ کو حضرت نوح علیہ السلام سے افضل قرار دیا ہے۔

۳۔ مجھے الہام ہوا "سلام علیک یا ابراہیم" یعنی اے ابراہیم تجھ پر سلام ہو۔ (حقیقۃ الوحی ص ۲۱۳)

۴۔ ایک بادشاہ کے وقت میں چار سو نبی نے اس کی فتح کے بارے میں پیشگوئی کی اور وہ جھوٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست ہوئی۔ (ازالہ اوہام ص ۴۳۹)

۵۔ شیطان نے حضرت آدم کو پھسلایا لیکن مرزا نے شیطان کو شکست دی۔ (حاشیہ خطبہ الہامیہ ص ۳۱۲)

۶۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت یحیٰ (علیہ السلام) کے ہاتھ پر اپنے گناہوں سے توبہ کی۔ (حاشیہ دافع البلاء ص ۴)

۷۔ خدا تعالیٰ نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس سے پہلے مسیح (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) سے اپنی شان میں بہت بڑھ کر ہے۔ (دافع البلاء ص ۲۰)

۸۔ ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر ہے غلام احمد (دافع البلاء ص ۲۰)

۹۔ یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اسکا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔ (کشتی نوح ص ۱۲۱)

۱۰۔ یہ بھی یاد رہے کہ آپ کو (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو) کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔ (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص ۵،۱۵)

۱۱۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بدزبانی کی اکثر عادت تھی۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۵،۱۴)

۱۲۔ آپ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ (انجام آتھم ص ۷۶)

مرزائیوں کی توہین صحابہ و اہل بیت:۔

فمن دخل فی جماعتی دخل فی صحابة سیدی خیر المرسلین۔	پس جو میری جماعت میں داخل ہوا وہ میرے سردار خیر المرسلین کے صحابہ میں داخل ہوا۔(خطبہ الہامیہ ص ۲۵۸)

حکیم محمد حسین لاہوری قادیانی لکھتا ہے!

''ابوبکر وعمر کیا تھے وہ تو حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کی جوتیوں کے تسمے کھولنے کے لائق بھی نہ تھے''۔(المھدی ص ۵۷)''پرانی خلافت کا جھگڑا چھوڑ دو۔اب نئی خلافت لو۔ایک زندہ علی تم میں موجود ہے۔(مرزا صاحب) اس کو تم چھوڑتے ہو اور مردہ علی کی تلاش کرتے ہو''۔(ملفوظات احمدیہ ص ۱۳۱)''حضرت فاطمہ نے کشفی حالت میں اپنی ران پر میرا سر رکھا اور مجھے دکھایا کہ میں اس میں سے ہوں''۔(ایک غلطی کا ازالہ ص ۱۱)''میں (مرزا) خدا کا کشتہ ہوں اور تمہارا حسین دشمنوں کا کشتہ ہے۔پس فرق کھلا کھلا اور ظاہر ہے''۔نزول المسیح ص ۸۱ بحوالہ بدنی)

کربلائیست سیر ہر آنم　　　　صد حسین است درگریبانم

(ترجمہ)''میری سیر کا ہر لمحہ ایک کربلا ہے سینکڑوں حسین میرے گریبان میں ہیں''۔(نزول المسیح ص ۷۷)''امام حسین (رضی اللہ عنہ) کا ذکر گندگی کا ایک ڈھیر ہے''۔(اعجاز احمدی ص ۸۲)''آج تم میں ایک ہے جو اُس حسین سے بڑھ کر ہے''۔(دافع البلاء ص ۱۳)

مرزائی فقہ اور تناقض:۔

۱۔غیر احمدی تو حضرت مسیح موعود کے منکر ہوئے ہیں اس لیے اسکا جنازہ نہیں پڑھنا چاہیئے۔(انوار خلافت ص ۹۳)

یہی وجہ تھی کہ بانی پاکستان حضرت قائد اعظم محمد علی جناح کا جنازہ چوہدری ظفر اللہ قادیانی نے نہیں پڑھا تھا۔

۲۔تمہارے پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کسی مکفر یا مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو بلکہ چاہیئے تمہارا امام وہی ہو جو تم میں سے ہو۔(اربعین ص ۳۴)

۳۔ہمارا یہ فرض ہے کہ غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور انکے پیچھے نماز نہ پڑھیں کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خدا کے نبی

کے منکر ہیں۔(انوار خلافت ص۹۰)

۴۔جیسے احمدیت کے بغیر یعنی مرزا صاحب کو چھوڑ کر جو اسلام باقی رہ جاتا ہے وہ خشک اسلام ہے۔اسی طرح ظلی حج (قادیان حج) کو چھوڑ کر مکہ والا حج بھی خشک رہ جاتا ہے کیونکہ وہاں آجکل حج کے مقاصد پورے نہیں ہوتے۔(پیغام صلح ص۱۹/۴/۳۳)

۵۔یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں (مسلمانوں) سے ہمارا اختلاف صرف وفات مسیح اور چند دیگر مسائل پر ہے۔آپ نے فرمایا۔اللہ تعالیٰ کی ذات رسول کریم،قرآن،نماز،روزہ،حج،زکوۃ،غرض کہ آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ہر چیز میں ان سے اختلاف ہے۔(الفضل ۳۱/۷/۳۰)

۶۔اسی طرح جو لوگ غیر احمدیوں کو لڑکی دے دیں اور وہ اپنے اس فعل سے توبہ کیے بغیر فوت ہو جائیں تو انکا جنازہ جائز نہیں۔(الفضل ۲۶/۴/۱۳)

۷۔غیر احمدیوں کو لڑکی دینے سے بڑا نقصان پہنچتا ہے اور علاوہ اسکے وہ نکاح جائز ہی نہیں۔لڑکیاں چونکہ طبعاً کمزور ہوتی ہیں اسلیے وہ جس گھر میں بیاہی جاتی ہیں اسکے خیالات واعتقادات کو اختیار کر لیتی ہیں۔اور اس طرح اپنا دین تباہ کر لیتی ہیں۔(برکات خلافت ص۷۳)

۸۔پس غیر احمدی کا بچہ بھی غیر احمدی ہی ہوا اسلیے اسکا جنازہ بھی نہیں پڑھنا چاہیے۔(انوار خلافت ص۹۳)

اب مرزائیوں کی وہ عبارات پیش کی جائیں گی کہ جن میں تضاد وتناقض پایا جاتا ہے۔

میں تمام گھر والوں کو اس بیماری (طاعون) سے بچاؤں گا۔(البشریٰ ص ۲/۱۴۰)

قادیان طاعون سے اس لیے محفوظ رکھی گئی کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا۔(دافع البلاء ص ۶)

قادیان کو خدا طاعون سے محفوظ رکھے گا کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ اور یہ تمام امتوں کے لیے نشان ہے۔(دافع البلاء ص ۱۰)

مولوی دستگیر پر واضح ہو کہ ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں اور آنحضرت کے ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔(تبلیغ رسالت ص ۶،۳)

خدا کا قانون قدرت ہر گز نہیں بدل سکتا (کرامات الصادقین ص ۸۰)

زیادہ تعجب کی بات یہ ہے بعض الہامات مجھے

طاعون کے دنوں میں جب قادیان میں طاعون زوروں پر تھا میرا لڑکا شریف احمد بیمار ہوا۔(حاشیہ حقیقۃ الوحی ص ۸۷)

جب صبح ہوئی تو میر صاحب کے بیٹے اسحاق کو تپ تیز ہوا اور سخت گھبراہٹ شروع ہوگئی۔(حقیقۃ الوحی ص ۳۲۹)

اللہ تعالیٰ کے منشا و امر کے ماتحت قادیان میں طاعون مارچ کی آخیر تاریخوں میں پھوٹ پڑی۔(اخبار الحکم ۱۰ اپریل ۱۹۰۴ء)

سچا خدا وہ ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔(دافع البلاء ص ۱۱)

خدا اپنے خاص بندوں کیلیے اپنا قانون بھی بدل دیتا ہے۔(چشمہ معرفت ص ۹۶)

اور یہ بالکل غیر معقول اور بیہودہ امر ہے کہ

ان زبانوں میں ہوئے جن سے مجھے کچھ واقفیت نہیں جیسے انگریزی یا عبرانی۔(نزول المسیح ص ۵۷)	انسان کی اصلی زبان تو کوئی ہو اور الہام اس کو کسی اور زبان میں ہو جس کو وہ سمجھ بھی نہیں سکتا۔(چشمہ معرفت ص ۲۰۹)
حضرت مسیح کی چڑیاں باوجود معجزہ کہ طور پر انکا پرواز قرآن سے ثابت ہے مگر پھر بھی مٹی کی مٹی ہی تھیں۔(آئینہ کمالات اسلام ص ۶۸)	اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ان پرندوں کا پرواز قرآن شریف سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔(ازالہ اوہام ص ۳۰۷)
خدا تعالیٰ اپنے اذن اور ارادہ سے کسی شخص کو موت اور حیات اور ضرر و نفع کا مالک نہیں بناتا۔(حاشیہ ازالہ اوہام ص ۲۶۰)	اور مجھے فانی کرنے اور زندہ کرنے کی صفت دی گئی ہے اور یہ صفت خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھ کو ملی ہے۔(خطبہ الہامیہ ص ۵۵)
حضرت موسیٰ کی اتباع میں اس امت (بنی اسرائیل) میں ہزاروں نبی ہوئے۔(الحکم ۲۴ نومبر ۱۹۰۲ء)	بنی اسرائیل میں اگرچہ بہت سے نبی ہوئے مگر ان کی نبوت موسیٰ کی پیروی کا نتیجہ نہ تھا۔(حاشیہ حقیقۃ الوحی ص ۱۰۰)
خدا نے مسیح کو بن باپ پیدا کیا۔(البشریٰ ص ۲، ۶۸)	حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ ۲۲ برس تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے۔(حاشیہ ازالہ اوہام ص ۲۵۴)

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

ختم نبوت اور

قادیانیوں جیسے کچھ اور گروہ

ابو اسامہ علامہ ظفر القادری بکھروی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

قادیانیوں کی فکری امداد کا پس منظر :

عقیدہ ختم نبوت ایک ایسا عقیدہ ہے جو ایمان کی شرط اول ہے۔ قرآن مجید کی نصوص قطعیہ اس کی بنیاد اور احادیث مبارکہ حجت ہیں۔ اسی ایک عقیدہ پر اسلام کی پوری عمارت استوار ہے۔ اگر یہ بنیاد ہی نہ ہے تو عمارت کہاں ہوگی؟۔ اسی میں اگر دراڑیں پڑ جائیں تو پوری عمارت زمیں بوس ہو جائے گی اور یہ کوئی فروعی مسئلہ یا فقہی تنازعہ نہیں ہے۔

علامہ ڈاکٹر محمد اقبال فرماتے ہیں!

”دراصل عقیدہ ختم نبوت ہی وہ حقیقت ہے جو مسلم اور غیر مسلم کے درمیان وجہ امتیاز ہے اور اس امر کے لیے فیصلہ کن کہ (فلاں) فرد یا گروہ اسلامیہ میں شامل ہے یا نہیں؟۔“ (حرف اقبال ص ۱۲۷ لطیف شیروانی)

قادیانی فتنہ کو صحیح طور سے سمجھنے کیلئے آپ کو اس دور کے مسلمانوں کے حالات سے واقف ہونا ضروری ہے۔ یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ اُمت مسلمہ میں یہ فتنہ کیسے پنپ سکا؟ وہ کون لوگ تھے جنھوں نے قادیانی فتنے کو شعوری و غیر شعوری طور پر وہ راہیں فراہم کیں جن پر چل کر وہ اپنے مقاصد کو لوگوں تک پہنچا سکا؟۔ مسلمانوں کے ایسے حالات کیسے پیدا ہوئے۔ کہ یہ فتنہ مسلمانوں کے اندر جگہ بنا سکا؟۔ وہ کونسا مواد جو مسلمانوں سے قادیانی کو ملا جس کے سہارے اس نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا؟۔ وہ کونسا مذہبی گروہ تھا جسکی وجہ سے مرزا قادیانی کو فکری تحریری امداد ملی؟۔

ان تمام سوالوں کے جوابات جاننے کیلیے میں آپکو اُس صدی میں لے چلتا ہوں جبکہ اس وقت مرزا قادیانی پیدا بھی نہیں ہوا تھا۔ برصغیر پاک و ہند میں کافی عرصہ تک مسلمانوں کے اندر فرقہ واریت نہ تھی بس سیدھے سادھے اور بھولے بھالے مسلمان تھے۔ سادہ لوحی کا یہ عالم تھا کہ ہر طرح کے عربی باشندوں کی تعظیم و تکریم بھی بجالاتے انہیں یہ ہی حوالہ کافی تھا کہ یہ نبی پاک ﷺ کے وطن سے آئے ہیں۔ تھوڑے بہت شیعہ حضرات تھے وہ بھی زیادہ تر تفضیلی تھے اور یہ ہمایوں کے دور میں ایران کے بادشاہ سے ہمایوں کے تعلقات کی وجہ سے آئے۔ موجودہ دور کے غیر مقلدین کا نام و نشان نہیں ملتا بلکہ اس وقت پورے برصغیر میں اہل السنۃ و جماعۃ حنفی ہی تھے۔

یہ ۲۷۔۱۸۲۶ء کا دور ہے ایک کتاب بنام "تقویۃ الایمان" چھپی جیسا کہ شاہ اسماعیل کے ایک عقیدت مند غلام رسول مہر لکھتے ہیں!

"تقویۃ الایمان پہلی مرتبہ ۱۲۴۳ھ (۲۷۔۱۸۲۶ء) میں چھپی تھی۔ جب شاہ شہید امیر المومنین سید احمد بریلوی جماعت مجاہدین کے ہمراہ وطن مالوف سے ہجرت کر کے جا چکے تھے"۔ (تقویۃ الایمان مقدمہ از غلام رسول مہر ص ۱۵ طبع لاہور)

یہ وہ پہلا پتھر تھا جو خاموش سمندر کے اندر پھینکا گیا۔ جو مسلمانوں کی پُر امن زندگی میں پہلا حادثہ جو مذہبی دہشت گردی کا سبب بنا۔ جو مسلمانوں کے اندر فرقہ واریت کا سبب بنا۔ دو بھائیوں کو جدا کیا گیا اس سے پہلے ہمیں دیوبندی، بریلوی کا نام ونشان نہیں ملتا۔ ان کے درمیان رنجش وکدورت تو بڑی بات ہے فکری تضاد بھی ڈھونڈے سے نہیں ملتا یعنی سب کے نظریات ایک تھے اس کتاب کے منظر عام پر آنے کے بعد پہلے ہمیں دیوبندی، بریلوی پھر اہل حدیث کے نام ملتے ہیں اور ان میں پھر ایک جھوٹی نبوت کا دعویدار مرزا قادیانی اور اسکا گروہ ملتا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ برصغیر پاک وہند میں حنفی اولیائے عظام نے اسلام کو پھیلایا اور جو انکے رستے پر چلا وہ صحیح مسلمان کہلانے کا حق دار ہے۔

تقویۃ الایمان کے انداز بیان نے ہندوستانی مسلمانوں کے دل ودماغ کو ہلا کر رکھ دیا۔ جارحانہ انداز بیان ہتشویشناک طرز استدلال اور غیر ضروری مسائل ومباحث نے ذہنوں کو شک وشبہ میں ڈال دیا۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے بقول! "مولانا اسماعیل نے جلاء العینین اور تقویۃ الایمان لکھیں اور انکے مسلک کا ملک بھر میں چرچا ہوا۔ تو تمام علماء میں ہلچل پڑ گئی"۔ (آزاد کی کہانی انکی زبانی ص ۷۹)

کتاب تقویۃ الایمان کا انداز بیان ملاحظہ فرمائیں!

☆۔۔۔ جسکا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ (ص ۶۸)

☆۔۔۔ یعنی آپ ﷺ نے فرمایا میں بھی مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔ (ص ۵۷)

☆۔۔۔ اولیاء انبیاء امام زادے پیر وشہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی ہیں مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے (ص ۵۶)

☆۔۔۔ وہ اشرف المخلوقات محمد رسول اللہ ﷺ کی تو اس کے دربار میں یہ حالت ہے کہ ایک گنوار کے منہ سے اتنی بات سنتے ہی مارے دہشت کے بے حواس ہو گئے۔ (ص ۵۶)

☆۔۔۔اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ سب انبیاء اولیاء اسکے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔(ص ۵۶)

☆۔۔۔برے وقت میں پہنچنا سب اللہ ہی کی شان ہے۔(ص ۱۰)

☆۔۔۔یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق چھوٹا ہو یا بڑا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔(ص ۱۴)

☆۔۔۔اس شہنشاہ (اللہ) کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن و فرشتہ جبریل اور محمد ﷺ پیدا کر ڈالے۔(ص ۳۱)

☆۔۔۔انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہے وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے۔(ص ۹۸)

ابھی آپ نے تقویۃ الایمان کتاب کا انداز بیان ملاحظہ کیا۔یہ چند تحریریں دکھائی ہیں اس قسم کی کئی عبارتیں ہیں جو مسلمانوں کی روح کو تار تار کرتی ہیں۔کوئی ایمان والا اپنے نبی ﷺ کے متعلق ایسے الفاظ برداشت کر سکتا ہے؟۔یقیناً نہیں تو اس وقت کے علماء نے بھی اس کو برداشت نہیں کیا اور اسکا رد فرمایا۔ابھی یہ صدمہ ختم نہیں ہوا تھا کہ ایک اور کتاب جس کا نام "**تحذیر الناس**" تھا لکھی گئی جس کے مصنف مولوی قاسم نانوتوی تھے۔اس کتاب نے جلتی آگ پر تیل کا کام کیا اس کتاب کی چند عبارات ملاحظہ فرمائیے!

☆۔۔۔انبیاء اپنی اُمت سے ممتاز ہوتے ہیں تو علوم میں ہی ممتاز ہوتے ہیں۔باقی رہا عمل تو اس میں بسا اوقات بظاہر اُمتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔(تحذیر الناس مع مقدمہ ص ۴۷)

☆۔۔۔قبل عرض جواب گذارش یہ ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو۔سو عوام کے خیال میں رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔پھر مقام مدح میں **ولکن رسول الله وخاتم النبین** فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔(تحذیر الناس مع مقدمہ و توضیح عبارات ص نمبر ۴۱)

☆۔۔۔اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔(ص ۶۵)

☆۔۔۔اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔(ص ۸۵)

ابھی آپ نے **تحذیر الناس** کتاب کی عبارات ملاحظہ کیں۔ان عبارات کو جب کوئی مسلمان پڑھتا ہے تو دل خون کے آنسو روتا ہے کہ ایک مسلمان ایسی عبارات لکھ رہا ہے نیت تو خدا ہی جانتا ہے مگر مرزا قادیانی کے لیے یہ عبارات بڑی ہی کارگر ثابت ہوئیں۔اور انہوں نے اسے کارآمد ہتھیار سمجھا اور اس سے فائدہ اٹھایا اور مسلمانوں کے اندر جگہ بنانے میں کامیاب ہوگیا۔ذرا قادیانیوں کا بیان ملاحظہ ہو!

''تو اس سے صاف ظاہر ہوا کہ ایسی تابع نبوت جس کیلئے آنحضرت ﷺ کا اُمتی ہونا لازم ہو۔اور اس طرح وہ نبوت کسی نئے علم دین وشریعت جدیدہ کی حامل نہ ہو۔بلکہ صرف حضور اکرم ﷺ کی تصدیق اور تجدید اسلام، اصلاح خلق اور اشاعت اسلام اسکی غرض ہو۔وہ مولوی محمد قاسم صاحب کے نزدیک خاتمیت زمانی کی غرض کے خلاف نہ ہونے کی وجہ سے آنحضرت (ﷺ) کی خاتمیت زمانی کے خلاف نہیں۔

گو وہ عقیدتاً آپ (ﷺ) کے بعد بجز عیسیٰ (علیہ السلام) کے کسی اور نبی کی آمد کے قائل نہ ہوں۔حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا دعویٰ بھی تو مسیح موعود کا ہے۔پس ہمارا مولوی قاسم صاحب سے صرف مسیح موعود کی شخصیت میں اختلاف ہوا اور نہ مسیح موعود کو وہ بھی غیر تشریعی نبی مانتے ہیں اور ہم بھی غیر تشریعی نبی مانتے ہیں''۔(ختم نبوت کی حقیقت از قاضی محمد نذیر ربوہ)

اس طرح شاہ اسماعیل نے ایک رسالہ لکھا جسکا نام ''**یك روزه**'' ہے اسکی عبارت ملاحظہ فرمائیے!

''اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے''۔(یک روزہ ص ۱۷،۱۸، طبع ملتان)

اللہ رب العزت کیلئے جھوٹ جیسا لفظ لکھنا کسی مسلمان کے لیے برداشت کے قابل کب ہوسکتا ہے اور ایک مسلمان کا جذباتی ہونا فطری امر ہے۔ابھی یہ جذبات ٹھنڈے نہیں ہوئے تھے کہ ایک اور کتاب منظر عام پر آئی جو ضلع سہارن پور سے شائع ہوئی تھی۔جسکا مصنف مولوی اشرف علی تھانوی تھے۔کتاب کا نام تھا''**حفظ الایمان**'' اسکی ایک عبارت ملاحظہ ہو!

''آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا۔اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے۔کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہیں یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنوں بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے''۔(حفظ الایمان مع بسط البنان ص ۸ طبع سہارنپور انڈیا)

اس عبارت کے اندر جو نبی ﷺ کی گستاخی ہے وہ کسی اہل علم سے پوشیدہ نہیں۔جو پہلے زخموں پر نمک چھڑکنے کے

مترادف ہے ابھی یہ سلسلہ ختم نہیں ہوا تھا کہ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کا فتوی جو رسالہ **"الامداد"** میں شائع ہوا۔ وہ فتویٰ ملاحظہ ہو!

تھانوی صاحب کا ایک مرید سوال کرتا ہے کہ!

سوال۔ خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور (اشرف علی تھانوی) کا نام لیتا ہوں۔ اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ مجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں اس کو صحیح پڑھنا چاہیے۔ اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں۔ دل پر تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے رسول اللہ ﷺ کے نام کے اشرف علی نکل جاتا ہے۔ حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں۔ لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی چند شخص حضور کے پاس تھے لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہو گئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے رقت طاری ہو گئی زمین پر گر گیا اور نہایت زور کیساتھ ایک چیخ ماری اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہو گیا لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی اور وہ اثر ناطاقتی بدستور تھا۔ لیکن حالت خواب اور بیداری میں حضور (اشرف علی) کا ہی خیال تھا لیکن حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جاوے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جاوے۔ بایں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہوں۔ پھر بھی یہ کہتا ہوں۔ **اللھم صلی علی سیدنا و نبینا و مولانا اشرف علی** حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دوسرے روز بیداری میں رقت رہی خوب رویا اور بھی بہت سی وجوہات ہیں جو حضور کیساتھ باعث محبت ہیں کہاں تک عرض کروں۔

جواب۔ اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے۔ ۲۴ شوال ۱۳۳۵ھ (رسالہ الامداد ص ۳۵ بابت صفر ۱۳۳۶ھ)

اس رسالہ کے سوال و جواب سے جو قاری کے ذہن کو خراب کرتی ہے۔ وہ بات یہ ہے کہ آخر مولانا صاحب نے اس کو منع کیوں نہ کیا اور توبہ کیلئے کیوں نہ کہا بجائے اسکے تسلی دیتے ہیں یہ ایک سچے مسلمان کے لیے خون کے آنسو بہانے کا مقام ہے۔ اسی طرح ایک اور کتاب شائع ہوئی جسکا نام **"براھین قاطعہ"** تھا اسکی ایک عبارت ملاحظہ فرمائیں!

"ایک صالح فخر عالم علیہ السلام کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپکو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر

پوچھا کہ آپکو یہ کلام کہاں سے آگئی۔ آپ تو عربی ہیں۔فرمایا! کہ جب سے مدرسہ دیو بند سے ہمارا معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان آگئی"۔(براہین قاطعہ ص۲۶)

ایک اور عبارت ملاحظہ فرمایئے!

"الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان وملک موت کا حال دیکھ کر عالم محیط زمین کا فخر عالم کوخلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہے فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے"۔(براہین قاطعہ ص۵۱)

قارئین محترم اس کتاب کے مصنف کوملک الموت اور شیطان لعین کے علم کی وسعت کی نص تو نظر آگئی مگر حضور ﷺ کے علم کی نص نظر نہ آئی۔ذرا قرآن مجید پارہ نمبر۵ رکوع نمبر۱۴ سورۃ النساء آیت نمبر۱۱۳ ملاحظہ فرمایئے!

"وعلمك ما لم تكن تعلم ط وكان فضل الله عليك عظيمًا ○ اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہیں جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔اس کتاب کے منظر عام پر آنے کے بعد مسلمانوں کے اندر گروہ بندی اور بڑھ گئی کچھ لوگ اس عبارت کو صحیح ثابت کرنے کیلئے پورازور لگانے لگے اور آج تک لگے ہوئے ہیں اس طرح وہ ایک نئے گروہ کی شکل میں ظاہر ہوئے۔یہ تو ایک گروہ تھا جس کا ذکر ہوا جنھوں نے مسلمانوں کو انتشار میں ڈالنے کا بھرپور کردار ادا کیا۔لیکن ایک دوسرا گروہ بھی تھا جنہوں نے مسلمانوں کو گروہ بندی میں ڈالنے کا بھرپور کردار ادا کیا۔ان کتابوں کی عبارات ملاحظہ فرمایئے!

"زنا کے وسوسہ سے اپنی بی بی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے برا ہے"۔(صراط مستقیم ص ۱۳۶ اردو، فارسی ص ۸۶)

ایک اور کتاب ملاحظہ ہو جو اردو ترجمہ کیساتھ لاہور سے چھپی ہے اسکی عبارت ملاحظہ ہو!

"فرشتے شرک میں کسی کی امداد نہیں کرتے۔نہ حیات میں نہ موت میں اور نہ اسے پسند کرتے ہیں۔البتہ شیاطین کبھی کبھی ان کی مدد کرتے اور انسانی شکل میں انکے سامنے نمودار ہوتے ہیں۔چنانچہ وہ انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔پھر کوئی شیطان ان سے کہتا ہے میں ابراہیم ہوں، مسیح ہوں، محمد ہوں، خضر ہوں، ابوبکر، عمر، عثمان، علی یا فلاں شیخ طریقت ہوں"۔(کتاب الوسیلہ ص۴۱)

ان کتابوں کی عبارات مسلمانوں کے ذہنوں اور دلوں سے نبی کریم ﷺ کی محبت ختم کرنے کا بہت بڑا حربہ

تھا حالانکہ نبی ﷺ ارشاد فرماتے ہیں!

''ان الشیطان لا یتمثل صورۃ بی ۔شیطان میری صورت میں نہیں آ سکتا''۔(بخاری ومسلم ومشکوۃ)

ایک اور کتاب کی عبارت ملاحظہ فرمایئے!

''جب منافقین نے بہتان حضرت عائشہ پر باندھا۔ایک مدت تک رسول اللہ ﷺ کو کس قدر اہتمام تحقیق برأت صدیقہ رضی اللہ عنہا رہا۔اور قلب مبارک سے شک ذنب کا ان سے قبل از نزول آیات برأت کے بارگاہ قدوس سے رفع نہ ہوا جب آیات برأت نازل ہوئیں ۔تب یقین ہوا''۔(فتاویٰ نذیریہ ج ۱ص ۲۴)

حاشیہ شرح الصدور ص ۲۵ مطبوعہ سعودیہ ملاحظہ فرمائیں لکھتے ہیں!

''فا القبرو المعظم المقدس وثن و صنم بکل معانی الوثنیۃ لو کانوا یعقلون۔پس نبی ﷺ کی قبر مقدس ہر لحاظ سے بت ہے کاش کہ لوگ اس کو سمجھیں''۔

اسی طرح ایک کتاب ''نہج المقبول فارسی'' کا صفحہ نمبر ۳۴ ملاحظہ ہو لکھتے ہیں!

[[دعا کردن نزد قبر مبارک برائے خود بدعت است ۔نبی پاک ﷺ کی قبر مبارک کے نزدیک اپنے لیے دعا مانگنا بدعت ہے]]۔

ایک اور کتاب جو نواب صدیق حسن خان بھوپالی (فرقہ اہل حدیث کے بڑے عالم) نے لکھی ۔اس میں لکھتے ہیں!

[[مرچہ مرفوع یا مشرف بودن قبر لغتہ آید از منکرات شریعت باشد وانکار بر اں و برابر ساختش بخاک واجب است بر مسلمین بروں فرق در آنکہ پیغمبر باشد یا غیر ۔لغت کے لحاظ سے ہر اس چیز پر جو اونچی ہوئی ہو قبر کا لفظ صادق آتا ہے اور وہ شریعت کے منکرات سے ہے اس سے منع کرنا اور اس کو مٹی کے برابر کرنا مسلمانوں پر واجب ہے ۔بغیر کسی امتیاز کے کو پیغمبر کی قبر ہو یا کسی اور کی]]۔(عرف الجادی فارسی ص ۶۱)

اسی طرح مولوی اسماعیل غزنوی نے کتاب ''تحفہ وہابیہ'' میں لکھا ہے کہ!

[[جو کوئی یوں کہے کہ یا رسول اللہ ﷺ میں آپ سے شفاعت چاہتا ہوں تو وہ شخص مشرک ہوگا اور اسکا خون مباح ہوگا ایسے لوگوں کو ہم کافر کہتے ہیں]]۔(تحفہ وہابیہ ص ۶۸)

مولوی عبد الستار دہلوی غیر مقلد (جو اہل حدیث کہلاتے ہیں) کا فتویٰ بھی ملاحظہ ہو لکھتے ہیں!

[[خداوند تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کا نعرہ لگانا شرک اور حرام ہے]]۔(صحیفہ اہلحدیث کراچی ص ۲۳ محرم الحرام

۱۳۷۴ھ)

شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی کے عقائد جاننے ہوں تو دیکھئے کتاب ''الشہاب الثاقب'' جو مولانا حسین احمد مدنی نے لکھی ہے لکھتے ہیں!

[[وہابیہ سفر زیارت (مدینہ منورہ) کو زنا کے درجہ تک پہنچاتے ہیں]]۔(بحوالہ الشہاب الثاقب ص ۴۶)

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں!

[[وہ ہمارے ہاتھ کی لاٹھی ذات سرور کائنات علیہ الصلوۃ والسلام سے ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے۔ہم اس سے کتے کو دفع کر سکتے ہیں اور ذات فخر دو عالم ﷺ سے تو یہ بھی نہیں کر سکتے]]۔(بحوالہ الشہاب الثاقب ص ۴۷)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں!

[[انکا خیال ہے کہ رسول مقبول علیہ السلام کا کوئی حق ہم پر نہیں اور نہ کوئی احسان اور فائدہ انکی ذات پاک سے بعد وفات ہے]]۔(بحوالہ الشہاب الثاقب ص ۴۷)

نقل کفر کفر نباشد یہ حوالہ جات صرف قارئین کو سمجھانے کیلئے نقل کیے ہیں ورنہ کوئی ایمان والا ایسے الفاظ لکھنا کبھی گوارا نہیں کر سکتا۔

ان کتابوں کی عبارات آپ نے ملاحظہ فرمائیں ان کتابوں کی عبارتوں پر سے جب کوئی ایمان والا گزرتا ہے تو اسکے ایمان کو دھچکا ضرور لگتا ہے انہی کتابوں کی وجہ سے مسلمانوں خصوصاً برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کو فرقہ واریت اور آپس میں بغض و عناد میں مبتلا کیا۔شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی کے عقائد سے متاثر ہو کر شاہ اسماعیل نے انکے عقائد کو برصغیر پاک و ہند میں پھیلایا اور جب انگریزوں نے مسلمانوں کو فرقوں میں بٹتے دیکھا اور خصوصاً ۱۸۲۵ء کے قریب جامع مسجد دہلی میں مناظرہ و مناقشہ کا حال اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ تقویۃ الایمان کی وجہ سے مسلمانان ہند گروہ در گروہ ہو گئے ہیں۔چنانچہ انھوں نے یہ کتاب طبع کروا کے پورے ملک میں کثیر تعداد میں مفت تقسیم کروائی۔(دیکھئے مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان ص ۵۱)

یہ وہ حالات تھے جب مسلمانوں کو گروہ در گروہ تقسیم کیا گیا۔یہ سب کچھ یکدم نہیں ہوا۔بلکہ کافی وقت لگا لیکن غور کرنے کی جو بات ہے وہ یہ ہے کہ آخر یہ کتابیں اور انکی یہ دل ہلا دینے والی اور ایمان کو کمزور کر دینے بلکہ ختم کرنے والی عبارات کیوں معرض وجود میں آئیں۔ مجھے تو یہی سمجھ آتا ہے وہ جو انگریزوں کا خاص مقصد تھا اسی کو دانستہ نا دانستہ پورا کیا گیا۔وہ کیا مقصد تھا ملاحظہ فرمائیے۔ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر کی تعلیمی رپورٹ میں درج ہے!

[[ہم ایسا انتظام قائم کریں گے جس سے اگر مسلمان عیسائی نہ بھی ہوئے تو وہ مسلمان نہ رہیں گے]]۔

امریکہ کے یہودی پروفیسر (فوجی امور کا بہت بڑا ماہر)[[ہرز]] اپنی مطبوعہ کتاب ''تطرف العسکریۃ فی الشرق الاوسط'' میں لکھتا ہے!

[[پاکستانی فوج کے دل رسول عربی ﷺ کی محبت سے بھرے ہوئے ہیں اور یہی وہ جذبہ ہے جو پاکستان اور عربوں کے درمیان بندھنوں کو مضبوط کرتا ہے۔یہ جذبہ عالمی صیہونیت کیلئے ایک خطرہ عظیم ہے۔اور اسرائیل کی توسیع کے راستے میں زبردست رکاوٹ ہے اس لیے یہودیوں کو بہر حال چاہیے کہ وہ محمد (ﷺ) کیساتھ اس جذبہ محبت کے تمام وسیلوں کو کمزور تر کریں۔وہ تبھی اپنے مقاصد میں کامیاب ہو سکتے ہیں]]۔(بحوالہ قادیان سے اسرائیل تک ص ۲۲)

لہذا اسی جذبے کو ختم کرنے کیلیے یہ ساری کتابیں معرض وجود میں آئیں۔اور آپ کی نظروں پر اگر گراں نہ گزرے تو دوبارہ ان عبارات کو غور سے پڑھیں تو بغیر کسی شک وشبہ کے یہی نتیجہ آپ کے سامنے آئے گا۔

اب اگر تاریخ کو الٹ پلٹ کر کوئی لکھ دے تو حقیقت بدل نہیں جاتی کیونکہ یہ ساری کتابیں اب بھی مسلمان کہلانے والے اور حضور نبی کریم ﷺ کا دم بھرنے والے چھاپ رہے ہیں۔اگر ان میں ذرا برابر بھی ایمان ہوتا اور واقعی قادیانیوں کے لیے راہ ہموار نہ کر رہے ہوتے تو وہ یہ منحوس کتابیں چھاپتے یا اگر ایک دفعہ غلطی کر بیٹھے تھے تو دوبارہ چھاپتے۔مگر افسوس کا مقام ہے کہ صرف تقویۃ الایمان لاکھوں کی تعداد میں چھپی ہے۔

یہ عیسائیوں،یہودیوں اور قادیانیوں کی سوچ کو دانستہ یا نادانستہ طور پر تقویت دینا مقصود نہیں تو اور کیا ہے جب یہ مسلمانوں کے اندر ماحول پیدا ہو چکا زمین مکمل تیار ہو چکی تو اس میں بیج ڈالنے کیلیے مرزا قادیانی کو منتخب کیا گیا ایسا کیوں کیا گیا؟ ملاحظہ فرمائیے!

بعض انگلستانی اخبارات کے ایڈیٹروں اور چرچ آف انگلینڈ کے نمائندوں پر مشتمل ایک وفد ہندوستان بھیجا گیا۔انکی رپورٹ میں لکھا ہے کہ![[ہندوستانی مسلمانوں کی اکثریت اپنے روحانی رہنماؤں کی اندھا دھند پیروکار ہے اگر اسوقت ہمیں کوئی ایسا آدمی مل جائے جو اپاسٹا لک پرافٹ (حواری نبی) ہونے کا دعویٰ کرے تو اس شخص کی نبوت کو حکومت کی سر پرستی میں پروان چڑھا کر برطانوی مفادات کیلیے مفید کام کیا جا سکتا ہے]]۔(ہندوستان میں برطانوی سلطنت کی آمد بحوالہ تحریک ختم نبوت ص ۲۳)

انگریزوں کے اس مقصد کو پورا کرنے کیلیے مسلمانوں کے اندر مختلف لوگوں نے کسی نہ کسی طرح اپنی خدمات انجام دیں انہی میں ایک مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔اسکا انگریزوں سے تعلق کیسے قائم ہوا ملاحظہ فرمائیے!

[[مرزا غلام احمد ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ (پنجاب) کی کچہری میں ایک معمولی تنخواہ پر (۱۸۶۴ءتا ۱۸۶۸ء) ملازم تھا۔اس نے ملازمت کے دوران سیالکوٹ کے پادری مسٹر بٹلر ایم اے سے رابطہ پیدا کیا۔وہ اسکے پاس عموماً آتا اور دونوں اندرخانہ بات چیت کرتے۔بٹلر نے وطن جانے سے پہلے اس سے تخلیہ میں کئی ایک طویل ملاقاتیں کیں پھر اپنے ہم وطن ڈپٹی کمشنر کے ہاں گیا اس سے کچھ کہا اور انگلستان چلا گیا ادھر مرزا صاحب استعفیٰ دے کر قادیان آ گئے اسکے تھوڑا عرصہ بعد مذکورہ وفد ہندوستان پہنچا اور لوٹ کر محولہ رپورٹیں مرتب کیں ان رپورٹوں کے فوراً بعد ہی مرزا صاحب نے اپنا سلسلہ شروع کردیا برطانوی ہند کے سنٹرل انٹیلی جنس کی روایت کیمطابق ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ نے چار اشخاص کو انٹرویو کیلئے طلب کیا ان میں سے مرزا صاحب نبوت کے لیے نامزد کیے گئے]]۔(رپورٹ انٹیلی جنس برطانیہ بحوالہ تحریک ختم نبوت ص۲۳)

اسکے بعد ۱۸۶۸ء میں مرزا صاحب نے بغیر کسی معقول ظاہری وجہ کے اہلمد کی نوکری سے استعفیٰ دے کر قادیان چلے گئے اور تصنیف وتالیف کے کام میں لگ گئے۔(ڈاکٹر بشارت احمد، مجدد اعظم ص۴۲۔۱۹۳۹ء)

لہذا انگریزوں کی شہ پر مرزا صاحب نے کام شروع کردیا سب سے پہلے ۱۸۸۰ء میں ماموریت کا الہام ہوا اور مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔۱۸۹۱ء میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور ساتھ ہی ظلی نبی ہونے کی اصطلاح بھی ایجاد کی۔۱۹۰۱ء میں نبوت کا دعویٰ کیا اور نومبر ۱۹۰۴ء میں کرشن ہونے کا اعلان کیا۔

یہی وہ سال تھے جب انگریزی سیاست اپنے استعماری عزائم کو پروان چڑھانے کیلئے پنجاب اور سرحد کے مسلمانوں کا شکار کررہی تھی اور اسکے سامنے بیرون ہندوستان کی مسلمان ریاستوں کو اپنے دام میں لانے کا منصوبہ بھی تھا۔خیر اس میں تو کسی کو کوئی شک نہیں کہ مرزا قادیانی کی تحریک جھوٹی نبوت والی انگریزوں کی بنائی ہوئی تحریک تھی۔لیکن ہمیں جانچنا تو یہ ہے کہ اس انگریزوں کے مشن ''محمد ﷺ کی محبت کو ختم کرنا'' کے حوالے سے اس نے کیا کچھ کیا؟ آیئے قادیانیوں کی کتابوں سے چند عبارات ملاحظہ ہوں!

☆[[پھر اسی کتاب میں اس مکالمہ کے قریب ہی یہ وحی اللہ ہے **محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحما بینھم** اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی]]۔(ایک غلطی کا ازالہ ص۴، روحانی خزائن ج۱۸ص۲۰۷ از مرزا غلام احمد قادیانی)

☆[[خدا تعالیٰ نے آج سے چھبیس برس پہلے میرا نام براہین احمدیہ میں محمد اور احمد رکھا۔اور آنحضرت ﷺ کا بروز مجھے قرار دیا]]۔(حقیقۃ الوحی تتمہ ص۶۷، روحانی خزائن ج۲۲ص۵۰۲)

☆[[میں بارہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا اور مجھے آنحضرت ﷺ کا ہی وجود قرار دیا۔پس اس طور سے آنحضرت ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا ۔کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا]]۔(ایک غلطی کا ازالہ ص۱۰، روحانی خزائن ج۱۸ص۲۱۲)

☆[[یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کرسکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پاسکتا ہے حتیٰ کہ محمد رسول اللہ ﷺ سے بھی بڑھ سکتا ہے]]۔(اخبار الفضل قادیان نمبر ۵ ج ۱۰، ۱۷ جولائی ۱۹۲۲ء)

مرزا قادیانی اپنی کتاب ''تذکرہ'' مجموعہ الہامات ص ۶۳۷ طبع دوم میں لکھتا ہے!

[[انا نزلناہ قریبًا من القادیان وبالحق انزلناہ وبالحق نزل صدق اللہ و رسولہ وکان اللہ امر اللہ مفعولا]]۔

مرزا قادیانی کی چند عبارات آپ نے ملاحظہ کیں اور اس سے پہلے مسلمان کہلانے والوں کی کتابوں کی چند عبارات بھی ملاحظہ کیں۔ان عبارات اور قادیانی کی عبارات میں جو آپس کا تعلق نظر آتا ہے وہ بالکل واضح اور صاف ہے کہ ان سب لوگوں کا اصل مقصد نبی ﷺ کی تعظیم جو ہر ایمان والے کے دل میں بیٹھ گئی ہے اور ایسی چپک گئی ہے کہ وہ مومن مر تو سکتا ہے کٹ تو سکتا ہے مگر تعظیم نبی ﷺ کو دل سے نکال نہیں سکتا۔مگر دنیا کے چند لوگوں کی خاطر تعظیم نبی ﷺ کو نکالنے کی کوشش کرنے والے مٹ گئے مٹ جائیں گے مگر تعظیم نبی ﷺ کبھی ختم نہ ہوگی اور نہ دل سے نکل سکے گی۔ہاں اپنے جیسے لوگوں کے دلوں سے تعظیم نبی ﷺ کو کم ضرور کردیا مگر اہل سنت وجماعت کے دل محبت نبی ﷺ سے سرشار ہیں۔

آخر کار ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو پاکستان کی منتخب پارلیمنٹ نے تقریباً ۱۴ روز کی علمی بحث کے بعد متفقہ طور پر قادیانیوں کو ان کے کفریہ عقائد کی بنا پر غیر مسلم قرار دے دیا۔اسمبلی میں قادیانیوں کے سربراہ مرزا ناصر احمد کو مکمل صفائی کا موقع فراہم کیا گیا۔ان دنوں ذوالفقار علی بھٹو پاکستان کے وزیر اعظم تھے انکے بعد صدر پاکستان جنرل محمد ضیاالحق نے ۲۶ اپریل ۱۹۸۴ کو امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کیا جس میں قادیانیوں کو شعائر اسلامی استعمال کرنے اور خود کو مسلمان ظاہر کرنے پر پابندی لگادی قادیانیوں نے اسکی صریح خلاف ورزی کی جسکی وجہ سے ان پر مقدمات سول عدالتوں سے ہائی کورٹ تک پہنچے۔

آخر کار جولائی ۱۹۹۳ء میں سپریم کورٹ کے چیف جسٹس محمد افضل لون نے ان اپیلوں کی سماعت کے لیے

پانچ رکنی بنچ تشکیل دیا جو جسٹس شفیع الرحمٰن، جسٹس عبد القدیر چودھری، جسٹس محمد افضل لون، جسٹس ولی محمد خان، جسٹس سلیم اختر پر مشتمل تھا۔ سپریم کورٹ کے اس بنچ نے متفقہ طور پر قادیانیوں کے کفریہ عقائد پر تاریخ ساز فیصلہ دیا۔ جو پڑھنے کے لائق ہے یہاں پر اس فیصلہ کے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں جو اس فیصلہ کی روح ہیں۔

[[سادہ الفاظ میں جو لوگ دوسروں کو دھوکہ دیتے ہیں انکی حوصلہ شکنی کی جانی چاہیے۔ خواہ ان کی حرکت سے پہنچنے والے نقصان کی مالیت چند کوڑیوں کے برابر ہو۔ ہمارے قائد اعظم اور اس کے مماثل لقب کی حفاظت کیلئے قانون وضع کیا گیا ہے۔ جسے کسی حلقے نے چیلنج نہیں کیا، بہر حال پاکستان جیسی نظریاتی ریاست میں اپیل کنندگان (قادیانی) جو کہ غیر مسلم ہیں اپنے عقیدہ کو اسلام کے طور پر پیش کر کے دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ یہ بات خوش آئند اور لائق تحسین ہے کہ دنیا کے اس خطے میں آج بھی عقیدہ مسلمان کیلئے سب سے قیمتی متاع ہے۔ وہ ایسی حکومت کو ہرگز برداشت نہیں کرے گا جو اسے ایسی جعل سازیوں اور دسیسہ کاریوں سے تحفظ فراہم کرنے کو تیار نہ ہو۔

دوسری طرف اپیل کنندگان (قادیانی) اصرار کر رہے ہیں کہ انہیں نہ صرف اپنے مذہب کو اسلام کے طور پر پیش کرنے کا لائسنس دیا جائے بلکہ وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ انتہائی محترم و مقدس شخصیات کیساتھ استعمال ہونے والے القابات اور خطابات وغیرہ کو ان بدعتی غیر مسلموں کے ناموں کیساتھ چسپاں کیا جائے۔ حقیقتاً مسلمان اس اقدام کو اپنی عظیم ہستیوں کی بے حرمتی اور توہین و تنقیص پر محمول کرتے ہیں پس اپیل کنندگان اور انکی برادری کی طرف سے ممنوعہ القابات اور شعائر اسلام کے استعمال پر اصرار اس بارے میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہتا کہ وہ قصداً ایسا کرنا چاہتے ہیں نہ صرف جو ان مقدس ہستیوں کی بے حرمتی کرنے بلکہ دوسروں کو دھوکہ دینے کے مترادف بھی ہے۔ اگر کوئی مذہبی گروہ دھوکہ دہی و فریب کاری کو اپنا بنیادی حق سمجھ کر اس پر اصرار کرے اور اس سلسلے میں عدالتوں سے مدد کا طلب گار ہو تو اس کا خدا ہی حافظ ہے۔

امریکہ کی سپریم کورٹ cantt well v. connecticut (310 U.S.296 at 306) نامی مقدمہ میں فیصلہ دے چکی ہے کہ!

[[مذہب یا مذہبی عقیدہ کا لبادہ کسی شخص کو عام لوگوں کو فریب دینے پر تحفظ فراہم نہیں کرتا]]۔

علاوہ ازیں اگر اپیل کنندگان یا انکی برادری دوسروں کو دھوکہ دینے کا ارادہ نہیں رکھتے تو وہ اپنے لیے نئے القابات وغیرہ کیوں وضع نہیں کر لیتے؟ کیا انہیں اس بات کا احساس نہیں کہ دوسرے مذاہب کے شعائر، مخصوص نشانات، علامات اور اعمال پر انحصار کر کے وہ خود اپنے مذہب کی ریاکاری کا پردہ چاک کریں گے۔

اس صورت میں انکے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ ان کا نیا مذہب اپنی طاقت، میرٹ اور صلاحیت کے بل پر ترقی نہیں کر سکتا یا فروغ نہیں پا سکتا بلکہ اسے جعل سازی وفریب پر انحصار کرنا پڑ رہا ہے؟ آخر کار دنیا میں اور بھی بہت سے مذاہب ہیں انھوں نے مسلمانوں یا دوسرے لوگوں کے القابات وغیرہ پر کبھی ناصبانہ قبضہ نہیں کیا اور وہ اپنے عقائد کی پیروی اور تبلیغ بڑے فخر سے کرتے ہیں اور اپنے ہیروز کی اپنے طریقہ سے مدح وستائش کرتے ہیں۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ پاکستان میں ایسا کوئی قانون نافذ نہیں جو احمدیوں کو ان کے اپنے القابات تخلیق کرنے اور انہیں مخصوص افراد کیساتھ استعمال کرنے سے روکتا ہو۔ نیز انکے مذہب پر کسی قسم کی دوسری پابندیاں عائد نہیں ہیں۔ جہاں تک رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی کا تعلق ہے مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے!

[[ہر مسلمان کے لیے جس کا ایمان پختہ ہو لازم ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنے بچوں، خاندان، والدین اور دنیا کی ہر محبوب ترین شے سے بڑھ کر پیار کرے]]۔ (صحیح بخاری کتاب الایمان باب حب الرسول من الایمان)

کیا ایسی صورت میں کوئی کسی مسلمان کو مورد الزام ٹھہرا سکتا ہے اگر وہ ایسا توہین آمیز مواد جیسا کہ مرزا صاحب نے تخلیق کیا ہے سننے، پڑھنے یا دیکھنے کے بعد اپنے آپ پر قابو رکھ سکتا ہے؟۔

ہمیں اس پس منظر میں احمدیوں کے صد سالہ جشن کی تقریبات کے موقع پر احمدیوں کے اعلانیہ رویہ کا تصور کرنا چاہیے۔ اور اس ردعمل کے بارے میں سوچنا چاہیے جس کا اظہار مسلمانوں کی طرف سے ہو سکتا تھا۔ اس لیے اگر کسی احمدی کو انتظامیہ کی طرف سے یا قانوناً شعائر اسلام کا اعلانیہ اظہار کرنے یا انہیں پڑھنے کی اجازت دے دی جائے تو یہ اقدام اس کی شکل میں ایک اور رشدی تخلیق کرنے کے مترادف ہوگا۔ کیا اس صورت میں انتظامیہ اکی جان، مال اور آزادی کے تحفظ کی ضمانت دے سکتی ہے اور اگر دے سکتی ہے تو کس قیمت پر؟ مزید برا اں اگر گلیوں یا جائے عام پر جلوس نکالنے یا جلسہ کرنے کی اجازت دے دی جائے تو یہ خانہ جنگی کی اجازت دینے کے برابر ہے۔ یہ محض قیاس آرائی نہیں حقیقتاً ماضی میں ایک بار ایسا ہو چکا ہے اور بھاری جانی ومالی نقصان کے بعد اس پر قابو پایا گیا۔

ردعمل یہ ہوتا ہے کہ جب احمدی یا قادیانی سر عام کسی بلے کارڈ، بیج یا پوسٹر پر کلمہ کی نمائش کرتا ہے یا دیوار یا نمائشی دروازوں یا جھنڈیوں پر لکھتا ہے یا دوسرے شعائر اسلامی کا استعمال کرتا یا انہیں پڑھتا ہے تو یہ اعلانیہ نبی ﷺ کے نام نامی کی بے حرمتی اور دوسرے انبیاء کرام کے اسمائے گرامی کی توہین کے ساتھ ساتھ مرزا صاحب کا مرتبہ اونچا کرنے کے مترادف ہے جس سے مسلمانوں کا مشتعل ہونا اور طیش میں آنا ایک فطری بات ہے اور یہ چیز امن عامہ کو خراب کرنے کا موجب بن سکتی ہے جس کے نتیجے میں جان ومال کا نقصان ہو سکتا ہے۔

ایسی صورت حال میں احتیاطی تدابیر بروئے کار لانا لازمی ہے تاکہ امن وامان برقرار رکھا جا سکے اور جان و مال خصوصاً احمدیوں کے نقصان سے بچا جا سکے اس صورت میں مقامی انتظامیہ نے جو فیصلے کیے یہ عدالت انہیں کالعدم نہیں کر سکتی۔ وہ اس معاملے میں بہترین جج ہے تاوقتیکہ قانون یا حقیقت کے ذریعے اسکے برعکس ثابت نہ کیا جائے۔

ہم یہ بھی نہیں سمجھتے کہ احمدیوں کو اپنی شخصیات، مقامات اور معمولات کے لیے خطاب، القاب یا نام وضع کرنے میں کسی دشواری کا سامنا کرنا پڑے گا۔ آخر کار ہندوؤں، عیسائیوں، سکھوں اور دیگر برادریوں نے بھی اپنے بزرگوں کے لیے القاب وخطاب بنا رکھے ہیں اور وہ اپنے تہوار امن وامان کا کوئی مسئلہ یا الجھن پیدا کیے بغیر پر امن طور پر مناتے ہیں۔ انتظامیہ جو امن وامان قائم رکھنے اور شہریوں کے جان ومال نیز عزت وآبرو کا تحفظ کرنے کی ذمہ دار ہے۔ بہرحال مذکورہ بالا اقدار سے کسی کو خطرہ لاحق ہونے کی صورت میں مداخلت کرے گی۔

مذکورہ بالا بحث کے نتیجے میں اس سے متعلقہ اپیلیں بھی نامنظور کی جاتی ہیں۔

دستخط۔

جسٹس عبدالقدیر چودھری　　جسٹس محمد افضل لون　　جسٹس ولی محمد خان

سپریم کورٹ کے فیصلہ کی فوٹو سٹیٹ آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔

☆☆☆☆　☆☆☆☆　☆☆☆☆

even though its price may be a few cents. Further
rying sentences of imprisonment and also fine.
re; do not deceive and do not violate the pr

nerally speaking, the people who are deceiving othe
being discouraged, even though the loss may be in to
a law has been made to protect even the title an
am, without any challenge from any quarter. H
State, the appellants, who are non-Muslims want t
n ? It must be appreciated that in this part of the wo
recious thing to a Muslim believer, and he will
t which is not prepared to save him of such

e appellants, on the other hand, insist not only for a
h as Islam but they also want to attach the exclusi
etc., of the very reverred Muslim personages to the
ho are considered not even a patch on them. In fa
efiling and desecration of those personages. Thus th
he appellants and their community, to use the pro
ha'ire Islam (شعائر اسلام) leave no manner o
man, that the appellants want to do so intentionally
mount to not only defiling those pious personage
, if a religious community insists on deception as
nts assistance of Courts in doing the same, then Go
y the United States Supreme Court in Cantwell v. C
306) that "the cloak of religion or religious belief d
ommitting fraud upon the public".

ain, if the appellants or their community have no des
they coin their own epithets etc. ? Do not they rea
hairs' and other exclusive signs, marks and pra
l betray the hollowness of their own religion. It m
heir new religion cannot progress or expand on it
merit but has to rely on deception. After all there
the world and none of them ever usurped the
others. Rather, they profess and present their own
their heroes their own way. It must, however, be
s no law in Pakistan which forbids Ahmadis to
and use their exclusive...
er, against their religion.

Zaheeruddin v. State
(Abdul Qadeer Chaudhry, J)

Therefore, if anything is said against the Prophet, it will injure
a Muslim and may even incite him to the breach of pe
n the intensity of the attack. The learned Judge in the High C
xtensively from the Ahamdi literature to show how Mirza Gh
tled also the other Prophets, particularly, Jesus Christ, w
ited to occupy. We may not, however, repeat that material but
y suffice. Mirza Ghulam Ahmad wrote:

e miracles that the other Prophets possessed individually wer
nted to Muhammad (p.b.u.h.). They all were then given to me
his shadow. It is for this reason that my names are A
raham, Moses, Noha, David, Joseph, Soloman, John and J
rist...." (Malfoozaat, Vol. 3, page 270, printed Rabwah).

Christ he stated:

e ancestors of Jesus Christ were pious and innocent? His
ernal grandmothers and maternal grandmothers were prosti
whores and that is the blood he represents."

ppendix Anjaame Atham, Note 7).

he other hand, praises Jesus Christ, his mother and his family.
5-47, 19: 16-32). Can any Muslim utter anything against Qur'a
who does so claim to be a Muslim? How can then Mirza Gh
his followers claim to be Muslims? It may also be noted here
e writings, Mirza Sahib could have been convicted and punishe
h Court, for the offence of blasphemy, under the Blasp
with a term of imprisonment.

gain, as far the Holy Prophet Muhammad (p.b.u.h.) is concern

ery Muslim who is firm in his faith, must love him more th
ildren, family, parents and much more than any one else i
rld."

ee Al-Bukhari, Kitabul Eeman, Bab Hubbul Rasool M
man).

anyone blame a Muslim if he loses control of himsel on h
seeing such blasphemous material as has been produced by

is in this background that one should visualise the public con
at the centenary celebrations and imagine the reaction that it
cted from the Muslims. So, if an Ahmadi is allowed
ation or the law to display or chant in public, the Shaair-e-Isla
ing a Rushdie ... Can the administration in th
his life, liberty and property and if so at what cost? Again,
is given to a procession or assembly on the streets or a public

n the past, and had been checked at cost o
or details, Munir's report may be seen). T
or Ahmadis display in public on a placar
walls or ceremonial gates or buntings, the 'T
m' it would amount to publicly defiling th
and also other Prophets, and exalting the
ing and instigating the Muslims so that
sturbance of the public peace, order and t
of life and property. The preventive
rative in order to maintain law and order
property particularly of Ahmadis. In th
cerned local authorities cannot be overrul
They are the best judges unless contrary is

which gave rise to the present proceedings
ict Magistrate, passed under section 14
ty who are the predominant residents o
ler of the District Magistrate through thei
gistrate and directed to remove ceremonia
d further ensure that no further writing wi
s could not show that the above practices
r religion. Even the holding of centenary
ts was not shown to be the essential and

on whether such a requirement is a par
are subject to public safety, law and order
detail, in the light of the judgments fro
United States, where the fundamental righ
also quoted judgments even from India
neither essential nor integral part of the r
blic safety and the law and order. Rather, e
have been sacrificed at the altar of p

by the appellants that they wanted to c
vement in a harmless and innocent mann

ue and practice like 'Azan', so that the feelin
not injured and the people are not misle

do not think that the Ahmadis will face
es, epithets, titles and descriptions for their p
ler all Hindus, Christians, Sikhs and other c
ts etc., and are celebrating their festival
nd order problem and trouble. However, the
uty to preserve law and order and safeguard
our of the citizens, shall intervene if there is

e mentioned here that the learned single Ju
-reasoned order and has sagaciously and ca
gments from such foreign jurisdictions wh
his hypersensitive, non-Muslim minority
stead of further burdening the record, w
The Ordinance is thus held to be not ul
e result is that we find that neither is A
cted to the facts of the case nor is there a
l is dismissed.

ult of the above discussion, the connected

(Sd.) Abd

(Sd.) Muhamm

(Sd.) Wali Mu

AKHTAR, J.---The appellants have claim
Articles 19, 20 and 25 on the basis of bein
Constitution. They admit to be a minority
stinguished from the Muslims. Their claim
equally under law like other minorities enjo
ssion and they should be allowed to profe

based on Article 20.

معرکہ بہاولپور

پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی

جنگ آزادی میں شکست کے بعد مسلمانانِ برصغیر پاک وہند کو جہاں اپنے اقتدار سے محروم ہونا پڑا وہاں ان پر معاشی اور اقتصادی بدحالی کے طوفان ٹوٹ پڑے۔ انگریز نے مسلمانوں کو من حیث القوم مفلوج بنا دینے کا پروگرام بنایا جس پر اسکی ساری سیاسی قوت کارفرما رہی۔ ان معاشی اور اقتصادی ادبار کیساتھ ساتھ عیسائی مبلغین نے برصغیر پہنچ کر مسلمانوں کی نظریاتی اور اعتقادی بنیادوں کو بھی کھوکھلا کرنا شروع کر دیا۔ ان عیسائی مشنریوں کی یہ خواہش تھی کہ یہاں کے مسلمانوں کی دین اسلام سے وابستگی کو مشکوک بنا دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے انگریزی اقتدار کے بل بوتے پر ایک طرف اسلام اور عیسائیت میں الجھاؤ پیدا کر دیا۔ دوسری طرف بے پناہ دینی فتنوں کو ہوا دے کر مسلمانوں کے اعتقاد و نظریات کو ہلا کر رکھ دیا۔ اسلام کے نام پر جو بھی نظریہ لے کر اٹھتا اسکی پیٹھ ٹھونکی جاتی۔ چنانچہ برصغیر کی آج سے صد سالہ قبل نظریاتی تاریخ پر نگاہ ڈالی جائے تو برصغیر میں کئی ایسے دینی فتنے اُبھرتے دکھائی دیتے ہیں جن کی پشت پر صرف اور صرف انگریزی اقتدار تھا۔

انہی دنوں ایک شخص مرزا غلام احمد قادیانی اُبھرا جس نے دوسرے دینی فتنوں سے بڑھ چڑھ کر اسلام کا نام لے کر ایک زبردست فتنے کی بنیاد رکھی جو آگے جا کر مرزائیت یا قادیانیت کے بدنام ناموں سے مشہور ہوا۔ مرزا قادیانی پیدائشی طور پر صحیح العقیدہ سنی مسلمان تھا۔ وہ حضور ﷺ کے خاتم النبیین ہونے پر پختہ ایمان رکھتا تھا۔ اس نے ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو ایک اشتہار شائع کر کے حضور ﷺ کی نبوت کا اقرار کیا پھر مشائخ ہندوستان کے نام "انجام آتھم" میں بھی اپنے اس عقیدے کا اظہار کیا۔ اس عقیدے کے باوجود وہ اپنے آپ کو مجدد اسلام اور مہدی وقت قرار دیتا تھا۔ اگرچہ اس کے یہ دعوے اہل علم کو کھٹکتے تھے مگر مسلمانوں میں سے اکثر نیم خواندہ جذباتی لوگ مجدد یا مہدی ہونے کو گوارا جان کر اسکی اسلامی خدمت کا اعتراف کرتے رہے۔ انہی دنوں مرزا موصوف نے اپنے آپ کو مثیل مسیح اور مسیح موعود کے مقام پر لا کھڑا کیا اس نے اپنی تصنیفات "ازالہ اوہام، حیات مسیح اور توضیح المرام" میں اس نظریہ کی وضاحت کی اس کے یہ دعاوی علمائے اسلام کو حیرت زدہ کرنے کو کافی ہیں۔ انہوں نے اس کی مناظرانہ خدمات کے باوجود ان نظریات کا سختی سے نوٹس لیا۔

مرزا قادیاں نے اپنی کتاب "انجام آتھم" مطبوعہ ۱۸۹۷ء میں لکھا! "میں خدا کا پیغمبر، خدا کا مامور، خدا کا امین اور خدا کا فرستادہ ہوں۔ مجھ پر ایمان لاؤ۔

۱۹۰۱ء میں اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ یہ اعلان تمام اہل ایمان اور اہل اسلام کے لیے ایک زبردست چیلنج تھا۔ وہ چیخ کر رہ گئے۔ انگریز حکومت آزادی مذہب کے نام پر مرزا قادیانی کی حفاظت پر موجود تھی۔ علمائے کرام نے اس کی جھوٹی نبوت کے خلاف ثابت قدمی سے کام کیا۔ لدھیانہ کے مولانا سید محمد۔ قصور کے مولانا دستگیر قصوری ہاشمی، گولڑہ سے حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی، بریلی سے امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان بریلوی میرٹھ سے صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی، الور سے حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جیسے ہزاروں جید علمائے کرام نے مرزا کی نبوت اور اس کے باطل نظریات کو للکارا۔ اس دور کے دینی لٹریچر کو سامنے رکھا جائے تو علمائے کرام نے جس پامردی سے مرزا کی نبوت کاذبہ کے خلاف جو جہاد کیا ہے اسکی مثال نہیں ملتی۔ مرزا قادیانی کی پیشگوئیاں۔ الہام، فیصلے، آسمانی بددعائیں سب ایک ایک کر کے جھوٹی اور بے اثر ثابت ہوئیں۔ حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف ''سیف چشتیائی'' میں مرزا قادیانی کے تمام الہامات کا تجزیہ کر کے ایک ایک الہام کو جھوٹا ثابت کیا اگرچہ ان دنوں مرزا کی نبوت کے جھوٹے دعوے ہندوستان کے وسطی اور مشرقی علاقوں میں اتنے مشہور نہیں ہوئے۔ پھر بھی اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دیگر علماء نے بھی اس کی جھوٹی نبوت کے خلاف بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء کو مرزا غلام احمد قادیانی نے حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تحریری مناظرہ کی دعوت دی اور لاہور میں مناظرہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس دعوت پر اس وقت کے بیس مشہور قادیانی عالموں نے اپنی اپنی شہادت نصب کی تھی۔ پھر اس دعوت مناظرہ میں مرزا غلام احمد قادیانی نے اس وقت کے چھیاسی علمائے کرام کے نام لکھے تا کہ وہ بھی مجلس مناظرہ میں موجود رہیں۔ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً اس دعوت مناظرہ کو قبول کر لیا اور ۲۵ جولائی ۱۹۰۰ء کو تحریراً اطلاع دی کہ وہ تاریخ مقرر کر کے لاہور آئیں ہم مناظرہ کے لیے تیار ہیں۔ پنجاب بھر کے مسلمانوں کے لیے یہ مناظرہ ایک تاریخی معرکہ تھا۔ بے پناہ سامعین لاہور پہنچے۔ ان میں تمام مکاتب فکر کے لوگ شامل تھے۔ پنجاب کے علاوہ دہلی، سہارن پور، دیو بند، لدھیانہ اور پشاور سے جوق در جوق لوگ لاہور پہنچے۔ اور شاہی مسجد لاہور میں ایک عظیم الشان اور فقید المثال اجتماع منعقد ہوا۔ مگر مرزا غلام احمد قادیانی (لعین) لاہور نہ پہنچ سکا۔ اسے خطرہ تھا کہ وہ اپنے کاذبانہ دعویٰ کی بنا پر اس عظیم معرکہ صداقت میں شکست زدہ ہو کر اپنے مستقبل کو تا ابد تاریک کر بیٹھے گا۔ بنا بریں اس نے فساد کا بہانہ بنا کر میدان کو صرف اور صرف مسلمانوں کے حوالے کر دیا تا ہم شاہی مسجد کے اس عظیم اجتماع میں سربرآوردہ علمائے کرام نے اپنی تقاریر میں مرزائی عقائد کی تردید میں اپنے

بلند پایہ خیالات کا اظہار کیا۔

مرزائیت ہمیشہ اپنی جھوٹی نبوت کی کا ذبانہ آن برقرار رکھنے کے لیے مناظرہ، مباہلہ، مسالمہ، اور مکالمہ کا اعلان تو کر دیتی تھی مگر میدان میں آکر علماء اسلام کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی۔ علماء دین کے فیصلوں کیساتھ ساتھ عام مسلمانوں کے دلوں میں بھی عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت نقش ہو چکی تھی۔ چنانچہ ۱۹۲۶ء میں اللہ تعالیٰ نے مرزائیت کے ارتداد کا طلسم توڑنے کے لیے ایک پاکباز اور نیک سیرت بی بی کو ریاست بہاولپور کے ایک دور دراز گاؤں سے کھڑا کیا تاکہ وہ مرزائیت کے ارتداد کی حقیقت کو عدالتی فیصلوں سے واضح کرنے کا ذریعہ بن سکے۔ یہ عورت مسماۃ عائشہ بیگم بنت مولوی الٰہی بخش تھی جس کا خاوند مرزائی ہو گیا تھا۔ عائشہ بیگم نے خاوند کے ارتداد پر فسخ نکاح کے لیے عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا۔ مگر جب اس دعویٰ کی اپیل بہاولپور کی عدالت عظمیٰ میں دائر کی گئی تو یہ مقدمہ مسلمانوں اور مرزائیوں کے درمیان ایک معرکہ بن گیا۔ ان دنوں بہاولپور جامعہ عباسیہ کے شیخ الجامعہ مولانا غلام محمد گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ عالم دین بھی تھے اور منطق کے امام بھی مانے جانے تھے۔ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خاص تھے۔ عدالت عظمیٰ نے آپ کو دینی اور قانونی رہنمائی کے لیے طلب کیا۔ آپ نے فاضل جج کے سامنے مدعا علیہ کے مرتد ہونے اور مومنہ کے نکاح کے فسخ ہونے پر دس گھنٹے تک دلائل دیئے۔ دلائل سے متاثر ہو کر فاضل عدالت نے مقدمہ دوبارہ سماعت کے لیے واپس بھیجا اور مقدمہ کا دائرہ کار وسیع کرتے ہوئے شیخ الجامعہ کو اجازت دی کہ اپنی طرف سے دوسرے علمائے اسلام کو پیش کر سکتے ہیں۔ چنانچہ شیخ الجامعہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر برصغیر کے چوٹی کے علماء کرام عدالت میں شہادت اور ابحاث و جرح کے لیے پہنچنا شروع ہوئے۔ مرزائیوں کی طرف سے بھی ان کے نامور مناظر جلال الدین شمس اور غلام احمد مناظر مرزائیت کے علاوہ بڑے بڑے وکلاء پیش ہوئے۔ یہ مقدمہ ۱۹۲۶ء سے لیکر ۱۹۳۵ء تک زیر سماعت رہا۔ فاضل عدالت نے فریقین کے نامور علماء کے دلائل سننے کے بعد ایک مفصل فیصلہ قلمبند کیا جو ایک تاریخی حیثیت رکھتا ہے۔ اس فیصلہ میں ڈسٹرکٹ کورٹ کے جج جناب محمد اکبر نور اللہ مرقدہ نے برصغیر میں پہلی بار عدالتی قلم سے مرزائیوں کو مرتد اور خارج از اسلام قرار دے کر مدعیہ کے فسخ نکاح کا اعلان کر دیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے قلوب کو حضور خاتم النبیین ﷺ کی محبت کے نور سے منور فرمائے اور ترقی درجاۃ فی الدین سے مالا مال رکھے۔ آمین!

☆☆☆☆ ☆☆☆☆☆ ☆☆☆☆

سونے والوں جاگتے رہیو - چوروں کی رکھوالی ہے

مولانا خادم حسین رضوی

۲ فروری ۲۰۰۷ء بروز جمعہ ملک بھر کے تمام اخبارات میں اپوزیشن لیڈر مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے بارے میں نمایاں خبر شائع ہوئی کہ قائد حزب اختلاف کے جمعرات کو ڈاکٹرز ہسپتال لاہور میں انجیو گرافی اور انجیو پلاسٹی کے کامیاب آپریشن ہوئے۔ موصوف کے دل کے والوز میں رکاوٹ تھی جسے دو امریکی اسٹیٹ ڈال کر بحال کر دیا گیا ہے وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی نے اپوزیشن لیڈر کو دل کی تکلیف ہونے پر ان کے علاج کا انتظام کیا اور ڈاکٹر مبشر احمد چودھری کو اس مقصد کے لیے خصوصی طور پر امریکہ سے بلوایا۔

چار دن بعد روزنامہ نوائے وقت کے آخری صفحے پر ایک سرخی ڈاکٹر مبشر احمد چودھری کے والد چودھری اسلم احمدیہ قبرستان میں سپرد خاک کے عنوان سے لگی اس خبر کی تفصیل یوں ہے!

''پاکستانی نژاد امریکی شہری معروف کارڈیالوجسٹ ڈاکٹر مبشر احمد چودھری کے والد چودھری اسلم کو ان کی وصیت کے مطابق احمدیہ قبرستان بہشت خضرہ میں سینکڑوں سوگواروں کی موجودگی میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ چند روز قبل ڈاکٹر مبشر احمد چودھری، وزیر اعلیٰ چودھری پرویز الٰہی کی خواہش وسفارش پر امریکہ سے خصوصی طور پر مولانا فضل الرحمٰن و وزیر اعلیٰ سرحد اکرم خان درانی کی انجیو پلاسٹی کے لیے یہاں آئے تھے۔ چودھری محمد اسلم مرحوم کے بڑے صاحبزادے ڈاکٹر محمد اشرف چودھری و دیگر عزیز و اقارب بھی امریکہ سے آخری رسومات میں شامل ہونے کے لیے آئے تھے۔ آخری رسومات کی قیادت صاحبزادہ مرزا خورشید احمد امیر جماعت احمدیہ پاکستان نے کی۔ تدفین کے بعد سوگواران اپنے آبائی گاؤں ڈنڈ پور کھرولیاں ضلع سیالکوٹ روانہ ہو گئے بعد ازاں وزیر اعلیٰ چودھری پرویز الٰہی ہیلی کاپٹر کے ذریعے ڈاکٹر مبشر کے آبائی گاؤں ڈنڈ پور کھرولیاں پہنچے انہیں ڈاکٹر مبشر کے ہسپتال (چودھری اسلم وقف ہسپتال) لایا گیا جہاں انھوں نے ڈاکٹر مبشر سے ان کے والد کے انتقال پر اظہار افسوس کیا۔ وزیر اعلیٰ سرحد کی آمد سے قبل کھرولیاں کو آنے جانے والے تمام راستوں پر پولیس سیکورٹی ہائی الرٹ رہی اور ڈسکہ اور سیالکوٹ سے اسلم پورہ تک پولیس کے جوان چند گز کے فاصلے پر اور گاؤں کو آنے جانے والے راستوں پر اور چھتوں پر ہائی الرٹ دکھائی دیئے''۔

۲ فروری اور ۶ فروری کی درج بالا رپورٹوں کو بغور پڑھا جائے تو چند باتیں آسانی سے سامنے آتی ہیں!

۱) ڈاکٹر مبشر احمد کے باپ چودھری اسلم کو نام نہاد بہشت خضرہ (قادیانی قبرستان چناب نگر) میں دفن کیا گیا۔

۲) ڈاکٹر مبشر احمد چودھری کو قائد حزب اختلاف (قومی اسمبلی) مولانا فضل الرحمٰن کے علاج کیلئے خصوصی طور پر امریکہ سے بلوایا گیا۔

۳) آخری رسومات کی قیادت مرزا خورشید احمد امیر قادیانی جماعت پاکستان نے کی۔

۴) وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی نے ڈاکٹر مبشر احمد سے چودھری اسلم وقف ہسپتال میں اس کے باپ کی موت پر اظہار افسوس کیا۔ یوں اس پوری کہانی میں چار مرکزی کردار سامنے آتے ہیں۔

مولانا فضل الرحمٰن قائد جمعیت علماء اسلام پاکستان:

موصوف پاکستان میں دیوبندی مکتبہ فکر کے ترجمان اور سیاسی قائد ہیں بقول قاری حنیف جالندھری "قائد اسلام" ہیں۔ (سہ روزہ جلسہ خیر المدارس ملتان ۲۰۰۵ء)

آں جناب کا پرویز مشرف کے اقتدار کو طول دینے میں مرکزی کردار رہا ہے۔ یوں آپ پرویز مشرف کی ہر سیاہ کاری میں نہ صرف شریک کار بلکہ اولین سپورٹر ہیں۔

پرویز الٰہی وزیر اعلیٰ پنجاب وصدر مسلم لیگ ق پنجاب:

موصوف صوبہ پنجاب کے سیاہ وسفید کے مالک اور ملک میں ایک مخصوص مکتبہ فکر کے سب سے بڑے حلیف ہیں جناب کی ہندو اور قادیانیت نوازی ہر ذی شعور پر واشگاف ہے۔ چودھری صاحب نے ۲۰۰۳ء کے آخر میں ڈسکہ ضلع سیالکوٹ کے گاؤں کھرولیاں کا دورہ فرمایا اور تقریباً چار ہزار مسلمان آبادی پر مشتمل گاؤں کھرولیاں کا نام تبدیل کر کے ڈاکٹر مبشر احمد کے باپ چودھری اسلم کے نام پر اسلم پورہ رکھ دیا حالانکہ اس گاؤں میں قادیانیوں کے گھر نصف درجن کے قریب ہیں اسی دورے میں پرویز الٰہی نے چودھری اسلم سے منسوب قادیانیوں کے ملکیتی آئی ہسپتال کا سنگ بنیاد رکھا اور اسے تمام حکومتی مراعات سے نوازا۔

چودھری اسلم کی بہو اور ڈاکٹر مبشر احمد کی اہلیہ سعدیہ چودھری وزیر اعلیٰ پنجاب کی مشیر برائے تعلیم ہے۔ موصوفہ کا دعویٰ ہے کہ پرویز مشرف کی زوجہ صہبا پرویز انکی رشتہ دار ہے۔ سعدیہ مبشر کی بدولت قادیانی پنجاب میں تعلیم کی آڑ لے کر مرزائیت کی تبلیغ کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر مبشر احمد چودھری قادیانی جماعت کے اہم ترین فرد:

موصوف پاکستانی نژاد امریکی شہری اور امریکی صدر بش کے قریبی مشیر ہیں حکمران جماعت مسلم لیگ (ق) کے صدر چودھری شجاعت حسین کے خصوصی معالج اور واشنگٹن (امریکہ) میں اُنکے میزبان ہیں۔ ۲۰۰۴ء کے آخر میں

پرویز مشرف کی امریکہ یاترا کے دوران واشنگٹن کی ایک گھریلو تقریب میں اُنکے میزبان رہے ہیں یاد رہے اس تقریب کی اکثریت قادیانیوں پر مشتمل تھی۔(ہفت روزہ تکبیر ۱۵ دسمبر ۲۰۰۴ء احمد شکیل میاں واشنگٹن)

وزیر اعلیٰ پنجاب کی خاص نوازش کے تحت کھرولیاں کی ایک سڑک کو ڈاکٹر مبشر احمد چودھری سے منسوب کیا گیا ہے۔

چودھری اسلم ڈاکٹر مبشر کا باپ:

موصوف امریکی صدر بش کے قریبی ساتھی اور قادیانی جماعت کے اہم ترین فرد رہے ہیں۔قادیانی جماعت کا ترجمان روزنامہ الفضل لکھتا ہے!''مکرم چودھری محمد اسلم صاحب اسلم پورہ ضلع سیالکوٹ ۳ فروری کو بعارضہ کینسر وفات پا گئے۔مرحوم باوفا اور سلسلہ قادیانیہ کا درد رکھنے والے غیرت مند اور فدائی وجود تھے۔۔۔مرحوم موصی تھے۔بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین عمل میں آئی''۔(الفضل ۲۷ فروری ۲۰۰۷ء ص ۷)

قارئین محترم شروع میں پیش کی گئی دو اخباری خبروں اور اس کے بعد درج کردہ شخصیات کے بارے میں پڑھ کر آپ کو یقیناً انتہائی حیرت ہو گی کہ پاکستان میں غیر مسلم اقلیت ''قادیانی ''کس طرح اہم ترین حکومتی عہدیداروں کو اپنے دامِ فریب میں پھنسائے ہوئے ہیں اور یہ سرکردہ حکومتی شخصیات کیسے طفل مکتب کی مانند اُن کے ہاتھوں میں کھیل رہی ہے۔ملک عزیز پاکستان میں پرویز مشرف ہو یا پرویز الٰہی یا شجاعت حسین قادیانیوں سے اُنکے تعلقات تو سمجھ میں آتے ہیں لیکن جمعیت علماء اسلام کے سربراہ مولانا فضل الرحمن کے تعلقات سمجھ سے بالاتر ہیں اس الجھن کو آپ ہی سلجھن میں تبدیل فرمائیں کہ ایک طرف تو مولانا صاحب ختم نبوت کانفرنس چناب نگر و ملتان میں قادیانیوں کو برا بھلا کہتے ہیں اور دوسری طرف انہی مجبین سے علاج کرواتے اور تعلقات رکھتے ہیں۔دراصل یہ کوئی سیاسی قلابازی نہیں کہ عوام اسے درگزر کر جائے گی اور جناب کی سیاسی بیان بازی اصل مسئلے کو پس پردہ لے جائے گی بلکہ یہ معاملہ ایمان واعتقادیات کا ہے لہذا قادیانیوں سے دوستانے،میل ملاقات اور علاج معالجے کو عوام شرعی میزان میں پرکھے گی نہ کہ سیاسی میزان میں۔شرعی میزان میں پرکھنے سے چند احکام واضح ہوتے ہیں۔تمام فتاویٰ مولانا صاحب کے بڑوں کے ہیں۔

مولانا فضل الرحمن کے والد مفتی محمود فرماتے ہیں!

''مرزائیوں سے تعلقات میل جول مفاسد سے خالی نہیں''۔(فتاویٰ مفتی محمود ۱/ ۱۹۸)

مولانا فضل الرحمن کے پیر و مرشد مفتی محمد یوسف لدھیانوی فرماتے ہیں!

''ایسے شخص سے اُسکے مسلمان رشتہ دار بائیکاٹ کریں سلام وکلام ختم کریں اسکو علیحدہ کر دیں اور بیوی اس سے علیحدہ ہو

جائے تاکہ یہ شخص اپنی حرکات سے باز آجائے اگر باز آگیا تو ٹھیک ورنہ اسکو کافر سمجھ کر کافروں جیسا معاملہ کیا جائے"۔(آپ کے مسائل اور انکا حل/۲۳۰)

"جو شخص حضورﷺ کے دشمنوں سے دوستی رکھے اسکو سوچنا چاہیے کہ حضورﷺ کو کیا منہ دکھائے گا"۔(آپ کے مسائل اور انکا حل ۱/۲۳۱)

مفتی رشید احمد لدھیانوی جامعۃ الرشید ٹرسٹ کے بانی فرماتے ہیں!

"قادیانیوں سے کسی قسم کا تعلق رکھنا جائز نہیں"۔(احسن الفتاویٰ ۶/۳۶۰)

"اگر وہ دل سے بھی اُنکو اچھا سمجھتا ہو تو وہ مرتد ہے اور بلاشبہ خنزیر سے بدتر ہے"۔(احسن الفتاویٰ ۱/۴۶)

مفتی کفایت اللہ دہلوی فرماتے ہیں!

"اس فرقہ کیساتھ میل جول اور تعلقات رکھنا سخت مضر اور دین کے لیے تباہ کن ہے"۔(کفایت المفتی ۱/۳۲۲)

مولانا فضل الرحمٰن صاحب کی فکر کے منبع و مرکز دار العلوم دیوبند بھارت:

"اُن سے کسی قسم کا اتحاد و ارتباط رکھنا اور بیاہ شادی کرنا سب حرام ہے"۔(فتاویٰ دار العلوم دیوبند ۱۲/۳۳۴)

جامعہ خیر المدارس ملتان:

"اُن (مرزائیوں) کے ہم پیالہ اور ہم نوالہ بن کر رہنا جائز نہیں کیونکہ اسکا انجام خود مرزائی بن جانا ہوتا ہے"۔(خیر الفتاویٰ ۱/۳۸۷)

درجنوں فتاویٰ میں سے یہ چند تراشے پیش خدمت ہیں ان شاء اللہ العزیز انہی کی بدولت عوام مولانا فضل الرحمٰن صاحب اور اُن کے ہمنواؤں کی شرعی حیثیت سمجھ گئی ہوگی۔ قادیانیوں سے تعلقات و روابط رکھنے کے بارے میں مولانا فضل الرحمٰن کا عملی کردار اپنے بڑوں کے حکم سے یکسر مختلف ہے ایک طرف قادیانیوں سے سلام و کلام، نشست و برخاست، شادی و غمی میں شرکت کی ممانعت بلکہ معاشرتی سطح پر اُن سے مکمل قطع تعلق کا کہا جاتا ہے تو دوسری طرف انہی سے معاملات رکھے جاتے ہیں۔ اب مولانا فضل الرحمٰن صاحب اور ان کے ہمنوا اپنا شرعی مقام اپنے بزرگوں کے فیصلے کی روشنی میں خود متعین کر لیں یا اُن کے فیصلے کو پس پشت ڈالتے ہوئے اپنی دھن میں مگن رہیں بہرکیف دعوت فکر ہے ہر ذی شعور کو کہ وہ فیصلہ کرے کہ یہ بہروپے کس طبقے کے ناپاک عزائم کی تکمیل کر رہے ہیں اور خود ہی چور چور، خود ہی محافظ کا کردار کیسے ادا کر رہے ہیں؟

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

مرزائیوں کے لیے لمحہ فکریہ

غلام مرتضیٰ ساقی مجددی

اسلام دین حق ہے۔اسے کوئی طاقت دبا نہیں سکتی۔الاسلام یعلو ولا یعلی (بخاری) دور آغاز سے آج تک باطل قوتیں سازشوں کے جال بنتی رہی ہیں لیکن اسلام زمانے میں دبنے کو نہیں آیا۔اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبائیں گے۔زمانہ جوں جوں گذر رہا ہے اسلام کی صداقت توں توں نکھر کر سامنے آرہی ہے۔اسلام دشمن قوتوں میں ایک ناسور قادیانی فرقہ بھی ہے۔آج کل یہ فرقہ خبیثہ کچھ زیادہ ہی سرگرم عمل دکھائی دیتا ہے۔مال و دولت کی فراوانی اور ملازمت و دوشیزہ کا جھانسہ دے کر یہ لوگ مسلمانوں کے ایمانوں پرڈاکہ ڈالنے کی کوشش میں ہمہ وقت مصروف ہیں۔کاروباری نہج پر اہل ثروت سے رابطہ استوار کر کے آہستہ آہستہ مرزائیت کی تبلیغ ان کے مشن میں شامل ہے۔ہمارے لوگ حقیقت سے نابلد ہونے کی بناء پر ان لوگوں کے مکروفریب سے متاثر ہو جاتے ہیں اور بعض تو اپنی متاع ایماں بھی گنوا بیٹھتے ہیں۔عوام کو ورغلانا اور اہل علم کے سامنے آنے کی تاب نہ لانا قادیانیوں کا آبائی پیشہ ہے۔جیسا کہ اسکا کچھ تجربہ ہمیں بھی ہوا وہ یوں کہ ہمارے ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ کے باشندے حاجی محمد لیاقت صاحب کے ایک لاہوری مرزائی سے اسی نوعیت کے کچھ تعلقات تھے وہ جب بھی موقع پاتا تو حاجی صاحب کو ورغلانے کی کوشش اور تاک میں رہتا۔انھوں نے کہا! کہ سیدھی بات ہے ہم اپنے مسلمان مناظر اور عالم کو دعوت دیتے ہیں تم اپنے قادیانی مناظر کو لے آؤ گفتگو کرا کے دیکھ لیتے ہیں۔یہ بات سن کر ایک بار تو قادیانی کی خوشی کی انتہا نہ رہی لہذا اس نے فوراً وعدہ کرلیا کہ تم اپنے عالم سے ٹائم لے کر مجھے بتا دینا۔حاجی صاحب مذکور نے قاری محمد الطاف حسین سیالوی صاحب گوجرانوالہ کو سارا واقعہ سنایا۔قاری صاحب نے راقم الحروف سے رابطہ کیا کہ معاملہ یوں طے پایا ہے لہذا آپ مرزائی سے گفتگو کیلئے تیار ہوں۔راقم الحروف کیلئے قادیانیوں سے باقاعدہ گفتگو کا یہ پہلا موقع تھا اس سے قبل بے قاعدہ گفتگو تو کر چکا تھا۔عاجز نے محض اللہ تعالیٰ کے فضل حضور اکرم ﷺ کی رحمت شیخ طریقت حضرت ابوالبیان رحمۃ اللہ علیہ کے فیضان سے اپنے دین کی صداقت پر بھروسہ رکھتے ہوئے اسی لمحے حامی بھر لی۔۱۹ اگست بروز ہفتہ بعد نماز مغرب کا وقت طے پایا۔جب مرزائی کو اس کاروائی کی اطلاع کی تو اس نے پوچھا کہ تمہارا کس مسلک سے تعلق ہے۔قاری صاحب نے بتایا کہ ہم اہلسنت وجماعت (حنفی بریلوی) ہیں تو اس نے محض تعلی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میں اس مناظرہ کے لیے تمہارے بزرگوں کی کتابوں سے بھی تیاری کر کے آؤں گا۔یعنی کہنے کا مطلب یہ تھا کہ ہماری تائید تمہارے بزرگوں نے بھی کی ہے۔لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔اس نے شاید یہ سمجھا ہوگا کہ وہابیوں، دیوبندیوں اور شیعوں کی طرح

ہمارے ہاں بھی اس قسم کے تصورات اور نظریات پائے جاتے ہیں۔ لیکن!

ایں خیال است و محال است و جنوں

مذکورہ فرقوں کی رگ باغی قادیانیوں کے مزاج کے مطابق پھڑکتی ہے۔ بحمد اللہ! مسلک اہل سنت ان افکار باطلہ سے یکسر پاک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اتنا بڑا دعویٰ کرنے کے باوجود اس مرزائی کو اپنا موقف ہماری کتب سے ثابت کرنا تو کجا اسے میدان مناظرہ میں بھی آنے کی جرأت نہیں نہ ہوسکی۔ والحمد للہ ذلک۔ ایک بار قادیانی نے یہ پیغام بھی بھیجا کہ میں دودن پہلے آؤں گا لیکن دودن پہلے تو کیا وہ دوماہ اور دوسال بھی گذر جائیں تو سامنے نہیں آسکتے کیوں کہ انکا گرو بھی حضرت قبلہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلے میں نہ آسکا۔ تو اس کے چیلے چانٹے حضرت گولڑوی کے نیاز مندوں کے سامنے کیسے آسکتے تھے؟ اور ویسے بھی حق کے مقابلے کی باطل میں جرأت ہی کہاں؟۔ اب وہ لاہوری مرزائی تو نہیں آسکا لیکن ہم احقاق حق اور جذبہ خیر خواہی کے پیش دنیا بھر کے قادیانیوں کے مرزا قادیانی کی وہ تحریریں رکھنا چاہتے ہیں جن سے غلام احمد قادیانی دجال کا نبی، مسیح موعود، اور مہدی معبود ہونا تو درکنار وہ سرے سے مسلمان اور ایک شریف انسان بھی ثابت نہیں ہوتا۔ خوف خدا اور فکر آخرت کے پیش نظر ہماری اس تحریر کو ملاحظہ فرمائیں۔ اگر کسی آدمی کو بھی راہ راست نصیب ہوگئی تو میں سمجھوں گا کہ میری محنت ٹھکانے لگی۔

مرزا قادیانی کی حقیقت:

مرزا قادیانی کے کلام کو دیکھا جائے تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی مخبوط الحواس، پاگل یا دیوانہ بڑیں ہانک رہا ہے۔ اسکی گفتگو میں اسقدر تضاد، تخالف اور عدم ربط ہے کہ ایسی گفتگو کوئی جاہل سے جاہل اور بے وقوف سے بے وقوف بھی نہیں کرسکتا۔ اور پھر توہین خداوندی اہانت نبوت وولایت مسلمانوں کی تذلیل اس پر مستزاد ہے۔

قادیانی کے دعاوی:

دیگر کوشوں سے صرف نظر کرکے اگر صرف مرزا قادیانی کے دعوؤں کو ہی دیکھ لیا جائے تو اسکی حقیقت بے نقاب ہوتی دکھائی دیتی ہے۔ اسکے دعوؤں میں بلند سے بلندتر اور حقیر سے حقیر دعوے موجود ہیں۔ کہیں وہ خود کو خدا، خدا کی بیوی، خدا کا بیٹا اور مختلف نبیوں کے مناصب پر فائز گردانتا ہوا نہیں شرماتا۔ اور کہیں پر وہ اسقدر ذلت ورسوائی پر اتر آتا ہے کہ خود کو اولاد آدم بھی کہنے سے عار محسوس کرتا ہے۔ مرزائیوں کا کہنا ہے کہ جہاں مرزا نے خود کو انسان کہنے سے بھی عار محسوس کی ہے وہ اسکی تواضع اور عاجزی ہے۔ اگر یہ بات درست ہے تو پھر کہنے دیا جائے کہ جہاں اس نے خود کو خدا کی بیوی یا خدا کا بیٹا اور نبوت ورسالت کے مراتب کی طرف پیش قدمی کی ہے وہ اسکا انتہائی تکبر ہے۔ اور تکبر

کرنے والا بارگاہ خداوندی میں مغبوض و مردود ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے! ''شیطان بھی تکبر و انکار کی وجہ سے مردود و مقہور ہوا تھا۔ آیت قرآنی ہے! ''ابی واستکبرو کان من الکافرین'' اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔ اگر حضرت آدم کے سامنے تکبر کرنے کی وجہ سے شیطان مردود و ملعون ہو گیا تھا تو ذات خداوندی اور انبیاء و مرسلین کی بارگاہ میں تکبر کا اظہار کر کے مرزا قادیانی کس طبقے میں پہنچا ہو گا؟۔ قادیانی اُمت اسکا خود ہی اندازہ کرے۔ سطور ذیل میں ہم مرزا کے دعووں کی ایک جھلک پیش کر رہے ہیں۔

خدا ہونے کا دعویٰ:

قادیانی لکھتا ہے!

''وَرَاَیْتُنِیْ فِی الْمَنَامِ عَیْنُ اللّٰہِ وَ تَیَقَّنْتُ اَنَّنِیْ ھُوَ'' میں نے خواب میں خود کو ہو بہو خدا دیکھا، اور میں نے یقین کر لیا کہ میں وہی ہوں۔

پہلے خواب کی بات تھی اب کشف کی بات کرتا ہے!

''میں نے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں''۔

اللہ تعالیٰ کی صفت ہے کہ وہ جس بات کا ارادہ کرتا ہے وہ اسکے حکم سے فوراً ہو جاتی ہے۔ لیکن قادیانی دجال اسی صفت کو اپنے اوپر یوں فٹ کرتا ہے!

''تو جس بات کا ارادہ کرتا ہے وہ تیرے حکم سے فی الفور ہو جاتی ہے''۔

مرزا لعین تخلیق خداوندی کو اپنی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھتا ہے!

''سو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا جس میں کوئی ترتیب اور تفریق نہ تھی پھر میں منشا حق کے موافق اسکی ترتیب و تفریق کی اور میں دیکھتا تھا کہ میں اس کے خلق پر قادر ہوں پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہا ''انا زینا السماء الدنیابمصابیح'' پھر میں نے کہا! اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے۔ پھر میری حالت کشف سے الہام کی طرف منتقل ہو گئی اور میری زبان پر جاری ہوا ''اردت ان استخلف مخلقت آدم۔ انا خلقنا الانسان فی احسن تقودم''۔

دیکھا کس دیدہ دلیری کیساتھ مرزا خلق خداوندی اور آیات قرآنی کو اپنی طرف منسوب کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو چیلنج کیا تھا!

''اردنی ماذا خلقوا من الارض ام لھم شرک فی السماء'' بتاؤ تمہارے بتوں نے زمین کا کونسا حصہ پیدا فرمایا یا وہ آسمانوں کی پیدائش میں شریک تھے''۔

مشرکین مکہ اس چیلنج کے جواب میں بتوں کے زمین و آسمان بنانے کا دعویٰ نہ کر سکے اگر ہمت ہوئی تو انگریز کے خودکاشتہ پودے قادیانی دجال کو۔

خدا کے حلول ہونے اور اسکی بیوی اور بیٹا بننے کا دعویٰ:

مرزا کی بے شعوری ملاحظہ ہو کہ اس نے خدا کے حلول اور اسکا بیٹا بننے کیساتھ ساتھ خدا کی بیوی ہونے کا بھی دعویٰ کردیا۔ اب خدا جانے وہ مذکر سے مؤنث کی طرف کیوں منتقل ہوا۔ ملاحظہ ہو۔ وہ لکھتا ہے!

''خدا نے میرا نام مریم رکھا، پھر دو برس تک صفتِ مریمیت میں میں نے پرورش پائی تو عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی، اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور کئی مہینے کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا''۔ (ملخصاً کشتی نوح)

اب بجھارت کو قادیانی ہی جان سکتے ہیں۔

مرزا کہتا ہے!

''مجھے وحی آئی تھی۔ آواھنی۔ اسکا معنی کرتا ہے خدا تیرے اندر اتر آیا''۔ (کتاب البریہ ص ۸۴)

مرزا کہتا ہے کہ!

''خدا نے کہا تھا ہم ایک لڑکے کی تجھے بشارت دیتے ہیں جس کے ساتھ حق کا ظہور ہو گا۔ گویا آسمان سے خدا اترے گا''۔ (حقیقۃ الوحی ص ۹۵،۹۶)

گویا خدا مرزا کا لڑکا بن کر خود ہی اتر آئے گا۔ (معاذ اللہ)

مرزا کہتا ہے!

''ایک بار مجھے یہ الہام ہوا تھا کہ خدا قادیان میں نازل ہوگا اپنے وعدہ کے موافق'' (تذکرہ ص ۲۵۲)

اب قادیانی بتائیں کہ کیا خدا اپنا وعدہ پورا کرتے ہوئے قادیان میں نازل ہوا تھا یا اس نے وعدہ خلافی کر دی تھی۔(معاذ اللہ)

مرزا لکھتا ہے کہ الہام ہوا تھا!

"خدا تعالیٰ تجھے اپنے انعامات دکھلائے گا جو متواتر ہوں گے اور تجھ میں حیض نہیں بلکہ وہ بچہ ہو گیا ہے ایسا بچہ جو بمنزلہ اطفال اللہ ہے"۔(اربعین ص۵۸، تتمہ حقیقۃ الوحی ص۵۸۱)

ملاحظہ فرمائیں مرزا میں حیض بھی تھا جو بعد میں بچہ بن گیا اور خدا کی اولاد کہلایا۔

مرزا کا خاص مرید قاضی یار محمد قادیانی لکھتا ہے!

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام (قادیانی) نے ایک موقع پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی کہ

کشف کی حالت آپ پر اس طرح طاری ہوئی کہ گویا آپ عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی طاقت کا اظہار فرمایا تھا"۔ سمجھنے والے کیلیے اشارہ کافی ہے"۔(اسلامی قربانی ص۲ ٹریکٹ ص۳۴)

یعنی عقلمند لوگ سمجھ جائیں کہ مرزا کے خدا نے مرزا سے وہ فعل کیا جو مرد عورت کیساتھ کرتا ہے(استغفر اللہ)

تو شاید اسی فعل کا نتیجہ تھا کہ مرزا میں بچہ بن گیا اور وہ اطفال اللہ ہو گیا۔(معاذ اللہ)

ابتدائے کائنات سے لیکر آج تک کسی شخص نے بھی ذات خداوندی پر اتنا قبیح، بے ہودہ اور گھٹیا الزام دھرا ہے؟۔کیا یہ مسلمانی ہے؟۔

قادیانی دجال نے جگہ جگہ جھوٹی باتیں بنا کر اسے وحی خداوندی قرار دیا ہے۔لکھتا ہے!

اللہ تعالیٰ نے فرمایا! "انت من مآئنا (اربعین ص۲، ۳۹) تو ہمارے نطفے سے ہے"۔

نطفے والا خدا صرف قادیانیوں نے ہی ایجاد کیا ہے۔ورنہ مسلمانوں کا خدا ان بے ہودگیوں سے پاک ہے

"انت منی بمنزلۃ ولدی "(حقیقۃ الوحی ص۸۶) تو میرے نزدیک میرے بیٹے کے مقام پر ہے۔

"اسمع ولدی (البشریٰ ص۴۹) اے میرے بیٹے سُن" دیکھیے کس قدر شرک وکفر بھرے کلمات ہیں۔اسلامی تعلیمات کے بخیے ادھیڑ رہے ہیں۔کس بے شرمی کیساتھ خدا کی اولاد کا اثبات کیا ہے۔جبکہ قرآن صریح لفظوں میں کہتا

ہے!

"لم یلد ولم یولد" (الاخلاص ۳) یعنی نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ ہی اسکی کوئی اولاد ہے۔ "ما اتخذ اللہ ولدا" اللہ نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا۔ اپنے ایمان سے پوچھیے قرآن کا انکار کرکے مرزا مسلمان بھی رہا ہے؟

جملہ انبیاء کے مناصب کے حصول کا دعویٰ:

مرزا لعین نے جگہ جگہ جملہ انبیاء ورسل کے مقام پر بھی ہاتھ صاف کیا ہے۔ اسے جس جس نبی اور رسل کا نام آتا ہے انکا نام لے کر یہ افتراء کیا ہے کہ وہ نبی میں ہی ہوں۔ (معاذ اللہ) چند عبارتیں ملاحظہ ہوں!

قادیانی لکھتا ہے!

> "خدا تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء علیہم السلام کا مظہر ٹھرایا ہے، اور تمام نبیوں کے نام میری طرف منسوب کیے ہیں۔ میں آدم ہوں، میں شیث ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں یعقوب ہوں، میں یوسف ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ ہوں اور آنحضرت ﷺ کے نام کا میں مظہر اتم ہوں یعنی ظلی طور پر محمد اور احمد ہوں"۔ (حقیقۃ الوحی حاشیہ ص ۷۳)

ایک مقام پر لکھتا ہے!

؎ میں کبھی آدم، کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں   نیز ابراہیم ہوں، نسلیں ہیں میری بے شمار (درثمین ص ۱۲۳)

اب دیکھیے! مرزائیوں کو اپنے گرو کی کونسی نسل دریافت ہوتی ہے۔ مرزا کہتا ہے!

؎ منم مسیح زمان ومنم کلیم خدا   منم محمد واحمد کہ مجتبیٰ باشد (تریاق القلوب ص ۶)

"میں مسیح زماں اور کلیم خدا (موسیٰ) ہوں۔ میں محمد اور احمد ہوں جو کہ مجتبیٰ ہیں"۔

تمام انبیاء کی تحقیر اور اپنی افضلیت کا دعویٰ:

قادیانی دجال نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی تحقیر وتوہین کرتے ہوئے خود کو تمام سے افضل و بہتر قرار دیا ہے۔

فارسی نظم میں لکھتا ہے!

"انبیاء گرچہ بودہ اند بسے"
اگرچہ دنیا میں بہت سے نبی ہوئے۔
"من بعرفان نہ کمترم زکسے"
لیکن میں عرفان میں کسی نبی سے کم نہیں۔
"آنچہ داد ست ہر نبی راجام"
جو پیالے ہر نبی کو دیتے ہیں۔
"داد آن جام رامرا بہ تمام"
وہ تمام پیالے مجھ اکیلے کو دیتے ہیں۔
"زندہ شد ہر نبی بامدنم"
میرے آنے سے ہر نبی زندہ ہو گیا۔
"ہر رسولے نہاں بہ پیر ہنم"
ہر نبی میری قمیض میں چھپا ہوا ہے۔
"کم نیم زاں ہمہ بروئے یقین"
میں کسی سے کم نہیں اسپر مجھے یقین ہے۔
"ہر کہ گوید دروغ ہست لعین"
جو اسکو جھوٹ کہتا ہے وہ ملعون ہے۔

ان اشعار میں صراحتہ خود کو تمام نبیوں سے بڑھایا ہے اور تمام نبیوں کو اپنی قمیض میں چھپے ہوئے بتا کے انکی توہین کی گئی ہے۔لکھتا ہے!

"خدا تعالیٰ نے اس بات کو ثابت کرنے کیلیے کہ میں اسکی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ اگر وہ ہزاروں نبیوں پر بھی تقسیم کیے جائیں تو ان کی بھی نبوت ثابت ہو سکتی ہے"۔(چشمہ معرفت ص ۳۱۷)

کس قدر کھلی توہین ہے کہ ہزاروں نبیوں کو وہ کچھ نہیں ملا جو اکیلے قادیانی کو مل گیا۔خدا کی طرف جھوٹ منسوب کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اس نے مجھے کہا!

"آسمان سے کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا"۔(حقیقۃ الوحی ص ۸۹)

"خدا تعالیٰ میرے لیے اس کثرت سے نشان دکھلا رہا ہے کہ اگر نوح کے زمانہ میں وہ نشان دکھلائے جاتے تو لوگ غرق نہ ہوتے"۔(تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۱۳۷)

یہاں مرزا نے خود کو حضرت نوح علیہ السلام سے زیادہ معجزات کا حامل قرار دے کر ان کی توہین بھی کی ہے۔

"میں سچ کہتا ہوں کہ مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مرگئے مگر جو میرے ہاتھ سے جام پیئے گا وہ ہرگز نہیں مرے گا"۔(ازالہ اوہام ص ۲)

حضرت ابن مریم کی مزید توہین اور اپنی فضیلت بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے!

ابن مریم کا ذکر چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے۔(دافع البلاء ص ۲۰)

خود کو حضرت یوسف علیہ السلام سے بڑھاتے ہوئے لکھتا ہے!

""پس اس اُمت کا یوسف یعنی یہ عاجز (قادیانی مکار) اسرائیلی یوسف سے بڑھ کر ہے کیونکہ یہ عاجز قید کی دعا کر کے بھی قید سے بچایا گیا۔ مگر یوسف بن یعقوب قید میں ڈالا گیا"۔ (براہین احمدیہ ص ۹۹)

حضرت یوسف علیہ السلام کا جیل میں جانا ہزار حکمتوں اور بھلائیوں پر مبنی ہے جبکہ مرزائی کا قید سے بچایا جانا بالکل جھوٹ ہے۔ قادیانی ذریت بتائے کہ اسے لیٹرین میں قید کر کے ذلت کی موت آخر کیوں دی گئی تھی؟ اس قید سے کیوں بچ سکا؟۔

آیت قرآنی کا معنی بگاڑتے ہوئے پوری بے حیائی سے لکھتا ہے!

""اور یہ جو فرمایا کہ "واتخذو من مقام ابراہیم مصلیٰ" یہ قرآن شریف کی آیت ہے اور اس مقام میں اس کے یہ معنی ہیں کہ یہ ابراہیم (قادیانی دجال) جو بھیجا گیا تم اپنی عبادتوں اور عقیدوں کو اس کی طرز پر بجالاؤ۔ اور ہر ایک امر میں اسکے نمونہ پر اپنے تئیں بناؤ"۔ (اربعین ص ۳۸/۳)

دیکھیے کس انداز میں خود کو مقام ابراہیم پر فائز کیا ہے۔ معاذ اللہ)

رسول اللہ ﷺ پر اپنی فضیلت کا ڈھونگ رچاتے ہوئے لکھتا ہے!

""یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے حتیٰ کہ محمد رسول اللہ سے بھی آگے نکل سکتا ہے"۔ (اخبار الفضل قادیان)

مزید کہتا ہے!

""تین ہزار معجزے ہمارے نبی سے ظہور میں آئے"۔ (تحفہ گولڑویہ ص ۶۲، ۶۳)

اور اپنے متعلق لکھتا ہے!

""میں اپنے خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں اس نے میری تصدیق کے لیے بڑے بڑے نشان ظاہر کیے جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں"۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۶۸)

توہین انبیاء علیہم السلام:

قادیانی مکار و گستاخ نے جگہ جگہ نبیوں کی توہین، تذلیل اور تضحیک کی ہے۔ لکھتا ہے!

''میں اس بات کا خود قائل ہوں کہ دنیا میں کوئی ایسا نبی نہیں آیا جس نے کبھی اجتہاد میں غلطی نہیں کی''۔(تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۳۵)

یعنی ہر نبی غلطیاں کرتا رہا ہے۔دراصل مرزا دجال خود غلطیوں اور بے ہودگیوں کا سراپا تھا اسلیے اس نے اپنے ناپاک وجود پر انبیاء کرام کو قیاس کر کے اپنی جھوٹی نبوت کو منوانا چاہا تھا۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جا بجا گالیاں دیں اور سخت توہین کی ہے۔لکھتا ہے!

''عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔(کشتی نوح ص ۶۵ حاشیہ) یسوع درحقیقت بوجہ بیماری مرگی کے دیوانہ ہو گیا۔(ست بچن ص ۱۵۹ حاشیہ)۔مسیح کی پیشگوئیاں غلط نکلیں اسقدر صحیح نہیں نکل سکیں۔(ازالہ اوہام ص ۶،۵/۱)۔یسوع اس لیے اپنے تئیں نیک نہیں کہہ سکا کہ لوگ جانتے تھے کہ یہ شخص شرابی کبابی ہے۔(ست بچن ص ۱۶۰ حاشیہ ۵ تا ۷۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق نادان اسرائیلی موٹی عقل والا، جاہل عورتوں اور عوام الناس کی طرح، گالیاں دینے والا، زبان کا جھوٹ بولنے والا، چوری کرنے والا، علمی و عملی میں کچا اور آپکے ہاتھ میں سوا مکرو فریب کے کچھ نہیں تھا، کے الفاظ لکھے ہیں (ضمیمہ انجام آتھم ص ۴ تا ۷)

آپکے خاندان کی توہین کرتے ہوئے لکھتا ہے!

''آپ (عیسیٰ علیہ السلام) کا خاندان بھی نہایت اور مطہر ہے۔تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں۔جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔آپکا کنجروں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ یہ جو مناسبت درمیان ہے ورنہ کوئی پرہیز گار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقعہ نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پہ اپنے ناپاک ہاتھ لگاوے اور زنا کاری کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اسکے پیروں پر ملے''۔(ضمیمہ انجام آتھم ص ۷)

یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سخت ترین توہین ہے اور سراسر بکواس ہے۔قادیانی خناس نے اپنی بے حیائیوں کو حضرت عیسیٰ کی طرف منسوب کیا ہے۔لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

مدینہ منورہ کی توہین یوں کرتا ہے!

''خدا تعالیٰ نے آنحضرت کے چھپانے کیلیے ایک ایسی ذلیل جگہ تجویز کی جو نہایت متعفن اور تنگ و تاریک اور حشرات الارض کی جگہ تھی''۔(تحفہ گولڑویہ ص ۱۱۲ حاشیہ)

اسقدر گستاخیوں سے بھی مرزا کا جگر ٹھنڈا نہ ہوا۔اب ذات مصطفےٰ کی طرف رخ کرتا ہے!

''حضرت محمد کی پیشگوئیاں بھی غلط نکلیں اور مسیح ابن مریم ،دجال، دابۃ الارض اور یاجوج وماجوج وغیرہ کی حقیقت بھی آپ پر ظاہر نہ ہوئی''۔ملخصاً (ازالہ اوہام ص۲۸۲،۲۸۱/۲)

توہین انبیاء کا حکم:

ظالم قادیانی نے پوری دریدہ دہنی سے انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین اور گستاخی کی ہے تو ہین انبیاء سراسر زندیقیت ۔ارتداد اور کفر ہے۔ان گستاخیوں سے واضح ہو گیا کہ مرزا کا نبی یا مسیح موعود مہدی موعود ہونا تو درکنار وہ سرے سے مسلمان ہی نہیں ۔اس پر مرزائی کی اپنی عبارت ملاحظہ ہو!

''اسلام میں کسی نبی کی تحقیر کفر ہے اور سب پر ایمان لانا فرض ہے۔کسی نبی کی اشارہ سے بھی تحقیر سخت معصیت ہے اور موجب نزول غضب الٰہی ''۔(چشمۂ معرفت ص۳۹۰)

معلوم ہوا توہین نبوت اور تحقیر رسالت کفر، سخت معصیت اور نزول غضب الٰہی کا موجب ہے۔اب قادیانی اُمت غور کرے کہ اگر ایک نبی کی معمولی گستاخی بھی کفر ہے تو جو آدمی نبیوں کو ننگی گالیاں دے وہ کتنا بڑا کافر ہے اور اس پر خدا کا غضب کس قدر نازل ہو گا۔

مقام مصطفیٰ ﷺ پر ڈاکہ زنی:

قادیانی دجال نے خصوصی طور پر مقام مصطفیٰ ﷺ کا انکار اور اس پر ڈاکہ زنی کی بھی پوری کوشش کی ہے۔حضور اکرم ﷺ سے افضل ہونے کا دعویٰ اور محمود واحمد ہونے کا اعلان سابقہ حوالہ جات میں گذر چکا ہے۔سطور ذیل میں چند مقامات ملاحظہ ہوں جسمیں اس نے رسول اللہ ﷺ کے حق میں نازل شدہ آیات کو اپنی ذات پر منطبق کیا۔اور ختم نبوت پر بھی قبضہ جمانے کی شرمناک کوشش کی ہے۔اور اسکی بے وقوفی و بے شعوری یا ہمارے آقا تاجدار ختم نبوت کا تصرف اور معجزہ سمجھیں کہ قادیانی دجال نے ختم نبوت کے منکر پر کفر کا فتویٰ بھی چسپاں کر دیا ہے۔علی الترتیب حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

خصائص نبوی کو اپنے اوپر فٹ کرنا:

مرزا خود کو خاتم النبیین قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے!میں بموجب آیت ''وآخرین منہم لما یلحقوا

بھم "بروزی طور پروہی نبی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے"۔(ایک غلطی کا ازالہ ص۱۰)

اپنی راہ کو آخری راہ بتاتے ہوئے لکھتا ہے!

"مبارک ہو جس نے مجھے پہچانا میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں اور میں اسکے سب نوروں میں سے آخری نور ہوں۔بدقسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے"۔(کشتی نوح ص ۵۶)

ایک بار مولوی احسن امروہی اور مولوی نورالدین کا آپس میں نزاع ہوا ہر دو کی ایک دوسرے کے خلاف آوازیں بلند ہو گئیں اور آواز کمرے سے باہر جانے لگی تو مرزا قادیانی نے کہا! "لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی "یعنی اپنے نبی کے سامنے آوازیں بلند نہ کرو۔(سیرت المہدی ص۳۰ ۲/ازمرزا بشیرالدین بن مرزا قادیانی)

مرزا قادیانی نے کئی مقامات پر حضور اکرم ﷺ کے متعلق نازل شدہ آیات کا اپنی ناپاک ذات پر فٹ کیا ہے مثلاً۔

۱)انا اعطینك الكوثر فصل لربك وانحر ان شانئك هو الابتر ۔(تذکرہ مجموعہ کمالات ص۲۸۱،۲۸۲ طبع دوم)

۲)وما ارسلنك الا رحمة للعالمين ۔(ایضاً ص۶۳۴)

۳)قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله ۔(ایضاً ص۶۳۳)

۴)وداعيا الى الله و سراجا منيرا ۔(ایضاً ص۶۲۶)

۵)هوالذي ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله ۔(ایضاً ص۶۲۱)

۶)ورفعنالك ذكرك ۔(ایضاً ص۴۸۲)

۷)انا فتحنالك فتحا مبينا ۔(ایضاً ص۶۴۴)

۸)سبحان الذي اسرى بعبده ليلا ۔(حقیقۃ الوحی ص۱۰۲)

حدیث نبوی "لولاك لما خلقت الافلاك "میرے متعلق ہے۔(حقیقۃ الوحی ص۹۹)

ختم نبوت پر ڈاکہ:

قادیان کے مرزائی مرزا کو نبی مانتے ہیں جبکہ لاہوری مرزائی اس سے ہچکچاتے بلکہ کھلا انکار کرتے ہیں۔لیکن

ہم مرزا کی چند تصریحات پیش کرتے ہیں جسمیں اس نے خود کو نبی، رسول قرار دیا اور عقیدہ ختم نبوت کی توہین کی ہے۔مرزا لکھتا ہے!

۱)میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جسکے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے۔(حقیقۃ الوحی ص ۳۸۷)

۲)خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی۔اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔(ایضاً ص ۱۵۰)

۳) قادیان۔۔۔اسکے رسول کا تخت گاہ اور یہ تمام اُمتوں کیلیے نشان ہے۔(دافع البلاء ص ۱۴)

۴)وحی میں میرے لیے نبی، رسول اور مرسل کے الفاظ ہیں، اسکا انکار صحیح نہیں۔(ایک غلطی کا ازالہ ص ۳)

۵) نبوت کا دروازہ کھلا ہے۔(حقیقۃ النبوۃ ص ۲۲۸)

۶)ختم نبوت ایک باطل عقیدہ اور شیطانی مذہب۔(ضمیمہ براہین احمدیہ ص ۱۵۴/۵)

ان عبارات میں مرزا نے کھلے لفظوں کیساتھ اپنی نبوت کا اعلان کیا ہے اور ختم نبوت کا عقیدہ رکھنے والوں کو باطل اور شیطانی قرار دیا ہے۔اور ختم نبوت کے انکار کیلیے وہ خدا پر بہتان لگانے سے بھی باز نہیں آیا۔عبارت نمبر ۲ میں کہتا ہے!'' کہ خدا نے مجھے اس پر قائم نہ رہنے دیا۔(معاذ اللہ) یہ خدا پر سنگین الزام ہے۔لیکن اس ظالم کو اس سے کیا غرض اسے تو کسی بھی طریقہ سے اپنا الو سیدھا کرنا ہے۔

منکر ختم نبوت پر مرزا کی عبارت:

مرزا قادیانی پر قدرتی پھٹکار کا ایک منظر ملاحظہ ہو۔خدا نے اس کے قلم سے بھی لکھوا دیا کہ ختم نبوت کا منکر مردود و ملعون ہے۔

مرزا کہتا ہے!

''مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں''۔(مجموعہ اشتہارات ص ۲۳۱،۲۳۰/۱)

مزید لکھتا ہے!

حضرت محمد ﷺ کہ خاتم الانبیاء است انکار عقیدہ اجماعیہ کرد پس بر و لعنت خدا و لعنت فرشتگان و ہمہ آدمیان ست۔ (انجام آتھم ص۱۴۴)	حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں۔ جو آدمی اس اجماعی عقیدہ کا انکار کرتا ہے اس پر خدا فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔

اب بتایئے مرزا ختم نبوت کا انکار اور اپنی نبوت کا اظہار کر کے کون ہوا؟

اب وحی نہیں آسکتی:

ایک مقام پر مرزا قادیانی نے حضور اکرم ﷺ کے بعد کسی پر وحی کا اترنا محال اور ناممکن قرار دیا ہے۔ لکھتا ہے!

"یہ بات مستلزم محال ہے کہ خاتم النبیین کے بعد پھر جبرائیل علیہ السلام کی وحی رسالت کیساتھ زمین پر آمدورفت شروع ہو جائے"۔ (ازالہ اوہام ص۴۱۴)

وحی آسکتی ہے:

قادیانی کذاب اپنی اس بات پر بھی قائم نہ رہا۔ محض بعد اپنی جھوٹی نبوت منوانے کی خاطر تضاد کا شکار ہو گیا۔ اور کہنے لگا کہ مجھ پر وحی آتی ہے۔

لکھتا ہے!

۱) میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے جو میرے پر نازل ہوا"۔ (حقیقۃ الوحی ص۱۰۳)

۲) میرے پاس آئیل آیا اور اس نے مجھے چن لیا۔ اور اپنی انگلی کو گردش دی اور یہ اشارہ کیا کہ خدا کا وعدہ آ گیا۔ اس جگہ آئیل خدا تعالیٰ نے جبرائیل کا نام رکھا ہے۔ (حقیقۃ الوحی ص۱۰۳) ملاحظہ فرمائیں!۔ اس کذاب نے فرشتے کا نام بھی بدل دیا تاکہ جوت مخفی نہ رہے۔

۳) غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس اُمت میں سے ہی ایک فرد مخصوص ہوں۔ (ایضاً ص۲۸ حاشیہ)

۴) مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا کہ توریت اور انجیل اور قرآن کریم پر۔ (اربعین ص۲/۲۵)

وحی کے منگھڑت الفاظ:

مرزا قادیانی نے کچھ الفاظ عربی، اردو، انگلش اور دیگر زبانوں میں گھڑ کر اسے وحی کا نام دیا ہے۔ اسکی تفصیل طوالت کا باعث ہے۔ تاہم چند عربی کلام ملاحظہ ہوں!

انت من مائنا ۔(اربعین ص۳۹، ۴/۴۱، ۳/۴) انت منی بمنزلۃ ولدی ۔(حقیقۃ الوحی ص۸۶)

اسمع ولدی ۔(البشریٰ ص۴۹/۱) اصحاب الصفہ وما ادرٰک ما اصحاب الصفہ ۔(تذکرہ ص۶۲۵ طبع دوم)

صلوٰۃ العرش الی الفرش ۔(تذکرہ ص۶۴۴)

قرآن کی توہین:

قادیانی مکار نے ایک تو قرآن کے مقابلہ میں اپنی خود ساختہ عبارتوں کو وحی کا نام دے کر اسکی توہین کی ، دوسرے قرآن کو محرف کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔مثلاً بعض عبارتوں اور جملوں کے متعلق کہا کہ وہ قرآن کریم میں ہیں جبکہ وہ قرآن میں نہیں ہیں۔لکھتا ہے!

"قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں"۔(تذکرہ ص۴، ۶۷، حقیقۃ الوحی ص۸۴)

یہ سراسر بکواس ہے قرآن اللہ کا کلام ہے جسمیں ایک جملہ بھی غیر خدا کا نہیں ہے۔جیسا کہ خود قرآن نے اعلان کیا ہے!

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ	اگر یہ غیر خدا کی طرف سے ہوتا تو لوگ
لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا○	اسمیں بہت زیادہ تضاد دیکھتے۔(سورۃ النساء آیت ۸۲)

پورے قرآن میں کوئی تضاد نہیں ، ہاں مرزا کے کلام میں زبردست اور زیادہ تضاد ہے۔قرآن پر جھوٹ بولتے ہوئے کہتا ہے!

"ہاں واقعی طور پر قادیان کا نام قرآن شریف میں درج ہے اور میں نے کہا کہ تین شہروں کا نام اعزاز کیساتھ قرآن شریف میں درج کیا گیا ہے۔مکہ مدینہ اور قادیان"۔(ازالہ اوہام ص۳۴/۱ مطبوعہ ۱۹۲۹ء)

مسلمانوں کے قرآن میں قادیان کا نام نہیں شاید مرزائیوں کے جعلی قرآن میں یہ نام ضرور ہو۔

"انا انزلناہ قریباً من القادیان "فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں صفحہ میں شاید قریب نصف کے موقع پر یہی عبارت لکھی ہوئی موجود ہے ۔(ایضاً ص۳۴/۱)

وہ (اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے!

"یوم یاتی ربک فی ظلل من الغمام "(حقیقۃ الوحی ص۱۵۴ طبع ۱۹۳۴ء)

اللہ جل شانہ فرماتا ہے!

"یاایھا الذین آمنوا ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقاناًویجعل لکم نورًا تمشون بہ۔(دافع الوساوس ص ۱۷۷)(معاذ اللہ)

متضاد اور مختلف باتوں والا کون ہے؟:

قارئین کرام آپنے مرزا قادیانی کی اپنی تحریروں سے دیکھ لیا کہ اس کے کلام اور بیانات میں کس قدر تخالف، تضاد اور اضطراب ہے۔اب آیئے خود مرزا قادیانی کی تحریر سے اس حقیقت کو بے نقاب ہوتا دیکھیں کہ جس آدمی کے کلام اور بیان میں اتنا کھلا تضاد ہو وہ کون ہے؟۔مرزا لکھتا ہے!

۱) اس شخص کی حالت ایک مخبوط الحواس انسان کی حالت ہے کہ ایک کھلا کھلا تناقض اپنے کلام میں رکھتا ہے۔(ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص ۱۸۴)

۲) کسی عقلمند اور صاف دل انسان کے کلام میں تناقض نہیں ہوتا۔ہاں اگر کوئی پاگل یا مجنون یا ایسا منافق ہو کہ خوشامد کے طور پر ہاں میں ہاں ملادیتا ہو۔(ست بچن ص ۳۰)

۳) جھوٹے کے کلام میں تناقض ضرور ہوتا ہے۔(براہین احمدیہ ص ۱۱۲/ ۵)

۴) ظاہر ہے کہ ایک دل سے دو متناقض باتیں نہیں نکل سکتیں کیونکہ ایسے طریق سے یا انسان پاگل کہلاتا ہے یا منافق ۔(ست بچن ص ۱۳)

قادیانی اُمت کیلیے لمحہ فکریہ ہے کہ وہ مرزا قادیانی کے ان مخالف اور متناقض بیانات اور عبارات کی بنا پر اسے پاگل کہتے ہیں یا منافق۔

مرزا قادیانی عقل وخرد سے عاری تھا:

مرزا کے متعلق قادیانیوں کو فیصلہ کرتے وقت دقت کا سامنا کرنا پڑے لیکن آئیں ہم ان کی مشکل آسان کر دیتے ہیں۔ہماری دانست اور تحقیق کے مطابق مرزا قادیانی ڈل دماغ، عقل وخرد سے عاری پاگل و بے وقوف آدمی تھا۔مرزائی حضرات اسے کوئی جذباتی فیصلہ یا مخالفانہ جذبہ پر محمول نہ کریں۔اسلیے ہم اس حقیقت کو بھی قادیانیوں کی بنیادی کتب سے ثابت کردکھاتے ہیں۔ممکن ہے کسی کو راہ ہدایت نصیب ہوجائے۔مرزا کہتا ہے!

"وہ لڑکی جو میرے ساتھ پیدا ہوئی اسکا نام جنت تھا"۔(تریاق القلوب ص ۳۵۱)

اگر وہ لڑکی جنت تھی اسکا متضاد دوزخ ہی ہوگا جو اس لڑکی کیساتھ پیدا ہوا تھا۔مرزا قادیانی کے ہاں پانچ اور پچاس کا جو

بے وقوفانہ فرق ہے وہ ملاحظہ ہو!

مرزا نے دور آغاز میں خود کو ایک متبحر عالم اور محقق اسلام باور کرانے کیلیے یہ اعلان کر دیا کہ وہ عیسایت ،ہندومت، اور آریہ سماج کے خلاف ایک کتاب لکھے گا جو پچاس جلدوں پر مشتمل ہو گی اسمیں مذکورہ ادیان باطلہ کی تردید اور دین حق اسلام کی پر زور حمایت تائید ہو گی لہذا اہل اسلام مخیر حضرات اسکی نشر و اشاعت کیلیے دل کھول کر تعاون پیش کریں۔یہ اعلان سنتے ہی مسلمانوں نے پچاس جلدوں کی طباعت کی رقم بھیج دی۔اب مرزا قادیانی نے براہین احمدیہ کے نام سے کتاب کا آغاز کر دیا۔اسکی پانچ جلدیں مکمل کر کے اعلان کر دیا کہ پچاس جلدوں کا وعدہ پورا ہو چکا ہے۔۔۔۔وہ کیسے؟مرزا کی زبانی سنیئے!

> ''پہلے پچاس حصے لکھنے کا ارادہ تھا مگر پچاس سے پانچ پر اکتفا کیا گیا اور چونکہ پچاس اور پانچ کے عدد میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے اس لیے پانچ حصوں سے وہ وعدہ پورا ہو گیا''۔(براہین احمدیہ ص۷/۵ دیباچہ)

مرزا قادیانی کے پاس جو فرشتہ آتا تھا ذرا اسکی حقیقت بھی دیکھیے۔لکھتا ہے!

> ''۵ مارچ ۱۹۰۵ء کو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص جو فرشتہ معلوم ہوتا تھا میرے سامنے آیا اور اس نے بہت سا روپیہ میرے دامن میں ڈال دیا۔میں نے اسکا نام پوچھا اسنے کہا!نام کچھ نہیں۔میں نے کہا! آخر کچھ تو نام ہو گا۔اسنے کہا میرا نام ہے ٹیچی ٹیچی۔پنجابی زبان میں وقت مقررہ کو کہتے ہیں یعنی عین ضرورت کے وقت پر آنے والا تب میری آنکھ کھل گئی''۔(حقیقۃ الوحی ص ۳۳۲)

ملاحظہ فرمایا آپنے:۔قادیانی کے ہاں فرشتہ کے نزول کا تصور کیا ہے۔مسلمانوں کے نبیوں پر تو وہ وحی اور احکامات خداوندی لاتا ہے اور یہاں بہت سا روپیہ۔اصلی اور جعلی فرق نمایاں ہے۔

زرا مرزا کے کھانے کا انداز ملاحظہ ہو!

> ''کھانا کھاتے ہوئے روٹی کے چھوٹے ٹکڑے کرتے جاتے تھے،کچھ کھاتے تھے کچھ چھوڑ دیتے تھے۔کھانے کے بعد آپ کے سامنے بہت سے ریزے اٹھتے تھے۔(سیرت المہدی ص ۱/۵۱)

جس آدمی کو کھانے کا طریقہ بھی نہ آتا ہو وہ ہوش مند انسان بھی کہلانے کے لائق نہیں۔مرزا جی ٹانک وائن بھی نوش

فرماتے تھے۔یہ ایک ولائتی شراب ہے جو قیام پاکستان سے قبل ای پلومر کی دوکان بالمقابل ہائی کورٹ لاہور کارنر سے دستیاب ہوتی تھی۔مرزا نے اپنے خادم حکیم محمد حسین قریشی کو خط لکھا!

محبی اخویم حکیم محمد حسین صاحب سمہ اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔

اس وقت میاں یار محمد بھیجا جاتا ہے۔آپ اشیاء خوردنی خود خرید دیں اور ایک بوتل ''ٹانک وائن'' کی پلومر کی دوکان سے خرید دیں مگر ٹانک وائن چاہیے اسکا لحاظ رہے باقی خیریت ہے۔والسلام۔

مرزا غلام احمد عفی عنہ

(خطوط امام بنام غلام ص ۵ از حکیم محمد حسین قریشی قادیانی)

جو آدمی بطور مشروب شراب کا عادی ہو اسکے ہوش وحواس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔قادیانی دجال کی سیرت کا ایک اور نقش ملاحظہ فرمائیں!

مرزا قادیانی کا بیٹا بشیر احمد لکھتا ہے!

> ''آپ معمولی نقدی وغیرہ اپنے رومال میں جو بڑے سائز کا ململ کا بنا ہوا ہوتا تھا باندھ لیا کرتے تھے اور رومال کا دوسرا کنارہ واسکٹ کیساتھ سلوا لیتے یا کاج میں بندھوا لیتے تھے، اور چابیاں ازار بند کیساتھ باندھتے تھے جو بوجھ سے بعض اوقات لٹک آتا تھا۔اور والدہ صاحبہ بیان فرماتی ہیں کہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) عموماً ریشمی ازار بند استعمال فرماتے تھے۔کیونکہ آپکو پیشاب جلدی جلدی آتا تھا اسلیے ریشمی ازار بند رکھتے تھے تاکہ کھلنے میں آسانی ہو اور گرہ بھی پڑ جاوے تو کھولنے میں دقت نہ ہو۔سوتی ازار بند میں آپ سے بعض وقت گرہ پڑ جاتی تھی تو آپ کو بڑی تکلیف ہوتی تھی''۔(سیرت المہدی ص ۱/۵۵)

اقتباس بلا تبصرہ ہے۔بس اسے ایک دوبار مزید پڑھ لیں۔

مرزا قادیانی اسلامی پردے کا بھی زبردست مخالف اور رن مرید بھی تھا۔مرزا بشیر احمد لکھتا ہے!

''بیان کیا حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفہ اول نے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کسی سفر میں تھے سٹیشن پر پہنچے تو ابھی گاڑی آنے میں دیر تھی آپ بیوی صاحب کیساتھ سٹیشن کے پلیٹ فارم پر ٹہلنے لگ گئے۔ یہ دیکھ کر مولوی عبد الکریم صاحب جن کی طبیعت غیور اور جوشیلی تھی میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ بہت لوگ اور پھر غیر لوگ ادھر اُدھر پھرتے ہیں آپ حضرت صاحب سے عرض کریں کہ بیوی صاحب کو کہیں الگ بٹھا دیا جاوے۔ مولوی صاحب فرماتے تھے کہ میں نے کہا میں تو نہیں کہتا آپ کہہ کر دیکھ لیں ناچار مولوی عبد الکریم صاحب خود حضرت صاحب کے پاس گئے اور کہا کہ حضور لوگ بہت ہیں بیوی صاحب کو الگ ایک جگہ بٹھا دیں۔ حضرت نے فرمایا! جاؤ جی میں ایسے پردے کا قائل نہیں ہوں۔ مولوی صاحب فرماتے تھے کہ اسکے بعد مولوی عبد الکریم صاحب سر نیچے ڈالے
میری طرف آئے۔ میں نے کہا مولوی صاحب جواب لے آئے ہو؟''۔ (سیرت المہدی ص ۶۳/۱)

اس اقتباس میں مرزا بشیر الدین نے لکھا ہے کہ مولوی عبد الکریم کی طبیعت غیور تھی لیکن ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی کی طبیعت میں غیرت نام کی کوئی چیز نہ تھی ورنہ وہ مولوی عبد الکریم کی ----بات کو ضرور قبول کر لیتا۔

مرزا قادیانی کے جوتا پہننے کا انداز بھی دیکھنے کے قابل ہے۔ مرزا بشیر لکھتا ہے!

''ایک دفعہ کوئی شخص آپ کیلئے گرگابی (جوتا) لے آیا آپ نے پہن لی مگر اسکے الٹے سیدھے
پاؤں کا آپ کو پتہ نہیں لگتا تھا۔ کئی دفعہ الٹی پہن لیتے تھے اور پھر تکلیف ہوتی تھی۔ بعض دفعہ آپ کا اُلٹا پاؤں پڑ جاتا تو تنگ ہو کر فرماتے انکی کوئی چیز بھی اچھی نہیں ہے۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ میں نے آپ کی سہولت کے واسطے اُلٹے سیدھے پاؤں کی شناخت کیلئے نشان لگا دیئے تھے مگر باوجود اسکے آپ اُلٹا سیدھا پہن لیتے تھے''۔ سیرت المہدی ص ۶۷/۱)

ایمان داری سے بتایئے! آپکا دل ایسے شخص کے متعلق کیا رائے دیتا ہے؟۔

مرزا قادیانی کے پاس ایک جیبی گھڑی بھی تھی۔ ذرا اسکی کہانی بھی سنیئے۔ بشیر لکھتا ہے!

"ایک دفعہ کسی شخص نے حضرت صاحب کو ایک جیبی گھڑی تحفہ میں دی۔ حضرت صاحب اسکو رومال میں باندھ کر جیب میں رکھتے تھے۔ زنجیر نہیں لگاتے تھے۔ اور جب وقت دیکھنا ہوتا تو گھڑی نکال کر ایک ہندسے یعنی عدد سے گن کر وقت کا پتہ لگاتے تھے۔ اور انگلی رکھ کر ہندسے گنتے تھے اور منہ سے بھی گنتے جاتے تھے اور گھڑی دیکھتے ہی وقت نہ پہچان سکتے تھے"۔ (سیرت المہدی ص ۱۸۰/۱)

آپ عملی طور پر یہ انداز اپنا کر دیکھ لیں۔ آپکو یقین ہو جائے گا کہ مرزا۔۔۔۔ ہے۔

مرزا قادیانی کے اوائل عمر کا واقعہ ہے کہ اس نے روٹی کیساتھ کچھ کھانے کو مانگا والدہ نے کہا کہ یہ لے آؤ شاید گڑ بتایا۔ اس نے کہا یہ میں نہیں لیتا۔ والدہ نے کوئی چیز بتائی اسکے متعلق بھی یہی جواب دیا۔ اسکی والدہ کسی بات پر ناراض بیٹھی تھی۔ سختی سے کہنے لگی جاؤ پھر راکھ سے روٹی کھالو۔ مرزا صاحب اٹھے اور روٹی کو راکھ پر ڈال کر کھانے کیلیے بیٹھ گئے"۔ (سیرت المہدی ص ۲۴۵/۱)

ملاحظہ فرمائیں! مرزائیوں کے نبی اور مہدی کی شان جلیل۔

مرزا قادیانی کی ناپاک سیرت کا ایک تھوڑا سا نمونہ دیکھ کر بتائیں کہ ہم نے قادیانی کو پاگل کہہ کر کوئی زیادتی تو نہیں کی؟۔

مرزا بشیر الدین لکھتا ہے!

"(مرزا قادیانی) اپنی جسمانی عادات میں ایسے تھے کہ بعض دفعہ جب جراب پہنتے تھے تو بے توجہی کے عالم میں اسکی ایڑی پاؤں کے تلے کی طرف نہیں بلکہ اوپر کی طرف ہو جاتی تھی اور بار بار ایک کاج کا بٹن دوسرے کاج میں لگا ہوا ہوتا تھا اور بعض اوقات کوئی دوست گرگابی ہدیہ لاتا تو آپ بسا اوقات دایاں پاؤں بائیں میں ڈال لیتے تھے اور بایاں دائیں میں۔ اسی طرح کھانا کھاتے کوئی کنکر وغیرہ کا ریزہ دانت کے نیچے آجاتا"۔ (سیرت

المہدی ص ۲/۵۸)

کپڑوں کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ کوٹ، صدری، ٹوپی، عمامہ رات کو اتار کر تکیہ کے نیچے ہی رکھ لیتے اور رات بھر تمام کپڑے جنہیں محتاط لوگ شکن اور میل سے بچانے کو الگ جگہ کھونٹی پہ ٹانگ دیتے ہیں وہ بستر پر سر اور جسم کے نیچے ملے جاتے اور صبح کو انکی ایسی حالت ہو جاتی کہ اگر کوئی فیشن کا دلدادہ اور سلوٹ کا دشمن انکو دیکھ لے تو اپنا سر پیٹ لے"۔(سیرت المہدی ص ۲/۱۲۸)

مرزا قادیانی کا پاگل پن ملاحظہ ہو! اگر اس نے کسی پر لعنت کرنی ہوتی تو بجائے یہ کہنے کے کہ تجھ پر سو بار یا ہزار بار لعنت ہو۔ اسکا طریقہ تھا کہ وہ ایک سے لیکر ہزار تک کے نمبر لگا کر اس پر لعنت کرتا۔ مثلاً ایک لعنت، دو لعنت ۔۔۔تا ہزار لعنت۔ حوالہ دیکھیں (نور الحق ص ۱۵۸ سے ۱۶۲) تک اس نے ہزار لعنت کا وعدہ پورا کیا ہے۔ اور (ازالہ اوہام ص ۲/۳۵۶) پر لکھا ہے! "لعنت بازی صدیقوں کا کام نہیں"۔ مرزا کے اسی فتوے کی روشنی میں معلوم کر لیں کہ مرزا کون تھا؟

مرزا قادیانی کے جھوٹ:

آخر میں مرزا قادیانی کے چند جھوٹ ملاحظہ ہوں!

۱) قرآن کے نصف میں یہ آیت ہے۔"انا انزلناہ قریباً من القادیان "(ازالہ اوہام ص ۱/۳۴)

۲) قرآن میں تین شہروں کے نام ہیں۔ مکہ، مدینہ اور قادیان۔(ایضاً ص ۱/۳۴)

۳) بخاری شریف میں ہے کہ خاص خلیفہ کی نسبت آمنہ آئے گی "ھوا خلیفة الله المھدی "(شہادۃ القرآن ص ۱۴)

۴) مرزا نے پہلے کہا کہ میں نے فضل احمد اور گل علی شاہ نامی دو استادوں سے پڑھا۔(کتاب البریہ ص ۱۶۲، ۱۶۳ حاشیہ)

جبکہ ایام الصلح ص ۱۴۷ پر کہتا ہے میرا کوئی استاد نہیں ہے۔

۵) اللہ نے فرمایا! "یا ایھا الذین امنوا ان تتقوا اللّٰہ یجعل لکم فرقانا و یجعل لکم نورا تمشون بہ "(دافع الوساوس ص ۱۷۷)

جھوٹا کون ہے؟:

اب مرزا قادیانی سے معلوم کریں کے جھوٹا کون ہوتا ہے؟

۱)جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا۔(چشمہ معرفت ص۲۲۲)

۲)محض ہنسی کے طور پر بھی جو جھوٹ بولتا ہے وہ اس نجاست کے کیڑے کی طرح ہے جو نجاست میں ہی پیدا ہوتا ہے اور نجاست میں ہی مر جاتا ہے۔(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۲۰)

۳)جھوٹ بولنا مرتد ہونے سے کم نہیں۔(ایضاً) اب بولیے مرزا کون ہے؟

مرزا قادیانی بقلم خود:

آیئے مرزا قادیانی سے ہی پوچھ لیتے ہیں کہ وہ خود کو کیا سمجھتا ہے!

کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار (درثمین ص۱۱۶)

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

كذاب قاديان

صادق علی زاہد

تعلیمات اسلام کا خلاصہ انسانیت کی اصلاح ہی تو ہے۔ نبی آخر الزماں ﷺ کا ارشاد گرامی قدر ہے کہ میں مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث کیا گیا ہوں۔ جب آپ ﷺ نے کفار مکہ کے سامنے اسلام کی تبلیغ شروع کی تو آپ ﷺ نے اپنی ذات ستودہ صفات کو بطور کسوٹی پیش کیا کہ میں عرصہ چالیس برس سے آپ میں زندگی گزار رہا ہوں کیا کبھی آپ کے سامنے میں نے جھوٹ بولا ہے۔اس پر بیک زبان سب کفار نے گواہی دی کہ نہیں آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔اسی طرح شاہ روم کے دربار میں بھی حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ (جوکہ ہنوز مسلمان نہیں ہوئے تھے بلکہ اسلام کے سخت مخالف تھے) نے بھی آپ ﷺ کی صداقت کی گواہی دی۔ نبی اکرم ﷺ کے فرمان عالی شان کا خلاصہ ہے کہ مومن سے کئی گناہ سرزد ہو سکتے ہیں لیکن وہ جھوٹ نہیں بولے گا منافق کی نشانیاں بیان فرماتے ہوئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ! جب بات کرے گا تو جھوٹ بولے گا۔الغرض جھوٹ ایک ایسی اخلاقی بیماری ہے جو کہ تمام اخلاقی وروحانی بیماریوں کی جڑ ہے اور مومن اور جھوٹ کا کوئی ناطہ نہیں ہوسکتا۔

مرزا قادیانی کی سب تحریریں مرقع کذب ہیں۔میں اپنے مطالعہ کی روشنی میں بانگ دہل یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ کوئی قادیانی مرزا قادیانی کی کوئی ایسی تحریر پیش نہیں کر سکتا جس میں جھوٹ کی آمیزش نہ ہو۔مرزا قادیانی اپنی منافقت کے ہاتھوں مجبور ہو کر بلاوجہ عادتاً جھوٹ بولتا تھا۔یعنی جس جگہ جھوٹ کی ضرورت بھی نہ ہو اس جگہ بھی محض خبث باطن کے اظہار کی غرض سے جھوٹ بولتا تھا۔

قادیانی حضرات سے کئی دفعہ انکے مذہب کے باطل ہونے پر گفتگو ہوئی۔ہر قادیانی نے یہ کوشش کی کہ حیات عیسیٰ ووفات عیسیٰ علیہ السلام اور ختم نبوت جیسے علمی نکات پر بحث نہ ہو۔لیکن میری ہمیشہ کوشش رہی ہے بلکہ معمول ہے کہ مرزا قادیانی کے کردار پر بحث ہو۔کیونکہ اول الذکر دونوں عنوان علمی ہیں اور عوام الناس انکی موشگافیوں سے آگاہ نہ ہونے کی وجہ سے اچھی طرح سمجھ نہیں سکتے جبکہ آخر الذکر عنوان ایک عام فہم اور سادہ سا ہے۔جس کی معمولی سمجھ بوجھ والے انسان کو بھی بخوبی سمجھ آجاتی ہے۔لیکن قادیانیوں کی اس عنوان پر گفتگو کرنے سے جان جاتی ہے۔کوئی بھی قادیانی مرتو سکتا ہے لیکن مرزا قادیانی کے کردار پر بحث نہیں کر سکتا کیونکہ انھیں معلوم ہے کہ درحقیقت انکے نام نہاد نبی کا کردار انتہائی گھٹیا تھا۔زیر نظر سطور میں میں نے مرزا قادیانی کے چند ایسے جھوٹ جمع کیے ہیں جو کہ عام فہم ہیں اور ہر کسی کی سمجھ میں آنے والے ہیں۔میرا قادیانیوں کو چیلنج ہے کہ کوئی بھی حوالہ غلط ثابت کردیں تو فی حوالہ ایک ہزار روپے

فقد انعام حاصل کریں۔ الحمد للہ پوری دیانتداری سے مرزا قادیانی کی اصل کتب کا مطالعہ کرنے کے بعد اور سیاق و سباق دیکھ کر تحریر کر رہا ہوں۔ کوئی قادیانی ان حوالہ جات کو غلط ثابت کرنے کی جرأت نہیں کر سکے گا۔

مرزا قادیانی کے جھوٹ تحریر کرنے سے قبل جھوٹ کی نحوست کے بارے میں چند اقوال خود اسکے تحریر کر رہا ہوں تا کہ قرآن و سنت کے علاوہ اسکے اپنے معیار پر بھی اسکو پرکھا جا سکے۔

ا۔ جھوٹ بولنا مرتد ہونے سے کم نہیں۔ (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ حاشیہ ص ۲۰)

۲۔ وہ کنجر جو ولد الزنا کہلاتے ہیں وہ بھی جھوٹ بولتے ہوئے نہیں شرماتے ہیں۔ (شحنہ حق ص ۶۰، روحانی خزائن ج ۲ ص ۳۸۶)

۳۔ جھوٹ بولنے سے بدتر دنیا میں کوئی برا کام نہیں۔ (حقیقۃ الوحی ص ۴۵۹، روحانی خزائن ج ۲۲ ص ۴۵۹)

۴۔ جھوٹ بولنا اور گوہ (پاخانہ) کھانا ایک برابر ہے۔ (حقیقۃ الوحی ص ۲۱۵ روحانی خزائن ج ۲۲ ص

۵۔ جھوٹ کے مردار کو کسی طرح نہ چھوڑنا یہ کتوں کا طریق ہے نا کہ انسان کا۔ (انجام آتھم ص ۴۳، روحانی خزائن ج ۱۱ ص ۴۳)

۶۔ غلط بیانی اور بہتان تر ازی راست بازوں کا کام نہیں بلکہ نہایت شریر اور بد ذات آدمیوں کا کام ہے۔ (آریہ دھرم ص ۱۳، روحانی خزائن ج ۱۰ ص ۱۳)

۷۔ ظاہر ہے کہ ایک دل سے دو متناقض باتیں نہیں نکل سکتیں کیونکہ ایسے طریق سے یا انسان پاگل کہلاتا ہے یا منافق۔ (ست بچن ص ۱۳)

۸۔ ظاہر ہے کہ جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا۔ (چشمہ معرفت ص ۲۳۱، روحانی خزائن ج ۲۳ ص ۲۳۱)

۹۔ تکلف سے جھوٹ بولنا گوہ (گندگی، پاخانہ) کھانا ہے۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۳۴۳، روحانی خزائن ج ۱۱ ص ۳۴۳)

۱۰۔ خدا پر جھوٹ بولنے سے کوئی گناہ بدتر نہیں۔ (تریاق القلوب ج ۱۵ ص ۳۶۷، ۴۹۵)

جھوٹ کی برائی سے متعلق یہ دس "اقوال قادیانی" ملاحظہ کرنے کے بعد اب ملاحظہ فرمائیں کہ اتنی مذمت کرنے کے باوجود مرزا قادیانی جھوٹ بولنے میں کس قدر بے باک تھا۔

جھوٹ ا: مرزا قادیانی اپنی کتاب حقیقۃ الوحی ص ۸۴ (روحانی خزائن ج ۲۲ ص ۸۷) پر لکھتا ہے کہ!

"قرآن شریف خدا کی کلام اور میرے منہ کی باتیں ہیں"

یقیناً قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کلام ہے۔اس میں شک کرنے والا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔لیکن مرزا قادیانی اسے اپنے منہ کی باتیں بتا رہا ہے۔اس طرح جھوٹ صاف ظاہر ہے۔کیونکہ اگر قرآن پاک کو مرزا قادیانی کے منہ کی باتیں تسلیم کرلیا جائے تو یہ خدا کی کلام نہیں ہوسکتی۔قرآن ذی شان پر یہی اعتراض تو مشرکین مکہ نے کیا تھا۔کہ یہ کسی انسان کا کلام ہے جسکے جواب میں ارشاد ربانی ہوا۔فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شھدا کم ان کنتم صدقین (البقرہ) کہ اگر تمہارے قول کے مطابق قرآن حکیم کسی انسانی تخیل کا نتیجہ ہے تو سب معترضین مل کر اس جیسی کوئی ایک سورۃ تو بنا کر لاؤ لیکن آج تک کوئی بھی انسان اس چیلنج کو قبول نہ کرسکا۔البتہ عہد نبوی میں دعویٰ رسالت کرنے والے مسیلمہ کذاب نے سورۃ الفیل کی طرز پر ایک سورۃ بنانے کی بے ہودہ کوشش کی تھی لیکن خائب وخاسر رہا۔اسکے بعد آج کے دور میں اسکے حقیقی جانشین مرزا قادیانی نے یہ جسارت کی ہے کہ قرآن حکیم میرے منہ کی باتیں ہیں تک لکھ گیا۔کیا اتنی بڑی گستاخی کرنے والا انسان کسی خدائی انعام کا حقدار ہوسکتا ہے۔یہ مرزا قادیانی کا صریح جھوٹ اور قرآن مجید پر الزام ہے اور قرآن مجید کے بارے میں شکوک وشبہات کا دروازہ کھولنے کی ابتدا ہے۔کفار کے سامنے جب قرآن مجید کو بطور کلام الٰہی پیش کیا جائے گا تو وہ فوراً اعتراض کریں گے کہ نہ بھائی یہ تو ہندوستان کی ناپاک خاک کے خمیر مرزا قادیانی کے منہ کی باتیں ہیں۔یہ کلام الٰہی ہرگز نہیں۔اے قادیانیوں اسکا جواب تمہارے پاس کیا ہے؟۔

جھوٹ ۲:قرآن ذی شان کے بارے میں ہی مرزا قادیانی نے اپنی کتاب ازالہ اوہام ص ۷۲۸ (روحانی خزائن ج ۳ ص ۴۹۰ حاشیہ) پر لکھا ہے کہ!

> ”اس علیم وحکیم کا قرآن شریف میں بیان فرمانا کہ ۱۸۵۷ء میں میرا کلام آسمان پر اٹھا لیا جائے گا۔یہی معنی رکھتا ہے کہ مسلمان اس پر عمل نہیں کریں گے“۔

قرآن ذیشان ہر مسلمان گھرانے کی زینت ہے قادیانیوں نے اپنے طور پر اپنے نبی کے اقوال کے مطابق اپنے زیر استعمال اور اپنے مذہب کی تبلیغ کے سلسلہ میں شائع کئے جانیوالے قرآنی نسخوں میں کئی جگہ لفظی ومعنوی تحریفیں کی ہیں۔لیکن اس کے باوجود کوئی قادیانی قرآن مجید میں ایسی آیت دکھادے جسکا ترجمہ مرزا قادیانی نے یہ کیا ہے کہ ۱۸۵۷ء میں قرآن شریف اٹھالیا جائے گا۔یہ قادیانی نبی کا کھلا کھلا جھوٹ اور قرآن پاک پر بہتان عظیم ہے ساتھ ہی ساتھ اللہ وحدہ لاشریک کی ذات والا صفات پر بھی افتراء کرنے کی ناپاک جسارت کی گئی ہے۔

جھوٹ ۳:اپنی اہمیت بیان کرتے ہوئے (اربعین نمبر ۴ ص ۱۳، روحانی خزائن ج ۱۷ ص ۴۴۲) پر تحریر کیا ہے کہ!

"اے عزیزو تم نے وہ وقت پالیا ہے جسکی بشارت تمام نبیوں نے دی ہے اور اس شخص کو تم نے دیکھ لیا ہے جس کے دیکھنے کے لیے بہت سے پیغمبروں نے بھی خواہش کی تھی۔"

حضرت خاتم النبیین ﷺ کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء عظام سے وعدہ لیا تھا کہ اگر آپ کے زمانہ میں میں اس جلیل القدر رسول کو مبعوث فرمادوں تو تم اسکی اتباع کرو گے اور اسکی مدد و نصرت کرو گے اسی بنا پر تمام انبیاء و رسل حضور ﷺ کی امت میں داخل ہونے اور آپ کی زیارت کرنے کی خواہش کرتے رہے۔ لیکن مرزا قادیانی اپنے روائتی دجل سے کام لیتے ہوئے لکھ رہا ہے کہ میری بشارت تمام انبیاء دیتے رہے اور مجھے دیکھنے کی خواہش کرتے رہے۔ یہ مرزا قادیانی کا صریح جھوٹ ہے اگر کسی قادیانی میں ہمت ہے تو قرآن وحدیث سے اسکا ثبوت مہیا کرے۔ البتہ نبی اکرم ﷺ کی واضح اور صحیح حدیث مبارک موجود ہے جسمیں جھوٹے دجالوں کی نسبت پیش گوئی فرمائی گئی ہے اور امت کو ان سے محفوظ رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔ یہ حدیث مرزا قادیانی پر سو فیصد درست آتی ہے۔

جھوٹ ۴: امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ کے مکتوبات کے حوالہ سے آپ پر افترا باندھتے ہوئے مرزا قادیانی نے (حقیقۃ الوحی ص ۳۹۰، روحانی خزائن ج ۲۲ ص ۴۰۶) پر لکھا ہے!

"مجدد صاحب سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ ومخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص ہیں۔ اور قیامت تک مخصوص رہیں گے۔ لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ ومخاطبہ الٰہیہ سے مشرف کیا جائے گا اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کیے جائیں وہ شخص نبی کہلاتا ہے۔"

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے مکتوبات شریفہ علم وعرفان کے خزینہ ہیں۔ مرزا قادیانی میں اتنی لیاقت ہی نہ تھی کہ وہ ان انمول خزینوں تک رسائی حاصل کرسکتا۔ مکتوبات شریفہ میں کثرت امور غیبیہ کے حامل شخص کے لیے "محدث" کا لفظ تحریر کیا گیا ہے جسکا اقرار مرزا قادیانی اس وقت تک کرتا رہا جب تک بزعم خود اسے محدث ہونیکا دعویٰ تھا۔ مثلاً ازالہ اوہام ص ۹۱۵، تحفہ بغداد ص ۲۰، ۲۱ پر اسی حوالہ کو بطور محدث لکھا ہے لیکن جب نبی بیٹھا تو اسی حوالہ کو برائے ثبوت گھڑ لیا۔ تمام قادیانی اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگالیں۔ مکتوبات شریفہ میں ایسا کوئی حوالہ نہ دکھا سکیں گے۔ یہ محض مرزا قادیانی کا جھوٹ و دجل ہے۔

جھوٹ ۵: (تحفۃ الندوہ ص ۵، روحانی خزائن ج ۱۹ ص ۹۸ پر لکھتا ہے کہ!

"اگر قرآن نے میرا نام ابن مریم نہیں رکھا تو میں جھوٹا ہوں۔"

جھوٹ بولتے بولتے قادیانی ضمیر اس قدر حد سے گزر گیا ہے کہ انسانیت کی حدیں پھلانگ گیا۔ پورے قرآن مجید کا اول تا آخر مطالعہ کرلیں کسی جگہ مرزا قادیانی کیلئے ابن مریم لکھا ہوا نہ ملے گا۔ البتہ اس قسم کے دجالوں اور دھوکہ بازوں کیلئے عذاب الیم کی وارننگ تو قرآن مجید میں جابجا موجود ہے۔ اے قادیانیوں ہوش کے ناخن لو اور ایسے کذاب پر تین حرف بھیج کر دامن اسلام میں آجاؤ۔

جھوٹ ۶: تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی نسبت جھوٹ بولتے ہوئے ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۸۶ روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۲۴۷ میں لکھا ہے!

"کوئی نبی دنیا ایسا نہیں گزرا جس نے اپنی پیشن گوئی کے معنی کرنے میں کبھی غلطی نہ کھائی ہو"۔

ہر مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ انبیاء معصوم عن الخطاء ہوتے ہیں۔ خطاء ان سے سرزد ہو ہی نہیں سکتی مرزا قادیانی اللہ تعالیٰ عزوجل پر افتراء باندھنے میں اتنا بے باک ہو چکا تھا کہ جو منہ آتا اول فول بولتا رہتا اور عوام الناس سے خدمت دین کے نام پر اکٹھی کی ہوئی دولت کو اپنی اول فول یاوہ گوئیوں کی تشہیر پر ضائع کرتا رہتا تھا جب یہ یاوہ گوئیاں جن کو مرزا قادیانی اپنی پیشنگوئیوں کا نام دیتا تھا جھوٹی ثابت ہوتیں تو بجائے اسکے کہ نادم ہو کر توبہ کرلیتا بلکہ تمام انبیاء کرام کو اپنی طرح نعوذباللہ غبی سمجھتے ہوئے لکھ ڈالا کہ تمام انبیاء کرام سے پیشنگوئیوں کے بارے میں غلطیاں ہوتیں اگر مجھ سے ہوگئی تو کیا حرج ہوا۔ قادیانی گروہ کو چاہیے کہ ایسے بے ہودہ انسان کا پیچھا چھوڑ کر دامن اسلام میں پناہ لیں۔

جھوٹ ۷: مرزا قادیانی کی یہ بیہودہ عادت تھی بلکہ اب بھی مرزائی۔۔۔ اس قبیح فعل کے مرتکب ہیں کہ اپنے اندر جو کوئی خامی نظر آئے فوراً نبی اکرم ﷺ کی ذات ستودہ صفات پر الزام لگا دیتے ہیں کہ اس طرح کا فعل تو (نعوذباللہ من ذالک) نبی اکرم ﷺ سے بھی سرزد ہو گیا تھا۔ جب مرزا قادیانی کی بے شمار پیشنگوئیاں جسے وہ پیش گوئیوں کا نام دیتا تھا جھوٹی ثابت ہوگئیں تو اپنی خفت مٹانے کے لیے لکھ دیا!

"بعض پیش گوئیوں کی نسبت آنحضرت ﷺ نے خود اقرار کیا ہے کہ میں نے انکی اصلیت سمجھنے میں غلطی کھائی ہے"

یہ الزام بازی اس نے اپنی کتاب (ازالہ اوہام صفحہ ۴۰۰، روحانی خزائن ج ۳ صفحہ ۳۰۷) پر کی ہے۔

دیکھیں سورۃ نجم میں اللہ تعالیٰ نبی آخر الزماں ﷺ کی شان بیان فرماتے ہیں!

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ (النجم آیت ۴،۳)

اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔

آپ ﷺ تو وحی کے بغیر اپنے ہونٹ مبارک ہی نہیں کھولتے تو جو ہستی اللہ کی وحی کے بغیر کلام ہی نہ کرے اس سے غلطی کس طرح ہوسکتی ہے؟۔یہ مرزا قادیانی کا نہ صرف حضور خاتم النبیین ﷺ کی ذات والا صفات پر جھوٹ ہے بلکہ اس نے خدائے وحدہ لاشریک کو بھی معاف نہیں کیا۔میری پوری قادیانی ذریۃ البغایا کو چیلنج ہے کہ اس عنوان کی کوئی ایک صحیح حدیث پیش کریں یا اپنے کاذب گروہ کی مکروہ پٹاری پر تین حرف بھیج کر مسلمان ہوجائیں۔

جھوٹ ۸: انگریز کے اشارے پر جب مرزا قادیانی نے مسلمانوں کو گمراہ کرنے اور جہاد سے برگشتہ کرنے کی مہم کا آغاز کیا تو اس نے بڑے زور شور سے اعلان کیا کہ!

”پچاس جلدوں پر مشتمل ایک ایسی کتاب تحریر کرنے والا ہوں جس میں حقانیت اسلام کے تین سو ایسے محکم ہوں گے کہ جن میں سے کوئی غیر مسلم کسی ایک دلیل کا بھی جواب نہ دے سکے گا“

لوگوں نے اس کتاب کی اشاعت کی غرض سے اندھا دھند چندہ اکٹھا کیا جس سے قادیانی مالی طور پر کافی مضبوط ہوگیا۔لیکن پچاس جلدوں کے پیشگی پیسے بٹورنے کے باوجود عمر بھر پچاس جلدوں پر مشتمل کوئی ایسی کتاب تحریر نہ کرسکا۔بلکہ چار جلدوں پر مشتمل ایک کتاب تحریر کی جسکا نام ”براہین احمدیہ“ رکھا۔اور سوائے اپنے منہ میاں مٹھو بننے کے اس کتاب میں حقانیت اسلام کی کوئی بھی دلیل نہ دی۔جن لوگوں نے پچاس جلدوں کی پیشگی رقم دی تھی انکی طرف سے جب بقیہ چھیالیس جلدوں کے مطالبے نے زور پکڑا تو پانچویں جلد بھی شائع کردی اور دیباچہ میں لکھ دیا۔

”پانچ اور پچاس میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے لہذا ان پانچ جلدوں کو ہی پچاس سمجھا جائے“

کیا کوئی قادیانی اس پانچ اور پچاس کے فرق کو تسلیم کرسکتا ہے۔اس طرح ایسی ایک تحریر میں مرزا قادیانی کے کئی عیوب آشکارا ہوگئے جن کا جھوٹا ہونا اور خیانت کرنا تو اظہر من الشمس ہے اور وعدہ خلافی کا ارتکاب بھی کیا گیا ہے۔

جھوٹ ۹: براہین احمدیہ میں تین سو دلائل کا وعدہ (براہین احمدیہ جلد۲، روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۱۲۹) پر ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

”یہ کتاب تین سو محکم اور قوی دلائل حقیقت اسلام اور اصول اسلام پر مشتمل ہے“

نیز اسی کتاب کے صفحہ "ب" پر اس طرح لکھا ہے!

"ہم نے صدھا طرح کا فتور دیکھ کر کتاب براھین احمدیہ کو تالیف کیا تھا۔ اور کتاب موصوف میں تین سو مضبوط اور محکم عقلی دلائل سے صداقت اسلام کو فی الحقیقت آفتاب سے بھی زیادہ تر روشن دکھلا گیا ہے"

میری قادیانیوں سے گزارش ہے کہ اپنے نام نہاد نبی کی مذکورہ کتاب میں حقانیت اسلام کی تین سو کی بجائے صرف ۳۰ دلیلیں ہی دکھا دیں۔ اور منہ مانگا انعام پائیں۔ بصورت دیگر ایسے کاذب کے چنگل سے جان چھڑا لیں۔ اسی میں آخرت کی عزت ہے۔

جھوٹ ۱۰: زندگی اور موت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ ساری دنیا کے انسان جب تک اللہ تعالیٰ نہ چاہے کسی زندہ انسان کو مار نہیں سکتے اور مردہ کو زندہ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ یہ دونوں صفات اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں لیکن قادیانی کو اللہ تعالیٰ پر بھی شاید فوقیت حاصل تھی (نعوذ باللہ) چنانچہ "خطبہ الھامیہ" جس کی نسبت مرزا قادیانی کا دعویٰ تھا کہ اس کا ایک ایک لفظ بوحی الٰہی لکھا گیا ہے کہ صفحہ ۵۶، روحانی خزائن جلد ۱۶ صفحہ ۵۶ پر لکھتا ہے!

واعطیت صفة الاحیاء والافناء۔	یعنی مجھے یہ طاقت دی گئی ہے کہ میں مردوں کو زندہ کر سکوں اور زندہ کو مار سکوں۔

کسی مردہ کو زندہ کرنا تو بہت دور کی بات ہے البتہ کسی زندہ کو قتل کر کے بعض دنیا دار یہ گمان کر سکتے ہیں کہ اسکو فلاں نے مار دیا ہے۔ جس طرح نمرود کے سامنے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب کی صفت بیان کی کہ!

ربی الذی یحیی و یمیت۔	میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔

اس پر نمرود نے کہا کہ یہ صفت تو مجھ میں بھی ہے چنانچہ ایک سزائے موت کے قیدی کو آزاد کر دیا اور ایک بے گناہ کو قتل کر دیا اور بولا دیکھ یہ صفت تو میرے اندر بھی ہے۔ حالانکہ یہ سب کچھ بھی اللہ وحدہ لاشریک کی مشیت کے مطابق ہی ہو رہا تھا۔ مگر ظاہر بین کافر سمجھتا تھا کہ یہ میرے اختیار کی بات ہے۔ لیکن اس مرزا قادیانی سے تو یہ بھی نہ ہو سکا۔ عبداللہ آتھم عیسائی اسلام کے خلاف بہت بدزبانی کرتا تھا کیونکہ مرزا قادیانی نے اس کے مذہب کے خلاف بد زبانی کا آغاز کیا ہوا تھا۔ مرزا قادیانی اسکی موت کی پیش گوئی داغ بیٹھا لیکن وہ محفوظ رہا پیش گوئی کی مدت ختم ہونے کی

رات مرزا قادیانی سمیت اس کی ساری ذریۃ البغایا رو رو کر آتھم کی موت کی دعائیں کرتی رہی۔ پرانے کنویں میں چنے دم کر کے پھینکے گئے۔ نیز ہزار جتن کیے لیکن وہ نہ مرا۔ اسی طرح مرزا قادیانی کا کامیاب وخود سر رقیب مرزا سلطان محمد آف پٹی مرزا قادیانی کی سو طرح کی دھمکیوں اور بد دعاؤں کے نتیجے میں بھی نہ مرا۔ ڈاکٹر عبد الحکیم کی موت پر جشن منانے کے سارے قادیانی منصوبے دھرے کے دھرے رہ گئے۔ الغرض کسی کو زندہ کرنا تو بہت دور کی بات ہے۔ میرا قادیانی ذریۃ البغایا سے سوال ہے کہ کسی ایسے انسان بلکہ ذی روح کا نام بتائیں جس کو مرزا قادیانی نے مارا؟ نہیں تو اسکے جھوٹے ہونے پر مہر تصدیق ثبت کریں۔

جھوٹ ۱۱: حضرت خاتم النبیین ﷺ کے بعد نبوت ہر رنگ میں ختم ہو چکی ہے۔ مگر قادیانی عقیدہ ہے کہ نبوت جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گی۔ اپنے اس عقیدہ کی بنیاد اس مفروضے پر قائم کرتے ہیں کہ انبیاء سابقین کی اطاعت سے نبوت کیوں نہیں مل سکتی۔ ان عقل کے اندھوں کو یہ علم نہیں کہ جب انبیاء کا سردار تشریف لے آیا تو اب نئی نبوت کی ضرورت باقی ہی نہ رہی۔ بہر حال اپنی نام نہاد نبوت کے حق میں دلائل دیتے ہوئے مرزا قادیانی نے اخبار الحکم بابت ۲۴ نومبر ۱۹۰۲ء میں تحریر کیا کہ!

”حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اطاعت سے انکی امت میں ہزاروں نبی آئے“

یعنی اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اطاعت سے نبی آسکتے ہیں تو حضور اکرم ﷺ کی اطاعت سے بھی انبیاء آسکتے ہیں۔ لیکن کیا کیا جائے جھوٹے آدمی کو یاد کب رہتا ہے کہ کل اسنے کونسی بات کی تھی اور آج کیا کہہ رہا ہے۔ ”دروغ گورا حافظہ نباشد“ کے مصداق یہ تو جھوٹوں کا سردار تھا اسکی تو عقل ہی ماری ہوتی تھی۔ چنانچہ ایک اور مقام پر حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۷ حاشیہ، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۰۰ پر اپنے پہلے قول کے بالکل الٹ تحریر کیا ہے کہ!

”بنی اسرائیل میں اگر چہ بہت سے نبی آئے مگر انکی نبوت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کا نتیجہ نہ تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کا اسمیں ذرہ بھی دخل نہ تھا“

اب بتاؤ قادیانیو اس اکذب الکاذبین کا پہلا قول درست ہے یا دوسرا کیونکہ دونوں اقوال ایک دوسرے کی نفی کر رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ منافق جب تک جھوٹ نہ بولے اسے چین نصیب نہیں ہوتا اور یہ منافقوں کا سردار ہر وقت جھوٹ میں لتھڑا رہتا تھا۔

جھوٹ ۱۲: مرزا قادیانی شراب کا رسیا تھا اور ۔۔۔ مال روڈ لاہور سے مخصوص ولائتی شراب ٹانک وائن اہتمام کے ساتھ منگوا کر شوق مے نوشی پورا کرتا تھا اور اپنی مے نوشی کو سند نبوت سے ثابت کرنے کی غرض سے دافع البلاء (روحانی

خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۲۵) پر لکھتا ہے!

''قرآن شریف میں عیسٰی علیہ السلام کے لیے حضور کا لفظ نہیں بولا گیا۔ کیونکہ وہ شراب پیا کرتے تھے اور فاحشہ عورتیں اور رنڈیاں اس کے سر پر عطر ملا کرتی تھیں اور اسکے بدن کو چھوا کرتی تھیں'' (معاذ اللہ)

اپنی شراب نوشی اور بھانو (رنڈی) بازی پکی کرنے کی غرض سے اللہ تعالیٰ عزوجل کے ایک اولوالعزم رسول پر کتنا جھوٹ باندھ دیا ہے۔ کیا کوئی انسانی عقل سلیم یہ بات تسلیم کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل یعنی نبوت اور شراب نوشی و

رنڈی بازی ایک ہی شخصیت میں جمع ہو سکتے ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں بلکہ یہ قادیانی کذاب کا شہرہ آفاق جھوٹ ہے۔ جس سے دیگر قادیانیوں کے حوصلے بلند ہو رہے ہیں اور اپنے گرو کی سنِد دشنام طرازی و کذب بیانی کو زندہ رکھنے کی کوشش میں ساری قادیانی ذریۃ البغایا ایک دوسرے پر سبقت لے جانے میں مصروف ہے۔

جھوٹ ۴: مرزا قادیانی کی نحوست کے پیش نظر جب اہل قادیان پر طاعون کا عذاب نازل کیا تو مرزا قادیانی حواس باختہ ہو کر اپنے اہل وعیال سمیت قادیان سے دور ایک باغ میں پناہ گزین ہو گیا اور لوگوں کے سامنے اپنی حواس باختگی پر پردہ ڈالنے کی غرض سے الہامی سند اس طرح پیش کی کہ!

''طاعون زدہ علاقہ میں رہنا ممنوع ہے''

(بحوالہ Review of Religies جلد ۶ نمبر ۹ صفحہ ۳۶۵ ماہ ستمبر ۱۹۰۷ء)

لیکن وہ یہ بھول گیا تھا کہ میں طاعون زدہ علاقے سے نکلنا بھی بند کر چکا ہوں کیونکہ مجموعہ۔۔۔۔۔ جلد ۳ صفحہ ۲۶۷ پر لکھا ہے!

''طاعون زدہ علاقے سے باہر نکلنا ممنوع ہے''

اب خدا جانے قادیانی گروہ کے ارکان مرزا قادیانی کے کس قول کو درست اور کس کو غلط قرار دے کر اسے جھوٹا خیال کرتے ہیں۔ فیصلہ انکے ہاتھ میں ہے۔

جھوٹ ۴: محمدی بیگم مرزا قادیانی کی قریبی عزیزہ تھی۔ اسکے والد کو کوئی دنیاوی غرض مرزا قادیانی کے دروازے تک لے گئی۔ مرزا قادیانی نے شرط عائد کی کہ آپ کے ساتھ تمام سلوک اور مروت صرف اسی صورت میں کیا جائے گا جب تم اپنی دختر کلاں (محمدی بیگم) کا نکاح مجھ (مرزا قادیانی) سے کرو گے۔ احمد بیگ (والد محمدی بیگم) اور دیگر اعزاء و

اقارب نے مرزا قادیانی کا یہ مطالبہ رد کر دیا۔اس پر مرزا قادیانی نے ۱۸۸۶ء تا یوم مرگ کئی طرح کے اشتہارات شائع کیے جن میں سے ایک اشتہار میں لکھا کہ!

"خدا نے فرمایا ہے کہ میں اس عورت (محمدی بیگم) کو اسکے نکاح کے بعد واپس لاؤں گا اور تجھے دونگا اور میری تقدیر کبھی نہیں بدلے گی۔اور میرے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔اور میں سب روکوں کو اٹھا دوں گا جو اس حکم کے نفاذ کے مانع ہوں"

اب اس پیش گوئی سے ظاہر ہے کہ وہ کیا کیا کرے گا۔اور کون کون سی قسم کی قدرت دکھلائے گا اور کس کس شخص کو روک کی طرح سمجھ کر اس دنیا سے اٹھا لے گا۔(تبلیغ رسالت حصہ سوم ص ۱۱۵ مجموعہ اشتہار ج ۲ ص ۴۳)

مرزا قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود (جو کہ بعد میں قادیانی گروہ کا خلیفہ بھی بنا) نے روزنامہ الفضل ۱۲ اگست ۱۹۲۴ میں بیان دیا کہ!

"اللہ تعالیٰ کا کوئی وعدہ نہیں تھا کہ وہ لڑکی (محمدی بیگم) آپ (مرزا قادیانی) کے نکاح میں آئے گی۔پھر ہرگز یہ نہیں بتایا گیا کہ کوئی روک ڈالے گا تو وہ دور کیا جائے گا"

مرزا قادیانی نے لکھا کہ خدا نے لڑکی کے نکاح کا وعدہ کیا ہے جبکہ بیٹا لکھ رہا ہے کوئی وعدہ نہیں کیا۔مرزا قادیانی کے بقول ہر ایک روک دور کرنے کا خدائی وعدہ جبکہ مرزا محمود کے بقول روک دور کرنے کا کوئی اشارہ نہیں حقیقت میں لڑکی کا نکاح مرزا قادیانی سے نہ ہو سکا اور نہ ہی کوئی روک دور ہوا۔ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی ہی جھوٹا تھا۔اور مرزا محمود مرزا قادیانی کے جھوٹ دیکھ دیکھ کر بالآخر ان سے انکاری ہونے پر مجبور ہو گیا۔

جھوٹ ۱۵: "تذکرہ" مرزا قادیانی کے الہامات کا مجموعہ ہے اسکے صفحہ ۵۹۱ پر مرزا قادیانی کا ایک الہام ان الفاظ میں درج ہے!

"ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں"

جبکہ اسکی موت احمدیہ بلڈنگز برانڈرتھ روڈ لاہور کی لیٹرین میں ہوئی۔اس پر مزید تبصرہ کی ضرورت نہیں۔جھوٹ اظہر من الشمس ہے۔

جھوٹ ۱۶: مرزا قادیانی کو اپنے مخالفین کی موت کی پیش گوئیاں کرنے کی عادت تھی۔چنانچہ اس نے ڈاکٹر عبد الحکیم (جو پہلے قادیانی تھے مگر بعد میں اللہ تعالیٰ عزوجل نے ہدایت نصیب فرمائی اور مسلمان ہو کر مرزا قادیانی کے خلاف بہت کچھ لکھا) کی موت کی پیش گوئی کر دی۔جواب میں عبد الحکیم نے بھی ایک اشتہار شائع کیا جس میں لکھا کہ جولائی

۱۹۰۷ء سے چودہ ماہ تک (یعنی ستمبر ۱۹۰۸) تک مرزا قادیانی خدائی عذاب میں مبتلا ہو کر مر جائے گا۔ اس کے جواب میں مرزا قادیانی نے ایک اشتہار شائع کیا جو کہ مجموعہ اشتہارات جلد ص ۵۹۱ پر درج ہے اسمیں لکھا ہے کہ!

"دشمن (ڈاکٹر عبد الحکیم پٹیالوی) جو کہتا ہے کہ جولائی ۱۹۰۷ء سے چودہ ماہ تک تیری عمر کے دن رہ گئے ہیں۔ میں ان سب کو جھوٹا کرونگا اور تیری عمر کو بڑھادوں گا تا معلوم ہو کہ میں خدا ہوں اور ہر ایک امر میرے اختیار میں ہے"

لیکن ہوا کیا؟ یہ سب کو معلوم ہے مرزا قادیانی ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو (ستمبر ۱۹۰۸ء) سے قبل فوت ہو گیا جس سے ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی جھوٹا تھا۔

جھوٹ ۱۷: ازالہ اوہام صفحہ ۲۰ پر لکھا ہے کہ!

"تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن مجید میں درج ہے۔" مکہ، مدینہ اور قادیان"

دنیا بھر کے قادیانی ایڑی چوٹی کا زور لگا لیں قادیان کا منحوس نام متبرک قرآن حکیم میں نہیں دکھا سکیں گے۔ یہ مرزا قادیانی کا جھوٹ اور قرآن پاک پر افتراء ہے۔

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

قادیانیوں سے مناظرے اور مباہلے

جلال الدین ڈیروی

متحدہ ہندوستان پر انگریزوں کا مکمل قبضہ ہونے سے قبل یہاں اہلسنت میں کوئی اختلاف موجود نہیں تھا۔ مخالفین اسلام کو اچھی طرح معلوم تھا کہ مسلمانوں کو اس وقت تک میدان جنگ میں شکست دینا ممکن نہیں جب تک کہ ان میں اختلاف پیدا نہ کرا دیا جائے۔ اس مقصد کے لیے سب سے پہلے تقویت الایمانی توحید کے مبلغین کا گروہ منتخب ہوا۔ ان بدقسمت لوگوں نے تقویت الایمان صراط مستقیم اور تحذیر الناس جیسی کتابیں لکھ کر کسی لالچی شخص کے لیے دعویٰ نبوت کرنے کی راہ ہموار کی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں واضح طور پر ارشاد فرمایا ہے کہ! ''حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم النبیین ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا لیکن صاحب تقویت الایمان نے توحید کی آڑ میں یہ دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو ایک آن میں کروڑوں نبی پیدا کر سکتا ہے دوسری کتاب ''صراط مستقیم'' میں شاہ اسماعیل دہلوی نے اپنے مرشد کو براہ راست اللہ تعالیٰ سے احکام لیتے بتایا ہے، جبکہ دارالعلوم دیوبند کے بانی مولوی محمد قاسم نانوتوی نے اپنی تصنیف ''تحذیر الناس'' میں لکھا ہے کہ! ''اگر آج بھی کوئی نبی آجائے تو ختم نبوت پر کوئی فرق نہیں پڑتا'' ان دلائل کی بنیاد پر آنجہانی مرزا غلام احمد نے انگریزوں کی سرپرستی میں اپنی نبوت کا اعلان کر دیا۔

اس نازک دور میں اہل سنت سخت آزمائش سے دوچار تھے۔ ایک جانب انگریز ہندوؤں سے مل کر انہیں ہر شعبہ زندگی میں مفلوج کر کے اپنا غلام بنانے کی پالیسی پر عمل پیرا تھے۔ دوسری طرف گمراہ فرقے سادہ لوح مسلمانوں کو اپنا ہمنوا بنانے میں مصروف تھے اسکے علاوہ اس نئے قادیانی فتنے نے انکی مشکلات اور پریشانیوں میں مزید اضافہ کر دیا لیکن وہ گھبرائے نہیں، ہمت نہیں ہاری، ہتھیار نہیں ڈالے۔ تاریخ کے صفحات میں یہ شہادت موجود ہے کہ سُنّی علماء و مشائخ نے مسلسل انگریزوں اور ہندوؤں کے خلاف جہاد جاری رکھا۔ کانگریسی مولویوں کا ہر موڑ پر پیچھا کر کے انہیں سکھ کا سانس نہیں لینے دیا۔ مرزا صاحب اور اسکے پیروکاروں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ قلمی جہاد اور تقاریر کے علاوہ انکے ساتھ مناظرے اور مباہلے کیے اور مسلمانوں کو انگریزی نبی کی اُمت بن کر جہنم کا ایندھن بننے سے بچایا۔ یہی وجہ ہے کہ سرمایہ کی فراوانی اور حکومت وقت کی سرپرستی کے باوجود مرزائی گلشن اسلام کو اجاڑنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

مخالفین اہلسنت کا دعویٰ بھی یہی ہے کہ ان کے اکابر نے مرزائیوں کا ہر محاذ پر مقابلہ کیا لیکن تاریخی واقعات سے اسکی تصدیق نہیں ہوتی مولوی اشرفعلی تھانوی کے ملفوظات میں ہے!

''ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آج کل قادیانیوں کی وجہ سے بڑا فتنہ ہو رہا ہے ہر جگہ انکا مشن کام کر رہا ہے ایک قادیانی چند مرتبہ تو میرے پاس اپنے مذہب کی کتابیں دکھلانے کو

لا چکا اور مجھ سے زبانی گفتگو کرنا چاہتا تھا میں نے کہہ دیا کہ میں عالم نہیں ہوں اپنے مذہب سے پورا واقف نہیں، یہ باتیں تم ہمارے علماء سے پوچھو اور انہیں سے گفتگو کرو۔(مولوی اشرفعلی تھانوی نے) فرمایا، یہی جواب مناسب ہے جتنے اہل باطل فرقے ہیں شب و روز اسی فکر میں رہتے ہیں اور اہل حق کے پیچھے پڑے رہتے ہیں پھر ان کے پاس اتفاق سے اشاعت اور تبلیغ کا سامان موجود ہے کافی سرمایہ ہے دوسرے ممالک میں تبلیغ کیلئے پہنچ گئے، آج کل حق و باطل کو تو کوئی دیکھتا نہیں صرف ان باتوں کو دیکھتے ہیں کہ تبلیغ کا کام کرتے ہیں ۔۔۔اسی طرح مناظرہ کرنا بھی حق کا معیار نہیں ہو سکتا''(۱)

بالفاظ دیگر مرید اور مرشد دونوں اس بات پر متفق تھے کہ قادیانیوں کو اپنے باطل عقائد سے توبہ کر کے اسلام قبول کرنے کی دعوت دینا یا ان سے مناظرہ کر کے مسلمانوں کو اس فتنہ سے آگاہ کرنا وقت کا ضیاع ہے۔ جناب محمد اسماعیل پانی پتی نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ!

''ایک مرتبہ میں علی گڑھ میں صاحبزادہ آفتاب احمد خان صاحب مرحوم وائس چانسلر یونیورسٹی کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ کسی قصبہ کے چند معززین اُن سے ملنے آئے اور اثنائے گفتگو میں کہنے لگے کہ جناب ہمارے قصبے میں جب کوئی آریہ لیکچرار یا قادیانی مبلغ آتا ہے اور ہم شہر سے کسی دیو بند پاس مولوی صاحب کو اس سے مباحثہ کرنے کیلئے بلاتے ہیں تو مولوی صاحب نہ آریوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں اور نہ قادیانیوں کا''(۲)

اس میں شک نہیں کہ ہر تحریک میں سُنّی بریلوی حضرات بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں لیکن چونکہ ان بے نظیر کارناموں کو صفحۂ قرطاس پر منتقل کر کے بڑے پیمانے پر ان کی تشہیر نہیں کی جاتی اس لیے قلم کے زور پر مخالفین ہیرو بن جاتے ہیں،ضرورت اس امر کی ہے کہ سُنّی اہل قلم اس جانب توجہ دیں اور بکھرے ہوئے مواد کو جدید انداز میں مرتب کر

کے ہر تحریک کی مستند تاریخ منظر عام پر لائیں۔زیر نظر مقالہ اسی جذبہ کا آئینہ دار ہے جس میں حروف تہجی کے لحاظ سے سُنّی قائدین کا قادیانیوں سے چند مناظروں اور مباہلوں کے چیلنج کا اجمالی تذکرہ نذر قارئین ہے۔

﴿ آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی سے مناظرے ﴾

۱) مولانا اسد علی خان مرحوم (جو امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر سے متاثر ہو کر قادیانیت سے تائب ہوئے تھے) قادیان گئے تھے اور مرزائے قادیان سے ملے تھے مرزا نے بیک وقت مسیح موعود اور کرشن کے اوتار ہونے کا بھی دعویٰ کیا تھا، مولانا اسد علی خان نے مرزا سے پوچھا کہ اگر آپ کی موت واقع ہو جائے تو آپ کا کریہ کرم کرشن کے اوتار کے طریقے پر ہوگا یا مسیح موعود کے انداز پر مرزا یہ سن کر لاجواب ہوگیا''(۳)

۲) مرزا قادیانی کا مقابلہ ہر وقت علماء ظواہر کیساتھ رہتا تھا اگر چہ وہ ان سے بھی ہر وقت شکست کھاتا اور ذلیل ہوتا رہتا تھا مگر ۲۷ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو سیالکوٹ میں حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علیشاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مناظرہ کا ارادہ کیا، لیکن جب یہ مردِ حق سامنے آیا تو مرزا بھاگ کھڑا ہوا اور جس قدر لوگ اسکی بیعت کیلئے تیار تھے اس کی ذلت و رسوائی دیکھ کر بدظن ہوگئے اور آپ کے حلقہ بگوش ہوگئے(۴)

۳) مرزا غلام احمد قادیانی دلی آیا اور اعظم خان کی حویلی کے نزدیک الف خان روشنائی والے کا مکان کرائے پر لیا مرزا صاحب مکان کے بڑے ہال میں تشریف فرما تھے اور ان سے پانچ گز پرے حکیم نور الدین الگ بیٹھے تھے۔حیدر رضا نے مرزا صاحب سے چند سوال کیے، مرزا صاحب نے حکیم نور الدین سے کہا بھئی تم جواب دو میں تو اندر جا رہا ہوں حیدر رضا بولے حضرت ہم تو آپ کے جواب کے مشتاق ہیں اور سے ہمیں بات نہیں کرنی ہے۔مرزا صاحب نے التفات نہیں فرمایا اور زنانخانے میں چلے گئے (ملا واحدی)(۵)

۴) حضرت پیر سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے دو خلفاء حضرت مولانا غلام احمد اخگر امرتسری مدیر''الفقیہ''امرتسر(۶) اور سید محبوب احمد شاہ المعروف جن شاہ امرتسری نے بارہا قادیان میں جا کر مرزائی عقائد کی تردید فرمائی مرزا صاحب کو یا انکے کسی حواری کو ان حضرات کے مدمقابل آنے کی جرآت نہ ہو سکی(۷)

۵) علامہ ابو الفیض محمد حسن فیضی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ علمی کارنامہ ناقابل فراموش ہے کہ آپ نے اعجاز و نبوت کے مدعی تفسیر قرآن اور عربی نویسی میں''انا ولا غیری''(ہمچو ما دیگرے نیست) کا ڈھنڈورا پیٹنے والے مرزا غلام احمد قادیانی کو وہ شکست فاش دی کہ مرزا صاحب تا زیست علامہ صاحب کا سامنا کرنے کی ہمت نہ کر سکے۔ہوا یوں کہ مرزا صاحب کے بلند و بانگ دعاوی اور الہامات کے پُر زور اعلانات سن کر علامہ فیضی ۱۳ فروری ۱۸۹۹ء کو مسجد حکیم

حسام الدین (سیالکوٹ) میں بنفس نفیس تشریف لے گئے اور اپنا ایک بے نقط عربی قصیدہ (بلا ترجمہ) مرزا صاحب کو دکھایا جس میں لکھا تھا کہ اگر آپ کو الہام ہوتا ہے تو مجھے آپ کے الہام کی تصدیق کیلئے یہی کافی ہے کہ اس قصیدہ کا مطلب حاضرین کو سنا دیں۔ مرزا صاحب کافی دیر دیکھنے کے بعد جب کچھ بھی پتہ نہ چلا تو اپنے ایک فاضل حواری کو دے دیا مگر اس کے پلے بھی کچھ نہ پڑا، مقابلہ و معارضہ تو کجا انہیں تو مطلب بھی سمجھ نہ آیا اور نہ ہی قصیدے کو صحیح طور پر پڑھ سکے، آخر کار یہ کہہ کر قصیدہ واپس کر دیا کہ ہمیں تو اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا آپ ترجمہ کر کے دے دیں۔

علامہ فیضی نے ۹ مئی ۱۸۹۹ء کو سراج الاخبار میں ایک اشتہار شائع کیا جس میں یہ تمام واقعہ درج کر دیا اور آخر میں کھلے لفظوں میں مرزا صاحب کو چیلنج کیا!

> ''اخیر پر میں مرزا صاحب کو ایک اشتہار دیتا ہوں کہ اگر وہ اپنے عقائد میں سچے ہوں تو آئیں صدر جہلم میں کسی مقام پر مجھ سے مباحثہ کریں میں حاضر ہوں۔ تحریری کریں یا تقریری۔ اگر تحریر ہو تو نثر میں کریں یا نظم میں، عربی ہو یا فارسی یا اُردو، آیئے سنیئے اور سنایئے''

مگر مرزا صاحب نے کچھ جواب نہ دیا اور اس طرح چپ سادھی کہ کروٹ نہ بدلی۔ بعد ازاں پھر مرزا صاحب کو ایک مکتوب ارسال کیا جو ۱۳ اگست ۱۹۰۰ء کو سراج الاخبار میں شائع ہوا اس میں آپ نے پھر مرزا صاحب کو دعوت مقابلہ دی اور واضح طور پر لکھا کہ!

> ''میں آپ کے ساتھ ہر ایک مناسب شرط پر عربی نظم و نثر لکھنے کو تیار ہوں تاریخ کا تقرر آپ ہی کر دیجیے اور اطلاع کر دیجیے کہ میں آپ کے سامنے اپنے آپ کو حاضر کر دوں''

اس دفعہ آپ نے جہلم کی قید بھی حذف کر دی اور مرزا صاحب کو اختیار دیا کہ جہاں چاہیں مقابلے کے لیے آجائیں لیکن ''ھل من مبارز'' کا بانگ دہل اعلان کرنے والے مرزا صاحب اس چیلنج کو بھی حسب سابق پی گئے اور منقار زیر پر رہنے میں ہی عافیت سمجھی (۸)

۶) مرزا غلام احمد صاحب کی طرف سے حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو تحریری مناظرہ کی دعوت دی گئی۔۔ مناظرہ کی تاریخ ۲۵ اگست ۱۹۰۰ء مقرر ہوئی چنانچہ جب مناظرہ کی تاریخ قریب آئی تو ہزار ہا مسلمان ملک کے کونے کونے سے لاہور پہنچنے لگے ہر طبقہ کے علماء و مشائخ اور اہل حق مسلمان دور و نزدیک سے جمع ہو

گئے ۔تمام مکاتب فکر بشمول (شیعہ، اہلحدیث، دیوبندی) نے قادیانیت کے محاذ پر اہلسنت وجماعت کی مایہ ناز علمی و روحانی شخصیت پیر سید مہر علیشاہ گولڑوی کو اپنا نمائندہ وسربراہ ہونے کا اعلان کیا۔۲۴ اگست کو حضرت نے مرزا کو ایک تار کے ذریعے راولپنڈی اسٹیشن سے اپنی روانگی کی اطلاع دے دی۔لاہور پہنچنے پر آپ کا والہانہ استقبال کیا گیا اور برکت علی اسلامیہ ہال میں آپ قیام پذیر ہوئے ۔مرزا غلام احمد قادیانی کو جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت شاہ صاحب لاہور تشریف لا چکے ہیں تو اس نے لاہور آنے سے انکار کر دیا۔قادیانی جماعت کے بعض با اثر لاہوری مرزائیوں نے مرزا صاحب کو لاہور لانے کی بے حد تگ ودو کی مگر ناکام رہے جب قادیانی جماعت کا آخری وفد قادیان سے ناکام لوٹا تو اس جماعت میں انتہائی مایوسی اور انتشار پیدا ہو گیا بے شمار لوگوں نے اسی وقت تائب ہونے کا اعلان کر دیا(۹)

دیوبندی مکتب فکر کے مولانا اللہ وسایا صاحب اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں!

"مرزا قادیانی کو پیر صاحب کے سامنے آنے کی جرآت نہ ہوئی پیر صاحب کو قدرت نے ایسا رعب اور جلال نصیب کیا تھا کہ مرزا قادیانی ان کا نام سن کر تھر تھر کانپنے لگ جاتا

تھا"(۱۰)حضرت قبلہ عالم نے روحانی چیلنج کیا کہ حسب وعدہ شاہی مسجد لاہور میں آؤ ہم دونوں اُس کے مینار پر چڑھ کر چھلانگ لگاتے ہیں جو سچا ہوگا وہ بچ جائے گا جو کاذب ہوگا مر جائیگا،مرزا صاحب نے جواب میں اس طرح چپ سادھی کہ گویا دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں(۱۱)

جناب ساجد علوی نے لکھا ہے کہ!

"ثقہ روایات شاہد ہیں کہ مرزا صاحب نے لاہور آنے سے پہلے ہی انکار کر دیا تھا۔جب پیر صاحب کو اس بات کا علم ہوا تو آپ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ قادیان جانے کیلئے تیار ہو گئے۔مگر مسلمانوں کی اکثریت نے ایسا کرنے سے منع کیا۔جس سے پیر صاحب نے یہ سمجھا کہ یہی ارشاد باطنی ہے(۱۲)

حضرت قبلہ عالم (پیر سید مہر علی شاہ) قدس سرہ نے اس موقع پر ایک اور بات بھی فرمائی تھی جو بہت مشہور ہوئی اور مدت تک اس کا چرچا رہا آپ نے مرزا کی طرف سے تحریری مناظرہ کی دعوت اور اُن کی فصیح عربی اور زود نویسی کی تعلی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ علمائے اسلام کا اصل مقصود تحقیق حق اور اعلائے کلمۃ اللہ ہوا کرتا ہے۔فخر و تعلی

مقصد نہیں ہوتا ورنہ جناب نبی کریم ﷺ کی اُمت میں اسوقت بھی ایسے خادم دین موجود ہیں کہ اگر قلم پر توجہ ڈالیں تو وہ خود بخود کاغذ پر تفسیر قرآن لکھ ڈالے۔ظاہر ہے کہ اس سے اشارہ اپنی جانب تھا چنانچہ بعد میں اس چیلنج کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ میں نے یہ دعویٰ از خود نہیں کیا تھا بلکہ عالم مکاشفہ میں جناب نبی کریم ﷺ کے جمال باکمال سے میرا دل اس قدر قوی اور مضبوط ہو گیا تھا کہ مجھے یقین کامل تھا کہ اگر اس سے بھی کوئی بڑا دعویٰ کرتا تو اللہ تعالیٰ ضرور مجھے سچا ثابت کرتا "کُنّی کلے دے زور تے کُدّی اے" یعنی بچھڑا کھونٹے کے بل پر ہی تو کودتا ہے (۱۳)

۲۷ اگست ۱۹۰۰ء کو برصغیر کے مسلمانوں نے قادیانیوں کے فرار پر حضرت پیر مہر علیشاہ رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں تاریخ کا پہلا جشن فتح منایا (۱۴)

۷) حضرت مولانا نواب الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ جب ہفتے عشرے بعد مرزا غلام احمد و حکیم نور الدین وغیرہ سے مناظرہ کرنے قادیان تشریف لے جاتے تھے تو لوگ کام چھوڑ کر جلوس کی صورت میں اس دلچسپ علمی معرکہ کو سننے کے لیے بڑی بے تابی و شوق سے ساتھ ساتھ چلتے ،وہاں جا کر مرزا قادیانی و حکیم نور الدین کو علمی طور پر زبردست پے در پے شکستیں دینے کے علاوہ بے حد مطعون بھی کرتے تھے۔ایک بار جب آپ علامہ مولانا نواب الدین قادیان تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں دیکھا کہ مسیلمہ قادیان حکیم نور الدین و دیگر ساتھیوں کے سامنے مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار پڑھ رہا تھا اور مولانا روم کی تعریف کر رہا تھا تو اس پر علامہ نواب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا کو کہا کہ مولانا روم تو حیات مسیح کے قائل ہیں چنانچہ فرماتے ہیں!

عیسیٰ و ادریس چوں ایں راز یافت بر فراز گنبد چارم شناخت
عیسیٰ و ادریس بر گردوں شرند زاں کہ از جنس ملائک آمدند

تو یہ سن کر مرزا نے جھٹ کہا یہ مولانا روم کی انفرادی رائے ہے تو اس پر علامہ نواب الدین نے فرمایا کہ کیا تمہاری رائے انفرادی نہیں اجماعی ہے کیا؟ تو لاجواب ہو کر مرزا نے جھٹ حکیم نور الدین سے کہا کہ بھئی مولانا کو چائے پلاؤ مگر مولانا نواب الدین نے نہایت حقارت سے اس پیشکش کو رد فرمایا (۱۵)

﴿مرزا کے پیروکاروں سے مناظرے﴾

۸) آریوں، عیسائیوں، مرزائیوں اور فرقہ ہائے باطلہ سے علامہ ابو البرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کے بیسیوں مناظرے ہوئے مخالفین عموماً ابتدائی گفتگو میں ہی ساکت و صامت ہو جاتے (۱۶)

۹) شیر بیشہ اہلسنت ابو الفتح مولانا محمد حشمت علی خان صاحب مناظر اسلام راوی ہیں کہ ایک روز بعد

نمازِ عصر ایک قادیانی مناظر بغرض بحث ومباحثہ امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے خبیث دجال قادیانی کے کفر قطعیہ یقینیہ پیش فرمائے تو قادیانی مناظر لاجواب ہوگیا اور آخر کار عاجز ہوتے ہوئے کہنے لگا!

''وہ ہمارے حضرت مرزا صاحب نے اپنی کتاب ''البریۃ'' میں لکھا ہے کہ خدا نے میرا نام غلام احمد قادیانی رکھ کر بتلایا کہ تیرہ سو سال بعد تیرا ظہور ہوگا کیونکہ غلام احمد قادیانی کے عدد بھی تیرہ سو ہی ہیں اور جس وقت ہمارے حضرت (مرزا قادیانی) نے دعویٰ نبوت کیا تھا اس وقت بھی ۱۳۰۰ھ کا زمانہ تھا''۔

امام اہلسنت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس دجال کی اس تحریفانہ عددی حساب کے فوراً پرخچے اڑادیئے امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ جامع علوم وفنون نے فرمایا!

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے! ھل انبئکم علی من تنزل الشیطان تنزل علی کل افاك اثیم O یلقون السمع واکثرھم کذبون O کیا میں تمہیں بتا دوں کہ کس پر اترتے ہیں شیطان، اترتے ہیں بڑے بہتان والے گناہگار پر، شیطان اپنی سنی ہوئی ان پر ڈالتے ہیں اور ان میں اکثر جھوٹے ہیں۔ اس آیت مبارکہ کے عدد مبارک بھی پورے تیرہ سو ہیں تو گویا رب عزوجل نے اس آیت کریمہ میں اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ ۱۳۰۰ھ میں ایک شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا جس کے مشہور نام کے عدد بھی تیرہ سو ہوں گے، وہ بھی انہیں بڑے بہتان والے گنہگاروں میں سے ہوگا وہ ہرگز ملہم رحمانی نہ ہوگا بلکہ شیطانی ہوگا اور اس پر شیاطین اترا کریں گے اور اس پر شیطانی وحی نازل ہوا کرے گی اور وہ اکثر جھوٹے ہیں'' (۱۷)

۱۰) حضرت غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں! میں کمسن تھا ابھی داڑھی بھی نہیں اتری تھی کہ میں قادیان گیا اور قادیانی علماء سے مناظرہ کیا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ بخاری کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری اور گزشتہ انبیاء علیہم السلام کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے ایک مکان بنایا **فاکملھا** اس نے اسے مکمل اور حسین بنایا مگر اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی لوگ اس گھر میں داخل ہوتے ہیں

اس کے حسن تعمیر پر تعجب کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کاش یہ اینٹ کی جگہ خالی نہ ہوتی حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں ہی وہ اینٹ ہوں۔میں نے قادیانی علماء سے پوچھا کہ نبوت کی عمارت میں فقط ایک اینٹ کی گنجائش تھی جسے حضور سید عالم ﷺ نے پُر کر دیا، اب تم بتاؤ مرزا غلام احمد قادیانی کو کہاں ڈالو گے۔وہ سب سوچ میں پڑ گئے پھر ان میں سے ایک بولا عزیز بات یہ ہے کہ جب عمارت بنائی جاتی ہے تو اس کا پلستر بھی کیا جاتا ہے تو ہم مرزا کا پلستر کر دیں گے ،میں نے کہا تم مرزا کا پلستر بھی نہیں کر سکتے ،سرکار نے فرمایا ''**فاکملها**'' بنانے والے نے عمارت کو مکمل کر دیا اور پلستر کے بغیر عمارت مکمل نہیں ہو سکتی۔پھر ایک اور نے ہمت کی وہ کہنے لگا کہ دیکھو عزیز ٹھیک ہے پلستر کے بغیر عمارت مکمل نہیں ہوتی مگر عمارت کا رنگ و روغن بھی تو کیا جاتا ہے،ہم مرزا کا روغن کر دیں گے میں نے کہا!تم مرزا کا روغن بھی نہیں کر سکتے میرے آقا ﷺ نے فرمایا ''**فاحسنها**'' بنانے والے نے عمارت کو حسین و جمیل بنایا اور عمارت کا حسن رنگ و روغن سے ہی ہوتا ہے میرے اس استدلال نے انکا ناطقہ بند کر دیا (۱۸)

۱۱) مولانا سید سعادت علی قادری نے ایک انٹرویو میں بتایا!''مولانا شاہ احمد نورانی کے گزشتہ تبلیغی دوروں کے دوران (سرینام میں) مرزائیوں کا ایک عالم حضرت سے الجھ بیٹھا سمجھانے کے باوجود نہ سمجھا اور مناظرے کی نوبت آگئی وہ بیوقوف علم کی حقیقت سے آگاہ نہ تھا مولانا خود بھی نہیں چاہتے تھے کہ اس ہٹ دھرم بے وقوف سے مقابلہ کیا جائے لیکن ضد پر اڑا ہوا تھا، مقابلہ ہوا،مولانا نے پرخچے اڑا دیئے اسکا حال برا ہو گیا پسینے میں شرابور کم بخت نے ۳۸ گلاس پانی پیا اور بھاگتے بن پڑی۔اس کیفیت کے بعد مناظرہ کی کسی کو جرأت نہیں ہوئی اور نہ قیامت تک ہو سکتی ہے۔اس مناظرہ کے بعد مرزائیوں کی بڑی تعداد تائب ہو کر مسلمان ہو گئی تھی اور ایک کہرام سا مچ گیا تھا۔(۱۹)

خود مولانا نورانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا!

''بیرونی ممالک میں متعدد بار قادیانیوں سے واسطہ پڑا ہے۔نیروبی، دارالسلام، ماریشس اور لاطینی امریکہ میں سرینام، برٹش، گیانا اور ٹرینی ڈاڈ کے مقامات پر بھی سابقہ پڑا اور مناظرے بھی ہوئے، الحمد للہ ان مناظروں میں جو پانچ پانچ، چھ چھ گھنٹے جاری رہتے تھے مجمع عام میں قادیانیوں کو مکمل شکست دی قادیانیوں کا لندن سے رسالہ نکلتا ہے ''اسلامک ریویو'' اسکے ایڈیٹر سے ۱۹۶۸ء میں ٹرینی ڈاڈ میں مناظرہ ہوا جو ساڑھے پانچ گھنٹے چلتا رہا اور بالآخر وہ کتابیں لے کر بھاگ گیا''۔

دوسرا مناظرہ جنوبی امریکہ میں سرینام کے مقام پر ہوا، قادیانیوں کے مشہور مناظر موجود تھے، انہوں نے راہ فرار اختیار کی نیروبی میں مرزائی مناظر مبارک احمد کے نام سے تھا مناظرہ کی تاریخ مقرر ہوئی لیکن وہ فرار ہو گیا اور

اسطرح بے شمار مناظرے ہوتے رہے اور یہ لوگ میدان چھوڑ کر بھاگتے رہے اس طرح میں نے عقیدہ ختم نبوت ثابت کیا اور انکے کفر کو باطل کیا۔الحمد للہ اسکے نتیجے میں اب تک ۶۰۰ قادیانیوں نے توبہ کی ہے اور یہ ان مناظروں اور راہ فرار اختیار کرنے کے بعد ہوا اور لوگوں کو معلوم ہوگیا کہ یہ جھوٹے اور فریبی ہیں۔(۴۰)

۱۲) علامہ جلال الدین لبید بہاولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں چونکہ عشق رسول ﷺ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔لہٰذا انکا ہر فعل سنت نبوی کے مطابق تھا گستاخان رسول انام علیہ الصلوۃ والسلام کی بیخ کنی ان کا محبوب مشغلہ تھی انہوں نے مرزائیوں سے بہت سے مناظرے کیے اور انہیں شکست فاش سے دوچار کیا،ردمرزائیت میں انکا بہت سا کلام ہے۔(۴۱)

۱۳) مفتی شجاعت علی قادری رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں!

☆ ایک مناظرے میں قادیانی مناظر نے مجھ سے کہا ''بتایئے نبوت نعمت ہے یا زحمت؟''میں نے کہا!نعمت ، کہنے لگا بنی اسرائیل پر اللہ کی رحمت مسلسل برستی رہی ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا اور اسی طرح پے در پے نبی آتے رہے اور آپ اپنے آپ کو ختم نبوت کے عقیدہ کی وجہ سے خدا کی نعمت سے محروم کررہے ہیں۔میں نے جواب دیا!''بنی اسرائیل پر اللہ نے اپنی نعمت کو مکمل نہیں فرمایا تھا،بااقساط نازل ہوتی رہی مگر اللہ نے ہم پر اپنی نعمت کو مکمل فرمادیا اور اپنی نعمت کاملہ محمد رسول اللہ ﷺ کو عطا فرمادی اب اگر اسکے بعد بھی ہم اپنی طرف سے نبی بنانے لگے تو یہ قہر خداوندی کو دعوت دینے کے مترادف ہے تو گویا ہم نعمت خداوندی سے محرومی کا شکار نہیں بلکہ نعمت کاملہ سے مستفید ہونے کے باعث مسرور وشاداں ہیں''۔(۴۲)

☆ ایک قادیانی مناظر نے مجھ سے کہا کہ مفتی صاحب اگر آپ کی تقریر درست تسلیم کرلی جائے تو معنی یہ نکلیں گے کہ جس طرح اللہ اور رسول کی اطاعت سے کوئی شخص نبی نہیں بن سکتا تو اسی طرح صدیق،شہید اور صالح بھی نہیں بن سکتا ہے۔بس صرف رفاقت کا اور معیت کا مستحق ہوسکتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ معنی کوئی بھی قبول نہیں کرے گا''۔میں نے کہا!''درحقیقت اس آیت (اور جولوگ بھی اطاعت کریں گے اللہ اور اس کے رسول کی تو وہ (روز قیامت) ان لوگوں کیساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا یعنی نبیوں،صدیقوں،شہیدوں اور نیکوکاروں کیساتھ اور یہ سب اچھے رفیق ہیں) میں صرف رفاقت ومعیت ہی کا ذکر ہے،صدیق،شہید اور صالح بننے کا ذکر نہیں،اب رہی یہ بات کہ کوئی شخص اطاعت خدا ورسول کی بدولت صدیق،شہید اور صالح بن سکتا ہے یا نہیں تو اس کے لیے قرآن میں بہت آیات موجود ہیں جو ہم آپ کی خدمت میں پیش کرسکتے ہیں،اب آپ کے ذمے یہ ہے کہ آپ قرآن کی کوئی ایسی آیت پیش

فرمائیں جس میں کہا ہو کہ حضور اکرم ﷺ کے بعد کوئی شخص دعا کرنے یا خدا اور رسول کی اطاعت کرنے سے نبوت و رسالت حاصل کر سکتا ہے۔ اگر کسی کی راہ پر چلنے سے راہ چلنے والا لازمی طور پر وہی بن جاتا ہے جس کی راہ پر وہ چل رہا ہے تب تو بڑی خرابیاں آئیں گی۔ آپ لوگ مرزا غلام احمد کی راہ پر اتنے عرصے سے چل رہے ہیں آپ مرزا جی کیوں نہیں بنے؟ خود انکے بیٹے اور خلیفے بھی مرزا جی نہ بنے۔ اور مرزا جی بننے کی ضرورت ہی کیا تھی آخر آپ لوگ کہتے ہیں کہ ہم خدا کے راستے پر چل رہے ہیں (صراط اللہ العزیز الحمید) تو خدا ہی کیوں نہیں بن بیٹھتے ہیں؟ کیا کوئی عقلمند آپ کی اس منطق کو مان لے گا کہ انسان وزیر، یا بادشاہ کی راہ پر چل کر وزیر، سفیر یا بادشاہ بن جائے گا"۔ (۲۳)

۱۴) حضرت میاں (علامہ عبد الحق غور غشتوی) صاحب جہاڑ علاقہ تربیلہ میں مولانا محمد جان سے ملاقات کے لیے تشریف لے گئے تو مولانا محمد جان نے بتایا کہ! "میاں عبد الجبار مرزائی ساکن گندف سیداں ہزارہ ڈویژن نے مجھے ایک خط لکھا ہے کہ یا تو مرزائیوں کو کافر کہنا چھوڑ دو یا پھر ہم سے مناظرہ کرو"۔ اور مشورہ طلب کیا کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے، حضرت میاں صاحب نے فرمایا کہ آپ اس علاقے کے مفتی ہیں اگر آپ خاموش رہے تو عوام سمجھیں گے کہ مولوی عبد الجبار حق پر ہے۔ چنانچہ انہوں نے میاں صاحب کو ساتھ لیا اور بمقام گندف پہنچ گئے۔ عوام کو پتہ چلا تو گردو نواح کے لوگوں کا ایک جم غفیر جمع ہو گیا۔ مولوی عبد الجبار اور اسکے حواری بار بار بلانے کے باوجود میدان مناظرہ میں نہ نکلے اور بالآخر اصرار شدید کے بعد شام ۴ بجے کے قریب اپنے حوایوں سمیت آپہنچے علماء نے متفقہ طور پر اہلسنت و جماعت کی طرف سے حضرت میاں صاحب کو مناظر منتخب کیا۔ مختلف سوالات و جوابات کے تبادلے کے بعد جب مولوی عبد الجبار کا بس نہ چلا اور علم کے اس کوہ گراں کے سامنے نہ ٹھہر سکا تو اپنی ندامت چھپانے کے لیے پشتو میں اپنے ساتھی سے کہنے لگا "خوڈیر ذورو مُلا دے" (بھئی یہ مولوی تو کوئی آفت ہے) میاں عبد الحق نے فرمایا کہ مرزا کی گمراہیاں آپ کے سامنے پیش کر دی ہیں آپ کی مرضی ہے کہ اب راہ حق قبول کریں یا نہ۔ مولوی عبد الجبار مبہوت ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے اور یوں میاں صاحب کو کامیابی حاصل ہوئی اسکے بعد آپ نے لوگوں کے سوال پر فرمایا کہ جب تک یہ شخص توبہ نہ کرے اسکی غمی اور شادی میں شرکت نہ کی جائے۔ (۲۴)

۱۵) قیام پاکستان سے قبل مولانا عبد الرشید رضوی جھنگوی کا حیات مسیح کے موضوع پر بریلی میں مرزائی مناظر سے مناظرہ ہوا۔ مناظرہ کے بعد مرزائی کو توبہ کی توفیق نصیب ہوئی (۲۵)

۱۶) چار چھ کھڑیوں والا کنواں مزنگ میں ایک دفعہ مرزائیوں کیساتھ مولانا مفتی عبد العزیز کا زبردست مناظرہ ہوا۔ آپ کے معاون صرف ایک سُنّی عالم دین مولوی عبد الغنی تھے، آپ نے مرزائی مناظر کو لاجواب کر

دیا(۲۶)

۱۷) حضرت سید غلام رسول شاہ ابوالکمال برقانو شاہی رحمۃ اللہ علیہ نے مذاہب مختلفہ قادیانیت، بہائیت، چکڑالویت، وہابیت کے علاوہ ہندو دھرم، عیسائیت اور یہودیت کا زوردار رد کیا۔ کئی ایک مناظرے کیے اور کئی سو مرزائیوں نے ہالینڈ، ڈنمارک اور ہیگ میں آپ کے ہاتھ پر مرزائیت سے توبہ کی(۲۷)

۱۸) ۱۹۲۴ء میں جب حضرت مولانا غلام مرتضٰی قدس سرہ اور مولوی جلال الدین شمس قادیانی کے درمیان مسئلہ "حیات مسیح" پر مناظرہ ہوا تو مولانا غلام محمد گھوٹوی اہل اسلام کی جماعت کے صدر تھے۔ اس مناظرہ میں اسلامی مناظر مولانا مفتی غلام مرتضٰی قدس سرہ کو زبردست کامیابی ہوئی اور قادیانی مناظر کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا(۲۸)

بعد میں اس مناظرہ کی روئیداد" الظفر الرحمانی فی کشف القادیانی "کے نام سے معرض تحریر میں آئی تو حضرت مولانا غلام محمد گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر زبردست تقریظ تحریر فرمائی۔(۲۹)

۱۹) ۱۴،۱۵ جولائی ۱۹۰۸ء کو مفتی غلام مرتضٰی میانی ضلع شاہ پور کا حکیم نور الدین قادیانی سے ابراہیم قادیانی کے مکان پر مناظرہ ہوا۔ حکیم نور الدین قادیانی پورے مناظرے میں لاجواب اور مبہوت رہا(۳۰)

۲۰) ڈاکٹر عبد السلام کے والد مولوی محمد حسین دفتر ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف سکولز جھنگ میں ہیڈ کلرک تھے۔ ڈاکٹر عبد السلام کے تایا مولوی غلام حسین (۱۹۴۰ء میں) ریٹائر ہو کر جھنگ میں ہی اپنے آبائی مکان میں آ بسے تھے۔ یہ دونوں بھائی (مولوی محمد حسین اور مولوی غلام حسین) میرے ہمسائے تھے۔ ڈاکٹر فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ سے بھی انکی علیک سلیک تھی۔ ایک بار جھنگ شہر میں ڈاکٹر فرید الدین کا مناظرہ ان دونوں بھائیوں سے احمدیت کے موضوع پر ہوا میں اس مناظرہ میں موجود تھا اور پروفیسر صوفی ضیاء الحق بھی موجود تھے۔ تین دن مناظرہ جاری رہا۔ آخر کار یہ دونوں بھائی اس مسئلہ کو مان گئے کہ رسول اکرم ﷺ کے بعد کوئی نبی ہندوستان میں تو کجا اس دنیا میں بھی نہیں آ سکتا۔ اس بات پر مرزائیوں میں یعنی احمدیوں (قادیانیوں) میں کھلبلی مچ گئی۔ اسے ڈاکٹر فرید الدین کی کھلی کرامت سمجھا گیا۔ قادیان میں اس سلسلہ میں فیصلہ کیا گیا کہ مولوی محمد حسین کو جھنگ سے کہیں ٹرانسفر کروایا جائے جہاں انکی ملاقات ڈاکٹر فرید الدین سے نہ ہو سکے۔ ڈاکٹر فرید الدین جھنگ میں اکثر آتا جاتا رہتا ہے۔ چنانچہ مولوی محمد حسین کو جھنگ سے ملتان ٹرانسفر کروا دیا گیا (ڈاکٹر احسان صابر قریشی(۱۳)

۲۱) ڈاکٹر فرید الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ جن دنوں کانویں والا میں مقیم تھے، ایک قریبی گاؤں صدیق آباد مرزائیوں کی سرگرمیوں کا مرکز بن گیا جو کانویں والا سے فاصلے پر واقع تھا، مرزائیوں نے منصوبہ بنایا کہ کانویں والا

کے زمینداروں کو کسی نہ کسی طرح اپنے ساتھ ملا لیں اور انکی سیاسی قوت کو اپنے تبلیغی مقاصد کے لیے استعمال کریں چنانچہ انہوں نے وہاں ٹھیکے لینے شروع کر دیے اور انکی آڑ میں تبلیغ کا کام کرنے لگے۔ جب ڈاکٹر فرید الدین کو مرزائیوں کے ان عزائم کا پتہ چلا تو انہوں نے مرزائیوں سے مناظرے کیے اور اپنے دلائل سے انہیں شکست فاش دے دی، اسطرح پورے علاقے کو مرزائیت کے فتنے سے بچالیا اور اگر ڈاکٹر صاحب یہاں تشریف نہ لاتے تو پورا علاقہ ربوہ کے ساتھ ہونے کی وجہ سے مرزائیت کی ذد میں آجاتا (۳۲)

۳۲) ہمارے قصبہ سے جانب مشرق دو میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے جس کا نام ڈھپئی ہے وہاں ایک گھر مرزائیوں کا ہے انہوں نے ایک مرتبہ ایک مبلغ بلایا جسکا نام مولوی محمد سلیم تھا اور جو پنجاب یونیورسٹی کا سند یافتہ مولوی فاضل تھا۔ مرزائیوں نے بر لب سڑک کھلے میدان میں اپنا جلسہ رکھا، جس میں مولوی سلیم نے مسلمانوں کو چیلنج دیا کہ مجھ سے کوئی مناظرہ کرنا چاہے تو کر لے۔ میں نے مرزا غلام احمد کی صرف ایک کتاب درثمین ہاتھ میں لی اور مسلمانوں کے ایک ہجوم کے ساتھ ڈھپئی چل پڑا۔ میں

نے مولوی سلیم کو مخاطب کیا اور کہا! ''مولوی صاحب آپ نے مسلمانوں کو مناظرے کا چیلنج دیا ہے میں آ گیا ہوں میں بتاؤں گا کہ مرزا صاحب جھوٹے تھے۔ مولوی سلیم کہنے لگا مگر تم تو پڑھ رہے ہو (طالب علم ہو) اور میں مولوی فاضل ہوں، یونیورسٹی کی سند حاصل کر چکا ہوں، تمہارے پاس اگر یہ سند ہو تو مجھ سے بات کر سکتے ہو ورنہ نہیں، میں نے کہا! جس کے پاس یونیورسٹی کی مولوی فاضل کی سند نہ ہو تو کیا وہ عالم نہیں ہوتا؟ مولوی سلیم کی زبان سے نکلا کہ! نہیں، وہ عالم نہیں ہوتا جاہل ہوتا ہے۔ میں نے کہا! تو پھر مرزا صاحب کے پاس بھی یہ سند نہیں تھی اور وہ مولوی فاضل نہ تھے لہذا وہ بھی جاہل ہوئے۔ میری اس بات سے مولوی سلیم گھبرا گیا اور مسلمانوں نے ایک زوردار نعرہ لگایا، میں نے پھر اسے بولنے کا موقعہ نہ دیا اور لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا! ''مسلمانوں یہ مولوی صاحب مرزا صاحب کو نبی و رسول بتا رہے ہیں حالانکہ خود مرزا صاحب کا اپنے متعلق کچھ اور ہی خیال ہے، یہ انہیں نبی و رسول بتلاتے ہیں اور وہ خود اپنے متعلق ہمیں جو سناتے ہیں وہ یہ ہے۔ میں نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مرزا کی کتاب ''درثمین'' کھولی اور انکا یہ شعر سنایا، مرزا کہتا ہے!

کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم آزاد ہوں ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

دیکھیے! مرزا صاحب کہتے ہیں میں تو کرم خاکی یعنی زمین کا ایک کیڑا ہوں اور آدم زاد یعنی انسان کا بچہ نہیں ہوں آدم زاد کا ترجمہ میں نے بزبان پنجابی سنایا کہ میں بندے دا پتر ہی نہیں۔ میرا یہ ترجمہ سن کر مجمع سے آواز آئی ''واقعی اونہیں

کوئی کم وی بندے دیاں پُتراں والا نہیں کیتا" درثمین کا یہ شعر سنا کر میں نے مولوی سلیم کو مخاطب کیا کہ آپ مرزا صاحب کو نبی و رسول بتا رہے ہیں اور مرزا صاحب خود اپنے انسان و آدمی ہونے کا بھی انکار کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ میں تو ایک کیڑا ہوں، میری مسلسل تقریر سے لوگ بہت خوش ہو رہے تھے مولوی سلیم بولا ٹھہرو ٹھہرو! حضرت مرزا صاحب کو یہ شعر حضرت داؤد علیہ السلام کے قول کے مطابق ہے جو زبور میں درج ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے بھی اپنے متعلق یہ کہا ہے اور یہ تو اضع ہے مرزا صاحب نے تو اضعاً ایسا کہا ہے۔ میں نے جواب دیا! زبور جو نزل من اللہ ہے اس پر ہمارا ایمان ہے مگر موجودہ زبور، توریت و انجیل محرف ہیں ان میں بہت سی باتیں الحاقی بھی ہیں، اس لیے آج کل محرف زبور کو ہم نہیں مانتے، ہمارے لیے حجت اگر ہے تو ارشاد قرآن نہ کہ محرف زبور کی کوئی بات۔ مولوی صاحب! آپ اگر مسلمان ہیں تو قرآن سنایئے زبور کا نام کیوں لیتے ہیں؟۔ میں نے پھر مولوی سلیم کو کچھ بولنے کا موقع نہ دیا اور جوش سے بیان کرتا رہا۔ مسلمانو! سنو! مرزا صاحب کس طرح آدمیت و انسانیت کی خود نفی کر رہے ہیں۔۔ یہ کہنا کہ مرزا صاحب نے تو اضعاً ایسا کہا ہے یہ بھی عجیب بات ہے ہاتو اضع کی بھی کوئی حد ہوتی ہے تو اضعاً یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ "میں بہت بڑا گناہگار ہوں، عاجز ہوں، مسکین ہوں، مگر یوں کوئی نہیں کہتا کہ "میں بڑا حرامی ہوں، بدمعاش ہوں، بے دین ہوں یہ کوئی تو اضع نہیں یہ تو حماقت و جہالت ہے۔ مرزائیوں کا رنگ اڑ گیا۔ یہ عالم دیکھ کر وہ اپنے میز کرسیاں اٹھانے لگے اور چند ایک جو تھے وہ اپنے مولوی کو لے کر چلنے لگے مجھے مسلمانوں نے اپنے کندھوں پر سوار کر کے نعرے لگانے شروع کیے (مولانا ابو النور محمد بشیر رحمۃ اللہ علیہ۔ (۳۳)

(۳۴) علامہ مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مرتبہ ایک مرزائی سے گفتگو ہوئی۔ اس نے اجرائے نبوت پر بات چھیڑنی چاہی۔ آپ نے فرمایا کہ اجرائے نبوت سے مرزا کا نبی ہونا تو لازم نہیں آتا۔ اگر بالفرض اجرائے نبوت ثابت ہو بھی جائے تب بھی اس پر گفتگو کرنی پڑے گی کہ مرزا نبی ہو سکتا ہے یا نہیں تو کیوں نہ پہلے مرزا کی نبوت پر گفتگو کر لی جائے، پھر آپ نے فرمایا جس شخص کے کلام میں تضاد، جس کی ہر پیشگوئی غلط اور جھوٹی جس کے اخلاق و عادات میں فسق و فجور جس کی زندگی کفار کی مدد کے سہارے اور انکی خوشامد میں گزری، جس نے نبیوں پر طنز اور استہزاء کے فقرے چست کیے اور جو شخص ساری عمر صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کی شان میں بدگوئی کرتا رہا، ایسا شخص تو ایک باکردار مسلمان بھی نہیں کہلایا جا سکتا چہ جائیکہ اسکے بارے میں نبوت کا عقیدہ رکھا جائے۔ مرزائی عالم کے پاس اس بات کا تو کوئی جواب نہ تھا وہ بار بار اجرائے نبوت پر گفتگو کیلیے اصرار کرتا رہا، بالآخر اس پر بحث کو ختم کرنے کیلیے اجرائے نبوت پر گفتگو کی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو خاتم النبیین فرمایا ہے اور حضور نے اسکی تفسیر فرمائی "لا نبی

بعدی ولا رسول بعدی' میرے بعد نہ کسی کی بعثت ہو سکتی ہے نہ رسول کی اس نے کہا بعض لوگوں کے کلام سے پتہ چلتا ہے کہ حضور ﷺ کے بعد غیر تشریعی نبی آ سکتا ہے آپ نے فرمایا حضور ﷺ کی حدیث کے مقابلہ میں تم بعض لوگوں کے اقوال پیش کرتے ہو، اگر تمہارا دعویٰ ہے کہ حضور کے بعد کوئی غیر تشریعی نبی آ سکتا ہے تو کوئی صحیح مرفوع متصل حدیث لاؤ جو "لا نبی بعدی ولا رسول بعدی" کے عموم کو توڑ سکے۔ بعض لوگوں کے اقوال میں تو یہ طاقت نہیں کہ وہ حدیث رسول کے مزاحم ہو سکیں وہ کہنے لگا! کیا آپ بزرگان اُمت کو نہیں مانتے؟ آپ نے فرمایا! تم بزرگان اُمت کی بات کرتے ہو حضور ﷺ کے فرمان کے مقابلہ میں اگر کسی نبی کا قول بھی آ جائے تو میں وہ بھی نہیں مانتا، وہ کہنے لگا حضور نے اپنی مسجد کو خاتم المساجد فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا! دکھلاؤ لیکن وہ سعی بسیار کے باوجود وہ حدیث نہ دکھا سکا۔ (۴۳)

۴۴) مرزائیوں سے محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد قادری چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے دو مناظرے بہت مشہور ہیں جن میں سے ایک بدایوں اور دوسرا آپ کے آبائی قصبہ دیال گڑھ میں ہوا۔ بدایوں کے مناظرے کے عینی شاہد مولانا مفتی عزیز احمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ مناظرے کی روداد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں!

"ضلع بدایوں کے ایک قصبے جگت میں ایک شخص مرزائیت کی تعلیم پا کر آیا اور فتنہ مرزائیت کی تبلیغ شروع کر دی اس فتنے کی سرکوبی کے لیے حضرت مولانا محمد سردار احمد تشریف لائے، آپ نے مرزائی سے گفتگو کی، مرزائی نے جس طرح کہ انکی عادت ہے ایک کاپی سے دیکھ دیکھ کر سوالات کرنے شروع کر دیے، حضرت مولانا محمد سردار احمد نے اسے نہایت ہی مسکت جواب دیئے بالآخر اس نے یہ کہہ کر راہ فرار اختیار کی کہ میری ایک اور نوٹ بک جس میں سوالات لکھے ہوئے ہیں مل گئی تو آپ سے مزید گفتگو کروں گا اس طرح اس نے راہ فرار اختیار کی اور اہلسنت وجماعت کے مناظر مولانا محمد سردار احمد صاحب کو فتح عظیم حاصل ہوئی (رحمۃ اللہ علیہ)"

حضرت محدث اعظم کے آبائی قصبہ دیال گڑھ ضلع گورداسپور کے ایک مرزائی نے آپ کو مناظرہ کا پیغام بھیجا، آپ نے قبول کر لیا اس نے اپنے معتمد مرزائی مناظر اکٹھے کر لیے اور کہلا بھیجا کہ ہمارے مناظر آپ کی مسجد میں آ کر آپ سے مناظرہ کرنا چاہتے ہیں، آپ نے جواب دیا کہ مرزائی چونکہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں اس لیے ہم انہیں اپنی مسجد میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے مسجد کے قریب ہی ایک کھلے میدان کو جائے مناظرہ قرار دیا اور مرزائیوں کو بلا بھیجا مرزائی مناظر بڑے طمطراق سے آئے کافی کتابیں اپنے ساتھ لائے

تھے، حضرت محدث اعظم نے بطور حوالہ ایک کتاب پیش کی اور مرزائی مناظرین کو دعوت دی کہ کم از کم اس حوالہ کو صحیح پڑھ دو، چنانچہ ان میں سے کوئی بھی حوالہ کی عبارت کو نہ پڑھ سکا۔ مجمع پر واضح ہو گیا کہ مرزائی جھوٹے ہیں اور حضرت مولانا سردار احمد حق پر ہیں۔ شکست خوردہ مرزائی بھاگ گئے اور گاؤں کے باہر کماد کی فصل میں جا کر چھپ گئے۔ وہاں بیٹھ کر گفتگو کرنے لگے کہ مولوی سردار احمد تو (نعوذ باللہ) جادوگر معلوم ہوتا ہے۔ اسکا جادو ہم پر ایسا چلا کہ ہم قطعاً لاجواب ہو گئے۔ محدث اعظم کا ایک مرید وہاں بیٹھا اسکی گفتگو سن رہا تھا اس نے آ کر آپ کو انکے درمیان ہونے والی ساری گفتگو سنائی۔ (۳۵)

۲۵) ایک قادیانی مبلغ مولوی احمد بخش مولوی فاضل ساکن رن مل نے حضرت مولانا سید محمد شاہ قادری نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ کے علاقہ میں تبلیغ شروع کر دی آپ کو معلوم ہوا تو اسے مناظرہ کا چیلنج کیا، چنانچہ عید الفطر کے دن عید کے بعد دربار حضرت نوشہ گنج رحمۃ اللہ علیہ سابن پال شریف، رن مل، کوٹ ککے شاہ، سارنگ، اگر دیہ اور بھاگٹ وغیرہ مواضعات کے لوگ اس جلسہ میں شریک ہوئے تھے اور مشائخ میں سے پیر محمد شاہ ولد پیر گوہر شاہ سلیمانی نوشاہی، سید علی احمد، سید محمد حسین اور سید نیاز محمد صاحب وغیرہ موجود تھے۔ مرزائی مبلغ بالکل لاجواب ہو گیا اور راہ فرار اختیار کر گیا (۳۶)

۲۶) حضرت قاضی محمد عبد السبحان ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۳۶ء میں مدرسہ بیگم پورہ گجرات میں ایک سال مدرس رہے اس دوران قادیان سے آنے والے ایک مرزائی مناظر کیساتھ آپکا معرکۃ الآراء مناظرہ ہوا جس میں مرزائی مناظر نے اپنے دعویٰ کے اثبات میں اپنے زُعم کے مطابق ۱۷ آیات قرآن پاک اور ۳۶ احادیث نبویہ پیش کی تھیں مگر اللہ کے فضل کرم سے مرزائی مناظر نے مناظر اسلام حضرت قاضی عبد السبحان صاحب سے اس مناظرہ میں بُری طرح شکست کھائی اور لاجواب ہوا، یاد رہے کہ یہ مناظرہ موضع کالرہ نزد شہر گجرات میں ہوا تھا، جہاں پر کئی گھر مرزائیوں کے تھے۔ (۳۸)

۲۷) ۱۹۳۶ء میں مناظر اسلام حضرت مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ نے کنری (سندھ) کے مقام پر قادیانیوں سے مناظرہ کیا، حقائق و دلائل کی روشنی میں آپ نے "ختم نبوت" کے اجماعی عقیدہ پر علماء حق کی جانب سے اتنا عظیم مناظرہ کیا کہ قادیانیوں کو شکست فاش ہوئی، آج بھی قادیانیوں کی شکست کا تحریری اعتراف لاہور میں موجود ہے (۳۸)

۲۸) ۲۲ جمادی الاول ۱۳۸۸ھ ایک مرتبہ ایک مرزائی مولوی کتابوں کا گٹھا اُٹھائے حضرت شیخ

لاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ اس وقت نماز جمعہ کے بعد احتیاط الظہر ادا فرما رہے تھے۔اس نے کہا! میں چند مسائل میں تبادلہ خیالات کرنے آیا ہوں، آپ نے فرمایا! مجھے نماز سے فارغ ہونے دو جب چار رکعت پڑھ کر آپ نے سلام پھیرا تو کہنے لگا آپ لوگ گفتگو سے کیوں جی چراتے ہیں، میں محض دین اسلام کی خدمت کے لیے آیا ہوں اور آپ میرے ساتھ کلام نہیں کرتے۔آپ نے روضہ شریف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا! اللہ والے کہ جنہوں نے اپنی تمام زندگی اسکی رضا پر گزاری اور عالم فانی سے اوجھل ہوئے تو صدیوں سے ان کی خاک بوسی ہورہی ہے وہ حق پر نہیں تھے؟ اور کوئی کوردا سپور سے آجائے تو وہ حق والا ہے؟ یہ فرمایا اور نماز میں مشغول ہو گئے، جب دو رکعت نماز پڑھ کر سلام پھیرا تو خطاب فرمایا کہ! جو بھی بحث کرنا چاہے اب موقع ہے کھلے دل سے تبادلہ خیالات کرلے۔اس فرمان سے اُس کے آنسو جاری ہو گئے اور کہا! بس اب میرا گھر پورا ہو گیا ہے سوچنے سے معلوم ہوا کہ واقعی جن مقبول لوگوں کی مدتوں سے خاک بوسی ہو رہی ہے وہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں۔اللہ تعالیٰ ان پر راضی ہوا تو ان کا چرچا ہوا ہے۔یہ کہا اور بیعت ہو گیا۔آپ (حضرت شیخ لاسلام سیالوی نور اللہ مرقد) فرماتے ہیں کہ وہ شخص بعد میں مرزائیوں کے خلاف بہترین مناظر بنا کیونکہ مرزائی مذہب سے تو پہلے واقف تھا، انکے گھر کا بھیدی تھا، اس لیے وہ اس سے بھاگتے تھے۔(۳۹)

۴۹) میرا ایک ملنے والا احسان جسکا باپ ملک خدا بخش ہمرزا بشیر احمد خلف الرشید میاں غلام احمد بانی سلسلہ قادیانیہ (مرزائی) کا سیکرٹری تھا۔مجھے وہ بہت تنگ کیا کرتا کہ بشیر صاحب سے بات چیت کرو، آخر تنگ آکر میں ایک دن اُسکے ساتھ ہو لیا، مرزا بشیر احمد صاحب اُن دنوں اپنے کسی عقیدت مند کے گھر ریگل سینما کے قریب ٹھہرے ہوئے تھے جب اُن سے بات چیت شروع ہوئی تو مجھے اپنی بے اثباتی پر بڑی شرم سی محسوس ہو رہی تھی کیونکہ مرزا بشیر صاحب علی گڑھ کے بی اے تھے۔دوسرا ایک بڑی جماعت کے لیڈر اور امیر کبیر آدمی تھے اور میں کم علم تھا دوسرا عام سا آدمی اور غربت کا احساس بھی۔پھر بھی ہمت کر کے میں نے انہیں کہا کہ یہ آپ کا مرید احسان مجھے بہت کچھ سمجھتا ہے مگر مجھے سمجھ نہیں آتا۔وہ کہنے لگے میں سمجھتا ہوں تم سوال کرو قدرت خدا کی میرے ذہن میں یہ سوال آیا کہ ولی کے تصرف میں یہ ہے کہ اس کے سامنے جو بھی آئے وہ یہ جانتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر اُس تک کتنے لوگ اُس کے خاندان میں آئے، کتنے جنتی اور دوزخی تھے اور مرنے کے بعد اُس کا ٹھکانہ کیسا ہوگا۔اب آپ یہ بتائیں کہ میرا باپ دادا یا اُنکے دادا کا نام کیا تھا، کیا آپ انہیں جانتے ہیں؟ یہ سوال میں آپ سے اس لیے کر رہا ہوں کیونکہ دوسرے لوگ آپکو برگزیدہ سمجھتے ہیں۔ایک گھنٹہ ۳۵ منٹ ہماری بحث رہی مگر وہ میرے اس سوال کا جواب نہ دے

سکے، عین اُس وقت جب میں اُدھر موجود تھا حضرت مولانا الحاج قبلہ میاں غلام محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ قلعہ کوجر سنگھ تشریف لائے اور فرمانے لگے، نذیر بہت بری جگہ پھنس گیا ہے مگر میں اسکے ساتھ ہوں میاں صاحب یہ فرماتے جاتے اور ٹہلتے جاتے آخر جب ایک گھنٹہ ۴۵ منٹ کی بحث کے بعد میں وہاں سے نکلا تو آپ فرمانے لگے وہ وہاں سے بچ گیا ہے اور واپس آرہا ہے یہ تمام واقع بعد میں پتہ چلا تو بالکل وہی ٹائم تھا جب میں مرزا بشیر کے ساتھ بحث میں شریک تھا۔(محمد نذیر ہجویری سہروردی)(۴۰)

۳۰) 　ایک دفعہ مجھے مرزائیوں سے مناظرہ کرنا پڑا موضع جوڑا میں مرزائی لوگ اپنے مناظروں کو بلا لائے اور تاریخ مقرر کر دی میں نے غلام مصطفےٰ کو چند علماء اہلسنت بلانے کے لیے بھیج دیا تاکہ علماء کرام موقع پر پہنچ کر تعاون فرمائیں گے۔ابھی ایک دن مناظرہ سے رہتا تھا اور مولوی غلام مصطفےٰ بھی اسوقت تک نہ آئے اور نہ ہی کوئی عالم دین پہنچا تھا۔مجھے سخت تفکر و پریشانی لاحق ہوئی، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک موٹر کار آئی، میں نے سمجھا شاید مولوی غلام مصطفےٰ صاحب کسی عالم دین کو لے کر آئے ہیں لیکن جب دیکھا تو مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، مجھے بہت خوشی ہوئی دوڑ کر ملاقات کی تو انہوں نے پوچھا خیر تو ہے؟ بتایا خیر ہے آپ کیسے تشریف لائے ہیں فرمایا! مجھے خیال آگیا کہ اپنے بچے کو جا کر مل آؤں۔جب مناظرہ کے متعلق خبر دی تو فرمایا! مجھے لسی پلاؤ ان سالوں سے نپٹ لیں گے۔صبح کو فرمایا! کتب خانہ کھولیں چنانچہ کتب خانہ سے قادیانیوں کی ایک کتاب اٹھائی، وہیں کھڑے کھڑے اسے مطالعہ فرمالیا اور تیاری کا حکم دیدیا۔۔۔مناظرہ کی جگہ پر پہنچے تو وہاں مولوی غلام مصطفےٰ صاحب دوسرے علماء کو بھی لے کر پہنچ گئے تھے، مخالفین نے خوب تیاری کر رکھی تھی اسٹیج لگے ہوئے تھے۔مولانا کو صدر منتخب کیا گیا، مناظرہ کے لیے ایک مولوی صاحب مقرر ہوئے قادیانیوں کا مناظر کھڑا ہوا اس نے مناظرہ کا موضوع بتایا کہ "حیات عیسیٰ علیہ السلام" پر بحث ہوگی یہ اعلان سنتے ہی مولانا خود کھڑے ہو گئے اور مخالفین کو خطاب فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا مغالطہ دور کرنا مقصود ہے یا مرزا قادیانی کے جھوٹا ہونے کا ثبوت درکار ہے، اگر یہاں انبیاء علیہم السلام کی حیات کے منکر موجود ہیں تو بتایئے حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر محمد مصطفےٰ ﷺ تک تمام انبیاء علیہ السلام کی حیات ثابت کرتا ہوں۔مخالفین سے پوچھیں کیا انبیاء علیہم السلام کی حیات پر شک وشبہ ہے اگر ہے تو اسکا جلدی ہی ازالہ کر دیا جائے گا یا یہ اس لیے آئے ہیں کہ مرزا قادیانی کی نبوت کے جھوٹے ہونے کا اعلان سنیں حضرت عیسیٰ علی نبینا علیہ الصلوۃ والسلام کی حیات کے ثبوت یا عدم ثبوت سے مرزا قادیانی کی صداقت کا کیا تعلق ہے۔اگر حیات مسیح ثابت ہو جائے تو گورداسپور کے ضلع میں نبی نہیں آسکتا اور اگر نہ ثابت ہو تو ضلع گورداسپور میں قادیانی کا دعویٰ صحیح ہو سکتا ہے آخر

بتائیں تو سہی اس بحث سے مرزائی مذہب کا کیا تعلق ہے؟ کس کس ہستی کی حیات میں ثابت کروں کیا عوام الناس کی برزخی زندگی یا مومنین اولیاء اللہ اور پھر انبیاء علیہم السلام کی؟ اس میں تو کوئی مسلمان شک وشبہ کر ہی نہیں سکتا، اس مضمون سے سامعین کو ایسا متاثر کیا کہ ہر ایک کو یقین ہو گیا کہ اب مخالفوں کو مقابلہ کی تاب نہ ہو سکے گی، بالآخر قادیانیوں کو ایسی شکست فاش دی کہ ذلیل ہو کر وہاں سے چلے گئے (ملفوظ شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ)(۴۱)

۳۱) محمدی بیگم کے قصبہ پٹی میں مرزائیوں سے حضرت مولانا نواب الدین سکتوہی رحمۃ اللہ علیہ کا مناظرہ ہوا تو فریق مخالف آنکھ ملا کر بات کرنے سے گریزاں تھے۔آپ نے متعدد بار گونج دار لفظوں میں فرمایا کہ! ادھر میری طرف دیکھو مگر وہ آنکھ نہ ملاتے تھے، ہجوم میں کسی نے کہا کہ حضرت انکا خیال ہے کہ آپ کی آنکھوں میں سحر ہے تو حضرت نے فرمایا!

تم نے جادوگر اسے کیوں کہہ دیا دہلوی ہے داغ بنگالی نہیں (۴۲)

۳۲) غالباً ۱۹۶۹ء کا واقعہ ہے کہ پاکپتن شریف کی درگاہ میں والد صاحب (حضرت مولانا نواب الدین سکتوہی رحمۃ اللہ علیہ) سے جو مناظرہ ہوا تھا اس میں والد صاحب نے لٹھ سے کام نہ لیا تھا شاید یہ اس لیے کہ یہ ان کے پیرومرشد کی درگاتھی۔اُسوقت پاکپتن شریف کی جامع مسجد کے خطیب ایک متبحر عالم دین مولانا عبد الحق صاحب تھے جو یہیں کے بڑے زمیندار بھی تھے۔مرزائیوں سے شرائط مناظرہ طے کرنے کیلئے مولانا صاحب تشریف لے جانے لگے تو میں بھی انکے ساتھ ہو گیا، مرزائی بڑے کروفر کیساتھ آئے تھے، میں انکی کتابوں کے انبار اور انکا کروفر دیکھ کر مرعوب ہو گیا، دل میں یہ خیال گزرنے لگا کہ میرے والد صاحب کے پاس تو کوئی کتاب نہیں وہ کیسے مناظرہ کریں گے چنانچہ جب میں نے اپنے اس تاثر کا والد صاحب سے اظہار کیا تو وہ ہنس پڑے اور مولانا عبد الحق صاحب سے فرمانے لگے کہ دیکھو! مظہر کیا کہہ رہا ہے، پھر مولانا سے فرمایا اس لڑکے کو سمجھاؤ کہ مناظرہ کتابوں سے نہیں تائید ربانی سے ہوتا ہے اور الحمد للہ یہ ہمیشہ میرے شامل حال رہا ہے میں نے زندگی میں ارباب باطل سے تمام مناظرے کتاب کے بغیر کیے ہیں۔یہاں یہ ذکر خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ مرزائیوں نے عام دستور کے خلاف پاک پتن شریف کے مناظرے میں والد ماجد کے مقابلے کیلئے کہن سال اور گرگان باران دیدہ کی بجائے نوجوان مناظروں کو بھیجا جو والد ماجد کے تبحر علمی، زور خطابت، شخصیت، ذہانت و فطانت اور شجاعت و بہادری سے قطعی طور پر نا آشنا تھے، ان نوجوانوں کے سرخیل تین مناظروں کا نام تو مجھے اب تک یاد ہے، جلال الدین شمس، عبد الرحمٰن اور سلیم ۔الحمد للہ اس مناظرے میں ۳۰ آدمیوں نے مرزائیت سے توبہ کی اور والد صاحب کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے ۔(حافظ مظہر

الدین)(۴۳)

واضح رہے کہ فاتح قادیانیت مولانا نواب الدین ستکوہی رحمۃ اللہ علیہ کو امام اہلسنت اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی نور اللہ مرقدہ نے بھی خرقہ خلافت عطا کیا تھا۔(۴۴)

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت علامہ نواب الدین چشتی شیر پنجاب و فاتح مرزائیت اور سیف الاسلام ہیں انہیں کوئی شکست نہیں دے سکتا۔(۴۵)

﴿مباہلے﴾

۴۳) افریقہ کی سرزمین پر ۱۸۹۸ء میں اہلسنت کے ایک عظیم مجاہد مولانا سید عبداللہ شاہ صاحب غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے قدم رکھا اور یورپ براعظم کو اپنی تبلیغی سرگرمیوں سے منور کیا، زیادہ وقت انکا کینیا اور اسکے قرب و جوار کے علاقہ میں گزرا، ہزاروں افراد انکے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ کینیا میں قادیانیوں سے بھی بڑا زبردست معرکہ رہا یہاں تک کہ مباہلہ کی دعوت دی گئی، مباہلہ ہوا اور بہت سے قادیانی ہلاک ہوئے۔(۴۶)

۴۴) اخیر رجب ۱۳۱۴ھ میں مرزا غلام احمد قادیانی نے رسائل اربعہ فقیر (مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ) کو بھیج کر دوسرے علماء کرام کیساتھ فقیر کو بھی مباہلہ کیلیے قسمیں دے کر بلایا اور مباہلہ سے بھاگنے والوں کو ملعون بتایا، فقیر نے بہ نظر صیانت عقائد اہل اسلام مرزا جی کو قبولیت مباہلہ لکھ کر بھیج دیا ۱۳۱۴ھ تاریخ مقرر کر کے مع اپنے دونوں فرزندوں کے ۲ شعبان وارد لاہور ہوئے جس پر مرزا صاحب کی طرف سے حکیم فضل دین لاہور میں آیا اور ایک مجمع کثیر کر کے مسجد مُلا مجید (واقع چہل بیبیاں موچی دروازہ) فقیر پر معترض ہوا کہ حضرت مرزا صاحب نے آپ کی یہ غلطی نکالی ہے کہ مباہلہ قرآن میں صیغہ جمع ہے اور آپ تنہا کیونکر کر سکتے ہیں؟ فقیر نے اسی مجمع میں اپنے رقعہ قبولیت مباہلہ سے اپنے فرزندوں کی شمولیت سے اپنا جمع ہونا ثابت کر دیا بلکہ اسوقت دونوں کو روبرو کر دکھایا جس پر مسیح موعود اور اس کے حوارین کی غلطی مانی گئی، پھر ظہور اثر مباہلہ کیلیے مرزا جی نے ایک برس معیاد رکھی تھی، فقیر نے بدلیل قرآن و حدیث اٹھانا چاہا اس پر حکیم مذکور اور مرزا صاحب نے ہٹ کی، جس پر فقیر نے ۱۴ شعبان کو اشتہار شائع کیا اور معیاد ۲۵ شعبان مقرر کی اور اخیر شعبان تک منتظر رہا۔ اور امرتسر جا کر مرزا جی کو قادیان سے بلایا وہ مباہلہ کے لیے نہ آئے اور اشتہار مورخہ ۲۵ شعبان بجواب اشتہار فقیر اس مضمون کا شائع کیا کہ تمام احادیث صحیحہ سے ظہور اثر مباہلہ کی معیاد ایک سال ثابت ہے اور ہر مدعی نبوت پر لعنت بھیجتا ہوں اور میری تکفیر کرنے والے تقویٰ اور دیانت کو چھوڑنے اور مجھ کو باوجود کلمہ گو اور اہل قبلہ ہونے کے کافر ٹھہراتے ہیں، اسکے جواب میں فقیر نے پندرہ اکابر علماء اہلسنت لاہور، قصور اور

امرتسر سے بدلیل قرآن کریم تصدیق کرایا کہ مباہلہ شرعی میں کوئی معیاد سال نہیں ہے، مرزا قادیانی نے محض بغرض دھوکہ دہی جواب کا جہل وغیرہ قید ایک سال لگائی ہے۔ جب مرزا صاحب کسی مباہلہ، مباحثہ، مناظرہ اور مفاہمہ کے لیے تیار نہ ہوئے تو مولانا غلام دستگیر قصوری نے ان الفاظ میں دعا کی!

"اے مالک الملک جیسا کہ تو نے ایک عالم ربانی حضرت محمد طاہر مؤلف مجمع الانوار کی دعا و سعی سے اس مہدی کاذب اور جعلی مسیح کا بیڑا غرق کیا تھا ویسا ہی دعا و التجا اس قصوری کان اللہ سے جو سچے دل سے تیرے دین متین کی تائید حتی الوسع ساعی ہے مرزا قادیانی اور اسکے حواریوں کو توبہ نصوح کی توفیق رفیق عطا فرما اگر یہ مقدر نہیں تو ان کو اس آیت قرآنی کے بنا "فقطع دابر القوم الذین کفروا" (۴۷)

مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے قادیانیوں کی جڑ (مرکز قادیان) کو ختم کرنے کی التجا کی تھی یہی وجہ ہے کہ یہ مرکز سے کٹ گیا ہے۔ (۴۸)

۳۵) مولانا کوکب نورانی بنام موجودہ سربراہ جماعت احمدیہ، مجھے ۲۲ اگست ۱۹۸۸ء کو رجسٹر پوسٹ سے ایک ملفوف رجسٹری بتاریخ ۸ اگست ۱۹۸۸ء از طرف رشید احمد چوھدری پریس سیکرٹری احمدیہ (غیر مسلم) ایسوی ایشن یو کے دعوت مباہلہ کے پمفلٹ اور ایک تحریر کے عکس کیساتھ ملا ہے جس کے جواب میں یہ تحریر رجسٹر پوسٹ سے بھیجی جا رہی ہے، واضح ہو کہ یہ فقیر یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ حضور اکرم، رحمت عالم، شفیع معظم فخر عالم حضرت محمد مصطفی ﷺ اللہ سبحانہ کے آخری نبی ہیں، مرتبہ نبوت انکی ذات بابرکات پر ختم ہوگیا اور تا قیام قیامت انہی کا دور نبوت ہے انکے بعد ہر مدعی نبوت یقیناً دجال و کذاب ہے اور مرزا غلام احمد قادیانی بلا شبہ دجال و کذاب تھا اور اس کے ماننے والے تمام قادیانی، مرزائی، احمدی اور لاہوری پارٹی والے سب خارج از اسلام ہیں یہ خادم اہلسنت ۱۹۸۶ء میں قادیانیوں اور تمام باطل فرقوں کے سرکردہ افراد کو دعوت مباہلہ دے چکا ہے، الحمد للہ کہ یہ فقیر ہنوز اپنی دعوت پر قائم ہے، مورخہ کیم اگست ۱۹۸۸ء کے روزنامہ جنگ کراچی اور روزنامہ نوائے وقت کراچی میں اس خادم اہل سنت کی طرف سے دعوت مباہلہ شائع ہو چکی ہے یہ فقیر خاک پائے آل رسول ان سطور کے ذریعے براہ راست "جماعت احمدیہ" کے سربراہ کو مطلع کرتا ہے کہ وہ جب چاہیں جہاں چاہیں اصول مباہلہ کے مطابق باقاعدہ تمام اہتمام کر کے اس خادم اہلسنت سے مباہلہ کرلیں اور معبود حقیقی جل مجدہ الکریم کا فیصلہ دیکھ لیں، ان شا اللہ العزیز حق و باطل کا فرق قدرت خود واضح کر دے گی (بندہ کوکب نورانی اوکاڑوی کراچی ۲۷ اگست ۱۹۸۸ء) (۴۹)

۳۶) حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۷۷ء میں لندن کے عالمی اجتماع میں شرکت کر کے اظہار خیال فرمایا اور قادیانی دجل وفریب کا پردہ چاک کر دیا۔۔۔آپ نے اس اجتماع میں قادیانیوں کے مباہلے کا چیلنج قبول کرنے کا اعلان کیا اور فرمایا کہ!

''ان شاء اللہ مرزا قادیانی کی باقیات کو محمد عربی ﷺ کے غلاموں کے سامنے آنے کی جرأت نہیں ہو گی اور ایسا ہی ہوا آپ کامیاب و کامران لندن سے واپس آئے''۔(۵۰)

۳۷) قادیانی جماعت کے ایک وفد نے حضرت قبلہ عالم سید پیر مہر علیشاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ!

''آپ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کیساتھ مباہلہ کیوں نہیں کر لیتے ؟ کہ ایک اندھے اور ایک اپاہج یعنی لنگڑے کے حق میں مرزا صاحب دعا کرتے ہیں اور اسی طرح ایک دوسرے اندھے اور اپاہج کے لیے آپ دعا کریں جس کے نتیجہ پر حق وباطل کا فیصلہ ہو حضرت قبلہ عالم قدس سرہ نے جواب دیا کہ مرزا صاحب سے کہہ دیں کہ اگر مُردے بھی زندہ کرنے ہوں تو آجائیں لیکن مرزا صاحب آمادہ نہ ہوئے''۔(۵۱)

﴿۔۔۔ماخذ ومراجع۔۔۔﴾

۱) اشرف علی تھانوی مولوی: الافاضات الیومیہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان ۱۴۰۶ھ ص ۲۶۵

۲) محمد اسماعیل پانی پتی: مقالات سر سید حصہ ہفتم مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۶۲ء ص ۲۸۸، ۲۸۹

۳) مجلہ معارف رضا کراچی صفر ۱۴۰۳ھ ص ۱۰۸

۴) محمد صادق قصوری: اکابر تحریک پاکستان حصہ اول مکتبہ رضویہ گجرات ۱۹۷۶ء ص ۷۶

۵) ہفت روزہ چٹان لاہور ۱۲ اپریل ۱۹۷۱ء ص ۱۶

۶) ہفت روزہ ''الفقیہہ امرتسر'' سواد اعظم اہلسنت و جماعت کا ترجمان تھا جس نے ۱۹۴۲ء کے اوائل سے امرتسر کے ساتھ لفظ پاکستان کا اضافہ کر دیا تھا۔محمد جلال الدین قادری: خطبات آل انڈیا سُنّی کانفرنس مکتبہ رضویہ گجرات ۱۹۷۸ء ص ۳۱

۷) ماہنامہ ضیائے حرم لاہور دسمبر ۱۹۷۴ء تحریک ختم نبوت نمبر ص ۴۵

۸) محمد عبدالحکیم شرف قادری علامہ: تذکرہ اکابر اہلسنت مکتبہ قادریہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۴۵۴، ۴۵۵

۹) محمد حسین بدر حکیم: سات ستارے نوری بک ڈپو لاہور ۱۳۹۹ھ ص ۵۶، ۵۷

۱۰) ہفت روزہ ختم نبوت کراچی ۱۹ تا ۲۵ دسمبر ۱۹۸۶ء ص ۱۳

۱۱) ایضاً ص ۱۳

۱۲) ماہنامہ مہر منیر گولڑہ شریف اگست ۲۰۰۰ء خاتم النبیین نمبر ص ۱۸

۱۳) فیض احمد فیض مولانا: مہر منیر پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز لمٹیڈ لاہور ۱۹۹۱ء ص ۲۳۴

۱۴) ماہنامہ ندائے اہلسنت لاہور اکتوبر ۲۰۰۰ء ص ۲۹۱

۱۵) ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی فروری مارچ ۱۸۹۰ء ص ۵

۱۶) ماہنامہ رضوان لاہور مارچ اپریل ۱۹۹۳ء ص ۷

۱۷) محمد انور قریشی: امام احمد رضا اور فتنہ قادیانیت، مرکزی مجلس رضا لاہور ۲۰۰۱ء ص ۲۸، ۲۹

۱۸) ماہنامہ السعید ملتان جنوری ۲۰۰۰ء امام اہلسنت نمبر ص ۸۰

۱۹) ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی اپریل ۱۹۷۴ء ص ۴۸

۲۰) فیض الرسول رضا نورانی صاحبزادہ: افکار نورانی مکتبہ اہلسنت لاہور ص ۶۳، ۶۴

۲۱) ماہنامہ القول السدید لاہور مئی ۱۹۹۴ء ص ۶۳

۲۲) ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی اگست ستمبر ۱۹۷۴ء ختم نبوت نمبر ص ۱۹

۲۳) ایضاً ص ۲۵، ۲۶

۲۴) محمد صدیق ہزاروی مولانا: تعارف علمائے اہلسنت مکتبہ قادریہ لاہور ۱۹۷۹ء ص ۱۳۴، ۱۳۵

۲۵) ماہنامہ لا نبی بعدی لاہور ستمبر تا نومبر ۲۰۰۳ء مجاہدین ختم نبوت نمبر ص ۲۲۰

۲۶) اقبال احمد فاروقی پیرزادہ: تذکرہ علمائے اہلسنت و جماعت لاہور مکتبہ نبویہ لاہور ۱۹۷۵ء ص ۳۳۷

۲۷) ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ مئی جون ۱۹۸۵ء ص ۲۲

۲۸) محمد عبدالحکیم شرف قادری علامہ: تذکرہ اکابر اہلسنت مکتبہ قادریہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۳۳۶

۲۹) ماہنامہ لا نبی بعدی لاہور ستمبر تا نومبر ۲۰۰۳ء مجاہدین ختم نبوت نمبر ص ۱۲۲

۳۰) ایضاً ص ۲۲۰

۳۱) ماہنامہ منہاج القرآن لاہور ستمبر ۱۹۸۹ء ص ۲۷، ۲۸

۳۲) ماہنامہ منہاج القرآن لاہور مئی جون ۱۹۹۰ء ڈاکٹر فرید الدین قادری نمبر ص ۱۸۱، ۱۸۲

۳۳) محمد بشیر کوٹلوی مولانا: سُنّی علماء کی حکایات فرید بک سٹال لاہور ص ۹۷

۳۴) ماہنامہ لا نبی بعدی لاہور اگست ۲۰۰۵ء ص ۴۰

۳۵) ہفت روزہ الہام بہاولپور ۱۴ نومبر ۱۹۷۴ء ختم نبوت نمبر ص ۱۵

۳۷) ماہنامہ القول السدید لاہور دسمبر ۱۹۹۴ء ص ۴۰۴

۳۸) ماہنامہ ندائے اہلسنت لاہور اکتوبر ۲۰۰۰ء ص ۲۹

۳۹) غلام احمد مولانا: انوار قمریہ محمد سعید پرنٹ ایکسپرٹ لاہور ۱۹۹۱ء ص ۳۷۶، ۳۷۷

۴۰) اویس علی سہروردی سید: مشائخین سہروردیہ: ادارہ سہروردیہ لاہور ۱۹۸۲ء ص ۵۰، ۵۱

۴۱) غلام احمد مولانا: انوار قمریہ محمد سعید پرنٹ ایکسپرٹ لاہور ۱۹۹۱ء ص ۱۳

۴۲) پندرہ روزہ ندائے اہلسنت لاہور ۱۶ تا ۳۱ جنوری ۱۹۹۴ء ص ۱۳

۴۳) ماہنامہ ضیائے حرم لاہور دسمبر ۱۹۷۴ء تحریک ختم نبوت نمبر ص ۸۰، ۸۱

۴۴) ہفت روزہ افق کراچی یکم تا ۷ اکتوبر ۱۹۷۸ء ص ۴

۴۵) ہفت روزہ الہام لاہور ۲۸ اپریل ۱۹۸۲ء ص ۶

۴۶) ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی مارچ ۱۹۷۶ء ص ۵۲

۴۷) اقبال احمد فاروقی پیر زادہ: تذکرہ علمائے اہلسنت و جماعت لاہور مکتبہ نبویہ لاہور ۱۹۷۵ء ص ۲۱۲ تا ۲۱۴

۴۸) ایضاً ص ۲۱۵

۴۹) ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ اکتوبر ۱۹۸۸ء ص ۲۰

۵۰) ماہنامہ ضیائے حرم لاہور اپریل ۲۰۰۱ء ص ۷۶

۵۱) فیض احمد فیض مولانا: مہر منیر پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز لمیٹڈ لاہور ۱۹۹۱ء ص ۲۳۳

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کے قادیانیوں کے خلاف

مناظرے اور تحریری خدمات

اُسامہ رضا قادری

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی گستاخان رسول اور ملت اسلامیہ کے ناسور قادیانیوں سے شدید نفرت کرتے تھے۔ پروفیسر سید شاہ فرید الحق بیان کرتے ہیں کہ ''1974ء میں جب ہم تبلیغی دورے پر سرنیام پہنچے تو وہاں ایک پروگرام میں سرنیام کا ایک قادیانی وزیر بھی آ گیا۔ جس پر آپ نے انتہائی ناگواری اور غصے کا اظہار کیا۔ جس پر وہ واپس چلا گیا'' علامہ شاہ احمد نورانی کی تبلیغی زندگی پر اگر نظر ڈالیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ نے اپنی تمام زندگی قادیانیت کے رد میں گزاری۔ آپ نے اپنی تبلیغی زندگی کے دوران نیروبی، دارلسلام، ماریشس، اور لاطینی امریکہ میں سرینام، گیانا، ٹرینی ڈاڈ وغیرہ میں آپ نے قادیانیوں سے بے شمار کامیاب مناظرے کئے۔ اور وہاں مرزائیوں کا ناطقہ بند کر دیا۔ آپ کا سب سے زیادہ مشہور مناظرہ لندن سے قادیانیوں کے نکلنے والے رسالے اسلامک ریویو کے ایڈیٹر سے ہوا۔ ساڑھے پانچ گھنٹے جاری رہنے والے اس مناظرے میں قادیانی مناظر کو آپ کے ہاتھوں عبرتناک شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ اور وہ اپنی کتابیں چھوڑ کر بھاگ گیا۔ دوسرا مشہور مناظرہ نیروبی کے مشہور قادیانی مناظر مرزا مبارک سے ہونا تھا لیکن وہ مناظرے کی مقررہ تاریخ کو مناظرے سے پہلے ہی میدان چھوڑ کر بھاگ گیا۔ علامہ شاہ احمد نورانی نے اپنی زندگی میں بے شمار قادیانی مناظروں سے مناظرے کئے۔ اور اللہ اور اس کے محبوب ﷺ کے کرم کے طفیل آپ کو ہر مناظرے میں فتح حاصل ہوئے۔ اور آپ کے ان مناظروں کی وجہ سے ہزاروں قادیانیوں نے قادیانیت سے تائب ہو کر اسلام قبول کیا۔

علامہ شاہ احمد نورانی نے بے انتہا مصروف زندگی گزارنے کے باوجود عیسائیت اور قادیانیت کے رد میں دو ضخیم کتابیں بھی لکھیں۔ جن میں

(۱) ☆☆☆ دی سیل آف پرافٹ (مہر نبوت) انگلش

(۲) ☆☆☆ جیس کرائسٹ ان دی لائٹ آف قرآن (یسوع مسیح قرآن کی روشنی میں) انگلش

(۳) ☆☆☆ جیل کے دن جیل کی راتیں (یہ کتاب آپ پر تحریک نظام مصطفیٰ کے دوران اسیری کے دنوں میں حکومتی مظالم کی داستان ہے۔)

ان کتابوں کے علاوہ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نے مختلف قومی اور بین الاقوامی امور پر آرٹیکل بھی لکھے جو پاکستان

کے قومی اخبارات میں شائع ہوئے۔ اپنے ان مضامین میں آپ نے اُمت مسلمہ اور بالخصوص پاکستان کو درپیش قومی اور بین الاقوامی مسائل کی نشاندہی اور ان کا مقابلہ کرنے کا لائحہ عمل بھی تجویز کیا۔ مارچ 1973ء میں علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نے اپنے اس تحریری کام کے حوالے سے فرمایا کہ "افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں کے جذبہ دینی میں کوئی شک وشبہ نہیں لیکن اس کا عملی مظاہرہ کچھ دیر سے ہوتا ہے۔ تحریری طور پر ختم نبوت پر انگریزی زبان میں میرے پاس ایک کتاب ہے۔ جس میں میں نے ایک سو سے زائد آیات اور تین سو سے زائد احادیث نبوی سے صراحتاً حضور اکرم ﷺ کی ختم نبوت کو ثابت کیا ہے۔ لیکن افسوس کتاب طبع نہیں ہوسکی۔ اور نہ ابھی اس کے طبع ہونے کی امید ہے۔ اس لیئے کہ وہ ضخیم بھی ہے اور اس کی طباعت کے اخراجات بڑھتے جارہے ہیں۔ پہلے اس کی طباعت پر پچیس ہزار کے خرچ کا اندازہ تھا۔ اب کاغذ کی گرانی کے سبب اسکے اخرجات میں مزید اضافہ ہوگیا ہے۔ اس لیے فی الحال اس کی طباعت ممکن نہیں ہے۔

دوسری کتاب میں نے اس سلسلے میں لکھی تھی جس کو مرزائی اپنے عقیدے کی بنیاد بتاتے ہیں "حیات مسیح علیہ السلام" اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کو ثابت کیا گیا ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا دعویٰ کہ میں مسیح ہوں جھوٹ پر مبنی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور ابھی نہیں ہوا ہے۔ باہر کی دنیا چونکہ مرزائیوں کے حالات سے بہت کم باخبر ہے۔ اور ان کو دھوکہ دینے کا موقع بآسانی مل جاتا ہے۔ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے۔ انگریزی اور فرانسیسی میں لٹریچر زیادہ سے زیادہ شائع کیا جائے۔" آخر میں علامہ شاہ احمد نورانی نے پیش کش کی کہ کوئی بھی صاحب خیر مسلمان ان کتابوں کو شائع کرا سکتا ہے۔ مجھے ان کتابوں کا کوئی معاوضہ نہیں چاہیے، میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ مسلمان قادیانیوں کے عزائم سے آگاہ ہوسکیں"۔ (انٹرویو ترجمان اہلسنت مارچ 1973ء) افسوس کہ علامہ شاہ احمد نورانی کی مندرجہ بالا تصانیف آج تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوسکیں۔ پاکستان سمیت دنیا بھر میں ہزاروں مسجدوں، مدرسوں، کالجوں، فلاحی وسماجی اداروں، ڈسپنسریوں، ہسپتالوں کو قائم کرنے والے اور ان کی کفالت کرنے والے علامہ شاہ احمد نورانی اپنی ذاتی کتابوں کو زیور طباعت سے آراستہ نہ کر سکے۔ اس لیئے نہیں کہ آپ کے پاس ان کو شائع کرانے کیلئے وسائل نہیں تھے۔ بلکہ یہ آپ کی طبیعت کی عاجزی و انکساری تھی۔ جس نے ان کتابوں کو طباعت کے مرحلے سے دور رکھا۔ اگر آپ حکم فرماتے تو ہزاروں لاکھوں مریدین ان کتابوں کی طباعت میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش کرتے۔ راقم الحروف اس بات کا گواہ ہے کہ ستمبر 1999ء میں (جب یہ خادم انجمن نوجوانان اسلام ضلع شرقی کا جنرل سیکرٹری تھا) نے تحریکی اور تنظیمی زندگی کے حوالے سے ایک کتاب

"تحریک نظام مصطفیٰ میں قائد، کارکن اور تحریکی تقاضے" کے عنوان سے لکھی تھی۔ اس کتاب کو میں نے انجمن نوجوانان اسلام کے منعقدہ ایک اجلاس میں جو کہ حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کی قیام گاہ پر منعقد ہوا تھا۔ حضرت کی خدمت عالیہ میں پیش کیا تھا۔ قائد ملت اسلامیہ نے ہماری اس کوشش پر بے حد حوصلہ افزائی فرمائی اور اجلاس میں موجود محمد احمد صدیقی صاحب کو حکم دیا کہ اس کتاب کو ایک نظر دیکھ لیں۔ اس کے بعد ہم سے ارشاد فرمایا کہ آپ اسے ہمیں دے دیجئے گا ہم اسے جمعیت علمائے پاکستان کی طرف سے شائع کریں گے۔ محمد احمد صدیقی صاحب کی نظر ثانی اور ان کی تعریفی کلمات کے ساتھ مسودہ ہمیں واپس مل گیا۔ لیکن افسوس کہ ضلعی صدر کی عدم دلچسپی، پرخاش اور رنجش کے سبب ہماری طبیعت نے گوارہ نہیں کیا کہ ہم اسے حضرت کی خدمت میں پیش کریں۔ چنانچہ آج وہ مسودہ یوں ہی پڑا ہے۔ لیکن ہمیں کامل یقین ہے اس وقت یہ صورتحال درپیش نہ ہوتی اور ہم اس مسودے کو حضرت کی خدمت میں پیش کردیتے تو وہ ضرور شائع ہوجاتا۔ کیونکہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ قائد محترم نے کسی چیز کا وعدہ فرمایا ہو اور پورا نہیں کیا ہو۔ اس تمام کہانی کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت علامہ شاہ احمد نورانی جب ہم جیسوں کی لکھی ہوئی تحریروں کو شائع کرنے کا وعدہ کرسکتے ہیں تو ان کی اپنی کتابیں کیوں شائع نہیں ہوسکتی تھیں۔ یقیناً ضرور ہوسکتی تھیں، اگر حضرت چاہتے۔ لیکن حضرت علامہ شاہ احمد نورانی نے ایسا نہیں چاہا۔ اب یہ قرض ان کے مریدین پر واجب الادا ہے کہ وہ آپ کی غیر مطبوعہ کتابوں کی اشاعت کا انتظام کریں۔ اور آپ کا وہ کام جو آپ کی عاجزی وانکساری کے سبب عوام کے سامنے نہیں آسکا سامنے آئے۔ اور ان کے استفادے کا سبب بنے۔

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

تاجدار گولڑہ اور معرکہ قادیانیت

محمد طارق قمر

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز	چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

معرکہ حق و باطل ازل سے جاری ہے اور ابد تک جاری رہے گا۔ باطل جب بھی جس شکل میں آیا اللہ تعالیٰ نے اس کی سرکوبی کے لیے حق کو کسی نہ کسی صورت میں بھیج دیا۔ باطل نمرود کی شکل میں نمودار ہوا تو حق سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی صورت میں بساط عالم پر ابر بہار بن کر چھا گیا اور باطل قعد رذلت میں گم ہو کر رہ گیا۔ باطل اگر فرعون کی شکل میں ظاہر ہوا تو آفتاب حق سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے قالب صدق وصفا میں طلوع ہوا۔ باطل مسیلمہ کذاب بنکر آیا تو حق سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صورت میں مدمقابل ہوا۔ باطل یزید کی شکل میں آیا تو حق سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی صورت میں ظاہر ہوا اور باطل اگر مرزا قادیانی کی شکل میں آیا تو حق غوث دوراں مجدد زماں حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی صورت میں ظہور پذیر ہوا۔

ایں دو قوت از حیات آمد پدید	موسیٰ و فرعون و شبیر و یزید

مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی سے جھوٹے مدعیان نبوت کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا وہ گزشتہ صدی کے دجال لعین مرزا غلام احمد قادیانی تک پہنچا ہوا ہے۔ ان تمام جھوٹے دعویداران نبوت نے اپنے مذہب کو بڑی ملمع سازی کیساتھ پیش کیا۔ لیکن مرزا غلام احمد قادیانی نے دجل وفریب میں تمام ائمہ تلبیس کو پیچھے چھوڑ دیا۔ لیکن حق و باطل کا امتیاز ہو کر رہتا ہے جلد ہی مرزا کی اس ملمع سازی سے پردہ اٹھا اور علماء و اولیاء نے اس فتنہ کو کچلنے کے لیے عظیم کارنامے سرانجام دیے ان میں زبدۃ المحققین قطب العارفین سید الواصلین مہر شریعت وطریقت مجدد دین وملت حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ العزیز کا اسم گرامی سرفہرست ہے۔

مکاشفات ومشاہدات:

۱۔ حضرت قبلہ عالم گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ حضرت رسالت مآب ﷺ نے مجھے فرمایا کہ یہ مرزا قادیانی اپنی تاویلات فاسدہ کی مقراض سے احادیث کو ٹکڑے ٹکڑے کر رہا ہے اور تم خاموش بیٹھے ہو۔ پس اس فرمان کے بعد جو کچھ میں نے تحریر کیا ہے وہ تمام اہل اسلام کی خیر خواہی اور نصیحت کے لیے کیا ہے۔ اور مرزا کے عقائد باطلہ کا فساد جو اثر میں سم قاتل ہے کتاب وسنت اور علمائے اُمت مرحومہ کے عقائد صحیحہ کی روشنی میں ظاہر کر دیا ہے۔(۱)

۲۔ ایک اور کشف کے متعلق حضرت قبلہ عالم گولڑوی کی ایک خودنوشتہ یادداشت کے متعلقہ حصہ کا ترجمہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے! "جن دنوں مرزا غلام احمد قادیانی نے بظاہر تحقیق حق کی غرض سے اشتہارات کے ذریعہ دعوت دی تھی اور میں اسے منظور کرنے کا ارادہ کر رہا تھا مجھے اس نعمت عظمیٰ کا شرف حاصل ہوا کہ میں اپنے حجرہ میں بحالت بیداری آنکھیں بند کیے تنہا بیٹھا تھا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا کہ قعدہ کی حالت میں جلوس فرما ہیں اور یہ عاصی بھی چار بالشت کے فاصلے پر اسی حالت میں باادب تمام شیخ کی خدمت میں مرید کی حاضری کی طرح بالمقابل بیٹھا ہے اور مرزا غلام احمد اس جگہ سے دور مشرق کی طرف منہ کیے اور آنحضرت ﷺ کی طرف پشت کر کے بیٹھا ہے۔ اس رویت کے بعد میں بمع احباب لاہور پہنچا لیکن مرزا اپنے تاکیدی وعدہ سے پھر گیا اور لاہور نہ آیا"۔(۲)

۳۔ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب ۱۸۹۰ء میں بغرض ادائیگی حج بیت اللہ گئے اور حجاز مقدس میں سکونت پذیر ہونے کا ارادہ فرمایا تو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے بنابر کشف آگاہ ہو کر فرمایا کہ عنقریب سرزمین ہند میں ایک بہت بڑا فتنہ ظاہر ہونے والا ہے جسکا سدباب آپکی ذات سے متعلق ہے اگر اس وقت آپ اپنے وطن میں بالفرض خاموش بھی بیٹھے رہے تو بھی ملک کے علماء اس فتنہ کی زد سے محفوظ رہیں گے۔ چنانچہ بعد ازاں وطن لوٹنے پر مکاشفات ومشاہدات کے ذریعہ آپکو معلوم ہوا کہ اس فتنہ سے مراد "فتنہ قادیانیت" تھا کیونکہ حضرت حاجی صاحب کی پیشگوئی کے مطابق اگلے ہی سال یعنی ۱۸۹۱ء میں مرزا قادیانی نے مناظر اسلام، مامور اور مجدد کے دعووں سے آگے قدم بڑھا کر مثیل مسیح اور پھر رفع ونزول حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے انکار کر کے انکی موت اور اپنے مسیح موعود ہونے کا اعلان کر دیا۔(۳)

ان مکاشفات ومشاہدات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اللہ رب العزت نے اعلیٰ حضرت گولڑوی کی تخلیق دین اسلام کی حفاظت وسربلندی کے لیے فرمائی اور مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت سے پہلے ہی اس باطل قوت سے نبرد آزما ہونے کے لیے قدرت نے تاجدار گولڑوی کو منتخب فرمایا۔ گویا کہ رد قادیانیت میں آپ مامور من اللہ، مامور من الرسول ﷺ اور مامور من الشیخ تھے۔

قادیانی کا دعویٰ مسیح موعود:

قادیانی نے اپنے مسیح موعود ہونے کا اعلان بایں الفاظ کیا "میرا دعویٰ یہ ہے کہ میں وہ مسیح موعود ہوں جس کے بارے میں خدائے تعالیٰ کی تمام کتابوں میں پیشگوئیاں ہیں کہ وہ آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا"۔(۴)

حضرت قبلہ عالم گولڑوی مکاشفات ومشاہدات کی بنا پر اس فتنہ سے پوری طرح آگاہ تھے کہ اس اثناء میں

مرزا غلام احمد کی جانب سے آپکو ایک دعوت نامہ موصول ہوا جسکا مضمون یہ تھا کہ میں مسیح موعود ہوں اور خدائے تعالیٰ کی طرف سے احیائے دین اور عروج اسلام کیلئے مامور کیا گیا ہوں۔ آپ اس مشن میں میری اعانت کریں"۔

آپ نے جواب لکھوایا کہ! "میں آپکو مسیح موعود اور مامور من اللہ نہیں مانتا آپ اپنی توجہ حسب سابق غیر مسلموں کیساتھ مناظرات اور تبلیغ اسلام پر مرکوز رکھیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔(۵)

شمس الھدایہ فی اثبات حیات المسیح علیہ السلام:

کچھ عرصہ کے بعد مرزا قادیانی نے اپنی کتاب "ایام الصلح" میں تمام علماء ومشائخ کو چیلنج کیا کہ اس وقت آسمان کے نیچے کسی کی مجال نہیں جو میری برابری کا دعویٰ کر سکے۔ میں اعلانیہ اور بلا کسی خوف کے کہتا ہوں کہ اے مسلمانو! تم میں بعض لوگ محدثیت اور مفسریت کے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں اور بعض ازراہ ناز زمین پر پاؤں بھی نہیں رکھتے اور کئی خدا شناسی کا دم بھرتے ہیں اور چشتی، قادری، نقشبندی اور سہروردی اور کیا کیا کہلاتے ہیں ان سب کو میرے سامنے تو لاؤ"۔(۶)

اس چیلنج کے بعد پیر مہر علی شاہ صاحب نے ایک رسالہ "شمس الھدایہ فی اثبات حیات المسیح علیہ السلام کے نام سے تحریر فرمایا اور آپ نے اس رسالہ کے مقدمہ میں مرزا کی لاف زنی کو ذکر کرنے کے بعد تحریر فرمایا کہ! آپ نے بجا فرمایا وہ لوگ چونکہ مفسر اور محدث اور خدا شناس ہیں تو پھر لاف زنی اور گردن فرازی ان سے ظاہر ہو بلکہ وہ لوگ تو چاہتے ہیں کہ آپکو بھی اللہ تعالیٰ ایسی لافوں سے بچائے اور **فوق کل ذی علم علیم** اور **بلی عبدنا خضر** کی طرف توجہ دلائے۔

خاکساران جہاں را بحقارت منگر توچہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد(۷)

اس رسالہ میں حضرت قبلہ عالم گولڑوی نے نزول مسیح اور حیات مسیح علیہ السلام کے عقیدہ کو انتہائی محققانہ انداز میں بیان فرمایا۔ اور قرآن وسنت کی روشنی میں ثابت کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر زندہ موجود ہیں اور قرب قیامت میں دوبارہ دنیا میں تشریف لا کر اپنے فرائض منصبی کو سرانجام دیں گے۔ اور یہ عقیدہ ملت اسلامیہ کے اجماعی اور متفق علیہ عقائد میں سے ہے اور قادیانی کا دعویٰ مسیحیت غلط اور باطل ہے۔

دعوت مبارزت:

مرزا قادیانی نے حضرت قبلہ عالم گولڑوی اور چھیاسی علماء کرام کو مناظرے کا چیلنج کیا۔ پیر صاحب نے جوابی اشتہار میں فرمایا کہ مشائخ عظام اور علماء کرام کو تشریف آوری سے بغیر از تضیع اوقات و تکلیف عبث کیا حاصل ہوگا۔ لہذا

عرض کرتا ہوں کہ شرق سے غرب تک ان بزرگواروں کو آپ کیوں تکلیف محض دیتے ہیں۔فقط یہ ایک ہی نیاز مند انکا حاضر ہو جائے گا۔(۸)

تاجدار گولڑہ نے قادیانی کے اس چیلنج کو قبول فرمایا اور ۲۵ اگست ۱۹۰۰ء کو لاہور میں مناظرہ ہونا طے پایا۔اس اعلان کے ساتھ ہی ہندوستان کے طول وعرض سے علماء ومشائخ کے علاوہ عام لوگ بھی لاہور پہنچنا شروع ہو گئے۔تمام مکتبہ فکر کے علماءعوام ایک پلیٹ فارم پر جمع تھے۔اور اتفاق واتحاد کی بابرکت لہر نے پورے ہندوستان کے مسلمانوں کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا تھا۔جسکا سہرا عالم اسلام کے بطل جلیل پیر سید مہر علی شاہ صاحب کے سر تھا۔وہی اس معرکہ میں ایک رہبر ورہنما کی حیثیت رکھتے تھے کیونکہ علمی طور بھی تمام اسلامی فرقوں نے انہیں اس معاملہ میں اپنا قائد تسلیم کرلیا تھا۔

حضرت قبلہ عالم گولڑوی حسب وعدہ ۲۴ اگست کو لاہور تشریف لے گئے ۲۵ اگست کا دن مناظرے کے لیے مقرر تھا۔لوگ حق وباطل کے اس معرکہ کو دیکھنے کے لیے بادشاہی مسجد میں جمع ہو رہے تھے۔قادیانی حضرات اس بات کو بار بار دہرا رہے تھے کہ مرزا صاحب ضرور تشریف لائیں گے۔لیکن مرزا کو نہ آنا تھا اور نہ آیا۔جب قادیانی حضرات کا آخری وفد مرزا صاحب کے نہ آنے کی خبر لے کر پہنچا تو قادیانی حلقے میں بہت انتشار پیدا ہو گیا۔بعض نے قادیانیت سے دستبرداری کا اعلان کیا ان میں لاہور کے مشہور قادیانی بابو الٰہی بخش صاحب بھی تھے۔جنہوں نے بعد میں پیر مہر علی شاہ صاحب کی تعریف وتوصیف میں مختلف پمفلٹ بھی لکھے اور انکی فتح ونصرت پر انہیں مبارکباد دی۔اس طرح قادیانی للکار کے جواب میں تاجدار گولڑہ کی قیادت میں مسلمانوں کی یلغار نے قادیانیت کا منہ پھیر دیا۔

تھی خبر گرم کہ غالب کے اڑیں گے پرزے دیکھنے ہم بھی گئے پر یہ تماشہ نہ ہوا(۹)

حق وباطل:

شورش کاشمیری صاحب لکھتے ہیں کہ! ''قادیانی جماعت کے ایک وفد نے حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ آپ مرزا قادیانی سے مباہلہ کرلیں۔ایک اندھے اور لنگڑے کے حق میں آپ دعا کریں دوسرے اندھے اور لنگڑے کے حق میں مرزا قادیانی دعا کرے جسکی دعا سے اندھا اور لنگڑا ٹھیک ہو جائیں وہ سچا ہے اس طرح حق وباطل کا فیصلہ ہو جائے گا۔سید پیر مہر علی شاہ صاحب نے جواب دیا کہ یہ بھی منظور ہے اور جاؤ مرزا قادیانی سے یہ بھی کہہ دو اگر مردے بھی زندہ کرنے ہوں تو آجاؤ۔مہر علی شاہ مردے زندہ کرنے کیلیے بھی تیار ہے۔سچ ہے کہ جو شخص حضور نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت کے تحفظ کیلیے کام کرتا ہے اسکی پشت پر نبی کریم ﷺ کا ہاتھ ہوتا ہے۔قادیانی وفد

یہ جواب پا کر واپس چلا گیا اور کچھ پتہ نہیں چلا کہ مرزا اور ان کے حواری کہاں ہیں۔

جب مرزا صاحب کی تعلیاں بہت بڑھ گئیں تو حضرت قبلہ نے انکی ملہمانہ خوشیوں کا تجزیہ کرتے ہوئے دو روحانی چیلنج کیے ایک یہ کہ کاغذ پر قلم چھوڑ دو سچا قلم خود بخود چلے گا اور تفسیر قرآن لکھ دے گا دوسرا یہ کہ حسب وعدہ شاہی مسجد میں آؤ ہم دونوں اسکے مینار سے چھلانگ لگاتے ہیں جو سچا ہوگا وہ بچ جائے گا جو کاذب ہوگا مر جائے گا۔ مرزا صاحب نے جواب میں اسطرح چپ سادھی گویا دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں۔ (۱۰)

تاجدار گولڑہ کی قادیانی کے بارے میں پیشگوئی:

حضرت قبلہ عالم گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ سیف چشتیائی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ ابن عساکر کی حدیث نزول ابن مریم علیہ السلام کو درج فرمانے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے آخر میں یہ بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حج وعمرہ کریں گے اور میری قبر پر کھڑے ہو کر سلام پیش کریں گے اور میں اسکا جواب دوں گا۔ اور ہم پیشن گوئی کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفا میں حاضر ہو کر سلام عرض کرنا اور جواب سے مشرف ہونا یہ نعمت قادیانی کو کبھی نصیب نہ ہوگی۔ (۱۱)

چنانچہ آپ کی یہ پیشن گوئی پوری ہوئی اور مرزا قادیانی کو نہ تو حج وعمرہ نصیب ہوا اور نہ ہی مدینہ شریف کی حاضری جو مسیح موعود کے لیے ضروری تھی اور اس سے اسکا کذب وکفر واضح ہو گیا۔

تاجدار گولڑہ کی تالیفات وخدمات پر علمائے کرام کے تاثرات:

۱۔ مولانا رفیق دلاوری صاحب رقمطراز ہیں کہ مرزائیت کی تردید میں جو ہزاروں لاکھوں کتابیں لکھی گئی ان میں شاید سب سے پہلی کتاب ''شمس الہدایہ'' تھی جو پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی نے جو علم حدیث میں مولانا احمد علی صاحب محدث سہارن پوری مرحوم کے شاگرد ہیں زیب رقم فرمائی۔ اس کتاب میں مسئلہ حیات مسیح علیہ السلام کو اس طرح منقح کیا گیا ہے کہ اس کے بعد کسی دلیل کی حاجت نہیں رہتی جب یہ کتاب شائع ہوئی تو مرزائی حلقوں میں کہرام مچ گیا۔ (۱۲)

۲۔ مولانا فیض احمد فیض صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت قبلہ عالم گولڑوی کی یہ تصنیف لطیف شمس الھدایہ فی اثبات حیات المسیح علیہ السلام برصغیر کے علمی طبقہ میں نہایت مقبول ہوئی حتیٰ کہ مسلک اہل حدیث کے مشہور عالم مولانا عبد الجبار غزنوی صاحب آپکو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں! ''کتاب شمس الھدایہ در رد ملاحدہ و زنادقہ عصر خذلھم اللہ از نظر احقر گزشت از مطالعہ اش

حظ وافر و خیر ظاهر بر داشتیم کثر الله تعالیٰ امثالکم و نور ربالکم وجعل الی کل خیر مالکم ''ملحدین اور زنادقِ عصر کے رد میں کتاب شمس الھدایہ احقر کی نظر سے گزری اور اس کے مطالعہ سے میں نے حظ وافر اور خیر ظاہر کو حاصل کیا ہے۔(۱۳)

۳۔ شمس الھدایہ کے مطالعہ سے بعض لوگ مرزائیت سے تائب ہو گئے حتیٰ کہ کتاب ''صاعقہ رحمانی بر نخل قادیانی'' کے مصنف مولانا حبیب اللہ امرتسری صاحب نے جو ایک مکتوب حضرت کی خدمت میں ارسال کیا اس میں کہا کہ مرزائیوں کی کتاب ''عسل مصفیٰ'' پڑھ کر میرے دل میں قسم قسم کے شکوک شبہات پیدا ہو گئے تھے۔ مگر الحمد للہ جناب کی تصانیف ''سیف چشتیائی، اور شمس الھدایہ'' نے میرے مذبذب دل میں تسلی بخش امرت ٹپکایا۔ نیز چند مرزائیوں نے اسے پڑھا۔ چنانچہ حکیم الٰہی بخش صاحب مرحوم مع اپنے لڑکے کے آخر مرزائیت سے توبہ کر گئے اور اسلام پر فوت ہوئے۔(۱۴)

۴۔ مولانا انور شاہ کشمیری صاحب نے اپنی کتاب ''عقیدۃ الاسلام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام'' کے دیباچے میں سیف چشتیائی کو مسئلہ حیات مسیح علیہ السلام پر ایک بہترین کتاب قرار دیا ہے۔(۱۵)

۵۔ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب تفسیر بیان القرآن میں سورۃ النساء کی آیۂ کریمہ **وقولهم انا قتلنا المسيح عيسىٰ ابن مريم رسول الله** کے تحت لکھتے ہیں کہ! ''حیات وموت عیسوی کی بحث میں کتاب سیف چشتیائی قابل مطالعہ ہے''۔(۱۶)

۶۔ تھانوی صاحب نے اپنے رسالہ ''قائد قادیان'' میں رد قادیانیت میں لکھی گئی تصانیف کا تذکرہ کرتے ہوئے شمس الھدایۃ اور سیف چشتیائی کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ اور سیف چشتیائی کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کا جواب مرزا سے نہ ہو سکا۔(۱۷)

۷۔ مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب تفسیر بیان القرآن کی تلخیص میں تحریر کرتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و موت کی بحث میں کتاب سیف چشتیائی قابل مطالعہ ہے۔(۱۸)

۸۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب اپنے رسالہ ''تاریخ مرزا'' میں لکھتے ہیں کہ! ''ایک وقت مرزا صاحب کی توجہ پیر مہر علی شاہ صاحب سجادہ نشین گولڑہ شریف ضلع راولپنڈی کی طرف ہو گئی فریقین نے اس مضمون پر کتابیں لکھیں آخر مرزا صاحب نے بذریعہ اشتہار انکو للکارا کہ میرے مقابل سات گھنٹہ زانو بزانو بیٹھ کر چالیس آیات قرآنی کی عربی میں تفسیر لکھیں جو تقطیع کلاں بیس ورق سے کم نہ ہو پھر جسکی تفسیر عمدہ ہو گی وہ موید من اللہ سمجھا جائے گا لیکن اس مقابلہ

کے لیے پیر موصوف کی شمولیت یا انکی طرف سے چالیس علماء کا پیش کردہ مجمع ضروری ہے اس سے کم ہوں گے تو مقابلہ نہ ہوگا۔

اس دعوت کے مطابق پیر گولڑہ صاحب بغرض مقابلہ اگست ۱۹۰۰ء بمقام لاہور پہنچ گئے لیکن پیر صاحب نے چالیس علماء کی شرط کو فضول سمجھا اور مقابلہ تفسیر نویسی کے لیے بذات خود پیش ہوئے مگر مرزا صاحب تشریف نہ لائے بلکہ قادیان سے ایک اشتہار بھیج دیا کہ پیر صاحب گولڑہ مقابلہ سے بھاگ گئے۔(۱۹)

۹۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب نے اپنے رسالہ "تفسیر نویسی کا چیلنج اور فرار" میں بھی پیر مہر علی شاہ صاحب کی رد قادیانیت میں خدمات کو سراہا ہے۔(۲۰)

۱۰۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مقالہ نگار ڈاکٹر عبد الغنی صاحب قبلہ عالم گولڑوی کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں!"مرزا غلام احمد قادیانی (۱۹۰۸ء) نے جب پہلے مسیح موعود پھر نبی ہونے کا دعویٰ کیا تو پیر صاحب نے یکے بعد دیگرے "شمس الھدایہ فی اثبات حیات المسیح اور سیف چشتیائی" تصنیف کر کے حیات مسیح اور ختم نبوت کے مسائل پر کتاب وسنت کی روشنی میں مدلل بحث فرمائی۔یہ ایک حقیقت ہے کہ پیر صاحب نے حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب کی پیشنگوئی کے مطابق قادیانیت کے سلسلے میں بڑا موثر کردار انجام دیا۔(۲۱)

۱۱۔ مولانا اللہ وسایا صاحب "سیف چشتیائی" پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ!"برصغیر کے معروف روحانی بزرگ اور صاحب دل حضرت مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ جنکا وجود مرزائیت کے بانی مرزا قادیانی کے لیے درہ عمر کی حیثیت رکھتا تھا۔مرزا قادیانی آپ کے سائے سے بھی اس طرح بھاگتا تھا جسطرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نام سے شیطان بھاگتا ہے۔انہوں نے ایک کتاب حیات مسیح علیہ السلام پر شمس الھدایہ تحریر کی جو دراصل مرزا قادیانی کی لکھی ہوئی سورۃ الفاتحہ کی تفسیر اعجاز المسیح کا جواب تھی۔مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑوی کی کتاب شمس الھدایہ کا جواب مرزا قادیانی نے محمد احسن امروہی قادیانی سے بنام "شمس بازغہ" لکھوایا اس شمس بازغہ کا جواب پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے "سیف چشتیائی" کے نام سے تحریر کیا۔خالص علمی ومعلوماتی خزانہ ہے جس سے صرف اہل علم ہی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔۔۔اس کتاب کا سن اشاعت ۱۹۰۰ء ہے اسکے بعد قادیانی ۸ سال زندہ رہا مگر جواب دینے کی توفیق نہ ہوئی۔اور اسکا جواب آج تک قادیانی اُمت کے ذمہ ہے۔**وان لم تفعلوا ولن تفعلو فاتقوالنار**(۲۲)

۱۲۔ ہندوستان کے مشہور عالم مولانا فضل حق رام پوری نے ایک سال اجمیر شریف میں عرس کے موقع پر حضرت

قبلہ بابوجی رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کے متعلق فرمایا تھا کہ! ''یوں تو حضرت کے کمالات بہت بیان ہوئے ہیں لیکن میں تو اس دماغ کا شیدائی ہوں جس سے سیف چشتیائی ظہور میں آئی ہے۔(۲۳)

۱۳۔ مولانا رفیق دلاوری صاحب ''ائمہ تلبیس'' میں تحریر کرتے ہیں کہ! ''مرزا نے ۲۲ فروری ۱۹۰۱ء کو رسالہ اعجاز مسیح جس میں سخت ملحدانہ انداز میں سورہ فاتحہ کی تفسیر لکھی تھی شائع کیا اور اسے قرآن پاک کی طرح معجزہ کی حیثیت سے پیش کیا مرزائیوں نے اس کی اشاعت پر بڑا اودھم مچایا اور کہا کہ قرآن کے بعد اسکی کوئی نظیر پیش نہیں کی جاسکتی۔علمائے اُمت نے فرمایا کہ دعویٰ اعجاز چھوٹا منہ بڑی بات ہے اسکی عبارت تک درست نہیں۔حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی نے سیف چشتیائی میں نہ صرف اعجاز المسیح کی غلطیوں کے انبار لگادیئے اور مرزائیوں کی حماقت ظاہر کی بلکہ یہ بھی دکھادیا کہ سلطان القلم صاحب نے کس کس کتاب سے کیا کیا عبارتیں چرائی ہیں۔(۲۴)

۱۴۔ مولانا علامہ محمد صدیق ہزاروی صاحب مدظلہ لکھتے ہیں کہ! ''جس طرح حضرت پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ نے قادیانی دجال کی گرفت فرمائی ہے وہ ایک ناقابل تردید کامیاب کوشش ہے اسکے ساتھ ساتھ حضرت پیر صاحب کا طرہ امتیاز یہ ہے کہ قلمی میدان میں آپ کو نہ صرف اس اعتبار سے سبقت حاصل ہے کہ سب سے پہلے مرزا کے خلاف آپ کا قلم حرکت میں آیا بلکہ آج تک رد قادیانیت میں لکھی جانے والی کتب میں علمی اعتبار سے آپ کی کتب سب سے آگے ہیں۔(۲۵)

۱۵۔ مولانا ممتاز احمد چشتی صاحب لکھتے ہیں! ''آپ نے شمس الھدایہ اور سیف چشتیائی جیسی معرکۃ الآرا تحقیقی کتابوں کے ذریعے قادیانیت کے ایوان میں تزلزل ڈال دیا اور مرزائیت پر ضرب کاری لگا کر ختم نبوت کے تحفظ کا جھنڈا بلند کیا۔قادیانیت کی تردید کرنے والا ہر فرد بشر علمی و تحقیقی میدان میں آنجناب کے خرمن علم کا خوشہ چین ہے اور آپ کے جرأتمندانہ اقدام کا ممنون ہے۔(۲۶)

۱۶۔ آغا شورش کاشمیری صاحب نے لکھا ہے کہ حضرت پیر صاحب قبلہ نے اردو میں ''شمس الھدایہ فی اثبات حیات المسیح'' لکھ کر مرزا صاحب کا طلسم پاش پاش کیا۔اس میں کتاب وسنت سے واضح فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں وہ قیامت کے قریب زمین پر تشریف لائیں گے۔مرزا صاحب کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ وہ وفات پاگئے اور مسیح موعود میں ہوں۔اس کتاب سے قادیان میں تہلکہ مچ گیا اور تمام ملک کے حلقہ علماء میں ان کے دعویٰ مسیحیت کی دھجیاں بکھر گئیں۔(۲۷)

۱۷۔ محمد حیات خان صاحب سیف چشتیائی کے پیش لفظ میں تحریر کرتے ہیں۔حضرت کی یہ تصنیف یعنی سیف

چشتیائی اپنے نادر استدلال، بلند پایہ علمی مضامین اور مسئلہ زیر بحث پر سوال وجواب کے پیرایہ میں واضح اور دل نشین انداز اور تجزیہ کے باعث نہایت مقبول ہوئی ہے۔(۲۸)

۱۸۔ جناب خالد شبیر احمد صاحب قبلہ عالم کی فتنہ قادیانیت کے رد میں خدمات پر سیر حاصل بحث کرنے کے بعد آخر میں رقمطراز ہیں!"اور یوں پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کیساتھ یہ مرزا غلام احمد کا یہ دور آویزش ختم ہوگیا۔جس کیساتھ ہی پیر مہر علی شاہ کا نام نامی تاریخ محاسبہ قادیانیت میں ایک روشن وتابناک باب کی حیثیت سے قیامت تک کیلئے محفوظ ہو کر رہ گیا۔(۲۹)

۱۹۔ صادق علی زاہد صاحب اپنی کتاب"علماء حق اور رد فتنہ مرزائیت"میں تحریر کرتے ہیں کہ حضور قبلہ عالم کی رد قادیانیت کے سلسلہ میں خدمات کا ایک زمانہ معترف ہے اس وقت سے لیکر آج تک اکثر مورخ ومحقق اپنی کتب اور تحریروں میں تسلیم کرتے چلے آرہے ہیں کہ حضرت پیر صاحب کی علمی اور روحانی قیادت اس تحریک کی شکست میں ایک کارگر حربہ ثابت ہوئی۔مستقل تصنیفات کے علاوہ تردید قادیانیت کے سلسلہ میں حضرت قبلہ عالم کے کئی ایک فتاوئی بھی مختلف کتب میں موجود ہیں جن میں اعلیٰ حضرت نے سائلوں کو بڑے کافی وشافی انداز میں مطمئن کیا ہے ۔ان میں مولانا حبیب اللہ امرتسری کے وہ اٹھ سوالات اور قبلہ عالم کی طرف سے ان کے جوابات قابل ذکر ہیں جنکا ذکر مولانا موصوف نے اپنی کتاب"صاعقہ رحمانی برنخل قادیانی"میں کیا ہے۔(۳۰)

۲۰۔ رائے محمد کمال صاحب رقمطراز ہیں کہ!"پیر مہر علی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے جس طرح شیطانی نبوت کے دعویدار مرزا قادیانی کا ناطقہ بند کیا اس سے کون آگاہ نہیں۔سالمانہ وقار کا وہ روحانی معرکہ جب سرکار گولڑہ اعجاز مسیحائی سے مردے زندہ کردینا چاہتے تھے نوک خامہ از خود لکھنے کیلئے ایک اشارہ ابرو کا منتظر تھا۔عالمگیر مسجد کے مینار سے چھلانگ کا چیلنج دیا ایک خواہش تھی کہ آگ کے لپکتے ہوئے شعلوں کو اپنے حق شناس وجود مسعود سے بہار گلستان بنادیں مگر باطل حق کے حضور نہ اڑ سکا۔مرزا کو زرانہ سوجھی۔انصاف یہ ہے کہ آج تمام اہل اسلام حضرت قبلہ پیر صاحب کی مساعی جمیلہ کا بھی فیضان دیکھ رہے ہیں۔ورنہ قادیانیت ایک ایسا دام فریب تھا کہ نہ جانے مسلمان کب تک تاریکیوں میں بھٹکتے رہتے۔علماء کرام کی صدائے حق اس قدر سریع الاثر نہ تھی جتنی ایک مرد مومن کی اذان"۔(۳۱)

۲۱۔ حضرت علامہ عبد الحکیم شرف قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ تاجدار گولڑہ کو خراج عقیدت اس انداز میں پیش کرتے ہیں!"لکل فرعون موسیٰ کے مطابق دنیا میں جب بھی کوئی باطل کا ہرکارہ ابھرا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی سرکوبی کے لیے کسی حق آگاہ شخصیت کو مقرر فرمادیا سرزمین قادیان سے نبوت کا جھوٹا مدعی اٹھتا ہے اور کچھ لوگ دین سے بے

خبری یا آزادی کی بنا پر اسکے زرخرید غلام بن جاتے ہیں تو وہ سمجھتا ہے کہ میں واقعی مسند نبوت پر فائز ہو گیا ہوں اور دنیا میں کوئی میرے مدمقابل نہیں جم سکتا۔ اتنے میں گولڑہ کی مقدس سرزمین سے مہر عالم تاب حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی کی جبروتی آواز حق کی حمایت میں بلند ہوتی ہے جسکی ہیبت سے خانہ باطل میں صف ماتم بچھ جاتی ہے۔ انگریز کے تیار کردہ مدعی نبوت پر کیفیت مرگ طاری ہو جاتی ہے اور حق اپنی تمام تر رعنائیوں کیساتھ جلوہ گر ہو جاتا ہے۔۔۔ مذاہب باطلہ کو ہر محاذ پر شکست فاش دینے والے حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی ان حالات میں کیونکر چپ رہ سکتے تھے آپ نے "شمس الھدایہ فی اثبات حیات المسیح" لکھی جس میں کتاب وسنت کے دلائل قاہرہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ثابت کر کے بتایا کہ مرزائے قادیانی کا دعویٰ مسیحیت محض فریب اور جھوٹ کا پلندہ ہے اس کتاب کے شائع ہوتے ہی ایوان مرزائیت میں زلزلہ آ گیا۔ (۳۲)

۲۲۔ تاجدار گولڑہ رحمۃ اللہ علیہ شمس الھدایہ پر قادیانی کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے سیف چشتیائی میں فرماتے ہیں! "شمس الہدایت اسم بامسمی سب رسائل مولفہ سے جداگانہ طور پر ممتاز ہے۔ کیوں نہ ہو علاوہ تحقیقات علمیہ کے خیر وبرکت بھی ساتھ رکھتا ہے جس کی روشنی اور نور سے ہزار ہا گم گشتگان وادی مرزائیت سے صراط مستقیم پر آئے۔ یہ وہ عصائے موسیٰ ہے جس نے تمہارے تیس سال کے سحروں اور شعبدہ بازیوں کو دفعۃً ہی نگل لیا"۔ (۳۳)

رد قادیانیت میں قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کی خدمات وتالیفات سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اور اس وقت تمام مسلمان مورخین اور محققین تسلیم کرتے چلے آ رہے ہیں کہ تاجدار گولڑہ رحمۃ اللہ علیہ کی علمی، روحانی اور مجددانہ قیادت معرکہ قادیانیت میں ایک کارگر حربہ ثابت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپکے مزار پُر انوار پر بے شمار رحمتوں کا نزول فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

وصلی اللہ علی النبی الامین محمد والہ وبارک وسلم

حوالہ جات

۱۔ ملفوظات مہریہ طبع گولڑہ شریف اسلام آباد ص ۶۵

۲۔ مولانا فیض احمد فیض، مہر منیر طبع گولڑہ شریف اسلام آباد ص ۲۰۳، ۲۰۴ (اکتوبر ۲۰۰۴ء)

۳۔ مہر منیر ص ۲۰۳

مولانا اللہ وسایا، مراۃ القادیانیۃ عربی مترجم محمد ابراہیم الغنی جمعیۃ تحفظ ختم النبوۃ ملتان، ۹۹، ۱۰۰

۴۔ خالد شبیر احمد تاریخ محاسبہ قادیانیت کاروان ادب ملتان ص ۴۳ (۱۹۸۷ء) بحوالہ تحفہ گولڑویہ مرزا غلام احمد قادیانی

ص ۱۹۵

۵۔مہر منیر ص ۲۰۶

۶۔پیر مہر علی شاہ، شمس الھدایۃ فی اثبات حیات المسیح علیہ السلام گولڑہ شریف اسلام آباد ص ۳

۷۔شمس الھدایۃ فی اثبات حیات المسیح علیہ السلام ص ۳

۸۔مہر منیر ص ۲۲۰، تاریخ محاسبہ قادیانیت ص ۱۸۳

۹۔تاریخ محاسبہ قادیانیت ص ۱۸۸

۱۰۔آغا شورش کاشمیری تحریک ختم نبوت ص ۵۲ بحوالہ محمد طاہر رزاق ناموس محمد ﷺ کے پاسبان طبع مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان ص ۱۸۰، ۱۸۱ محمد شباب القادری تذکرہ تاجدار گولڑہ شریف مشتاق بک کارنر لاہور ص ۱۰۶

۱۱۔پیر مہر علی شاہ سیف چشتیائی طبع گولڑہ شریف اسلام آباد ص ۱۰۸ جون ۲۰۰۴ء

۱۲۔مولانا رفیق دلاوری، ائمہ تلبیس مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور ۲/۳۳۹ (۱۹۷۸ء)

۱۳۔مہر منیر ص ۲۰۷

۱۴۔مہر منیر ص ۵۲۹، ۵۳۰

۱۵۔مولانا انور شاہ کشمیری مجموعہ رسائل الکشمیری عقیدۃ الاسلام فی حیاۃ عیسٰی علیہ السلام طبع المجلس العلمی کراچی ۲/۳۷

۱۶۔مولانا اشرف علی تھانوی تفسیر بیان القرآن مکتبہ الحسن لاہور ۲/۱۷۱

۱۷۔مولانا اللہ وسایا احتساب قادیانیت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان ۴/۱۶۵ (قائد قادیان، اشرف علی تھانوی) ۲۰۰۱ء

۱۸۔مولانا ظفر احمد عثمانی حاشیہ ترجمان القرآن للتھانوی طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ کراچی ص ۱۵۵

۱۹۔احتساب قادیانیت ۸/۵۲۶ (تاریخ مرزا، ثناء اللہ امرتسری ص ۳۴، ۳۵ (فروری ۲۰۰۳ء)

۲۰۔احتساب قادیانیت ۹/۲۲۸، ۲۲۹ (تفسیر نویسی کا چیلنج اور فرار، ثناء اللہ امرتسری اپریل ۲۰۰۳ء

۲۱۔اردو دائرہ معارف اسلامیہ طبع دانش گاہ پنجاب لاہور ۲۱/۸۹۶

۲۲۔مولانا اللہ وسایا، قادیانیت کے خلاف قلمی جہاد کی سرگزشت طبع مرکزی مجلس ختم نبوت ملتان ۹۸، ۹۹

۲۳۔مہر منیر ص ۲۵۱

۲۴۔ائمہ تلبیس ۲/۳۴۷

۲۵۔مولانا محمد صدیق ہزاروی،حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور رد قادیانیت رضا اکیڈمی لاہور ص ۱۱

۲۶۔مولانا ممتاز احمد چشتی، انوار العارفین طبع ملتان ص ۳۱۱

۲۷۔تحریک ختم نبوت بحوالہ تذکرہ تاجدار گولڑہ شریف ص ۱۰۳

۲۸۔سیف چشتیائی، پیش لفظ طبع گولڑہ شریف اسلام آباد جون ۲۰۰۴ء

۲۹۔تاریخ محاسبہ قادیانیت ص ۲۰۶

۳۰۔صادق علی زاہد، علماء حق اور رد فتنہ مرزائیت، گنبد خضری پبلیکیشنز لاہور ص ۱۷۳ جنوری ۲۰۰۱ء

۳۱۔رائے محمد کمال، سازشوں کا دیباچہ ص ۱۶۸، ۱۶۹

۳۲۔ضیائے حرم تحریک ختم نبوت نمبر بھیرہ شریف سرگودھا ص ۴۷

۳۳۔سیف چشتیائی ص ۹۰

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

ختم نبوت اور

حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ

ابو البلال محمد سیف علی سیالوی

مجاہد اعظم، سرتاج الاولیاء، گلشن پیر سیال کے مہکتے ہوئے پھول، وارث علوم رسول حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کا شماران نفوس قدسیہ میں ہوتا ہے جو علم وعمل، فقر و درویشی، حق وصداقت اور امت مسلمہ کے ناخدا گزرے ہیں۔ حضور مجاہد اعظم خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی علیہ رحمہ 17 رمضان المبارک 1304ھ بمطابق 9جون 1887ء بروز جمعۃ المبارک بعد طلوع آفتاب عالم اسلام کے عظیم روحانی مرکز سیال شریف ضلع سرگودھا میں اشرف الاولیاء خواجہ محمد دین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام منظور حق ہے۔ آپکو بچپن ہی سے علوم اسلامیہ کا بے حد شوق تھا۔ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد ممتاز افاضل سے علم دین کی تکمیل کی۔ 2 رجب المرجب 1327ھ کو اشرف الاولیاء خواجہ محمد دین سیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ انتقال فرما گئے تو آپ باقاعدہ طور پر سجادہ نشین بنے اور (21) برس آپ نے سجادگی کے فرائض بڑی عمدگی سے ادا فرمائے۔

حسن وجمال:

حضور مجاہد اعظم خواجہ حافظ محمد ضیاء الدین سیالوی علیہ رحمۃ القوی قدوقامت، حسن وجمال اور صورت وسیرت میں بے مثال تھے۔ ایک انگریز لکھتا ہے کہ پنجاب میں میں نے دو جوان خوبصورت دیکھے ہیں۔ بن داڑھی والوں میں ملک خضر حیات ٹوانہ اور داڑھی والوں میں حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین (سجادہ نشین سیال شریف)۔ آپ نہ صرف قرآن کریم کے حافظ تھے بلکہ بائبل پر بھی مکمل عبور رکھتے تھے۔ مطالعہ کتب سے اس قدر لگاؤ کہ اکثر وبیشتر شام کا کھانا رات کے دو تین بجے تناول فرماتے تھے۔ ملک اور بیرونِ ملک سے دینی کتب کا بہت بڑا ذخیرہ منگوا کر کتب خانہ میں خاصی توسیع کی۔ دینی علوم کی اشاعت کیلئے آپکی کوششیں ہمیشہ عروج پر رہیں، آپ نے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کیلئے 1329ھ میں قادیانیت کے رد میں ایک مستقل کتاب "معیار المسیح" تصنیف فرمائی۔ "معیار المسیح" کے چند اقتباسات آپکی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ جس سے آپکو حضور مجاہد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ختم نبوت پر علمی خدمات کا پتہ چلے گا۔ معیار المسیح کے صفحہ 12 پر آپ مرزا کو للکارتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ پھر تو دجال ایک قوم بھی نہ رہا۔ بلکہ بہت سے گروہ اور قوموں میں منقسم ہوگیا۔ صاحب ذرا ہوش میں آیئے اور خیال فرمایئے کہ یہ نصاریٰ دجال نہیں بن سکتے اور ریل گاڑی گدھا نہیں بن سکتی اور علاوہ ازیں حدیث سے یہ بھی

معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ بن مریم مشرق دمشق میں اُتریں گے یعنی بیت المقدس میں دو فرشتوں کے کاندھے پر ہاتھ رکھے ہوئے اور اِن کے دم سے کافر مر جائیں گے، جہاں تک نظر جائے گی وہاں تک اِن کا دم پہنچے گا۔ مگر آپکے مرزا صاحب کی آسمانی منکوحہ یعنی محمدی بیگم کو اسکا خاوند پہلو میں بیٹھا کر آج تک عیش اُڑا رہا ہے اور زندہ ہے۔ حالانکہ مرزا صاحب کی پیشین گوئی بڑے زور سے نکلی تھی کہ یہ تین سال کے اندر مر جائیں گے مگر دُعا کے برعکس پیشین گوئی غلط پڑی اور اسی افسوس میں مرزا صاحب اِس سے پہلے ہی مر گئے۔ صفحہ 25 پر حضور ثالث غریب نواز خواجہ محمد ضیاء الدین سیالویؒ ''وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرآنَ لِلذِّکْرِ فَھَلْ مِنْ مُّدَّکِر'' نقل فرمانے کے بعد راقم ہیں کہ یہ آیت چار دفعہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے سورۂ قمر میں بیان فرمائی ہے۔ مناسب ہے کہ آپ اس سے نصیحت پکڑیں اور کاذب مسیح سے پرہیز کریں کہ انکی طرح اور بھی پہلے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کر چکے ہیں اور کئی بعد میں کرتے رہیں گے۔ چنانچہ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی خبر فرما دی ہے۔ مثلاً ابن صیاد اور مسیلمہ کذاب وغیرہ۔ عن ابی ہریرۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''لاتقوم السّاعۃ حتیٰ یُبعث کَذَّابُونَ دَجّالُونَ قریب مِن ثلاثین کُلُّھُم یَزعم اِنَّہٗ رسول اللہ'' روایت ہے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ''نہ قائم ہوگی قیامت یہاں تک کہ اُٹھائے جائیں گے جھوٹے مکار تقریباً تیس تک ہر ایک گمان کرے گا کہ وہ نبی ہے یعنی ہر ایک نبوت کا دعویٰ کرے گا اور بہت سے ہو گزرے ہیں۔ ان میں سے شہروں میں اور ناکامیاب وہلاک کیا، اللہ عزوجل نے ان کو اور اس طرح کرے گا۔ باقی مدعیوں کے ساتھ اور دجال خارج ہے۔ اس تنگی سے کہ وہ دعویٰ الوہیت کا کرے گا۔

صفحہ 27 پر حضور ثالث غریب نواز خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی علیہ رحمۃ القوی حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک روایت درج فرماتے ہیں کہ ''اتبعوا السواد الاعظم فَاِنَّہٗ مَن شذ شذ فی النارِ'' حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا ہے تابعداری کرو، بڑی جماعت کی اس لئے کہ جو شخص اکیلا ہوا، اِسے آگ میں ڈالا جائے گا۔ متذکرہ فرمان مصطفوی ﷺ رقم کرنے کے بعد حضور ثالث غریب نواز مرزا قادیانی کی دھجیاں بکھیرتے ہیں۔ پس جو شخص سوادِ اعظم کی اتباع چھوڑ کر اپنی رائے سے قرآن مجید کے الفاظ میں تاویلیں کرے وہ ایسی حدیثوں کا مصداق ہوگا۔ اگر برخلاف اجتماع اُمت مرحومہ کے جو آپ نے قمر سے مراد لی ہے۔ وہ مانی بھی جائے تو بھی کیا وجہ ہے کہ اس سے خاص مرزا صاحب ہی مراد لئے جائیں اور عموماً خلفائے راشدین واولیاء المکرمین کیوں نہ لئے جائیں اور یہ جو آپ نے بیان کیا ہے قمر شمس کے تابع ہوتا ہے اور شمس سے نور حاصل کر کے اوروں کو مستفید کرتا ہے، کیا یہ وصف اِن

خلفاء عظام و اولیاء کرام میں جن کے الہامات و کرامات اظہر من الشمس ہیں موجود نہ تھے۔ یہ خیال کیجئے کہ گروہ کے گروہ مشرکین و یہود و نصاریٰ انکے ہاتھ سے اسلام لائے ہیں اور ظاہری و باطنی فیوض سے فیضیاب ہوئے ہیں۔ آپ ہی بتلائیں کہ مرزا قادیانی کی دعوت سے کتنے مشرک یا یہود و نصاری اسلام لائے اور دینی فیض پایا۔ پھر بڑا تعجب ہے کہ ایک چودھویں صدی کا آدمی قمر بنا۔ حضرت قمر تو ہمیشہ شمس کے تابع ہوتا ہے نہ کہ (1300) تیرا سو سال بعد قمر تو قیامت تک شمس کا تابع رہے گا۔ آپکا بنایا ہوا قمر تو خاک میں مل گیا۔ ایسی کچی تاویلوں سے کام ہرگز نہیں نکلتا، یہ صرف خبط اور پگلہ پن ہے۔

صفحہ 38 پر حضرت سیدنا امام مہدی رضی اللہ عنہ کے تعارف، حسب و نسب اور فضائل و خصائل پر تین حدیثیں نقل کرنے اور مہدویت و نبوت کے جھوٹے دعویدار قادیانی شیطان کا پول یوں کھولتے ہیں کہ "پس ان احادیث سے صاف معلوم ہوا کہ امام مہدی سید ہوگا اس کا نام محمد ہوگا اور اسکے والد کا نام عبد اللہ، پس اس سے بخوبی واضح ہوا کہ امام مہدی نہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہیں۔ نہ غلام احمد قادیانی بلکہ یہ ایک علیحدہ شخصیت ہے۔ باقی رہی حدیث لامہدی الا عیسیٰ علیہ السلام جس پر آپکا بڑا زور ہے، اوّل تو یہ حدیث، ضعیف ہے، نقادان حدیث مثل محمد ابن جزری وغیرہم نے اسکی تضعیف کی ہے۔ پس آیات و احادیث صحیحہ کا کس طرح مقابلہ کرسکتے ہو۔ شیخ محمد اکرم صابری نے اس حدیث کو اپنی کتاب اقتباس الانوار میں کلام محذوف پر حمل فرمایا ہے یعنی لا مھدی بعد المھدی المشھور الذی مومن اولادِ محمد و علی علیھم السلام الا عیسیٰ بلکہ مرزا صاحب کے ایک شعر سے بھی ان کا دو ہونا ثابت ہے۔

مہدی وقت و عیسیٰ دوراں ہر دو را شہوار می بینم

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

امیر ملت اور تحریک ختم نبوت

محمد صادق قصوری

۱۸۵۷ء میں جب مغل سلطنت کا ٹمٹماتا ہوا چراغ گل ہو گیا اور انگریز برِاعظم کے فرمانروا بن گئے تو انہوں نے مسلمانوں کی ملی وحدت کے حصار میں شگاف پیدا کرنے شروع کر دیئے۔ اپنے ہمنوا علماء کی جماعت تیار کر کے مختلف طریقوں سے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ پر رکیک حملوں کا محاذ کھول دیا تا کہ مسلمان جہاد سے روگرداں ہو کر مدافعت کے محاذ پر آ جائیں مجادلہ کی جگہ مناظرہ لے لے جہاد کا خدشہ مٹ جائے عظمت رسول اللہ ﷺ کے فلک بوس مینار گر جائیں تو مسلمانوں کی کایا پلٹ ہو جائے گی نتیجۃً برطانوی سلطنت کے استحکام کی راہیں ہموار ہو جائیں گی۔ بقول حکیم الامت اقبال!

یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا روح محمد اس کے بدن سے نکال دو

فکر عرب کو دے کر فرنگی تخیلات اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو

عیار انگریز نے اپنے عزائم کی تکمیل کے لیے بہت سے علماء کو خریدا اُن پر نوازشات کی بارش کر دی اور اُن سے اسلام دشمنی اور رسول دشمنی کا خوب کام لیا۔ مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے لیے نئے نئے فرقے ایجاد کیے جن میں سے ایک قادیانی فرقہ بھی ہے جس کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی بن مرزا غلام مرتضیٰ بن مرزا عطا محمد بن مرزا گل محمد قوم مغل برلاس ۴۰۔۱۸۳۹ء میں قادیان (مشرقی پنجاب) انڈیا میں پیدا ہوا۔ آباؤ اجداد سمرقند سے ترک سکونت کر کے ہندوستان آئے تھے جہاں انہیں بادشاہ وقت کی طرف سے بہت سے دیہات بطور جاگیر ملے تھے جو رفتہ رفتہ مرزا غلام مرتضیٰ کے زمانہ میں پانچ بلکہ اس سے بھی کم رہ گئے۔ مرزا غلام احمد نے اپنے والد کے ملازم فضل الٰہی سے قرآن شریف ناظرہ اور کچھ فارسی پڑھی۔ فضل احمد سے عربی اور منطق، حکمت اور نحو وغیرہ کی تعلیم مولوی گل علی شاہ سے حاصل کی۔ علم طبابت اپنے باپ سے حاصل کیا کتب بینی کا شوق کثرت سے شروع ہی سے تھا۔ حصول علم کے بعد اپنے والد کے ساتھ انگریزی عدالتوں میں اپنے اجداد کے بعض کھوئے ہوئے دیہات کے حصول کے لیے مقدمات میں مشغول رہا۔ (۱)

۱۸۶۴ء میں مرزا غلام احمد ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کی کچہری میں محرر (کلرک) بھرتی ہو گیا۔ کچہری کے ملازموں کے لیے انگریزی سیکھنے کیلیے ایک مدرسہ قائم ہوا جس میں چھوٹے ملازمین رات کو انگریزی پڑھا کرتے تھے۔ مرزا صاحب نے بھی تھوڑی بہت انگریزی سیکھی اور دوران ملازمت سیالکوٹ کے پادری مسٹر بٹلر ایم اے سے

رابطہ پیدا کیا۔وہ مرزا صاحب کے پاس اکثر و بیشتر آتا اور دونوں تخلیے میں بات چیت کرتے رہتے۔بٹلر نے وطن واپس جانے سے پہلے مرزا صاحب سے تخلیہ میں کئی ایک طویل ملاقاتیں کیں۔پھر اپنے وطن ڈپٹی کمشنر کے پاس گیا اور اس سے کچھ کہا اور پھر انگلستان چلا گیا۔ادھر مرزا صاحب استعفیٰ دیکر قادیان آ گئے۔

۱۸۶۹ء کے اوائل میں انگلستان کی حکومت نے برٹش پارلیمنٹ کے ممبروں، اخبارات کے ایڈیٹروں اور چرچ آف انگلینڈ کے نمائندوں پر مشتمل ایک وفد ہندوستان بھیجا جسکا مقصد یہ تھا کہ وہ پتہ چلائے کہ ہندوستانی عوام میں وفاداری کس طرح پیدا کی جاسکتی ہے۔اور مسلمانوں کے جذبہ جہاد کو سلب کر کے انھیں کس طرح رام کیا جاسکتا ہے۔اس وفد نے واپس جا کر دو رپورٹیں مرتب کیں۔جن ارکان نے ہندوستان میں برطانوی سلطنت کی آمد (The Arrival of British Empire in india) کے عنوان سے رپورٹ لکھی انہوں نے لکھا!

> "ہندوستانی مسلمانوں کی اکثریت اپنے روحانی رہنماؤں کی اندھا دھند پیروکار ہے۔اگر اس وقت ہمیں کوئی ایسا آدمی مل جائے جو حواری نبی (اپاسٹالک پرافٹ) ہونے کا دعویٰ کرے تو اس شخص کی نبوت کو حکومت کی سرپرستی میں پروان چڑھا کر برطانوی مفادات کے لیے مفید کام کیا جاسکتا ہے"۔

ان رپورٹوں کے فوراً بعد ہی مرزا صاحب نے اپنا سلسلہ شروع کر دیا۔برطانوی ہند کے سنٹرل انٹیلی جنس کی روایت کے مطابق ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ نے چار اشخاص کو انٹرویو کے لیے طلب کیا۔ان میں سے مرزا صاحب نبوت کیلیے نامزد کیے گئے۔(۲)

مرزا صاحب کی پہلی تصنیف "براہین احمدیہ" چار حصوں میں شائع ہوئی۔۱۸۸۰ء میں پہلے دو حصے شائع ہوئے ۱۸۸۲ء میں تیسرا اور ۱۸۸۴ء میں چوتھا۔مرزا صاحب کے فرزند ثانی مرزا بشیر الدین احمد کی تالیف سلسلہ احمدیہ کیمطابق مرزا صاحب کو ماموریت کا تاریخی الہام مارچ ۱۸۸۲ء میں ہوا اس پہلے آپ نے ۱۸۸۰ء میں ملہم من اللہ ہونے کا اعلان کیا اور اپنے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔دسمبر ۱۸۸۸ء میں اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بیعت لینے کا حکم فرمایا ہے۔۱۸۹۱ء میں اپنے مسیح موعود ہونے کی خبر دی اور ظلی نبی ہونے کی اصطلاح ایجاد فرمائی۔۱۹۰۱ء میں نبوت کا دعویٰ کیا اور نومبر ۱۹۰۴ء میں کرشن ہونے کا اعلان دانا یہی وہ سال تھے جب انگریزی سیاست اپنے استعماری عزائم پروان چڑھانے کے لیے پنجاب اور سرحد کے مسلمانوں کا شکار کر رہی تھی اور اس کے سامنے بیرون ہندوستان کی مسلمان ریاستوں کو اپنے دام میں لانے کا منصوبہ بھی تھا۔مرزا غلام احمد اُن کے تمام نکات کے جامع ہو کر سامنے آئے

جو انگریزوں کے ذہن میں تھے۔ انہوں نے انگریزی سلطنت کے استحکام و اطاعت کی بنیاد ہی اپنے الہام پہ رکھی۔ اور ایک نبی کا روپ دھار کر انگریزی سلطنت کی وفاداری سے انحراف کو جہنم کی سزا کا مستحق قرار دیا۔ اپنی ربانی سند کے مفروضہ پر جہاد کو منسوخ کر ڈالا۔ اور اُن لوگوں کو حرامی قرار دیا جو اسکے بعد جہاد کا نام لیتے یا اُس کی تلقین کرتے تھے۔ (۳)

علمائے اسلام اور مشائخ عظام نے مرزا غلام احمد قادیانی کے رد میں پوری سرگرمی دکھائی مگر اس سلسلہ میں جو کوششیں سنوسی ہند امیر ملت حضرت پیر حافظ سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے کیں وہ تاریخ کا ایک سنہرا باب ہے۔ آپ نے اس فتنہ کی سرکوبی کیلئے تن من دھن کی بازی لگا دی اور ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ بارہا مرزا کو للکارا مگر وہ راہ فرار اختیار کرتا رہا بالآخر حضرت قدس سرہ کی بد دعا کے نتیجے میں لقمہ اجل بنا۔ (۴) مرزا قادیانی نے جب اپنے بال و پر نکالنے شروع کیے تو حضرت امیر ملت قدس سرہ نے مندرجہ ذیل اعلان جاری فرما کر اسکے دعووں کی قلعی کھول دی!

۱) سچا نبی کسی استاد کا شاگرد نہیں ہوتا۔ اسکا علم لدنی ہوتا ہے، وہ روح قدس سے تعلیم پاتا ہے، بلاواسطہ اسکی تعلیم و تعلم خداوند قدوس سے ہوتی ہے۔ جھوٹا نبی اسکے برخلاف ہوتا ہے۔

۲) ہر سچا نبی اپنی عمر کے چالیس سال گزرنے کے بعد یکدم بحکم رب العالمین مخلوق کے روبرو دعویٰ نبوت کر دیتا ہے اور انی رسول اللہ کے الفاظ سے دعویٰ کرتا ہے۔ بتدریج اور آہستہ آہستہ کسی کو درجہ نبوت نہیں ملا کرتا۔ جو نبی ہوتا ہے وہ پیدائش سے نبی ہوتا ہے جھوٹا نبی اسکے برخلاف آہستہ آہستہ دعووں کے بعد نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔

۳) حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضور خاتم الانبیاء ﷺ تک جتنے نبی ہوئے تمام کے نام منفرد تھے۔ کسی سچے نبی کا نام مرکب نہ تھا۔ برعکس اس کے جھوٹے نبی کا نام مرکب ہوا۔

۴) سچا نبی کوئی ترکہ نہیں چھوڑتا جبکہ جھوٹا نبی ترکہ چھوڑ کر مرتا ہے اور اولاد کو وارث قرار دیتا ہے۔ (۵)

اسکے بعد آپ نے قادیانی فتنہ کی بیخ کنی کے لیے ملک گیر دورے فرمائے اور اسکی عیاریوں کو خوب بے نقاب کیا۔ آپ کے دو خلفاء حضرت مولانا غلام احمد اخگر امرتسری (ف ۱۹۲۷ء) اور حضرت سید محبوب احمد شاہ المعروف پیر خیر شاہ امرتسری (ف ۱۹۴۰ء) نے بارہا قادیان جا کر مرزائی عقائد کی تردید فرمائی۔ مرزا صاحب یا انکے کسی حواری کو ان حضرات کے مدمقابل آنے کی جرأت نہ ہو سکی۔

اگست ۱۹۰۰ء میں جب مرزا نے حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ (ف ۱۹۳۷ء) کو دعوت

مناظرہ دی تھی تو حضرت امیر ملت قدس سرہ بھی حضرت گولڑوی کیساتھ لاہور میں موجود تھے۔مرزا صاحب کے فرار کے بعد بادشاہی مسجد میں حضرت گولڑوی کے اعزاز میں جو جلسہ منعقد ہوا تھا اس میں بھی حضرت امیر ملت نے ایک ایمان افروز باطل سوز تقریر فرمائی تھی۔اسی طرح جب مرزا کے خلیفہ اول حکیم نورالدین نے نارووال ضلع سیالکوٹ میں اپنا تبلیغی کیمپ لگایا اور سادہ لوح لوگ اسکے دام فریب میں پھنسنے لگےتو حضرت امیر ملت اُس وقت صاحب فراش تھے چارپائی سے اُٹھا نہیں جاتا تھا لیکن آپ نے حکم دیا کہ میری چارپائی اٹھا کر ہی نارووال لے چلو تا کہ اس فتنہ کی سرکوبی میں اپنا فرض ادا کرسکوں۔چنانچہ متواتر چار جمعے آپ کی چارپائی اٹھا کر نارووال لے جاتے رہے اور آپ خطبہ جمعۃ المبارک میں مرزائی عقائد کا تارو پود بکھیرتے رہے۔ناچار حکیم نورالدین کو راستہ ماپنا پڑا۔(۶) فرار کی تفصیل سے آگاہی کیلیے حضرت گولڑوی کی سوانح عمری مہر منیر ملاحظہ فرمائیں (قصوری)

۲۷ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو مرزا بذات خود اپنے حواریوں کے انبوہ کثیر کیساتھ سیالکوٹ میں اپنے مذہب کی تشہیر و اشاعت کے لیے وارد ہوا۔اُن دنوں یہاں مرزائیت کا بڑا شہرہ تھا۔ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کے دفتر کا سپرنٹنڈنٹ مرزائی تھا۔لہذا مرزا صاحب کو اپنے مشن میں کامیابی و کامرانی کی غالب اُمید تھی۔حضرت امیر ملت قدس سرہ فوراً سیالکوٹ پہنچے اور مختلف بازاروں، محلوں، اور مسجدوں میں بڑے پیمانے پر جلسے منعقد کیے اور تقریباً ایک ماہ تک سیالکوٹ میں قیام فرما کر اپنے مخصوص مجاہدانہ انداز میں خطاب فرماتے رہے۔آپ دلائل قاہرہ کیساتھ ختم نبوت کے مسئلے کو تفصیلاً سمجھاتے اور دین متین اور عقائد حقہ پر قائم رہنے کی تاکید فرماتے تھے۔آپ ارشاد کرتے کہ!

''دوسری نئی چیزوں کے اختیار میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن دین اپنا وہی پرانا رکھو''۔

دوران قیام تمام اخراجات آپ نے اپنی جیب مبارک سے برداشت کیے۔مرزا کو مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ ہوئی۔جس قدر لوگ اسکی بیعت کے لیے تیار تھے۔وہ یہ ذلت و رسوائی دیکھ کر بدظن ہوگئے۔اور حضرت امیر ملت قدس سرہ کے حلقہ ارادت سے وابستہ ہوگئے۔اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مرزا کو پھر تا زیست سیالکوٹ کا رخ کرنے کی ہمت نہ ہو سکی۔(۷)

سیالکوٹ کے اس عظیم معرکہ کے دوران ایک اہم واقعہ پیش آیا کہ مرزا صاحب کے ایک پیروکار مولوی عبد الکریم لنگڑا نے اپنے کیمپ کے اندر معراج النبی ﷺ پر لیکچر دیتے ہوئے یوں بکواس کی کہ!

''لوگ کہتے ہیں بُراق آیا، بُراق آیا۔لیکن ہم یہ پوچھتے ہیں کہ جب ایڑیاں اور گھٹنے رگڑتے ہوئے وہی نبی مکہ سے بھاگ کر پہاڑوں اور غاروں میں چھپتا پھرتا تھا تو اُسوقت بُراق کیوں نہ آیا؟''۔

جب یہ گستاخانہ کلمات حضرت امیر ملت قدس سرہ نے اپنی جلسہ گاہ میں سنے تو آپ نے دوران تقریر پُرجوش لہجے میں فرمایا کہ! ''وہ شخص بے دین ہے جس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخی کی ہے وہ بہت جلد اور ذلت کی موت سے مارا جائے گا''۔

دوسرے دن ایک غیر جانبدار شخص نے مولوی عبد الکریم کو خواب میں دیکھا کہ وہ کہہ رہا ہے کہ مجھے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے پنجہ مارا ہے۔ اور اُسوقت وہ یوں دکھائی دے رہا تھا کہ شانے سے لیکر کمر تک پٹکا باندھے ہوئے دیوار سے سہارا لیکر کھڑا ہے اور انتہائی کرب کی حالت میں ہے۔ اس خواب کی تعبیر یوں کی گئی کہ حضرت امیر ملت قدس سرہ نے دوران تقریر جوش وخروش میں آ کر میز پر زور سے اپنا ہاتھ مارا تھا جو رات کو حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا پنجہ بن کر ظاہر ہوا تھا۔ چنانچہ تھوڑے عرصے کے بعد مولوی عبد الکریم سرطان (گدّو ل دانہ) سے ہلاک ہو گیا۔ یہ بدبخت مولوی عبد الکریم سیالکوٹ میں پیدا ہوا تھا۔ ابتدائی تعلیم مڈل تک تھی بلکہ اس میں بھی حساب کے مضمون میں فیل ہو گیا تھا۔ پھر عربی، فارسی کی پرائیویٹ تیاری کر کے وہیں مشن سکول میں مدرسہ فارسی متعین ہو گیا۔ ایک روز ایک پادری سے الجھ کر مستعفی ہو گیا۔ اس وقت نیچری خیال کا حامل تھا بعد میں مولوی نور الدین خلیفہ اول مرزا قادیانی کی وساطت سے مرزائی ہو گیا اور قادیاں میں خطیب وامام مسجد بنا رہا۔ اور حضرت امیر ملت قدس سرہ کی بددعا سے ہلاک ہو کر سب سے پہلے قادیاں کے بہشتی مقبرہ میں دفن ہو کر جہنم رسید ہوا۔ (۸)

۱۹۰۸ء میں حضور اقدس امیر ملت قدس سرہ نے ایک دفعہ پھر جھوٹے نبی کی شناخت کے عنوان سے جو ارشادات فرمائے تھے وہ آج تک قادیانی جماعت کی چھاتی کا کابوس بنے ہوئے ہیں۔ پڑھیئے اور مرزائیت پر دو دو حرف بھیجتے جائیے۔

۱) کسی نبی کا نام مرکب نہیں ہوا، مفرد ہی رہا مثلاً نوح، عیسیٰ، موسیٰ، یحییٰ، ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام جس کا نام مرکب ہو وہ جھوٹا ہے۔

۲) کسی نبی کا دنیا میں کوئی استاد نہ تھا۔ اگر کوئی دنیا کے استاد سے سبق سیکھ کر پیغمبری کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔

۳) جس پیغمبر پر وحی نازل ہوئی وہ وحی نازل ہوتے ہی اپنی نبوت کا اعلان کر دیتا تھا۔ جو شخص سیڑھی در سیڑھی مدارج طے کر کے آخر میں نبوت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا نبی ہے۔

۴) کسی نبی نے عمر بھر جھوٹ نہیں کہا جو شخص ایک دفعہ بھی جھوٹ بولے وہ جھوٹا نبی ہے۔

۵) ایک نام کے دو پیغمبر نہیں ہوئے اور نہ ہو سکتے ہیں غلام، غلام ہی ہے اور آقا آقا ہی ہے۔ غلام آقا کی برابری

نہیں کر سکتا۔(۹)(یاد رہے کہ مرزا کا پورا نام مرزا غلام احمد قادیانی تھا مگر اس نے حضور سید عالم ﷺ کی غلامی سے منحرف ہو کر دعویٰ نبوت کر کے دین و دنیا میں ذلّت و رسوائی کو اپنا مقدر ٹھہرایا۔قصوری)

۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مرزا اپنی اہلیہ کے علاج کیلئے لاہور میں خواجہ کمال الدین کے مکان پر وارد ہوا تو اپنا دام فریب بھی پھیلانے لگا۔اُس کے ساتھیوں نے لاہور شہر کے مختلف گوشوں میں تبلیغی کام شروع کر دیا تو اہلیان لاہور نے حضرت امیر ملت قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرزائیت کی بیخ کنی کی درخواست کی۔آپ لاہور تشریف لائے اور آتے ہی برانڈ رتھ روڈ پر خواجہ کمال الدین کے مکان کے سامنے والے باغ (اب باغ والی جگہ پر اسلامیہ کالج واقع ہے) میں ایک بہت بڑا اسٹیج قائم کیا اور اسٹیج کیساتھ لنگر پکانے کا انتظام کیا تاکہ عوام وخواص بروقت کھانا کھا سکیں۔اس جگہ کئی روز تک مجالس وعظ و تقریر ہوتی رہیں اور معتقدات مرزائیت کی تردید کی جاتی رہی۔حضرت امیر ملت قدس سرہ نے مقامی علماء کے علاوہ بہت سے بیرونی علماء کو بھی مدعو کر کے مرزائیت کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ان جلسوں سے حضرت مولانا مفتی محمد عبد اللہ ٹونکی (ف ۱۹۲۰ء) مولانا پروفیسر اصغر علی روحی (ف ۱۹۵۴ء) جیسے مشہور زمانہ علماء کے علاوہ حضرت امیر ملت قدس سرہ کے خلفاء مثلاً حضرت مولانا محمد حسین قصوری (ف ۱۹۲۷ء) مولانا امام الدین رائے پوری (ف ۱۹۵۲ء) مولانا محمد شریف کوٹلوی (ف ۱۹۵۱ء) مولانا نور الحسن سیالکوٹی (ف ۱۹۵۵ء) مولانا پیر خیر شاہ امرتسری (ف ۱۹۲۰ء) مولانا غلام احمد اخگر امرتسری (ف ۱۹۲۷ء) خطاب فرماتے تھے۔

حضرت امیر ملت نے مرزا کو مقابلہ میں آ کر اپنی صداقت کا ثبوت دینے کی دعوت دی اور پانچ ہزار روپے کے انعام کا بھی اعلان فرمایا لیکن مرزا کو مقابلہ میں آنے کی سکت نہ تھی لہذا نہ آسکا۔کسی شخص نے مرزا کے گوش گزار یہ بات کی کہ پیر جماعت علی شاہ صاحب لاہور میں اس مقصد کیلئے آئے ہیں کہ مرزا بھاگ جائے۔مرزا بولا یہ شخص وہ نہیں جو بھاگ جائے بلکہ اگر وہ بارہ برس بھی رہے تو قدم نہ ہلے گا۔یہ خبر کسی نے حضرت امیر ملت کو پہنچا دی تو آپ نے فرمایا!"اگر وہ بارہ برس ٹھہر سکتا ہے تو ہم چوبیس برس کا ڈیرا جمائیں گے مگر مرزا کا تو خدائی فیصلہ ہو چکا ہے"۔

جب مرزا اپنے بیانگ دہل دعووں اور بے شمار لاف زنیوں کے باوجود میدان میں نہ آیا تو پھر آپ نے ۲۲ مئی ۱۹۰۸ء کو ہندوستان کے عظیم مسلمان فرمانروا حضرت اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی بنا کردہ شاہی مسجد (المعروف بادشاہی مسجد لاہور) میں ایک عظیم الشان جلسہ کا انعقاد کیا۔اس جلسے میں برصغیر کے نامور علماء بھی موجود تھے۔لاکھوں مسلمانوں نے آپ کی امامت میں نماز جمعہ ادا کی۔بعد نماز جلسے کا آغاز ہوا جس میں شمس العلماء مولانا مفتی عبد اللہ ٹونکی (استاذ گرامی حضرت امیر ملت) پروفیسر اورینٹیل کالج لاہور مولانا پروفیسر اصغر علی روحی و دیگر

بہت سے علمائے کرام نے خطاب فرمایا۔ آخر میں آپ نے صدارتی تقریر کرتے ہوئے فرمایا!

''مرزا صاحب تو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اپنی فوقیت جگاتے ہیں لیکن میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا غلام ہوں وہ تو اعلان کرنے پر بھی مقابلے کے لیے نہ آئے میری عادت پیشن گوئی کرنے کی نہیں ہے۔ البتہ اس سے قبل نومبر ۱۹۰۴ء میں ایک دفعہ مرزا کے مقابلے میں میری زبان سے چند کلمات بطور پیشن گوئی کے نکل گئے تھے جس کا ایک ایک لفظ اللہ تعالیٰ نے پورا فرما دیا اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد مرزا کا حواری عبدالکریم ذلت کی موت مر گیا۔ اب پھر میرے دل میں بار بار خیال آرہا ہے جس کو میں باوجود کوشش کے ضبط نہیں کر سکتا۔ اور وہ خیال یہ ہے کہ مرزا غلام احمد عنقریب ذلت اور رسوائی کی موت مرے گا اور تم اسکی موت اپنی آنکھوں سے دیکھو گے۔ میری اس پیشن گوئی کو مرزا کی پیشن گوئی کی طرح مت سمجھنا''۔

اسکے بعد آپ نے مزید ارشاد کیا!

''جب تک مرزا یہاں سے چلا نہ جاوے میں لاہور سے نہیں جاؤں گا''۔

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس جلسہ میں تشریف لائے تھے۔ جلسہ کے اختتام پر انہوں نے حضرت امیر ملت قدس سرہ سے کہا!

''شاہ صاحب میں تو واپس جاتا ہوں آپ اپنا کام جاری رکھیں''۔

حضرت امیر ملت نے اُن سے کہا!

آپ مجھے اکیلا چھوڑ کر کیسے تشریف لے جائیں گے؟

حضرت گولڑوی نے فرمایا!

''میں گھر سے شکار کرنے آیا تھا مگر مجھے معلوم ہوا کہ یہ شکار میرے مقدر میں نہیں بلکہ آپ کے لیے مقدر ہے۔ اس لیے آپ ٹھہریں اور اپنا کام کرتے رہیں''۔

چنانچہ اگلے دن حضرت گولڑوی واپس گولڑہ شریف تشریف لے گئے۔

آپ نے مرزا کو ہر طرح سے للکارا اسے دعوت دی کہ وہ میدان میں آکر اپنے دعویٰ نبوت کو سچا ثابت کرے

مناظرہ کر لے یا مباہلہ کرے پانچ ہزار روپیہ کا انعام وصول کرے۔ اگر مرزا جی میدان میں نہیں آسکتے تو ہم اُن کے پاس جانے کو تیار ہیں مگر مرزا جی کو کوئی بات بھی ماننے کی جرأت نہ ہو سکی۔

آخر کار ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء بروز پیر رات کے جلسہ میں لاہور و بیرون لاہور کے ہزاروں مسلمانوں کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا!

''ہم نے مرزا کا بہت انتظار کیا ہے لیکن وہ سامنے نہیں آیا۔ پیشگوئی کرنا میری عادت نہیں لیکن میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ مرزا جی کا خدائی فیصلہ ہو چکا ہے خدا کے فضل و کرم سے وہ میرے مقابلے میں نہیں آئے گا کیونکہ میرا نبی (ﷺ) سچا ہے اور میں صدق دل سے اس سچے نبی کا غلام ہوں۔ آپ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقے ہمیں اس جھوٹے نبی سے نجات عطا فرمائے گا''۔

جب آپ نے یہ پیش گوئی فرمائی تو ہزاروں مسلمانوں نے یک زبان ہو کر آمین کی صدائیں بلند کیں۔ یہ پیش گوئی آپ نے رات دس بجے فرمائی اور ۲۶ مئی کو صبح دس بج کر دس منٹ پر مرزا جی آنجہانی ہو گئے۔ مولانا روم نے سچ فرمایا ہے!

گفتہ او گفتہ اللہ بود گر چہ از حلقوم عبد اللہ بود

مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک بار کہا تھا کہ!

''جو کوئی ہیضے کی موت مرے گا وہ کتے کی موت مرے گا''۔

آسمان کا تھوکا منہ پر آیا جس رات حضرت امیر ملت قدس سرہ نے پیش گوئی فرمائی تھی اسی رات تھوڑی دیر بعد مرزا کو ہیضہ ہوا۔ نصف شب گزرنے تک مرض نے شدت اختیار کر لی۔ مرنے سے چھ گھنٹے قبل زبان بند ہو گئی نجاست منہ کے راستے نکلتی رہی اور اسی حالت میں ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء صبح دس بجکر دس منٹ پر خاتمہ ہو گیا۔ مرزا جی کی تاریخ وفات ہے۔

لَقَدْ دَخَلَ فِیْ قَعْرِ جَهَنَّمَ

۱۳۲۶ھ

جس وقت حضرت امیر ملت قدس سرہ نے مرزا کی ہلاکت کی پیشگوئی فرمائی تھی تو لوگوں نے اُسے پوری

اہمیت نہ دی مگر جب پوری ہوگئی تو حد درجہ حیران ہوئے۔اس پیشگوئی کا مرزائیوں نے آج تک ذکر نہیں کیا۔مولانا مفتی محمد عبد اللہ ٹونکی (ف ۱۹۲۰ء) نے فرمایا کہ "ہم پہلے تو اس پیشگوئی کو معمولی سمجھتے تھے آخر وہ تو سب سے بڑھ کر نکلی"۔(۱۰)

حضرت امیر ملت قدس سرہ نے جب مرزا کی ہلاکت کی خبر سنی تو فوراً سجدہ شکر بجالائے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے مسلمانوں کے ایمان کو محفوظ رکھا۔اپنے حبیب پاک ﷺ کی صداقت ظاہر فرمائی اور مسلمانوں کو صراط مستقیم پر قائم رکھا۔مرزا کی ہلاکت کی خبر آناً فاناً پورے لاہور میں پھیل گئی۔مسلمانوں نے جگہ جگہ مسجدوں بازاروں اور محلوں میں شکرانہ کے جلسے منعقد کیے۔ان بیشتر جلسوں میں حضرت امیر ملت خود شریک ہوئے اور اپنے مواعظ حسنہ سے لوگوں کو مستفید و مستفیض فرماتے رہے۔اس سلسلے میں تین روز تک اسلامیہ کالج (ریلوے روڈ) کے میدان میں جلسے منعقد ہوتے رہے جن میں لاتعداد لوگ شریک ہوتے رہے بلکہ یوں کہنا مناسب ہوگا کہ لاہور شہر کا کوئی گھر ایسا نہ ہوگا جس کے ایک دو افراد نے ان جلسوں میں شرکت نہ کی ہو۔اس کے بعد اکناف و اطراف لاہور میں بڑے بڑے جلسے ہوئے تقریباً ہر جلسے میں علمائے کرام کی تقریروں کے بعد حضرت امیر ملت قدس سرہ کا خصوصی خطاب ہوتا تھا۔ان تمام جلسوں میں بے شمار لوگ قادیانی عقائد سے تائب ہوکر دوبارہ مسلمان ہوئے اور ان میں سے اکثر و بیشتر نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کی۔سلسلہ عالیہ میں داخل ہونے والوں کی تعداد ہر روز اتنی زیادہ ہوتی تھی کہ آپ سٹیج پر کھڑے ہوکر سب کو داخل سلسلہ فرماتے تھے۔(۱۱) مرزا قادیانی کی منحوس لاش کو جب نہایت بیکسی کی حالت میں بٹالہ کی طرف لے گئے تاکہ قادیان لے جاکر دفن کیا جائے تو اہل اسلام نے نہایت تذلیل وتحقیر کی۔(۱۲)

مرزا کی ہلاکت کے بعد بھی حضرت امیر ملت ردمرزائیت میں جوش وخروش سے سرگرم عمل رہے اور دلائل قاہرہ سے ختم نبوت کے مسئلے کو ثابت فرماتے۔مرزائیوں نے بوکھلا کر آپ کے خلاف ہر قسم کے ہتھکنڈے استعمال کر کے اعلائے کلمۃ الحق سے باز رکھنے کی سعی کی مگر آپ نہ تو پریشان ہوئے اور نہ ہی آپ کی سرگرمیوں میں سر مو فرق آیا۔اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے نصرت وکامیابی آپ کے شامل حال رہی۔

فانوس بن کر جس کی حفاظت ہوا کرے وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

ایک دفعہ رعیہ خاص ضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤں میں حضرت امیر ملت قدس سرہ خطاب فرمارہے تھے کہ محمد علی جولاہا مرزائی ساکن سنکھترہ نے حضور سید عالم ﷺ کی شان اقدس میں بے ادبی کے کچھ الفاظ کہے۔حضرت اقدس

ایسی گستاخی کی کب تاب لا سکتے تھے۔آپ نے خود اپنے دست مبارک سے اسے زدوکوب کیا۔یہ دیکھ کر دوسرے مسلمان بھی اٹھ کھڑے ہوئے اور اس بدبخت اور خبیث جولاہے کو سخت سزا دی۔

مرزائی تو پہلے ہی آپ کی حق گوئی وبیبا کی سے ذلیل وخوار ہوکر بدلہ لینے کی فکر میں تھے۔اس واقعہ سے وہ نہایت ہی ذلیل حرکتوں پر اتر آئے اور تحصیلدار رعیہ (رعیہ خاص اُن دنوں تحصیل ہوا کرتی تھی اور تحصیلدار ہندو تھا) کی عدالت میں ایک جھوٹا مقدمہ دائر کر دیا کہ! ''یہ شخص (حضرت امیر ملت قدس سرہ) مسلمانوں کو گاؤ کشی پر برانگیختہ کرتا ہے۔حکومت برطانیہ کے خلاف بہت کچھ کہتا رہتا ہے۔محمد علی جولاہے نے اسے ان حرکتوں سے روکا تو اس نے محمد علی کو سخت زدوکوب کیا''۔

ماسٹر خواجہ محمد کرم الٰہی ایڈوکیٹ سیالکوٹ (۱۹۵۹ء) خلیفہ مجاز حضرت امیر ملت وسیکرٹری مرکزی انجمن خدام الصوفیہ الہند) سیالکوٹ کے دیگر یاران طریقت نے سیالکوٹ کے انگریز ڈپٹی کمشنر کی عدالت میں تبدیلی مقدمہ کی درخواست پیش کی۔اُس نے درخواست قبول کرتے ہوئے ایک انگریز مجسٹریٹ کی عدالت میں مقدمہ منتقل کر دیا۔سب سے پہلے حضرت اقدس امیر ملت کی حاضری عدالت کا معاملہ زیر بحث آیا۔خواجہ کمال الدین وکیل مرزائی کو چونکہ آپ سے خصوصی عداوت وخصومت تھی بدیں وجہ اُس نے زور دیا کہ یہ شخص معمولی حیثیت کا مالک ہے اسکا عدالت میں حاضر ہونا ضروری ہے حضرت امیر ملت کی طرف سے کئی وکیل پیروی کر رہے تھے انہوں نے اور ماسٹر محمد کرم الٰہی ایڈوکیٹ نے یہ مؤقف اختیار کیا کہ!

''آپ مسلمانوں کے بہت بڑے مقتدا اور رہنما ہیں۔آپ کے کئی لاکھ معتقدین سارے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔آپ کو حاضری عدالت سے مستثنیٰ کیا جائے''۔انگریز مجسٹریٹ نے فریقین کے وکلاء کے تفصیلی دلائل سننے کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ!

''شاہ صاحب نہایت قابل تعظیم بزرگ ہستی ہیں۔اُن کی شان اس سے ارفع ہے کہ وہ ایسے چھوٹے مقدمہ میں عدالت میں بلائے جائیں لہٰذا حکم کیا جاتا ہے کہ شاہ صاحب عدالت میں حاضر نہ ہوں اور اُن کی طرف سے وکیل پیروی کرے''۔

محمد علی جولاہا نے مرزائی جماعت کی مدد سے سیشن جج کی عدالت میں نگرانی کی درخواست دے دی وہاں سے بھی مقدمہ خارج ہوا تو مرزائیوں نے ہائی کورٹ سے رجوع کیا اور زور دیا کہ آپ کا دوران مقدمہ حاضر عدالت ہونا لازم قرار دیا جائے۔فریقین کی طرف سے قابل وکیل اور لائق بیرسٹر پیروی کر رہے تھے۔آپکی طرف سے کئی بیرسٹر بلا

معاوضہ پیش ہوتے رہے جن میں سر میاں محمد شفیع بیرسٹر (ف ۱۹۳۲ء) بھی شامل تھے بحث بھی انہوں نے ہی کی تھی۔ ہائی کورٹ میں بھی حضرت اقدس کو کامیابی ہوئی اور آپ کو حاضری عدالت سے مستثنیٰ رکھا گیا۔ جب اس اقدام میں مرزائیوں نے ہائی کورٹ تک منہ کی کھائی تو اصل مقدمہ میں ایڑی چوٹی کا زور تک لگایا مگر سیالکوٹ کے مجسٹریٹ نے اصل مقدمہ میں بھی خارج کردیا۔ اس کے بعد مرزائیوں کو دوبارہ اپیل کرنے کی ہمت نہ ہوئی اور ذلیل وخوار ہو کر خاموشی سے بیٹھ گئے۔ (۱۳)

بار بار ذلیل وخوار ہونے کے بعد مرزائیوں نے حضرت امیر ملت قدس سرہ کے منجھلے صاحبزادے حضرت پیر سید خادم حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ (ف ۱۹۵۱) کے خلاف ایک فوجداری مقدمہ دائر کردیا تا کہ اپنی بار بار کی تذلیل کا بدلہ لیا جاسکے۔ صاحبزادہ صاحب اُسوقت اورینٹیل کالج لاہور میں مولوی فاضل کا امتحان دے رہے تھے۔ اس مقدمہ کی پیروی کے لیے حضرت اقدس تقریباً ایک سال تک مسجد پٹولیاں (اندرون لوہاری دروازہ لاہور) قیام فرما رہے۔ مرزائیوں کی خواہش تھی کہ آپ کو طرح طرح سے پریشان کر کے تبلیغ وارشاد کا سلسلہ ختم کردیا جائے مگر اُن کی یہ خواہش بھی پوری نہ ہوسکی۔ مسجد پٹولیاں میں قیام کے زمانے میں آپ کا فیض عام جاری رہا۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ جوق در جوق حاضر ہوتے رہے اور اپنے دامن میں فیوض وبرکات سمیٹ کرلے جاتے۔ بے شمار لوگ سعادت بیعت سے مشرف ہوئے۔ آپ کا لنگر بڑے وسیع پیمانے پر قائم تھا۔ ہر رات آپ وعظ وتقریر فرماتے جس میں دور ونزدیک کے لوگ شرکت کرنے کے لیے آتے اور فیض یاب ہوتے۔

مقدمہ کی پیروی کیلئے حضرت مولانا محرم علی شاہ چشتی (ف ۱۹۳۲ء) آپ کی طرف سے وکیل تھے۔ دوسرے وکلاء بھی موجود تھے لیکن بحث میاں سر محمد شفیع بیرسٹر نے کی اور پہلے کی طرح اب بھی وہ کسی قسم کے محنتانہ کے روادار نہ ہوئے۔ ماسٹر کرم الٰہی ایڈوکیٹ مقدمہ کی پیروی کے لیے سیالکوٹ سے برابر آیا کرتے تھے۔ موخر الذکر نے جو خدمات انجام دیں وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ جس رات کی صبح فیصلہ سنایا جانا تھا وہ رات حضرت امیر ملت قدس سرہ نے حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے دربار گوہر بار میں بسر کی۔ صبح ہوتے ہی آپ نے خادم حاجی عبد اللہ امرتسری کو حکم دیا کہ! ’’آج فیصلے کی تاریخ ہے زردہ پلاؤ کی دیگیں چڑھادو‘‘۔ حاجی صاحب نے عرض کیا کہ بری ہونے کا فیصلہ ہو جائے تو دیگیں چڑھائیں گے، آپ نے ارشاد فرمایا! ’’تم ابھی سے کام شروع کردو اللہ تعالیٰ بری کرے گا‘‘۔

چنانچہ انگریز جج نے باعزت بری ہونے کا فیصلہ سنایا تو حق کا بول بالا اور دشمنوں کا منہ کالا ہوگیا جب فیصلے کی

اطلاع حضرت امیر ملت قدس سرہ کو پہنچائی گئی تو آپ کیساتھ سب لوگ سجدہ شکر بجالائے خوشیاں منائی گئیں خیرات کی گئی سارا دن اور رات زردہ و پلاؤ کا عام لنگر جاری رہا۔(۱۴)

گزشتہ صفحات میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ حضرت امیر ملت قدس سرہ نے بادشاہی مسجد لاہور کے جلسہ عام اعلان فرمایا تھا کہ!

''اگر مرزائی اپنے دین کو سچا ثابت کر دیں تو پانچ ہزار روپے انعام دونگا''۔

یہ اعلان اخبارات میں بھی شائع ہوا اور اشتہارات کی شکل میں بھی عام کیا گیا مگر کبھی کسی نے انعام حاصل کرنے کی جرأت نہ کی۔ البتہ ایک دفعہ مرزائیوں کی طرف سے اشتہار تقسیم کیے گئے کہ ہم اپنا مسلمان ہونا ثابت کرتے ہیں پہلے تم روپیہ بنک میں جمع کراؤ۔ اُس وقت حضرت اقدس علی پور سیداں شریف سے سیالکوٹ تشریف لے جارہے تھے جب ٹرین سیالکوٹ کے اسٹیشن پر پہنچی تو بہت سے اشتہار اُس سیکنڈ کلاس کے ڈبے میں ڈال دیئے گئے جس میں آپ سفر فرمارہے تھے اشتہار دیکھا تو مطالبہ کا علم ہوا۔ چنانچہ دوسرے دن بنک میں روپیہ جمع کرادیا مگر مرزائیوں کو میدان میں آنے کی جرأت نہ ہوسکی۔(۱۵)

فتنہ ارتداد کے دور میں بھی آپ متواتر رد مرزائیت میں مصروف کار رہے، جھوٹے نبی کی جھوٹی نبوت پر ضرب کاری لگاتے رہے کیونکہ آپ کی زبان اقدس پر ہر وقت قال اللہ اور قال الرسول ہی ہوتا تھا تو پھر بھلا ختم نبوت پر ڈاکہ زنی کیسے برداشت کر سکتے تھے۔ ۲ دسمبر ۱۹۲۴ء کو اکبری مسجد آگرہ میں جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے ایک بار پھر اعلان فرمایا!

۱) حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضور سرور کائنات ﷺ تک تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر علیہم السلام مبعوث ہوئے سب کے اکہرے یعنی منفرد نام تھے مرکب نام نہ تھے۔ مثلاً آدم، شیث، نوح، وغیرہ مگر مرزائی فرقہ کے بانی غلام احمد کا نام دہرا ہے ایک غلام اور دوسرا احمد دو لفظ ہیں۔ بھلا جب ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں میں سے کسی کا نام بھی دہرا نہیں ہے تو غلام احمد دہرے نام کا آدمی کیسے پیغمبر بن گیا۔

۲) انبیاء علیہم السلام اور خصوصاً حضرت سرور کائنات ﷺ کا کوئی استاد نہ تھا۔ اگر کوئی استاد ہوتا تو اس کی تعظیم واجب ہوتی مگر یہ خاصان خدا خود ہی سب سے زیادہ واجب التعظیم تھے اسلیے کوئی انکا استاد نہ ہوا جس کی تعظیم کرتے ہاں غلام احمد کا استاد گل شاہ تھا اس سے بھی ثابت ہوا کہ اس کا دعویٰ نبوت جھوٹا اور باطل ہے۔

۳) سب نبیوں نے چالیس سال کی عمر میں نبوت کا دعویٰ کیا اور ایک دم دعویٰ کیا تدریجی دعویٰ نہیں کیا مرزا غلام

احمد نے اول کہا میں محدث ہوں پھر مجدد بنا پھر مہدی ہونے کا دعویٰ کیا پھر مسیح بن گیا اور نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ لعنة الله علی الکاذبین۔(۱۶)

حاشیہ میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت امیر ملت قدس سرہ نے ۱۹۲۵ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس مراد آباد کے موقع پر

اپنے صدارتی خطبہ میں بھی مرزائیت پر ضرب کاری لگائی تھی۔ اسی اجلاس میں مرزائیوں کے خلاف ایک قرارداد بھی منظور کی گئی جو درج ذیل ہے۔

''یہ اجلاس عام جو سات کروڑ مسلمانان ہند کا قائم مقام اور ہر حصہ ملک کے علمائے اہلسنت وجماعت پر مشتمل ہے۔ مرزائیوں کی صدائے احتجاج کی بنا پر لیگ آف نیشنز اور گورنمنٹ آف انڈیا کو توجہ دلاتا ہے کہ حکومت افغانستان کا اہلاک قادیانیان مذہبی مسئلہ ہے۔ اس میں کسی حکومت کی مخالفانہ آواز صریح مذہبی مداخلت ہوگی جسکو مسلمان کسی طرح بھی گوارا نہیں کر سکتے۔ لہذا لیگ اور گورنمنٹ کو اس مسئلہ میں ہرگز دخل نہ دینا چاہئے''۔(۱۷)

انجمن خدام الصوفیہ ہند کے سیکرٹری جنرل خواجہ محمد کرم الٰہی ایڈوکیٹ نے ۱۴ دسمبر ۱۹۲۸ء کو روزنامہ سیاست لاہور میں ایک بیان شائع کرایا جس میں تحریر کیا تھا کہ!

''مرزا صاحب کی جماعت ابتداء سے حضرت قبلہ عالم روحی فداہ (حضرت امیر ملت) اور آپ کے غلاموں کی مخالفت پر کمربستہ رہی ہے۔ ۱۹۲۵ء کے سالانہ جلسہ انجمن خدام الصوفیہ کے موقعہ پر مرزا قادیانی کے چند معتقد علی پور شریف آئے۔ انکی نیت فساد اور شرارت کی تھی۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے مرزا کے اعتقادات اور الہامات کا ذکر شروع کر دیا۔ ایک مولوی صاحب نے جلسے میں مرزا کے اعتقادات کی تردید کی ایمان کی حقیقت بیان کی اور مسئلہ ختم نبوت پر مکمل روشنی ڈالی۔ اس موقعہ پر حضرت قبلہ عالم امیر ملت قدس سرہ نے اعلان فرمایا کہ مرزا کے ایمان کو صحیح ثابت کرنے والے کو دس ہزار روپے انعام دیا جائے گا۔ اسکے بعد سے سیالکوٹ کی مرزائی جماعت اور حضرت قبلہ عالم کے غلامان سیالکوٹ کے مابین اشتہار بازی ہوتی رہی ہے۔ اب ان کے مطالبہ پر ہم نے دس ہزار روپے امپیریل بنک سیالکوٹ میں جمع کرا کے اعلان کر دیا ہے اور دعوت دی ہے کہ مرزا بشیر الدین محمود مرزا کے ایمان کو سچا ثابت کردیں مگر مخالفین اس اعلان کے بعد سے خاموش ہیں معلوم ہوتا ہے کہ سب کو سکتہ ہو گیا ہے کوئی سامنے نہ آیا جو اپنا مدعا ثابت کر سکتا اور اتنا بڑا انعام حاصل کرتا''۔(۱۸)

مندرجہ بالا تفاصیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا جی اور انکے حواریوں کو کبھی بھی سامنے آکر اپنا موقف اور عقیدہ

ثابت کرنے کی جرأت نہ ہو سکی اور ہمیشہ حق کا بول بالا ہی رہا۔حضرت امیر ملت قدس سرہ کی ردمرزائیت کی خدمات کا اعتراف خود انصاف پسند مرزائیوں نے بھی کیا ہے۔آپکے نبیرہ اعظم جوہر ملت حضرت پیر سید اختر حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ(ف ۱۹۸۰ء)روایت فرماتے ہیں!

''ایک بار ریل میں ایک سینئر سب جج میرے ہم سفر تھے وہ مرزائی تھے۔انہوں نے باتوں باتوں میں کہا کہ ہندوستان میں تین طاقتوں نے بیک وقت اپنے اپنے عقائد کی تبلیغ کا کام شروع کیا تھا۔انگریزوں نے عیسائیت کی،مرزا نے اپنے مذہب کی اور شاہ صاحب نے (امیر ملت) نے دین حق کی تبلیغ شروع کی۔انگریز کے پاس بہت زیادہ دولت، طاقت اور
حکومت تھی،مرزا صاحب نے بھی چندہ اکٹھا کر کے بڑی دولت جمع کر لی تھی اور تنخواہ دار مبلغین کی ایک مستقل جماعت قائم کی تھی۔اس کے برعکس شاہ صاحب اکیلے ہی سرگرم عمل تھے۔آپ کے پاس کوئی سرمایہ بھی نہ تھا آپ نے چندہ بھی نہیں کیا اور مبلغین کی جماعت کو بھی ملازم نہیں رکھا مگر میں اپنے سیالکوٹ کے علاقے پر ہی غور کرتا ہوں تو نظر آتا ہے کہ بدوملہی کا صرف ایک زمیندار سدھ صاحب عیسائی ہوا ہے اور چودھری عنایت اللہ تر گہ کا ذیلدار اور میرے والد صاحب اور صرف چند گھر گھٹیالیاں کے مرزائی ہوئے ہیں علاقے کے باقی تمام لوگ جو لاکھوں کی تعداد میں ہیں شاہ صاحب کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور اپنے دین پر قائم رہے''۔

حضرت جوہر ملت فرماتے ہیں کہ میں نے اُسکی تقریر سن کر کہا کہ!یہ اللہ کی دین ہے جو کوئی بھروسے پر کام کرتا ہے اور اسباب ظاہر کا پابند نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ اسے کامیاب فرماتے ہیں۔(**فان حزب اللہ ھم الغالبون**)''آگاہ رہو کہ بے شک خدا کی جماعت ہی کو غلبہ حاصل ہوا کرتا ہے''۔(۱۹)

حضرت امیر ملت قدس سرہ کی ان بے مثال دینی خدمات سے متاثر ہو کر حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ(ف ۱۹۸۴ء) سجادہ نشین آلو مہار شریف ضلع سیالکوٹ نے یوں خراج تحسین پیش کیا تھا وہ فرماتے ہیں کہ!

''حضرت امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی نوجوانی کے زمانے میں تمام ملک ہندوستان میں کفر و ظلمت کا دور دورہ تھا اور اسلام کو کسی ایسی اولوالعزم ہستی کا انتظار تھا جو تاریکیوں کو مٹا کر نور ایمان سے دلوں کو روشن کر دے کفر والحاد کا عقاب ہر طرف شکار کی تلاش میں گرم پرواز تھا۔اور ڈرے ہوئے کلمہ گو گوشہ نشینی میں عافیت سمجھ رہے تھے۔اگر ایمان کی بجلی کبھی گمراہی کے تاریک پردوں کو چاک کرتی تو اپنی شپرہ چشمی کی وجہ سے خلقت اُس روشنی سے فیض پانے سے محروم رہتی۔عوام الناس عادات واخلاق اور اعمال وافعال کے لحاظ سے کفر میں ایسے رنگے ہوئے تھے کہ اسلامی شان وامتیاز

سے یکسر بیگانہ تھے۔غیر اسلامی رسوم و شعائر کو دین و ایمان سمجھ بیٹھے تھے اور صبغۃ اللہ کے خداوندی رنگ کا انکو احساس ہی نہ رہا تھا۔کافرانہ رواج اس قدر عام تھے کہ بے چاروں کو خدا رسول کی تعلیمات سے یکسر بیگانگی تھی۔کفر و شرک کے پجاری رشد و ہدایت سے نبرد آزما تھے اور ہندوستان سے اسلام کا نام مٹا دینے پر کمر بستہ غرض پورا برصغیر شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک اسپین میں اسلام کے آخری دور سے مماثل نظر آتا تھا۔ایسے وقت میں جبکہ روشیں ویران اور آبجوئیں خشک ہو چکی تھیں کہ اچانک ابر رحمت نمودار ہوا۔گلزار عالم میں آثار حیات ہویدا ہوئے۔اس کا قطر بہار آفریں اور مردہ زمین کو حیات جاوداں بخشنے والا تھا۔انسانیت کے پژمردہ چہرے پر رنگ شباب نکھرنے لگا بادخزاں کے ہزیمت خوردہ درختوں کی عریاں شاخوں کو از سر نو خلعت برگ و بار عطا ہوا کہ وہ آفتاب عالم طلوع ہوا ۔اس نیر اعظم نے شب و روز سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے ان سرنگوں مسلمانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر انکو بینا و روشن کر دیا۔ان سیاہ ذروں کو تابندہ ستارے بنا دیا۔اپنی تمازت عالمتاب سے پژمردہ دلوں کو گرمایا اور تازہ خون پیدا کیا۔خوابیدہ احباب کو جگایا اور ہوشیار کیا۔اور میدان عمل میں لا کھڑا کیا اور ان سے کام لیا۔حالانکہ اس وقت نہ کوئی واعظ تھا نہ وعظ سننے والا، نہ جلسہ تھا نہ جلوس، نہ انجمن تھی نہ کارکن۔صرف حضرت امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہی سب کچھ تھے۔اور آپ نے یک و تنہا احیاء دین کا بیڑہ اٹھایا تھا"۔(۲۰)

ردمرزائیت کے بارے میں حضرت امیر ملت قدس سرہ کی خدمات جلیلہ کی چند جھلکیاں آپ نے ملاحظہ فرمائیں ہیں۔افسوس کہ عدم فراہمی مواد کے سبب تفصیل نہیں دی جا سکی ورنہ آپ کی خدمات کا احاطہ کرنے کے لیے کئی دفتر درکار ہوتے۔برصغیر میں حضرت امیر ملت ہی کی وہ واحد شخصیت ہے جس نے میدان عمل میں مرزائیت کا مقابلہ کر کے اسکا ناطقہ بند کیا۔یہی وجہ ہے کہ مرزائی سب سے زیادہ دشمنی کا مظاہرہ بھی آپ کیساتھ ہی کرتے تھے۔اور لوگوں نے بھی قادیانی فتنہ کی سرکوبی اور بیخ کنی کے لیے کام کیا ہے مگر اُن کا کام جزوی ہے۔کسی نے کتاب لکھ دی کسی نے ایک آدھ جلسہ سے خطاب کیا۔مگر کلی کام صرف اور صرف حضرت امیر ملت قدس سرہ کا ہے پس پردہ رہ کر کام کرنا اور بات ہے میدان عمل میں آ کر نعرہ مستانہ لگانا اور چیز ہے۔حکیم الامت علامہ اقبال (ف ۱۹۳۸ء) نے سچ ہی تو کہا ہے!

الفاظ و معنی میں کچھ تفاوت نہیں لیکن ملا کی اذاں اور مجاہد کی اذاں اور

مرزائی آپ سے اس حد تک مخالفت و مخاصمت رکھتے تھے کہ انہوں نے آپ کی مخالفت کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیا۔فتنہ ارتداد کے خطرناک موقع پر حضرت امیر ملت نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے تھے وہ تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔فرقہ مرزائیہ نے اس فتنے میں حد درجہ بے غیرتی کا ثبوت دیا تھا اور اپنی معاندانہ کاروائیوں سے

فساد کے اندر ایک اور فساد برپا کر دیا تھا جو اسلامی جماعتیں شدھی کو روکنے میں سرگرم عمل تھیں ان سب سے بدبخت مرزائیوں کی مخاصمت تھی لیکن خاص طور پر وہ امیر ملت کے دشمن تھے اور آپ کے ارسال کردہ مبلغین کیلئے زحمتوں اور مزاحمتوں کا سبب بنتے تھے مگر خدا کے فضل سے وہاں بھی ہر موقع پر انکو شکست کا سامنا کرنا پڑا اور آپ کے مبلغین باوجود انکی مخاصمت ومخالفت کے کامیابی سے ہمکنار رہوئے۔(۲۱)

الغرض حضرت امیر ملت قدس سرہ تادم واپسیں مرزائیت کی تردید میں ہمہ وقت مشغول ومصروف رہے۔۱۹۵۱ء میں آپ کی رحلت ہوئی اور ۱۹۵۳ء میں ملکی سطح پر تحریک ختم نبوت چلی۔اس تحریک میں آپ کے فرزند اکبر اور سجادہ نشین اول سراج الملت حضرت پیر سید حافظ محمد حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (ف ۱۹۶۱ء) سب سے چھوٹے صاحبزادے شمس الملت حضرت پیر سید نور حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (ف ۱۹۷۸ء) اور نبیرہ اعظم جوہر ملت پیر سید اختر حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (ف ۱۹۸۰ء) نے بھرپور کردار ادا کیا۔ضیغم اسلام مجاہد ملت حضرت مولانا محمد عبد الستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس تحریک میں تاریخی کردار ادا کیا اور سزائے موت کے حقدار ٹھہرائے گئے۔یہ سزائے موت بعد میں عمر قید میں تبدیل ہوگئی تھی

یہ بھی حضرت امیر ملت قدس سرہ کے فیض نظر کا اثر تھا کیونکہ حضرت نیازی صاحب نے تحریک پاکستان کے دور میں اور پاکستان بننے کے بعد تحریک نفاذ اسلام میں پیر صاحب مانکی شریف محمد امین الحسنات (ف ۱۹۶۰ء) کیساتھ حضرت امیر ملت قدس سرہ کی زیر کمان سرفروشانہ خدمات انجام دیکر حق گوئی وبے باکی اور سرفروشی کا سبق سیکھا تھا۔(۲۲)

۱۹۷۴ء میں جب تحریک ختم نبوت ساحل کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔ملک کے سب سے بڑے با اختیار ادارے قومی اسمبلی نے مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا تو میں نے چشم تصور سے دیکھا کہ حضرت امیر ملت قدس سرہ کی روح انور اس دن خوشی سے پھولے نہ سماتی تھی اور اولاد امجاد سے ارشاد فرما رہی تھی کہ!

''میرے بیٹو! میں نے زندگی بھر حق وصداقت کا ساتھ دیا ہے اور جابر سے جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنے سے بھی گریز نہیں کیا۔لہذا تم ہر اس تحریک کو کچل دو ہر اس جماعت کے خلاف جہاد کرو اور ہر اس شخص کو کیفر کردار تک پہنچا دو جو ختم نبوت پر یقین نہیں رکھتا اور جو جناب رسالت مآب ﷺ کی نبوت پر ڈاکہ ڈالتا ہے۔

میرے بچو! تم پر تحفظ ختم نبوت کا دوہرا فرض ہے کیونکہ تم امت رسول ہو اور آل رسول بھی۔جاؤ! میدان عمل میں نکل کر ہر اس قلم کو توڑ دو جو توہین رسالت کے لیے اٹھتا ہے۔ہر اس زبان کو کاٹ کر رکھ دو جو گستاخی رسول ﷺ کے لیے کھلتی ہے اور ہر اس تنظیم کو ملیا میٹ کر دو جس کا مقصد دہر میں اسم محمد سے اجالا کرنا نہیں ہے۔

اٹھو! کمر ہمت باندھ کر نعرہ تکبیر و رسالت بلند کرنے کے لیے تن من دھن کی بازی لگا دو میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے دہر میں اسم محمد سے اجالا کر دے (اقبال)

(حواشی و حوالے)

۱) الکاویہ علی الغاویہ ج دوم از مولانا محمد عالم امرتسری، امرتسر ۱۹۳۴ء ص ۱۹۹، ۲۰۰۔۔۔مذاہب الاسلام از مولوی نجم الغنی رامپوری لاہور ۱۹۷۸ء ص ۶۵۸۔۔۔مشاہدات قادیان از مولانا عنایت اللہ چشتی ملتان ۱۹۸۷ء ص ۲۶۶

۲) قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ از پروفیسر محمد الیاس برنی مطبوعہ لاہور طبع نہم ص ۹۱۔۔۔تحریک ختم نبوت از شورش کشمیری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۲۲، ۲۳

۳) تحریک ختم نبوت ص ۲۳، ۲۴، اسلامی مذاہب از شیخ محمد ابوزہرہ مصری مترجم پروفیسر غلام احمد حریری مطبوعہ فیصل آباد طبع سوم ص ۳۷۶ تا ۳۸۸

۴) الکاویہ علی الغاویہ ج اول از مولانا محمد عالم آسی امرتسری مطبوعہ امرتسر ۱۹۳۱ء ص ۳

۵) ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور بابت اپریل مئی ۱۹۶۱ء ص ۳۳۔۔۔ماہنامہ ضیائے حرم لاہور ختم نبوت نمبر دسمبر ۱۹۷۴ء ص ۴۵۔۔۔ایمان پرور یادیں از مولوی اللہ وسایا دیوبندی مطبوعہ ملتان ۱۹۸۶ء ص ۳۶

نوٹ: حضرت امیر ملت قدس سرہ نے یہی اعلان آل انڈیا سنی کانفرنس مراد آباد ۱۹۲۵ء کے صدارتی خطبہ میں بھی ارشاد کیا۔ لیکن آغاز میں یہ کلمات فرمائے!

''اب ہندوستان میں جہاں ہر وقت آزادی مذہب کی ڈینگ ماری جاتی ہے ہر روز نئے نئے مذہب حشرات الارض کی طرح پیدا ہو رہے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ پیغمبری کے بعد کئی ایک پیروان مرزا غلام احمد نے پیغمبری کے دعوے کئے۔ مرزا غلام احمد پہلے سیالکوٹ کی کچہری میں اہلمدی کے عہدے پر ملازم تھا۔ وہاں سے مختاری کا امتحان دیا جس میں ناکامی ہوئی پھر آہستہ آہستہ مریم، عیسیٰ، مسیح، مہدی، نبی کل نبیوں کا نچوڑ، معاذ اللہ خدا کا بیٹا خدا کا پیدا کرنے والا وغیرہ پھر کرشن گوپال بن کر اس جہان سے سدھارا۔

اعلان کے اختتام پر فرمایا!

''مرزائی جو مرزا غلام احمد کے پیرو ہیں وہ ختم نبوت کے قائل نہیں ہیں۔ اس طرح وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے مدارج رسالت و نبوت میں کمی کرنے والے ہیں۔ یہ حضور ﷺ کے مدارج مرزا غلام احمد کیلئے مانتے ہیں

پھر ان سے اہل سنت و جماعت کس طرح اتفاق کر سکتے ہیں۔ ہم نے ان کو نہیں چھوڑا وہ خود ہم سے علیحدہ ہو کر گمراہ ہو گئے۔ نہایت حیرت و استعجاب کی بات ہے کہ مرزائی خود سرکار دو عالم ﷺ کی غلامی چھوڑ کر اور کی غلامی اختیار کریں اس پر بھی اُنکو مسلمان سمجھا جائے۔ نفاق تو وہ خود کرتے ہیں جماعت ناجیہ کو خود انہوں نے چھوڑا۔ بموجب فتویٰ اہل سنت و جماعت وہ خود دین اسلام سے منحرف ہو کر مرتد ہو گئے اور چاہ ضلالت میں جا گرے۔ بے وفائی تو انہوں نے خود کی جو راہ راست سے پھسل گئے۔ طوق غلامی نبی آخر الزماں ﷺ انہوں نے گلے سے اتار دیا۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ بعض دوست ہم کو کہتے ہیں کہ ان سے اتفاق کرو نا اتفاقی کے مرتکب وہ ہیں اور شکایت اُلٹی ہماری۔

گلہ ہم سے ہے بے وفائی کا کیا طریقہ ہے آشنائی کا

(سیرت امیر ملت ص ۶۱۸، ۶۱۹، ملفوظات امیر ملت ص ۱۸۹ تا ۱۹۱، خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس ص ۲۱۳، ۲۱۴)

۶) ماہنامہ ضیائے حرم ختم نبوت نمبر ص ۴۵، ۴۶

۷) برکات علی پور شریف از پیر خیر شاہ امرتسری، امرتسر ۱۳۲۶ھ ص ۹، سیرت امیر ملت مطبوعہ ۱۹۷۵ء ص ۲۴۵۔۔۔ایمان پرور یادیں ص ۴۷

۸) الکاویہ علی الغاویہ ج دوم از مولانا محمد عالم آسی امرتسری مطبوعہ ۱۹۳۴ء ص ۳۸۷، ۳۸۸

۹) فیضان امیر ملت از مرزا ذوالفقار علی بیگ جماعتی مطبوعہ حیدر آباد دکن ۱۹۵۹ء ص ۹۶، ۹۷

۱۰) الکاویہ علی الغاویہ ج دوم ص ۳۸۵ تا ۳۸۶، سیرت امیر ملت ص ۲۴۴ تا ۲۴۹، مہر منیر از مولانا فیض احمد فیض ص ۲۰۶، برکات علی پور ص ۹، ۱۵۸ تا ۱۵۹، صوفیاء نقشبند ص ۳۵۶، ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ ضلع سرگودھا جنوری ۱۹۳۴ء ص ۱

۱۱) سیرت امیر ملت ص ۲۴۹

۱۲) ماہنامہ ضیائے حرم لاہور ختم نبوت نمبر ص ۴۷، الکاویہ علی الغاویہ ج دوم ص ۱۵۹

۱۳) سیرت امیر ملت ص ۲۵۰، ۲۵۱

۱۴) ایضاً ص ۲۵۱ تا ۲۵۲

۱۵) ایضاً ص ۲۵۲، ۲۵۳

۱۶) ایضاً ص ۲۶۰، ۲۶۱

۱۷) ماہنامہ اشرفی کچھوچھہ شریف انڈیا بابت مئی ۱۹۲۵ء ص ۲۰۔ ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی سنی کانفرنس ملتان نمبر

ص۶۸،۶۷

۱۸) سیرت امیر ملت ص۲۵۳

۱۹) ایضاً ص۲۵۳،۲۵۴

۲۰) ایضاً ص۱۵۴،۱۵۵

۲۱) ایضاً ۲۵۴

۲۲) رپورٹ تحقیقاتی عدالت ۱۹۵۳ء ص۱۴۴، فیضان امیر ملت ص۸۵

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

حضرت خواجہ غلام مرتضٰی بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ

اور رد قادیانیت

پروفیسر محمد نصر اللہ معینی

تعارف و شخصیت:

شاہ پور صدر سے چند میل شرقی جانب دریائے جہلم کے کنارے اللہ والوں کی ایک بستی بیربل شریف گزشتہ دوصدیوں سے علم وعرفان کے ایک مرکز کی حیثیت سے مشہور ومعروف ہے۔اس مرکز کے صدر نشین فرید العصر جنید وقت حضرت حافظ غلام مرتضٰی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔آپ متاخرین مشائخ نقشبند میں عظیم علمی و روحانی مرتبہ کے حامل اور علوم شریعت وطریقت میں کامل تھے۔ترجمان حقیقت خواجہ محمد عمر بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

[[میں نے حضرت جد امجد خواجہ غلام مرتضٰی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تھا وہ ایک طرف عالم متبحر تھے تصوف کے باریک مسائل کو معمولی اور آسان الفاظ میں ذہن نشین کرادیتے تو دوسری طرف آپ کی ایک ہی نظر مردہ دلوں کو زندہ کردیتی تھی۔عالم وجاہل یکساں فیض اٹھاتے۔سلف صالحین کا طریقہ تھا بناوٹ اور تکلف کا اس میں دخل نہ تھا۔دیکھ کر خدائے ذوالجلال یاد آجاتا]]۔(حالات حضرت اعلیٰ غلام مرتضٰی رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت غلام مرتضٰی بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اعوان خاندان کے ایک عالم نبیل اور مرد صالح حضرت حافظ محمد اسلم کے کاشانہ نور میں ۱۲۵۱ھ میں آنکھ کھولی۔سید العلماء تاج العرفاء حضرت غلام نبی للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں علوم مروجہ کی تکمیل کی۔دوران تعلیم حضرت خواجہ غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری سے شرف بیعت حاصل کیا۔جنھوں نے چند دن خصوصی توجہ دے کر اپنے خلیفہ مجاز حضرت للّٰہی کے سپرد کردیا۔حضرت للّٰہی نے انہیں علوم ظاہری وباطنی میں یکتا کردیا اور سلوک کی منازل طے کرواکر خلافت سے سرفراز فرمایا۔اور بیربل شریف میں مسند ارشاد وتدریس سنبھالنے کی تاکید فرمائی۔جلد ہی آپ کے علم وفضل کا شہرہ دور دور تک پھیل گیا اور برصغیر کے اطراف و اکناف سے تشنگان علم ومعرفت حاضر ہوکر اس چشمہ شیریں سے سیراب ہونے لگے۔

حضرت حافظ غلام مرتضٰی بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ سے اکتساب فیض کرنے والوں میں بے شمار سعادت مند آسمان علم وعرفان پر ماہ وانجم بن کر روشن ہوئے۔ان میں حضرت احمد حسن سجادہ نشین سربند شریف،حضرت سید محمد شاہ سجادہ نشین خانقاہ دائم الحضوری قصور،حضرت میاں محمد شفیع سجادہ نشین درس میاں وڈا لاہور،حضرت محبوب عالم سوہادہ

شریف، حضرت مولانا شمس الدین سیرہ شریف، حضرت قاضی عطا محمد نلی شریف، حضرت مولانا محمد سلیم دہلوی، حضرت مولانا غلام مرتضیٰ پٹیالہ اور حضرت مولانا عبد الرسول بکھروی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

حضرت بیربلوی کا دن تعلیم وتدریس اور خدمت خلق میں گزرتا اور رات کا بیشتر حصہ ذکر الٰہی اور مطالعہ کتب میں صرف ہوتا۔ اکثر محویت اور حیرت کی کیفیت آپ پر طاری رہتی۔ آپ تکوینی نسبت رکھتے تھے۔ آپ کے فیوضات اور کرامات کے بے شار واقعات کتابوں میں مذکور ہیں۔ آخری عمر میں فالج کا مرض لاحق ہوا دو سال سے زائد عرصہ تک صاحب فراش رہے لیکن استقامت اور عزیمت میں زرہ برابر فرق نہ آیا۔ تمام نمازیں حتیٰ کہ نماز تراویح بھی سہارے کیساتھ باجماعت ادا کرتے رہے اور تمام نمازوں کے لیے تیمم کے بجائے وضو کا اہتمام فرماتے رہے۔

۱۵ رجب ۱۳۲۱ھ کو غروب آفتاب کے وقت یہ آفتاب ولایت بھی اہل جہاں کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ حضرت علامہ محمد عالم آسی امرتسری، مولانا عبد الرسول بکھروی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اور دیگر مشاہیر علماء نے آپ کی وفات پر عربی، فارسی اور اردو میں قصائد لکھے۔ حضرت اعلیٰ حافظ غلام مرتضیٰ بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ صاحب تصانیف بزرگ تھے۔ اب تک عربی، فارسی میں آپ کی تصنیف شدہ مطبوعہ وغیر مطبوعہ پندرہ کتب دستیاب ہو چکی ہیں۔ جن میں سے ۵ مخطوطات پر پنجاب یونیورسٹی میں ایم اے عربی اور ایم فل عربی کے مقالہ جات مدون ہو چکے ہیں۔ جبکہ ایک مخطوط "شمس الضحیٰ" پی ایچ ڈی کے لیے زیر تدوین ہے۔ (تفصیلات کے لیے دیکھئے کتاب فیضان میروی و مجلہ معین الاسلام جنوری ۲۰۰۵ء)

آپ کے تین فرزند حضرت احمد سعید، حضرت محمد سعید اور حضرت غلام رسول صاحبان علم وفضل تھے۔ اور آپ کے علمی وروحانی کمالات کے وارث تھے۔ آپ کے دو پوتے حضرت خواجہ محمد فخر الدین چشتی اور حضرت خواجہ محمد عمر بیربلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بڑے بلند پایہ علمی وروحانی مرتبہ بزرگ گزرے ہیں۔ حضرت خواجہ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے آثار علمیہ میں "فیضان میروی" جبکہ حضرت خواجہ محمد عمر کی کتاب "انقلاب الحقیقت" نے طریقت کے حلقوں میں بڑی شہرت ومقبولیت پائی۔

ردّ قادیانیت:

دور رسالتمآب ﷺ ہی سے عقیدہ ختم نبوت پوری اُمت مسلمہ کا مسلمہ عقیدہ چلا آ رہا ہے۔ جب بھی کسی تاریک گوشے سے اس عقیدہ کے روشن چہرے کو دھندلانے کی کوشش کی علمائے ربانیین نے پوری قوت سے اس کا مقابلہ کیا اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے ہر طرح کی قربانی پیش کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔

برصغیر میں ہندو اور انگریزی استعمار کی مشترکہ سازش سے جب قادیانت کا شجر خبیث کاشت کردیا گیا جسکا مقصد یہ تھا کہ محمد عربی ﷺ کے غلاموں کا ان کے آقا سے تعلق ٹوٹ جائے۔ انکی محبتوں کو تقسیم کرکے ملت اسلامیہ کی وحدت کو پارہ پارہ کردیا جائے اور روح محمد ان کے بدن سے نکال کر جذبہ جہاد کو ہمیشہ کے لیے دفن کردیا جائے تو اہل مدرسہ کیساتھ ساتھ اہل خانقاہ بھی اُٹھ کھڑے ہوئے اور اس فتنے کا سد باب کرنے کے لیے اپنی پوری ہمتیں صرف کردیں۔

حضرت حافظ غلام مرتضٰی بیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی انھیں پاکباز لوگوں میں شامل ہیں جنہوں نے تمام مسلمانوں خصوصاً اپنے متعلقین اور متوسلین کو اس ایمان سوز فتنے سے خبردار کیا اور مرزا غلام احمد قادیانی کا خلیفہ اول مولوی نورالدین بھیرہ ضلع سرگودھا کا رہنے والا تھا۔ یہ ابتداء میں غیر مقلد تھا اور وہابی عقائد رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ بیر بل شریف کے قریب ایک گاؤں کوٹ بھائی خان میں آیا اور حضرت خواجہ غلام مرتضٰی رحمۃ اللہ علیہ کو مناظرہ کا چیلنج دیا۔ مناظرہ بازی اگرچہ حضرت کے مزاج کے خلاف تھی لیکن آپ نے اسکا چیلنج قبول فرمایا اور مناظرہ گاہ میں تشریف لے گئے۔ فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ زیر بحث آیا لیکن وہ حضرت کے دلائل کے سامنے نہ ٹھہر سکا آخر میں اس نے ایک روایت پیش کی۔ آپ نے اسکا حوالہ مانگا تو اس نے کہا کہ روایت بخاری میں ہے۔ حضرت کو اللہ تعالیٰ نے اتنا رسوخ علمی عطا فرمایا تھا کہ آپ نے فوراً فرمایا کہ یہ روایت بخاری میں نہیں۔ مولوی نورالدین نے حوالہ دکھانے کے لیے صبح کی مہلت مانگی۔ چنانچہ مناظرہ اگلے دن تک ملتوی ہوگیا۔ صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ مولوی نورالدین رات کی تاریکی میں فرار ہو چکا ہے۔ مناظرے میں شکست کی شہرت ہوگئی اور وہ اپنے علاقے میں منہ دکھانے کے قابل نہ رہا۔ یہ ازلی شقی گھومتا پھرتا آخر قادیان چلا گیا اور مرزا غلام احمد قادیانی کے ہاتھ پر بیعت کرکے اس کا دست راست بن گیا۔ اس بد بخت نے جعلی نبوت کا سکہ چلانے کے لیے اپنے علاقے کے علماء اور مشائخ کی طرف مرزا کے عقائد پر مبنی خط لکھنے اور اشتہارات بھیجنے شروع کردیئے۔ جب حضرت کو اشتہار ملا تو آپ نے اس کی سخت مذمت کی اور مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف بایں الفاظ خط لکھا۔

مرزا قادیانی کی طرف عتاب نامہ :

[[مردود بارگاہ یزدانی، مقبول بارگاہ شیطانی مرزا غلام احمد قادیانی **خذلکم الله بحرمة النبی الحقانی**]]۔[[از جمیع اہل الاسلام بعد از ادائے ما وجب آنکہ اشتہار ایشاں کہ سراسر مخالف آیات بینات بود رسیدہ و محبت ایشاں با دیان باطلہ معلوم گردیدہ]]۔

ے [[**کُلّ اناءِ یترشّحُ بما فیه، اللهمّ ارنا الحق حقاً و وارقنا اتباعه وارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابهٗ، اَللّٰهُمّ انْصُرْ من نصر دین محمد ﷺ واخذل من أعْرَضَ عن دین محمد ﷺ ۔ ان مِتَّ علی هذه العقیده الفاسدة مِتَ علی غیر دین الاسلام وجعلت قبورکم ایها الطائفة الخبیثة فی قبور الیهود والنصاریٰ لا فی قبور اهل السلام**]]۔

ے درخانہ اگر کس است — یک حرفے بس است

ترجمہ:

[[اے بارگاہ یزدانی کے مردود اور درگاہ شیطانی کے مقبول مرزا غلام احمد قادیانی اللہ تمہیں اپنے نبی برحق کے صدقے ذلیل ورسوا کرے۔تمام اہل اسلام کی طرف سے جس چیز کے تم حق دار ہو تمہیں پہنچے (یعنی لعنت) بات یہ ہے کہ تمہارا اشتہار پہنچا جو آیات بینات کے سراسر خلاف ہے۔اس سے باطل مذاہب کیساتھ تمہاری محبت کا پتہ بھی چلتا ہے برتن سے وہی کچھ باہر آتا ہے جو برتن کے اندر ہوتا ہے۔اے اللہ ہمیں حق کو حق سمجھنے اور اس کی اتباع کرنے کی توفیق عطا فرما اور باطل کو باطل سمجھنے اور اس سے بچنے کی توفیق بخش۔اے اللہ جو دین مصطفی ﷺ کی مدد کرے تو اس کی مدد فرما اور جو دین مصطفی ﷺ سے روگردانی کرے تو اسے ذلیل ورسوا کردے۔اگر تو اسی عقیدہ فاسدہ پر مر گیا تو جس پر مرے گا وہ دین اسلام نہیں ہوگا کچھ اور ہی ہوگا اور اے خبیث تو لے تمہاری قبریں یہود ونصاریٰ کے قبرستان میں بنائی جائیں گی نہ کہ اہل اسلام کے قبرستان میں]]۔

؎ اگر کسی کے خانہ عقل میں کچھ ہے تو اس کے لیے ایک ہی لفظ کافی ہے

حضرت خواجہ غلام مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ غلام احمد قادیانی کی طرف یہ عتاب نامہ لکھ کر بیٹھ نہیں گئے بلکہ اپنے متعلقین کو اس ایمان سوز فتنے سے خبردار کرنے اور انہیں اس سے محتاط رہنے کی تلقین فرمانے لگے۔اس سلسلے میں آپ نے اپنے احباب کی طرف خطوط بھی لکھے جن میں مرزائیت کے عقائد باطلہ سے آگاہ کرتے ہوئے انہیں محتاط رہنے کا ارشاد فرماتے۔

حضرت پیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خلیفہ مجاز حضرت محبوب عالم سوہاوی (المتوفی ۱۳۰۵ھ) کی طرف ان الفاظ میں خط لکھا!

[[الحمد لله وكفىٰ وعلىٰ عباده الذين اصطفىٰ]]۔قال الله تعالىٰ!ومن اظلم ممن افترى على الله كذبا وقال اوحي ولم يوحىٰ اليه ۔عقائد مرزا قادیانی مخالف آیات صریحہ واحادیث صحیحہ ومخالف اجماع وکشوف اولیاء متقدمین ومتاخرین است **فلا يتبعه الا جاهل** او زندیق او

مجنون او متعصب فی الدین۔ البتہ اورا در فن انشاء پردازی عربی و فارسی دخلے
ہست۔ لہذا بعضی اشخاص ضعیف الایمان کہ از عقل بہرہ کلی ندارند بر تحریرات و
تقریرات او فریفتہ و شیفتہ می شوند و ادعائے کاذبہ او را مثل نبوت و ولایت وغیرہ
ذلک تصدیق می نمائند۔ **فویل لھم ثم ویل لھم اعوذ باللہ ان
اکون من الجاھلین** ۔ دعوئی نبوت و مثیل مسیحا و مجدد بودن از طرف
قادیانی محض دروغ بے فروغ است زیرآنکہ بنا بر تصدیق ایں دعوئی دلیل قوی نزد
ایشاں نیست کہ خصم او را تسلیم نماند۔ محض الہام و کشف حجت بر غیر نہ گردے۔ **کما
تقرر فی علم الکلام و قد جَرَّبْنَامرارًا اَنّ صَاحِبَ الْکَشْفِ
یَغْلَطُ کثیرًا مع ھذا** ایں چنیں کشف کہ مخالف حق صریح باشد معتبر
نیست۔ ظاہر است کہ اگر ایشاں را حظے از ولایت حاصل بودے تا احدے از ہمنشینان
او البتہ مہذب و مؤدب گردیدے و اخلاق ذمیمہ او مبدل بہ اوصاف حمیدہ گشتے حالانکہ
جملہ اوصاف ایشاں را الآن کما کان می بینم۔ ہیچ کس را دل از دنیائے دوں سرد نہ
گردیدہ و نہ ہیچ کس کما حقہ راغب بہ عبادت الٰہی است خوش گفت آنکہ گفت۔

سوختم از دست صرافان کوہر ناشناس
قیمت خر مہرہ را با در برابر می کنند

من یھدی اللہ فھو المھتد ومن یضلل فلن تجد لہ ولیا مرشداً

ترجمہ مکتوب:

[[اللہ تعالیٰ نے فرمایا! اور اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ پر بہتان باندھے اور کہے کہ میری طرف وحی آتی ہے حالانکہ اسے کبھی وحی نہیں کی گئی۔ مرزا قادیانی کے عقائد واضح آیات اور صحیح احادیث، اجماع اُمت اور اولیائے متقدمین ومتاخرین کے صحیح کشف کے خلاف ہیں اسکا پیروکار کوئی جاہل، زندیق، پاگل یا ہٹ دھرم ہی ہوسکتا ہے۔ مرزا قادیانی کو صرف عربی وفارسی کی انشاء پردازی میں کچھ مہارت ہے چنانچہ بعض کمزور ایمان والے جو کہ عقل سے بے بہرہ ہیں اسکی تقریروں اور تحریروں پر فریفتہ ہوجاتے ہیں اور اس کے جھوٹے دعویٰ نبوت اور ولایت وغیرہ کی تصدیق کرتے ہیں افسوس اور تباہی ہے ایسے لوگوں کے لیے میں ایسی جہالت سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔ اسکے نبوت مثیل مسیح اور مجدد ہونے کے دعوے محض سفید جھوٹ ہیں اس کے پاس اپنے دعویٰ کے ثبوت میں کوئی قوی دلیل نہیں۔ محض الہام اور کشف سے دوسرے پر حجت قائم نہیں ہوسکتی۔ جیسا کہ علم کلام سے ثابت ہے اور ہم نے کئی بار تحریر کیا ہے کہ صاحب کشف غلطی کرسکتا ہے اسکا کشف کئی بار صحیح نہیں ہوتا۔ جب کہ ایسا کشف جو حق کے خلاف ہو قطعاً معتبر نہیں۔ ظاہر ہے اگر انہیں ولایت سے کچھ حصہ ملا ہوتا تو ان کے فتبعین ضرور مہذب اور مودب ہوتے اور ان کے اخلاق ذمیمہ بدل کر اخلاق حمیدہ بن جاتے۔ حالانکہ انکے تمام احباب ویسے کے ویسے کورے ہیں کوئی بھی دنیا سے دل برداشتہ نہیں ہوا نہ ہی ان میں سے کوئی کماحقہ عبادت الہیہ کی طرف راغب ہوا۔ کسی شاعر نے کیا ہی اچھا کہا ہے!

[[گوہر ناشناس صرافوں سے میرا دل جلتا ہے
جو کوڑی کی قیمت موتی کی قیمت کے برابر کردیتے
ہیں]]۔

جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جس کو وہ گمراہ کرے تو اس کا کوئی راہ دکھانے والا دوست نہیں پائے گا۔

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

(ماخذ)

۱--- انوار مرتضوی: مولانا عبد الرسول بکھروی

۲--- خزینہ معرفت: حضرت ابراہیم قصوری

۳--- حالات حضرت غلام مرتضی: خواجہ محمد عمر بیربلوی

۴--- عرفان مرتضوی: پروفیسر محمد نصر اللہ معینی

۵--- مجلہ معین الاسلام

عقیدہ ختم نبوت اور

حضرت علامہ میاں عبد الحق غورغشتوی علیہ الرحمۃ

سید منور علی شاہ بخاری قادری غورغشتوی

ضلع اٹک پنجاب میں علاقہ چھچھ اسلامی علوم کے لحاظ سے بلخ و بخارا کی طرح مشہور رہا ہے۔ یہاں پر ہر دور میں جید علماء کرام رہے ہیں۔ ان میں امام الصرف والنحو ماہر فی العلوم العقلیہ والنقلیہ زبدۃ الاتقیاء محقق بے مثل استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا میاں عبدالحق صاحب غورغشتوی کا نام نہایت نمایاں رہا۔

آپ نسباً انصاری اور صحابی رسول ﷺ حضرت جابر انصاری رضی اللہ عنہ کی اولاد امجاد میں سے ہیں۔ شجرہ نسب کچھ اس طرح ہے!

عبدالحق بن میر احمد بن میاں فضل احمد بن میاں مہابت خان بن محمد اعظم بن محمد فتوح بن محمد عظیم بن عبد الباقی بن عبد اللہ بن محمد لقمان رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ کی ولادت حضرت علامہ مولانا میر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھر ۱۳۰۸ھ/۱۸۸۸ء میں موضع غور غشتی علاقہ چھچھ میں ہوئی۔ آپ تقریباً ۲ مہینے کے تھے کہ والد صاحب حضرت علامہ مولانا امیر احمد صاحب فوت ہو گئے۔ اور آپ یتیم رہ گئے اور اُن کی پرورش اپنے چچا علامہ مولانا نور احمد صاحب المعروف میاں صاحب باطورے نے کی۔

رحمت الٰہی نے ساتھ دیا آپ علم دین حاصل کرنے کی طرف متوجہ ہوئے آپ کے چچا علامہ مولانا نور احمد صاحب کے فیضان کرم نے علم و حکمت کی دنیا میں آپ کو زبردست کامیابی سے ہمکنار کیا کیونکہ حضرت علامہ مولانا نور احمد صاحب اپنے دور کے جلیل القدر عالم ہونے کے ساتھ ساتھ خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز بھی تھے اور حکیم حاذق بھی۔ آپ نے حضرت میاں عبدالحق صاحب کی تعلیم و تربیت فرمائی۔

اُدھر چھوٹے بھائی حضرت علامہ فیضی میاں صاحب بھی علم و ہنر میں اپنی نظیر آپ تھے کوئی عالم ان سے مناظرہ کرنے کی جرأت نہیں کرتا تھا۔ ایک دفعہ ٹوپی تحصیل صوابی کے مولوی عبد الراؤف دیوبندی سے جو کہ مولوی اسماعیل دہلوی کے پیروکار تھے مسئلہ امکان نظیر پر مناظرہ ہوا۔ مولوی عبد الراؤف امکان نظیر کے قائل تھے اور فیضی میاں صاحب امتناع نظیر کے۔ مقام سری کوٹ میں مناظرہ ہوا آٹھویں دن مولوی عبد الراؤف نے کسی کتاب سے امکان نظیر پر عبارت پیش کی۔ فیضی میاں صاحب نے کہا کہ یہ عبارت مشکوک ہے اس کتاب کا دوسرا نسخہ لایا گیا اس

میں وہ عبارت نہ تھی پھر ایک عجیب انکشاف ہوا کہ مولوی عبدالرؤف نے ایک کاغذ پر عبارت لکھ کر کتاب میں چھپا رکھی تھی۔

حضرت علامہ میاں عبدالحق غور غشتوی علیہ الرحمہ نے ابتدائی کتابیں فارسی، گلستان، بوستان، سکندر نامہ، زلیخا، بہار دانش اپنے چچا حضرت علامہ مولانا نور احمد صاحب سے پڑھیں۔ جب میاں صاحب کی عمر ۸، ۹ سال کی تھی تو آپ کے عم محترم بھی اس دار فانی سے رخصت ہو گئے۔ صرف ونحو کی کتابیں مختلف علماء سے پڑھیں کافیہ اور منطق کے چند مسائل مولانا فضل احمد غازی سے پڑھے اور بیشتر فنون حضرت علامہ سید حبیب شاہ قاضی پوری سے پڑھے۔ شاہ صاحب کتب فنون کے حد درجہ ماہر تھے۔ اور اس قدر ذہین تھے کہ عبدالغفور، مطول، قاضی حمداللہ، شرح مواقف، شمس بازغہ وغیرہ بغیر مطالعہ کے پڑھاتے تھے۔ کابل، قندھار، بخارا کے درجنوں طلبہ کی ہر وقت بھیڑ لگی رہتی۔ خاص بات یہ تھی کہ حضرت علامہ مولانا میاں عبدالحق صاحب پر نہایت ہی مہربانی اور شفقت فرماتے تھے کیونکہ ان کے والد گرامی مولانا مید احمد صاحب اور چچا مولانا نور احمد صاحب کے حضرت شاہ صاحب شاگرد تھے۔ شاہ صاحب فرمایا کرتے کہ میاں عبدالحق یہ علم تمہاری امانت ہے میرے پاس جتنا بھی سبق پڑھ سکو پڑھ لو۔ چنانچہ عبدالغفور، مطول، حمداللہ، قاضی مبارک، شمس بازغہ، سدریہ وغیرہ ان سے پڑھیں مولانا گل نور صاحب سے سیبذی، قطبی پڑھیں جو کہ مولانا فضل حق رامپوری کے شاگرد تھے۔ منطق وفلسفہ کی باقی کتابیں رئیس الاذکیا مولانا مہر دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ تلمیذ رشید مولانا فضل حق رامپوری سے پڑھیں۔

حضرت میاں عبدالحق صاحب اپنی جوانی میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے دیوبند بھی گئے۔ اُس وقت مولوی انور شاہ کشمیری ممتحن تھے۔ انھوں نے پوچھا کہ کون سی کتابوں میں امتحان دو گے؟ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا قاضی مبارک، عبدالغفور، ہدایہ اولین۔ ممتحن صاحب نے قاضی مبارک منگوائی اور تین ورق عبارت خوانی کے بعد پوچھا اس کا کیا مطلب ہے؟ میاں صاحب نے مطلب بتا دیا پھر ہدایہ کا امتحان لیا لیکن ممتحن صاحب کو اندازہ ہو گیا تھا اسلیئے باقی کتابوں کا امتحان نہ لیا اور داخلہ دے دیا لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا چنانچہ میاں صاحب صرف ۷ ماہ دیوبند میں رہے اور بیمار ہونے کی وجہ سے واپس اپنے وطن آ گئے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دیوبندی اکابرین کی کفریہ عبارات اور غلط عقائد سے محفوظ رہے۔ اور گاؤں غور غشتی آ کر عقیدہ حق اہل سنت وجماعت سنی حنفی بریلوی کی خدمت میں عمر عزیز صرف کر دی آپ نے خدمت دین کے لیے درس وتدریس کا طریقہ اختیار کیا دو سال تک مکھڈ شریف میں درس وتدریس کا فریضہ سرانجام دیا۔ کچھ عرصہ دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور ہزارہ میں تعلیم دی

مگر بعد میں اپنے صاحبزادے مولوی خلیل الرحمٰن کی بیماری کی وجہ سے واپس آ گئے۔ آپ کے صاحبزادے اسی بیماری کی حالت میں انتقال فرما گئے۔ تو آپ نے اپنی ہی مسجد جو غورغشتی علاقہ چھچھ ڈھیری سراوالی کے نام سے مشہور ہے میں ۸۰ سال تک بغیر کسی معاوضہ کے چشمہ علم و فضل سے طالبان علم کو سیراب کرتے رہے۔

مناظرے:

میاں صاحب ایک مایہ ناز مناظر اور حاضر جواب عالم دین تھے۔ انھوں نے اپنی مناظرانہ زندگی کو دو حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ ایک طرف وہ ہندوؤں کے آریہ دھرم والوں سے مناظرہ میں مصروف رہتے تو دوسری طرف غیر مقلد (اہل حدیث) دیو بندی اور مرزائیوں کا منہ توڑ جواب دینے کے لیے ہر وقت تیار رہتے۔ ایک مرتبہ آپ کا مناظرہ دیو بندی مکتبہ فکر کیساتھ بمقام مسجد موسیٰ زئی بر ہ زئی شریف میں ہوا اس وقت مسجد کے امام مولانا عبدالما لک صاحب تھے۔ دیو بندی مکتبہ فکر کی طرف سے مولوی غلام اللہ خان (راجہ بازار راولپنڈی والے) مناظر تھے مولوی صاحب کی تمام تر چرب زبانی کے باوجود میاں صاحب نے اسے شکست فاش دی جس کا مشاہدہ علاقہ کے لوگوں نے اپنی آنکھوں سے کیا اور آج بھی وہ منظر لوگوں کی نگاہ میں جھلک رہا ہے۔

دوسری مرتبہ پھر انہی کے مشہور عالم مولوی نصیر الدین غورغشتوی سے بمقام غورغشتی آپ کا مناظرہ ہوا مناظرہ کا موضوع علم غیب رسول ﷺ تھا اس مناظرہ میں بھی دیو بندیوں کے اس شیخ الحدیث کو جس شکست اور شرم سے دوچار ہونا پڑا وہ بیان سے باہر ہے۔

عقیدہ ختم نبوت کی پاسبانی:

آپ میں دینی حمیت اور دینی شجاعت اللہ تعالیٰ نے کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اسلیے اہل باطل اور نت نئے اُٹھنے والے فتنوں کے مقابلے میں آپ کمر بستہ رہے۔ ایک مرزائی سے آپ کا مناظرہ بہت مشہور ہے جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔ حضرت میاں عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ مولانا محمد جان صاحب سے ملاقات کے لیے جہاز موضع تربیلا گئے تو مولانا محمد جان صاحب نے بتایا کہ مولوی عبدالجبار مرزائی سابق وزیر خان بنوں ساکن موضع گندف سیداں ضلع ہزارہ نے مجھے ایک خط لکھا ہے کہ یا تو مرزائیوں کو کافر کہنا چھوڑ دو یا ہم سے مناظرہ کرو اور میاں صاحب سے مشورہ طلب کیا کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے میاں صاحب نے کہا کہ مولانا آپ اس علاقہ کے مفتی ہیں اگر آپ خاموش رہیں گے تو عوام پر غلط اثر پڑے گا اور وہ سمجھیں گے کہ مولوی عبدالجبار مرزائی حق پر ہے چنانچہ اُنھوں نے مولانا میاں عبدالحق کو بھی ساتھ لے جانے پر راضی کر لیا جب لوگوں کو مناظرہ کی اطلاع ملی تو جہاز اور متعلقہ گاؤں

کے اکثر لوگ ساتھ ہوئے اور جب بمقام گندف پہنچے تو گردونواح کے لوگوں کا جم غفیر جمع ہو گیا ادھر علما اور عوام کا بہت بڑا اجتماع تھا اُدھر جب مولوی عبدالجبار مرزائی اور اس کے حواریوں کو پتہ چلا تو سخت ہراساں ہوئے بار بار بلانے کے باوجود میدان مناظرہ میں نہ نکلے بالآخر شدید اصرار کے بعد مولوی عبدالجبار مرزائی بادل ناخواستہ تقریباً شام چار بجے اپنے حواریوں سمیت آ پہنچا۔علماء اہل سنت نے متفقہ طور پر حضرت میاں عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی طرف سے مناظر مقرر کیا۔عبدالجبار نے میدان مناظرہ میں آتے ہی چرب زبانی کا مظاہرہ کیا اور کہنے لگا ہم مسلمان ہیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضورﷺ کی رسالت پر ہمارا ایمان ہے ہم آپ کو خاتم النبیین مانتے ہیں۔چار یار حق ہیں اور چار مذہب صحیح ہیں میں حنفی المذہب ہوں اور اہل سنت و جماعت کا عقیدہ رکھتا ہوں۔آپ علماء وانبیاء علیہ السلام کے وارث ہیں آپ کا فریضہ کافروں کو مسلمان بنانا ہے نہ کہ مسلمانوں کو کافر قرار دینا۔

میاں عبدالحق صاحب نے فرمایا! ہم ہرگز مسلمانوں کو کافر نہیں کہتے لیکن جو شخص اہل اسلام کے خلاف عقیدہ رکھے اسے ہم مسلمان بھی نہیں کہہ سکتے۔ہم آپ سے اس مختصر وقت میں صرف یہ پوچھنا چاہتے ہیں۔

۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں یا وفات پا گئے ہیں؟

۲) مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق آپ کا کیا عقیدہ ہے؟

مولوی عبدالجبار مرزائی نے جواب دیا!

۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرح وفات پا چکے ہیں۔

۲) میں مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی ہرگز نہیں کہتا وہ مجدد تھے انھوں نے بہت سے انگریزوں کو کلمہ پڑھایا اور دین کی بہت خدمت کی۔

میاں عبدالحق صاحب: یہ دونوں عقیدے اہل سلام کے خلاف ہیں۔اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حیات جسمانی کے ساتھ آسمان پر جلوہ افروز ہیں قیامت کے قریب اُتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔

مرزا غلام احمد قادیانی تو مسلمان کہلانے کا بھی حقدار نہیں اگر آپ حق بجانب ہیں تو اپنے ان دونوں دعووں پر دلیل پیش کریں۔

مرزائی مولوی: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات اس آیت مبارکہ سے ثابت ہے۔"یٰعِیْسٰٓی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ" "مُتَوَفِّیْکَ" بمعنی "مُمِیْتُکَ" یعنی عیسیٰ میں تمہیں وفات دینے والا ہوں اور تمہیں اپنی طرف اُٹھانے والا ہوں اس سے بڑھ کر وفات کی کیا دلیل ہو سکتی ہے؟

میاں عبدالحق صاحب: اِنِّــیْ مُتَـوَفِّیْکَ کون سا قضیہ ہے؟ (مقصد یہ تھا کہ پتہ چل جائے کہ عبدالجبار مرزائی کتنے پانی میں ہے تا کہ ان کی سمجھ کے مطابق گفتگو کی جائے)

مولوی عبدالجبار: آپ مولوی حضرات قرآن وحدیث چھوڑ کر قضیوں اور جملوں میں الجھ کر رہ جاتے ہیں۔

میاں عبدالحق صاحب: اگر آپ کو پتہ چل جائے کہ یہ کون سا قضیہ ہے تو بحث طویل نہ ہوگی۔ سنیئے! اِنِّــیْ مُتَـــوَفِّیْکَ قضیہ مطلقہ عامہ ہے جس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ اس کا حکم تین زمانوں میں سے ایک زمانے میں ثابت ہے۔ اول تو "مُتَوَفِّیْکَ"

بمعنے ممیت (میں تمہیں وفات دینے والا ہوں) نہیں ہے بلکہ اس کا معنی قَــابِـضُکَ (میں تمہیں قبض کرنے والا ہوں) دوسرا یہ کہ اگر مان لیا جائے کہ مُتَـــوَفِّیْکَ کا معنی وہی ہے جو تم نے ذکر کیا ہے تو چونکہ یہ قضیہ مطلقہ عامہ ہے اسلئے معنی یہ ہوگا میں تمہیں کسی وقت وفات دینے والا ہوں۔ (یعنی قریب قیامت آپ کی وفات کا وقت ہوگا) احادیث کے مطابق آیت مبارکہ کا معنی یہ ہوگا کہ پہلے آپ کو آسمانوں پر اُٹھایا جائے گا پھر وقت آنے پر موت دی جائے گی اور کل نفس ذائقة الموت کا وعدہ پورا کیا جائے گا۔

مولوی عبدالجبار: مُتَـوَفِّیْکَ میں وفات کا ذکر پہلے اور رَافِـعُکَ میں اُٹھانے کا ذکر بعد میں ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پہلے اور اُٹھایا جانا بعد میں ہوگا آپ اس کے برعکس کہہ رہے ہیں۔

میاں عبدالحق صاحب: رَافِعُکَ اور مُتَوَفِّیْکَ دو لفظوں کے درمیان "واؤ" استعمال ہوا ہے اس کی دلالت مطلق جمع پر ہوتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں حکم ثابت ہیں دونوں میں کون سا پہلے کون سا پیچھے ہے اس پر کوئی دلالت نہیں قرآن مجید کا طریقہ ہے کہ اہم اور ضروری بات کو پہلے ذکر کیا جاتا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے! "یمریم اقنتی لربک واسجدی وار کعی۔ دیکھئے یہاں بھی درمیان میں واؤ ہے پہلے سجدے کا اور پھر رکوع کا ذکر ہے۔ حالانکہ رکوع پہلے ہوتا ہے اور سجدہ بعد میں چونکہ سجدہ رکوع سے اہم ہوتا ہے اور اس میں تعظیم زیادہ ہے اسلئے اسے پہلے ذکر کیا گیا اسی طرح مذکورہ بالا آیت مبارکہ میں مُتَـوَفِّیْکَ زیادہ اہم ہے۔ کیونکہ عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو خدا مانتے ہیں ان کے اس گمان فاسد کو رد کرنے کے لیے پہلے مُتَـوَفِّیْکَ کا ذکر کیا گیا تا کہ ظاہر ہو جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو بھی نہ کبھی موت آنے والی ہے وہ خدا کیسے ہو سکتے ہیں ورنہ واقع میں وفات رفع جسمانی کے بعد ہوگی۔

اتنے میں عصر کا وقت ہو گیا اذان دی گئی تو مرزائی اجتماع سے علیحدہ ہو گئے۔ میاں عبدالحق صاحب نے حدیث شریف پڑھی۔

اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذ شذ فی النار ۔بڑی جماعت کی پیروی کرو، جو الگ ہوا جہنم میں ڈالا گیا۔
مولوی عبدالجبار: چونکہ تم ہمیں کافر کہتے ہو اس لیے ہم تمہارے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ مسلمانوں نے الگ نماز ادا کی اور مرزائیوں نے الگ اس سے اور بھی عوام پر مرزائیوں کی جہالت وگمراہی ظاہر ہوگئی نماز کے بعد عبدالجبار مرزائی کو مرزا قادیانی کی کچھ غلط اور بے ہودہ قسم کی عبارات دکھائی گئیں۔ اول تو تاویل وتوجیہہ کے لیے طرح طرح سے پیچ وتاب کھاتے رہے لیکن میاں صاحب کی گرفت کے آگے ان کی ایک نہ چل سکی بالکل لاجواب ہوگئے اپنی ندامت کو چھپانے کے لیے پشتو میں اپنے ساتھی سے کہنے لگے (خو دیر زورور ملا دے) بھئی یہ مولوی تو کوئی آفت ہے۔ میاں صاحب نے فرمایا کہ مرزا صاحب کی گمرائیاں آپ کے سامنے پیش کردی گئیں ہیں آپ کی مرضی ہے کہ اب راہ حق قبول کریں یا نہ کریں۔
مولوی عبدالجبار: مبہوت ہوکر اُٹھ کھڑا ہوا اور یوں میاں صاحب کو مناظرے میں کامل فتح حاصل ہوئی ایک شخص نے پوچھا مولوی عبدالجبار کا کیا حکم ہے اسکے ساتھ موت شادی کی تقریبات میں شرکت کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ میاں عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب تک عقائد باطلہ سے توبہ نہ کریں ان کی کسی بھی تقریب میں شریک ہونا جائز نہیں۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں آپ نے اپنے معاصر علماء اہل سنت کی معیت میں بھرپور حصہ لیا اور اس دوران غالبًا اٹک جیل میں چالیس روز تک قید تنہائی میں مشقت بھی اٹھائی۔ جیل میں جانے کا سبب یہ ہوا کہ ضلع اٹک میں ختم نبوت کانفرنس ہوئی جس میں حضرت میاں عبدالحق صاحب نے بھی بڑے ہی جوش وجذبے اور دلائل کیساتھ مرزا غلام احمد قادیانی کا خوب ردّ کیا اور اُن تمام کفریہ عبارات کو عوام کے سامنے بیان کیا۔ جلسہ ختم ہونے کے بعد آپ واپس اپنے گاؤں آرہے تھے کہ تربیلہ موڑ جہانیاں میں آپ کو راستے میں گرفتار کرلیا گیا۔ دفعہ ۱۴۴ کے تحت آپ کو ۴۰ دن کی قید ہوئی اس قید کے دوران حکومت کی طرف سے بارہا آپ کو یہ پیشکش ہوئی کہ اگر آپ یہ کہہ دیں کہ آئندہ میں مرزائیوں کے خلاف کسی اجتماع میں شریک نہیں ہوں گا تو آپ کی رہائی ہوجائے گی مگر میاں صاحب نے جواب دیا کہ یہ ممکن نہیں کہ میں رہائی کے لیے صفائی پیش کروں اپنے آقا حضرت محمد ﷺ کے ناموس رسالت کے لیے مجھے جیل میں رہنا بھی پسند ہے اور یہ فانی زندگی اگر ان کے نام پر قربان ہوجائے اس میں بھی میری کامیابی وکامرانی ہے اسلیئے مجھے کسی صفائی کی ضرورت نہیں۔
اس سے جہاں آپ کی حق گوئی اور جرأت مندی سمجھ میں آتی ہے وہیں تحفظ ناموس رسالت کے لیے قربانی کا جذبہ بھی

موجزن نظر آتا ہے۔

تلامذہ:

چند مشاہیر تلامذہ کے نام ملاحظہ فرمایئے۔

۱)مولانا خدا بخش

۲)پیر شمس العارفین قاضی پور

آپ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں بھرپور کردار ادا کیا۔کئی مرزائی آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔

۳)مولانا ہدایت الحق (مہتمم مدرسہ حقائق العلوم غوثیہ حضرو ضلع اٹک)

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں آپ کا کردار مثالی تھا۔

۴)پیر طریقت مولانا عبدالحق عرف باباجی صاحب پیر زئی شریف (مہتمم جامعہ مفتاح العلوم بن گئی شریف حضرو)

۵)مولانا گل اکرام صاحب۔

تحریک ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء میں آپ نے بھرپور حصہ لیا۔

۶)مولانا محمد رفیع ابن مولانا گل اکرام صاحب (برمنگھم)

۷)مولانا محمد امین الحق ابن مولانا گل اکرام صاحب (برہ زئی شریف)

۸)مولانا قاری محمد عثمان ابن مولانا گل اکرام (حال مقیم امریکہ نیویارک)

۹)حضرت علامہ مولانا پیر عبدالسلام صاحب برہ زئی شریف

۱۰)صاحبزادہ علامہ ایاز محمود ابن علامہ عبدالسلام برہ زئی شریف

۱۱)مولانا مفتی امین الحق ابن مولانا عبدالحق عرف باباجی آف پیر زئی شریف

۱۲)حضرت علامہ مولانا عبدالسلام باچا برہ زئی شریف

۱۳)حضرت علامہ مولانا سید احمد علی شاہ بخاری غورغشتوی

آپ ڈاکٹر، حکیم، عالم و فاضل ہونے کیساتھ ساتھ راقم کے والد بھی ہیں۔ابھی حال ہی میں آپ سکول ٹیچر ریٹائر ہوئے ہیں آپ کی علم طب میں مشہور تصنیف ”امراض قلب“ ہے اور علاوہ ازیں تقلید کے موضوع پر بھی آپ کی دو زبردست تصنیفات ہیں۔

اولاد امجاد:

حضرت علامہ مولانا میاں عبد الحق صاحب کو اللہ پاک نے چار صاحبزادے عطا فرمائے۔

۱)مولانا عبد السلام صاحب:(دورہ حدیث پڑھتے ہوئے آپ کا انتقال ہوا)

۲)مولانا مفتی محمد نعمان صاحب:(جامعہ رضویہ انوار العلوم واہ کینٹ میں تدریسی خدمات پر مامور تھے مگر والد محترم کی وفات کے بعد اپنے گاؤں آ کر اسی مسجد میں امامت اور خطابت شروع کی۔آپ حضرت قبلہ بابوجی گولڑہ شریف کے مرید ہیں۔بڑے عالم فاضل ہیں اور علاقہ چھچھ کے مفتی بھی ہیں اپنے والد میاں عبد الحق صاحب کی طرح آپ میں بھی پڑھنے پڑھانے کا جذبہ کارفرما ہے۔آپ کے شاگردوں کی فہرست بھی بہت لمبی ہے۔آپ نے بھی تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء میں بے مثال کردار ادا کیا۔ابھی بہت علیل ہو چکے ہیں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی صحت و سلامتی کیساتھ عمر میں اضافہ فرمائے۔

۳)مولانا حبیب الرحمٰن:خطیب مسجد کٹہ بازبابا غورغشتی (آپ کا بھی انتقال ہو چکا ہے)

۴)مولانا سیف الرحمٰن کاموکی ضلع گوجرانوالہ

تصنیفات:

سر الاسرار(عربی)

یارسول اللہ کہنے پر ایک بہترین مقالہ

۲)نور الانوار مع ترجمہ تنویر الابصار(عربی اردو)

مسئلہ نور پر بہترین تحقیق

۳)نابالغ بچے کی طلاق نہیں ہوتی خواہ سمجھداری کیوں نہ ہو۔

۴)تعمیر و بقا مملکت پاکستان کے لیے نسخہ کیمیا(آئین قرآنی)

۵)کشف الحجاب عن اتباع محمد بن عبد الوہاب نجدی۔

یہ قلمی نسخہ ہے جو کہ راقم کے پاس یہاں امریکہ میں محفوظ ہے۔

سفر آخرت:

آپ کو اللہ تعالیٰ نے خدمت دین اور تدریس علوم کے لیے تقریباً ۱۰۶ سال کی طویل عمر عطا فرمائی اور سینکڑوں شاگردوں اور ہزاروں اہل ایمان کو سالہا سال تک علم دین کے فیوض و برکات سے نوازنے کے بعد بالآخر قضائے الٰہی مورخہ ۱۴ اپریل بروز جمعرات ۱۹۹۴ء بوقت نماز عشاء نو بجکر پندرہ منٹ پر ایک لطیف و خفیف تبسم سے اپنے

پاس اپنی اولاد اور پوتے پوتیوں کو ذوق آشنا فرمایا اور رو بہ قبلہ محو خواب ہو گئے۔

آپ کی وفات کی خبر جنگل کی آگ کی طرح ہر طرف پھیل گئی دیکھتے ہی دیکھتے دور دراز سے علماء اور صلحاء کی بڑی تعداد اکٹھی ہو گئی بھیگی پلکوں سے تجہیز و تکفین کا کام سر انجام پایا۔ آپ کی نماز جنازہ آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت علامہ مفتی محمد نعمان صاحب مفتی اعظم علاقہ چھچھ ضلع اٹک نے پڑھائی۔

آخری آرام گاہ:

رشد و ہدایت کا یہ آفتاب اور علم و عرفان کا یہ ماہتاب غور غشتی کے اُفق پر غروب ہوا اور آبائی گاؤں میں ہی مسکین آباد کے قریب چھوٹی منڈی میں تدفین عمل میں آئی جو زیارت گاہ عام و خاص ہے۔

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

ردِ مرزائیت میں

محدث اعظم پاکستان کا کردار

محمد عطاالرحمٰن قادری رضوی

فتنہ مرزائیت کا علمائے اہلسنت نے جس استقامت اور ہمت وجرأت سے مقابلہ کیا وہ تاریخ اسلام کا سنہری باب ہے۔اسی نورانی تاریخ کی ایک زریں کڑی ردِ مرزائیت میں محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد قادری چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا شاندار کردار ہے۔آپ نے تقریر، تحریر، تدریس، تصنیف اور فتویٰ ومناظرہ کے ذریعے فتنہ قادیانیت کا بھرپور مقابلہ کیا۔سطور ذیل میں مرزائیوں کے خلاف آپ کے جہاد کے چند پہلو پیش خدمت ہیں:

تصنیفات:۔

مرزائیت کے ردو استیصال کے موضوع پر آپ نے مندرجہ ذیل کتب تحریر فرمائیں:

☆مرزا مرد ہے یا عورت:

مرزا کے اکثر الہامات ایسے ہیں جو خود اسکے دعویٰ کی تکذیب کرتے ہیں۔ان متضاد بیانات کی روشنی میں آپ نے مرزا قادیانی کا اس کتاب میں رد بلیغ فرمایا ہے۔

☆ردِ قادیانی:

کتاب کا موضوع نام ہی سے ظاہر ہے۔

☆حیات عیسیٰ علیہ السلام:

مرزائی اکثر صدق وکذب مرزا کے موضوع پر گفتگو کرنے کی بجائے حیات عیسیٰ علیہ السلام کے موضوع پر مناظرہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔اس کتاب میں جو عربی زبان میں ہے مدلل انداز میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کو ثابت کیا گیا ہے۔

☆لفظ وفات کی تحقیق:

وفات کے لفظ کے حوالے سے مرزائی اکثر مغالطہ دینے کی کوشش کرتے ہیں اس کتاب میں لفظ وفات کی تحقیق کرتے ہوئے مرزائیوں کے اعتراضات کا مدلل جواب دیا گیا ہے۔

☆امام مہدی کی آمد کی بشارت احادیث سے:

عربی زبان میں تحریر کیے گئے اس رسالے میں مرزائیوں کے اعتراضات کا بھرپور رد کیا گیا ہے۔مندرجہ بالا پانچوں

کتب غیر مطبوعہ ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ردِ مرزائیت کے حوالے سے اس چھپے ہوئے خزانے کو شائع کر کے جلد از جلد منظر عام پر لایا جائے۔

فتاویٰ:

حضرت محدث اعظم پاکستان نے اپنے مدلل فتاویٰ کے ذریعے مرزائیت کا خوب رد کیا۔ آپ نے اپنے فتاویٰ میں مسلمانوں کو مرزائیوں سے میل جول، شادی بیاہ، وغیرہ سے منع کیا اور برملا تحریر کیا کہ مرزائی چاہے لاہوری ہو یا قادیانی کافر و مرتد ہیں۔ مرزائی عموماً مسلمانوں کو گمراہ کرنے کیلئے ملازمت اور مکان کا لالچ دیتے ہیں بالخصوص یورپ و امریکہ کا ویزا لگوانے کا جھانسہ دیتے ہیں، سادہ لوح مسلمان مرزائیوں کے بیعت فارم پر دستخط کر دیتے ہیں اور دل کو یہ تسلی دیتے ہیں کہ ہم کونسا دل سے مرزائی ہوئے ہیں۔ ایسے حضرات کو متنبہ کرتے ہوئے محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں!

> ''زید سے جبکہ مرزائی کے بیعت فارم پر دستخط کرائے گئے تو زید کافر و مرتد ہو گیا۔ اسکا اپنے آپ کو مسلمان تصور کرنا غلط۔۔۔ الخ (تفصیل کے لیے دیکھیے فتاویٰ محدث اعظم ص ۹۴)

مناظرے:

تحریر کیساتھ ساتھ حضرت محدث اعظم نے تقریر کے ذریعے بھی مرزائیت کا رد جاری رکھا۔ بعض اوقات مناظروں کی نوبت بھی آجاتی۔ آپ دلائل و براہین کیساتھ مناظرہ کرتے نتیجۃً مخالف بیبت حق سے مبہوت ہو کر ساکت و صامت ہو جاتا۔ مرزائیوں سے آپ کے دو مناظرے بہت مشہور ہیں جن میں سے ایک بدایوں اور ایک آپ کے آبائی قصبہ دیال گڑھ میں ہوا۔ بدایوں کے مناظرے کے عینی شاہد مولانا مفتی عزیز احمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ مناظرے کی روداد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں!

"ضلع بدایوں کے ایک قصبے جگت میں ایک شخص مرزائیت کی تعلیم پا کر آیا اور فتنہ مرزائیت کی تبلیغ شروع کر دی۔ اس فتنے کی سرکوبی کیلئے مولانا سردار احمد تشریف لائے۔ آپ نے مرزائی سے گفتگو کی۔ مرزائی نے جس طرح کہ ان کی عادت ہے ایک کاپی سے دیکھ کر سوالات پیش کرنے شروع کر دیے۔ حضرت مولانا سردار احمد نے اسے نہایت ہی مسکت جواب دیے۔ بالآخر اس نے یہ کہہ کر راہ فرار اختیار کی کہ میری ایک اور نوٹ بک جس میں سوالات لکھے ہوئے ہیں مل گئی تو آپ سے مزید گفتگو کروں گا۔ اس طرح اہلسنت و جماعت کے مناظر مولانا محمد سردار احمد صاحب کو فتح عظیم حاصل ہوئی"۔

مناظرہ دیال گڑھ:

حضرت محدث اعظم کے آبائی قصبہ دیال گڑھ ضلع گورداسپور کے ایک مرزائی نے آپ کو مناظرہ کا پیغام بھیجا، آپ نے قبول کرلیا اس نے اپنے معتمد مرزائی مناظر اکٹھے کر لیے اور کہلا بھیجا کہ ہمارے مناظر آپ کی مسجد میں آکر آپ سے مناظرہ کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ مرزائی چونکہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں اسلیے ہم انھیں اپنی مسجد میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ اسکے ساتھ ہی آپ نے مسجد سے قریب ہی ایک کھلے میدان کو جائے مناظرہ قرار دیا اور مرزائیوں کو بلا بھیجا۔ مرزائی مناظر بڑے طمطراق سے آئے۔ کافی کتابیں اپنے ساتھ لائے تھے۔ حضرت محدث اعظم نے بطور حوالہ ایک کتاب پیش کی اور مرزائی مناظرین کو دعوت دی کہ کم از کم اس حوالہ کو صحیح پڑھ دو۔ چنانچہ ان میں سے کوئی ایک بھی حوالہ کی عبارت کو نہ پڑھ سکا تو مجمع پر واضح ہو گیا کہ مرزائی جھوٹے ہیں اور حضرت مولانا سردار احمد حق پر ہیں۔ شکست خوردہ مرزائی مناظر بھاگ گئے اور گاؤں کے باہر کماد کی فصل میں چھپ گئے۔ وہاں بیٹھ کر گفتگو کرنے لگے کہ مولوی سردار احمد تو جادوگر معلوم ہوتا ہے اسکا جادو تو ہم پر ایسا چلا کہ ہم قطعاً لاجواب ہو گئے۔ حضرت محدث اعظم کا ایک مرید وہاں بیٹھا اُنکی یہ گفتگو سن رہا تھا۔ اس نے آکر آپکو اُنکے درمیان ہونے والی ساری گفتگو سنائی۔

؎ فتح خود جھومتی آتی تھی اس میدان کے اندر   کہ جس میدان میں جلوہ کناں سردار احمد تھے

مرزائیوں کی توبہ:

بریلی کا ایک نواب اور اسکے زیر اثر ایک لڑکا مرزا قادیانی دجال کے دعویٰ مثیل عیسیٰ علیہ السلام کو مان چکے

تھے۔ انکا کہنا تھا کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ اب کچھ چالیس برس سے سنیوں نے گھڑا ہے۔ہاں اگر ہمیں کوئی ایسی کتاب دکھا دے جو آج سے چالیس برس پہلے کی لکھی ہو اور اس میں نزول عیسیٰ کا اثبات ہو تو ہم مان جائیں گے۔یہ خبر حضرت محدث اعظم تک پہنچی ،آپ نے اپنے تلمیذ ارشد مولانا عبد الرشید جھنگوی کو امام ابو بکر احمد بیہقی (م ۴۵۸ھ) کی کتاب ''الاسماء والصفات'' دے کر نواب اور اسکے لڑکے کے پاس روانہ فرمایا۔مولانا عبد الرشید جھنگوی نے صدیوں پرانی کتاب جو حسن اتفاق سے نصف صدی پہلے کی مطبوعہ تھی،دکھا کر اپنا مؤقف بیان کیا،نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کی کوشش کامیاب ہوئی وہ لڑکا نزول عیسیٰ علیہ السلام کے عقیدہ کا قائل ہوگیا۔

مرزائیوں کا بائیکاٹ:

حضرت محدث اعظم نہ صرف مرزائیوں سے دوستی ،محبت ،شادی بیاہ کے مخالف تھے بلکہ ان سے سلام و مصافحہ کے بھی حامی نہ تھے۔ایک مرتبہ سالار والا ضلع فیصل آباد کے قریب ایک گاؤں میں ایک غریب آدمی کی دعوت پر تقریر کیلئے تشریف لے گئے۔آپ کا پر جوش استقبال ہوا۔ملنے والوں میں وہاں کا نمبر دار بھی شامل تھا۔جب اس نے مصافحہ کیلئے ہاتھ بڑھایا تو آپ نے ہاتھ کھینچ لیا اور اس سے پوچھا تیرا عقیدہ کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ وہ مرزائی ہے۔آپ نے فرمایا! کہ میں کسی مرزائی یا بدمذہب ،بے دین سے مصافحہ نہیں کر سکتا۔سب سے پہلے اپنی بدعقیدگی سے توبہ کرو پھر آپ سے مصافحہ ہوگا۔نمبر دار نے اسے اپنی ہتک سمجھا اور وہ آپ کا مخالف ہوگیا۔اس نے دعوت دینے والے غریب آدمی سے کہا کہ گاؤں کی اس مسجد میں تم جلسہ نہیں کروا سکتے اور حضرت محدث اعظم کے متعلق کہنے لگا کہ اگر ان مولوی صاحب نے گاؤں کی اس مسجد میں تقریر کی تو میں مزاحمت کروں گا اور فساد کی ذمہ داری ان پر ہوگی۔وہ غریب آدمی سہم گیا اور حیران تھا کہ کیا کرے۔آپ نے غریب میزبان سے فرمایا گھبراؤ نہیں ان شاء اللہ آج میں تقریر کروں گا اور حالات پُر امن رہیں گے۔چنانچہ آپ نے گاؤں کی ایک غیر آباد مسجد میں تقریر کا اعلان فرمایا۔بحمدہ تعالیٰ آپ کا وہ بیان تین گھنٹے تک جاری رہا۔آپ نے تقریر میں دیگر مسائل کے علاوہ مرزائیت کا بھی بھرپور رد فرمایا۔حاضرین کی تعداد کئی ہزار تھی سب لوگ حیران اور خوش تھے کہ اتنے سامعین کس طرح جمع ہوگئے۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء،۱۹۵۲ء:

میں چلنے والی تحریک ختم نبوت کا مطالبہ یہ تھا کہ مرزائیوں کو کلیدی عہدوں سے برطرف کیا جائے اور ظفر اللہ خاں کو وزیر خارجہ کے منصب سے ہٹایا جائے۔ان مطالبات کو حکومت سے منوانے کیلئے تمام مکاتب فکر پر مشتمل ایک ''مجلس عمل'' تشکیل دی گئی۔اس مجلس میں بعض لوگ ایسے بھی تھے جو نظریہ پاکستان کے مخالف اور قیام پاکستان کے

سخت دشمن تھے۔علاوہ ازیں ان کے عقائد قادیانیوں سے بھی زیادہ خطرناک تھے۔انھی عناصر نے تحریک کا رخ توڑ پھوڑ، بدامنی، دنگا فساد کی جانب پھیر دیا۔حضرت محدث اعظم پاکستان کو تحریک کے مطالبات کے طریقہ کار سے اتفاق نہیں تھا۔نیز آپ بدمذہبوں سے اتحاد کے زبردست مخالف تھے لہذا مجلس سے باہر رہ کر آپ مرزائیوں اور دیگر مخالفین اہلسنت کا ڈٹ کر رد فرماتے رہے اور جامعہ رضویہ کے پلیٹ فارم سے گرفتاریاں پیش کرتے رہے۔مخالفین نے آپ کے اس اصولی مؤقف کے خلاف خوب پروپیگنڈا کیے لیکن جب مخالفت کا طوفان تھما شورش وعناد کا بادل چھٹا اور تحریک کے بعض لیڈروں کے رازہائے اندروں سامنے آئے تو لوگ اس اعتراف پر مجبور ہوگئے کہ حضرت محدث اعظم واقعی حق پر تھے۔

بعد وصال توجہ:

۱۹۵۳ء کی تحریک میں حکومت نے مسلمانوں کے مطالبات منظور نہ کیے۔مگر یہ مسئلہ ہمیشہ علمائے اہلسنت کی توجہ کا مرکز رہا۔مناسب موقعہ کا انتظار ہوتا رہا۔اس عرصہ میں حضرت محدث اعظم کا انتقال ہوگیا مگر وصال کے بعد بھی ہمیشہ آپکی توجہ اس مسئلہ پر مرکوز رہی۔۱۹۷۴ء میں پھر یہ مسئلہ اٹھا تو علمائے اہلسنت نے تحفظ ختم نبوت کی خاطر سر دھڑ کی بازی لگا دی۔آخر حکومت وقت نے اہلسنت کے مطالبات منظور کر لیے اور قانوناً مرزائیوں کو ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو غیر مسلم قرار دے دیا۔انہی ایام کا ایک واقعہ جناب چوہدری مختار انور ایڈووکیٹ بیان کرتے ہیں!

''بھٹو کے دور میں مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا معاملہ اسمبلی میں زیر غور تھا۔ایک شام میرے ایک پرانے موکل اپنے ذاتی معاملہ میں قانونی مشورہ کیلئے میرے پاس آئے۔میں نے کہا! کہ صبح کچہری کھلنے پر آپ کا کام کردوں گا۔آپ ٹھیک ٹھیک بتائیں کہ آیا بھٹو سے آپکو امید ہے کہ وہ مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دے گا۔اُن صاحب نے کہا کہ انھیں بھی بھٹو پر بھروسہ نہیں۔انکے ایسا کہنے پر مجھے بہت تشویش ہوئی کیونکہ میں خود بھی بھٹو پر شاکی تھا۔یہ رمضان شریف کے ایام تھے۔میں اسی فکر میں سوگیا خواب میں حضرت شیخ الحدیث تشریف لائے۔ہمراہ مولانا محمد معین الدین تھے فرمانے لگے! چوہدری صاحب فکر مت کرو مرزائیوں کی بابت فیصلہ اسی مقررہ تاریخ پر ہوگا اور فیصلہ ٹھیک ہو گا۔سحری کیلئے سائرن بجا تو میں بیدار ہوا اور نہایت اطمینان کیساتھ صبح کچہری چلا گیا۔میرے دفتر میں وہ صاحب موجود تھے میں نے ان کو کہا! کہ آپ تو مجھے مایوس کر گئے تھے مگر میں آپکو بتاتا ہوں کہ فیصلہ اسی مقررہ تاریخ پر ہوگا اور صحیح فیصلہ ہوگا۔ساتھ ہی مجھے یہ خیال آیا کہ میں ناچیز اس قابل کہاں کہ یہ بات کہہ سکوں۔میں نے ان سے کہا کہ یہ بات حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے رات خواب میں مجھ کو بتائی ہے اب سب کو معلوم ہے کہ تاریخ مقررہ پر فیصلہ ہوا اور مرزائیوں کو متفقہ طور پر اسمبلی اور سینیٹ نے غیر مسلم قرار دے دیا''۔

مندرجہ بالا واقعہ سے جہاں حضرت محدث اعظم کے تحفظ ختم نبوت سے والہانہ تعلق کا پتہ چلتا ہے وہیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایک ولی کامل ہیں اور اولیائے کاملین کو اللہ تعالیٰ نے یہ طاقت بخشی ہے کہ وہ نہ صرف دنیا والوں کے حالات سے آگاہ و باخبر ہوتے ہیں بلکہ اپنے متوسلین و معتقدین کی امداد و دستگیری بھی فرماتے ہیں۔

؎ آفتابِ رضویت تابندہ تھا تابندہ ہے سن لیں اعداء آج بھی سردار احمد زندہ ہے (رحمۃ اللہ علیہ)

﴿۔۔۔ماخذ ومراجع۔۔۔﴾

۱) ابوداؤد محمد صادق، مولانا، محدث اعظم پاکستان کی مختصر سوانح حیات، مکتبہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ

۲) محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدث اعظم پاکستان، مکتبہ قادریہ لاہور

۳) محمد علی حسن رضوی، مولانا، محدث اعظم پاکستان کی مختصر حیات طیبہ، سنی رضوی کتب خانہ فیصل آباد

۴) محمد عبد الحکیم شرف قادری، مولانا، نور نور چہرے، مکتبہ قادریہ لاہور

۵) معارف رضا ختم نبوت نمبر، ستمبر ۲۰۰۳ء

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

تحریک ختم نبوت اور حضرت فقیہ اعظم

صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ برصغیر پاک وہند میں جب بھی کوئی تحریک کامیابی سے ہم کنار ہوئی، اس میں مذہبیت کا عنصر کارفرما رہا۔ تحریک پاکستان ہو یا تحریک ختم نبوت، نظام مصطفیٰ ہو یا تحریک ناموس رسالت، قوم نے ہمیشہ علماء و مشائخ کی آواز پر لبیک کہی اور کامیابی نے ان کے قدم چومے۔ ان تمام تحاریک میں علماء و مشائخ اہل سنت پیش پیش رہے۔ ان ہی پاکیزہ ہستیوں میں نازش علم و عمل حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کا اسم گرامی بھی شامل ہے۔ آپ نے ان تمام تحاریک میں نمایاں کردار ادا کیا۔ قبل اس کے کہ تحریک ختم نبوت میں آپ کی خدمات پر روشنی ڈالی جائے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے مختصر حالات زندگی پر ایک نظر ڈال لی جائے۔

آپ نسباً آرائیں، مسلکاً حنفی اور مشرباً قادری تھے۔ آپ کے آباء واجداد صوفی مشرب، پاکیزہ سیرت اور صاحبِ دل بزرگ تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۶ رجب المرجب ۱۳۳۲ھ، بمطابق ۱۰ جون ۱۹۱۴ء کو ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد زبدۃ الاصفیا مولانا ابوالنور محمد صدیق چشتی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء) اور جد امجد حضرت مولانا احمد دین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۱ھ/۱۹۴۲ء) سے حاصل کرنے کے بعد استاذ العلماء حضرت مولانا فتح محمد جیبوی محدث بہاول نگری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۸۹ھ/ ۱۹۶۹ء) سے علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل کی، پھر متحدہ ہندوستان کے مختلف مدارس کا رخ کیا اور خداداد صلاحیت، ذاتی لگن اور محنت کی بنا پر علم کے کوہ ہمالہ بن گئے۔

علوم عقلیہ ونقلیہ حاصل کرنے کے بعد ۱۳۵۱ھ/ ۱۹۳۳ء میں مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں داخلہ لیا، جہاں شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا سید محمد دیدار علی شاہ الوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء) اور مفتیٔ اعظم پاکستان مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء) سے دورہ حدیث شریف پڑھا۔ حضرت محدث الوری رحمۃ اللہ علیہ دورۂ حدیث پڑھنے والوں کو اکثر فرمایا کرتے!

''اس بار تم مولانا محمد نور اللہ صاحب کی طفیل پڑھ رہے ہو''

دورۂ حدیث مکمل کرنے کے بعد ۶ رشعبان ۱۳۵۲ھ، بمطابق ۲۳ نومبر ۱۹۳۳ء کو سند و دستار فضیلت عطا کی گئی۔ اس موقع پر امام اہل سنت محدث الوری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو مطبوعہ سند کے علاوہ خصوصی اسناد سے بھی نوازا اور

''ابوالخیر'' کنیت عطا فرمائی ---بعد میں مفتیٔ اعظم مولانا ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو فقیہ زماں، محدث دوراں، فقیہ العصر، فقیہ النفس (مجسمۂ فقاہت)، مفتیٔ اعظم اور فقیہ اعظم وغیرہ جلیل القدر القاب سے ممتاز فرمایا۔ ان گونا گوں اور متنوع القاب میں سے ''فقیہ اعظم'' کا لقب زبان زد خاص وعام ہے۔

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے تعلیم سے فراغت کے فوراً بعد درس وتدریس کا سلسلہ شروع کردیا تھا، مختلف مقامات پر تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد ۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۸ء میں تحصیل دیپال پور کے ایک قصبے فرید پور میں دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے نام سے مدرسے کی داغ بیل ڈالی۔ یہاں کا جاگیردارانہ ماحول اور ذرائع رسل ورسائل کا فقدان اس مادر علمی کے پنپنے کی راہ میں رکاوٹ بنتا دکھائی دیا تو ۱۳۶۴ھ/ ۱۹۴۵ء میں اسی تحصیل کے ایک اور مقام بصیر پور میں منتقل ہوگئے۔ اگرچہ یہ پس ماندہ علاقہ بھی کسی علمی ادارے کے لیے موزوں نہ تھا، مگر خلوص وللّٰہیت اور مقصد سے لگن کا ثمر تھا کہ یہ چھوٹا سا مدرسہ بڑھا، پروان چڑھا اور وسائل کی عدم دستیابی کے باوجود کئی بلاکوں پر مشتمل عظیم الشان یونیورسٹی میں بدل گیا۔ اس دارالعلوم کی عظمت کے آگے اہل علم وفضل کی گردنیں خم ہیں اور احیاء دین کے ابواب اس مدرسے کے ذکر کے بغیر نامکمل دکھائی دیتے ہیں۔

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے تقریباً پچاس سال قرآن وحدیث اور دیگر علوم وفنون کا درس دیا، اسباق کی پابندی فرمائی۔ آپ نے درس حدیث کا سلسلہ آخر عمر تک جاری رکھا۔ آپ سے فیض یافتگان جن کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے، ملکی اور عالمی سطح پر تحریری، تقریری، علمی، سیاسی اور سماجی سرگرمیوں کے ذریعے اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لیے راہ ہموار کررہے ہیں۔

تعلیم سے فراغت کے بعد حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء) کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت سے مشرف ہوئے۔ حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اپنے سلاسل حدیث کی اسناد، مختلف اشغال واعمال اور اوراد ووظائف کی اجازت اور سلسلہ عالیہ قادریہ کے علاوہ دیگر سلاسل میں بھی اجازت وخلافت سے نوازا۔

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز اپنے دور کی نادر روزگار شخصیت تھے، علم وفضل، تقویٰ وطہارت، تنظیم وسیاست اور ہمت واستقامت میں یکتائے روزگار تھے۔ یوں تو تفسیر، حدیث اور دیگر تمام مروج علوم دینیہ میں کامل دسترس رکھتے تھے لیکن فقہ میں آپ کو تخصص کا درجہ حاصل تھا، اس لیے آپ کے ہم عصر اکابر علماء نے آپ کو فقیہ اعظم تسلیم کیا۔ حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز فتویٰ نویسی میں غیر معمولی مہارت رکھتے تھے، آپ کی ذات مرجع خلائق تھی،

ملک و بیرون ملک کے لوگ استفتاء میں آپ کی طرف رجوع کرتے۔فتاویٰ نوریہ کی چھ ضخیم جلدوں کے مطالعہ سے آپ کے تجر علمی، وسعت نظر، عمیق مشاہدہ، قوت استدلال، صلابت رائے، جدت فکر اور فقہی بصیرت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

حضرت فقیہ اعظم فنا فی الرسول اور فنا فی حب المدینہ تھے۔آپ کی محفل میں حاضری سے شرف یاب ہونے والے اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ کے پیارے شہر مدینہ منورہ کا ذکر آتے ہی مرغ نیم بسمل کی طرح تڑپنے لگتے، درس حدیث دیتے ہوئے آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے ابلنے لگتے، ایسا محسوس ہوتا کہ محبوب پاک ﷺ کے جمال جہاں آراء کے دیدار میں محو ہیں۔

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کی پوری زندگی اتباع نبوی اور عشق مصطفوی ﷺ سے عبارت تھی۔ان کا چلنا، پھرنا، اٹھنا، بیٹھنا، غرض ہر ہر ادا سنت مصطفیٰ کے مطابق تھی۔حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز جامع الصفات شخصیت تھے۔وہ بیک وقت بہترین مدرس بھی تھے اور اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک منتظم بھی۔نعت گو شاعر بھی تھے اور بلند پایہ محقق بھی۔ژرف نگاہ مفتی بھی تھے اور شیخ کامل بھی۔ان گوناں گوں اوصاف کے ساتھ ساتھ جو مطلق نے آپ کو سیاست میں بھی بڑی فراست سے بہرہ ور فرمایا تھا۔اگرچہ آپ معروف معنوں میں سیاسی آدمی تو ہرگز نہ تھے، مگر ملک و ملت کی زبوں حالی کی وجہ سے دل ناتواں پر بوجھ رہتا اور کڑی دھوپ کے وقت افراد ملت کے لیے بادل بن کر سایہ کناں ہوتے۔چناں چہ تدریسی انہماک کے باوجود تحریک پاکستان میں اپنے شیخ کامل کی راہوں کے راہی بنے۔آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس (۲۷ تا ۳۰ر اپریل ۱۹۴۶ء) میں شرکت سے لے کر تحریک پاکستان کو کامیابی سے ہم کنار کرنے تک بہت نمایاں کردار ادا کیا۔تقاریر کے ذریعے قیام پاکستان کے لیے راہ ہموار کی، مخالفین پاکستان کی یورش اور نظریاتی یلغار کو دلائل و براہین سے ختم کیا اور تحریک پاکستان کو قوت بہم پہنچائی۔

پاکستان قائم ہو گیا تو آپ کا دار العلوم مہاجرین کا کیمپ بن گیا، آپ نے میزبان بن کر مہاجرین کا استقبال کیا اور انھیں قیام و طعام کی سہولتیں مہیا کیں۔جہاد کشمیر میں غازیٔ کشمیر مولانا سید ابو الحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء) کے ہم رکاب رہے۔۱۹۴۸ء میں ملتان میں جمعیت علمائے پاکستان کی تشکیل ہوئی تو اس اجلاس میں حضرت بھی شریک ہوئے۔آپ جمعیت کے اساسی ارکان میں سے تھے اور جمعیت کی مرکزی مجلس عاملہ و شوریٰ کے رکن بھی رہے۔۱۹۷۷ء کے ملکی انتخابات میں جمعیت کی قیادت کے اصرار اور علاقہ کے عوام و خواص اہل سنت کے پرزور مطالبہ پر بطور امیدوار قومی اسمبلی اور تحریک نظام مصطفیٰ میں بطور قائد بھرپور حصہ لیا، اس موقع پر آپ کا مثالی کردار ہمیشہ دعوت فکر و عمل دیتا رہے گا۔

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے یکم رجب المرجب ۱۴۰۳ھ، بمطابق ۱۵ اپریل ۱۹۸۳ء، بروز جمعۃ المبارک، دوپہر ایک بجے وصال فرمایا۔ حیات ظاہری کی طرح وصال کے بعد بھی آپ کا چہرۂ انور پھول کی طرح کھلا ہوا تھا اور اس پر نورانیت اور مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ روزنامہ جنگ لاہور (۱۸- اپریل ۱۹۸۳ء) نے جنازہ کا اجتماع ڈیڑھ لاکھ بتایا۔ تاہم محتاط اندازے کے مطابق عوام کی تعداد دو لاکھ سے متجاوز تھی، جن میں کم و بیش چالیس ہزار نامور علماء و مشائخ اور حفاظ کرام شریک تھے۔ نماز جنازہ غزالی زماں حضرت علامہ احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔ دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف کے مشرقی حصہ میں آپ کا روضہ مبارکہ مرجع خلائق ہے۔ آپ کا سالانہ عرس مبارک یکم، دو رجب المرجب کو بڑی شان و شوکت سے بصیر پور شریف ضلع اوکاڑا میں منعقد ہو رہا ہے۔

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز، صاحبِ تصنیف عالم دین تھے، تدریسی و انتظامی مصروفیات کے باوجود آپ نے اٹھائیس تصانیف یادگار چھوڑی ہیں، جن میں فتاویٰ نوریہ کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ فقہ اسلامی کا یہ دائرۃ المعارف چھ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے، اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ علاوہ ازیں آپ نے صحیح بخاری، صحیح مسلم اور جامع ترمذی وغیرہ کتب پر عربی حواشی تحریر کیے۔

انگریزوں نے برصغیر میں قدم جمائے تو انہوں نے مسلمانوں کو ذات رسالت مآب ﷺ سے گہری قلبی عقیدت و محبت اور جہاد فی سبیل اللہ کے جذبے سے سرشار پایا۔ انگریز اسی جذبے سے خائف تھے، وہ یہ سمجھتے تھے کہ جب تک یہ جذبہ ماند نہ پڑ جائے گا تب تک مسلمانوں پر حکومت کرنے میں کامیابی نہیں ہو سکتی۔ چناں چہ اس مقصد کے لیے انہوں نے ایک طرف تحریک نجدیت کی متعدد صورتوں میں سرپرستی کی تو دوسری طرف مرزا غلام احمد قادیانی کو مسلمانوں کی وحدت ملی کو پارہ پارہ کرنے کے لیے تیار کیا۔ مرزا قادیانی نے انگریز سے وفاداری کا حق ادا کرتے ہوئے ترک جہاد کا دوٹوک اعلان کیا اور کہا:

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال دیں کے لیے حرام ہے اب جنگ اور جدال

مرزا اگر دعویٰ نبوت نہ بھی کرتا، فقط جہاد کا انکار ہی اس کے کفریہ عقیدہ پر مہر تصدیق ثبت کرنے کے لیے کافی تھا۔ اس ننگِ انسانیت شخص نے ۱۸۸۵ء میں مجددیت کا دعویٰ کیا، ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود بن بیٹھا اور ۱۹۰۱ء میں مکمل نبوت کا دعویٰ کر کے مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچائی۔ اس شیطانی فتنہ کی روک تھام کی اولین کوشش کا سہرا اہل سنت و جماعت کے اکابرین کے سر جاتا ہے۔ امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلہ ختم

نبوت اور ردّ مرزائیت پر تین کتابیں تصنیف کیں، بعدازاں قبلہ عالم حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے تقریر وتحریر کے ذریعے اس کار تبلیغ فرمایا اور مرزا کا اس کی زندگی میں اور اس کی موت کے بعد خوب گرم تعاقب جاری رکھا۔

قیام پاکستان کے بعد بھی فتنہ قادیانیت کا قلع قمع کرنے کے لیے بالخصوص علماء ومشائخ اہل سنت کی بھرپور جدوجہد جاری رہی۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں جملہ مکاتب فکر کے علماء ومشائخ نے فقیہ اعظم کے استاذ زادہ حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری قدس سرہ العزیز کی قیادت میں بھرپور حصہ لیا۔ حضرت فقیہ اعظم کو حب رسول اور دینی ومسلکی غیرت حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی اور حضرت محدث الوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم ایسے جلیل القدر اساتذہ سے ملی تھی، چناں چہ آپ نے اس تحریک میں بھرپور حصہ لیا۔ عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت اور ردّ قادیانیت میں دلائل وبراہین سے مرصع خطابات کے ذریعے علاقہ بھر میں تحریک کو پروان چڑھایا اور دینی شعور بیدار کیا، جس کی پاداش میں حکومت وقت نے آپ کے وارنٹ گرفتاری جاری کیے اور ۴ر مارچ ۱۹۵۳ء کو آپ کو، آپ کے والد ماجد حضرت مولانا ابوالنور محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ، تلمیذ رشید اور دارالعلوم کے صدرالمدرسین حضرت مولانا ابوالضیاء باقر نوری رحمۃ اللہ علیہ اور کئی دیگر اعزہ وتلامذہ سمیت گرفتار کر کے سنٹرل جیل ساہیوال بھجوا دیا۔ گرفتاری کے موقع پر جب پولیس کی گاڑی میں بٹھایا جانے لگا تو آپ نے دارالعلوم کے طلبہ کو محنت سے پڑھنے اور صبر واستقامت اور ہمت وحوصلہ کے ساتھ تحریک جاری رکھنے کی تاکید فرمائی۔ اس وقت بصیر پور کے عوام کا جوش وخروش دیدنی تھا، حدنگاہ تک لوگ سڑک پر لیٹ گئے، ان کا مطالبہ تھا کہ حضرت کو رہا کیا جائے، ورنہ ہمارے جسموں کو روند کر ہی حضرت کو لے جانا ہوگا۔ کئی گھنٹوں تک جاری رہنے والا یہ مظاہرہ اس وقت ختم ہوا جب حضرت نے خود باصرار لوگوں کو پیچھے ہٹنے کا حکم دیا۔ آپ کی گرفتاری کی خبر دور دور تک پھیل گئی۔ ان دنوں ایک لائق وہونہار طالب علم مولوی دل محمد آپ کے ہاں مدرسہ میں زیر تعلیم تھے اور آپ کی شفقت ومحبت سے بے حد متاثر تھے، اتفاق سے گرفتاری کے وقت وہ چھٹی پر تھے، جب گاؤں میں انہیں یہ خبر پہنچی تو تعجب سے کہنے لگے!

”ہمارے حضرت صاحب کو گرفتار کرلیا گیا ہے، اب یہاں رہنے کا کیا کام“---

یہ کہا اور موقع پر ہی جان، جان آفریں کے سپرد کردی۔ اللہ تعالیٰ اس شہید محبت کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نچھاور فرمائے۔

حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت اور عملی جدوجہد کا اثر تھا کہ آپ کے تلامذہ نے بھی اس تحریک میں بھرپور حصہ لیا، چناں چہ ساہیوال میں حضرت مولانا ابوالنصر منظور احمد شاہ، مولانا ابوالفیض علی محمد نوری (اس وقت ساہیوال میں خطیب تھے)، مولانا صاحبزادہ غلام رسول حویلی لکھا اور دیگر تلامذہ کو ردّ مرزائیت کی بنا پر گرفتار کیا گیا۔ جن دنوں

حضرت سیدی فقیہ اعظم کی گرفتاری عمل میں آئی، اس وقت آپ سے دورہ حدیث شریف پڑھنے والی جماعت میں خطیب پاکستان حضرت مولانا محمد شریف نوری قصوری، استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا محمد رمضان محقق نوری اور خطیب شیریں لسان حضرت مولانا غلام حسین نوری ایسے ہونہار اور جید فضلاء شامل تھے، چناں چہ انہوں نے کورس کی تکمیل اور سالانہ تعطیلات کے باوجود دارالعلوم میں رہ کر اپنے استاذ گرامی کے مشن کو جاری رکھا اور تحریک ختم نبوت کے لیے سرگرم عمل رہے۔

حضرت فقیہ اعظم جیل میں بھی درس وتدریس اور تبلیغ دین میں مصروف رہے، اس دوران قاضی عیاض کی شفاء شریف اور مکتوبات امام ربانی وغیرہ بطور خاص آپ کے زیر مطالعہ رہیں۔ رجب المرجب، مارچ کے مہینے میں آپ کی گرفتاری عمل میں آئی تھی، رمضان المبارک شروع ہوا تو مئی کا وسط تھا اور گرمی زوروں پر تھی، ایسے میں متعدد ایسے واقعات ظہور پذیر ہوئے جن سے پتا چلتا ہے کہ نصرت الٰہی اور تائید غیبی آپ کے شامل حال رہی۔ ایسا ہی ایک واقعہ جیل میں آپ کے ساتھی اور تلمیذ رشید مولانا ابوالنصر اپنی یادداشت میں تحریر کرتے ہیں!

''رجب اور شعبان گزار کر رمضان شریف کی ۶ تاریخ کو بعد نماز صبح آرڈر ملا کہ ''سب اچھا'' ہونے سے پہلے سنٹر خالی کردو اور ڈی چکیاں میں چلے جاؤ۔ بندہ اور مولوی غلام رسول (حویلی لکھا والے) نے ''اثاث البیت'' کو سروں پر اٹھایا، سنٹر سے ڈی تک ہجرت کی، یہ چکیاں دیکھ کر طبیعتیں گھبرا گئیں، سخت گرمی کا موسم اور تین آدمیوں کا بالکل تھوڑی جگہ میں رات اور دن کو

بند رہنا، باعث مصیبت نظر آرہا تھا۔ حضرت کی طبیعت میں قدرے پریشانی آئی مگر فوراً الحمد للہ کہا اور فرمایا کہ میرا رب بڑا قادر ہے، وہ اندر سے ہی ہوا بھیج سکتا ہے اور شملہ بنا سکتا ہے۔ چناں چہ روزے کھول کر بیٹھے ہی تو دل کو چین اور سکون حاصل ہوا۔ خلاف معمول حضرت کو نیند آگئی، بندہ تھوڑی دیر پنکھا ہلاتا رہا، اتنے میں ایسی ٹھنڈی ہوا چلی کہ مجھے بھی نیند آگئی، حالاں کہ میں دوپہر کو سو چکا تھا۔ کچھ دیر کے بعد حضرت نے خود ہی فرمایا، نماز پڑھ لیں، میں نے وضو کر کے اذان پڑھی، آپ نے جماعت کرائی، نماز تراویح بھی بہت سکون سے پڑھی، بعدہ سو گئے، سحری کے وقت تک ڈی چکی شملہ کو شرمندہ کر رہی تھی۔ بجلی چمک رہی تھی، بادل گرج رہا تھا، بھینی بھینی اور ٹھنڈی ہوا کی لہریں اجسام سے ٹکرا کر نیند مسلط کر رہی تھیں اور اعضاء کو ٹھہرا رہی تھیں''۔۔۔

ابوالنصر محمد منظور کنا نظرۃ النور، ڈی جیل منٹگمری

۸ر رمضان ۷۲ ۱۳ھ / مئی ۱۹۵۳ء

حضرت فقیہ اعظم کے والد گرامی اور حضرت مولانا ابوالضیاء کو تو کچھ عرصہ بعد رہا کر دیا گیا جب کہ حضرت فقیہ اعظم کو تین سال قید با مشقت کی سزا سنائی گئی مگر نو ماہ بعد رہا کر دیے گئے۔ ۱۹۷۴ء میں جب دوبارہ تحریک ختم نبوت شروع ہوئی تو اس میں بھی حضرت فقیہ اعظم اور آپ کے تلامذہ نے بھرپور کردار ادا کیا۔ اس موقع پر آپ نے نہ صرف یہ کہ مقامی سطح پر بلکہ صوبہ پنجاب کے متعدد مقامات پر جلسوں اور میٹنگوں میں شمولیت کی۔ بصیر پور اور گردونواح کے مرکزی مقامات پر آپ کی سرپرستی میں ہر ہفتے ایک دو جلسے ضرور ہوتے، جن میں حضرت خود شریک ہوتے، صدارتی کلمات ارشاد فرماتے، جس سے تحریک کو تقویت ملی۔ آپ ان اجتماعات میں مسئلہ ختم نبوت کی علمی انداز میں وضاحت کرتے اور قادیانیوں کی ریشہ دوانیوں اور ملک و ملت کے خلاف ان کی سازشوں سے آگاہ کرتے اور فرماتے کہ منکرین ختم نبوت کافر ہی نہیں مرتد ہیں، شریعت اسلامیہ میں ان کی سزا قتل ہے، تاہم مسلمانوں کا کم از کم مطالبہ یہ ہے کہ حکومت انہیں فی الفور ذمی قرار دے اور آئینی طور پر ان کے غیر مسلم اقلیت ہونے کا اعلان کرے۔ ان جلسوں میں عوام کا عظیم اجتماع ہوتا۔ اس اثناء میں یوں تو متعدد علماء کرام کے خطابات ہوئے مگر چند بڑے بڑے اجتماعات میں علامہ احمد علی قصوری، علامہ شبیر احمد ہاشمی، علامہ ابوالفیض علی محمد نوری، علامہ محمد عارف نوری نے تاریخی خطابات کیے۔ ان ایام میں راقم اور دارالعلوم حنفیہ فریدیہ میں زیر تعلیم طلبہ نے بھی علاقہ بھر کی مساجد میں ایک پروگرام کے تحت خطابات کیے اور تحریک کے حق میں فضا سازگار بنائی۔

قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی کے سیاست میں آنے سے بہت پہلے حضرت فقیہ اعظم سے عقیدت و محبت بھرے تعلقات تھے، اس تحریک میں بھی وہ حضرت فقیہ اعظم سے رہنمائی لیتے رہے۔ قومی اسمبلی میں ان کی پیش کردہ قرار

داد کی حضرت فقیہ اعظم بھرپور حمایت کا اعلان کرتے رہے، بالآخر یہ تحریک کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔

اس تحریک میں یوں تو آپ کے متعدد تلامذہ نے حصہ لیا، تاہم مولانا ابوالنصر منظور احمد شاہ ساہیوال، مولانا ابوالفیض علی محمد نوری وہاڑی، مولانا غلام حسین نوری ساہیوال، مولانا زید احمد نوری میاں چنوں، مولانا عبدالعزیز نوری حویلی لکھا، مولانا خواجہ غلام حسین سدیدی دیپال پور، مولانا محمد محسن قصوری بہاول نگر، مولانا محمد منشاء تابش قصوری منڈی مرید کے، مولانا محمد شریف نوری بدر لاہور، مولانا صابر علی وٹو نوری، ڈاکٹر مفتی ضیاء الحبیب صابری، مولانا منظور احمد نوری قصور، علامہ شبیر احمد ہاشمی اور علامہ احمد علی قصوری وغیرہ علماء کرام کے اسماء گرامی بطور خاص قابل

ذکر ہیں۔ موخر الذکر دونوں حضرات تو نہایت ہی سرگرم عمل رہے اور تحریک کی کامیابی کے لیے ملک کے طول و عرض میں تبلیغی دورے کرتے رہے۔ ان پر کئی مقدمات بنے، لاہور، میاں والی، ملتان کی جیلوں میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

تحریک ختم نبوت اور

حضرت خطیب الاسلام صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ قدس سرہ

علامہ محمد نوید اقبال مجددی

ختم نبوت کا عقیدہ اسلام کے چند بنیادی عقائد میں سے ہے۔ جس پر اُمت مسلمہ کا اجماع ہے۔ چنانچہ گزشتہ چودہ صدیوں میں جس نے بھی نبی بننے کا دعویٰ کیا مسلمانوں نے اسکو کافر قرار دے کر اسکے خلاف علم جہاد بلند کیا۔ مسیلمہ کذاب سے لیکر مسیلمہ پنجاب تک سب کا یہی حشر ہوتا رہا ہے۔

انگریز کے دور غلامی میں برصغیر کے مسلمانوں کو جس طرح دوسرے کئی مصائب سے دوچار ہونا پڑا اسی طرح ایک جھوٹی نبوت قائم کر کے اُمت میں انتشار پیدا کیا گیا۔ انگریز نے اسکی نبوت کو اپنی سنگینوں کے سائے میں پروان چڑھنے کا موقع دیا۔ اور کو قبول کرنے والوں کے لیے نوازشات کے دروازے کھول دیئے اس دور میں انگریزوں کے پروردہ جھوٹے نبی غلام احمد قادیانی کی سرکوبی کے لیے اور فتنہ مرزائیت کو ختم کرنے کے لیے کسی ایسی جلیل القدر شخصیت کی ضرورت تھی جسکا خمیر عشق رسالت ﷺ سے اٹھا ہو۔ جسکی نگاہوں میں نور صدیقیت رضی اللہ عنہ کی جھلک ہو جسکی نوائیں شجاعت علی رضی اللہ عنہ کی مظہر ہوں۔ جسکی خطابت سے باطل لرزہ بر اندام ہو۔ چنانچہ برصغیر پاک و ہند میں قدرت نے مسلمانوں کو خطیب الاسلام حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی صورت میں ایک ایسی باکمال شخصیت عطاء فرمائی۔ جو اسی سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی۔ حضرت خطیب الاسلام دنیائے روحانیت کے عظیم خانوادہ مشائخ آلومہار شریف کے فرزند ارجمند تھے۔ عشق رسول ﷺ آپ کو ورثے میں ملا تھا۔ شمع رسالت کا یہ پروانہ کسی خانہ ساز نبوت کا وجود کیسے برداشت کر سکتا تھا۔ آپ کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد وحید عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ تھا۔ قادیانیت کے سحر باطل کے خاتمے کے لیے آپ نے ۱۹۳۱ء سے ۱۹۸۰ء تک مسلسل جہاد کیا مجلس احرار میں آپ کی شمولیت صرف اسی مقصد کے لیے تھی۔ آپ کے کردار کے بارے میں روزنامہ ''امروز'' کا اداریہ نویس لکھتا ہے!

''قیام پاکستان سے قبل اگر چہ وہ مجلس احرار کے رکن تھے۔ مگر حامیان پاکستان میں شامل تھے۔ ان کا موقف یہ تھا کہ قیام پاکستان کا مطالبہ درست ہے۔ اسکے حصول کے لیے ہر مسلمان کو جدوجہد کرنی چاہیے۔ وہ ہندوستان کے نیشنلسٹ مسلمانوں کے اس نظریے کے خلاف تھے کہ پہلے انگریز کو ہندوستان سے نکالو بعد میں پاکستان کا مطالبہ کرو۔ صاحبزادہ سید فیض الحسن اس نظریئے کے کٹر مخالف تھے۔ انکا موقف تھا کہ انگریز اور ہندوؤں کی بالادستی سے بیک وقت نجات حاصل کی جائے۔ اپنے نظریئے کی پر جوش تبلیغ کی اور مخالفوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ ان علمی، دینی

اور ملی خدمات کا اعتراف ہر مکتب فکر کے لوگوں نے کیا۔ ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت کا آغاز انکی تقریر سے ہوا۔ انہوں نے شہید گنج تحریک، شدھی تحریک اور شاتم رسول راجپال کے خلاف تحریک میں بھرپور حصہ لیا۔ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں مجموعی طور پر چار سال کی قید کاٹی"۔ (امروز ۲۵ فروری ۱۹۸۴ء)

مجاہد اول تحریک ختم نبوت:

۱۹۳۰ء میں تحریک کشمیر چلی تو ۲۵ جولائی ۱۹۳۱ء کو آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا قیام عمل میں آیا۔ مرزا بشیر الدین محمود اس کمیٹی کا صدر بنا۔ مجلس احرار نے پوری تحریک اپنے ہاتھ میں لینے کے لیے رام تلائی سیالکوٹ میں بہت بڑے جلسہ کا انتظام کیا۔ جس میں حضرت خطیب الاسلام نے اعلان فرمایا!

"ہم مسلمان اس کمیٹی میں حصہ نہیں لے سکتے۔ جس کمیٹی کا صدر ایک کافر مرزا بشیر الدین محمود ہو"۔

کشمیر کمیٹی کے رکن علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ حضرت خطیب الاسلام نے علامہ اقبال کو صورت حال سمجھا کر کمیٹی سے علیحدہ ہونے پر مجبور کیا۔ خطیب الاسلام صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خاندانی وجاہت اور ان کے دلائل کی اصابت دیکھ کر اقبال مرحوم نے استعفیٰ لکھا اور کمیٹی کو توڑنے کا اعلان کیا اور یہ شعر کہا۔

پس خدا بر ما شریعت ختم کرد بر رسول ما رسالت ختم کرد

اس دن سے علامہ اقبال مرحوم کی قادیانیت کے خلاف کھلی لڑائی کا آغاز ہوا۔ اور پھر وہ وقت بھی آیا کہ علامہ نے قادیانیت کو برگ حشیش، غارت گر اقوام، فتنہ ملت بیضا، یہودیت کا مثنی اور مرزائیوں کو اسلام کا غدار قرار دے کر مسلمانوں سے الگ کردینے کے مطالبے کی پرزور حمایت شروع کردی اور یوں کہا!

فتنہ ملت بیضا ہے امامت اسکی
جو مسلماں کو سلاطین کا پرستار کرے
وہ نبوت ہے مسلماں کے لیے برگ حشیش
جس نبوت میں نہیں قوت و شوکت کا پیام

یہ مرزائیت پر حضرت خطیب الاسلام کی وہ ضرب کاری تھی جسکے بعد مرزائیت سنبھل نہ سکی۔ ۱۹۳۴ء میں مجلس احرار اسلام کے مرکزی عاملہ کے انتخابات ہوئے۔ جن میں حضرت خطیب الاسلام بھی رکن منتخب ہوئے۔ مجلس احرار میں شمولیت کے بعد حضرت خطیب السلام نے ناموس رسالت اور عظمت ختم نبوت کے لیے بھرپور اور بے مثال جدو جہد کا آغاز کردیا۔ اس سلسلے میں آپ نے جو خدمات سرانجام دیں وہ تاریخ میں آب زر سے لکھی جائیں گی۔ تاریخ

گواہ ہے کہ حضرت خطیب الاسلام نے قادیانیت سے اسوقت ٹکرلی جب وہ حکومت برطانیہ کے زیر سایہ طاقتور بھی تھی اور با اثر بھی۔

۳ ستمبر ۱۹۳۵ء کو اخبار الفضل میں مرزا بشیر الدین نے (جو مرزا غلام احمد قادیانی کا بیٹا تھا) مجلس احرار کے قائدین کو قادیان میں دعوت مباہلہ دی۔ اس زمانے میں قادیان مرزائیت کا گڑھ تھا اور وہاں جانا خود کو ہلاکت میں ڈالنے کا مترادف تھا۔ اس اعلان کے فوراً بعد مجلس احرار کی امرتسر میں میٹنگ ہوئی۔ اور اس چیلنج پر غور کیا گیا اکثر احراری لیڈروں کا مؤقف تھا کہ وہاں پر جانا مناسب نہیں کیونکہ قادیان مرزائیوں کا گڑھ ہے لیکن حضرت خطیب الاسلام نے فرمایا!

''آپ لوگ چوڑیاں پہن لیں فیض الحسن اکیلا قادیان جائے گا چنانچہ اعلان ہو گیا کہ حضرت خطیب الاسلام قادیانیوں کے چیلنج کا جواب دینے کیلئے قادیان جا رہے ہیں آپ کے ہمراہ ہزاروں لوگ بھی تیار ہو گئے۔ قادیان پہنچنے پر آپ کا جس طرح والہانہ استقبال کیا گیا وہ ایک تاریخی مثال ہے۔

قادیان سے حضرت خطیب الاسلام کی للکار:

آپ نے مرزا بشیر الدین کے گھر کے سامنے جلسہ منعقد کیا اور مرزا بشیر الدین کے مکان کو بطور اسٹیج استعمال کیا کیونکہ آپ کی آمد کی خبر سن کر مرزا بشیر الدین اپنے گھر سے بمعہ اہل و عیال بھاگ گیا تھا کیونکہ قانون الٰہی ہے جاء الحق وزھق الباطل جہاں حق آجائے باطل کو راہ فرار اختیار کرنی پڑتی ہے۔ حضرت خطیب الاسلام حق کی للکار تھے۔ آپ نے دوران خطاب فرمایا!

''قادیانیوں سن لو فیض الحسن تمہارے چیلنج کا جواب دینے آگیا ہے۔ میں حسین کا بیٹا ہوں ناموس رسالت اور عظمت ختم نبوت کے لیے ایک اور چھوٹی سی کربلا آباد کر دوں گا لیکن اپنے آقا کی عظمت ختم نبوت پر آنچ نہ آنے دوں گا''۔

۲۶-۲۵ مئی ۱۹۵۱ء کو لاہور میں (مرزائیوں کو مجلس قانون ساز میں کوئی سیٹ نہ ملنے پر) یوم تشکر کے سلسلہ میں ایک عظیم الشان جلسہ عام ہوا جس میں حضرت خطیب الاسلام نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا!

''میں مطالبہ کرتا ہوں کہ احمدیوں کو اقلیت قرار دیا جائے۔ یا انہیں مجبور کیا جائے کہ وہ اس ملک کو چھوڑ دیں اور بھارت میں آباد ہو جائیں۔ گویا حضرت خطیب الاسلام پہلے مجاہد ہیں جنہوں نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا برملا مطالبہ کیا۔

قارئین کرام! پاکستان میں تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں چلی جبکہ حضرت خطیب الاسلام کی خدمات ختم نبوت کا آغاز ۱۹۳۱ء میں ہو چکا تھا۔ان شواہد کی روشنی میں حضرت خطیب الاسلام کو مجاہد اول تحریک ختم نبوت ماننے بغیر چارہ نہیں۔

تحریک ختم نبوت اور پاکستان:

قیام پاکستان کے بعد ہمارے ناعاقبت اندیش حکمرانوں کی غلط پالیسیوں کے سبب قادیانی ملک پاکستان کے اہم کلیدی عہدوں پر فائز ہو گئے۔اور در پردہ ملک کو کمزور کرنے اور اپنے مزموم عزائم کو پروان چڑھانے کی عملی کوششوں میں مصروف ہو گئے۔ان حالات سے حضرت خطیب الاسلام رحمۃ اللہ علیہ اغماض نہیں برت سکتے تھے۔چونکہ آپ نے سرگرمی کیساتھ اس صورت حال کے خلاف جدوجہد کا آغاز کیا۔اور اس سلسلے میں ہر اول دستے کی قیادت خود سنبھالی۔۲۰ جون ۱۹۵۲ء میں جامع مسجد شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ میں ایک عظیم الشان جلسے کی صدارت فرمائی اس جلسہ کی کاروائی کا آغاز ان نعروں سے ہوا۔

☆مرزائیت مردہ باد

☆ظفر اللہ قادیانی کو ہٹادو

☆مرزائیت کو اقلیت قرار دو

☆دشمن دین فاسق غلام قادیانی مردہ باد

یہ جلسہ کیونکہ دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی میں منعقد ہوا تھا اسلیے حضرت خطیب الاسلام کو گرفتار کر لیا گیا۔لیکن ملک بھر میں پرزور احتجاجی مظاہروں کی وجہ سے آپ کو جلد رہا کر دیا گیا۔رہا ہونے کے بعد بھی عظمت نبوت کا یہ شیدائی ختم نبوت کا یہ فدائی، علم ختم نبوت کو پوری آب وتاب کیساتھ لہراتا رہا۔چونکہ اسی سلسلے میں ۲۲۔۲۱ ستمبر ۱۹۵۲ء کو آل مسلم پارٹیز کنونشن کا ڈسکہ میں اجلاس ہوا۔تو آپ نے خصوصی خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا!

''جس طرح ہم یہ تسلیم نہیں کر سکتے کہ گیدڑ سے خربوزہ اور بلی سے گوشت محفوظ رہ سکتا ہے اسی طرح ہم یہ تسلیم کرنے کو تیار نہیں کہ ملک کے اعلیٰ ترین عہدے پر ایک قادیانی ظفر اللہ کی خباثت سے اور دوسرے قادیانیوں کی غلیظ حرکتوں اور مذموم مقاصد سے پاکستان سلامت رہ سکتا ہے۔میں اس بات کا بھی آج یہاں اقرار کرتا ہوں کہ مرزائی اپنے باطل نظریئے کے بیہودہ پن کو ترک کر کے اسلام کی پناہ میں نہیں آتے تو پھر رب العزت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اپنی تمام تر قوت انکے خلاف صرف کر دوں گا۔اور پھر ہر محاذ پر انکے مذموم مقاصد کے خلاف رکاوٹ پیدا کروں گا''۔

حضرت خطیب الاسلام نے حکومت سے یہ بھی مطالبہ کیا کہ!

''مرزائیوں کی تمام زمینوں، کارخانوں اور دوسری املاک کو ضبط کر لیا جائے اور انکے شیطانی گڑھ ربوہ کا خاتمہ کیا جائے۔حضرت خطیب الاسلام نے ختم نبوت کی جدوجہد کو تیز تر کرنے کا اعلان کیا اور ملک بھر میں جلسے شروع کیے۔حکومت پاکستان کو مطالبہ پیش کیا کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔۱۶ اکتوبر ۱۹۵۲ء میں خطیب الاسلام صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے شیخوپورہ میں خطاب فرماتے ہوئے اور حکومت کو جھنجھوڑتے ہوئے فرمایا!

''ایک آدمی جو منصب ختم نبوت کا تحفظ نہیں کر سکتا اور اپنی ماں بہن کی عزت کا تحفظ نہیں کر سکتا اس سے کیسے امید رکھی جا سکتی ہے کہ وہ اسلامی مملکت کا تحفظ کر سکے۔مرزا غلام قادیانی یہ بکواس کرتا ہے کہ جس شخص نے اسے نبی نہ مانا وہ ایک ناچنے والی کے بطن سے پیدا ہوا ہے۔گویا اس حساب سے پنجاب اور ملک بھر کے تمام وزراء اور حکومت کا سربراہ جو یقیناً اس بیہودہ اور بدکردار شخص کو نبی نہیں تسلیم کرتے اسے ناچنے والی ماں کی اولاد قرار دیا جائے گا۔میں ان وزراء اور حکومتی سربراہوں سے کہتا ہوں کہ اگر وہ حضور ﷺ کی ناموس کا تحفظ نہیں کر سکتے تو کم از کم اپنی ماؤں، بہنوں کو تو اس لعنتی کردار والے کی لغو باتوں سے محفوظ رکھیں انکا تو تحفظ کریں''۔

خطیب الاسلام کی گرفتاری اور مارشل لاء:

۱۹۵۳ء میں ملک بھر میں حضرت خطیب الاسلام کے اعلان پر تحریک ختم نبوت کا آغاز ہوا اس تحریک کا آغاز آپ ہی کی تقریر سے ہوا۔جسٹس منیر کی تحقیقاتی رپورٹ کے مطابق تحریک ختم نبوت میں جو پہلا دستہ ۲۶ فروری کو زیر سرکردگی صاحبزادہ سید فیض الحسن روانہ ہوا وہ کراچی پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔اور وہاں گرفتار کر لیا گیا ان گرفتاریوں سے پورے ملک میں برہمی اور لاقانونیت کی ایک لہر دوڑ گئی۔اور لاہور میں بدنظمی اور ابتری کا سیلاب اسقدر بے قابو ہو گیا کہ ۶ مارچ کو فوج شہر میں داخل ہو گئی اور مارشل لاء کا اعلان کر دیا گیا۔۱۴ فروری ۱۹۵۳ء میں انٹیلی جنس بیورو گورنمنٹ آف پاکستان کراچی نے سی۔ڈی۔آئی پنجاب کو ایک مراسلہ روانہ کیا جس میں یہ انکشاف کیا گیا تھا کہ!

The first person who wii offer him self for arrest in connection with this agitation in punjab will possibly be Sahib Zada Pir Faiz_UL_Hassian who has about 30.000 Murids.it is said all his Murids will follow suit.

Intelligence bureau

Government of Pakistan

Karachi.FEQ.14.1953

”تحریک ختم نبوت کے سلسلے میں سول نافرمانی کے لیے پنجاب میں جو شخص سب سے پہلے خود کو گرفتاری کے لیے پیش کرے گا وہ صاحبزادہ فیض الحسن ہوں گے انکے ہمراہ تقریباً ۳۰،۰۰۰ ہزار مرید بھی خود کو گرفتاری کے لیے پیش کریں گے“۔

مجاہد اول تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء سے چند اقتباسات:

تحریک سول نافرمانی اور پچاس ہزار رضا کاروں کی پیشکش:

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں حضرت خطیب الاسلام کے منفرد مجاہدانہ کردار کی ایک جھلک ملاحظہ ہو!

”شہباز خطابت، فدائے ختم نبوت حضرت صاحبزادہ افتخار الحسن شاہ فیصل آبادی رحمۃ اللہ علیہ (جو تحریک ختم نبوت میں آپ کے ساتھی تھے) نے مرکزی جامعہ مسجد نقشبندیہ ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا!

”دیکھئے جسٹس منیر کی عدالتی تحقیقاتی رپورٹ میرے ہاتھ میں ہے ص ۱۴۳، اور ص ۲۵۹ ڈائریکٹ ایکشن اختیار کرنے کی قرارداد آل پاکستان مسلم پارٹیز کنونشن اجلاس منعقدہ ۱۸ جنوری ۱۹۵۲ء (بمقام کراچی) میں منظور کی گئی۔ اور ایک مرکزی مجلس عمل کا قیام عمل میں لایا گیا۔ ۲۲ جنوری کو خواجہ ناظم الدین کو یہ الٹی میٹم ایک غیر فوجی بغاوت کے نوٹس سے کم نہ تھا۔ خواجہ ناظم الدین اور ارباب حکومت اس عقدے کا حل تلاش نہ کر سکے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ۲۶ فروری کو مجلس عمل نے گورنر جنرل اور وزیر اعظم کی کوٹھیوں پر ختم نبوت کے فدائی رضا کاروں کے دستے بھیجنے کا فیصلہ کر لیا۔ ملک بھر میں رضا کاروں کی بھرتی کیلئے ایک مہم کا آغاز کر دیا گیا۔ صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ کو پہلا ڈکٹیٹر مقرر کیا گیا۔ رضا کاروں کی تعداد پچاس ہزار کی اس مقررہ تعداد سے بڑھ چکی تھی جس کی بھرتی کرنے کا ذمہ صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ نے لے رکھا تھا۔ رضا کاروں سے حلف ناموں پر دستخط کرائے جا چکے تھے کہا جاتا ہے کہ بعض رضا کاروں نے حلف نامے اپنے خون سے لکھ کر پیش کیے تھے۔ صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ کا رویہ خصوصاً جارحانہ ہو رہا ہے“۔ تو میں آج کل کے ختم نبوت کے ٹھیکیداروں سے پوچھتا ہوں کہ

☆ سب سے پہلے گرفتاری دینے والا بھی صاحبزادہ سید فیض الحسن

☆ تحریک سول نافرمانی کا پہلا ڈکٹیٹر بھی صاحبزادہ سید فیض الحسن

☆ پچاس ہزار سے زائد رضا کاروں کو بھرتی کرنے والا بھی صاحبزادہ سید فیض الحسن

☆ علامہ اقبال کو کشمیر کمیٹی سے علیحدہ کرانے والا بھی صاحبزادہ سید فیض الحسن

☆ قادیان میں جا کر جلسہ کر کے مرزائیت کو للکارنے والا بھی صاحبزادہ سید فیض الحسن

تحریک آزادی کا آغاز بھی شیر انوالہ باغ میں اسکی پہلی تقریر سے ہوا اور تحریک ختم نبوت کا آغاز بھی راستلائی سیالکوٹ میں اسکی پہلی تقریر سے ہوا۔ وہ تحریک آزادی کا بھی مجاہد اول ہے اور تحریک ختم نبوت کا بھی مجاہد اول ہے۔

مرزا دجال اور کذاب:

دیکھئے یہ ہے میرے پاس رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص ۱۸۰ گوجرانوالہ ایک مقبول عام احراری صاحبزادہ فیض الحسن کا وطن ہے۔ گوجرانوالہ جولائی ۱۹۵۲ء ایک کانفرنس ہوئی جس میں صاحبزادہ فیض الحسن نے یہ اعلان کیا کہ !''کسی احمدی کو قتل کرنا رضائے الٰہی کا موجب ہے''

احمدیوں نے ڈپٹی کمشنر سے شکایت کی کہ اس کانفرنس میں ایک مقرر نے حاضرین کو امام جماعت احمدیہ کے قتل پر اکسایا تھا۔ یہی معاملہ سیالکوٹ میں پیش آیا۔ سیالکوٹ کے ڈپٹی کمشنر نے صاحبزادہ صاحب کو بلایا اور پوچھا صاحبزادہ صاحب آپ مرزا صاحب کو برا کیوں کہتے ہیں؟ صاحبزادہ صاحب جلال میں آ گئے فرمانے لگے! میں مرزا کو دجال اور کذاب کہوں گا کیونکہ اس نے ان لوگوں کو سور کی اولاد کہا ہے جو اسے نبی نہیں مانتے خواجہ ناظم الدین اور مسٹر دولتانہ بھی اسی قبیل میں آتے ہیں اور تم بھی ان ہی میں شامل ہو۔ ڈپٹی کمشنر نے کہا صاحبزادہ صاحب بس آپ جائیں میں آپ کو کچھ نہیں کہہ سکتا۔

تقریباً یہی الفاظ آپ نے ۱۰ نومبر کے سیالکوٹ کنونشن میں دہرائے۔ دیکھیے رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص ۳۶۵، ۲۶، ۲۷ ستمبر کو لائل پور اور ۲۶ ستمبر کو سمندری میں کنونشن ہوا جس میں صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ نے کہا!

''مرزا صاحب پست چال کے آدمی تھے۔ اور اس قابل تھے کہ ان کے خلاف غنڈہ ایکٹ کے ماتحت مقدمہ چلایا جاتا''۔

دیکھیے رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص نمبر ۳۲۶، ۱۹ اکتوبر ۱۹۵۲ء شیخوپورہ ۱۰ اکتوبر چوہڑ کانہ میں کنونشن کے اجلاس ہوئے جس میں خطیب الاسلام صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ نے تقریر کرتے ہوئے کہا!

''مرزا قادیانی اور ظفر اللہ دونوں غنڈے ہیں جو شخص نبوت کی عزت اور احترام رسول کی ناموس کو نہیں بچا سکتا وہ پاکستان کو بھی نہیں بچا سکتا۔ مرزا غلام احمد نے کہا ہے جو لوگ اسکو نہیں مانتے وہ بازاری عورتوں کی اولاد

ہیں۔پنجاب کے وزیروں نے اور خواجہ ناظم الدین نے بھی اسکو نہیں مانا۔انہیں چاہیے کہ اگر وہ ناموس رسالت کی حفاظت نہیں کر سکتے تو کم از کم اپنی ماؤں کی ناموس کی حفاظت تو کریں"۔

۲۲،۲۱ستمبر۱۹۵۲ء ڈسکہ میں آل مسلم پارٹیز کونشن ہوا۔خطاب کرتے ہوئے صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ نے کہا!

"جس طرح گیدڑ کو خربوزوں کی اور بلی کو گوشت کی رکھوالی سپرد نہیں کی جاسکتی۔اس طرح ظفر اللہ اور دوسرے مرزائیوں پر پاکستان کے متعلق اعتبار نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ غدار ہیں۔مرزا غلام احمد واہیات تھا اس نے گڑ کو مٹی سمجھ کر اس سے استنجا کر لیا تھا۔(رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص۳۶۱)

آج ہر کوئی مجاہد ختم نبوت اور مجاہد نظام مصطفیٰ بنا پھرتا ہے پوچھو تاریخ والوں سے۔پہلے تھا ہندوستانیوں سے خطاب!"انگریزوں کو یہاں سے نکال دو"۔پھر سیدھا خطاب!"انگریزوں یہاں سے نکل جاؤ"۔یہ تھا ڈائریکٹ ایکشن۔

سیالکوٹ رام تلائی میں بہت بڑا جلسہ تھا۔عطاء اللہ شاہ بخاری،قاضی احسان احمد شجاع آبادی،شورش کاشمیری سب اسٹیج پر موجود تھے۔ہزاروں کا اجتماع خطیب الاسلام کا خطاب تھا۔انگریزوں کی حکومت ڈی سی،ایس پی اور سی آئی ڈی کے افسران بالا جمع تھے۔محمدی کچھار کے شیر نے للکارتے ہوئے کہا!"انگریز کتو یہاں سے نکل جاؤ"۔

یہ ہے میر اخطیب الاسلام جس کی مجاہدانہ للکار سے فرنگی ایوانوں میں زلزلہ آگیا وہ بلاشبہ اسلام کی ننگی تلوار تھے۔وہ ترجمان فطرت اور پاسبان حریت تھے۔وہ مصلحت اور نتائج کی پرواکیے بغیر نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک باطل قوتوں سے نبرد آزمارہا۔یہ ہے ختم نبوت کا مجاہد اول صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ جنکی جرأت رندانہ نے تحفظ ختم نبوت کا حق بھی ادا کیا اور مشائخ وعلماء کی لاج بھی رکھی۔میں کہتا ہوں کہ میرے خطیب الاسلام نے تا قیامت مسلمانوں کی نسلوں پر وہ احسان عظیم کیا ہے جسکو فراموش کردینا انتہائی بخیلی اور ستم ظریفی ہوگی۔

هل جزاء الاحسان الا الاحسان

میں تمام مکاتب فکر کے علماء اور پاکستانی عوام سے پوچھتا ہوں کہ تم نے اپنے عظیم محسن کیساتھ کیا وفا کی ہے؟تمہاری نسلیں بھی صاحبزادہ فیض الحسن کا حق ادا نہیں کرسکتیں۔

(ماخوذ از خطاب صاحبزادہ سید افتخار الحسن شاہ فیصل آبادی برموقع خطیب الاسلام کانفرنس)

(نوٹ:یہ مضمون ماہنامہ دعوت تنظیم الاسلام گوجرانوالہ فروری ۱۹۹۸ء سے لیا گیا ہے۔)

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

تحریک ختم نبوت اور

حضرت شیخ القرآن عبد الغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف ہزاروی

لاریب وہ نقیب تھا ذکر حضور کا چرچا جہاں میں کیوں نہ ہو عبد الغفور کا (محمد علی ظہوری)

قائد اعظم کے رفیق سفر مجاہد تحریک پاکستان وختم نبوت قدوۃ السالکین، غواص بحر عرفانی، فخر الفضلاء المدققین، استاذ العلماء حضرت شیخ القرآن ابو الحقائق پیر محمد عبد الغفور ہزاروی چشتی گولڑوی سابق مرکزی صدر جمعیت علماء پاکستان ان نابغہ روزگار ہستیوں میں سے ہیں جنہوں نے تحریفات وتاویلات کا پردہ چاک کیا اور حقیقت اسلام کو اجاگر کرنے کے لیے اپنی پوری زندگی وقف کر رکھی تھی۔ آپ نے عقائد باطلہ کا رد اور مادیت کے خلاف جہاد جاری رکھا آپ اپنی علمیت، فقاہت، زور خطابت اور تدریس، تبلیغی وتنظیمی خدمات کی بدولت جید علمائے حق کے قائد سمجھے جاتے ہیں۔

آپ ۹ ذی الحج ۱۳۲۹ھ یکم دسمبر ۱۹۱۱ء بروز جمعۃ المبارک ہری پور ہزارہ کے دور افتادہ گاؤں چمبہ پنڈ میں حضرت مولانا عبد الحمید رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کا گھرانہ کئی پشتوں سے علم وفضل کے ساتھ ساتھ تصوف میں بھی ممتاز مقام رکھتا تھا۔ آپ کے جد امجد اخوند زادہ استاذ العلماء بحر المحققین حضرت مولانا محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ دیگر علوم کے علاوہ علم میراث اور فقہ ومنطق میں کمال عبور رکھتے تھے آپ کے شاگردوں میں علاقہ چھچھ قندھار میوات کابل وقلات کے نامور علماء شامل ہیں۔ آپکو حضرت امام المسلمین والمجاہدین حضرت اخوند زادہ محمد عبد الغفور المعروف پیر صاحب سیدو شریف سے شرف صحبت حاصل تھا۔ پیر سیدو شریف سوات رحمۃ اللہ نے اپنے سینکڑوں خلفاء کی موجودگی میں آپ کو فرمایا کہ آپ نے میرا جنازہ پڑھانا ہے۔ حضرت مولانا عبد الحمید رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں جب بیٹے کی ولادت ہوئی تو انہوں نے اپنے والد ماجد کے شیخ طریقت کے نام کی نسبت سے آپ کا نام محمد عبد الغفور رکھا۔

آپ کے اساتذہ میں قبلہ عالم غوث زماں فاتح قادیانیت اعلیٰ حضرت پیر سید محمد مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبد الحمید رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا احمد دین رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محب النبی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا قطب الدین غور غشتوی کے علاوہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں۔ جب آپ دار العلوم منظر الاسلام بریلی شریف سے دورہ حدیث سے فارغ ہوئے تو استاد محترم نے ابو الحقائق کا لقب عطا کیا اپنے دار العلوم میں مسند تدریس پر فائز کرنے کے علاوہ خلافت واجازت سے نوازا گیا۔ آپ کو حضور قبلہ

عالم اعلیٰ حضرت گولڑوی سے شرف بیعت کی سعادت حاصل ہوئی خود سرچشمہ رشد و ہدایت علم و بصیرت اعلیٰ حضرت قبلہ عالم گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو شرف تلمذ کی لازوال دولت' بیعت کی سعادت عظمیٰ کے ساتھ ساتھ دعائے خیر و برکت سے نوازتے ہوئے ارشاد فرمایا! جاؤ میاں اللہ پاک تمہیں بڑا مولوی بنائے۔قبلہ عالم کے دعائیہ کلمات اور پیش گوئی یوں پوری ہوئی، دنیا آپ کو شیخ القرآن کے لقب سے پہچاننے لگی ہزاروں جید علماء مناظر، صوفی محدث آپ کی شاگردی پر ناز کرتے ہیں۔آپ کو اپنے شیخ کامل کے آستانہ عالیہ غوثیہ گولڑہ شریف میں پینتیس سال وعظ حاصل کرنے کا شرف حاصل ہوا۔

آپ کو حضرت اویس وقت خواجہ گوہر دین جنید ڑوی رحمتہ اللہ علیہ حضرت خواجہ معصوم بادشاہ چورہ شریف، حضرت خواجہ احمد نور چکوال سے خلافت ملی۔حضرت کی دیگر خوبیوں میں سے ایک نمایاں وصف آپ کا طرز کلام یعنی فن تقریر تھا آپ کو جس قدر شہرت ہوئی اس میں زیادہ حصہ تدریس دورہ قرآن مجید اور خطابت کا ہے۔آپ کا انداز فکر منفرد اور ممتاز تھا۔جب خطاب فرماتے تو پوری طرح سے سامعین پر چھا جاتے ہر طرف سناٹا چھا جاتا لوگ ہمہ تن ہوکر ساری ساری رات آپ کا خطاب سنتے خطابت کا نمایاں پہلو یہ تھا کہ دقیق سے دقیق مسائل کو آسان مثالوں سے غبی سے غبی ذہن میں اتار دیتے تقریر میں صوفیانہ رنگ غالب تھا جب تصوف کے موضوع پر بیان فرماتے تو عوام کے ساتھ ساتھ علماؤ مشائخ بھی عش عش کر اٹھتے تقریر میں ایک شعر کو موضوع بنا لیتے اور پوری تقریر اس ایک شعر کے گرد گھومتی یوں تو تکرار سے اکتاہٹ پیدا ہو جاتی ہے مگر آپ جب جب بار بار شعر پڑھتے اور قرآن و احادیث کی کتب سے مثالیں بیان کرتے تو علما بھی وجد کرتے تھے۔

عشق نبی کے باب کا عنوان ہزاروی ناموس مصطفیٰ کا نگہباں ہزاروی
غواص بحر عظمت قرآں ہزاروی شیخ زماں و رازی دوراں ہزاروی
اقلیم ذوق و شوق کے سلطاں ہزاروی اہل جنوں کے درد کا درماں ہزاروی
دل اہل درد و سوز کے سرور ہو گئے کچھ اس طرح ہوئے تھے غزل خواں ہزاروی

یہ سچ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو نوازتا ہے تو اپنی شان عطا سے نوازتا ہے اور ہر پہلو سے نوازتا ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ القرآن کو اس شان سے نوازا کہ جسمانی و روحانی، ظاہری و باطنی، عملی و وجدانی ہر پہلو سے محاسن کے ساتھ نوازا اور بے مثل نوازا۔آپ علوم کے ایسے بحر ذخار تھے کہ جسکی گہرائی اور وسعت لامحدود تھی اس سمندر بے کنار سے علوم کے طوفان اٹھتے تو پھیلتے نظر آتے مگر اس میں باہر سے دریا گرتے نظر نہ آتے۔تیس سے زائد علوم آپ کی جنبش

لب سے وجود پاتے یعنی آپ علوم سے اپنی بات نہ بتاتے بلکہ اپنی بات سے علوم کو وجود عطا کرتے اگر آپ علوم وفنون کے ہمالیہ تھے تو میدان خطابت کے شاہسوار بھی تھے آپ فی الحقیقت ایک جادو بیاں اور قادر الکلام خطیب تھے آپ کی خطابت میں جہاں انداز خطابت کی ندرت ہوتی وہاں معارف وحقائق کا ایک مواج سمندر بھی متلاطم ہوتا کتاب و سنت کے جواہر تصوف کے اسرار ورموز کلام کی گتھیاں سلجھانے کے لئے ماہرانہ نکات سامعین کو کیف وسرور کے جہاں میں مستغرق کردیتے تھے۔ جب اپنے ذوق میں عشق سید عالم ﷺ سے سرشار ہوکر مثنوی شریف کے اشعار پڑھتے تو یوں لگتا قدسی بھی داد وتحسین دے رہے ہیں اور پوری کائنات آپ کے ذوق کی موافقت میں وجد کررہی ہے بارہا دیکھا گیا کہ آپ کے انداز بیان سے متاثر ہوکر مجمع میں لوگ ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگتے تھے۔

وہ تیرا حسن خطابت، وہ تیرا طرز کلام اب نہیں ملتی زمانے میں کوئی ایسی مثال

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پوری زندگی دین کی سربلندی کے لئے وقف کررکھی تھی۔ درس وتدریس وخطابت کا سلسلہ تازیست جاری رہا۔ مدرسہ کی بنیاد رکھی اور دورہ تفسیر قرآن مجید میں اہل سنت میں اولین مقام حاصل کیا۔ سوشلزم کے خلاف جہاد میں مصروف رہے۔ آپ کا شمار ان ۱۱۳ علماء میں ہوتا ہے جنہوں نے سوشلزم کو کفر قرار دیتے ہوئے فتویٰ پر دستخط ثبت فرمائے، غیر اسلامی عائلی قوانین کی بھرپور مخالفت کی محکمہ اوقاف میں پائی جانے والی خرابیوں پر سخت تنقید فرماتے آپ کی تقریر کا یہ جملہ تاریخی حیثیت اختیار کرگیا "محکمہ اوقاف کو شریعت کے مطابق موڑ دو یا پھر توڑ دو"۔ علماء سو اور عقائد مسلمین کی اصلاح فرمائی ہمیشہ بدعقیدہ لوگوں کو مناظروں میں شکست دی۔ جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی صدر کی حیثیت سے اہل سنت کو سیاسی میدان میں عروج عطا فرمایا۔ اور حکومت پر کھل کر تنقید کرتے اسی ضمن میں ملک میں چلنے والی تحریک بحالی جمہوریت میں نمایاں کردار ادا کیا۔

حضرت شیخ القرآن جہاں ایک عظیم مذہبی رہنما، خطیب، مدرس، مفسر، محدث، صوفی، نکتہ آفرین محقق، شاعر، روحانی رہنما اور ایمان وعمل، فکر ونظر عظمت ورفعت، زہد وتقویٰ، فصاحت وبلاغت، استقامت وعزیمت، شجاعت و جرأت، مقبولیت وشہرت، مرجعیت ومحبوبیت کے اعتبار سے یقیناً ابوالحقائق اور شیخ العرفان تھے وہاں آپ ایک محب وطن رہنما اور قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کے رفیق سفر بھی تھے۔

آپ نے ابتدائی دور سے ہی سیاست میں حصہ لینا شروع کردیا۔ جب قائداعظم مسلمانان برصغیر کی طرف سے مایوس ہوکر برطانیہ چلے گئے اس وقت جہاں دیگر بڑی بڑی خانقاہوں کے سجادہ نشین حضرات نے قائداعظم کو برصغیر واپس آنے کے لئے خط لکھے وہاں آپ نے بھی قائداعظم کو خط لکھا کہ واپس آکر مسلمانوں کی قیادت سنبھالیں

علماء ہر ممکن حد تک آپ کا ساتھ دیں گے۔ آپ نے جن بڑی تحریکوں میں حصہ لیا ان میں تحریک مسجد شہید گنج تحریک خلافت تحریک اتحاد وملت تحریک نیلی پوش تحریک پاکستان اور تحریک ختم نبوت شامل ہیں۔

حضرت شیخ القرآن رحمتہ اللہ علیہ نے ۱۹۴۸ء میں مولانا عبدالحامد بدایونی کے ہمراہ کراچی میں قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات کی اور مطالبہ پیش کیا کہ ملک پاکستان کا دستور قرآن وسنت کی روشنی میں تیار کیا جائے اور دیگر اسلامی ملکوں کی طرح یہاں بھی وزارت امور مذہبی کو قائم کیا جائے۔ پاکستان کے معرض وجود میں آتے ہی کئی فتنوں نے سر اٹھایا۔ ان میں سب سے بڑا مسئلہ قادیانیوں کا پاکستان کے خلاف سازشیں کرنا تھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا جھوٹا دعوی کیا۔ اسے ہندوؤں اور انگریزوں کی مکمل حمایت حاصل تھی بلکہ مرزا غلام احمد کو انگریز نے ہی اس مقصد کے لئے تیار کیا اور مرزا نے حکومت برطانیہ کو اپنی تمام تر وفاداریوں کا یقین دلایا ایک مقام پر لکھا ہے!

> ''میں اس گورنمنٹ کے لئے ایک تعویز کے ہوں اور بطور ایک پناہ کے ہوں''۔ (نور الحق ص ۳۳ مندرجہ روحانی خزائن ج ۸ ص ۴۴)
>
> ''میں اس (اللہ پاک) کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایک ایسی گورنمنٹ کے سایہ رحمت کے نیچے جگہ دی جس کے سایہ میں بڑی آزادی سے اپنا کام نصیحت وعظ کا ادا کر رہا ہوں اگرچہ اس محسن گورنمنٹ کا ہر ایک پر رعایا میں سے شکر واجب ہے مگر میں خیال کرتا ہوں کہ مجھ پر سب سے زیادہ واجب کیونکہ یہ میرے اعلیٰ مقاصد جو جناب قیصرہ ہند (ملکہ برطانیہ) کی حکومت کے سائے کے نیچے انجام پذیر ہو رہے ہیں ہرگز ممکن نہ تھے کہ کسی اور گورنمنٹ کے زیر سایہ انجام پذیر ہو سکتے اگرچہ وہ کوئی اسلامی گورنمنٹ ہی ہوتی''۔ (تحفہ قیصریہ ص ۳۱ روحانی خزائن ج ۱۲ ص ۲۸۳)

قیام پاکستان پر مرزائیوں کی شدید خواہش تھی کہ یہ ملک مٹ کر دوبارہ ہندوستان میں مدغم ہو جائے ایک موقع پر مرزا بشیر الدین محمود قادیانی نے کہا!

''ہم ہندوستان کی تقسیم پر رضامند ہوئے تو خوشی سے نہیں بلکہ مجبوری سے اور پھر یہ کوشش کریں گے کہ کسی نہ کسی طرح پھر متحد ہو جائیں''۔(روزنامہ اخبار الفضل قادیان ۱۷مئی ۱۹۴۷ء)

''پاکستان کا وجود عارضی ہے اور کچھ وقت کے لئے دونوں قومیں (ہندو، مسلمان) جدا جدا رہیں گی۔مگر یہ حالت عارضی ہوگی اور ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ جلد دور ہو۔بہر حال ہم چاہتے ہیں کہ اکھنڈ ہندوستان بنے اور ساری قومیں باہم شیر وشکر ہو کر رہیں''۔(روزنامہ اخبار الفضل قادیان ۱۵اپریل ۱۹۴۷ء)

پاکستان میں مرزائیوں نے حالات کو اپنے لئے مفید پا کر اکھنڈ بھارت کے الہامی عقیدہ کی تبلیغ شروع کر دی۔دن بدن مرزائی پاکستان میں کھلم کھلا اپنے نظریات کا پرچار کرنے لگے۔علماء کرام سے خون کا بدلہ لینے کی باتیں ہونے لگیں۔پاکستان کے وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان نے ۱۷مئی ۱۹۵۲ء کو جہانگیر پارک کراچی میں قادیانیوں کے ایک جلسہ عام سے خطاب کرنے کا اعلان کیا تو مسلمانوں نے اسے اپنے لئے چیلنج سمجھ کر احتجاج شروع کر دیا۔

''چوہدری ظفر اللہ خاں نے کراچی کے جلسہ میں کہا'' احمدیت ایک ایسا پودا ہے جو اللہ پاک نے خود لگایا ہے اب وہ جڑ پکڑ گیا ہے اگر یہ پودا اکھاڑ دیا گیا تو اسلام ایک زندہ مذہب کی حیثیت سے باقی نہ رہے گا بلکہ ایک سوکھے ہوئے درخت کی مانند ہو جائے گا اور دوسرے مذاہب پر اپنی برتری کا ثبوت مہیا نہ کر سکے گا''۔(رپورٹ تحقیقاتی عدالت حکومت پنجاب)

چنانچہ کراچی میں علماء کرام کی ایک میٹنگ منعقد ہوئی جس میں مختلف مکاتب فکر کے علماء شامل ہوئے ۳جون ۱۹۵۲ء کو مجلس مشاورت نے ذیل کے مطالبات پیش کر دیے (۱) قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے (۲) چوہدری ظفر اللہ خاں کو وزیر خارجہ کے عہدے سے سبکدوش کیا جائے (۳) تمام کلیدی عہدوں سے قادیانیوں کو ہٹایا جائے۔

''۱۳جولائی ۱۹۵۲ء کو آل مسلم پارٹی کنونشن لاہور میں برکت علی محمڈن ہال میں منعقد ہوا جس میں تمام مذہبی وسیاسی جماعتوں کے قائدین شامل ہوئے اس کانفرنس میں شرکت کیلئے خصوصی طور پر حضور قبلہ بابوجی رحمۃ اللہ علیہ گولڑہ شریف سے لاہور تشریف لائے''۔(تحریک ختم نبوت از شورش کاشمیری ص ۹۱)

حضرت شیخ القرآن محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے اس تحریک میں بھرپور کردار ادا کیا۔آپ اپنی قتا

ریہ میں ختم نبوت پر دلائل دیتے اور لوگوں کو اس بات پر ابھارتے کہ حکومت وقت کو مجبور کیا جائے کہ وہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے چنانچہ آپ بھی ۱۳ جولائی ۱۹۵۲ء کو آل پارٹیز مسلم کانفرنس لاہور میں شریک ہوئے تحقیقاتی رپورٹ کے صفحہ ۸۱ پر آپ کا اسم گرامی لکھا ہوا ہے۔ مولانا عبد الغفور ہزاروی (انجمن سجادہ نشینان پنجاب) اس موقع پر آپ نے زبردست خطاب بھی فرمایا۔ تحقیقاتی رپورٹ جو علماء کرام اور اسلام کے خلاف ایک بہت بڑی سازش تھی کے بارے میں ۱۹۵۵ء آل پاکستان سنی کانفرنس منعقدہ لاہور میں اس کے بارے میں کہا گیا! کہ اس رپورٹ میں نہ صرف علماء کا استخفاف کیا گیا بلکہ یہ رپورٹ اسلام کے خلاف مسلمان ججوں کی لکھی ہوئی خطرناک دستاویز ہے۔ ڈاکٹر جاوید اقبال خلف الرشید علامہ اقبال نے اپنی ایک نظریاتی کتاب کے دیباچے میں لکھا ہے کہ! یہ ایک ایسی دستاویز ہے جو اسلام کے مسلمان ججوں کے قلم سے نکلی ہے۔ اس کی اشاعت روک لی جائے اس کتاب کا ضبط کیا جانا ہی بہتر ہے آج تک نفس اسلام کے خلاف دنیائے اسلام میں ایسی دستاویز شائع نہیں ہوئی"۔ (تحریک ختم نبوت ص ۱۴۰ از شورش کاشمیری)

کانفرنس میں علماء کرام نے قادیانیوں کے خلاف جو تقاریر کیں ان کے متعلق رپورٹ میں لکھا ہے "سی آئی ڈی پنجاب نے ۲۱ جولائی ۱۹۵۲ء کو یہ رائے ظاہر کی کہ پانچ تقاریر قابل اقدام ہیں لیکن اگرچہ بہاؤ الحق قاسمی اور علامہ علاؤ الدین صدیقی نے زیر دفعہ ۲۱ (۱) ایکٹ پبلک سیفٹی ایکٹ ارتکاب جرم کیا ہے لیکن ان کے خلاف مقدمہ نہ چلایا جائے کیونکہ اگر ایسا کیا گیا تو ان کو عدالت میں مزید کیچڑ اچھالنے کا موقع مل جائے گا انہوں نے لکھا کہ عبد الغفور ہزاروی بالکل بے حیثیت آدمی ہے اس لیے اس کی تقریر سے اسی حقارت کا سلوک ہونا چاہیے جس کی وہ مستحق ہے مولوی محمد علی جالندھری نے حکومت کو بے ایمان کہا ہے لیکن چونکہ ایک ہی ریمارک ہے اس لیے اس کو بھی نظر انداز کر دینا چاہیے علامہ عبد الستار خان نیازی کے بارے ان کی رائے تھی کہ اسے فی الحال چھوڑ دیا جائے آئندہ کسی موقع پر اس کی گوشمالی کر دی جائے گی۔ ڈی آئی جی۔ سی آئی ڈی نے یہ کیس ہوم سیکرٹری کو بھیج دیا"۔ (رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص ۸۲، ۸۳ از جسٹس منیر احمد)

اس کانفرنس کے موقع پر ایک مجلس عمل کا قیام عمل میں لایا گیا جس نے تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے دن رات کوشش کی۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ پیش پیش رہے۔ مجلس عمل نے ۲۳ جولائی ۱۹۵۳ء کو وزیر اعظم پاکستان سے مل کر انہیں اپنے مطالبات پیش کئے اور ایک ماہ کا نوٹس دے دیا گیا کہ اگر ۲۲ فروری ۱۹۵۳ء تک مجلس عمل کے مطالبات منظور نہ کئے گئے تو مجلس اپنے مطالبات منوانے کے لئے راست اقدام کرنے پر مجبور ہوگی"۔ (حیات امیر شریعت از

جانباز مرزا ص ۴۳۵)

مجلس عمل کے زیر اہتمام لاہور دہلی دروازہ کے باغ میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا حد نگاہ تک لوگ ہی لوگ نظر آرہے تھے اس جلسہ میں حضرت شیخ القرآن رحمتہ اللہ علیہ مولوی عطاءاللہ شاہ بخاری کی دعوت پر تشریف لے گئے اور آپ نے بڑے ہی مناظرانہ انداز سے تقریر کا آغاز فرمایا۔

''ہمارے نبی وہ ہیں جن کا یہ مقام ہے کہ غزوہ حنین کے موقع پر جب مشرکین نے آپ کو گھیر لیا تو آپ نے فرمایا ''انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب '' اسلامی لشکر جب افراتفری میں منتشر ہو کر واپس ہوا آپ سواری سے اترے اور دشمنوں کے سامنے ہو کر جلالی نبوت کے لہجہ میں فرمایا! میں نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں یعنی اس موقع پر اعلان نبوت کا اظہار تشکر اور تحدیث نعمت کے طور پر کیا اور انا ابن عبد المطلب اپنی انسانیت اور آدمیت کا اظہار ہے جب کہ قادیانیوں کا جھوٹا نبی کہتا ہے

کرم خاکی ہوں میرے پیارے، نہ آدم زاد ہوں ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

آپ بار بار مرزا کا یہ شعر پڑھتے اور فرماتے دیکھو ان کا نبی آدم کا بیٹا نہیں ہے بلکہ کرم خاکی اور انسانوں کی جائے نفرت ہے یہ کیسی عاجزی کہ آدمی اپنے آپ کو انسان کا بچہ ہونے سے انکار کردے۔ حضرت شیخ القرآن نے تقریر میں ایسا رنگ اختیار کیا کہ مرزا کی اپنی تحریروں سے خوب اس پر تنقید کی جب بھی آپ کوئی بات مرزا کی بیان کرتے تو مزاح کا ایسا ماحول پیدا ہو جاتا کہ لوگ بے اختیار ہنس پڑتے آپ نے فرمایا ہمارے نبی علیہ السلام خاتم المرسلین ہیں خاتم النبیین ہیں جب کہ مرزا غلام احمد کہتا ہے میں خاتم الاولاد ہوں۔

''میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جس کا نام جنت تھا اور پہلے وہ لڑکی پیٹ میں سے نکلی تھی اور اس کے بعد میں نکلا تھا اور میرے بعد میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکی یا لڑکا نہیں ہوا اور میں ان کے لیے خاتم الاولاد تھا''۔ (تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم ص ۲۵۲ از ڈاکٹر مسعود احمد مظہری)

حضرت شیخ القرآن نے فرمایا ہمارے نبی علیہ السلام کے پاس ملائکہ کے استاد حضرت جبرائیل آتے تھے ان کے نبی کے پاس آنے والے فرشتے کا نام ٹیچی ہے آپ نے نبی علیہ السلام کے لباس کا ذکر فرمایا اور پھر فرمایا قادیانیوں کا نبی غرارہ استعمال کرتا تھا'' بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ حضرت مسیح موعود اوائل عمر میں غرارے استعمال کرتے تھے۔ (روزنامہ جنگ راولپنڈی ۲۴ اکتوبر ۱۹۷۰ء)

فرمایا ہمارے رسول خدا ﷺ کی سینکڑوں پیشگوئیاں احادیث کی کتب میں موجود ہیں جو درست ثابت ہو

ئیں جب کہ مرزا کی ہر پیشگوئی غلط ثابت ہوئی مرزا قادیانی نے کہا "ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں" (تذکرہ مجموعہ الہامات ص ۵۸۴ طبع دوم) جب کہ مرزا برانڈرتھ روڈ لاہور کی احمدیہ بلڈنگ میں ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مر گیا اور لاش ریل پر قادیان لے جائی گئی۔ آپ نے اس عظیم الشان اجتماع میں ختم نبوت پر مدلل تقریر فرمائی اور اقبال کا یہ شعر موضوع سخن رہا۔

لا نبی بعد ز احسان خدا است

پردہ ناموس دین مصطفیٰ ﷺ است

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے قادیانیوں کے عقائد باطلہ کارد اور ختم نبوت پر ایسا فصیح وبلیغ خطبہ ارشاد فرمایا! کہ عطا اللہ شاہ بخاری نے کہا کہ آج میرے دل کی حسرت پوری ہوگئی ہے کہ میں نے اپنے کانوں اور آنکھوں سے علامہ ہزاروی کا خطاب سنا اور انہیں دیکھا ایسا مدلل وعظ کرنا صرف آپ کا ہی حق ہے آپ کی تثلیث اور جادو بیانی سے مرزائیت کا ناطقہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند ہو جائے گا اسٹیج پر موجود ہر مسلک کے علماء آپ کی تقریر پر جھوم رہے تھے اور فضا نعروں سے گونجتی رہی۔ ۲۶ فروری ۱۹۵۳ء کو صورت حال پر غور کرنے کے لیے کراچی میں مجلس عمل کا اجلاس ہوا اسی رات حکومت نے تمام جید علماء کرام کو کراچی سمیت پورے ملک سے گرفتار کرلیا، لاہور، گوجرانوالہ، لائلپور، سیالکوٹ اور راولپنڈی تحریک ختم نبوت کے مرکز بن گئے۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے وزیر آباد اور گوجرانوالہ کے گردونواح میں جلسوں سے خطاب فرمایا اور لوگوں میں جوش وولولہ پیدا کیا لوگ جانیں قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے روز وزیر آباد میں جلوس نکلتا شہر بھر میں مرزائیوں کا مکمل بائیکاٹ کردیا گیا رپورٹ تحقیقاتی عدالت میں لکھا ہے کہ!

"وزیر آباد میونسپل کمیٹی نے دو احمدی مدرسوں اور چار احمدی استانیوں کو ملازمت سے برطرف کردیا"۔ اس رپورٹ میں مزید لکھا ہے۔ "جب کراچی میں وزیر اعظم کو الٹی میٹم دیا جا چکا تو ڈائریکٹ ایکشن کی وسیع تیاریاں شروع ہوگئیں اور علماء نے ضلع کے مختلف شہروں میں اپنا پروپیگنڈہ بہت تیز کردیا کامریڈ عبد الکریم اور مولوی عبد الغفور ہزاروی وزیر آباد میں مصروف عمل ہو گئے۔ (رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص ۱۸۰)

"۲ مارچ ۱۹۵۳ء کو چیف سیکرٹری کی طرف سے ایک ڈی او چٹھی نمبر 2514-29BDSB مورخہ ۲۸ فروری ۱۹۵۳ء" ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو موصول ہوئی جس میں مزید گرفتاریوں سے منع کیا گیا تھا لیکن یکم مارچ ۱۹۵۳ء کو اے ڈی آئی جی۔ سی آئی ڈی کی طرف سے سپرنٹنڈنٹ پولیس کو یہ ہدایات پہنچیں کہ رضاکاروں کے دستوں کو

لاہور اور کراچی کی طرف روانہ ہونے سے روکا جائے جس کا یہ مطلب تھا کہ انہیں کو جرانوالہ میں گرفتار کیا جائے"۔(رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص ۱۸۱)

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کرنے کے لیے پولیس نے جگہ جگہ چھاپے مارے مگر ناکام رہی آپ مختلف مقامات پر خطاب فرماتے پولیس آپ کا تعاقب کرتی مگر گرفتار نہ کر سکی انہیں ایام میں وزیر آباد منڈی میں بعد نماز ظہر ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا یہ وزیر آباد کی تاریخ کا سب سے بڑا جلسہ تھا آپ کو اس جلسہ سے خطاب کرنا تھا پولیس نے چاروں طرف سے جلسہ گاہ کو گھیرے میں لے رکھا تھا حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ گولڑہ شریف میں قیام پذیر تھے حضور قبلہ بابوجی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو گاڑی دی اور چند احباب کو آپ کے ساتھ روانہ کیا جلسہ شروع ہو چکا تھا آپ جلسہ گاہ میں داخل ہوئے لوگ دیوانہ وار فرے لگانے لگے آپ نے حسب روایت بڑا جامع خطاب فرمایا اور ابھی جلسہ جاری ہی تھا کہ آپ رازداری سے اسٹیج سے اتر کر چلے گئے پولیس آپ کو گرفتار نہ کر سکی چونکہ اکثر و بیشتر علماء کرام گرفتار کر لیے گئے تھے لہذا آپ چاہتے تھے کہ جتنا وقت باہر گزر جائے اچھا ہے تاکہ تحریک کمزور نہ پڑ جائے اور لوگوں کی صحیح سمت رہنمائی کی جائے۔

علماء کرام کی دھڑا دھڑ گرفتاریوں کے بعد تحریک میں مزید شدت آ گئی تحریک ختم نبوت کا سب سے بڑا جلسہ مارچ کے ابتدائی دنوں میں لیاقت باغ راولپنڈی میں زیر صدارت سلطان العارفین محبوب الٰہی حضرت قبلہ پیر سید غلام محی الدین گیلانی المعروف قبلہ بابوجی رحمۃ اللہ علیہ زیب سجادہ آستانہ گولڑہ شریف منعقد ہوا حد نگاہ تک لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا لیاقت باغ اور اسکے اردگرد اس قدر ہجوم تھا کہ تل دھرنے کی جگہ نہ تھی اس جلسہ کے بارے میں رپورٹ تحقیقاتی عدالت میں لکھا ہے "وہ جلسہ عام جو لیاقت باغ میں پیر صاحب گولڑہ شریف کی زیر صدارت منعقد ہوا وہ سب سے بڑا جلسہ تھا جس کی نظیر ماضی میں نہ مل سکتی تھی۔(رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص ۱۸۵)

اس فقید المثال جلسہ سے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے خطاب فرمایا اسٹیج پر جید علماء اور تحریک کے قائدین تشریف فرما تھے آپ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے باطل عقیدہ کو طشت ازبام کیا پاکستان میں مرزائیوں کی خفیہ سرگرمیوں کے تار و پود کو اکھاڑ کر رکھ دیا بڑے واضح الفاظ میں فرمایا حکومت جس سردمہری اور بے اعتنائی کے ساتھ مسلمانوں کے مطالبات کو تسلیم نہیں کر رہی اس سے واضح طور پر عیاں ہو رہا ہے کہ حکومت کا زوال شروع ہو چکا محمد مصطفی ﷺ کے یہ عاشق غلام ناموس مصطفی ﷺ کی خاطر جانیں قربان کر سکتے ہیں لیکن کافر و مرتد کے سامنے جھک نہیں سکتے آج جن حیلوں اور بہانوں سے تحفظ ختم نبوت کی تحریک کو دبایا جا رہا ہے یہ کبھی نہیں دبے گی اس ملک کے لیے ہم نے اپنا

خون پسینہ بہایا ہے ہم نہیں چاہتے کہ یہاں پر فسادات برپا ہوں لیکن اگر ملت اسلامیہ کی آواز کو دبانے کی کوشش کی گئی تو آنے والے انقلاب کو کوئی نہیں روک سکے گا ہم جان تک کی بازی لگا دیں گے اور ناموس مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کے لیے عوام جو بھی قدم اٹھائے گی اس کی تمام تر ذمہ داری حکومت پر ہو گی جو حکمران توہین رسالت کے مرتکب ہو رہے ہیں وہ کبھی بھی سرخرو نہیں ہوسکیں گے۔ آپ نے اپنے مخصوص انداز میں ایسا جامع خطبہ ارشاد فرمایا کہ آپ کے خطاب کے بعد کسی کو خطاب کرنے کی جرات نہ ہوئی نامور ادیب محترم عزیز ملک صاحب جو وہاں موجود تھے کے مطابق جب حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مخصوص سحر انگیز بیان میں متنبی قادیان کے دجل وفریب کے بخیے ادھیڑے تو آپ کے وعظ کے اختتام پر دیگر علماء مقررین نے یہ کہہ کر جلسہ کے اختتام کا اعلان کر دیا کہ علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد کون سی میخ رہ گئی ہے جو متنبی قادیان کے تابوت میں پیوست کی جائے۔

اس جلسہ کے اختتام پر پولیس آپ کو گرفتار کرنا چاہتی تھی لیکن ناکام رہی بلکہ عوام کے ساتھ ٹکراؤ ہو گیا جس سے پورے شہر میں ہنگامے شروع ہو گئے شورش کاشمیری کے بقول "سب سے بڑا اجتماعی جلسہ جس کی نظیر ماضی میں نہ تھی حضرت قبلہ سید غلام محی الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ پیر صاحب گولڑہ شریف کے زیر صدارت لیاقت باغ میں منعقد ہوا۔ پولیس نے اپنا حربہ استعمال کیا تو کھلم کھلا ٹکراؤ ہو گیا۔ (تحریک ختم نبوت ص ۱۳۶ از شورش کاشمیری)

"۶ مارچ کو لیاقت باغ میں ایک جلسہ منعقد ہوا ایک ہجوم نے جلسے کے بعد منتشر ہو کر مری روڈ کا رخ کیا اور احمدیوں کے عبادت خانے کو اور ایک چھوٹی موٹر کار کو آگ لگا دی اسی شام کو کچھ دیر بعد لوٹ مار اور آتش زنی کے مزید واقعات بھی رونما ہوئے جب صورت حال سخت خطرناک ہو گئی تو ۷ مارچ کو فوج طلب کر لی گئی اس دن تھانہ گولڑہ اور تھانہ سنگجانی کے علاقوں میں ٹیلیفون کاٹ دیئے گئے شہر کے موڑوں اور اہم مقامات پر فوج متعین کر دی گئی۔" (رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص ۱۸۵)

راولپنڈی کے ڈپٹی کمشنر نے گولڑہ شریف حاضری دی اور حضرت قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ علامہ ہزاروی کو ہمارے حوالے کر دیا جائے ہمیں سختی سے حکم ملا ہے کہ اگر وہ گرفتار نہ ہوئے تو ان کے اہل خانہ کو گرفتار کر لیا جائے اس پر حضرت قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ نے وعدہ فرمایا اور عصر کے بعد آپ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو ساتھ لے کر ڈپٹی کمشنر کی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے یوں وہاں سے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کر کے سنٹرل جیل راولپنڈی میں پبلک سیفٹی ایکٹ دفعہ نمبر ۳ کے تحت نظر بند کر دیا گیا چنانچہ آپ نے اسیری کے سات ماہ اسی جیل میں گزارے۔

تحقیقاتی رپورٹ عدالت میں جو اغلاط کا مجموعہ ہے جس میں علماء اور اسلام کے خلاف نازیبا کلمات لکھے ہوئے ہیں جس کی اشاعت پر خود جسٹس ایم آر کیانی بھی پشیمان ہو گئے تھے اس میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ پر یہ الزام عائد کیا گیا ہے!

''وزیر آباد یہاں تحریک کی تنظیم کرنے والے مولوی محمد عبدالغفور ہزاروی اور کامریڈ عبدالکریم تھے یہاں ریل کی پٹری پر لکڑی کا ایک گٹھا رکھ کر ایک ٹرین روکی گئی جو سرمایہ یہاں سے ضبط کیا گیا اس کی مقدار دو ہزار پانچ سو ساٹھ روپے تھی'' (رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص ۱۸۴)

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی گرفتاری کے بعد راولپنڈی میں حالات تیزی سے بگڑنے لگے شورش کاشمیری رقمطراز ہے۔'' کئی ایک علماء گرفتار کیے گئے جامع مسجد میں تحریک کا مرکز قائم ہو گیا ایک ہزار ۳۲ رضا کار گرفتار کیے گئے ہزارہ سے دو ہزار پٹھان مارچ کرتے ہوئے راولپنڈی کی طرف آ رہے تھے انتظامیہ بدحواس ہو گئی ڈپٹی کمشنر اور سپر نٹنڈنٹ پولیس حضرت پیر صاحب گولڑہ شریف کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ کی منت سماجت کی کہ ان دو ہزار پٹھانوں کو واپس کر دیں دونوں آفیسر اشکبار ہو گئے پیر صاحب نے ان پٹھانوں کو واپس کیا کہ ہزارہ میں انتظار کریں۔ (تحریک ختم نبوت ص ۱۳۶)

ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا گیا مولانا عبدالستار نیازی پر بغاوت کا مقدمہ چلا اور فوجی عدالت نے آپ کو سزائے موت سنائی اور سنٹرل جیل لاہور میں رکھا گیا حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے جیل کے اندر سے ہی کوششیں شروع کیں کہ کسی طرح مولانا عبدالستار خاں نیازی کی سزائے موت کو منسوخ کیا جائے آپ نے ملک کے تمام بڑے بڑے سجادہ نشین حضرات کو خط لکھے اور انہیں اس بات پر تیار کیا کہ حکومت وقت اور دیگر ممالک کے سربراہان سے رابطے کریں اس سلسلہ میں حضرت بابو جی قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی خصوصی طور پر کوششیں جاری رکھیں۔ راقم الحروف کو ایک انٹرویو میں مولانا عبدالستار خاں نیازی نے فرمایا ''خاص طور پر میری ذات کے ساتھ محبت و وابستگی کا یہ عالم تھا کہ جب مجھے سزائے موت ہوئی تو آپ نے سجادہ نشین گولڑہ شریف اور حضرت خواجہ نظام الدین تونسہ شریف کو اس مقصد کے لئے تیار کیا کہ وہ حکومت وقت کو اس بات پر مجبور کریں کہ وہ میری سزا کی منسوخی اور رہائی کا اعلان کرے۔ میری رہائی کے لئے آپ نے ہر ممکن قربانی کا اعلان کیا۔ مولانا مرحوم مغفور نے مجھے بتایا تھا کہ ان کی تحریک پر ان حضرات نے اس وقت کے کمانڈر انچیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اور حکومت کے دیگر عمائدین پر انہی حضرات کے دباؤ ڈالنے اور بیرون ملک مختلف سربراہان کو ٹیلی گرام دینے اور جرنیلوں کی مداخلت سے میری سزائے موت کے

حکم کو منسوخ کر دیا گیا۔(مولانا عبدالغفور ہزاروی کی دینی اور ملی خدمات ص ۳۱۹،۳۱۸ از ڈاکٹر محمد آصف ہزاروی)

سنٹرل جیل راولپنڈی میں آپ نے اسیری کے ایام دیگر اسیران ختم نبوت کے ہمراہ بڑی پامردی حوصلہ جرات واستقامت کے ساتھ گزارے سب اسیران ختم نبوت پانچ وقت کی نماز ادا کرتے ابتداء میں کو سرکاری طور پر کلاس کا اعلان نہ ہوا لیکن سپر نٹنڈنٹ اور دیگر افسران جیل آپ کی شخصیت واخلاق سے بے حد متاثر تھے لہذا خوراک اعلیٰ درجے کی ملتی تھی اکثر اوقات مختلف علماء کرام سے مسائل پر گفتگو ہوتی زیادہ تر آپ اپنا وقت اور اوو وظائف پڑھنے پر صرف کرتے علماء کرام کے وفود ملاقات کرنے کے لئے حاضر ہوتے تو تحریک سے متعلق امور پر گفتگو ہوتی جب آپ نے جیل میں قدم رکھا موسم گرما کا آغاز تھا پھر رفتہ رفتہ موسم اپنے شباب پر پہنچ گیا اور ساتھ ہی رمضان المبارک جیسے بابرکت مہینہ کا ۱۵ مئی ۱۹۵۳ء کو آغاز ہوا۔آپ نے جیل میں متعدد خطوط لکھے۔ایک خط اپنے برادر اصغر مولانا محمد غلام ربانی کے نام لکھا جو راقم الحروف کے پاس محفوظ ہے اس میں لکھتے ہیں!

"برخودار مولوی غلام ربانی صاحب سلمہ السلام علیکم میں بفضلہ تعالیٰ بالکل خریت سے ہوں رمضان المبارک نہایت آرام سے گزر رہا ہے الحمد للہ ویسے موسم بھی خوب ٹھنڈا ہے آج چھٹا روز ہے مجھے مزید کسی چیز کی ضرورت نہیں رمضان المبارک کے بعد ململ کے کرتے ضرورت ہوں گے وہ وزیر آباد خط لکھ دیا ہے انشاء اللہ اب کوئی تکلیف نہیں اب کلاس بی ہے"۔(سلام مسنون فقط محمد عبدالغفور ہزاروی عفی عنہ ۲۰ مئی ۱۹۵۳ء)

رانا منظور احمد نے اپنی کتاب میں آپکی جیل کی زندگی کے بارے میں لکھا ہے!

"ایک دفعہ آپ نے بتایا کہ ہم ختم نبوت کی تحریک میں اس لئے شامل ہوئے تھے کہ مذہب کو بچائیں مگر ایک پارٹی نہرو کے اشارے پر ناچ کر پاکستان کو تباہ کرنے پر تلی ہوئی تھی اور ایک لیڈر نے اس تحریک سے گورنر بننے کے خواب دیکھے آپ چند علماء کے ہمراہ سنٹر جیل راولپنڈی میں بند تھے آپ کی جرات و بے باکی بے حد مشہور تھی چنانچہ آپ ہر وقت آرام سے لیٹے رہتے اور یاد خداوندی کرتے رہتے دوسرے علماء کرام حیران تھے اور چہ گوئیاں کرتے کہ یہ عجیب آدمی ہے اسے کسی قسم کی فکر ہی نہیں اس پر طرہ یہ کہ جیل کے سپرنٹنڈنٹ وغیرہ آپ سے دم کرواتے۔(حضرت شیخ القرآن ص ۳۹ از رانا منظور احمد)

کچھ عرصہ کے بعد مارشل لاء ختم ہو گیا مسٹر ممتاز دولتانہ کو وزارت عظمیٰ سے محروم ہونا پڑا اور ان کی جگہ فروز

خاں نون آ گئے اور ۱۷ اپریل کو وزیر اعظم ناظم الدین کو برطرف کر دیا گیا۔ اس تحریک کا سب سے بڑا المیہ تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ تھی گورنر پنجاب نے تحقیقاتی عدالت آرڈی نینس نمبر ۳، ۱۹۵۳ء کو ہدایت و شرائط کے مطابق قائم تھا جسٹس منیر اس کے صدر اور جسٹس محمد رستم کیانی ممبر تھے یکم جولائی ۱۹۵۳ء کو تحقیقات کا آغاز ہوا ۱۱۷ اجلاس ہوئے اور ۲۸ فروری ۱۹۵۴ء کو عدالت نے اپنا کام ختم کیا اور انگریزی وار متن شائع ہوئے۔ اس تحریک میں ایک ہزار مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا جمہوریت کا فانوس گل ہو گیا ممتاز دولتانہ اور ناظم الدین کو برطرف کر دیا گیا اور اسمبلی توڑ دی گئی۔ مارشل لاء کے اختتام پر کچھ قیدیوں کو رہا کر دیا گیا حضرت شیخ القرآن کو ستمبر ۱۹۵۳ء کے آخر میں رہا کر دیا جبکہ دیگر علماء کرام کو فروری ۱۹۵۴ء میں رہائی دی گئی۔ اس تحریک کے خاتمہ پر ملک سیاسی توانائی سے محروم ہو گیا جس بری طرح سے اس تحریک کو کچلا گیا اس کا نتیجہ نکلا کہ صدر ایوب کے دور میں لاہور ہائی کورٹ کے ڈویژن بنچ نے پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ اس امر کا بیان دیا کہ قادیانی مسلمان ہیں تحریک ختم نبوت کے قائدین رفتہ رفتہ وصال پا گئے علماء کرام نے مقامی سطح پر اپنے خطابات میں اس مسئلہ کو زندہ رکھا اخبارات و رسائل میں مرزائیوں کے خلاف لکھا جاتا رہا۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ کے بعد مرزائی پھر سے اپنے منصوبوں کو پایا تکمیل تک پہنچانے کے لیے سرگرم عمل ہو گئے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ دورہ تفسیر قرآن مجید کی کلاس میں مرزائیوں کے عقائد باطلہ کے خلاف نوٹس لکھواتے اور فرماتے! ''علماء کرام کی ایک ایسی کھیپ تیار کر رہا ہوں جو آنے والے حالات میں قادیانیوں کا مقابلہ کریں گے''۔ ۱۹ اکتوبر ۱۹۷۰ء کو آپ وفات پا گئے ۵۰ ہزار سے زائد علماء کرام نے آپ کے جنازہ کو کندھا دیا جب کہ سوا لاکھ کے قریب عوام اہلسنت نے آپ کے استاد مکرم حضرت شیخ الجامعہ مولانا محب النبی رحمۃ اللہ کی امامت میں آپ کی نماز جنازہ پڑھی اور حضور قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے بیٹے حضرت مفتی محمد عبد الشکور ہزاروی گولڑوی مدظلہ العالی کی دستار بندی فرمائی۔ یوں آپ کو اپنے والد ماجد کا مشن آگے بڑھانے کے لئے جانشین بنایا گیا۔

قادیانی مرزا ناصر احمد کی قیادت میں اپنی سرگرمیوں کو جاری رکھے ہوئے تھے کہ ملک پاکستان کا انقلاب ان کے ہاتھوں میں ہو گا مختلف مقامات پر مرزائی ہنگامے کرتے رہے یہاں تک کہ ۲۲ مئی ۱۹۷۴ء کو نشتر میڈیکل کالج ملتان کے ایک سو طلبہ کا وفد جس میں دو طلبہ قادیانی تھے سیاحت کی غرض سے پشاور گئے ربوہ ریلوے اسٹیشن پر طلبہ نے ختم نبوت زندہ باد کے نعرے لگائے واپسی پر جب طلبہ چناب ایکسپریس پر پشاور سے ملتان آ رہے تھے تو ۲۹ مئی کو جب ٹرین ربوہ ریلوے اسٹیشن پر پہنچی تو پہلے سے تیار مرزائیوں نے مسلح ہو کر حملہ کر دیا اور بری طرح زدوکوب کیا گیا جب ۳۰ مئی کو اخبارات میں خبر شائع ہوئی تو یہ مرزائیت کے تابوت میں آخری میخ ثابت ہوئی ملک بھر میں

مرزائیت کے خلاف لہر پیدا ہوگئی اور مختلف شہروں میں جلسے جلوس ہڑتالیں شروع ہوگئیں مرزائیوں کی دوکانوں کو نذر آتش کردیا گیا فائرنگ آنسو گیس اور لاٹھی چارج کے واقعات میں کئی لوگ ہلاک وزخمی ہوئے ملک بھر کے کالجوں میں ہنگامے شروع ہوگئے اور علمائے کرام نے حکومت پر دباؤ ڈالنا شروع کیا کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے وزیر آباد میں اس تحریک کی قیادت مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی مدظلہ العالی نے کی یکم جون ۱۹۷۴ء کو نماز جمعہ کے بعد مرکزی جامع مسجد غوثیہ سے ایک زبردست جلوس نکلا شہر میں مکمل ہڑتال تھی مین بازار میں واقع مرزائیوں کی دوکانوں میں توڑ پھوڑ ہوئی تمام مکاتب فکر کے علماء کرام کا اجلاس آپ کی صدارت میں ہوا اور مختلف مقامات پر جلسے کرنے کا پروگرام مرتب ہوا مرزائیوں کے اقتصادی اور عمرانی بائیکاٹ کا اعلان کیا گیا متعدد افراد کو وزیر آباد سے گرفتار کیا گیا آپ کی قیادت میں جون اور جولائی ۱۹۷۴ء میں متعدد پروگرام مرتب ہوئے اور جلوس نکالے گئے۔ ۱۴ جون کو بڑی کامیاب ہڑتال ہوئی وزیر آباد سے قادیانی بھاگ کر ربوہ میں پناہ لینے کے لئے چلے گئے چند ایک نے اسلام قبول کرلیا ۔عدالت نے تحقیقات شروع کردیں یکم جولائی کو قومی اسمبلی کا اجلاس ہوا اور مرزائیوں کو خارج از اسلام قرار دینے پر غور ہوا۔ سرحد اسمبلی پہلے ہی انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد منظور کرچکی تھی اگست میں قومی اسمبلی کی کاروائی جاری رہی تحریک بھی عروج پر تھی بالآخر ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا اور یوں یہ تحریک کامیابی سے ہمکنار ہوئی جسکے لیے ۱۹۵۳ء میں علماء کرام اور عوام پاکستان نے قربانیاں دی تھیں ۔

حوالہ جات

(۱) مرزا قادیانی، نور الحق ص ۳۳ مندرجہ روحانی خزائن جلد ۸ ص ۴۴

(۲) مرزا قادیانی، تحفہ قیصریہ ص ۳۱ مندرجہ روحانی خزائن جلد ۱۲ ص ۲۸۳

(۳) روزنامہ اخبار الفضل قادیان ۱۷ مئی ۱۹۴۷ء (۴) روزنامہ اخبار الفضل قادیان ۱۵ اپریل ۱۹۴۷ء

(۵) رپورٹ تحقیقاتی عدالت حکومت پنجاب مقرر کردہ زیر ایکٹ نمبر ۲، ۱۹۵۴ء از اردو متن ص ۷۷

(۶) شورش کاشمیری، تحریک ختم نبوت، مطبوعات چٹان لاہور ۱۹۹۴ء ص ۹۱

(۷) ایضاً ص ۱۴۰ (۸) رپورٹ تحقیقاتی عدالت جسٹس منیر احمد ص ۸۲، ۸۳

(۹) جانباز مرزا، حیات امیر شریعت، لاہور ۱۹۶۹ء ص ۴۳۵ (۱۰) مرزا غلام احمد قادیانی، درثمین اردو ص ۱۱۶

(۱۱) مرزا غلام احمد قادیانی ہتریاق القلوب ص ۳۵۱ مندرجہ روحانی خزائن جلد ۱۵ ص ۴۷۹

(۱۲) مرزا بشیر احمد ابن مرزا غلام احمد قادیانی، سیرت المہدی جلد اول ص ۱۲۶

(۱۳)مرزا غلام احمد قادیانی، تذکرہ مجموعہ الہامات طبع دوم ص ۵۸۴

(۱۴)رپورٹ تحقیقاتی عدالت حکومت پنجاب ص ۱۸۰

(۱۵)ایضاً صفحہ ۱۸۱ (۱۶)ایضاً صفحہ ۱۸۱ (۱۷)ایضاً صفحہ ۱۸۵

(۱۸)شورش کاشمیری، تحریک ختم نبوت ص ۱۳۶ (۱۹)رپورٹ تحقیقاتی عدالت حکومت پنجاب ص ۱۸۵

(۲۰)ایضاً صفحہ ۱۸۴ (۲۱)شورش کاشمیری، تحریک ختم نبوت ص ۱۳۶

(۲۲)محمد آصف ہزاروی، حضرت مولانا محمد عبد الغفور ہزاروی کی دینی و ملی خدمات ص ۳۱۹، ۳۱۸

(۲۳)رانا منظور احمد، حضرت شیخ القرآن، ص ۳۹

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

تحریک ختم نبوت اور چند سُنّی علماء و مشائخ

غلام مصطفٰے قادری

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء میں اگرچہ مختلف مکاتب فکر نے حصہ لیا لیکن اہل سنت کے علماء ومشائخ کا کردار نہایت روشن اور نمایاں رہا۔ چند سنی علماء ومشائخ کے کارہائے نمایاں ملاحظہ فرمائیں۔

۱)علامہ پیر سید بشیر احمد سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

مجاہد تحریک پاکستان، مجاہد تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء، غازی کشمیر علامہ پیر سید بشیر احمد سہروردی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۰۰ء میں جلالپور جٹاں ضلع گجرات میں حضرت پیر سید الحافظ ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ظاہری علوم اپنے وقت کے علماء واساتذہ سے حاصل کیے آپ نے شریعت اور علوم طریقت بھی حاصل کیے اور ایک عرصہ تک ریاضت اور مجاہدات میں مشغول رہے اور اس طرح آپ نے باطنی روحانیت اور سرفرازی بھی حاصل کرلی اپنی اس ریاضت کیساتھ ساتھ آپ فریضہ تدریس وتبلیغ دین میں مصروف ہوکر بے شار لوگوں کوعلم وفضل کی راحتوں سے ہمکنار کیا اور اپنی تقریروں سے مردہ دلوں کوآداب زندگی سے روشناس کرایا۔

آپ کی ایمان افروز تقاریر سے جہاں مسلمانوں نے راہ حق کی پہچان کی وہاں آپ کے درس وتبلیغ سے سینکڑوں غیر مسلمانوں نے رہ حق کی پہچان کی وہاں آپ کے درس وتبلیغ سے سینکڑوں غیر مسلم شرف با اسلام ہوئے جبکہ غیر مسلموں کی ایک پوری بستی حلقہ بگوش اسلام ہوئی تو آپ نے (شوکت اسلام) کا عظیم الشان جلوس نکالا اور جب یہ جلوس غیر مسلموں کی آبادی کے نزدیک پہنچا تو آپ نے کلمۃ الحق بلند کرتے ہوئے اپنے مخصوص اور پر جوش انداز میں اسلام کی حقانیت بیان فرمائی۔ ہندو اور دیگر غیر مسلم پر واضح کیا کہ اسلام امن وآتشی کا مذہب ہے اسلام کے دامن میں امیر وغریب سب ایک ہوجاتے ہیں بلکہ آپ نے ایک برتن میں پانی منگوا کر نومسلم افراد کو پلایا پھر بعد میں خود بھی اس برتن سے پانی نوش فرمایا۔ چنانچہ نومسلم آپ کے اس عمل سے بہت متاثر ہوئے اور مخالفین اسلام کو بھی بجا طور پر عظمت اسلام کا احساس ہوا۔ آپ نے جامع مسجد آرائیاں میں ایک دینی درسگاہ قائم کی جس میں درس قرآن و حدیث کے لیے ایک عالم وفاضل اور باعمل بزرگ حاجی برکت علی کاشمیری کو مقرر کیا جنہوں نے دین اسلام کی ترویج و اشاعت کے لیے سات سال تک عوام کی بےلوث خدمت کی۔

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو قائد اعظم محمد علی جناح کی محنت اور علماء ومشائخ اہل سنت کی کوششوں سے پاکستان معرض

وجود میں آیا۔ایک سازش کے تحت پاکستان بننے کے فوراً بعد ایک قادیانی ظفر اللہ خان کو وزیر خارجہ بنادیا گیا جسکی آپ نے ڈنکے کی چوٹ پر مخالفت کی ۔۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت میں حصہ لیا۔جب تحریک چلی اور اس وقت بھی آپ نے جرأت و کردار اور اسلامی جذب سے ختم نبوت کی اہمیت وفضیلت پر ایمان افروز باطل سوز جلسے اور جلوسوں میں خطابات فرمائے اور مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لیے عوامی سطح پر قراردادیں منظور کرائیں۔اس سلسلہ میں آپ نے قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں اور گرفتار ہو کے پہلے گوجرانوالہ جیل پھر ساہیوال جیل میں قید رہے اور عشق رسول اللہ ﷺ میں جیل کی آہنی سلاخوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے بھی دین اسلام کا پرچم سربلند رکھا۔

۴مئی ۱۹۷۳ء کو جمعۃ المبارک کا دن تھا سہ پہر کا وقت تھا کہ آپ نے آیت حسبنا اللہ ونعم الوکیل نعم المولیٰ ونعم النصیر اور کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کردی انا للہ وانا الیہ راجعون ۔آپ کا جنازہ علاقہ کا تاریخ ساز جنازہ تھا آپ کا سالانہ عرس مبارک ہر سال ۴مئی ۲۲ بیساکھ کو سوہدرہ وزیر آباد میں بڑی عقیدت واحترام سے منایا جاتا ہے۔آپ کے سجادہ نشین آپ کے بڑے صاحبزادے پیر سید محمد صفی اعظم المعروف چن پیر سرکار ہیں آپ کے چھوٹے بھائی علامہ سید لخت حسنین شاہ صاحب ہیں جو کہ خدمت انسانیت کے جذبے سے سرشار عالمی فلاحی تنظیم مسلم ہینڈز کے چیئرمین ہیں وہ بھارتی مظلوم مسلمانوں اور دنیا بھر میں فلسطین،کسوا،افغانستان،عراق مقبوضہ کشمیر کے محکوم مسلمانوں اور مجاہدین کی امداد کے لیے سرگرم عمل ہیں۔

۲)حضرت علامہ مولانا پیر محمد سلیم نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علامہ مولانا ابوالوفا پیر محمد سلیم نقشبندی مجددی فیصل آباد کے نواحی گاؤں چک آر بی ۱۹۶ موضع گھونہ میں ۱۹ اگست ۱۹۲۹ء میں پیدا ہوئے ۔آپکا خاندان ایک صدی سے دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت مین مصروف ہے۔آپکے والد گرامی حضرت مولینا امام دین رحمۃ اللہ علیہ اسی گاؤں میں تبلیغ و تدریس کا فریضہ نبھاتے رہے ہیں۔آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی قیام پاکستان کے بعد جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد میں محدث اعظم پاکستان شیخ الحدیث مولینا سردار احمد قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔دورہ تفسیر القرآن جامعہ نظامیہ وزیر آباد میں نامور عالم دین شیخ القرآن ابوالحقائق خواجہ پیر عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ سے کیا۔درس حدیث شریف کے لیے غزالی زماں رازی دوراں امام اہل سنت علامہ سید احمد سعید کاظمی محدث ملتانی بانی جامعہ عربیہ انوار العلوم ملتان شریف سے بھی اکتساب فیض کیا۔آپ محکمہ اوقاف کے ڈسٹرکٹ خطیب تھے۔

حکومت کی طرف سے آپکو جامعہ الازہر مصر میں بھی ایک کورس کی تربیت کے لیے جانے کا موقع ملا۔بیعت

رکے لیے آپ علی پور سیداں شریف میں پیر طریقت حضرت پیر سید علی حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور خلافت بھی حاصل کی۔ آپکی جرأت دیکھ کر محدث اعظم پاکستان نے آپکو ابوالوفا کا خطاب دیا۔

آپ صحیح معنوں مین عاشق رسول تھے۔ جب بھی حضور نبی کریم ﷺ کا اسم مقدس آتا تو انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگا لیتے اور فرط شوق سے آنکھیں نم ہو جاتیں۔ آپ ہر سال تاجدار کائنات صاحب لولاک ﷺ کا عرس پاک باقاعدگی سے میاںا کرتے۔ اس عرس پاک میں ظاہری و باطنی آداب کوملحوظ خاطر رکھا جاتا۔ آپ نے تین بار حج کیا اور چار مرتبہ عمرہ کی سعادت حاصل کی۔ آپ نے ۴۵ سال تک جامع مسجد جھال خانوآنہ میں دعوت وتبلیغ کا فریضہ سرانجام دیا آپ ایک مایہ ناز خطیب اور حد درجہ خلیق اور ملنسار تھے۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں آپ نے ناموس ختم کی پاسداری کے لیے اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر مجالس ختم نبوت سے نہ صرف خطابات کرتے رہے بلکہ آپ نے دوسرے علماء کیطرح اس تحریک میں قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ آخر کار ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو حکومت پاکستان نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا۔ آپکے خطابات عوام اہل سنت کو ناموس تحفظ ختم نبوت اور تحفظ ناموس ناموس رسالت پر اپنا تن من دھن قربان کرنے کا پیغام دیتے ہیں۔ آپ جب تک زندہ رہے اپنے کردار و عمل اور تبلیغ وتعلیم سے ہر طرف خوشبوئیں بکھیرتے رہے۔

آپ ۱۹ مئی ۱۹۹۷ء ۱۱،۱۰ محرم کی درمیانی رات کو اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر کے اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔ آپ کی نماز جنازہ ممتاز عالم دین شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا غلام رسول رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے جھال خانوآنہ فیصل آباد کی الفتح گراؤنڈ میں پڑھائی۔ آپکو جامع مسجد خانوآنہ میں سپرد خاک کیا گیا جہاں آپ نے تقریباً نصف صدی قرآن وحدیث اور حب رسول ﷺ کے موتی لٹائے۔ آپکی وفات کے بعد آپکے فرزند ارجمند مولانا زاہد حسین نقشبندی کو آپکا جانشین بنایا گیا۔

۳) مولانا پیر سید یعقوب شاہ رضوی رحمۃ اللہ علیہ

عالمی مبلغ اسلام، مجاہد تحریک ختم نبوت، خطیب پاکستان، پیر طریقت حضرت علامہ مولانا پیر سید یعقوب شاہ رضوی آف پھالیہ شریف حسینی سید تھے۔ آپ بھکھی شریف ضلع منڈی بہاؤ الدین میں سادات کے معزز خاندان میں سید رسول شاہ صاحب کے ہاں ۱۹۳۲ء میں پیدا ہوئے۔ دینی تعلیم دار العلوم جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف میں حافظ الحدیث علامہ پیر سید جلال الدین شاہ صاحب نقشبندی جو اُن کے حقیقی چچا تھے سے حاصل کی۔

دورہ حدیث کے لیے عالم اسلام کی عظیم علمی شخصیت محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد چشتی قادری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوئے۔ فیصل آباد میں جامعہ رضویہ مظہر الاسلام میں دینی علوم کے مراحل پورے انہاک اور محنت شاقہ سے طے کیے۔ جب دینی علوم کا سلسلہ تکمیل کو پہنچا تو پیر سید یعقوب شاہ صاحب نے حضرت محدث اعظم پاکستان شیخ الحدیث مولانا سردار احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کر لی۔ محدث اعظم پاکستان کے حکم پر پھالیہ کو دعوت و تبلیغ دین حق کے لیے اپنا مسکن بنایا۔ آپ کا سلسلہ نسب امام موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ مذہبی مسلک میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت اما احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے رضا کی ان دو نسبتوں سے آپ اپنے رضوی کا لاحقہ استعمال کرتے۔

حضرت پیر صاحب کی ملکی حالات کے علاوہ عالم اسلام کے مسائل پر بھی گہری نظر تھی۔ مسئلہ فلسطین ہو یا اسلامی ملک لیبیا کی سالمیت کا مسئلہ ہو آپ نے لیبیا پر امریکی حملے کی پر زور مذمت کی اور لیبیا کے صدر کرنل معمر قذافی کو ایک ٹیلی گرام میں پیش کش کی کہ ہم اہل سنت و جماعت کے تربیت یافتہ رضا کار دشمنان اسلام کے خلاف جہاد کے لیے بھیجنے کو تیار ہیں۔ جہاد آزادی کشمیر کے لیے وفاقی حکومت کو پچاس ہزار مسلح رضا کار بھیجنے کی پیش کش کی۔ پیر صاحب نے کشمیریوں کیساتھ یکجہتی کے لیے میدان کارزار میں نعرہ تکبیر لگا کر اترنے کی ضرورت پر زور دیا۔

آپ ایک مایہ ناز خطیب بھی تھے۔ ۲۶ مارچ ۱۹۸۵ء کو ختم نبوت کانفرنس منعقدہ چنیوٹ میں ملک کے ممتاز اور جید علماء کرام کیساتھ آپ نے بھی شرکت کی اور منکرین ختم نبوت اور گستاخان رسول ﷺ کے لیے سزائے موت کا قانون بنانے کا حکومت سے مطالبہ کیا۔ تحریک ختم نبوت میں پیر سید یعقوب شاہ صاحب رضوی اور دوسرے علماء کے ہمراہ انگریزوں کے پیدا کردہ فتنہ قادیانیت کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔ آپ نے اہلیان علاقہ کو ساتھ لے کر قادیانی فتنے کے خاتمے کے لیے عملی حصہ لیا۔ اس طرح آپ نے ایک دفعہ پھر علاقے کے تمام مسلمانوں کو قادیانی فتنہ کے خلاف متحد کیا اور ان کی سازشوں کو بے نقاب کیا۔

آپ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے۔

محمد کی الفت بڑی چیز ہے   خدا دے یہ نعمت بڑی چیز ہے

آپ کی وفات ۳۱ اگست ۱۹۹۱ء کو ہوئی۔ آپ کا مزار پھالیہ شہر میں ہے جہاں ہر سال آپ کا عرس مبارک ہوتا ہے اور ملک پاکستان کے نامور علماء خطابات فرماتے ہیں۔

۴) مولانا پیر سید افتخار الحسن شاہ زیدی رحمۃ اللہ علیہ

وکیل ناموس صحابہ، شہباز خطابت، افتخار ملت تحریک پاکستان، مجاہد ختم نبوت حضرت علامہ صاحبزادہ پیر سید افتخار الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۲۵ء میں ضلع سیالکوٹ کے گاؤں اہڑ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد حضرت علامہ مولانا سید مسعود شاہ نقشبندی اپنے وقت کے بڑے زبردست مناظر اور فاتح مرزائیت و عیسائیت تھے۔ طریقت میں حضرت شاہ لاثانی پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری کے مرید و خلیفہ تھے۔

صاحبزادہ صاحب لڑکپن میں کبڈی کے بڑے نامور کھلاڑی تھے آپ دن بدن کھیلوں کے میدان میں شہرت پذیر ہو رہے تھے۔ ایک دن جب حسب معمول آپ کے والد گرامی اپنے پیر خانے کی حاضری کے لیے جانے لگے تو نوعمر افتخار الحسن کو بھی ساتھ لے لیا اور یہی دن آپ کی تقدیر بدلنے کا دن تھا آستانہ نقشبندیہ لاثانیہ کا روحانی ماحول حضرت شاہ لاثانی کی صحبت کا اثر تہجد کا وقت اور مقبولیت کی گھڑی اور آپ کے والد گرامی حضرت شاہ لاثانی سے عرض کرنے لگے حضور افتخار کو بھی اپنی غلامی میں داخل کر لیجیے۔

حضرت شاہ لاثانی نے آپ کو بیعت کیا اور خصوصی توجہ فرمائی۔ والد گرامی کے وصال کے بعد آپ نے علم دین حاصل کرنے کے لیے سیالکوٹ کے قریب ایک چھوٹا سا قصبہ میر پور میں حضرت مولانا سید احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ابتدائی کتب صرف بہائی، ایساغوجی، نحومیر پڑھیں۔

بعد ازاں اندرون دہلی دروازہ لاہور میں مفتی اعظم پاکستان علامہ ابو البرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث دار العلوم حزب الاحناف لاہور پاس کچھ عرصہ پڑھا۔ دار العلوم حزب الاحناف میں پڑھنے کے دوران آتا بیدار بخت کالج میں منشی فاضل کا امتحان بھی پاس کیا۔ پھر کچھ عرصہ جامعہ نعمانیہ اندرون ٹکسالی گیٹ میں جامعہ فتحیہ اچھرہ میں ملا حسن، میر زاہد، مقامات حریری، مشکوۃ شریف اور تفسیر جلالین شیخ الحدیث مولانا غلام رسول رضوی اور مولانا مہر محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سے پڑھیں اور دورہ حدیث شریف مفسر قرآن خلیفہ اعلیٰ حضرت صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی سے جامعہ نعیمیہ مراد آباد (انڈیا) میں پڑھا۔ دورہ حدیث شریف کی تکمیل پر صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی نے دستار فضیلت باندھی اور سند عطا کی۔ اس موقع پر محدث اعظم پاکستان شیخ الحدیث مولانا سردار احمد قادری چشتی بھی موجود تھے۔ جب آپ دورہ حدیث شریف کر کے فارغ ہوئے تو تحریک پاکستان اپنے آخری اور فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو چکی تھی۔ آپ نے تحریک میں بڑے جوش و جذبے سے حصہ لیا اور مسلم لیگ میں مختلف عہدوں پر رہ کر کام کیا اور ساتھ ہی جلسوں میں خطابت کے جوہر بھی دکھائے۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء شروع ہوئی جلسے، جلوس، ریلیاں، مظاہرے، پکڑ دھکڑ اور گرفتاریاں شروع ہوئیں

لاہور کی جامع مسجد وزیر خان کو آپ نے تحریک کا مرکز بنایا۔مولانا عبدالستار خان نیازی اور مولانا امین الحسنات، سید خلیل احمد قادری نے قیادت سنبھالی۔رضا کاروں کے قافلے گرفتار ہونے شمع ختم نبوت کے پروانے ناموس رسالت پر جلنے کی غرض سے جانے لگے۔تحریک نے زور پکڑا آتش فشاں پھٹ گیا طوفان برپا ہو گیا سیلاب لیواؤں اور رسول ہاشمی ﷺ کے وفادار غلاموں نے ناموس ختم نبوت کی رکھوالی کی خاطر سینوں پر گولیاں کھائیں اپنے بچے قربان کیے ظلم وستم کو سکراکر برداشت کیا گرفتار ہو کر جیلوں میں گئے لیکن دامن مصطفیٰ ﷺ نہ چھوڑا۔آپ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے دوران فیصل آباد جیل سے میانوالی جیل منتقل ہو گئے۔میانوالی جیل جسے پاکستان کا کالا پانی کہتے ہیں۔ایک رات نو بجے حکم ملا کہ صاحبزادہ سید افتخار الحسن شاہ صاحب ودیگر رضا کاران میانوالی جیل جانے کے لیے تیار ہو جائیں۔آپ تمام نے اپنا اپنا سامان باندھا اور رات کے دس بجے اسلام پسندوں، حق پرستوں اور شمع ختم نبوت کے پروانوں کا یہ قافلہ ڈی۔ایس۔پی اور ایک ڈپٹی مجسٹریٹ کی قیادت میں پولیس کی بھاری نفری کی زیر حراست ہتھکڑیوں کی جھنکار اور رائفلوں کے سائے میں پولیس کی گاڑی پر سوار ہو کر میانوالی کی طرف روانہ ہو گیا راستہ میں کسی جگہ رکے بغیر صبح کی نماز میانوالی جیل کے میدان میں پڑھی۔قیدیوں کی آمد اور وصولی کے کاغذات مکمل ہو جانے کے بعد سب میانوالی جیل بھیج دیا گیا۔

صاحبزادہ صاحب کو ایک وحشت ناک احاطہ کی پھانسی کوٹھڑی میں بند کر دیا گیا جون کا مہینہ، شدت کی گرمی میانوالی جیل اور پھانسی کی تنگ وتاریک کوٹھڑی میں صاحبزادہ افتخار الحسن رحمۃ اللہ علیہ رہے اور یہ بھی پتہ چلا کہ یہ وہ کمرہ ہے جس میں پروانہ شمع رسالت غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ کو رکھا گیا۔

ایک دن جیل کے داروغہ چودھری فضل دین نے دفتر بلایا اور کہا کہ تمہارے بڑے بھائی سید محمد یعقوب شاہ صاحب کا خط آیا ہے۔اس میں لکھا تھا کہ تمہاری بیوی سخت بیمار ہے اور موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا ہے۔خط پڑھا مگر ایک مجبور اور بے بس قیدی متفکر و پریشان ہونے کے سوا جیل کی چاردیواری میں اور کیا کر سکتا ہے؟۔داروغہ بولا شاہ صاحب کیا خیال ہے جواب دیا جناب پرندہ قفس میں پھڑ پھڑانے کے سوا اور کیا کر سکتا ہے؟ داروغہ نے کہا نہیں سب کچھ ہو سکتا ہے میں نے پوچھا کیسے؟ وہ فوراً بولا یہ کاغذ اور قلم لو اور صرف اتنا لکھ دو کہ میں آئندہ کسی تحریک میں حصہ نہیں لوں گا یہ اصل میں معافی نامہ تھا اور حکومت ان کی اس مجبوری سے فائدہ اٹھانا چاہتی تھی۔پھانسی کی کوٹھڑی میں بند رکھنے کے باوجود وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکی مگر اب بیوی کی بیماری اور وہ بھی موت وحیات کی کشمکش۔

صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں کہ میرے لیے یہ میرے مسلک وعقیدہ کے لحاظ سے کڑی آزمائش تھی میں

نے بلا تامل جواب دیا میں معافی نامے پر دستخط نہیں کروں گا اور نہ ہی حکومت سے معافی مانگوں گا غرض کہ پورا ایک سال قید کاٹنے کے بعد شمع ختم نبوت کے پروانے میانوالی جیل سے رہا ہو کر اپنے گھروں کو واپس آئے۔

۱۹۷۴ء میں دوبارہ تحریک ختم نبوت چلی تو قومی اسمبلی کے ذریعے علماء اہل سنت کی کوششوں اور قربانیوں سے ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ تحریک ختم نبوت میں آپ کا کردار مثالی نوعیت کا ہے۔ آپ نے گیارہ کے قریب کتابیں تصنیف کیں۔

۱۔ مقامات نبوت ۲۔ مقامات صحابہ ۳۔ خاک کربلا

۴۔ المعراج ۵۔ ماہ کنعان ۶۔ مقامات اولیاء

۷۔ اللہ کے تیر ۸۔ نسبت باعث جنت ۹۔ کفر یزید

۱۰۔ گستاخ رسول کی سزا ۱۱۔ زندگی)۱۹۷۲ء تک کی خودنوشت سوانح

آپ نے ۱۴ جولائی ۱۹۷۲ء کو داعی اجل کو لبیک کہا آپ کی نماز جنازہ میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ آپ کی نماز جنازہ ممتاز عالم دین شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی نے پڑھائی اور آپ کو منصور آباد کی فردوس مسجد میں دفن کیا گیا جس میں آپ کم وبیش ۳۰ سال اللہ تعالیٰ اور اسکے پیارے محبوب ﷺ کی محبت واطاعت کا پیغام سناتے رہے۔ آپ کے صاحبزادے سید ابرار الحسن شاہ کو آپ کا جانشین بنایا گیا جو آج کل جامع مسجد فردوس فیصل آباد میں خطابت کر رہے ہیں۔

۵) علامہ مولانا حافظ محمد عالم نقشبندی محدث سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ

استاذ العلماء، مخدوم اہل سنت، مجاہد اسلام، شیخ الحدیث، علامہ الحاج، الحافظ پیر محمد عالم نقشبندی (بانی دار العلوم حنفیہ دو دروازہ سیالکوٹ) ریاست جموں کشمیر موضع رانجھن اپریل ۱۹۲۷ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام حاجی شاہ محمد تھا۔ آپ کا سارا گھرانہ شروع ہی سے مذہبی تھا۔ جب آپ نے ہوش سنبھالا تو آپ کے والد گرامی نے آپ کو آپ کے پھوپھا حافظ احمد دین صاحب کے پاس سیالکوٹ میں حفظ قرآن کے لیے چھوڑ دیا۔ آپ نے ساری زندگی رمضان المبارک کے مہینہ میں نماز تراویح میں قرآن پاک سنایا۔ آپ کو قرآن پاک کی منزل خوب یاد تھی۔

آپ کے اساتذہ میں مفسر قرآن علامہ مولانا نبی بخش حلوائی، علامہ محمد مہر دین، مفتی محمد حسین نعیمی بانی جامعہ نعیمیہ لاہور، مفتی اعظم پاکستان شیخ الحدیث استاذ العلماء علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری بانی دار العلوم حزب الاحناف لاہور سے سند فراغت حاصل کی۔ ۱۹۴۸ء کو ان کی دستار فضیلت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری اور

دیگر اکابر علماء مشائخ کے ہاتھوں ہوئی۔آپ نے حضرت پیر صاحب سے بیعت کی۔

حضرت شیخ الحدیث نے اپنی ساری زندگی دین اسلام کے لیے وقف فرما دی تھی۔حضرت شیخ الحدیث نے ۱۹۵۶ء سے لے کر ۱۹۹۹ء تک تقریباً ۴۵ سال جامعہ حنفیہ دو دروازہ سیالکوٹ میں نماز فجر کے بعد درس قرآن دیا۔تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں آپ کا کردار مجاہدانہ رہا۔۱۹۵۳ء میں جب تحریک ختم نبوت چلی تو آپ اس وقت دار العلوم حزب الاحناف لاہور میں پڑھاتے تھے۔آپ نے اس وقت شارح بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی اور مفتی محمد حسین نعیمی بانی جامعہ نعیمیہ لاہور سمیت اس تحریک کو کامیاب بنانے میں بھر پور کردار ادا کیا۔قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور لاہور کے شاہی قلعہ میں قید ہوئے۔۱۹۷۴ء کو دوبارہ تحریک ختم نبوت چلی تو اس میں بھی حصہ لیا اور قید ہوئے۔بالآخر علماء اہل سنت کی کوششوں سے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔

آپ نے ۲۰ اگست ۱۹۹۹ء کو وفات پائی۔سیالکوٹ کی تاریخ میں آپ کا سب سے بڑا جنازہ تھا جس میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ کے قریب فرزندان اسلام نے نماز جنازہ پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔آپ کو جامعہ حنفیہ دو دروازہ سیالکوٹ میں سپرد خاک کیا گیا اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات قبول فرمائے اور آپ کے درجات کو بلند فرمائے۔آمین!

۲)شیخ الحدیث علامہ مفتی غلام فرید ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحدیث ،مجاہد اسلام،پیر طریقت حضرت الحاج مفتی غلام فرید ہزاروی سعیدی سیفی (سابق ایم۔پی۔اے) مہتمم جامعہ فاروقیہ رضویہ تعلیم القرآن فاروق گنج نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۳۷ء بروز جمعرات موضع جھاڑ مضافات تربیلہ ہزارہ ڈویژن میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد گرامی کا نام مولانا الحاج پیر عبد الجلیل رحمۃ اللہ علیہ تھا۔

آپ ہری پور ہزارہ کے مرکزی مدرسہ دار العلوم اسلامیہ رحمانیہ میں داخل ہوئے۔آپ کے اساتذہ میں سے علامہ قاضی عبد السبحان کھلابٹی کے دلبادا قاضی حبیب الرحمٰن اور آپ کے صاحبزادے قاضی غلام محمود ہزاروی ہیں جن سے آپ نے علمی استفادہ کیا۔جب قاضی عبد السبحان صاحب کھلابٹی رحمۃ اللہ علیہ دار العلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور ہزارہ میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے تشریف لائے تو ان سے بھی اکتساب علم کیا۔غزالی زماں ،رازی دوراں شیخ الحدیث حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی محدث ملتانی آپ کے استاذ و مرشد اول تھے۔کچھ عرصہ جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد میں بھی پڑھا پھر جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور میں مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ سے اکتساب فیض کیا۔حضرت فقیہ اعظم مفتی اعجاز ولی خان رضوی اور مولانا قاضی عزیز الرحمٰن مردانوی اور مفتی محمد

حسین نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے درس بخاری شریف لیا۔۱۹۵۹ء میں جامعہ نعیمیہ سے دستار فضیلت اور سند فراغت حاصل کی۔

آپ نے کئی مدارس میں درس نظامی کی تدریس کی۔آپ ۱۹۷۰ء سے تا دم آخر جماعت اہل سنت، جمعیت علماء پاکستان سے وابستہ رہے۔آپ نے کئی کتابیں تصنیف کیں ان کے علاوہ آپ نے کئی بد مذاہب سے مناظرے کیے اور انھیں شکست فاش سے دوچار کیا۔اور لوگوں کو مسلک حق اہل سنت و جماعت کی حقانیت سے روشناس کرایا۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں بھر پور حصہ لیا اور بے شمار جلسوں اور ختم نبوت کانفرنسوں سے خطاب کیا اور دوران خطاب لوگوں کو فتنہ مرزائیت سے آگاہ کیا۔گوجرانوالہ کی تاریخ شاہد ہے کہ ۱۹۷۴ء میں ایک دو کے علاوہ ہر جلوس کی قیادت میں شریک ہو کر آپ نے بے مثال کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔اور ایک دن نماز جمعہ کے بعد چوک گھنٹہ گھر سے الحاج مفتی ابوداؤد محمد صادق اور خطیب پاکستان ابوطاہر مولانا عبد العزیز چشتی سیالوی صاحب کے ہمراہ گرفتاری پیش کی اور قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔

آپ کا وصال ۱۸ اگست ۲۰۰۴ء بروز جمعرات کو ہوا۔آپ کی نماز جنازہ گورنمنٹ اسلامیہ کالج گوجرانوالہ کے وسیع و عریض گراؤنڈ میں میاں محمد حنفی سیفی نے پڑھائی۔لاکھوں کی تعداد میں لوگوں نے آپ کی نماز جنازہ ادا کی آپ کی تدفین مسجد جامعہ فاروقیہ رضویہ تعلیم القرآن گوجرانوالہ میں ہوئی اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔

۷)مجاہد ملت علامہ پیر سید محمود شاہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ

قائد اعظم کے ساتھی، مجاہد تحریک پاکستان، مجاہد تحریک آزادی کشمیر، غازی تحریک ختم نبوت، مجاہد ملت حضرت ابوالوفا علامہ سید محمود شاہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ ۲۵ دسمبر ۱۹۲۰ کو گجرات میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد گرامی پیر سید ولایت شاہ کا مدرسہ انجمن خدام الصوفیہ موجود تھا۔شاہ صاحب کو مدرسہ میں داخل کرا دیا گیا۔گیارہ ماہ کی قلیل مدت میں آپ نے قرآن مجید حفظ کر لیا۔اور اسی سال مسجد حاجی پر بخش میں رمضان شریف میں قرآن پاک کو نماز تراویح میں سنایا۔آپ نے جن اساتذہ سے علم حاصل کیا ان کے اسمائے گرامی شیخ القرآن ابوالحقائق حضرت علامہ پیر محمد عبد الغفور ہزاروی، مفتی مہر دین، سید محمد محدث کچھوچھوی، حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی، قاضی عبد السبحان کھلابٹی رحمہ اللہ تعالیٰ اجمعین تھے۔اس کے علاوہ آپ نے دار العلوم حزب الاحناف لاہور میں شیخ المحدثین امام اہل سنت حضرت علامہ پیر سید دیدار علی شاہ محدث الوری اور مفتی اعظم پاکستان شیخ الحدیث حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے استفادہ کیا۔اور سند فراغت حاصل کرنے کے بعد گجرات تشریف لائے اور

آتے ہوئے مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ساتھ لے آئے۔ حضرت پیر سید ولایت شاہ صاحب اپنے دونوں صاحبزادوں کو ساتھ لے کر علی پور سیداں شریف حاضر ہوئے اور حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی حضور ان دونوں کو اپنے خدام میں شامل فرمالیں۔ حضرت امیر ملت ابو العرب الحاج الحافظ پیر سید جماعت علی شاہ محدث یگانہ علی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سید محمود شاہ گجراتی اور ان کے بھائی سید عبد الحمید شاہ صاحب کو بیعت کر لیا۔

جب پیر کامل نے مرید خاص میں جرأت اور حیا کی دیکھی تو بہت خوش ہوئے اور سید محمود شاہ گجراتی کو پشت پر تھپکی دی اور ارشاد فرمایا! یہ علماء اہل سنت میں نڈر اور حق کو عالم دین ہوگا ولی کامل کا فرمان برحق ثابت ہوا اور واقعی صاحبزادہ صاحب کلمہ حق بیان کرتے ہوئے بڑے سے بڑے کو بھی خاطر میں نہ لاتے تھے۔

۱۹۵۳ء میں جب تحریک ختم نبوت کا آغاز ہوا تو آپ نے گجرات میں تحریک کی قیادت فرمائی۔ روزانہ جلسے جلوس نکلتے۔ آپ نے علماء کے وفد کی قیادت فرماتے ہوئے گرفتاری بھی پیش کی۔ پورے ملک میں تحریک ختم نبوت زوروں پر تھی اور لوگ تاج و تخت ختم نبوت پر والہانہ انداز میں جام شہادت نوش کر رہے تھے اور ملک کی جیلیں فدایان ختم نبوت سے بھر چکی تھی۔

۱۹۷۴ء میں تحریک ختم نبوت دوبارہ چلی تو گجرات کی تمام مذہبی سیاسی جماعتوں نے آپ کو مجلس عمل تحریک ختم نبوت کا صدر منتخب کیا تو آپ نے پورے ملک میں تقریروں اور تحریروں سے عوام کو ختم نبوت سے روشناس کرایا۔ ۱۴ جون ۱۹۷۴ء کو علماء کے ایک جلسے کیساتھ گرفتاری پیش کی لیکن گرفتاری کے باوجود آپ نے اپنی سرگرمیوں میں کمی نہ آنے دی۔ جس پر مقامی انتظامیہ بے بس ہوگئی اور گجرات انتظامیہ نے وزیر اعلیٰ پنجاب سے رابطہ قائم کیا۔ وزیر اعلیٰ پنجاب نے آپ کو میانوالی سینٹرل جیل کی پھانسی کی کوٹھڑی میں بھیج دیا آپ کو سی کلاس میں رکھا گیا اور پانچ دن تک کھانا نہ دیا گیا چھٹے دن جب دوسرے قیدیوں کو پتہ چلا کہ ایک ولی کامل شہنشاہ ولایت کا صاحبزادہ مجاہد تحریک ختم نبوت ہماری جیل میں ہے تو انہوں نے آپ کو کھانا پیش کیا۔ میانوالی جیل میں آپ کی آمد پورے شہر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ وہاں کے لوگ وفد کی شکل میں جیل حکام سے ملے اور انھوں نے کہا کہ اگر صاحبزادہ صاحب کو مزید تکلیف دی گئی تو ہم میانوالی جیل کی اینٹ سے اینٹ بجادیں گے۔ چنانچہ جیل حکام نے آپ کو ساتویں دن عام سی بیرک میں منتقل کر دیا۔ اسی دن صاحبزادہ پیر سید حامد علی شاہ صاحب، محمد بشیر اور پروفیسر وقار حسین آپ کو ملنے گئے۔ جب آپ کی صحت دیکھی تو پریشان ہوگئے اور فوراً ہی لاہور ہائیکورٹ میں رٹ دائر کر دی۔ جسٹس محمد صدیق نے

۹ اگست ۱۹۷۴ء کو صاحبزادہ صاحب کی رہائی کا حکم دے دیا۔ اسی دوران شاہ صاحب کو میانوالی جیل سے سیالکوٹ جیل میں منتقل کر دیا گیا۔ جیل میں ہائیکورٹ کا حکم پہنچا تو شاہ صاحب نے رہائی سے انکار کر دیا اور فرمایا! جب تک حکومت ختم نبوت کے مطالبات تسلیم نہیں کرتی میں رہا نہیں ہوں گا۔ آخر کار تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے سامنے حکومت نے قادیانیوں کو ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو غیر مسلم قرار دے دیا پھر شاہ صاحب نہایت شان و شوکت سے سیالکوٹ جیل سے ستمبر ۱۹۷۴ء کو رہا ہوئے اور آپ کا تاریخ ساز اور فقید المثال استقبال کیا۔

۲۵ جولائی ۱۹۸۷ء کو صبح صادق کے وقت آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کی نماز جنازہ علی پور سیداں شریف کے سجادہ نشین حضرت صاحبزادہ پیر سید افضل حسین شاہ صاحب نے پڑھائی اور آپ کو آپ کے والد گرامی کے مزار کے ساتھ سپرد خاک کیا گیا۔

باعث آرائش وزیں ایں ہیت الہ ابوالوفا اہل الصفا محمود شاہ

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں

علماء و مشائخ کا کردار

پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی

نبی آفاق ﷺ کی نبوت ورسالت کا ایک نمایاں وصف یہ ہے کہ اسکا دائرہ کار عرب وعجم ہی میں نہیں پوری انسانیت بلکہ تمام مخلوق کومحیط ہے۔اس میں ہر نسل وجنس ہی نہیں ہر دور اور زمانہ شامل ہے۔اس نبوت کی ابتداتب سے جب تخلیق کے عمل کی ابتداء ہوئی کہ سب سے اول آپ ﷺ کا نور پیدا کیا گیا جبکہ انسان اول حضرت آدم علیہ السلام ابھی تخلیق کے اولین مراحل سے گزر رہے تھے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء ورسل علیہم السلام اسی نور کی ہویدگی کا اعلان کرتے رہے اور جب خلق اول باعث وجود، محبوب کائنات ﷺ نے ظہور فرمایا تو سلسلہ نبوت اپنے اختتام کو پہنچا اور ختم نبوت کا یقین وعقیدہ حقیقت باہرہ بن کر تسلیم ورضا کا حصہ بنا ایسے وجود کامل اور اسوائے حسنہ کی موجودگی ہر امکان نبوت کو عقلی ونقلی ہر حیثیت سے رد کرنے کے لیے کافی تھی اگر انسان خودفریبی کا ہدف بھی بنتا ہے اور مفاد پرستی کا اسیر بھی ہوتا ہے اس لیے بعض طالع آزماؤں نے حقیقت ثابتہ سے اغماض بھی کیا اور اپنی کم تر صلاحیت سے روگردانی بھی کی۔اسود عنسی ہو یا طلیحہ اسدی، مسیلمہ کذاب ہو یا دوں ہمت سجاح، خواہشات نفس جب عقل وشعور کی بالیدگیوں کو آلودہ کرتی ہے ت تمناؤں کا تعفن انسان کو مدہوش کر دیتا ہے۔یہی ان لوگوں کے ساتھ ہوا۔عرفان نفس کی توفیق سے بے بہرہ یہ لوگ برتری کے خبط میں مبتلا ہوئے اس لیے جو نہ تھے وہ بننے کا مکر کرنے لگے۔یہ سلسلہ ہر دور میں معاشروں کو مضطرب کرتا رہا مگر عقیدہ کا استحکام اس قدر قوی تھا کہ ہر بار ان بر خود غلط افراد کو رسوائی کے سوا کچھ حاصل نہ ہو۔

عصر حاضر میں ایسا ایک فتنہ مشرقی پنجاب کے ضلع گورداسپور کے قصبہ قادیان مین برپا ہوا۔ایک نیم خواندہ، حرص اور لالچ کا مارا، دشمنان اسلام کا پروردہ بتدریج دعویٰ نبوت کی طرف بڑھنے لگا اور بالآخر نبوت کا دعویدار بن بیٹھا۔اسی حوالے سے کہا گیا! ؎

اک نیا کذاب جب پیدا ہوا پنجاب میں
قادیاں اس طفلِ ناہموار کی دائی بنا

شرک کے پچکے ہوئے گالوں کا پوڈر ہو گیا
کفر کی اکڑی ہوئی گردن کی ٹکٹائی بن گیا

مسلمانانِ برصغیر میں اس دعویٰ کفر سے ایک ہنگام بپا ہوا۔اور استعمار کے بے رحم ہاتھوں میں جکڑا ہوا مسلمان سراپا احتجاج بن گیا۔مسلک صدیقیت پر عمل کرنے کی تاب نہ تھی کہ غلامی نے قوتیں شل کر دی تھیں، زبانیں خاموش

کرنے کی بھی سازش ہو رہی تھی مگر ایمان کی تابش نے حلقہ زنجیر میں بھی اپنے اندر کی تمازت کا ثبوت دیا اگر چہ دل گرفتگی نے احساس زباں کو حرکت نہ دی جو وقت کا تقاضا تھا۔ تحفظ ختم نبوت کے بلند بانگ دعوے یا تو مصلحت کے حصار میں رہے یا دوں ہمتی کی شکستگی کا شکار رہے بلکہ زیادہ راجح خیال یہ ہے کہ ختم نبوت کی رفعتوں سے کما حقہ بہرہ مند نہ ہو سکے۔ دعویدار نبوت متنبی اپنا سکہ چلا بھی گیا ایک گروہ منظم بھی کر گیا۔ ۱۹۰۸ء میں واصل جہنم بھی ہو گیا مگر ۱۹۳۵ء یا اس کے لگ بھگ احساس تحفظ ختم نبوت بیدار نہ ہوا۔ کس قدر بھیانک صورت حالات تھی۔ سوچئے اگر مسیلمہ کذاب کی افرادی قوت اور قاصدوں کی نارسائی دامن احتیاط کو یونہی کھینچتی رہتی اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بصیرت بھی ان دعویداران تحفظ کی طرح بے توفیق اور زیر مفادات رہتی تو آج اسلامی معاشرت کا وجود کہاں ہوتا؟ سچی بات یہ ہے کہ گربہ کشتن روز ازل ہی کامیاب طریق عمل ہے لیکن مایوسی کی بددلی پھر بھی غیر ضروری ہے اگر چہ یہ کذب و افتراء کی اسٹیج پنجاب میں سجی تھی اور اس کی خبر اُس دور میں سست روی سے پھیل رہی تھی مگر جسے قدرت نے حفاظت رسالت و نبوت کا مشن سونپا ہوتا ہے وہ تاویلات کے تاریک سایوں میں بھی حقائق کا ادراک کر لینے کی صلاحیت پا لیتے ہیں۔ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ تک اس دعویٰ کفر کے پورے کوائف بھی نہ پہنچے تھے مگر آپ کا جذبہ غیرت اس سازش و مکر کو بھانپ گیا اور فتنہ قادیانیت کے خلاف پہلا فتویٰ جاری کر دیا گیا۔ اس قدر تفصیل سے موضوع کے ہر پہلو کو نکھارا اور کفر و ارتداد کے تار و پود کو بکھیرا کہ آج تک اُس کا جواب پیدا نہ ہو سکا۔ اللہ اللہ حرمت رسالت کی پاسداری کا سچا جذبہ کس قدر بے باک ہوتا ہے اور کس قدر باخبر بھی یہ بات بلا خوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ امام اہلسنت نے تحریک تحفظ ختم نبوت کو اولین اساس اور اساسی قوت مہیا کر دی آپ کے بعد علماء کی طویل فہرست تاریخی حقائق تک رسائی پانے والوں کے سامنے ہے۔ پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی قد آور شخصیت ہو یا حافظ جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی باشعور ذات مسئلہ ختم نبوت اسی قدر موضوع سخن بنا کہ دیگر مسالک کے لوگ بھی فدائین کی صف تلاش کرنے لگے۔ یہ تحفظ و صیانت کی معرکہ آرائی مسلسل چلتی رہی حتیٰ کہ وطن عزیز پاکستان وجود میں آ گیا۔ مناظرانہ تگ و تاز نے اب عملی اقدام کا فیصلہ کر لیا کہ متنبی وقت کے جانشینوں سے اب استعمار کی چادر اٹھ گئی تھی۔ اسلام کے نام پر قائم ہونے والی ریاست کا فرض تھا کہ تحفظ ختم نبوت کو آئینی و قانونی حصار عطا کرے اس خیال نے سب کو متحرک کر دیا۔ گلی گلی کوچہ کوچہ قادیانیت کے مکر کے خلاف صدائیں اٹھنے لگیں پورے ملک میں ایک تحریک اٹھی جس میں پنجاب نے زیادہ فعال حصہ لیا کہ اس سرزمین کو اپنے دامن کے داغ کو دھونا تھا۔ تحریک آہستہ آہستہ تیز ہوتی گئی اور بالآخر ایک مجلس عمل کی تشکیل ہوئی جو تمام مسالک کے راہنماؤں پر مشتمل تھی مگر صدارت کے لیے اسی گروہ عاشقاں کا انتخاب ہوا جن کی زندگی ہی

حفاظت نبوت اور عظمت رسالت کے لیے وقف تھی۔ ۱۹۵۳ء میں تحریک منظم سے منظم تر ہوتی گئی حضرت مولانا ابو الحسنات محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ اس تحریک کے صدر ہی نہیں روح رواں قرار پائے۔ حضرت مولانا ابوالحسنات رحمۃ اللہ علیہ ایک دردمند کے مالک تحریکی جذبوں سے سرشار، زبان وعمل کی قوتوں کے حامل تھے۔ بڑی پر تاثیر گفتگو فرماتے۔ پیرانہ سالی تھی مگر عزم جوان تھا تحریک اب زیادہ مربوط انداز اختیار کر گئی۔ حکومتی حلقوں نے اسے انا کا مسئلہ بنایا۔ تصادم کی حرارت ہویدا ہوتی گئی۔ مزاحمتی جلسے قریہ قریہ ہونے لگے۔ دہلی دروازہ لاہور کی جلسہ گاہ تو مرکز کی حیثیت رکھتی تھی۔ اکابر اکٹھے ہوتے سامعین دور دراز سے صف در صف حاضر ہوتے۔ تقریروں کے تیور ہنگامی بھی تھے اور اثر انگیز بھی۔ مولانا ابوالحسنات رحمۃ اللہ علیہ کی صدارت ہوتی۔ مختلف مکاتیب فکر کے نمائندہ، علماء، دانش ور اور قائدین اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے۔ جذبوں کی آتش آفروزی دیدنی تھی۔ میں اسی سال میٹرک کا امتحان دینے کی تیاری کر رہا تھا مگر جذبات کے سایے تھے کہ جلسہ گاہ کی طرف جانے پر اکساتے۔ روز ہی اُس میدان میں حاضری ہوتی جہاں محبت وعقیدت کے جذبے مچل رہے تھے۔ ہر مقرر اپنی صلاحیت کے عروج پر تھا۔ اسی اثناء میں کسی حکومتی ترجمان نے یہ بیان داغ دیا کہ یہ جلسے اور جلوس غنڈہ گردی ہیں۔ یہ بیان کیا تھا بھڑکتے ہوئے جذبات کے لیے پیٹرول تھا کہ پورے ماحول میں آگ سی لگ گئی اور تو اور سنجیدگی کا پیکر عظیم زبان وکلام کی شستگی کا معیار کہلانے والا قائد جلیل بھی جذبوں کو روک نہ سکا۔ حضرت مولانا ابوالحسنات رحمۃ اللہ علیہ نے برمحل اور بے باک ترنگ میں فرمایا!

> ''سنو سنو! اگر آقا ومولا ﷺ کے منصب ختم نبوت کی حفاظت میں تحریک چلانا غنڈہ گردی ہے تو سن لو ابوالحسنات سب سے بڑا غنڈہ ہے''۔

اللہ اللہ کیا جوش باہوش تھا اور کیا عقائد کی صیانت تھی۔ دہلی دروازے کے میدان نے عظمت رسالت کے اس قدر پیغام سنے کہ فضا نورانی ہوگئی۔ حضرت مولانا عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ کے انداز بیان میں سنجیدگی اور شگفتگی کا وہ حسین امتزاج ہوتا تھا کہ سننے والے دم بخود حاضر رہتے۔ حاضرین کی لگن کو استحکام عطاء کرنے اور ان کے جذبوں کو جوان رکھنے کے لیے آپ کی تقریر ایک نسخہ کیمیا ہوتی۔ حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ سنجیدگی کا مرقع اور تہذیبی روایات کا پیکر تھے۔ آپ کی گفتگو میں دردمندی، خرد افروزی اور متانت کا وہ ساع ہوتا کہ دلوں کے تار حرکت کرنے لگتے۔ ہم لوگ طالب علم تھے۔ جوانی کے جذبات منہ زور ہوتے ہیں ان کی تسکین تیز کلامی سے ہی ہوتی ہے مگر مولانا عبدالحامد بدایونی کا سراپا دھیما، ادبی لہجہ سوزِ محبت کا کام کرتا تھا۔ صاحبزادہ فیض الحسن علیہ الرحمہ کا طرز تکلم تو آپ کی ابوالکلامی کا غماز تھا۔ مسلسل گفتگو جس میں نہ کوئی الجھاؤ ہوتا نہ ژولیدہ بیانی کا کوئی شائبہ، لفظ لفظ منتخب ہر جملہ

ادب حالی کا حوالہ اور موضوع پر گرفت اس قدر قوی کہ لفظوں کی قطار بھی راہ نہ کاٹتی۔ دہلی دروازہ کے میدان میں حضرت صاحبزادہ صاحب مرصع تقریر کا جوہر دکھا رہے تھے۔ سامعین سر بہ التفات بلکہ عالم یہ تھا کہ لفظوں کے امرت سے ساعتیں چٹخارے لی رہی تھیں۔ کیف مسلسل کی اس فضا میں کسی نے ایک سوال جڑ دیا کہ آپ لوگ تو لفظوں کی خیرات ہی کھاتے ہیں آج مرزائیوں کے خلاف شعلے اگل رہے ہیں تو کل کسی اور مسلک کے خلاف جہاد پر نکل پڑیں گے۔ کاغذ کے ٹکڑے پر یہ سوال پڑھا بغیر کسی وقفہ یا انقطاع کے تقریر کے تسلسل سے ہٹے بغیر فرمانے لگے!

> ''دوستو! ایک آدمی تھا جس کے چار بیٹے تھے۔ ایک ڈاکٹر تھا، ایک انجینئر تھا، ایک دین کا عالم اور ایک کاشت کار، ایک روز چاروں میں یہ بحث چل نکلی کہ اُن میں سے کون باپ کا زیادہ خدمت گار ہے۔ ڈاکٹر نے کہا! میں زیادہ خدمت کرتا ہوں کہ باپ کی صحت کا خیال رکھتا ہوں۔ انجینئر بولا! میں بہتر خدمت کرتا ہوں کہ میں نے یہ پر آسائش گھر بنا کر دیا ہے کہ رہائش کا سکون حاصل رہے۔ عالم نے کہا! اصل تو روح کی تازگی کا مسئلہ ہے میں بہتر زندگی اور کامیاب مستقبل کے لیے ہدایات کی فہرست مہیا کرتا ہوں اسی لیے سب سے بڑھ کر خدمت میں کرتا ہوں۔ یہ نزاع اسقدر شدید ہو گیا کہ سب نے لاٹھیاں نکال لیں اور ایک دوسرے کے سر پر مارنے کو تیار ہو گئے اسی لمحہ ایک بوڑھا وہاں سے گزرا۔ کہنے لگا بیٹو کیوں لڑتے ہو سب نے وجہ نزاع بتائی اور اپنی اپنی خدمات کا حوالہ دیا اور بوڑھے سے کہنے لگے بابا آپ فیصلہ کریں کون بہتر خدمت گار ہے؟ بوڑھے نے کہا میں ایسا فیصلہ تب کروں گا کہ تم سب تین ماہ کے لیے مجھے اپنا باپ بنا لو اور میری خدمت کرو تین ماہ بعد میں آپ سب کا فیصلہ کر دوں گا۔ یہ سنتے ہی چاروں نے لاٹھیاں اٹھائیں اور بوڑھے کے سر پر دے ماریں اور کہنے لگے ہم کو آپس میں لڑتے رہنا منظور ہے مگر دوسرا باپ بنانا قبول نہیں''۔

اسی پر صاحبزادہ صاحب فرمانے لگے تم کس قدر بھی انگیخت کرو ممکن ہے کہ ہم آپس میں لڑتے رہیں مگر ہمیں دوسرا نبی قبول نہیں۔ لفظوں کی کہکشاں یوں سجی کہ سارا اجتماع نعروں کی گونج میں ڈوب گیا۔ حالات اس ڈگر پر آ گئے تھے کہ ان پر گرفت مشکل ہو رہی تھی۔ بے بس حکومت کا آخری حربہ یہ تھا کہ لاہور کو فوج کے حوالے کر دیا گیا۔ میٹرک کا

امتحان تین مارچ ۱۹۵۳ء کو شروع ہوا، تیسرا پرچہ تھا اور پانچ مارچ کی تاریخ تھی کہ جنرل اعظم خان نے تمام انتظامات سنبھال لیے۔ ریڈیو تقریر ہوئی تقریر کیا تھی تشدد اور طاقت کی آئینہ دار تھی۔ یہ کیا تو گولی ماردی جائے گی۔ وہ ہوا تو گولی ماردی جائے گی۔ گولی ماری جائے گی کی مسلسل گردان تھی جس سے اک وحشت کا سماں پیدا ہوا، دہشت کی فضا کی ابتداء تھی اور ہم لوگ اسلامیہ ہائی سکول بھاٹی گیٹ لاہور کے ہال میں یونیورسٹی کے امتحان میں پرچہ حل کر رہے تھے۔ ایک افراتفری کا سماں تھا، مطالبہ سوالیہ پرچہ اور جوابی کاپی ہاتھوں میں لیے ایک اضطراب میں تھے۔ نگران امتحانات نے فوراً اعلان کیا کہ پرچہ حل نہ کریں۔ جوابی کاپیاں واپس کردیں اور گھروں کو بھاگ جائیں چنانچہ اس پر عمل ہوا سکول کے بڑے دروازے تک آئے تو گولیوں کی ہیبتناک طلبہ کو لرزانے لگیں سراسیمگی کے عالم میں جدھر منہ اٹھا بھاگ کھڑے ہوئے۔ مجھے شاہدرہ ٹاؤن جانا تھا اُدھر بھاگنے لگا راوی کے پل تک آئے تو فوجی گاڑیاں قطار در قطار کھڑی تھیں اُن کے نیچے سے ہانپتے ہوئے نکلے تو کچھ سکون آیا اور کچھ بہتر راستہ ملا۔ گھر آئے بازاروں میں اک سناٹا طاری تھا۔ حیرت ہوئی اس قدر ناقابل برداشت حالات میں بھی فدائیان ختم نبوت کے قافلے رواں رہے۔ کتنے شہید ہوئے اور کتنے اپاہج کوئی اندازہ نہ ہوسکا قوت سے اس جذبے کو خاموش کرنے کا پورا اہتمام ہوا مگر جو شمع ارادت روشن ہو چکی تھی وہ مسلسل روشن رہی۔ اس جذبہ قربانی میں جوان خون ہی شامل نہ تھا بزرگوں دانشوروں اور علماء کرام کی کثیر تعداد بھی پوری قوت کے ساتھ شریک سفر تھی۔ علماء اہل سنت کو تو ایسے جذبوں کا حصہ وافر عطا ہوا ہے۔ اُنکی جدو جہد کو پابند سلاسل نہ کیا جاسکا۔ اکابر قید ہوئے۔ مولانا ابوالحسنات، مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا عبدالغفور ہزاروی حضرت صاحبزادہ فیض الحسن، مولانا عبدالستار خان نیازی، خواجہ قمر الدین سیالوی، امام شاہ احمد نورانی اور اسکے علاوہ بھی علمائے حق نے ہر مصیبت کا خندہ پیشانی سے استقبال کیا۔ مولانا غلام دین انجن شیڈ والے، مولانا غلام محمد ترنم امرتسری، مولانا خلیل احمد قادری، مولانا سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تو ہر اول دستے میں شامل تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جو ایقان کی منزلوں پر ثابت قدمی سے قائم رہے۔ اگرچہ قوت کے مظاہر نے ماحول کو خاموش ہونے پر مجبور کیا مگر اک تڑپ تھی جو مسلسل لرزش کا باعث رہی۔ خون بھی بہا جانیں بھی گئیں مگر مشن کی صداقت نے راستوں کو ہموار کردیا کمشن قائم کیا گیا بظاہر حقائق کی تلاش تھی مگر اس کے ذریعے انتشار ذہنی کو ہوا دی گئی قانونی موشگافیوں سے بد دلی کی فضا قائم کرنے کی کوشش ہوئی مگر جو چنگاری چمک گئی تھی اُس کی تمازت نے دلوں میں گھر بنالیا۔ عوام نے اپنی آنکھوں سے بزرگ اکابر کو جیل کی سختیاں برداشت کرتے دیکھا۔ انھیں یقین ہوگیا کہ یہ صرف زبانی دعویٰ نہ تھا اس پر بزرگ جانیں بھی قربان ہوسکتی ہیں۔ صداقت نے دلوں میں آشیانہ بنالیا جذبوں میں مستقل ٹھہراؤ آگیا جو ۱۹۷۴ء کو

ایک بار پھر اُنڈ اور بالآخر قادیانیت کے بہروپ کا چہرہ ننگا ہوا۔ پاکستان کی وفاقی اسمبلی نے اس گروہ ناہنجار کو اقلیت قرار دے کر اس کے چہرے سے وہ مکر اتار پھینکا جو اُن لوگوں نے مدتوں سے اوڑھ رکھا تھا۔ ختم نبوت کا مسئلہ اس قدر آشکار ہوا کہ اس کی اساسی حیثیت پر شک وشبہات کے وہم میں مبتلا مغرب زدہ افراد بلکہ اسے اجتہادی مسئلہ سمجھنے والے بھی ایمان لے آئے۔ کیوں نہ آتا کہ نبی رحمت ﷺ کی اُمت ہزار بدعملیوں کے باوجود اپنے نبی ﷺ سے پیار کرتی ہے اور اس پیار کو سرمایہ حیات گردانتی ہے۔

مبتلا دو گستاخ نبی کو عزت مسلم زندہ ہے اُن پر مر مٹنے کا جذبہ کل بھی تھا اور آج بھی ہے

اللھم صل وسلم دائماً ابداً عَلی حبیبک خیر الخلقِ کلھم

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

تحفظ عقیدہ ختم نبوت اور

اکابرین اہل سنت

سردار محمد اکرم حُر (ایم اے)

خالق کائنات رب ذوالجلال نے تخلیق انسانی کیساتھ ہی اس کی ہدایت اور رہبری کیلیے انبیاء کا سلسلہ شروع فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے ان برگزیدہ بندوں کا تسلسل سیدنا آدم علیہ السلام سے لیکر فخر کائنات امام الانبیاء خاتم باب نبوت پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک جاری رہا اور پھر خداوند قدوس نے یہ اعلان فرما کر نبوت کا دروازہ بند کر دیا کہ محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے آخری (کنزالایمان)

یہ اعلان کرنے کی دراصل حکمت یہ تھی کہ اب قیامت تک رسالت و نبوت پیغمبر اسلام کی ہی رہے گی۔ اس کے بعد کوئی نبی یا نئی شریعت نہیں آئے گی۔ خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا! کہ میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں (الحدیث)

اسلام دشمن قوتوں خصوصاً یہود اور مشرکین عرب کو دین مصطفوی کے آنے سے خاصی پریشانی تھی اس لیے وہ ہر وقت شجر اسلام کی جڑیں کھوکھلی کرنے کیلیے منصوبہ بندی کرتے رہتے۔ اسلام کو عرب سے نکال دینے کیلیے جنگیں مسلط کی گئیں لیکن تمام تر کوششوں کے باوجود دشمنوں کو ہر بار عبرت ناک شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

نبی مکرم ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد مخالفین ایک بار پھر میدان میں نکل پڑے اور عقیدہ ختم نبوت کے عظیم الشان محل میں نقب لگانے کی کوشش کرنے لگے۔ اس دوران مسیلمہ کذاب، اسود عنسی، طلیحہ بن خویلد، سجاح بنت حارث وغیرہ نے اپنی اپنی نبوت کا اعلان کر دیا۔ مسلمان ابھی پیغمبر اسلام کی جدائی کے صدمے سے سنبھلے بھی نہ تھے کہ منکرین زکوٰۃ اور فتنہ ارتداد کی سرکوبی کا مسئلہ کھڑا ہو گیا تھا۔ ایسے حالات میں انتہائی جرأت مندی، بہادری اور فہم و فراست کیساتھ فیصلے کرنے کی ضرورت تھی۔ چنانچہ جانشین مصطفیٰ خلیفۃ المسلمین سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام کی ننگی تلوار بن کر منکرین کیخلاف میدان جنگ میں کود پڑے۔ اور ان فتنوں کا خاتمہ کر کے سانس لیا۔ جس سے آنے والے مسلمانوں کیلیے راہ عمل متعین ہو گئی کہ جب بھی کوئی چور ڈاکو عقیدہ ختم نبوت کے محل میں نقب لگانے کی کوشش کرے اسے فوراً واصل جہنم کر دو۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت سے لیکر صدیوں تک کسی کو ایسی مذموم کوشش کی جرأت نہ ہو سکی کیونکہ اسلام دشمن قوتیں سمجھتی تھیں کہ مسلمان اپنے آقا کریم ﷺ کی حرمت و ناموس پر کٹ مرنے کیلیے ہمہ وقت

تیار رہتے ہیں۔ برصغیر پاک و ہند میں فرنگی سازشوں اور حکمران شہزادوں کی کمزوریوں کے باعث جب اسلامی اقتدار زوال پذیر ہوا تو اسلام دشمن قوتیں اس مسلم ریاست پر آخری ضرب کاری لگانے کیلئے متحد ہو گئیں۔ چنانچہ سکھ دربار کے ایک جرنیل مرزا غلام مرتضٰی کے پوتے مرزا غلام احمد کو اس مقصد کیلئے چنا گیا۔

مرزا غلام احمد ضلع گورداس پور کے قصبہ قادیان میں 13 فروری 1835ء کو پیدا ہوا تھا۔ گھر پر معمولی تعلیم حاصل کرنے کے بعد 1864ء میں سیالکوٹ کچہری میں ملازم ہو گیا۔ اس دوران عیسائی مشنریز اور انگریز حکومت نے اس کی خصوصی طور پر تربیت کی اور وہ مسلمانوں کے متفقہ عقیدہ ختم نبوت کیخلاف اٹھ کھڑا ہوا۔ 1864ء میں اس نے اپنی پہلی کتاب ''براہین احمدیہ'' چار جلدوں میں مکمل کر لی اور الہام ہونے کا دعویٰ کرنے لگا۔ 1888ء میں مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کیا اور پھر 1890ء میں مسیح موعود ہونے کی بشارت سنائی۔ 1901ء میں مرزا غلام احمد قادیانی نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا اور ساتھ ہی اپنے حواریوں کیلئے جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی۔ (منیر تحقیقاتی رپورٹ)۔ مرتد قادیانی اپنے جھوٹے اور باطل عقائد کی اشاعت کیلئے کوشش کرتا رہا لیکن ہر میدان میں ذلیل و رسوا ہونے کے بعد 1908ء میں مر گیا۔

قادیانی دجال کیخلاف سب سے پہلی آواز ایک درویش عالم دین حضرت مولانا نواب الدین ششکوی مدراسی رحمۃ اللہ علیہ نے بلند کی۔ آپ حضرت خواجہ سراج الحق کرنالوی کے خلیفہ اعظم اور غیر معمولی اوصاف و کمالات کے حامل تھے۔ مولانا نواب الدین نے 1890ء میں قادیان کی جامع مسجد کے اندر مرزا غلام احمد کیخلاف اعلان جہاد فرمایا لیکن مرتد قادیانی نے مناظرہ سے راہ فرار اختیار کی۔ مولانا نواب الدین مشہور نعت گو شاعر اور ممتاز عالم دین حافظ مظہر الدین کے والد، بقیۃ السلف مولانا بشیر احمد کوٹلی لوھاراں اور مشہور ادیب ناول نگار نسیم حجازی کے سسر تھے۔

حافظ مظہر الدین فرماتے ہیں کہ! ''میرے والد صاحب تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد قادیان پر حملہ آور ہوتے تو یہ خبر گرد و نواح کے دیہات میں تیزی سے پھیل جاتی اور دیہاتی اپنے کام کاج چھوڑ کر ساتھ ہو جاتے۔ میرے والد ہمیشہ مناظروں میں چھ سات فٹ کا لٹھ (ڈنڈا) ہاتھ میں پکڑتے تھے۔ انھوں نے 1925ء میں کشمیر اور 1929ء میں پاکپتن شریف میں مرزائیوں کو بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا۔ (ماہنامہ ضیائے حرم تحریک ختم نبوت نمبر)

قادیانی دجال کے خلاف سب سے پہلا تحریری مورچہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت علامہ مفتی الشاہ احمد رضا خان بریلوی نے لگایا۔ آپ نے 1896ء میں کتاب ''ختم النبوۃ'' لکھ کر باطل عقائد کی دھجیاں اڑا دیں۔ 1899ء

میں قطب الصالحین حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''شمس الھدایہ'' لکھ کر قادیانیت پر کاری وار کیا۔ 27 اگست 1900ء کو غوث الزماں پیر مہر علی شاہ کی قیادت میں ہزاروں علماء و مشائخ نے بادشاہی مسجد لاہور میں قادیانی دجال کو للکارا مگر وہ سامنے آنے کی بجائے راہ فرار اختیار کر گیا۔ تین روز تک مختلف مکاتب فکر کے علماء نے تقریریں کیں لیکن مرزا اپنے جھوٹے عقائد کیساتھ میدان میں نہ نکلا اس مناظرہ کے بعد مرزا کے سینکڑوں عقیدتمند توبہ کر کے دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

1901ء میں اعلیحضرت الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بیٹے حجۃ الاسلام حضرت صاحبزادہ حامد رضا خاں بریلوی نے ''الصارم الربانی علی اسراف القادیانی'' لکھ کر عقیدہ ختم نبوت کی حقانیت کا اعلان کیا۔ 1902ء میں حضرت پیر مہر علی شاہ نے ''سیف چشتیائی'' کے ذریعے قادیانی اُمت پر ایسا کاری وار کیا کہ وہ آج تک زخم چاٹ رہی ہے۔امام الشاہ احمد رضا خاں نے ''السوء العقاب علی مسیح الکذاب'' 1901ء ''ختم النبیین'' 1905ء ''الجزاء الدیانی علی المرتد بقادیانی،قہر الدیان علی مرتد قادیان'' لکھیں جو آج تک مورخین اور لکھاریوں کیلئے ماخذ کا کام دے رہی ہیں۔ 1904ء میں اعلیٰ حضرت نے ایک فتویٰ میں قادیانیوں کا سوشل بائیکاٹ کرنے کیلئے کہا۔یہ فتویٰ کتاب احکام شریعت میں موجود ہے۔مرزا قادیانی اکثر علماء و مشائخ اہل سنت سے جوڑ پڑتا رہتا لیکن ہر مرتبہ ذلیل ورسوا ہو بھاگتا۔

27 اکتوبر 1904ء کو مرزا نے امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کیساتھ مناظرہ کا اعلان کیا لیکن جب وقت آیا تو بھاگ نکلا اور حضرت امیر ملت میدان میں للکارتے رہے۔ 6 مئی 1908ء کو مرزا اپنی اہلیہ کا علاج کرانے کیلئے لاہور میں خواجہ کمال الدین کے مکان پر آیا تو اس نے مسلمانوں کو اپنے جال میں پھانسنے کی کوششیں شروع کر دیں۔ چنانچہ مسلمانان لاہور نے امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی دعوت دے دی۔آپ نے تشریف لا کر 22 مئی 1908ء کو بادشاہی مسجد میں ایک شاندار جلسہ عام کا اعلان کیا۔جلسہ میں پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لائے۔

پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا! ''اگر مرزا اپنے دعویٰ نبوت میں سچا ہے تو سامنے آئے اور ثابت کرے اگر مباحثہ نہ کر سکے تو مباہلہ ہی سہی۔لیکن مرزا چونکہ اپنے عقائد میں جھوٹا تھا اور 1904ء میں بھی ذلیل ہو چکا تھا سامنے آنے کی جرأت نہ کر سکا۔آپ نے فرمایا کہ ہم نے بہت انتظار کیا لیکن وہ سامنے نہیں آیا۔پیشن گوئی کرنا میری عادت نہیں مگر میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ مرزا جی کا فیصلہ ہو چکا ہے۔لہذا تین روز

کے اندر کیفر کردار کو پہنچے گا۔ یہ بات آپ نے رات 10 بجے ارشاد فرمائی اور 26 مئی 1908ء کو صبح 10 بج کر 10 منٹ پر واصل جہنم ہوگیا۔ (اکابر تحریک پاکستان)

قادیانی دجال کی موت کے بعد بھی اکابرین اہل سنت نے اس کے عقائد باطلہ کیخلاف جدوجہد جاری رکھی۔ 1935ء عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد کے شعبہ معاشیات کے صدر محمد الیاس برنی نے ''قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ'' نامی کتاب لکھ کر تہلکہ مچادیا۔ یہ کتاب دیوبندی، وھابی، احراری بھی مسلسل شائع کر رہے ہیں۔ قادیانی گروہ آج تک اس کتاب کا جواب نہیں دے سکا۔ پروفیسر محمد الیاس برنی رحمہ اللہ علیہ اپنے دور کے عظیم بزرگ حضرت مولانا شاہ محمد حسین چشتی قادری سے سلسلہ قادریہ میں بیعت تھے۔ آپ نے اعلیٰ حضرت امام الشاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سے بھی کسب فیض کیا اور خلافت حاصل کی۔ 6 جنوری 1959ء کو آپ نے رحلت فرمائی۔ (علمائے حق اور فتنہ قادیانیت)

قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک انٹرویو میں فرمایا کہ! ''میرے والد محترم مبلغ اسلام حضرت شاہ محمد عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ اعلیٰ حضرت نے ہمیشہ اپنے تبلیغی دوروں میں فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کی۔ آپ کی کوششوں سے افریقہ، ملائشیاء، سیلون، یورپ اور امریکہ میں مرزائیت کے پاؤں نہ جمنے دیئے۔ آپ کی انگریزی کی کتاب THE MIRROR ڈربن جنوبی افریقہ سے شائع ہوئی۔ اردو میں مرزائی حقیقت کا اظہار، عربی میں المراۃ اور انڈونیشی زبان میں اسکا ترجمہ چھپ چکا ہے۔ اس کتاب کی اشاعت پر ملائشیاء میں ایک زبردست تحریک اٹھی اور قادیانیوں کا داخلہ ممنوع قرار دیدیا گیا۔ (ماہنامہ ترجمان اہل سنت 1972ء)

علماء اہل سنت نے قلمی محاذ پر مرزائیت کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اس سلسلہ میں حضرت علامہ مفتی عبد الحفیظ کی رحمۃ اللہ علیہ کی ''السیوف الکلامیہ'' مناظر اسلام مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ کی ''مقیاس النبوۃ'' علامہ محمد شریف محدث کوٹلوی کی ''ختم نبوت'' بھی قابل ذکر ہیں۔

منیر تحقیقاتی رپورٹ کے مطابق قوم پرست مسلمانوں کی ایک ٹولی نے کانگریس سے الگ ہو کر 4 مئی 1931ء کو لاہور میں ایک جلسہ کیا جس میں مجلس احرار کی بنیاد رکھی۔ شروع شروع میں اس جماعت کا مقصد تحریک آزادی کشمیر میں شمولیت تھا اور پھر انھوں نے اپنا رخ قادیانیوں کیطرف موڑ لیا۔ لیکن ان لوگوں کی جدوجہد کبھی قومی تقاضوں کے مطابق نہیں رہی۔ حالانکہ فتنہ قادیانیت کی ابتدا سے لیکر 41 سال تک صرف علماء و مشائخ اہل سنت ہی اسکا مقابلہ کرتے رہے۔ تحریک آزادی میں بھی مرزائیوں نے ہندوؤں کا ساتھ دیا کیونکہ وہ انگریز کی پیداوار تھے

اور انگریز ایک آزاد اسلامی ریاست کو پروان چڑھتا ہوا نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔قیام پاکستان کے بعد متعصب قادیانی سرظفر اللہ چودھری وزیر خارجہ بننے میں کامیاب ہوگیا اور اپنی تقرری کیساتھ ہی اس نے اندرون و بیرون ملک سازشوں کے جال پھیلانا شروع کر دیئے۔دنیا بھر کے پاکستانی سفارتخانوں میں قادیانیوں کو ملازمتیں دیں۔ظفر اللہ چودھری نے بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کا جنازہ پڑھنے سے بھی انکار کر دیا تھا اور صحافیوں کے پوچھنے پر اس نے جواب دیا کہ! ''یوں سمجھیے ایک مسلمان نے کافر کا جنازہ نہیں پڑھا، یا ایک کافر نے مسلمان کا جنازہ نہیں پڑھا۔وزیر خارجہ کی سرگرمیوں کیخلاف علماء اسلام ایک بار پھر متحد ہونا شروع ہوئے۔اس دوران جماعت احمدیہ نے 17,16 مئی 1952ء کو جہانگیر پارک کراچی میں ایک جلسہ کیا۔جس میں ظفر اللہ چودھری نے ایسی تقریر کی کہ کراچی میں فسادات پھوٹ پڑے۔(منیر تحقیقاتی رپورٹ)

قادیانی اجتماع کے بعد 2 جون 1952ء کو کراچی میں آل مسلم پارٹیز کانفرنس ہوئی جس میں حکومت کے سامنے 3 مطالبات رکھے گئے۔

ا۔احمدی غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جائیں۔

۲۔چودھری ظفر اللہ کو وزارت خارجہ سے الگ کیا جائے۔

۳۔احمدی تمام کلیدی اسامیوں سے ہٹا دیئے جائیں۔

کانفرنس میں ایک مجلس عمل تشکیل دی گئی جس کی صدارت امام اہل سنت کے خلیفہ حضرت علامہ سید دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے لخت جگر نازش کشمیر حضرت علامہ سید ابوالحسنات محمد احمد قادری کا چناؤ ہوا۔مجلس عمل میں مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر شامل تھے۔اس دوران مسلم لیگ صوبہ پنجاب کا اجلاس ہوا۔جس میں فتنہ قادیانیت کے خلاف سب سے پہلی آواز غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے اُٹھائی۔آپ نے 12 جون 1952ء کو صوبائی مسلم لیگ کے اجلاس میں ایک قرارداد پیش کی جو 284 ووٹوں سے منظور ہوگئی جبکہ مخالفت میں صرف 8 ووٹ آئے۔

قرارداد میں کہا گیا تھا کہ چونکہ قادیانی بالاتفاق خارج از اسلام سمجھے جاتے ہیں اس لیے انھیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے اور حکومت کو اس اعلان میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔کہ چودھری ظفر اللہ، قادیانی ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے نمائندہ نہیں ہیں اس لیے پنجاب صوبہ مسلم لیگ کی کونسل کو حکومت سے مطالبہ کرنا چاہیے کہ وہ اپنے عہدے سے برطرف کر دیئے جائیں۔اور ان کی جگہ کوئی قابل اعتبار مسلمان مقرر کیا جائے۔(منیر تحقیقاتی رپورٹ)

اس کے بعد مجلس عمل کی جدوجہد تیز ہوگئی۔پورے ملک میں زبردست تحریک چلی، ہزاروں علماء و مشائخ کو

پابند سلاسل کیا گیا۔ ہزاروں عاشقان مصطفی ﷺ نے سرکاری گولیوں سے جام شہادت نوش کیا جب حکومت بے بس ہوگئی تو وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین اور وزیر اعلیٰ پنجاب میاں ممتاز دولتانہ نے باہمی مشاورت سے بڑے شہروں میں مارشل لاء لگادیا۔ علماء پر مقدمات چلائے گئے۔ تحریک کے مرکزی رہنما مجاہد ملت حضرت علامہ عبد الستار نیازی قائد تحریک ختم نبوت مولانا ابو الحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ کے اکلوتے صاحبزادے سید محمد خلیل احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا۔

تحریک کے دوران تاریخی مسجد وزیر خان غلامان رسول ﷺ کا ہیڈ کوارٹر بنی رہی۔ اور مولانا عبد الستار خان نیازی انکی قیادت کرتے رہے۔ پھر میر جعفروں اور میر صادقوں کی غداری کے سبب وہ بھی گرفتار ہو گئے۔ اسلامیان پاکستان نے قادیانی فتنہ کیخلاف تاریخی جدوجہد کی تن من دھن کی قربانی سے بھی دریغ نہ کیا مگر مسلمانوں نے اس مسئلہ کو حل کرنے کیلئے کبھی بھی سنجیدہ اقدامات نہ کیے۔ قائد اہل سنت علامہ الشاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ 1969ء میں غیر ملکی دورہ سے واپسی پر سب سے پہلے بیان میں صدر یحییٰ خان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا! ''تمہارا قادیانی مشیر ایم ایم احمد پاکستان کی معیشت کو تباہ کر رہا ہے جس کے نتیجے میں مشرقی پاکستان ہمارے ہاتھ سے نکل سکتا ہے۔ (ماہنامہ ضیائے حرم دسمبر 74ء)

حکومت پاکستان نے نوٹس نہ لیا تو علامہ شاہ احمد نورانی نے ممبر قومی اسمبلی علامہ عبد المصطفیٰ الازہری کے ہمراہ ایوان صدر کراچی میں 28 فروری 1971ء کو صدر یحییٰ سے ملاقات کی اور انہیں بتایا کہ قادیانی اسرائیل کے ایجنٹ اور دلال ہیں

صدر نے ثبوت مانگا تو انھوں نے فرمایا کہ اس سے بڑا ثبوت کیا ہوسکتا ہے کہ اسرائیل کیساتھ پاکستان کے کسی قسم کے تعلقات نہیں ہیں لیکن قادیانیوں نے تل ابیب میں مرکز قائم کیا ہوا ہے۔ تمام قادیانی پاکستانی پاسپورٹ پر اسرائیل جا کر بیٹھے رہتے ہیں۔ 20 مارچ 1971ء کو جمعیت علماء پاکستان نے آرام باغ کراچی میں عظیم الشان جلسہ عام منعقد کیا۔ جس میں قوم کو بتایا کہ ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی سازش تیار ہو چکی ہے۔ چیئر مین منصوبہ بندی کمیشن ایم ایم احمد مسلسل کہہ رہا ہے کہ مشرقی پاکستان ہم پر بوجھ ہے۔ اگر ایم ایم احمد کیخلاف کاروائی نہ ہوئی تو ہم بھی حادثہ کا شکار ہو سکتے ہیں۔ مگر پھر بھی حکومت نے نوٹس نہ لیا اور یہود کی مدد سے قادیانی اپنی سازش میں کامیاب ہو گئے۔

پارلیمانی تاریخ میں بھی قادیانیوں کے خلاف آواز بلند کرنے کی سعادت علماء اہل سنت کو نصیب ہوئی۔ 1970ء کے انتخابات میں جمعیت علماء پاکستان پہلی مرتبہ اسمبلی پہنچی تو اس کے پارلیمانی قائد علامہ شاہ احمد

نورانی نے 22اپریل 1972ء کو اسمبلی کے فلور پہ فتنہ قادیانیت کیخلاف نعرہ حق بلند کیا۔پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام قرار دلوانا، ملک کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان منظور کرانا، سربراہ مملکت کا مسلمان ہونا اور آئین میں مسلمان کی تعریف شامل کرانا دراصل قادیانیت کا راستہ روکنے کی کوششیں ہی تھیں۔

15اپریل کو قومی اسمبلی میں عبوری آئین پر تقریر کرتے ہوئے مولانا شاہ احمد نورانی نے فرمایا کہ! ''جو آئین فریم میں سجا کر پیش کر دیا گیا ہے اس میں اسلام کو قطعاً کوئی تحفظ نہیں دیا گیا۔میں اس دستور کو ایوان کیلیے قابل قبول نہیں سمجھتا۔میں اسکی مخالفت کرتا ہوں۔اس میں یہ بھی لکھا گیا ہے کہ صدر پاکستان مسلمان ہوگا مگر مسلمان کی کوئی تعریف نہیں ہر شخص مسلمان بننے کی کوشش کرتا ہے۔اس ملک میں اسلام کے بدترین دشمن بھی رہتے ہیں وہ مسلمان بن کر یہاں حکومت کر سکتے ہیں۔دستور میں مسلمان کی تعریف شامل کی جائے'' چنانچہ آپ کی کوششوں سے دستور میں مسلمان کی تعریف شامل کر کے ہمیشہ ہمیشہ کیلیے قادیانیوں کی حکمرانی کا دروازہ بند کر دیا گیا۔یہ تعریف جے۔یو۔پی کے رکن قومی اسمبلی علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری نے تیار کی تھی۔(روئیداد قومی اسمبلی 15اپریل 1972ء)

اس دوران قادیانیوں کی ایک گھناؤنی حرکت نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور مسلمان ایک بار پھر بھڑک اٹھے۔ہوایوں کہ 28مئی 1974ء کو قادیانیوں نے سوچی سمجھی سازش کے تحت ٹرین پر سوار مسلمان نوجوانوں پر حملہ کر کے انھیں شدید زدوکوب کیا اور پھر ان نوجوانوں کا خون رنگ لایا اور ملک بھر میں تاریخی تحریک چل پڑی۔پنجاب آگ میں جلنے لگا۔گرفتاریاں اور مار دھاڑ شروع ہوگئی۔مختلف مکاتب فکر کے علماء نے متحد ہو کر تحریک چلائی۔اعلیٰ حضرت کے خلیفہ سید ابوالبرکات قادری کے بیٹے ممتاز عالم دین علامہ سید محمود احمد رضوی کو تحریک کی مجلس عمل کا ناظم اعلیٰ مقرر کیا گیا۔جب حالات کنٹرول سے باہر نکلنے لگے تو وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے ایک نشری تقریر میں مسئلہ قومی اسمبلی میں پیش کرنے کا وعدہ کرلیا۔اور پھر 30جون 1974ء کو دو قراردادوں کی شکل میں یہ مسئلہ اسمبلی میں پیش کیا گیا۔سرکاری قرارداد عبدالحفیظ پیرزادہ نے پیش کی جبکہ دوسری قرارداد جمعیت علماء پاکستان کے پارلیمانی لیڈر مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی رحمتہ اللہ علیہ نے حزب اختلاف کے 22ارکان کے دستخطوں کیساتھ پیش کی۔جس پر بعد میں 37دستخط ہو گئے۔البتہ جمعیت علماء اسلام کے غلام غوث ہزاروی اور عبدالحکیم بلوچ نے قرارداد پر دستخط نہیں کیے تھے۔حالانکہ جب مولانا نورانی دستخط کرانے کے لیے خان عبدالولی خان اور غوث بخش بزنجو کے پاس گئے تو انھوں نے پڑھے بغیر ہی دستخط کر دیئے اور کہا ہمیں آپ پر مکمل اعتماد ہے۔اس دوران تحریک بھی چلتی رہی۔

قادیانی گروہ کے سربراہ مرزا ناصر احمد نے قومی اسمبلی میں اپنا موقف پیش کرنے کی اجازت چاہی جو اسے

دیدی گئی اس نے اپنا مؤقف ایک محضر نامے کی شکل میں پیش کیا۔ چنانچہ مرزا ناصر احمد کو پارلیمنٹ میں بلایا گیا۔ اس وقت کے اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار ارکان اسمبلی کیطرف سے سوالات کرنے پر مامور ہوئے۔ مرزا پر کُل 180 سوالات کئے گئے جن میں 70 سوالات صرف جے یو پی کے ارکان نے کئے تھے۔ اس دوران لاہوری احمدیوں نے قرارداد سے لاہوری کا لفظ خارج کروانے کیلئے مولانا نورانی رحمۃ اللہ علیہ کو کروڑوں روپے کی پیشکش کی مگر انھوں نے پائے حقارت سے ٹھکرا دی۔ اور فرمایا! ''کہ تمہاری کوشش اور پیشکش ہمارے جوتے کی نوک پر اس لیے کہ ہمارا جوتا بھی اس پیشکش سے قیمتی ہے۔ ہم مرزا کے تمام معتقدین اور پیروکاروں کو کافر سمجھتے ہیں''۔ آخر کار طویل بحث ومباحثہ کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لخت جگر خانوادہ صدیقی کے چشم و چراغ حضرت علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کی قرارداد پر دسمبر 1974ء کو مرزائی فتنہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ختم کردیا گیا اور مرزائی قادیانی لاہوری سبھی غیر مسلم اقلیت قرار پائے اور یوں ان ہزاروں عوام اہل سنت اور علماء ومشائخ کی قربانیاں رنگ لائیں جنھوں نے ابتداء سے انتہا تک اس فتنہ کا مقابلہ کیا۔

تحریک ختم نبوت کی قیادت کرنیوالی شخصیات میں بالخصوص غازی کشمیر مولانا سید ابو الحسنات محمد احمد قادری، سید ابوالبرکات قادری، غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی، مجاہد ملت مولانا عبد الستار خان نیازی، شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی، شیخ القرآن مولانا عبد الغفور ہزاروی، مجاہد اسلام مولانا عبد الحامد بدایونی، فقیہہ اعظم مولانا نور اللہ نعیمی بصیر پوری، مولانا محمد یوسف سیالکوٹی، ابوالنور محمد بشیر کوٹلی لوہاراں، علامہ شاہ عارف اللہ قادری، مولانا حامد علی خان، شیخ القرآن مولانا غلام علی اوکاڑوی، سید غلام محی الدین گولڑوی المعروف بابوجی سرکار، مولانا غلام محمد ترنم تونسہ شریف، پیر محمد کرم شاہ الازہری، علامہ سید محمود احمد رضوی، سید خلیل احمد قادری، پیر سید منظور احمد شاہ، علامہ شبیر احمد ہاشمی، شاہ فرید الحق، علامہ عبد المصطفیٰ الازہری ممبر قومی اسمبلی، مولانا محمد ذاکر ممبر قومی اسمبلی، مولانا محمد علی رضوی ممبر قومی اسمبلی اور شیخ لطیف احمد چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین شامل تھے۔

الحمد للہ قادیانیوں کیخلاف تقریر، تحریر، مناظرہ ومباہلہ ہو یا پارلیمنٹ کا فورم تاجدار گولڑہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے لیکر امام عاشقاں اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری رحمۃ اللہ علیہ، غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبد الستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ تک قیادت کا تاج اکابرین اہل سنت کے سر ہی رہا ہے۔

آخر میں عرض ہے کہ قادیانی فتنہ کیخلاف جدوجہد ختم نہیں ہوئی۔ لہذا عوام اہل سنت اور قائدین اہل سنت کی

ذمہ داری ہے کہ متحد ہو کر عقائد باطلہ کا مقابلہ کریں۔ ہماری تاریخ درخشاں ہے۔ تاریخ کے صفحات ہماری قربانی کی داستانوں سے بھرے پڑے ہیں اس لیے ہمیں میدان خالی نہیں چھوڑنا چاہیے۔ تحریر و تقریر کے میدان میں سرگرم رہنا ہی ہماری زندگی کا ثبوت ہے۔

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی

لمحہ بہ لمحہ داستان

جب مجھے سزائے موت سُنائی گئی

انٹرویو۔مولانا سیّد خلیل احمد قادری

ترتیب۔شفقت عثمانی۔خلیل احمد رانا

تعارف

امین الحسنات مولانا سیّد خلیل احمد قادری، مفسر قرآن حضرت مولانا ابوالحسنات سیّد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ ابن مولانا سیّد دیدار علی الوری محدث لاہوری علیہ الرحمہ (خلیفہ مجاز امام احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہٗ) کے اکلوتے فرزند ارجمند اور اپنے والد محترم کی رحلت کے بعد تادم حیات تاریخی مسجد وزیر خاں (لاہور) کے خطیب رہے، مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور سے دستار فضیلت حاصل کی اور طب و حکمت میں اپنے والد ماجد کے مخصوص نسخوں اور طریق علاج کے امین رہے، آپ نے جوانی کے دور میں دینی تحریکوں میں حصہ لیا، "تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء" میں ایک مجاہد کی حیثیت سے جلوہ گر ہوئے، گرفتار ہوئے، لاہور کے قلعہ کے عقوبت خانہ میں رہے، مارشل لاء نے انہیں سزائے موت کا حکم سنایا مگر ثابت قدم رہے، تحریک ختم نبوت میں ایک طویل عرصہ تک پسِ دیوارِ زنداں رہے، لاہور میں مسجد وزیر خاں کے پاس "جامعہ حسنات العلوم" قائم کیا، مسجد کی خطابت کو تادم زیست اپنایا، اپنے والد مکرم کی تفسیر قرآن "تفسیر الحسنات" کے آخری حصوں کو مکمل کیا اور انہیں چھپوایا، مولانا امین الحسنات سیّد محمد خلیل احمد قادری اشرفی خطیب جامع مسجد وزیر خاں لاہور و امیر جامعہ حسنات العلوم کا ایک کتابچہ "عید الضحیٰ مع احکام و مسائل قربانی" مطبوعہ لاہور، سن طباعت درج نہیں، صفحات ۴۴، راقم الحروف کی

نظر سے گزرا ہے، مجاہد تحریک ختم نبوت مولانا سیّد خلیل احمد قادری اشرفی نے ۲۷رذیقعد ۱۴۱۸ھ/ ۲۷ر مارچ ۱۹۹۸ء بروز جمعہ لاہور میں وفات پائی ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مجاہد تحریک ختم نبوت امین الحسنات مولانا سیّد خلیل احمد قادری علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں:

۱۹۵۱ء کے اواخر ہی میں مرزائیوں کے اخبار "الفضل" (ربوہ) نے محمود بشیر کی نہایت اشتعال انگیز تقریروں کی اشاعت کا سلسلہ شروع کر دیا تھا، سر ظفر اللہ کے وزیر ہونے کے باعث مرزائی اپنے آپ کو بہت زیادہ طاقتور تصور کرنے لگے تھے اور وہ غالباً اس زعم میں بھی مبتلا ہو چکے تھے کہ پاکستان میں ان کے ناپاک عزائم کا مقابلہ کرنے کے لئے کوئی مؤثر قوت موجود نہیں ہے، چنانچہ "الفضل" نے سرخیاں جمائیں "جب تک اپنے دشمنوں کو قدموں پر نہ جھکا لو چین سے نہ بیٹھو"، ہمارے پاس عسکری قوت موجود ہے"، "۱۹۵۲ء گزرنے نہ پائے گا کہ ہم اپنے مخالفین کو مجبور کر دیں گے کہ وہ ہمارے قدموں پر آ کر گریں" وغیرہ وغیرہ۔

ان اشتعال انگیز تحریروں سے مسلمانوں میں ایک ہیجان پیدا ہوا اور ان کے سینوں میں ایک لاوا سا پکنے لگا جو ایک بہت بڑے طوفان کا پیش خیمہ تھا، مختلف شہروں سے علماء کرام اور دیگر حضرات وفود کی صورت میں میرے والد محترم مولانا ابو الحسنات سیّد محمد احمد قادری کے پاس آئے اور انہوں نے مرزائیوں کے خلاف تحریک چلانے کا مطالبہ کیا، علماء اہل سنت کے علاوہ دیگر مکاتیب فکر کے اکابر علماء مثلاً سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری نے قبلہ والد صاحب کو اس بات پر رضامند کرنے کی کوشش کی کہ وہ مرزائیوں کے خلاف تحریک کی قیادت کریں، یہ سب حضرات اس بات سے بخوبی آگاہ تھے کہ والد محترم قبلہ سیّد صاحب کے تحریک پاکستان میں مجاہدانہ کردار اور دیگر قومی و ملی خدمات کے باعث ان کا سوادِ اعظم میں بہت زیادہ اثر و رسوخ ہے، چنانچہ تمام مکاتیب فکر کے زعماء نے ان سے تحریک ختم نبوت کی قیادت قبول کر لینے پر اصرار کیا، اور پھر برکت علی محمڈن ہال میں ایک عظیم الشان کنونشن کا اہتمام کیا گیا جس میں تمام مکاتیب فکر کے اکابر علماء شریک ہوئے، اس موقع پر جلسہ کی صدارت صاحبزادہ غلام محی الدین سجادہ نشین آستانہ عالیہ

گولڑہ شریف نے فرمائی جو مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت کے پیش نظر پہلی بار عوامی اجتماع میں تشریف لائے تھے، تونسہ شریف اور علی پور شریف کے سجادہ نشین حضرات کے علاوہ ملک بھر سے جید مشائخ اس کنونشن میں شریک ہوئے، اس کنونشن میں یہ طے پایا تھا کہ تمام مکاتیب فکر کے نمائندوں پر مشتمل ایک مجلس عمل تشکیل دی جائے، چنانچہ اس موقع پر تمام جماعتوں نے ابوالحسنات علامہ سیّد محمد احمد قادری کو صدر منتخب کیا، سیّد داؤد غزنوی کو جنرل سیکرٹری کے فرائض سونپے گئے اور دیگر سرکردہ حضرات میں سیّد عطاءاللہ شاہ بخاری، ماسٹر تاج الدین، شیخ حسام الدین اور صاحبزادہ فیض الحسن (مجلس احرار) شامل تھے، مجلس عمل میں جمعیت علماء پاکستان کے مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا غلام محمد ترنم اور حافظ خادم حسین، جمعیت اہل حدیث کے مولانا محمد اسماعیل اور مولانا عطاء اللہ حنیف، جماعت اسلامی کے میاں طفیل محمد، امین احسن اصلاحی اور نصر اللہ خاں عزیز، جمعیت علماء اسلام کے مولانا احمد علی لاہوری اور قاضی احسان احمد شجاع آبادی کے علاوہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے لال حسین اختر اور محمد علی جالندھری شامل تھے، مرکزی تنظیم کے قیام کے بعد صوبائی اور ضلعی کمیٹیاں بنادی گئیں اور مختلف مقامات پر کنونشنوں کے انعقاد کا سلسلہ شروع ہوگیا، ان کنونشنوں میں جو تین مطالبات حکومت کے سامنے رکھے گئے ان میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے ظفر اللہ سمیت تمام قادیانیوں کو کلیدی آسامیوں سے ہٹانے اور ربوے کو کھلا شہر قرار دینے پر زور دیا گیا تھا، پنجاب اور ملک کے دوسرے صوبوں میں جلسوں کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔

۱۹۵۲ء میں مرکزی انجمن حزب الاحناف کا سالانہ اجلاس مسجد وزیر خاں میں شروع ہوا، نماز جمعہ کے بعد پہلی نشست سے حضرت علامہ ابوالحسنات نے خطاب کرنا تھا لیکن چند گھنٹے قبل اس وقت کے وزیر اعلیٰ پنجاب ممتاز دولتانہ نے دفعہ ۱۴۴ کے تحت جلسوں وغیرہ پابندی عائد کروادی، حضرت علامہ ابوالحسنات نے دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے تقریر کی اور انہوں نے دولتانہ کو چیلنج کیا کہ وہ ختم نبوت کی حق آواز کو نہیں روک سکتے، انہوں نے نہایت پُرجوش انداز میں فرمایا!

''اگرچہ دولتانہ تحریک پاکستان میں ہمارے ہم سفر رہے ہیں لیکن آج کلمہ حق بلند کرنے

کے جرم میں وہ ہمیں بخوشی گرفتار کر سکتے ہیں ہم پاکستان کی بقاء اور استحکام کے لئے تحریک ختم نبوت کو جاری رکھیں گے"۔

دفعہ ۱۴۴ کی کھلی خلاف ورزی کے باوجود انہیں گرفتار نہ کیا گیا اور سہ روزہ اجلاس بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوا، اس کے بعد تحریک چلتی رہی اور اجتماعی جلسوں کا سلسلہ جاری رہا۔ ۱۹۵۳ء کے اوائل میں مجلس عمل نے یہ فیصلہ کیا کہ ایک وفد کی صورت میں خواجہ ناظم الدین وزیر اعظم پاکستان سے ملا جائے اور انہیں اپنے مطالبات اور ملکی صورت حال سے آگاہ کیا جائے، چنانچہ علامہ ابوالحسنات کی قیادت میں ایک وفد ترتیب دیا گیا جس میں مولانا عبدالحامد بدایونی، عطاء اللہ شاہ بخاری، سید داؤد غزنوی، صاحبزادہ فیض الحسن، ماسٹر تاج الدین انصاری، شیخ حسام الدین، سید مظفر علی شمسی اور مولانا محسن فقیہ شافعی شامل تھے، یہ وفد کراچی پہنچا اور وزیر اعظم پاکستان خواجہ ناظم الدین سے ملاقات کر کے قوم کے مطالبات ان کے سامنے رکھے گئے، خواجہ صاحب نے مطالبات کو سننے کے بعد کہا:

"میرے لئے ان مطالبات کو مان لینا بہت مشکل ہے کیونکہ اگر میں سر ظفر اللہ کو کیبنٹ سے نکال دوں تو امریکہ ناراض ہو جائے گا اور جو امداد پاکستان کو مل رہی ہے وہ بند ہو جائے گی"

قائد وفد علامہ ابوالحسنات نے جواباً فرمایا:

"ہم تو سمجھے تھے کہ آپ کا ناصر اور رازق اللہ تعالیٰ ہے لیکن آج معلوم ہوا کہ آپ سب کچھ امریکہ کو سمجھتے ہیں...... حکومت کو ہمارے مطالبات بہر حال منظور کرنا ہوں گے ورنہ ہمیں موجودہ تحریک کو ڈائریکٹ ایکشن کی طرف لے جانا پڑے گا، ہاں البتہ ہم آپ کو سوچنے کے لئے وقت دینے کو تیار ہیں، اس وقت تک ہم تحریک کو نرم رکھ سکتے ہیں"

لیکن خواجہ ناظم الدین پر ان باتوں کا کوئی اثر نہ ہوا اور اس نے واضح طور پر مطالبات کو منظور کرنے سے انکار کر دیا، اس کے بعد کراچی ہی میں مجلس عمل کا ایک اجلاس بلایا گیا جس میں متذکرہ وفد کے ارکان کے علاوہ مولانا مودودی اور مولانا احتشام الحق تھانوی بھی شامل تھے، اس اجلاس کی کئی نشستیں ہوئیں اور

آخری نشست میں ڈائریکٹ ایکشن کا فیصلہ کیا گیا، ۲۶ رفروری ۱۹۵۳ء کی شام کو نشتر پارک کراچی میں جلسۂ عام کا اعلان کیا گیا، مولانا مودودی ڈائریکٹ ایکشن کے فیصلے پر دستخط کرنے کے بعد لاہور واپس آ گئے اور ۲۶ رفروری کی شام کو پروگرام کے مطابق نشتر پارک میں عظیم الشان جلسہ ہوا جس میں مولانا مودودی اور مولانا احتشام الحق تھانوی کے علاوہ باقی تمام اکابرین نے تقاریر کیں، ۲۶ راور ۲۷ رفروری کی درمیانی شب کو جلسہ سے فارغ ہونے کے بعد یہ حضرات جب واپس اپنی قیام گاہ پر پہنچے تو انہیں گرفتار کرلیا گیا، ۲۷ رفروری کو جمعہ کے روز اکابرین کی گرفتاریوں کی خبر پورے ملک میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور لوگ مشتعل ہو کر سڑکوں پر نکل آئے، لاہور میں دلی دروازہ کے باہر ایک بہت بڑا اجتماع ہوا اور مشتعل ہجوم نے مرزائیوں کے اداروں اور ان کے مکانوں کو آگ لگانے کا پروگرام بنایا، نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد میں مولانا غلام محمد ترنم اور حافظ خادم حسین کے ہمراہ اجتماع میں پہنچا اور ہم نے لوگوں سے اپیل کی کہ وہ اعلیٰ سطح کی میٹنگ کے فیصلے کا انتظار کریں، ۲۷ راور ۲۸ رفروری کی درمیانی شب مولانا غلام محمد ترنم اور حافظ خادم حسین کو بھی گرفتار کرلیا گیا، اگلے روز ۲۸ رفروری کو صبح نو بجے کے قریب میں مولانا مودودی سے ملاقات کر کے صورت حال کے متعلق مشورہ کرنے کے لئے ان کی اقامت گاہ پر پہنچا، مولانا عبدالستار خان نیازی بھی اس موقع پر موجود تھے، مولانا مودودی سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے تحریک میں حصہ لینے سے صاف انکار کر دیا، انہوں نے فرمایا!

''مولانا احتشام الحق تھانوی کا رات ٹیلی فون آیا تھا ڈائریکٹ ایکشن کی تجویز سے انہیں اور مجھے اتفاق نہیں تھا اس لئے ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم تحریک میں حصہ نہ لیں'' میں نے عرض کی آپ کے تو دستخط موجود ہیں پھر یہ فیصلہ کیسا؟ مولانا نے جواباً فرمایا! وہ میٹنگ کا فیصلہ تھا، اب صورت حال مختلف ہے، بہر حال میں تحریک میں حصہ نہیں لے سکتا، مولانا عبدالستار خان نیازی نے اس موقع ان سے کہا لوگ اس وقت بہت مشتعل ہیں اور وہ جذبات میں اِدھر اُدھر بھٹک رہے ہیں کوئی ان کی قیادت کرنے والا نہیں، آپ مجلس عمل کے رکن ہیں، اگر اب آپ آگے نہیں آنا چاہتے تو ہمیں اختیار دیجئے تا کہ ہم تحریک چلا

سکیں، مولانا مودودی ہمیں تحریری طور پر اختیارات دینے پر رضامند ہو گئے، مولانا داؤد غزنوی دل کے عارضہ میں مبتلا تھے، انہوں نے بھی ہمیں اختیارات لکھ کر دے دیئے، اس کے بعد میں مولانا احمد علی لاہوری کے پاس گیا، انہوں نے کہا میرا بستر ابندھا ہوا رکھا ہے، مولانا ابوالحسنات میرے صدر ہیں، میں نے ان کو تار دے دیا ہے اور ان کا جواب ملنے پر میں ان کے حکم کی تعمیل کروں گا، اس کے جواب میں میں نے کہا، مولانا ابوالحسنات تو اس وقت جیل میں ہیں، نہ آپ کا تار انہیں پہنچے گا اور نہ ان کا جواب آپ کو ملے گا، لہٰذا اگر ٹالنا مقصود ہے پھر تو الگ بات ہے اور اگر آپ کا ارادہ عملاً حصہ لینے کا ہے تو آپ وعدہ فرمایئے، انہوں نے کہا میں تیار ہوں جو حکم مجھے دیا جائے گا میں اس کی تعمیل کروں گا، اس کے بعد میں مفتی محمد حسن (نیلا گنبد) کے پاس گیا تو انہوں نے اپنی معذوری ظاہر کی اور کہا میں ٹانگوں سے معذور ہوں اس لئے عملاً حصہ نہیں لے سکتا، میں نے اُن سے کہا! جناب آپ معذور ضرور ہیں لیکن قیامت کے دن میرے آقا گنبد خضریٰ کے مکیں حوض کوثر پر جلوہ افروز ہوں گے اور آپ سے فرمائیں گے کہ میرے نام پر کھاتے رہے، عزت کرواتے رہے اور مفتی کہلواتے رہے لیکن جب میری ناموس کا مسئلہ آیا تو معذوری ظاہر کر دی، اس وقت آپ کیا جواب دیں گے؟ یہ سن کا مفتی صاحب کا چہرہ متغیر ہو گیا، انہوں نے میرے ہاتھوں کو پکڑ کر چوما اور پھر کہنے لگے، آپ مجھے جب چاہیں گرفتار کروا دیں، اگر آپ ابھی چاہیں تو میں اسی وقت آپ کے ساتھ چلنے کو تیار ہوں، اس گفتگو کے بعد میں وہاں سے دلی دروازہ کی طرف روانہ ہوا۔

یہاں میں نے دیکھا کہ تقریباً ایک لاکھ افراد کا جم غفیر موجود تھا اور لوگ منتظر تھے کہ کوئی انہیں پروگرام بتائے، میں وہاں سے فوراً مولانا غلام دین صاحب خطیب انجن لوکوشیڈ کے پاس پہنچا، اس وقت ظہر کا وقت تھا اور مولانا نماز کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے، میں نے ان سے کہا! مولانا آپ کو آج ہی اور اسی وقت گرفتاری پیش کرنا ہے، مولانا نے بلا حیل وحجت فرمایا ''نماز پڑھ لوں یا پہلے چلوں'' میں نے عرض کی وہاں لوگ منتظر ہیں، نماز آپ وہیں پڑھیں اور تقریر کے بعد جلوس کی قیادت کرتے ہوئے چیئرنگ کراس پہنچ کر گرفتاری دیں، مولانا نے گھر پر اطلاع دے دی اور فوراً میرے ساتھ دہلی دروازہ کی

طرف روانہ ہو لئے، وہاں پہنچ کر انہوں نے نماز ظہر پڑھائی اور ایک نہایت ایمان افروز تقریر فرمائی، اس کے بعد انہوں نے ایک عظیم الشان جلوس کی قیادت کرتے ہوئے چیرنگ کراس پہنچ کر گرفتاری دے دی۔

اسی روز شام کو مسجد وزیر خاں میں رضا کاروں کا اجتماع شروع ہو گیا، میں بھی بستر لے کر مسجد وزیر خاں پہنچ گیا اس کے بعد پروگرام کچھ اس طرح ترتیب دیا گیا کہ صبح دس بجے مسجد وزیر خاں میں اجلاس ہوتا اور دس رضا کار جلوس کے ساتھ گرفتاریاں پیش کرتے اور نماز ظہر کے بعد دہلی دروازہ کے باغ سے (جو اس وقت اکبری دروازہ تک پھیلا ہوا تھا) دس رضا کار گرفتاریاں پیش کرتے، روزانہ گرفتاریاں پیش کرنے والوں کی قیادت کوئی ایک عالم دین کرتا تھا، مولانا عبدالستار خان نیازی اور مولانا بہاء الحق قاسمی بھی میرے ساتھ مسجد وزیر خاں میں تھے، ۲۹ فروری کو مولانا احمد علی لاہوری نے دہلی دروازے کے اجلاس میں تقریر کر کے گرفتاری پیش کی۔

ظفر علی خاں کے صاحبزادے اور ''زمیندار'' کے ایڈیٹر اختر علی (جو کہ مجلس عمل کے خازن بھی تھے) نے پہلے تو تحریک کی پُرزور حمایت کی لیکن جب دولتانہ وزارت کی طرف سے ان پر دباؤ ڈالا گیا تو ان کا رویہ بدل گیا، عوام نے ''زمیندار'' کی کاپیاں جلا کر احتجاج کیا، اور پھر ۳۰ فروری کی شام کو مشتعل ہجوم نے ان کا گھیراؤ کر لیا، انہوں نے جان بچانے کے لئے برقعہ پہنا اور گھر کے پچھلے دروازے سے نکل کر مسجد وزیر خاں پہنچ گئے اور اگلے روز انہوں نے بھی تقریر کر کے گرفتاری پیش کر دی۔

مارچ کے پہلے ہفتے میں رضا کاروں کا ایک جلوس دہلی دروازے سے حسب معمول نکلا اور جب یہ جلوس برانڈرتھ روڈ پہنچا تو پولیس نے بلا جواز سخت تشدد کیا جس کے باعث بہت سے رضا کار شدید زخمی ہو گئے، ہم نے مسجد وزیر خاں میں ڈسپنسری کا انتظام پہلے سے ہی کر رکھا تھا، چنانچہ ان کا علاج شروع ہو گیا، اسی دوران شہر میں یہ افواہ گردش کرنے لگی کہ ڈی ایس پی فردوس شاہ نے قرآن پاک کی توہین کی ہے، چنانچہ اگلے روز ظہر کے اجلاس میں ایک صاحب نے مجمع عام میں قرآن

پاک کے پھٹے ہوئے اوراق پیش کئے جس سے لوگوں میں اشتعال پیدا ہوا اوران کو قابو میں رکھنا مشکل ہو گیا۔

چوک وزیر خاں کے قریب پولیس کا ایک سپاہی کشمیری بازار کی طرف سے آرہا تھا، لوگوں نے اسے گھیر لیا، اس نے جان بچانے کے لئے ایک قریبی مکان میں پناہ لی، جب وہ کھڑکی سے باہر سر نکالتا تو لوگ نعرے لگاتے، یہ خبر ڈی ایس پی فردوس شاہ تک پہنچی تو وہ اس سپاہی کو بچانے کے لئے ایک گارد کے ہمراہ چوک وزیر خاں کی طرف چلا، اور پھر اس کا ایک مشتعل جلوس سے آمنا سامنا ہو گیا، کسی شخص نے زور سے کہا کہ یہی وہ شخص ہے جس نے قرآن پاک کی توہین کی ہے، اتنا سننا تھا کہ پورا جلوس ان پر پل پڑا اوران کو وہیں قتل کر دیا گیا، درحقیقت یہ ساری واردات حکومت نے ایک باقاعدہ منصوبے کے تحت کروائی تھی، کیونکہ دولتانہ وزارت چاہتی تھی کہ اسے تشدد کا کوئی بہانہ ہاتھ آئے تاکہ تحریک کو کچلا جا سکے، چنانچہ اس واقع کے بعد وسیع پیانے پر تشدد کا سلسلہ شروع کر دیا گیا اور رات بھر گولیاں چلنے کی آوازیں آتی رہیں، فردوس شاہ کے قتل کے بعد کرفیو لگا دیا گیا تھا، لیکن ہم نے مسجد وزیر خاں کا اجلاس جاری رکھنے اور بدستور گرفتاریاں پیش کرنے کا فیصلہ کیا، اسی روز مولانا غلام محمد ترنم، مولانا غلام دین، حافظ خادم حسین صاحب اور مولانا احمد علی لاہوری کو ہتھکڑیاں لگا کر لاہور سے ملتان لے جانے کے لئے اسٹیشن پر لایا گیا، جس سے عوام کا اشتعال اور زیادہ بڑھ گیا، رات کو مسجد وزیر خاں میں میری صدارت میں ایک اجلاس ہوا جس میں فردوس شاہ کے قتل اور حکومت کی اشتعال انگیز کاروائیوں کی مذمت کی گئی۔

تحریک کی نظامت اس وقت میرے پاس تھی، حکومت کے کچھ نمائندے میرے پاس آئے اور انہوں نے دورانِ گفتگو بتایا کہ دولتانہ حکومت نے آپ کے مطالبات منظور کر لئے ہیں اس لئے آپ تحریک کو ختم کرنے کا اعلان کر دیں، میں نے جواباً انہیں یہ بتایا کہ تحریک کی باگ ڈور اور اس کے متعلق فیصلہ کرنے کا اختیار ان لوگوں کے پاس ہے جو کراچی اور سکھر جیل میں محصور ہیں لہذا آپ ان سے رابطہ قائم کیجئے، اگر انہوں نے ہمیں تحریک ختم کرنے کا حکم دے دیا تو ہم کوئی پس وپیش نہیں کریں گے،

بصورت دیگر ہم پوری قوت کے ساتھ مطالبات منوانے کے لئے جدوجہد جاری رکھیں گے، اس کے بعد حکومت کے نمائندے مایوس ہو کر واپس چلے گئے۔

۳؍ مارچ کو مسجد وزیر خاں میں مسلم لیگ کی کچھ خواتین آئیں، انہیں دراصل ایک سازش کے تحت بھیجا گیا تھا تاکہ کوئی ہنگامہ آرائی ہو اور تشدد کرنے کا بہانہ ہاتھ آ سکے، لیکن ہم نے عوام پر کنٹرول کرتے ہوئے ان خواتین کو مسجد سے محفوظ جگہ تک پہنچادیا اور اس طرح حکومت کی سازش ناکام ہو کر رہ گئی، مسجد وزیر خاں میں ہر روز بعد نماز عشاء بھی جلسہ عام کا اہتمام ہوتا تھا جس میں بڑی ایمان افروز تقاریر ہوتیں، ۵؍ مارچ تک تحریک نے پورے پنجاب میں زور پکڑ لیا تھا سندھ اور سرحد میں بھی ہنگاموں کا سلسلہ جاری تھا، ۴؍ مارچ ۱۹۵۳ء کو سارا دن گولیاں چلنے کی آوازیں آتی رہیں، جس مکان سے ختم نبوت کی آواز بلند ہوتی اس کے مکینوں کو وحشیانہ تشدد کا نشانہ بنایا جاتا، ۴؍ مارچ کی رات کو مسجد وزیر خاں کے اجلاس میں ہم نے ”پہیہ جام

ہڑتال“ کا اعلان کردیا، انتہائی مختصر نوٹس کے باوجود اس اپیل کے نتیجے میں اگلے روز ایسی شاندار ہڑتال ہوئی کہ اس کی مثال نہیں ملتی، حتیٰ کہ اخبارات میں خبر پڑھنے کے بعد گورنمنٹ ہاؤس سیکرٹریٹ کے سرکاری ملازمین نے بھی قلم چھوڑ دیئے، کسی بس یا ٹرک کا تو ذکر ہی کیا تانگہ یا رکشہ تک نظر نہ آتے تھے، غرضیکہ اس ہڑتال نے حکومت کو ہلا کر رکھ دیا۔

۵؍ مارچ کی شام کو پورے ملک میں ایک عجیب سناٹا تھا عورتیں، بچے، بوڑھے سبھی میدان میں نکل آئے تھے، سیالکوٹ، گوجرانوالہ، راولپنڈی اور سندھ کے بہت سے علاقوں میں تھانوں پر شمع ختمِ نبوت کے پروانوں نے قبضہ کرلیا تھا، دولتانہ کی صوبائی اور خواجہ ناظم الدین کی مرکزی حکومت بالکل بے بس ہو کر رہ گئی تھی، اسی روز پولیس نے دہلی دروازے کے اجلاس پر پابندی عائد کردی اور لوگوں کو اس میں شرکت سے روکا، جب پولیس کو کامیابی نظر نہ آئی تو اس نے گولی چلادی، اس موقع پر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں نے سینے تان تان کر گولیاں کھائیں اور جامِ شہادت نوش کیا، مسجد وزیر خاں زخمیوں

اور شہداء سے بھر چکی تھی، زخمیوں کی مرہم پٹی اور شہداء کے کفن دفن کا انتظام بڑی سرگرمی سے جاری تھا، ایک عجیب منظر تھا، ہر طرف خون میں نہائے ہوئے نوجوان لیٹے تھے، اس موقع پر عوام کے تعاون کا یہ عالم تھا کہ خوراک اور مالی امداد کے علاوہ جس چیز کی بھی اپیل کی جاتی فوراً مہیا ہو جاتی، زخمیوں کی مرہم پٹی اور دیکھ بھال کے لئے کثیر تعداد میں ڈاکٹر اور ڈسپنسر پہنچ چکے تھے اور انہوں نے رضا کارانہ طور پر تمام خدمات انجام دیں، اس روز تقریباً چالیس مجاہدین نے جام شہادت نوش کیا اور سینکڑوں کی تعداد میں زخمی ہوئے، شہداء کو تدفین کے لئے جلوس کی شکل میں قبرستان میانی صاحب اور دیگر قبرستانوں میں لے جایا گیا، دو شہداء کی قبریں سنہری مسجد کشمیری بازار کے عقب میں بنادی گئیں، اس وقت ملت اسلامیہ کے جوش وجذبے کا یہ عالم تھا کہ انہیں مرنے مارنے کے سوا کچھ نہیں سوجھ رہا تھا، ہماری طرف سے لوگوں کو پُر امن طور احتجاج کرنے کی اپیلیں مسلسل جاری کی جارہی تھیں۔ دولتانہ وزارت نے اس موقع پر ایک اور چال چلی کہ ہوائی جہاز کے ذریعے اشتہارات پھینکے گئے کہ حکومت نے مطالبات منظور کر لئے ہیں اور تحریک ختم ہوگئی ہے لیکن یہ چال بھی کامیاب نہ ہوسکی اور عوام حکومت کے ہتھکنڈے کو فوراً سمجھ گئے۔

۶ رمارچ کو جنرل اعظم کی قیادت میں مارشل لاء نافذ کر دیا گیا، یہ مارشل لاء انتہائی سخت تھا اور ریڈیو سے دھمکی آمیز اعلانات نشر ہو رہے تھے، دن کے بارہ بجے ریڈیو پاکستان سے اعلان ہوا ''مولانا عبدالستار خاں نیازی اور مولانا خلیل احمد قادری اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کر دیں ورنہ انہیں دیکھتے ہی گولی ماردی جائے گی'' مولانا عبدالستار خان نیازی اس وقت صوبائی اسمبلی کے ممبر تھے اور ہماری خواہش تھی کہ وہ اس مسئلہ پر اسمبلی میں تقریر کریں، اسمبلی کا اجلاس چند روز میں ہی شروع ہونے والا تھا، چنانچہ ہم نے مولانا عبدالستار نیازی خاں کو مشورہ دیا کہ وہ اپنے آپ کو کسی محفوظ مقام پر پہنچادیں، مولانا نیازی نے اس تجویز سے اتفاق کیا، مولانا نیازی چند افراد کے ہمراہ مسجد کے مغربی اور جنوبی مینارہ سے متصل مکان میں منتقل

ہوئے اور پھر دیہاتیوں کا سالباس پہن کر لاہور سے باہر چلے گئے، اس موقع پر تحریک دشمن عناصر نے یہ

افواہیں پھیلائیں کہ مولانا نیازی دیگ میں بیٹھ کر گئے ہیں اور یہ کہ انہوں نے داڑھی منڈوالی ہے، یہ افواہیں صرف تحریک کو ناکام بنانے کے لئے پھیلائی گئیں اور پولیس نے اپنی خفت مٹانے کے لئے انہیں ہوا دی حالانکہ ان باتوں کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

۶/ مارچ کو مسجد وزیر خاں میں تقریباً تین چار ہزار رضاکار موجود تھے، مسجد میں پروگرام کے مطابق اجلاس ہوتے رہے اور ۵، ۶ رضاکار گرفتاریاں پیش کرتے رہے، ۷/ مارچ کو نماز ظہر کے بعد مسجد میں اجلاس ہو رہا تھا اور رضاکار جلوس کی تیاری کر رہے تھے کہ مسجد سے متصل سڑک پر جنرل محمد ایوب خاں (جو بعد میں سربراہ مملکت بھی بنے) چند دیگر فوجی افسران کے ہمراہ آئے اور انہوں نے لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے اعلان کیا کہ مولانا خلیل احمد قادری اور مسجد کے اندر موجود تمام رضاکار خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر دیں ورنہ ہم انہیں مسجد کے اندر داخل ہو کر گرفتار کر لیں گے اور اس طرح جو کشت و خون ہوگا اس کی ذمہ داری انہی افراد پر ہوگی، اس کے جواب میں مَیں نے لاؤڈ اسپیکر پر تقریر کی اور حضرت امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ پیش کیا کہ جب بادشاہِ وقت نے اپنی بیگم زبیدہ کو ان الفاظ میں مشروط طلاق دی کہ سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے میری سلطنت سے باہر چلی جاؤ ورنہ تم پر میری طلاق ہو جائے گی، غصے کے عالم میں تو بادشاہ نے یہ بات کہہ دی لیکن جب غصہ ختم ہوا تو وہ پریشان ہو گیا اور اس نے علماء سے فتویٰ پوچھا، علماء نے جواب دیا کہ حدودِ سلطنت سے نکلنا لازم ہے ورنہ طلاق ہو جائے گی، حضرت امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے جب یہ مسئلہ پیش کیا گیا تو آپ نے سارا واقعہ سننے کے بعد فرمایا کہ بادشاہ سے کہو وہ بے فکر ہو جائے سورج غروب ہونے سے پہلے اس کی بیگم اس کی حدود سے نکل جائے گی اور یہ شرط پوری ہو جانے کے بعد طلاق نہیں ہوگی، سورج غروب ہونے میں چند گھنٹے باقی رہ گئے تو بادشاہ بہت گھبرایا اور اس نے اپنے نمائندے دوبارہ امام صاحب کی خدمت میں بھیجے، آپ نے فرمایا کہ بیگم کو مسجد میں لے آؤ اور علماء سے پوچھ لو کہ مسجد بادشاہ کی حدودِ مملکت سے باہر ہے یا نہیں؟ چنانچہ بیگم صاحبہ کو مسجد میں لایا گیا اور تمام علماء نے بالاتفاق یہ فیصلہ دے دیا کہ مسجد اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی مملکت نہیں ہے،

اور اس طرح طلاق نہیں ہوئی، اس واقعہ کو بیان کرنے کے بعد میں نے کہا کہ مسجد خانہ خدا ہے اور اگر مارشل لاء حکام نے مسجد میں قدم رکھنے کی کوشش کی تو اس کا بڑی سختی سے جواب دیا جائے گا اور تمام تر ذمہ داری فوجیوں پر عائد ہوگی، میں نے یہ بھی کہا کہ فوج اور پولیس کو مسلمانوں پر گولیاں چلانے کا کوئی حق نہیں پہنچتا، ایک مسلمان کا خون دوسرے مسلمان پر حرام ہے، اس کے بعد خدا کے فضل وکرم سے فوجی افسران کسی کاروائی کے بغیر ہی واپس چلے گئے، اس موقع پر یہ بات بھی سننے میں آئی کہ ایک مرزائی فوجی افسر نے مسجد کو ڈائنامیٹ سے اُڑا دینے کا منصوبہ بنایا تھا، لیکن وہ ناکام رہا اور یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل تھا، اس روز بھی حسب معمول جلسہ ہوا اور رضا کاروں نے گرفتاریاں پیش کیں۔

ریڈیو اور اخبارات پر حکومت کا مکمل کنٹرول تھا اور ہمارے خلاف مسلسل پروپیگنڈا کیا جارہا تھا، لیکن اس موقع پر

مولانا سید محمود احمد رضوی (لاہور) اور ان کے رفقاء نے تحریک کی حمایت میں اشتہارات سائیکلو سٹائل کر کے شہر کے مختلف حصوں میں لگانے کی ذمہ داری سنبھال رکھی تھی، حکومت نے مسجد وزیر خاں میں کچھ ایسے افراد بھیج دیئے تھے جو رضا کاروں کے حوصلے پست کرنے کے لئے سرگرم عمل تھے۔

۸/مارچ کو فجر کی نماز کے بعد جب کرفیو کھلا تو میں نے ایک مختصر سی تقریر کی اور اعلان کیا کہ ہم لوگ ناموس مصطفےٰ کی خاطر اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے یہاں جمع ہوئے ہیں لہٰذا جو شخص اپنے دل میں ذرا سی بھی کمزوری محسوس کرتا ہے اسے میری طرف سے اجازت ہے وہ جاسکتا ہے، وہ یہیں سے لوٹ جائے جسے زندگی ہو پیاری، میری تقریر کے بعد مسجد میں صرف ڈیڑھ ہزار جانثار رہ گئے اور باقی سب گھروں کو چلے گئے، اس وقت صورت حال یہ تھی کہ مسجد وزیر خاں کی بجلی اور پانی بند کر دیا گیا تھا اور خوراک کے تمام راستے بھی مسدود تھے، لیکن ہمارے پاس مسجد کے حوض میں پانی کا کافی ذخیرہ موجود تھا، اس کے علاوہ گڑ اور چنے کی بوریاں ہم نے پہلے سے ہی مسجد میں محفوظ کرلی تھیں، چنانچہ یہ خوراک استعمال کی گئی، امیر الدین قدوائی ایڈووکیٹ دوپہر کے وقت میرے پاس آئے اور انہوں نے گورنر پنجاب

نواب چندریگر کا یہ پیغام مجھے دیا کہ وہ مجھ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں، میں نے مسجد سے باہر نکلنے سے انکار کر دیا اور وہ واپس چلے گئے۔

۸/مارچ کی شام کو رنگ محل، شیرانوالہ گیٹ اور موچی دروازہ سے مسجد تک ریت کی بوریاں چن دی گئیں اور خاردار تار بچھا دیئے گئے تا کہ نہ تو کوئی مسجد کے اندر آسکے اور نہ کوئی واپس جا سکے، مسجد کے شمالی اور مغربی حصے کا مکانات خالی کروا کر ان پر سٹین گنیں اور دیگر ہتھیار نصب کر دیئے گئے، رات بھر مسجد میں ذکر الٰہی جاری رہا، نعرہ ہائے تکبیر و رسالت اور ختم نبوت زندہ باد کے فلک شگاف نعرے فضاء میں گونجتے رہے۔

۹/مارچ کو صبح دس بجے امیر الدین قدوائی ایڈووکیٹ میرے پاس دوبارہ تشریف لائے، موصوف تحریک پاکستان راہنما اور قبلہ والد صاحب کے دوست تھے، انہوں نے مجھے کہا کہ سارے شہر میں فوج کا کنٹرول ہو چکا ہے اور اگر آپ نے مزاحمت جاری رکھی تو جانوں کا بھی نقصان ہوگا اور مسجد کی بے حرمتی کا بھی خطرہ ہے، قدوائی صاحب سے گفتگو کے بعد میں نے رضا کاروں سے مشورہ کیا تو فیصلہ ہوا کہ سب سے پہلے میں اپنی گرفتاری پیش کر دوں، چنانچہ میں گرفتاری پیش کرنے کے لئے قدوائی صاحب کے ہمراہ مسجد کے جنوبی دروازے سے باہر آیا، ایک کرنل، دو کیپٹن اور کثیر تعداد میں فوجی باہر موجود تھے، انہوں نے پستول اور ریوالور ہماری طرف کر کے ہم کو گھیرے میں لے لیا، میں ہنس پڑا اور میں نے ان سے کہا! میں تو خود گرفتاری پیش کر رہا ہوں، اتنے تکلف کی کیا ضرورت ہے، کرنل نے جواب دیا آپ ہم کو مسلمان نہیں سمجھتے، آپ نے مسجد میں اسلحہ جمع کر رکھا ہے اور میناروں پر پوزیشن لی ہوئی ہے اس لئے یہ کچھ کرنا پڑا، میں نے اس کرنل کو کہا! اگر آپ مرزائی ہیں تو پھر یقیناً مسلمان نہیں اور اگر مسلمان ہیں تو پھر کسی مسلمان کو غیر مسلم سمجھنا بہت بڑا ظلم ہے، رہا مسجد میں پوزیشن سنبھالنے اور اسلحہ جمع کرنے کا سوال تو یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی، دروازے کھلے ہیں اور آپ اندر جا کر دیکھ سکتے ہیں، اس پر وہ ہنس پڑا اور اس نے مجھے ساتھ چلنے کو کہا، قدوائی صاحب بھی میرے ہمراہ تھے، کپڑے جو میں

نے پہن رکھے تھے کافی پھٹ چکے تھے، کیونکہ ۲۸ فروری کو مسجد میں منتقل ہونے کے بعد مجھے گھر جانے کا موقع نہیں مل سکا تھا، جب مجھے خرادی محلّہ کی طرف لایا گیا تو میں نے فوجیوں سے کہا کہ میرا مکان قریب ہے اگر آپ اجازت دیں تو میں کپڑے تبدیل کرلوں، کرنل نے رضامندی ظاہر کردی، لیکن جب ہم چند قدم آگے آئے تو کرفیو کے باوجود عورتیں، مرد اور بچے گھروں سے باہر نکل آئے اور انہوں نے نعرے لگانے شروع کردیئے، اس صورت حال کو دیکھ کر کرنل نے مجھے کہا اب آپ ہمارے ساتھ چلیں کپڑے ہم بعد میں آپ کو منگوادیں گے، چوہٹہ مفتی باقر سے ہمیں پُرانی کوتوالی لایا گیا، یہاں تک ہم پیدل ہی آئے، پرانی کوتوالی میں فوجیوں نے بڑے بڑے وائرلیس لگا رکھے تھے انہوں نے وائرلیس پر اپنے ہیڈکوارٹر کو اطلاع دی کہ ملزم کو پکڑلیا گیا ہے اور اسے ہم لے کر آرہے ہیں، پھر ہمیں پرانی کوتوالی سے دہلی دروازے تک پیدل ہی لایا گیا، ہمیں زیر حراست دیکھ کر لوگ مکانوں کی چھتوں سے نعرے لگانے لگے، دہلی دروازے سے جیپ میں بٹھا کر شاہی قلعہ کی طرف لے جایا گیا، مارشل لاء حکام کو ہماری گرفتاری کی اطلاع تو ہو ہی چکی

تھی، شاہی قلعہ میں داخل ہوئے تو عام خاص دربار کے بالائی حصے میں تین چار لمبے لمبے قد والے فوجی افسران کو بیٹھے ہوئے دیکھا، پھر وہ نیچے آئے میز اور کرسیاں بچھائی گئیں اور وہ فوجی افسران کرسیوں پر بیٹھ گئے (غالباً ایک فوجی افسر کا نام سرفراز تھا)، مجھے بھی کرسی پر بیٹھنے کو کہا گیا، قدوائی صاحب میرے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گئے، ایک فوجی افسر نے سب سے پہلا سوال مجھ پر کیا کہ کیا آپ غیر ملکی ایجنٹ ہیں اور یہ تحریک کسی ملک کے ایماپر چلائی جارہی ہے؟ میں جواباً کہا ۱۹۴۷ء میں تحریک پاکستان کی حمایت میں خضر وزارت کے خلاف جو ایجی ٹیشن ہوا تھا کیا وہ بھی غیر ملکی سازش تھی؟ جن لوگوں نے اس تحریک میں گرفتاریاں پیش کیں کیا وہ بھی غیر ملکی ایجنٹ تھے؟ ہماری تحریک تو ان لوگوں کے خلاف ہے جو غیر ملکی ایجنٹ ہیں اور مذہبی اور سیاسی لحاظ سے پاکستان کے دشمن ہیں، ان لوگوں نے بانی پاکستان قائداعظم کی نماز جنازہ تک پڑھنے سے گریز کیا، آج یہ لوگ ملک کے کلیدی عہدوں پر فائز ہوگئے ہیں، ہم نے یہ

تحریک ان کو کلیدی عہدوں سے علیحدہ کرنے کے لئے چلائی ہے۔

پھر اس فوجی افسر نے دوسرا سوال کیا کہ کیا آپ قادیانیوں کو مسلمان نہیں سمجھتے؟ میں نے جواب دیا "نہیں"، اس نے پوچھا کیوں؟ میں نے جواب دیا سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے اور قادیانیوں نے ایک بناسپتی نبی پیدا کر لیا ہے اور ان کا فقہ بھی مسلمانوں سے علیحدہ ہے، ضابطہ اخلاق بھی جدا ہے اور سیاسی نظام بھی مختلف ہے، اس نے پوچھا فقہ کیسے علیحدہ ہے؟ میں نے جواباً کہا زانی کو ہم مسلمان حکم قرآنی کے مطابق کوڑوں کی سزا کا حق دار سمجھتے ہیں اور قادیانیوں نے زنا کی سزا دس جوتے مقرر کی ہے جو زانیہ زانی کو لگاتی ہے، اس طرح قادیانیوں نے زنا کا بھی دروازہ کھول دیا ہے، یہ جواب سن کر تو وہ آگ بگولہ ہو گیا اور اس نے انگریزی میں گالیاں دینی شروع کر دیں۔

قدوائی صاحب نے اسے ٹوکا تو دونوں کے درمیان تلخ کلامی ہو گئی، فوجی افسر نے قدوائی صاحب کو کہا، اب تم بھی اپنے آپ کو گرفتار سمجھو میں تمہارے ساتھ نپٹ لوں گا، قدوائی صاحب نے اس سے پوچھا، کیا آپ قادیانی ہیں؟ اس جواب دیا پورا ملک قادیانیوں کا ہے، اور یہ کہہ کر وہ چلا گیا، تقریباً ایک بج چکا تھا اور ہمیں سخت بھوک لگی ہوئی تھی، پھر کرسیاں اٹھالی گئیں اور ہم نیچے فرش پر بیٹھ گئے، چاروں طرف پٹھان فوجی ہماری نگرانی کر رہے تھے، اسی دوران ظہر کا وقت ہو گیا اور ہم نے وضو کے لئے پانی مانگا، ہمیں شمالی حصے میں لایا گیا جہاں نلکا لگا ہوا تھا، وہاں سے وضو کرنے کے بعد میں نے اذان دی، اذان کی آواز سن کر کچھ فوجی اور کچھ رضاکار جو پہلے ہی گرفتار ہو کر آئے ہوئے تھے، نماز پڑھنے کے لئے آگئے، چنانچہ میں نے امامت کروائی اور سب نے باجماعت نماز ادا کی، نماز کے بعد میں نے خشوع وخضوع کے ساتھ دعا کی، دعا کے بعد فوجی میرے گرد جمع ہو گئے اور انہوں نے مجھ سے گرفتاری کی وجوہات پوچھیں، میں نے قادیانیوں کا پول کھولا اور تحریک کا پس منظر بیان کیا، میری باتیں سن کر فوجیوں نے اپنی چادریں بچھا دیں اور نہایت محبت کے ساتھ پیش آئے، ایک فوجی میس میں گیا اور ہمارے لئے کھانا لے آیا، پھر ہم نے نماز عصر بھی اسی طرح باجماعت ادا کی، نماز عصر کے بعد پہلے فوجیوں کی ڈیوٹیاں

تبدیل کردی گئیں اور نئے فوجی آگئے، انہوں نے پھر ہمیں نیچے بٹھا دیا اور نہایت سختی کا مظاہرہ کیا، ہلنے تک کی ممانعت تھی، نماز مغرب کا وقت ہوا تو میں نے پھر اسی طرح اذان دی اور باجماعت نماز ادا کرنے کے بعد دعا میں مشغول ہوگیا، یہ نئے فوجی بھی دعا سے بڑے متاثر ہوئے انہوں نے بھی ہم سے سوالات کئے، ہم نے تفصیلات بتائیں تو ان کا رویہ فوراً بدل گیا اور وہ بڑے اخلاق کے ساتھ پیش آئے، نماز مغرب کے بعد مجھے اور قدوائی صاحب کو جیپ میں بٹھا کر مغربی حصے میں واقع سی آئی اے کے دفتر میں لایا گیا، جہاں ہمارا نہایت فحش اور غلیظ گالیوں سے استقبال ہوا، قدوائی صاحب کو مجھ سے علیحدہ کردیا گیا اور مجھے اوپر کے حصے میں لے جا کر ایک چھوٹی سی حوالات میں بند کردیا گیا جس میں پانی کا کوئی انتظام نہیں تھا، رات کو مجھے کھانا بھی نہیں دیا گیا اور میں بھوکا ہی سو گیا۔

حوالات کے قریب کوئی سپاہی نہیں تھا جس سے پانی مانگا جا سکے، چنانچہ اگلے روز فجر میں نے تیمم کر کے ادا کی، نماز کے بعد میں نے قدوائی صاحب کی آواز سنی جس سے اندازہ ہوا کہ وہ نچلے حصے کی حوالات میں ہیں، تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص ایک کپ چائے اور ایک چھوٹی سی روٹی رکھ کر چلا گیا، میں نے اسے غنیمت جان کر ناشتہ کیا، دس گیارہ بجے کے قریب سی آئی اے کا ایک افسر آیا اور مجھے حوالات سے نکال کر اپنے دفتر میں لے آیا، چھوٹے قد کے اس افسر کا نام غالباً چوہدری اصغر تھا، اس نے مولانا عبدالستار خاں نیازی کے متعلق پوچھ گچھ شروع کی، میں نے لاعلمی کا اظہار کیا، درحقیقت مجھے اس وقت مولانا کے متعلق کچھ علم نہ تھا کہ وہ کہاں ہیں، جب میں کچھ نہ بتا سکا تو اس نے مغلظات سنانا شروع کر دیں، کچھ دیر تو میں خاموشی سے

سنتا رہا لیکن پھر مجھ سے نہ رہا گیا اور میں نے اس سے کہا وہ میرے بزرگوں کے متعلق ایسے الفاظ استعمال نہ کرے ورنہ نتیجہ اچھا نہ ہوگا، یہ بات سننے کے بعد وہ بکتا ہوا چلا گیا اور مجھے ایک دوسری حوالات میں تنہا بند کردیا گیا، شام کے وقت سی آئی اے کا ایک اور افسر آیا اور اس نے دفتر میں لے جا کر قدرے نرمی سے تحریک کے متعلق سوالات پوچھے جس کے میں نے مناسب جوابات دیئے، پوچھ گچھ کا یہ سلسلہ تقریباً ۱۵ر

مارچ تک جاری رہا، اس دوران مجھے قید تنہائی میں ہی رکھا گیا، دوپہر اور شام کو دال روٹی دی جاتی، ایک روز مجھے جب حوالات میں بند کرنے کے لئے لے جایا گیا تو متصل حوالات میں مفتی محمد حسین نعیمی نظر آئے، ہم دور سے ہی ایک دوسرے کو سلام کر سکے اس سے زیادہ کی اجازت نہ تھی، مجھے بعد میں علم ہوا کہ گرفتاری کے اگلے روز ہمارے مکان پر چھاپہ مارا گیا، اس زمانے میں جمعیت علمائے پاکستان کا مرکزی دفتر ہمارے گھر میں ہی تھا، مرزائیوں کے خلاف سارا لٹریچر، جمعیت کی فائلیں، لاؤڈ اسپیکر، سائیکلو سٹائل مشین اور کئی دوسری چیزیں پولیس نے قبضہ میں لے لیں، اس وقت مکان پر مستورات کے علاوہ اور کوئی نہ تھا، مستورات کو پردے میں کرا دیا گیا، اور دفتری سامان کے ساتھ ساتھ گھریلو سامان کی بھی تلاشی لی گئی۔

۱۵/مارچ سے ۲۵/مارچ تک معمول یہ رہا کہ دن کے وقت مجھے قید تنہائی میں رکھا جاتا اور رات کو تقریباً دس گیارہ بجے تیز روشنی میں بٹھا کر نہایت بدتمیزی سے سوالات کئے جاتے، اس کے بعد مجھے پریشان کرنے کے لئے ایک نیا طریقہ اختیار کیا گیا، حوالات کی پچھلی طرف ایک کھائی تھی اس میں فائر کئے جاتے اور پھر ایک افسر سپاہیوں سے پوچھتا آج کتنے اُتارے؟ سپاہی جواب میں چار یا چھ کہتا اور پھر مجھے کہا جاتا اب آپ کی باری بھی آنے والی ہے، پھر پوچھ گچھ کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ مجھے ہتھکڑی لگا کر ایک تہہ خانے میں لے جایا جاتا اور وہاں اوٹ پٹانگ سوالات کر کے پریشان کرنے کی کوشش کی جاتی، اسی دوران ایک بڑا عجیب واقعہ پیش آیا، ایک روز مجھے تہہ خانے میں اُتارا جا رہا تھا، جب تین چار سیڑھیاں باقی رہ گئیں تو میں نے دیکھا کہ تقریباً ڈیڑھ گز لمبا سانپ پھن پھیلائے فرش پر پڑا ہے، میرے ساتھ آنے والے افسر نے مجھے دھمکی دی کہ اگر میں نے معافی نہ مانگی تو مجھے اس سانپ کے اُوپر ڈال دیا جائے گا، میں نے اپنے حوصلے کو قائم رکھا اور معافی مانگنے سے صاف انکار کر دیا، اس نے مجھے دھکا دینے کی کوشش کی تو میں نے اس کا ہاتھ مظبوطی سے تھام لیا، چنانچہ اتفاق یہ ہوا کہ وہ اپنے ہی زور سے نیچے کی طرف لڑھک گیا اور پھر بدحواسی کے عالم میں اوپر کی طرف بھاگا، میرے ہاتھوں میں ہتھکڑی

لگی ہوئی تھی، جب مجھے حوالات میں بند کرنے کے لئے پولیس کی بارک کے سامنے سے گزارا گیا تو میں نے دیکھا کہ وہ سب مجھے حیرت سے دیکھ رہے تھے، میں نے اپنے دونوں ہاتھ اُوپر اُٹھائے اور پھر ہتھکڑی کو چوم کر آنکھوں سے لگالیا، میرے ساتھ چلنے والے سپاہیوں نے اس کی وجہ پوچھی تو میں نے انہیں کہا خدا کا شکر ہے کہ میں نے یہ ہتھکڑیاں کسی اخلاقی جرم کی پاداش میں نہیں پہنیں اور مجھے فخر ہے کہ میں نے آج اللہ کے پیارے حبیب شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس اور عظمت کے تحفظ کی خاطر یہ زیور پہنا ہے، یہ سن کر وہ سپاہی خاصے متاثر ہوئے اور انہوں نے کہا دل تو ہمارے آپ کے ساتھ ہیں لیکن ہم کر کچھ نہیں سکتے، ملازمت کا معاملہ ہے، میں نے ان سے کہا یزیدی فوج بھی یہی کہتی تھی اگر تم مجھے حق پر سمجھتے ہو تو اسوہ حر رضی اللہ عنہ پر عمل کرو، یہ سن کر وہ شرمندہ ہو گئے۔

۳۰ر مارچ کو حوالات میں سو رہا تھا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ مغرب کی جانب سے ایک کوا اڑتا ہوا آرہا ہے اور اس کے منہ میں ایک چھوٹا سا سانپ ہے، یہ کوا اُڑتا ہوا دوسری سمت چلا گیا، جب میں بیدار ہوا تو اس خواب کا اثر ذہن پر موجود تھا، میں اس خواب کی تعبیر سوچنے لگا، چند لمحے بعد ماشکی گھڑے میں پانی ڈالنے کے لئے آیا تو اس نے بتایا کہ خواجہ ناظم الدین کی وزارت ختم ہو گئی ہے، یکم اپریل کو ایک افسر نے آکر مجھ سے کہا کہ آپ کے والد نے معافی مانگ لی ہے اور وہ گھر واپس آگئے ہیں، لہذا آپ بھی معافی مانگ لیں، میں اس کی چال فوراً سمجھ گیا اور میں نے کہا میں ایک بہادر اور غیور باپ کا بیٹا ہوں، آپ غلط بیانی کر رہے ہیں میرا والد ہرگز معافی نہیں مانگ سکتا، میرا جواب سن کر وہ ناکام واپس چلا گیا۔

۲ر اپریل سے اذیت کا سلسلہ اور بڑھا دیا گیا، رات دن مجھے قلعے کے مختلف حصوں میں تبدیل کر دیا جاتا، رات کو جگایا جاتا اور تیز روشنی میں بٹھا کر ایک افسر سوال کرتا، ابھی میں اس کا جواب دینے نہ پاتا تھا کہ دوسرا سوال کر دیا جاتا، حوالات کے دروازے پر رائفل بردار فوجی ہر وقت موجود رہتے تھے، اگر میں ان سے کوئی بات کرنے کی کوشش کرتا تو وہ گردن ہلا کر معذرت کا اظہار کر دیتے تھے، ماشکی گھڑے میں پانی لا کر ڈالتا اور خاموشی سے واپس چلا جاتا، گویا وہ ماحول صم بکم فھم لا یرجعون کا سا تھا، لیکن حوصلہ

اور ہمت اس لئے بلند تھی کہ تاجدارِ ختم نبوت کی ناموس کا معاملہ تھا، ایک روز میرے اصرار پر ایک پہرے دار فوجی نے بتایا کہ انہیں سختی سے آرڈر ہے کہ میری نقل و حرکت کی نگرانی کی جائے اور میرے ساتھ کوئی بات نہ کی جائے، اس نے بتایا کہ اگر کسی افسر نے اسے میرے ساتھ باتیں کرتے دیکھ لیا تو اس کا کورٹ مارشل ہو جائے گا۔

۷ راپریل کی شب مجھے قلعے کے اندر ایک بڑی حوالات میں لے جایا گیا، یہاں مختلف علاقوں کے رضا کار موجود تھے، یہاں پہنچ کر یہ انکشاف ہوا کہ مسجد وزیر خاں میں جو شیلے نعرے لگانے اور سائے کی طرح ہر وقت ہمارے ساتھ رہنے والے رضا کار دراصل سی آئی ڈی کے ملازم تھے، سی آئی ڈی کے کچھ ملازم اس حوالات میں بھی ہماری جاسوسی کے لئے موجود تھے، رضا کاروں کے اس اجتماع میں کئی شنا سا چہرے بھی تھے، لاہور کے علاوہ راولپنڈی اور کراچی کے وہ کارکن بھی موجود تھے جنہوں نے تحریک میں سرگرم حصہ لیا تھا، یونس پہلوان اور ان کے ساتھیوں سے بھی یہیں ملاقات ہوئی، ایک مدت کے بعد کارکنوں سے گفتگو کرنے کا موقع نصیب ہوا تھا، چنانچہ ہم سب رات تین بجے تک تحریک کے مختلف پہلوؤں پر بات چیت کرتے رہے، سی آئی ڈی کے ملازم پوری توجہ سے ہماری گفتگو سنتے رہے، لیکن اب چونکہ ان کے چہرے بے نقاب ہو چکے تھے اس لئے ہم نے بڑے محتاط انداز میں باتیں کیں، پھر اچانک ایک پولیس انسپکٹر آیا اور اس نے میرا نام پکارا، پھر اس نے یونس پہلوان اور بلال گنج کے کارکن غلام نبی کا نام بھی پکارا اور کہنے لگا کہ مزنگ میں ایک قتل ہوا ہے اور اس میں آپ تینوں کا نام بھی آرہا ہے، لہذا آپ ہمارے ساتھ چلیں اور اپنی صفائی پیش کریں، ہمیں یہ بات سن کر بہت حیرانی ہوئی اور ہم نے اسے جواباً کہا کہ ہم نو مارچ سے قلعے میں بند ہیں اور باہر کرفیو لگا ہے، قتل کرنے کے لئے ہم کیسے چلے گئے، ہم نے پولیس افسر پر واضح کر دیا کہ ہم رات کے وقت کہیں جانے کو تیار نہیں ہیں اور اگر اس نے کوئی انکواری کرنی ہے تو صبح آئے، ہمارا جواب سن کر اس نے کہا کہ وہ اپنے افسران بالا کو بتادے گا اور اگر انہوں نے اسی وقت بلایا تو پھر ہمیں بلا حیل و حجت چلنا ہوگا، یہ کہہ کر

وہ چلا گیا اور پھر واپس نہیں آیا۔

۸؍اپریل کو عصر کے بعد ڈی ایس پی، سی آئی اے نے مجھے اپنے دفتر میں بلایا اور کاغذ اور قلم میرے سامنے رکھ دیا اور مجھے کہا کہ میں جو کچھ بھی چاہتا ہوں کاغذ پر لکھ دوں، میں نے اس سے پوچھا کہ اس کی ضرورت کیوں پیش آ گئی، تو اس نے جواب میں مغلظات سنانا شروع کر دیں، میں یہ گالیاں برداشت نہ کر سکا اور میں نے اسے کہا آپ میرے ساتھ جو سلوک چاہیں کریں لیکن میرے بزرگوں کو گالی نہ دیں ورنہ آپ کو اس بڑی سخت سزا ملے گی کیوں کہ میرے بزرگوں کا تعلق اہل بیت سے ہے، یہ باتیں سن کر وہ مرعوب سا ہو گیا، اس کے بعد فائرنگ کی آواز آئی اور پھر دو سپاہی دفتر میں داخل ہوئے، ڈی ایس پی نے ان سے پوچھا آج کتنے اُتارے؟ انہوں نے جواب دیا ''دو'' سپاہی واپس چلے گئے اور پھر فائرنگ کی آواز آنے لگی، ڈی ایس پی نے فون اُٹھایا اور پھر وہی سوال دہرایا اب کتنے اُتارے؟ اور پھر اس نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا اب مزید چار افراد کو گولی مار دی گئی ہے، حکومت کے باغیوں کا یہی حشر ہوتا ہے، اور پھر اس نے بڑی لجاجت سے کہا آپ تو شریف آدمی ہیں اس کاغذ پر معافی نامہ لکھ دیجئے ہم آپ کو ابھی رہا کروا دیں گے، میں نے اسے جواب دیا کہ جو حکومت ختم نبوت کی منکر ہو اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی باغی ہو میں اس سے ہرگز معافی نہیں مانگ سکتا، میرا جواب سن کر اس نے کہا میں اپنے یہی الفاظ کاغذ پر لکھ دوں، چنانچہ میں نے یہ الفاظ کاغذ پر لکھ دیئے، ڈی ایس پی نے یہ عبارت پڑھی تو غصے سے پاگل ہو گیا، اس نے قلم زور سے زمین پر مارا اور کاغذ پھاڑ دیا پھر مجھے مارنے کے لئے کرسی سے اُچھلا، میں بھی اُٹھ کھڑا ہوا اور جلدی میں کرسی کا تکیہ ہی پکڑ سکا، لیکن اس پر اللہ کے فضل سے ایسا رعب طاری ہوا کہ وہ مجھے کچھ کہے بغیر دفتر سے باہر چلا گیا، پھر ایک سپاہی آیا اور اس نے مجھے قلعے کے دروازے کے پاس حوالات میں لے جا کر بند کر دیا، اس روز دوپہر کو مجھے نہ تو کھانا دیا گیا اور نہ ہی پانی مل سکا ظہر اور عصر کی نماز میں نے تیمم سے ادا کی، مغرب کے وقت مجھے وضو کے لئے پانی دے دیا گیا اور پھر مجھے کھانا بھی دیا گیا جس میں خلاف معمول پھل بھی تھے، تقریباً نو بجے مجھے ہتھکڑی لگا کر ایک بڑے

کمرے میں لایا گیا، یہاں میری ہتھکڑی کھول دی گئی اور پھر مجھے سیدھا کھڑا رہنے کا حکم دیا گیا تھوڑی دیر کے بعد ایک سپاہی نے میرے بازو پکڑ کر اوپر کر دیئے اور ٹانگیں چوڑی کرنے کو کہا، اسی عالم میں دو تین گھنٹے گزر گئے پھر وہ سپاہی چلا گیا اور اس کی جگہ دوسرا آ گیا، اسی طرح تین تین

گھنٹے کے بعد ڈیوٹیاں بدلتی رہیں، جونہی میں ہاتھ ذرا نیچے کرتا ڈیوٹی پر موجود سپاہی فوراً میرا بازو پکڑ کر ہاتھ اوپر کر دیتا، یہ اذیت ناک سلسلہ ساری رات جاری رہا، فجر سے دو گھنٹے قبل میرے پیٹ اور سینے میں شدید درد اُٹھا اور میں کراہنے لگا، لیکن ان لوگوں پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا، پھر میں نے تہجد کے نفل ادا کرنے کی اجازت مانگی، لیکن اس سے بھی انکار کر دیا گیا، درد سے نجات حاصل کرنے کے لئے میں نے دُرود شریف کا ورد شروع کر دیا، چند ہی لمحے بعد کافی افاقہ ہو گیا، نماز فجر ادا کرنے کی اجازت بھی مجھے نہ مل سکی، رات کے نو بجے سے صبح گیارہ بجے تک یہی عالم رہا، طبیعت نہایت مضمحل تھی اور تھکاوٹ سے بدن چور چور ہو رہا تھا، میں نے سیدی سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استغاثہ کیا اور یہ اشعار پڑھنے شروع کئے:

غوثِ اعظم بمن بے سرو ساماں مددے
قبلۂ دیں مددے کعبۂ ایماں مددے

اتنے میں ایک پولیس افسر آیا اور مجھے ہتھکڑی لگا کر حوالات میں لے گیا، یہاں ایک سپاہی کی ڈیوٹی لگا دی گئی کہ وہ مجھے سونے نہ دے، پانی کا گھڑا تو لا کر رکھ دیا گیا مگر کھانا نہ ملا، نماز ظہر کے بعد میں نے داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس کی طرف رخ کیا اور اس شعر کا ورد شروع کر دیا:

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما

عصر کے بعد وہ سپاہی چلا گیا اور میری آنکھ لگ گئی، خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بہت بڑا کمرہ ہے جس میں سبز رنگ کی روشنی ہے، اس کمرے کی سیڑھیاں ہیں جس پر والد محترم حضرت علامہ ابو

الحسنات (جو اس وقت سکھر جیل میں تھے) کھڑے ہیں، مجھے دیکھ انہوں نے سینے سے لگالیا، میں نے ان سے پوچھا آپ کا کیا حال ہے؟ تو انہوں نے جوابا! فرمایا مجھے بھی انہوں نے رات بھر کھڑا رکھا ہے، اس گفتگو کے بعد میں اُن سیڑھیوں سے نیچے کمرے میں اترا تو میں نے دیکھا کہ شمالی جانب ایک دروازہ ہے جو کہ کھلا ہوا ہے، میں اس کمرے میں دوزانو بیٹھ گیا اتنے میں ایک بزرگ سپید نورانی چہرہ، کشادہ پیشانی، درمیانہ قد، سفید داڑھی، کھلی آستینوں کا سبز کرتہ زیب تن کئے میری طرف تشریف لائے اور پیچھے سے ایک آواز آئی ''سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ تشریف لارہے ہیں'' میں نے دست بستہ حضرت سے عرض کی، حضور ان کتوں نے بہت تنگ کر رکھا ہے، سرکار غوث اعظم نے میری داہنی طرف پشت پر تھپکی دی اور فرمایا شاباش بیٹا گھبراؤ نہیں، سب ٹھیک ہو جائے گا، میں نے دوبارہ عرض کی حضور! انہوں نے بہت پریشان کر رکھا ہے، رُخ انور پر مسلسل شگفتگی تھی فرمایا کچھ نہیں، سب ٹھیک ہے اور یہ کہہ کر آپ واپس تشریف لے گئے، اس واقعہ کے بعد میرا حوصلہ بہت بلند ہو گیا ورنہ اس رات کی اذیت سے ممکن تھا کہ میں ڈگمگا جاتا، لیکن سرکار غوث پاک کے روحانی کرم نے مجھے ذہنی اور قلبی سکون سے مالا مال کر دیا، مغرب کے بعد مجھے کھانا

دیا گیا اور پھر رات کو کسی نے مجھے پریشان نہیں کیا، دوسرے روز اعلیٰ فوجی افسر راؤنڈ کرتے ہوئے آئے اور انہوں نے مجھ سے پوچھا کوئی تکلیف تو نہیں ہے؟ میں نے انہیں تمام واقعات بتائے، اور انہوں نے میرے سامنے متعلقہ پولیس افسران کی سرزنش کی اور کچھ ہدایات جاری کیں، پھر مجھے ایک دوسری حوالات میں منتقل کر دیا گیا جو قدرے بہتر تھی، وہاں میں نے مولانا عبدالستار خاں نیازی کی آواز سنی مولانا تلاوت کلام پاک فرمارہے تھے، اور میں نے اندازہ لگایا کہ وہ کسی قریبی حوالات میں ہیں، دوپہر کے وقت مجھے ایک بارک میں منتقل کر دیا گیا جہاں سے بالکل سامنے مولانا عبدالستار خاں نیازی تھے، مولانا نیازی نے اشارے سے سلام کیا اور خیریت پوچھی، فاصلہ چونکہ خاصا تھا اس لئے مزید کوئی بات نہ ہو سکی، پھر سی آئی اے کے ایک افسر اعجاز حسین (جو کہ میرے واقف کار تھے اور چوک نواب صاحب میں

رہتے تھے) میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھے ایک چادر اور کچھ کپڑے دیئے، انہوں نے بتایا کہ یہ کپڑے میرے تایا حافظ غلام احمد نے بھیجے ہیں، اس سے پہلے میرے کپڑے بہت زیادہ پھٹ چکے تھے اور بنیان میں جوئیں پڑ گئی تھیں، میں نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ کے تایا حافظ صاحب سے ملاقات ہو سکتی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ کپڑے بھی وہ اپنی ذمہ داری پر لے آئے ہیں ورنہ اس کی بھی اجازت نہیں ہے، مغرب کے بعد میں بیٹھا ہوا تھا کہ معاً دل میں خیال آیا کہ یہاں خشک روٹی اور چنے کی دال کے سوا کچھ نہیں مل رہا اگر اپنے گھر میں ہوتے تو حسب منشا کھانا کھاتے، لیکن دوسرے ہی لمحے ضمیر نے ملامت کی اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی قربانیوں کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آ گیا، میں نے سربسجود ہو کر توبہ کی اور اس وسوسے کا ازالہ چاہا، لیکن خدا کی قدرت دیکھئے کہ چند لمحے بعد اندھیرے میں ایک ہاتھ آگے بڑھا اور آواز آئی شاہ جی! یہ لو، اور پھر ایک لفافہ مجھے دیا گیا جس میں کچھ پھل اور مٹھائی تھی، میں حیران رہ گیا کہ اتنے سخت پہروں کے باوجود یہ سب کچھ مجھ تک کیسے پہنچ گیا، لیکن میرے دل کو یہ یقین ہو گیا کہ یہ غیبی دعوت قاسم عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں ملی ہے، وہ پھل اور مٹھائی تین روز تک میں استعمال کرتا رہا۔

دس اپریل کو تقریباً گیارہ بجے مجھے چارج شیٹ دی گئی، میرے خلاف ۲۹ مختلف دفعات کے تحت مقدمات قائم کئے گئے تھے، ان میں قتل و غارت اور فوج میں بدامنی پیدا کرنے کے مقدمات بھی شامل تھے، دوپہر ایک بجے کے قریب مجھے ہتھکڑی لگا کر ایک بند گاڑی میں بٹھایا گیا اور بوسٹل جیل کے قریب ایک فوجی عدالت میں پیش کیا گیا، فوجی عدالت میں کیپٹن شفیق نے پولیس افسر سے پوچھا کہ ہتھکڑی کیوں لگائی گئی ہے؟ پولیس افسر نے کچھ وضاحت کرنے کی کوشش کی، لیکن اس نے حکم دیا کہ ہتھکڑی کھول دی جائے، چنانچہ عدالت ہی میں میری ہتھکڑی کھول دی گئی اور پھر مختصر سی عدالتی کاروائی کے بعد مجھے سنٹرل جیل (شادمان کالونی) پہنچا دیا گیا۔

سنٹرل جیل میں پہنچا تو وہاں ایک میلے کا سا سماں تھا، بارکوں کے باہر ہزاروں افراد کا اجتماع تھا،

بارکوں میں جگہ ختم ہو جانے کے باعث خاردار تار لگا کر شمع رسالت کے پروانوں کو حراست میں رکھا گیا تھا، جیل کے مختلف حصوں میں عجیب کیف

وسرور کی محفلیں برپا تھیں، کہیں نعت خوانی ہو رہی ہے تو کہیں ختم نبوت کے موضوع پر تقاریر، کہیں درودوسلام پڑھا جارہا ہے تو کہیں ذکرواذکار کا غلغلہ ہے، غرض ایک عجیب منظر دیکھنے میں آیا۔

مجھے سی کلاس کی ایک بیرک میں اخلاقی مجرموں کے ساتھ رکھا گیا، دوسرے روز میں نے دیکھا کہ جیل کے گیٹ سے قطار کی صورت میں کچھ لوگ آرہے ہیں، جنہوں نے کندھوں پر بستر اُٹھا رکھے تھے، میں آگے بڑھا تو دیکھا کہ ان میں میاں طفیل محمد، مولانا کوثر نیازی، مولانا امین احسن اصلاحی، نصر اللہ خاں عزیز، نقی علی اور جماعت اسلامی کے بہت سے کارکن ہیں، ان حضرات سے علیک سلیک ہوئی اور میں نے پوچھا حضرت! آپ کیسے تشریف لائے، جماعت اسلامی کے ایک سرکردہ رہنما نے جواب دیا، ہم تو گھروں میں بیٹھے ہوئے تھے، ہمیں پکڑ کر لے آئے ہیں، میں نے کہا آپ کا جرم کیا ہے (یعنی کس جرم میں آپ کو پکڑ کر لائے ہیں؟) وہ بولے جرم کا خود ہمیں بھی علم نہیں ......، ان حضرات کو بھی مختلف بارکوں میں جگہ دی گئی۔

جیل کے اندر ہی کچھ فوجی عدالتیں قائم کی گئی تھیں اور جو لوگ یہ تحریر لکھ دیتے تھے کہ ان کا تحریک کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، ان کی رہائی فوراً عمل میں آجاتی تھی، باوجودیکہ کافی لوگ اس طرح رہا ہونے میں کامیاب ہو گئے لیکن جیل کی رونق اور ہماہمی میں کوئی خاص فرق نہ آیا تھا، تیسرے روز مولانا عبدالستار خاں نیازی کو بھی قلعے سے سنٹرل جیل میں منتقل کر دیا گیا، مولانا مودودی کو بھی گرفتار کر کے جیل پہنچا دیا گیا، ان دونوں حضرات کو اے کلاس دے دی گئی اور ملاقات پر پابندی عائد کر دی گئی، میرے ساتھ سی کلاس میں اندرون دہلی دروازہ چنگڑ گلی کے نتھا پہلوان اور یکی دروازہ کے چند نامی گرامی غنڈوں کو رکھا گیا تھا، ایک روز مجھے جیل میں علم ہوا کہ میرے چچازاد بھائی علامہ سید محمود احمد رضوی (جو کہ بعد میں مجلس عمل تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے مرکزی جنرل سیکرٹری بنے) کو بھی گرفتار کر کے جیل میں لایا گیا ہے،

میں نے مہر محمد حیات ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل سے مطالبہ کیا کہ انہیں میرے ساتھ رکھا جائے، انہوں نے فوراً یہ مطالبہ تسلیم کرلیا، محمود رضوی صاحب مجھے دیکھتے ہی بغلگیر ہو گئے اور میں نے ان کی خیریت دریافت کی، معلوم ہوا کہ پھیپھڑوں کے مرض مبتلا ہیں، انہوں نے مجھے بتایا کہ سائیکلوسٹائل کے ذریعے جو ہدایات پورے شہر میں پہنچائی جاتی تھیں وہ ان کے قلم سے ہی لکھی جاتی تھیں اوران کی گرفتاری اسی بنا پر عمل میں آئی ہے، محمود صاحب سے تحریک کی صورت حال اور گھر کی خیریت کا علم ہوا، ہمیں بم کیس کی بارکوں میں رکھا گیا تھا، ہماری قریبی بارکوں میں مولانا غلام محمد ترنم صدر جمعیۃ علمائے پاکستان (مغربی پاکستان) بھی تھے، اوران سے اکثر ملاقات ہوتی رہتی تھی، انہی بارکوں میں ایک نو سالہ بچہ خالد بھی تھا جس کے خلاف بغاوت، ڈاکہ اور آتش زنی وغیرہ سنگین نوعیت کے مقدمات بنائے گئے تھے، آٹھ روز بعد فوجی عدالت نے اسے رہا کردیا۔

مجھے ابھی تک اپنے والدمحترم کے بارے میں کوئی اطلاع نہ مل سکی تھی کہ وہ کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں، اور نہ ہی میرے متعلق انہیں کوئی علم تھا، البتہ مجھے بعد میں پتہ چلا کہ کراچی جیل میں انہیں میرے قتل کی اطلاع دی گئی تھی، اور سید عطاء اللہ

شاہ بخاری اور سید مظفر علی شمسی کا بیان ہے کہ چند روز تک تو ہم نے یہ خبر علامہ ابوالحسنات سے چھپائے رکھی اور پھر آخر کار ایک روز ہم نے انہیں بتا ہی دیا کہ آپ کے صاحبزادے کو موت کی نیند سلادیا گیا ہے، علامہ ابوالحسنات یہ سنتے ہی سجدے میں گر گئے اور انہوں نے فرمایا میرے آقا گنبد خضراء کے مکیں صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے اکلوتے بیٹے خلیل کی قربانی قبول ہے تو میں بارگاہِ ربی میں سجدۂ شکر ادا کرتا ہوں ،ناموس رسالت پر ایک خلیل تو کیا میرے ہزاروں فرزند بھی ہوں تو اسوۂ شبیری پر عمل کرتے ہوئے سب کو قربان کردوں، اس کے بعد انہوں نے قرآن پاک کی تفسیر کا آغاز کردیا، بعد میں والد صاحب کو سکھر جیل منتقل کردیا گیا تھا، اور خود ان کا بیان ہے کہ جیل میں جب بھی مجھے تمہاری یاد آئی تو میں قرآن پاک کی تفسیر شروع کردیا کرتا تھا اوراس سے دل کو تسکین ہوجاتی تھی، چنانچہ جیل میں انہوں نے نصف قرآن کی

تفسیر مکمل کی اور باقی رہائی کے بعد تحریر فرمائی۔

چارج شیٹ میں فردوس شاہ ڈی ایس پی کے قتل کا الزام مجھ پر اور مولانا عبدالستار خاں نیازی پر عائد کیا گیا تھا، اور اس کی تفصیل یہ بتائی گئی تھی کہ مسجد وزیر خاں میں مولانا عبدالستار خاں نیازی جلسۂ عام سے خطاب کر رہے تھے اور صدارت میں کر رہا تھا، فردوس شاہ ڈی ایس پی پولیس کے سپاہیوں کے ساتھ مسجد میں داخل ہوا ہی تھا کہ مولانا نیازی نے کہا ان کتوں کو مسجد سے نکالو، میں نے صدارت کی کرسی سے کہا جانے نہ پائیں، یہیں ختم کر دو، یہ سن کر نتھا پہلوان اور تقریباً نو دیگر افراد فردوس شاہ پر پل پڑے اور اسے وہیں قتل کر دیا، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت مسجد میں نہ تو کوئی جلسہ ہو رہا تھا اور نہ تقریر، بلکہ ایک جلوس چوہٹہ بستی بھگت سے نکلا، فردوس شاہ ایک سپاہی کے تحفظ کے لئے آ رہا تھا کہ قتل کر دیا گیا۔

میرے خلاف مقدمہ قتل ایک فوجی عدالت میں چلایا گیا جو کہ سنٹرل جیل اور بوسٹل جیل کے درمیان لگائی گئی تھی، یہ مقدمہ تقریباً ۱۹ روز تک فوجی عدالت میں زیر سماعت رہا، حکومت کی طرف سے جو گواہ پیش ہوئے تھے وہ جرح کے دوران پسینے سے شرابور ہو جاتے اور ان کا جسم تھر تھر کانپنے لگتا، مولانا عبدالستار خاں نیازی اور میری طرف سے چودھری نذیر احمد (سابق اٹارنی جنرل) میاں غیاث الدین، رفیق احمد باجوہ، چوہدری کلیم الدین اور چند دیگر وکلاء فوجی عدالت میں پیش ہوئے، چوہدری نذیر احمد جب گواہوں پر جرح کرتے تو گواہوں کی حالت دیدنی ہوتی تھی، ایک گواہ نے اپنے بیان میں کہا کہ فردوس شاہ کی لاش مسجد وزیر خاں کے دروازے پر پڑی تھی اور میں اس کو اٹھا کر چوک وزیر خاں میں لے آیا اور پھر میں نے پولیس کو اطلاع دے دی، اس نے ایک شیشی میں جائے وقوعہ سے لی گئی خون آلود مٹی بھی عدالت میں پیش کی، فوجی عدالت نے جو کہ ایک بریگیڈیر اور دو کرنلوں پر مشتمل تھی، مجھ سے مسجد وزیر خاں میں جمعہ کا وقت پوچھا جو میں نے بتا دیا اور پھر عدالت نے کہا کہ وہ خود اگلے روز دس بجے صبح جائے وقوعہ کا معائنہ کرے گی۔

چنانچہ اگلے روز مولانا عبدالستار خاں نیازی اور میں، فوجی عدالت اور چند دیگر افراد کے ہمراہ

مسجد وزیر خاں میں آئے، ہمیں دیکھ کر مکانوں کی چھتوں اور مکانوں سے محبان تاجدار ختم نبوت نعرے لگانے لگے اور فوجی عدالت نے اپنی

آنکھوں سے ملت اسلامیہ کے جذبات کا مشاہدہ کیا، جب عدالت جائے وقوعہ پر پہنچی تو وہاں پر گواہ کے بیان کے بالکل برعکس مٹی کے بجائے سنگ سرخ کی سیڑھیاں تھیں، ۱۹ روز کی عدالتی کاروائی کے بعد عدالت نے ہمیں مقدمہ قتل سے بری کردیا۔

بری ہونے کے بعد ہم جیل سے سامان لینے کے لئے گئے تو ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل نے مجھے اور مولانا نیازی کو کہا کہ آپ جلدی سے گھر ہو آئیں کیوں کہ دوبارہ گرفتاری کا خدشہ ہے، چنانچہ ہم سامان لئے بغیر ہی جیل سے چلے آئے، گھر پہنچ کر میں نے غسل کیا اور کپڑے تبدیل کئے اور پھر حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر پہنچ کر حاضری دی، واپسی پر دربار شریف کے باہر لوگوں نے گھیر لیا اور پھولوں کے ہار پہنائے، یہاں کئی دوستوں سے بھی ملاقات ہوگئی، مارشل لاء کی پابندیاں اگرچہ کافی نرم ہوچکی تھیں لیکن مارشل لاء کے اثرات ابھی بہت زیادہ باقی تھے، چوراہوں پر فوجیوں نے ریت کی بوریوں سے مورچے بنائے ہوئے تھے، میں دربار شریف سے گھر جانے کے لئے تانگے پر بیٹھا، ابھی تانگہ لوہاری گیٹ تک ہی پہنچا تھا کہ پیچھے سے ایک فوجی جیپ آئی اس نے ہارن دیا اور رکنے کا اشارہ کیا، ایک فوجی افسر نے میرے قریب آکر وارنٹ دکھائے اور کہا تشریف لے آیئے آپ کو دوبارہ گرفتار کیا جارہا ہے، مجھے چند گھنٹے تھانہ ٹکی گیٹ میں رکھنے کے بعد شاہی قلعے میں پہنچادیا گیا، اسی روز لوہاری دروازے کے کچھ افراد گرفتار ہوکر آئے تھے اور ان کے پاس گھر کا کھانا بھی موجود تھا، چنانچہ ان کے ساتھ میں نے بھی کھانا کھایا، ایک رات قلعے میں گزارنے کے بعد اگلے روز مجھے سنٹرل جیل پہنچادیا گیا، مولانا محمود احمد رضوی صاحب کو جیل سے ہسپتال کے ٹی بی وارڈ میں منتقل کردیا گیا تھا اور ملاقات پر پابندی لگا دی گئی تھی، پھر تقریباً ایک ماہ تک فوجی عدالت میں ۷ مارچ کو مسجد وزیر خاں میں ہونے والی میری تقریر کے خلاف مقدمہ زیر سماعت رہا، اس مقدمہ میں بھی میری پیروی ان وکلاء صاحبان نے ہی کی جو کہ

مقدمہ قتل میں پیش ہوئے تھے، اگرچہ سرکاری گواہیاں جرح کے دوران ساقط ہو چکی تھیں لیکن مجھے سات سال قید بامشقت کی سزا سنائی دی گئی اور مجھے جیل میں قیدیوں کا لباس پہنا دیا گیا، پہلے بان اور چرخے کی مشقت دی گئی، اسی دوران مولانا عبدالستار خاں نیازی (جنہیں دوبارہ گرفتار کرلیا گیا تھا) اور مولانا مودودی کو سزائے موت کا حکم سنا دیا گیا، مولانا عبدالستار خاں نیازی کو جس وقت سزائے موت سنائی گئی میں فوجی عدالت میں موجود تھا، انہوں نے سزائے موت کا فیصلہ سننے کے بعد گرج کر کہا! بس...اس سے بھی زیادہ کوئی سزا آپ کے پاس ہے تو دے دیجئے، میں ناموس مصطفےٰ کی خاطر سب کچھ برداشت کرنے کو تیار ہوں، مولانا نیازی نے اس موقع پر کچھ اشعار بھی پڑھے، ان کا چہرہ تمتما رہا تھا اور یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے سزائے موت کا فیصلہ سن کر انہیں ذرہ بھر افسوس بھی نہیں ہوا۔

مجھے سات سال قید بامشقت کی سزا ہوئے تقریباً ایک ہفتہ ہی گزرا تھا کہ فوجی عدالت نے مقدمہ بغاوت کی سماعت شروع کر دی اور سرسری کاروائی کے بعد مجھے سزائے موت کا فیصلہ سنا دیا گیا، فوجی عدالت کے سربراہ نے فیصلہ پڑھا "ملزم کو گلے سے اس وقت تک پھانسی پر لٹکایا جائے جب تک کہ وہ مر نہ جائے"، سزائے موت کا فیصلہ سننے کے بعد ایک لمحے کے لئے تو آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھا گیا لیکن معاً بعد آیت کریمہ بل احیاء ولکن لا تشعرون زبان پر آ گئی اور پھر حوصلے کا یہ عالم تھا کہ جام شہادت نوش کرنے کے لئے طبیعت مچلنے لگی اور جنت کے لہلہاتے ہوئے باغات آنکھوں میں گھومنے لگے، مجھے سزائے موت کے قیدیوں کے لئے مخصوص "پکی کوٹھی" میں لا کر بند کر دیا، میں اپنے بخت رسا پر ناز کرنے لگا کہ مقام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کی خاطر جان کی قربانی پیش کرنے کی سعادت حاصل ہونے والی ہے۔

تین روز کے بعد مجھے دوبارہ فوجی عدالت کے سامنے پیش کیا گیا اور اس نے میری سزائے موت چودہ سال قید میں تبدیل کر دی حالانکہ میں نے سزا میں تخفیف کے لئے کوئی اپیل نہ کی تھی، بعد میں مجھے علم ہوا میرے علاوہ مولانا نیازی اور مودودی صاحب کی سزائے موت کے فیصلے کے خلاف افغانستان

کے ممتاز روحانی پیشوا ملا شور بازار (کابل)، حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدنی مدظلہ (مدینہ منورہ) کی طرف سے اور دیگر اسلامی ممالک کے گوشے گوشے سے حکومت پاکستان کو تاریں اور قراردادیں موصول ہونا شروع ہوگئی تھیں جن میں ہماری فوری رہائی کا مطالبہ کیا گیا تھا، اندرون ملک بھی بڑا موثر ردعمل ہوا، دوسری طرف مرزائیوں کے سرخیل محمود بشیر کے لڑکے ناصر محمود کو رہا کر دیا گیا، سر ظفر اللہ اس وقت وزیر خارجہ تھا اور تحریک کا ایک اہم مقصد مرزائیوں کو کلیدی عہدوں سے ہٹانا بھی تھا، ظفر اللہ نے ذاتی طور پر دلچسپی لے کر ناصر محمود کو رہا کروایا اور پاکستان کے طول وعرض میں غم وغصے کی ایک لہر دوڑ گئی، سردار عبدالرب نشتر نے ہماری سزائے موت کو ختم کرانے کے لئے قابل قدر خدمات انجام دیں، خان عبدالقیوم خان اس وقت وزیر داخلہ تھے، انہوں نے تحریک کو کچلنے کے لئے انتہائی تشدد آمیز رویہ اختیار کیا۔

میری سات سال اور چودہ سال کی سزائیں ایک ساتھ ہی شروع ہوگئی تھیں، میں بدستوری کلاس میں تھا جہاں گڑ اور چنے کا ناشتہ کرنا پڑتا تھا، دال روٹی کھانے کو ملتی تھی، دال نہایت عجیب اور بدمزہ ہوتی تھی اور مسلسل کھانے سے دل اکتا چکا تھا پھر ایک قیدی قمر الدین نے مجھے سالن دینا شروع کر دیا اور یوں گزارہ ہونے لگا، ایک روز میں نے سکھر جیل کے پتے پر والد محترم کو اپنی خیریت کا خط لکھا جس کا جواب مجھے پندرہ روز کے بعد موصول ہوگیا، والد صاحب نے اپنے خط میں لکھا تھا کہ مجھے یہ جان کر بہت افسوس ہوا کہ تم رتبۂ شہادت حاصل نہیں کر سکے، لیکن بہر حال یہ جان کر دل کو اطمینان ہوا کہ تم ناموس مصطفےٰ کی خاطر لڑ رہے ہو، خط کے آخر میں لکھا: ''کاش اللہ تعالیٰ میرے بیٹے کی قربانی قبول کر لیتا''۔

چند روز بعد مولانا عبدالستار خان نیازی اور مولانا مودودی کی سزائے موت بھی چودہ سال قید بامشقت میں تبدیل ہوگئی اور انہیں اے کلاس کی بارکوں میں تبدیل کر دیا گیا، مجھے بدستوری کلاس میں ہی رکھا گیا تھا، میں اکثر دوپہر کے وقت مشقت سے فارغ ہونے کے بعد مولانا نیازی اور مولانا مودودی

سے ملاقات کے لئے ان کی بارک میں چلا جایا کرتا تھا، یہ دونوں حضرات زیادہ وقت پڑھنے لکھنے میں صرف کرتے تھے، دوپہر کے وقت مولانا نصر اللہ خاں عزیز لطائف کی محفل جماتے،

ایک روز دوپہر کے وقت میری طبیعت بہت زیادہ خراب ہوگئی، اُلٹیاں اور چکر آنے لگے، میں مولانا مودودی کی بارک میں داخل ہوا تو مولانا نے حسب معمول میری خیریت دریافت کی اور میری طبیعت ناساز پا کر انہوں نے اپنا کام چھوڑ دیا اور فوراً میری تیمارداری میں لگ گئے، انہوں نے جیل کے ڈاکٹر کو بلانے کی کوشش کی لیکن ڈاکٹر موجود نہ تھا، پھر انہوں نے اپنی دواؤں میں سے مجھے دوا دی جس سے میری طبیعت قدرے سنبھل گئی، اس طرح ان کے اخلاق نے مجھے بہت متاثر کیا۔

نصر اللہ خاں عزیز، سید نقی علی اور مودودی صاحب کے دیگر رفقاء جیل میں اکثر مودودی صاحب کی تصنیفات تقسیم کیا کرتے تھے، ایک روز انہوں نے مجھے مولانا کا ایک کتابچہ ''تجدید احیائے دین'' پڑھنے کے لئے دیا، میں نے اسے بغور پڑھا تو معلوم ہوا کہ اس میں اولیاء کرام کی تنقیص کی گئی ہے اور بزرگانِ دین سے عقیدت کو ہندوازم سے تعبیر کیا گیا ہے، اس کے علاوہ اس میں اور بھی کئی قابل اعتراض عبارات نظر سے گزریں، پھر ایک روز مجھے مودودی صاحب سے تخلیہ میں گفتگو کا موقع ملا تو میں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے اس کتابچہ میں اولیاء کرام کے وجود سے انکار کیا ہے اور ان سے عقیدت کو ہندوازم سے تعبیر کیا ہے، آپ یہ الفاظ لکھنے میں کس حد تک حق بجانب ہیں؟ انہوں نے جواب دیا ''مجھے تو آج تک کوئی ولی نظر نہیں آیا'' میں نے عرض کی اگر آپ کو کوئی ولی نظر نہیں آیا تو اس بات کی دلیل نہیں کہ دنیا میں کوئی ولی موجود ہی نہیں، اور پھر آپ نے تو کسی نبی یا رسول کو بھی نہیں دیکھا، اللہ تعالیٰ بھی تو کبھی آپ کو نظر نہیں آیا، چنانچہ اگر آپ کا وضع کردہ اصول تسلیم کر لیا جائے تو پھر خدا اور رسول کے وجود سے بھی انکار کرنا پڑے گا، یہ باتیں سن کر مودودی صاحب نے کہا یہ کتابچہ میں نے اس زمانے میں تحریر کیا تھا جب میں تعلیم حاصل کر رہا تھا اور انسان سے غلطی بھی تو ہوسکتی ہے، میں نے کہا آپ کی اس غلطی سے جو لوگ گمراہ ہوئے ہوں گے ان کا ذمہ دار کون ہے؟ مولانا نے اس سوال کے جواب میں خاموشی اختیار کر لی

اور میں نے انہیں کہا قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ کرام کی شان میں واضح طور پر فرمایا ہے الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولاھم یحزنون اوراس کے علاوہ بھی قرآن پاک میں اولیاء کرام کے متعلق بہت سی آیات موجود ہیں، لہذا آپ کے اس کتابچہ کی اصلاح ہونی چاہئے، مودودی صاحب کچھ جواب دینا چاہتے تھے لیکن اسی اثناء میں ان کے کچھ رفقاء آگئے اور بات دوسری طرف چل نکلی، اس کے بعد بھی ان سے کئی بار نہایت خوشگوار ماحول میں گفتگو کا موقع ملتا رہا۔

ایک روز جیل میں یہ اطلاع ملی کہ کچھ قیدیوں نے جیلر کی توہین کی ہے اوراس جرم کی پاداش میں انہیں ٹکٹکی لگائی جائے گی، ہم اپنی بارک سے اس مقام کے قریب پہنچنے میں کامیاب ہوگئے جہاں پانچ چھ افراد کو نہایت بے دردی سے بید لگائے گئے، ہم نے چھپ کر یہ سارا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا، ملزموں کے جسم سے گوشت قیمے کی طرح کٹ کر فضا میں اُڑتا ہوا نظر آیا، اس دردناک واقعہ کی مکمل تفصیل ہم نے لکھ کر ممبران اسمبلی کو ارسال کی اور صوبائی اسمبلی میں حکومت کی طرف سے باقاعدہ یہ یقین دہانی کرائی گئی کہ آئندہ جیل میں کسی ملزم کے ساتھ ایسا وحشیانہ سلوک نہیں کیا جائے گا۔

اسی دوران مولانا احمد علی لاہوری کو ملتان سے سنٹرل جیل لاہور میں منتقل کردیا گیا، وہ کچھ علیل تھے اس لئے انہیں جیل کے ہسپتال میں داخل کردیا گیا اور پھر دو روز بعد معلوم ہوا کہ انہیں رہا کردیا گیا ہے، ان کی رہائی کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آرہی تھی، چنانچہ اس سلسلہ میں جیل میں یہ افواہ گردش کرنے لگی کہ وہ معافی مانگ کر رہا ہوئے ہیں۔

۱۹۵۴ء میں حکومت نے ایک انکوائری کمیشن قائم کیا، اس کمیشن کے قیام سے دو روز قبل مجھے جیل میں بی کلاس دے دی گئی اور اب میرا قیام جیل کے اس حصے میں تھا جہاں مولانا عبدالستار خاں نیازی، مولانا مودودی اور نصر اللہ خاں عزیز وغیرہ تھے، انکوائری کمیشن کے قیام کے بعد سکھر جیل میں نظر بند تمام راہنماؤں کو سنٹرل جیل لاہور میں منتقل کردیا اور ان تمام حضرات کو سنٹرل جیل کے اس حصے میں رکھا گیا جسے دیوانی گھر کہا جاتا ہے، جب میں پہلی بار ان حضرات سے ملاقات کے لئے دیوانی گھر کے

دروازے پر پہنچا تو سب سے پہلے سید عطاء اللہ شاہ بخاری سے ملاقات ہوئی، انہوں نے مجھے ''شہید اعظم'' کہہ کر پکارا اور بغل گیر ہو گئے، چند قدم آگے بڑھا تو شیخ حسام الدین اور تاج الدین انصاری سے ملاقات ہوئی، میں نے اپنے والد محترم کے متعلق دریافت کیا تو سید عطاء اللہ شاہ بخاری میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے بڑکے درخت کی طرف لے گئے جہاں میرے والد محترم ایک چارپائی پر بیٹھے قرآن پاک کی تفسیر لکھ رہے تھے، پہلی نظر میں تو میں انہیں پہچان بھی نہ سکا کیونکہ وہ بہت کمزور ہو گئے تھے اور ہڈیوں کا ڈھانچہ نظر آ رہے تھے، والد محترم نے مجھے دیکھا تو اُٹھ کر سینے سے لگا لیا میں نے عرض کی آپ اتنے کمزور کیوں ہو گئے؟ والد محترم نے فرمایا سکھر جیل ستر جیل تھی، ۱۲۵ ڈگری گرمی تھی اور جس بارک میں ہمیں رکھا تھا اس کے اوپر لوہے کی چادریں تھیں، پانی بھی وقت کی پابندی کے ساتھ ملتا تھا، اکثر پسینے سے ہی غسل کر کے تفسیر کا کام شروع کر دیتا تھا۔

قائدین کی آمد کے بعد جیل میں بہت زیادہ رونق اور چہل پہل ہو گئی تھی، اکثر علماء والد محترم سے ملاقات کے لئے آتے رہتے تھے، والد صاحب قبلہ جیل سے ملنے والے راشن سے مٹھائی وغیرہ تیار کر کے گیارھویں شریف کے ختم کا اہتمام کرتے تھے، ایک روز مولانا غلام محمد ترنم (جنہیں دیوانی گھر سے کچھ فاصلے پر واقع ''بم کیس'' کی بارکوں میں رکھا گیا تھا) معروف اہل حدیث عالم مولانا محمد اسماعیل کا ہاتھ پکڑ کر انہیں والد صاحب کے پاس لے آئے اور انہوں نے ازراہِ مذاق فرمایا کہ آج اس وہابی کو گیارھویں شریف کا تبرک کھلانا ہے، مولانا اسمٰعیل ہنستے ہوئے گیارھویں شریف کی محفل میں بیٹھ گئے، ان کے علاوہ عطاء اللہ شاہ بخاری اور کئی دیگر دیوبندی اور وہابی علماء بھی اس محفل میں شریک تھے سوائے مولانا محمد علی جالندھری (ملتان) کے جو بدعت بدعت کی گردان کرتے ہوئے کمرے سے باہر چلے جاتے تھے، اور تبرک لینے سے بھی انکار کرتے تھے، مولانا اسماعیل صاحب نے فاتحہ خوانی میں شرکت کرنے کے بعد کہا کہ اگر یہی گیارھویں شریف ہے تو

آپ میرے گھر روزانہ آیئے اور گیارھویں شریف کی فاتحہ کیجئے، پھر انہوں نے تبرک بھی کھایا اور اس کے

بعدوہ اکثر والد صاحب سے علمی گفتگو کرتے رہتے تھے، ایک روز گیارھویں شریف کی محفل میں مودودی صاحب بھی شریک ہوئے اور انہوں

نے تبرک بھی کھایا، اس دوران ان کی والد صاحب سے چند علمی موضوعات پر گفتگو بھی ہوئی، شام کو میں مودودی صاحب سے ان کی بارک میں ملا تو وہ مجھے کہنے لگے، مولانا ابوالحسنات سے ملاقات کر کے مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے اور ان کے تبحر علمی نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے، میرا ارادہ ہے کہ میں اپنا لٹریچر ان کے سپرد کر دوں تاکہ وہ اس کی اصلاح کر دیں، میں نے مودودی صاحب سے کہا کہ اگر ایسا ہو جائے تو یہ بہت بڑا کام ہوگا۔

دوسرے روز میں والد محترم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے مودودی صاحب سے گزشتہ روز کی گفتگو کا ذکر کیا، سید عطاء اللہ شاہ بخاری بھی اس موقع پر موجود تھے انہوں نے کہا یہ سب منافقت ہے مودودی کی کسی بات پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا، انہوں نے اس موقع پر مودودی صاحب کیخلاف اور بھی بہت سخت الفاظ استعمال کئے اور پھر جیل میں ان کے ورکروں نے مودودی صاحب کے خلاف محاذ آرائی شروع کر دی، جیل سے باہر مولانا احمد علی لاہوری نے مودودی صاحب کے خلاف اپنی مہم تیز تر کر دی اور روزنامہ ''نوائے پاکستان'' کے ذریعے پروپیگنڈے کا اچھا خاصہ محاذ قائم کر لیا، لیکن میں بدستور کسی مناسب موقع کی تلاش میں رہا تاکہ مودودی صاحب سے اس کی اصلاح کروائی جا سکے۔

پھر جسٹس منیر (لاہور ہائی کورٹ) انکوائری کمیشن نے تحریک ختم نبوت کے مقدمہ کی باقاعدہ سماعت شروع کر دی، عدالت میں مودودی صاحب کا رویہ انتہائی افسوس ناک اور خلاف توقع تھا، انہوں نے یہ موقف اختیار کیا کہ انہیں ڈائریکٹ ایکشن اور تحریک کے دیگر پہلوؤں سے کوئی اتفاق نہیں تھا، اس پر حافظ خادم حسین، مولانا غلام محمد ترنم اور حضرت والد محترم نے سخت جرح فرمائی، مودودی صاحب تو یہاں تک کہہ گئے کہ انہوں نے ڈائریکٹ ایکشن کے فیصلے پر دستخط ہی نہیں کئے تھے، لیکن والد صاحب نے کہا کہ ہمارے پاس وہ دستاویز اب بھی موجود ہے جس میں ڈائریکٹ ایکشن کے فیصلے پر آپ نے

دستخط کئے تھے، یہ بات سن کر مودودی صاحب نے کہا ہاں میں نے چھوٹے سے دستخط کئے تھے، والد صاحب نے فرمایا تو کیا ہمیں آپ کے دستخطوں کا بورڈ لکھوا کر لگانا چاہئے تھا، مودودی صاحب لاجواب ہو گئے اور والد صاحب نے وہ دستاویز عدالت میں پیش کر دی جس پر ڈائریکٹ ایکشن کا فیصلہ تحریر تھا، مودودی صاحب کے علاوہ کسی راہنما نے اس بات کا انکار نہیں کیا کہ اس نے ڈائریکٹ ایکشن کے فیصلے پر دستخط نہیں کئے تھے۔

بہر حال میں پہلے پہل تو مودودی صاحب کے اخلاق سے بہت متاثر تھا لیکن ان کی اس صریح غلط بیانی اور بزدلانہ روش سے مجھے بڑی مایوسی ہوئی، انکوائری کا سلسلہ جاری رہا لیکن چونکہ ایک سوچی سمجھی سکیم کے تحت یہ کمیشن بٹھایا گیا تھا اس لئے کوئی واضح نتیجہ سامنے نہ آیا، چنانچہ ممتاز صحافی مرتضےٰ احمد خاں میکش نے اپنی کتاب ''محاسبہ'' میں اس کمشن کی کارکردگی پر تفصیلی تبصرہ کیا اور تمام پہلوؤں کو واضح کیا۔

انکوائری کے دوران ایک روز والد محترم دیوانی گھر میں تشریف فرما تھے، مولانا عبدالحامد بدایونی، سید عطاء اللہ شاہ

بخاری، ماسٹر تاج الدین انصاری، شیخ حسام الدین، صاحبزادہ فیض الحسن، سید مظفر علی شمسی اور کچھ دیگر حضرات بھی ان کے قریب آ کر بیٹھ گئے، ماسٹر تاج الدین انصاری نے والد صاحب سے کہا حضرت موسم بہار ہے اور مجھے موچی دروازے کی یاد ستا رہی ہے، ہمیں کسی طرح جیل سے باہر جانا چاہئے، حضرت والد صاحب نے فرمایا یہاں ہم ایک عظیم مشن کی تکمیل کے لئے آئے ہوئے ہیں اور پھر میں تو کلام پاک کی تفسیر میں بھی مصروف ہوں باہر جا کر ہم لوگ نہ جانے کن مصروفیات میں اُلجھ جائیں، آیئے بارگاہ الٰہی میں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک کے صدقے اس مقدس مقصد کو پورا فرمائے، جس کی خاطر ہم جیل آئے ہیں، سب نے آمین کہی اور پھر والد صاحب نے دعا فرمائی! الٰہی اپنے حبیب کریم کے صدقے اس جیل کے قیدیوں کو آزادی کی نعمت سے متمتع فرما، اس جیل کی دیواروں کو گرا دے اور یہاں باغ و بہار بنا دے، سب نے اس دعا پر بھی آمین کہی، یہ کچھ ایسی مقبول ساعت تھی کہ آج اس دعا کا ایک

ایک لفظ مقبول و منظور ہو کر ہمارے سامنے آ رہا ہے، وہی سنٹرل جیل آج شادمان کالونی میں تبدیل ہو چکی ہے، اس کی اونچی اونچی دیواریں گر چکی ہیں اور جیل
کی بارکیں اب باغ و بہار کا نقشہ پیش کر رہی ہیں۔

شادمان کالونی کے مشرقی حصے میں وہ بڑ کا درخت اب بھی موجود ہے جس کے نیچے یہ دعا کی گئی تھی اور جس کے نیچے بیٹھ کر والد صاحب تفسیر لکھا کرتے تھے تقریباً ایک سال بعد ہائی کورٹ نے کراچی میں گرفتار ہونے والے تمام رہنماؤں کو رہا کر دیا، لیکن مولانا نیازی، مولانا مودودی اور مجھے رہا نہیں کیا گیا تھا۔

ایک طویل عرصے تک جیل میں رہنے سے تقریباً سبھی حضرات ذیابیطس کے مریض ہو گئے تھے، ادھر عوام کے دلوں میں تحریک کے جذبات ابھی تک موجود تھے لیکن جمہوریت کا گلا گھونٹ دیا گیا تھا اور بے انتہا تشدد کر کے تحریک کو کچلنے میں کوئی کسر روا نہ رکھی گئی تھی، ہمارے علاوہ تحریک کے دیگر بہت سے رضا کار بھی ابھی تک جیلوں میں تھے، جیل سے رہا ہونے والے زعماء نے اپنے مطالبات کے احیاء کے لئے دہلی دروازے کے باہر ایک عظیم الشان جلسہ کیا، اس جلسہ کی صدارت قبلہ والد صاحب نے کی، اور مختلف راہنماؤں نے اس جلسہ سے خطاب کیا اور تحریک کے حامیوں کی رہائی کا مطالبہ کیا، اس کے تقریباً ڈیڑھ سال بعد (جون ۱۹۵۵ء) میں ایک روز میں نماز عصر کے بعد بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک جیل کے ایک آفیسر نے آ کر کہا کہ آپ کی رہائی کے آرڈر آئے ہیں، میرے لئے یہ بات خلاف توقع تھی اور پہلے میں نے اسے مذاق ہی سمجھا لیکن پھر جیل کے آفیسر نے چلنے کو کہا تو مولانا نیازی اور مولانا مودودی نے مجھے مبارکباد دی، میری رہائی کے تقریباً چھ سات ماہ بعد مولانا نیازی اور مولانا مودودی کو بھی رہا کر دیا گیا۔

جیل سے رہائی کے بعد مودودی صاحب نے ایک دعوت کا اہتمام کیا جس میں انہوں نے دیگر معززین شہر کے علاوہ مجھے بھی مدعو کیا، میں نے اس موقع پر مودودی صاحب سے کہا اب حالات معمول پر آ چکے ہیں اپنا وعدہ پورا کیجئے اور اپنا سارا لٹریچر مجھے دیجئے تا کہ والد صاحب سے اس کی اصلاح

کرواوں، لیکن مولانا مودودی نے ٹالنے کی کوشش کی، میں نے اصرار کیا تو کہنے لگے جیل میں میرا ارادہ تو بنا تھا لیکن اب جو چیز چھپ چکی ہے اس کو بدلنا بہت مشکل ہے۔

(بشکریہ، ماہنامہ ''فیضان'' فیصل آباد شمارہ اگست ۱۹۷۸ء، شمارہ ستمبر، اکتوبر ۱۹۷۸ء)

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

تحریک تحفظ ختم نبوت 1953ء اور

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

محمد احمد ترازی (ایم اے)

یہ مسلّمہ اصول ہے کہ دنیا میں عظمت کی منزلیں عزیمت کی راہ سے گزرنے کے بعد ہی نصیب ہوتی ہیں۔حق کے راستے میں مصائب وآلام اور مخالفت ومزاحمت کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کا نام عزیمت ہے۔تاریخِ دعوت وعزیمت کا ایک ایک ورق ہمارے اسلاف کے کارناموں سے بھرا پڑا ہے۔جنھوں نے نیکی اور بدی کی معرکے میں اپنے عہد کی یزیدی اور طاغوتی قوتوں کے خلاف جنگ جاری رکھی۔اور وہ اس راہ میں جان کی بازی لگا کر قیامت تک کیلئے امر ہوگئے۔رخصت کے بجائے عزیمت کے دشوار گزار راستوں کا انتخاب کرنے والے یہ لوگ ہواؤں کے رخ کے ساتھ نہیں چلتے۔بلکہ انکے عزم،حوصلے اور قوت ارادی کو دیکھ کے طوفان بھی اپنا رخ بدلنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔یہ دین اسلام کی تعلیمات ہی ہیں کہ جس کی وجہ سے ہمیشہ تاریخ انسانی میں اہل حق کفرو منافقت اور باطل قوتوں کے خلاف نہ صرف سینہ سپر رہے۔بلکہ انھوں نے ان طاغوتی قوتوں کا ڈٹ کر مردانہ وار مقابلہ کیا۔اور اسلام کے پرچم کو کبھی بھی کسی یزیدی دربار میں سرنگوں نہیں ہونے دیا۔ان کی نظریں ہمیشہ منزل مقصود پر ہوتی ہیں۔کارواں میں کون شامل ہوا اور کون چلا گیا۔کس نے کس موڑ پر مجبوریوں کا بہانہ بنایا،مصائب وآلام سے گھبرا کر یا خاردار راہوں میں تھک کر ساتھ چھوڑ دیا۔نادان دوستوں کی مخالفت،دانا دشمنوں کی تباہ کن سازشیں یا جماعت کی آستینوں میں بت۔وہ ان تمام باتوں اور اندیشوں سے مستغنی ہوتے ہیں۔وہ الزامات کے خارزاروں،مخالفت کی پرخطر گھائیوں اور بغض اور حسد کے کانٹوں کی پرواہ کیے بغیر عازم سفر رہتے ہیں۔انھیں وقت کی کوئی بھی رکاوٹ،اذیت ناک ماحول،حوادث اور ناخوشگوار واقعات لمحے بھر کیلئے بھی بے چین نہیں کرتے،وہ خنداں پیشانی کے ساتھ مسکراہٹیں تقسیم کرتے ہوئے دلوں کو فتح کرتے ہیں۔اور دنیا کے نقشے بدلتے چلے جاتے ہیں۔ایسے مردان حق روز روز پیدا نہیں ہوتے بلکہ بقول علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

تجھے معلوم بھی ہے کچھ کہ صدیوں کے تفکر سے
کلیجہ پھونک کر کرتی ہے فطرت اک بشر پیدا

صدیوں کے الٹ پھیر اور افلاک کی ہزاروں گردشوں کے بطن سے ایک ایسا دانائے راز پیدا ہوتا ہے جس کی سنگِ راہ سے ریگستانوں کو سیراب کرنے والے ہزاروں چشمے پھوٹتے ہیں۔اسکے نفس شعلۂ بار سے سحر نو کا پیغام لے کر

لاکھوں آفتاب طلوع ہوتے ہیں۔

بیسویں صدی کا آغاز امتِ مسلمہ کیلئے جن بدترین حالات میں ہوا۔اس کا آج تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔لیکن اس تاریک دور میں اللہ رب العزت نے اپنے خصوصی فضل وکرم سے ایسے منتخب افراد سے امت کونوازا جنھوں نے ہر میدان میں چومکھی لڑائی لڑی اور ظلم واستحصالی نظام کا سینہ چیر کر شمعِ رسالت ﷺ کی روشنی کو اس طرح سے پھیلایا کہ غفلت، غلامی اور مظلومیت کے سائے چھٹ گئے اور احیائے اسلام اور امت مسلمہ کی اجتماعی وحدت و عالمگیر قوت کی حیثیت سے ابھرنے کے آثار نمودار ہونے لگے۔موجودہ صدی میں جن نفوسِ قدسیہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ کام لیا۔اُن میں حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمتہ اللہ علیہ کو ایک ممتاز حیثیت اور منفرد مقام حاصل ہے۔

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی علیہ الرحمہ کی ذات مبارکہ صرف پاکستان ہی کیلئے نہیں بلکہ امتِ مسلمہ اور پوری انسانیت کیلئے سرمایۂ افتخار ہے۔آپ ایک نادر روزگار مفکر، بے باک قائد، زمانہ ساز مدبر، ایک حیات آفریں شخصیت کے مالک، نئے دور کے نقیب اور سب سے بڑھ کر تسلیم ورضا کے پیکر۔اور سچے عاشق رسول ﷺ تھے۔آپکی کم و بیش 78 سالہ زندگی دین اسلام کے عملی نفاذ، دینی قوتوں اور جمہوری اداروں کی فروغ وبقا، پاکستان کے استحکام وسالمیت اور مسلم وحدت کی مسلسل جدوجہد، احیائے اسلام اور کفر کے خلاف عالم اسلام کی بیداری سے عبارت ہے۔

علامہ شاہ احمد نورانی رحمتہ اللہ علیہ ایسے ہی منتخب مجاہدین میں سے ہیں جنھوں نے عصر حاضر میں علمی فکری اور روحانی ومذہبی محاذ پر بھرپور جہاد کیا۔آپ زوال آشنا ملتِ اسلامیہ کی نشاۃ ثانیہ کے علامت اور عصرِ حاضر میں قوت و اقتدار کے بدلتے ہوئے معیاروں کو سامنے رکھتے ہوئے زندگی بھر اسلام کے عادلانہ سیاسی، سماجی، ثقافتی اور اقتصادی نظام کے قیام کیلئے مصروف جہاد رہے۔آپ کی تکبیرِ مسلسل دشت وصحرا، شہر اور بیابانوں میں زندگی بھر صدائے حق بلند کرتی رہی۔آپ کی ساری زندگی طاغوتی نظام کے علمبرداروں کے خلاف ایک چیلنج، بھٹکے ہوئے کارواں کی نقیب، بھولے ہوئے نغموں کی ایک صدا، ملت کے دردکا درماں، بے قراردلوں کی دھڑکن اور صدیوں کی حرماں نصیبی کے بعد ایک امید کی کرن کی مانند رہی۔آپ نے تشکیک اضطراب کہ اس پرفتن دور میں لاکھوں قلوب واذہان کو ایمان اور یقین کی لازوال دولت سے سرفراز کیا۔عہد حاضر میں آپ نظامِ مصطفیٰ ﷺ کی اصطلاح کے نہ صرف خالق بلکہ قافلۂ انقلاب نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے عظیم قائد بھی رہے، آپ اُمت کو ماسکو اور واشنگٹن کے بجائے گنبدِ خضرا کا راستہ دکھانے والے ہیں۔آپ فرمایا کرتے تھے "ہماری منزل اسلام آباد نہیں بلکہ اسلام ہے۔ہمارے سفر کی منتہائے معراج لندن، پیرس، اور واشنگٹن نہیں بلکہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ ہے" اس لیئے آپ نے اقتدار کے بجائے ہمیشہ حزبِ اختلاف

کی سیاست کی۔ تحریک ختم نبوت 1953ء سے لیکر 11 دسمبر 2003ء تک حزب اختلاف کی سیاست کا اتنا طویل، حوصلہ شکن، اور صبر آزما سفر کوئی مرد قلندر صاحب عزیمت و استقامت ہی کر سکتا ہے۔ جہاں تاریخ نے لیلائے اقتدار کی بھول بھلیوں میں وقت کے نامی گرامی افراد کو گم ہوتے، اسلام کو اپنی منزل قرار دینے والوں کو اسلام سے جفا کر کے اسلام آباد کے اسٹیشن پر اُترتے، اور فوجی آمروں کی آغوش میں وزارتوں کے مزے لیتے دیکھا ہے۔ وہیں تاریخ اس بات کی بھی گواہ ہے کہ علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ وہ واحد دیدہ ور، حق پسند و حق آگاہ اور صاحب بصیرت رہنما ہیں۔ جنہوں نے جنرل ایوب خان، جنرل آغا محمد یحییٰ، ذوالفقار علی بھٹو جنرل محمد ضیاء الحق، نواز شریف اور جنرل پرویز مشرف تک ہر آمر وقت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کلمۂ حق بلند کیا۔ آپ قومی اسمبلی، سینٹ اور عوامی فلور ہر مقام پر بہادر، نڈر، بیباک، حق و صداقت اور نہ جھکنے اور بکنے والی قیادت کی علامت تھے۔ زندگی بھر آپ اپنے ہدف اور مشن پر ڈٹے رہے۔ پائے استقامت میں معمولی سی لغزش بھی آپ کو گوارہ نہ تھی۔ لیلائے اقتدار کی غلام گردشیں، بھول بھلیاں اور کشش غلامِ مصطفیٰ ﷺ کو اپنے دامِ فریب میں نہ الجھا سکیں۔ اور وہ دیوانۂ مصطفیٰ ﷺ اسوۂ شبیری کی پیروی کرتا ہوا وقت کے ہر آمر کے دربار میں کلمۂ حق بلند کرتا دکھائی دیتا ہے۔ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ ایک دیدہ ور، صاحبِ نظر و بصیرت، زہد و تقویٰ، مظہر صدق و صفا، مردِ حق آگاہ، نابغۂ روزگار، عالم با عمل، قائدِ بے مثال، عالمی مبلغ و داعی، اور امام امت تھے۔ آپ نے فکر و عمل کے وہ چراغ روشن کیے ہیں جو آئندہ صدیوں تک تاریخ راہوں پر مسافرانِ حق کیلئے روشنی بکھیرتے رہیں گے۔ آپکی کثیر الجہات شخصیت اور خدمات کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ

عجب تماشہ ہے حسن جاناں شروع کروں میں کہاں سے پہلے
کہ ہر اک جلوہ پکارتا ہے یہاں سے پہلے وہاں سے پہلے

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی تحریک تحفظِ ختم نبوت 1953ء کا ایک نوجوان سپاہی:

یکم اپریل 1926ء میں مبلغ اسلام سفیر پاکستان حضرت علامہ شاہ عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پیدا ہونے والے اس فرزند ارجمند نے اپنے ایمان، ضمیر اور نسبی تقاضوں کو سامنے رکھ کر احقاق حق اور ابطال باطل کی جو شمع روشن کی وہ احیائے امت کی عالمی تحریک بن کے مشرق و مغرب کے دور دراز گوشوں تک پھیل چکی ہے۔

علامہ شاہ احمد نورانی کا خاندان قومی اور ملی حوالوں سے نمایاں خدمات کی شاندار روایات کا امین ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد عرب سے آکر میرٹھ میں آباد ہوئے۔ میرٹھ یہ وہی شہر ہے۔ جہاں کے حریت پسند غیور مسلمانوں نے

انگریزوں کے خلاف 1857ء میں جنگ آزادی کا آغاز کر کے تحریک پاکستان کی بنیاد رکھی۔علامہ شاہ احمد نورانی کا خاندان میرٹھ کے مشہور علمی اور صوفی گھرانوں میں شمار ہوتا تھا۔آپ کے دادا شاہ عبد الحکیم میرٹھ کی شاہی مسجد کے خطیب، مبلغ اسلام اور مشہور صوفی شاعر تھے۔برصغیر کے مشہور ادیب و شاعر مولانا اسمٰعیل میرٹھی جن کی کتب یو، پی بورڈ میں پڑھائی جاتی ہیں آپکے دادا کے سگے بھائی تھے۔مشہور عالم دین مولانا مختار احمد صدیقی ،مولانا بشیر احمد صدیقی، اور مولانا نذیر احمد خوجندی مولانا عبد العلیم صدیقی کے سگے بھائی ہیں۔مولانا نورانی کے نانا مولانا نذیر احمد خوجندی صدیقی بمبئی کی جامع مسجد کے خطیب تھے۔آپ نے تحریک خلافت میں فعال کردار ادا کیا اور گرفتار ہوئے۔ آپ کے والد علامہ عبد العلیم صدیقی رحمتہ اللہ علیہ نامور عالم دین اور مبلغ اسلام تھے۔مولانا عبد العلیم صدیقی رحمتہ اللہ علیہ کی تبلیغی مساعی سے ساٹھ ہزار (اور دوسری روایت کے مطابق ایک لاکھ) سے زائد غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا۔آپ کی تدفین جنت البقیع میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما کے قدموں میں ہوئی۔

علامہ شاہ احمد نورانی نے ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی۔اور آٹھ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔حفظ کے بعد ایک سال تک مدینہ منورہ میں تجوید وقرأت کی تعلیم مشہور قاری الشیخ حسن الشاعر سے حاصل کی۔ 1944ء میں اٹھارہ سال کی عمر میں درس نظامی کی تکمیل کی۔آپ کی دستار بندی مفتی اعظم ہند فرزند اعلیٰ حضرت مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں، صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی، والد گرامی مبلغ اسلام مولانا عبد العلیم صدیقی، اور اپنے استاد محترم مولانا غلام جیلانی میرٹھی علیہم الرحمہ نے کی۔ 1945ء میں انیس سال کی عمر میں آپ نے الٰہ آباد یونیورسٹی سے گریجویشن کی تعلیم مکمل کی اور سیاست میں عملاً حصہ لینا شروع کردیا۔ 1946ء میں آپ نے مسلم نوجوانوں کی تنظیم "نیشنل گارڈ" کی بنیاد رکھی اور انتخابات میں مسلمانوں کی نمائندہ جماعت مسلم لیگ کی کامیابی کیلئے بھرپور جدوجہد کا آغاز کیا۔ 1947ء میں پہلی مرتبہ سیاست میں حصہ لینے پر ڈیفنس انڈیا رولز کے تحت گرفتار ہوئے اور دو ہفتے کیلئے جیل گئے۔علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی 1948ء میں والد ماجد کے ہمراہ پاکستان تشریف لائے۔ابتداً جیکب لائن میں رہائش اختیار کی اور بعد میں (وصال سے ایک سال قبل 2002ء تک) کچھی میمن مسجد صدر کے برابر فلیٹ میں کرائے پر منتقل ہوئے۔ 1952ء میں آپ نے فرانسیسی زبان کا چھ ماہ کا کورس مکمل کیا۔ 1953ء میں آپ "ورلڈ مسلم آرگنائزیشن" کے جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے اور مسلسل گیارہ سال تک جنرل سیکرٹری رہے۔اس تنظیم کے صدر مفتی اعظم فلسطین مفتی امین الحسینی تھے۔علامہ شاہ احمد نورانی نے دوران طالبعلمی ہی قادیانیوں کی اسلام دشمن سازشوں کا گہرا مطالعہ کیا تھا۔چنانچہ اسی سال آپ نے پاکستان میں قادیانیوں کے خلاف تحریک ختم نبوت میں بھرپور

حصہ لے کر پاکستان میں اپنی مذہبی وسیاسی زندگی کا آغاز کیا۔

مولانا شاہ احمد نورانی کے دیرینہ ساتھی اور مجاہد ختم نبوت حضرت صوفی ایاز خاں نیازی رحمۃ اللہ فرماتے تھے۔کہ"پُرکشش وباکمال شخصیت کے مالک، بزرگوں اور اسلاف کے کمالات سے مزین، نجابت وشرافت کا نمونہ، وقار وتمکنت کا خزینہ، ظاہری وباطنی لطافت ونظافت کا مجسم، حسن وجمال وفضل وکمال کے عظیم پیکر، عاجزی و انکساری کی اعلیٰ مثال اور باعزت وباوقار زندگی خالی ہاتھ گزارنے والے مولانا شاہ احمد نورانی اپنی ذات کے بارے میں انتہائی کم گو اور منکسر المزاج ہیں"۔مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی کی ساری زندگی اعلائے کلمۃ الحق کی جدوجہد سے عبارت ہے۔اتحاد امت کی تڑپ، اور بلاد کفر میں اشاعت اسلام اور عقیدہ تحفظ ختم نبوت آپ کی زندگی کے بنیادی نصب العین رہے۔بارہ (12) اور ایک روایت کے مطابق سترہ (17) زبانوں پر عبور رکھتے، اور اپنی پوری زندگی دین اسلام اور پاکستان کی خدمت کرتے ہوئے بے شمار کارنامے انجام دینے والے قائد ملت اسلامیہ مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی کی زندگی کے متعدد پہلو آج بھی ایسے ہیں جن پر آپ کی عاجزی، انکساری اور اخلاص کی وجہ سے پردہ پڑا ہوا ہے۔آپ کی زندگی کے صرف چند گوشے ہی ہمارے سامنے آسکے ہیں۔

گو کہ مولانا نورانی ذاتی زندگی میں نمود ونمائش کے قائل نہ تھے، اور اپنی نیکیوں اور کارناموں کو منظر عام پر لانا مناسب خیال نہیں کرتے تھے۔لیکن آپ کی حیرت انگیز جامع الصفات شخصیت اور آپ کی زندگی کے پوشیدہ گوشوں اور کارناموں کو سامنے لانا صاحبان علم ودانش اور آپ کے مصاحبان پر ایک ایسا قرض ہے۔جس کی ادائیگی کی صورت میں ہی دنیا آپ کی شخصیت اور کارناموں سے صحیح طور پر آگاہ ہوسکتی ہے۔راقم الحروف اس بات کا گواہ ہے کہ حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے ناظم اعلیٰ تحریک فدایان ختم نبوت برادرم السید عقیل انجم قادری کی موجودگی میں جناب خالد محمود قادری مدیر"آثار واحوال"،"الفتح"اور مصنف"سچی قیادت"کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا۔"آپ نے ہماری تعریف میں بہت زیادہ لکھ دیا ہے۔اتنا بھی نہیں لکھنا چاہیے تھا"۔

علامہ شاہ احمد نورانی تحریک ختم نبوت 1953ء میں بھرپور کردار ادا کرنے کے باوجود اس تحریک میں آپ کا کام اور خدمات زیادہ نمایاں طور پر سامنے نہیں آسکیں۔شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ مولانا شاہ احمد نورانی ان دنوں نوجوان تھے اور تحریک کی قیادت حضرت علامہ ابوالحسنات محمد احمد قادری، ابوصالح محمد جعفر پیر صاحب سرسینہ شریف (ڈھاکہ بنگال) علامہ عبدالحامد بدایونی، صاحبزادہ فیض الحسن آلو مہاروی، مولانا مرتضیٰ احمد خاں میکش، علامہ سید سعید احمد شاہ کاظمی، مولانا ابوداؤد محمد صادق، خواجہ قمر الدین سیالوی، علامہ عبدالستار نیازی، مفتی صاحب داد خان، مولانا

عبد الغفور ہزاروی، مولانا غلام محمد ترنم، مولانا غلام دین محمد، مولانا محمد بخش مسلم، وغیرہ جیسے جید حضرات علماء کے پاس تھی ۔اس لیئے تاریخ اور مورخ کی یاداشت ایک 26 سالہ نوجوان کی تمام خدمات کو محفوظ نہ رکھ سکی ۔اور تحریک ختم نبوت 1953ء میں آپ کی خدمات اور کارناموں کا بہت سا حصہ گوشہ گمنامی میں چلا گیا۔

ذیل میں ہم نے جسٹس منیر انکوائری رپورٹ، علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کے انٹرویوز اور معاصرین کی یاداشتوں کی مدد سے کچھ مواد اکٹھا کر کے حضرت کی زندگی کے کچھ گمنام گوشوں کو سامنے لانے کی کوشش کی ہے۔

منیر انکوائری رپورٹ کے مطابق 2، جون 1952ء کو تھیوسوفیکل ہال کراچی میں علمائے اکرام کی منعقدہ آل پاکستان مسلم پارٹیز کانفرنس کے اجلاس میں حکومت کے مرزائیت نواز رجحانات کے باعث آئینی ذرائع سے پر امن جدوجہد کا راستہ اختیار کرنے کیلئے اس کانفرنس میں اہم رہنماؤں پر مشتمل ایک گیارہ رکنی ''علماء بورڈ'' تشکیل دیا گیا۔جس کے ذمہ آل پاکستان مسلم پارٹیز کونشن کے اگلے اجلاس کے جملہ انتظامات تھے۔علامہ شاہ احمد نورانی اس نو تشکیل شدہ علماء بورڈ میں ایک رکن کی حیثیت سے شامل تھے۔اس وقت آپ کی عمر 26 سال اور تقریباً 2 ماہ تھی ۔اس کم عمری میں علامہ عبد الحامد بدایونی، علامہ مفتی صاحب داد صاحب، سید سلیمان ندوی، مفتی محمد شفیع دیوبندی، مولانا احتشام الحق تھانوی، علامہ محمد یوسف کلکتوی، مولانا لال حسین اختر، مولانا سلطان احمد، الحاج ہاشم گزدر، اور مولانا جعفر حسین مجتہد جیسے مختلف مکتبہ فکر کے اکابر علماء کے ساتھ آپ کا انتخاب آپ پر علماء کے اعتماد کا مظہر ہے۔

مولانا نورانی کم عمری اور نوجوانی کے باوجود غیر معمولی شخصیت اور قائدانہ صلاحیت کے حامل تھے۔جس کا اظہار اکابر علماء نے آپ کو علماء بورڈ کا ممبر بنا کر کیا۔تحریک ختم نبوت 1953ء میں جید علماء ومشائخ اہلسنت کے ساتھ بحیثیت کارکن وممبر آپ کی موجودگی جہاں آپ کیلئے ایک اعزاز کا درجہ رکھتی ہے۔وہاں وہ مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی کی شکل میں تحریک تحفظ ختم نبوت 1974ء کو قادیانیوں کے خلاف برصغیر کے مسلمانوں کی 90 سالہ تحریک کو منطقی انجام تک پہنچانے والا عظیم قائد بھی فراہم کرتی ہے۔علامہ شاہ احمد نورانی نے تحریک ختم نبوت 1953ء میں علماء بورڈ کے ممبر اور تحریک کے کارکن کی حیثیت سے اپنے فرائض منصبی احسن طریقے سے انجام دیئے۔دوران تحریک آپ کا تذکرہ کئی مقامات پر ملتا ہے۔جو اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ نے اس تحریک میں بھرپور کلیدی کردار ادا کرتے ہوئے کراچی میں تحریک کو منظم اور فعال کیا۔

علامہ شاہ احمد نورانی نے علماء بورڈ کے رکن کی حیثیت سے 13 جولائی 1952ء کو کراچی میں جناب الحاج ہاشم گزدر کے گھر پر منعقدہ اجلاس میں شرکت کر کے ''آل پاکستان پارٹیز کونشن'' کے انعقاد کے پروگرام کو حتمی شکل

دینے میں دیگر علماء اکرام کی معاونت فرمائی۔ اس اجلاس میں پاکستان کی چودہ مذہبی جماعتوں جمعیت علمائے پاکستان ، جمعیت اہل سنّت، حزب اللہ (مشرقی پاکستان)، تنظیم اہلسنّت والجماعت، جمعیت علمائے اسلام، مجلس تحفظ ختم نبوت مجلس احرار اسلام، جمعیت اہلحدیث، جماعت اسلامی، جمعیت الفلاح، موتمر اہل حدیث پنجاب، سفینۃ المسلمین، جمعیت العربیہ، ادارہ تحفظ حقوق شیعہ کو دعوت نامے جاری کرنے کا فیصلہ بھی کیا گیا۔

مولانا شاہ احمد نورانی 5، اگست 1952ء کو کراچی میں علماء بورڈ کے اہم اجلاس میں بھی شامل تھے۔ جس میں میں خصوصی طور پر لاہور سے مجلس عمل کے صدر مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری کے علاوہ اور مولانا مرتضٰی احمد خاں میکش، شیخ حسام الدین، اور ماسٹر تاج الدین انصاری بھی تشریف لائے تھے۔ اس اجلاس میں علماء بورڈ نے یہ فیصلہ بھی کیا کہ ''کل پاکستان آل پارٹیز کنونشن'' 15 تا 17 ستمبر 1952ء کو منعقد کیا جائے گا۔ منیر انکوئری رپورٹ کے مطابق یہ اجلاس اپنے پروگرام کے مطابق نہ ہو سکا۔ چنانچہ ملتوی شدہ اجلاس کے آئندہ انعقاد کیلئے 15، دسمبر 1952ء کو علماء بورڈ کے اور اجلاس میں 16 تا 18، جنوری 1953ء کو کراچی میں ''کل پاکستان آل پارٹیز کنونشن'' بلانے کا فیصلہ کیا گیا۔ علماء بورڈ کے رکن ہونے کی حیثیت سے مولانا شاہ احمد نورانی بھی اس اجلاس میں بھی موجود تھے۔

ماسٹر تاج الدین انصاری اپنی یاداشت میں مولانا شاہ احمد نورانی کی موجودگی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ جولائی 1952ء میں کراچی میں مجلس تحفظ ختم نبوت کی جانب سے روزنامہ زمیندار لاہور کے ایڈیٹر مولانا اختر علی خاں کے اعزاز میں نگار ہوٹل میں ایک عصرانہ دیا گیا۔ جس میں مقامی مدیران جرائد کے علاوہ مولانا عبد الحامد بدایونی، مولانا شاہ احمد نورانی، مفتی شفیع دیوبندی، مولانا احتشام الحق، مولانا لال حسین اختر، عبد المجید سالک، اور الحاج ہاشم گزدر نے بھی شرکت کی۔

(بحوالہ تحریک ختم نبوت 1953ء۔ ص 199)

مولانا شاہ احمد نورانی اس زمانے میں علامہ عبد الحامد بدایونی کے نائب اور سیکرٹری کے فرائض انجام دینے کے ساتھ ساتھ جمعیت علمائے پاکستان سندھ کے سیکرٹری نشر و اشاعت بھی تھے۔ 1953ء کی تحریک ختم نبوت میں علامہ شاہ احمد نورانی علماء بورڈ کے ممبر ہونے کے علاوہ مجلس عمل تحفظ ختم نبوت سندھ کے جنرل سیکریٹری بھی تھے۔ آپ فرماتے ہیں ''مولانا ابوالحسنات قادری، مولانا عبد الحامد بدایونی، مولانا سید محمد داود غزنوی، سید عطا اللہ شاہ بخاری، کفایت حسین، سید مظفر علی شمسی اور تمام مکاتب فکر کے دیگر علماء اس میں شامل تھے۔ یہ فقیر بھی سندھ کی مجلس عمل کا

جنرل سیکرٹری تھا۔بالآخر اس تحریک کا مرکز مسجد وزیر خان اندرون دہلی دروازہ لاہور بنی۔جہاں علامہ سید ابو الحسنات قادری خطیب تھے۔اور کراچی میں جامع مسجد آرام باغ جہاں کے خطیب تاج العلماء مفتی عمر نعیمی رحمتہ اللہ تھے۔تحریک ختم نبوت کے جانثاروں اور جانبازوں کا مرکز بنی ہوئی تھی۔لاہور میں پہلا مارشلاء لگا۔سینکڑوں عاشقان مصطفی ﷺ نے سینے پر گولیاں کھائیں۔اور جام شہادت نوش کیا۔بیسویں علماء کو پابند سلاسل کیا گیا۔تین علماء کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا۔جن میں اہلسنّت کے دو مقتدر علماء سید خلیل احمد قادری اور مجاہد ختم نبوت علامہ عبد الستار خان نیازی تھے۔الحمد للہ! نہ کسی نے معافی نامے داخل کیے۔نہ جان بخشی کی اپیل کی۔سب نے عزیمت و استقامت کا مظاہرہ کیا۔اور پرچم نبوت و ناموس مصطفی ﷺ کو بلند رکھا" (انٹرویو مفتی منیب الرحمٰن۔ماہنامہ النعیم کراچی تمبر 2003)

اس تحریک کے دوران آپ کراچی میں حضرت مولانا عبد الحامد بدایونی رحمتہ اللہ علیہ اور دیگر جید علماء اکرام کے ساتھ شریک رہے۔اور گرفتاری دینے کیلئے رضا کاروں کے دستوں کی تیاری اور دیگر انتظامی امور میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔" آپ روزانہ گرفتاری دینے والے رضا کاروں کو تیار کراتے اور انہیں مخصوص مقامات پر لے جاتے جہاں وہ ختم نبوت کی حمایت اور حکومت کی مخالفت میں مظاہرہ کرتے ہوئے گرفتاری دیتے تھے۔(عہد رواں کی عبقری شخصیت۔مولانا محمد امین نورانی ص 155)

تحریک ختم نبوت 1953ء میں اپنی موجودگی کے حوالے سے آپ فرماتے ہیں "میں اس زمانے میں پاکستا ن میں تھا اور کراچی میں اس تحریک کے دوران میں مولانا عبد الحامد بدایونی مرحوم اور دیگر علماء کے ساتھ شریک رہا۔آرام باغ میں جمعہ کے دن اس مہم کا آغاز کیا گیا۔اور میں اس میں پیش پیش تھا۔رضا کاروں کو گرفتاری کیلئے تیار کرنا اور دیگر انتظامی امور میری ذمہ داریوں میں شامل تھے۔" (عہد رواں کی عبقری شخصیت۔مولانا محمد امین نورانی ص 87)

قادیانیت پچھلی صدی کا منحوس فتنہ:

مولانا شاہ احمد نورانی سے ایک انٹرویو میں جب یہ سوال پوچھا گیا کہ آپ کو قادیانیت کے رد میں کام کرنے کا احساس کیسے پیدا ہوا اور اس سلسلے میں آپ نے کیا جدوجہد کی۔تو آپ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا۔"قادیانیت پچھلی صدی کا منحوس فتنہ ہے۔جس نے اسلام کے نام پر مسلمانوں کو کافر بنانے کا کام سنبھال رکھا ہے۔مرزا قادیانی 1908ء میں مرا اور پچھلی صدی کا وہ سب سے بڑا فتنہ پرور شخص تھا۔اس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بے ادبیاں اور

گستاخیاں کیں۔ اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس کا عقیدہ وہ نہیں جو ایک مسلمان کا ہونا چاہیے۔ اس نے خدا کا وجود اس انداز میں بیان کیا جیسے ہندوؤں وغیرہ کا تصور ہے۔ عقیدہ ختم نبوت کا انکار بار ہا کیا۔ اس نے درجنوں دعوے کیے۔ وہ ایک مخبوط الحواس اور فاتر العقل شخص تھا۔ وہ کہتا تھا کہ میں ہی "محمد اور احمد" ہوں۔ اس کو بے وقوف، احمق، جاہل اور بے عقل لوگوں نے اپنا سب کچھ مان لیا۔ بلکہ جو کچھ وہ بکتا گیا وہ مانتے گئے۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ فتنہ ہندوستان میں انگریزوں نے برپا کیا۔ ان کا پیسہ اور پلاننگ تھی۔ یہ انگریز کا خودکاشتہ پودا ہے اور مرزا خود ملکہ برطانیہ کے گن گاتا تھا۔ میرے والد ماجد خلیفہ اعلیٰحضرت سفیر اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ ایک مبلغ و مصلح تھے۔ انہوں نے ساری زندگی خدمت دین میں گزاری۔ جنوبی امریکہ میں انہوں نے مرزائیت کے خلاف جہاد کیا۔ تبلیغ دین کیلئے سب سے پہلے 1935ء میں وہ سرینام جنوبی امریکہ گئے۔ ان کے ہاتھ پر الحمد للہ ایک لاکھ افراد نے اسلام قبول کیا۔

عقیدہ ختم نبوت مسلمانوں کے درمیان ایک متفقہ اور اجماعی عقیدہ ہے اور سب کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ختم نبوت کا منکر کافر اور مرتد ہے۔ اس امت میں فتنہ ارتداد اور فتنہ انکار ختم نبوت کو جڑ سے اکھاڑنے والے سب سے پہلے سچے عاشق رسول حضور ختمی مرتبت ﷺ کے پہلے خلیفہ راشد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے ہر مصلحت کو بالائے طاق رکھ کر فتنہ ارتداد فتنہ ختم نبوت کی سرکوبی کی۔ مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ یمامہ میں ہزاروں صحابہؓ کرام شریک ہوئے۔ جن میں سینکڑوں حفاظ قرآن بھی تھے۔ اور بالآخر مسیلمہ کذاب کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ برصغیر میں متنبی قادیان کے خلاف علماء حق نے کفر ارتداد کے فتوی جاری کیے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی، حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی، مولانا لطف اللہ علی گڑھی، اور دیگر تمام مکاتب کے اکابر علماء نے مرزا غلام احمد قادیانی کی تکفیر کی۔ علماء حق نے مناظرے اور مباہلے کے چیلنج دیئے اور قبول کئے۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی محض ایک چھوٹی سی تعداد کو اپنا ہمنوا بنانے میں کامیاب ہو سکا۔ اور امت مسلمہ کا سواد اعظم اس عظیم فتنے میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہا۔

چونکہ میرے والد کا موضوع رد قادیانیت و مرزائیت تھا۔ اس حوالے سے تو یہ موضوع مجھے ورثے میں ملا۔ اور پھر اس موضوع کا مطالعہ انسان کے ضمیر کو جھنجھوڑتا ہے۔ انسان سوتے سے جاگتا ہے۔ اسے احساس ہوتا ہے، کہ اے مصطفیٰ ﷺ کے غلام، اٹھ اور جاگ، تیرے ہوتے ہوئے تیرے نبی ﷺ کے گستاخ کیسے جرأت و جسارت کے ساتھ دندنا رہے ہیں۔ یہ قادیانی سیاہ بخت اللہ کے پیارے محبوب ﷺ کی محبت ختم کر کے ہندوستان

کے جھوٹے نبی کی محبت لوگوں کے دلوں میں پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ایسے میں ہر صاحب ایمان کا فرض ہے کہ وہ اٹھ کھڑا ہو اور میدان میں کود پڑے۔اس فتنہ کی سرکوبی ہر بڑے فریضے سے اہم فریضہ ہے۔یہ ایسا زہر ہے جو گڑ کی شکل میں کھلانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ایسے حالات میں بہت ضروری ہے کہ فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کیلئے موثر اقدام اٹھائے جائیں۔اس فتنے کی سرکوبی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی، حضرت اقدس پیر مہر علی شاہ گولڑوی، امیر ملت پیر جماعت علی شاہ صاحب جیسے ہمارے بزرگوں نے کی۔اور اس کا محاسبہ کیا۔بعد میں اور لوگ بھی اس قافلہ میں شامل ہوتے چلے گئے۔میرے والد ماجد نے سرینام جنوبی امریکہ میں اس فتنے کے خلاف جہاد کیا۔میں بھی کچھ عرصہ وہاں رہ کر خدمت کرتا رہا۔قادیانی پاکستان میں ربوہ کو "منی اسرائیل" بنانا چاہتے تھے۔اس سلسلہ میں ہم نے بھی پلاننگ کی اور ہر موڑ پر اس فتنے کا تدارک کیا۔(افکار نورانی۔صاحبزادہ فیض الرسول رضا نورانی ص 50-49)

تحریک تحفظ ختم نبوت 1953ء میں میری کوشش حقیر سا نذرانہ ہے:

آپ فرماتے ہیں کہ "میری سیاسی سرگرمیوں کا آغاز سنی عوام کی تنظیم اور مسلم لیگ کی جماعت سے ہوا۔کیونکہ وہ دور میرا طالبعلمی کا بھی تھا۔اس زمانے میں کوئی واضح شکل میری ذاتی سوچ کی بھی نہیں بن سکتی تھی۔اسلئے اپنے بزرگوں کی بتائی اور دکھائی ہوئی راہ پر چلنا کافی تھا۔قیام پاکستان کے بعد بھی کچھ عرصے تک میں حصول تعلیم میں مصروف رہا۔پھر والد گرامی کے ساتھ بیرونی ممالک کے تبلیغی اور مطالعاتی دورے کئے۔والد محترم نے میری تربیت جن خطوط پر کی ان کا لازمی اور منطقی نتیجہ یہی تھا کہ میں بھی باقاعدہ عملی سیاست میں آؤں۔ادھر ہمارے بزرگوں نے وطن عزیز میں نفاذ اسلام کی جدوجہد شروع کررکھی تھی۔آپ جانتے ہیں کہ 1953ء میں قادیانی فرقے کے خلاف ہم نے آواز اٹھائی تھی۔تو اس میں سب سے توانا آواز ہمارے ہی بزرگوں کی تھی۔اور اس تحریک میں نوجوانوں کا خون سب سے زیادہ کام آیا۔اس تحریک کی قیادت ہمارے بزرگ مولانا سید ابوالحسنات قادری نے کی۔اس سے قبل حضرت غزالی زماں سید احمد سعید کاظمی صاحب نے مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے اجلاس میں ایک باقاعدہ قرارداد پیش کی تھی کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔اس تحریک نے مجھے بھی اپنی طرف متوجہ کیا اور میں نے بھی جان دو عالم ﷺ کے منصب ختم الانبیاء کے تحفظ کیلئے اپنی حقیر سی کوششوں کا نذرانہ پیش کیا۔" (افکار نورانی صاحبزادہ فیض الرسول رضا نورانی ص 232-231)

قادیانیوں کے خلاف آہنی چٹان:

جناب شاکر حسین خان (ریسرچ اسکالر علوم اسلامی جامعہ کراچی) اپنے تحقیقی مقالے میں لکھتے ہیں ''قیام پاکستان کے بعد علماء ومشائخ نے 1953ء میں قادیانیوں کے خلاف تحریک چلائی لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکی۔ اس کے باوجود علمائے حق نئی حکمت عملی سے اپنی ذمہ داریاں احسن طریقے سے سرانجام دیتے رہے۔ اور ہر محاذ پر قادیانیوں کے سامنے سینہ سپر رہے۔ وہ علماء جنہوں نے حق کی آواز کو تحریک ختم نبوت 1953ء کی ناکامی کے بعد دوبارہ بلند کیا۔ ان میں روشن وتابندہ نام مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی کا ہے۔ جنہوں نے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کیلئے بھرپور طریقے سے عملی جدوجہد جاری رکھی۔ قادیانیوں کے خلاف تحریک چلائی اور ان کی ہر موڑ پر مخالفت کرتے رہے۔ مولانا کو قادیانیوں کی مخالفت کرنا ورثے میں ملی تھی۔ ان کے والد مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی قادیانیوں کے اہم مخالفین میں سے تھے۔ انہوں نے افریقہ، یورپ، سیلون، انڈونیشیا، ملائیشیا، برما، اور عرب ریاستوں میں قادیانیت کے خلاف مہم چلائی۔ اور ان کے رد میں انگریزی زبان میں کتاب لکھی۔ جس کا نام ''The Mirror'' ہے۔ اس کتاب کا عربی زبان میں ترجمہ ''المرآۃ'' کے نام سے ہوا۔ اس کتاب کے علاوہ انہوں نے ایک کتاب اردو میں بھی تحریر کی۔ جس کا نام ''مرزائی حقیقت کا اظہار'' ہے۔ اس کتاب کا ملائیشیا کی زبان میں ترجمہ شائع ہوا تو وہاں قادیانیوں کے خلاف زبردست تحریک چلی۔ جس کے بعد ملائیشیا میں قادیانیوں کا داخلہ ممنوع قرار دے دیا گیا۔ چنانچہ مولانا نورانی نے اپنے والد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے قادیانیوں کی مخالفت کی اور ہمیشہ ان کے آگے آہنی چٹان کی مانند کھڑے رہے۔ (ماہنامہ پیام حرم کراچی۔ نومبر 2005ء ص 23)

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

تحریک تحفظ ختم نبوت ۱۹۷۴ء اور

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

محمد احمد ترازی (ایم اے)

برصغیر پاک وہند کے خطے کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بے پناہ فضل وکرم سے نوازا ہے۔اور یہ خطہ ہمیشہ سے ہی قدرتی وسائل اور مردم خیزی کی دولت سے مالا مال رہا۔اوائل اسلام سے لیکر آج تک یہ خطہ زمین جری وبہادر اور اہل علم وفضل کا مرکز رہا۔تاریخ کے ہر موڑ پر اُمت مسلمہ کی رہبری ورہنمائی کیلئے علماء ومشائخ باطل کے ناپاک عزائم کو بے نقاب کرتے اور اسکے سامنے بند باندھتے نظر آتے ہیں۔اس راہ میں کہیں حضرت داتا گنج بخش، سلطان الہند خواجہ معین الدین اجمیری، حضرت بہاؤالدین ذکریا ملتانی، حضرت مجدد الف ثانی، شاہ رکن عالم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔خواجہ شمس الدین سیالوی اور حضرت سیدنا پیر سید مہر علی شاہ صاحب جیسے صوفی بزرگ برصغیر کے مسلمانوں میں توحید اور عشق رسالت کی شمع جلاتے ہیں۔تو دوسری جانب شاہ عبد الحق محدث دہلوی، بطل حریت علامہ فضل حق خیر آبادی، مجاہد اعظم مولانا سید کفایت علی کافی مراد آبادی، مفتی صدر الدین آزردہ، مفتی عنایت احمد کاکوری، مولانا شاہ فضل رسول بدایونی، مفتی لطف اللہ علی گڑھی، محدث ہند سید محمد کچھوچھوی، مولانا شاہ احمد اللہ مدراسی، مولانا عبد الجلیل شہید گڑھی، مولانا فیض احمد بدایونی، منشی رسول بخش کاکوری، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور آپ کے خلفاء صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی، شیر بیشہ اہل سنت مولانا حشمت علی خان، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان، مبلغ اسلام سفیر پاکستان علامہ عبد العلیم صدیقی اور امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب، مفتی سرحد شائستہ گل، مجاہد ملت علامہ عبد الحامد بدایونی، غازی کشمیر قائد تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء، علامہ ابو الحسنات محمد احمد قادری، مجاہد ملت علامہ عبد الستار خان نیازی، پیر بھرچونڈی شریف پیر عبد الرحیم، پیر آف مانکی شریف قال اللہ وقال الرسول کا میدان سنبھالتے نظر آتے ہیں۔

ان اکابرین اہل سنت وجماعت میں مبلغ اسلام، فاتح قادیانیت، سپہ سالار اعلیٰ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء قائد ملت اسلامیہ حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کا نام سرفہرست ہے۔علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کی زندگی کا مشن ملک خداداد پاکستان میں نظام مصطفی ﷺ کا نفاذ اور مقام مصطفی ﷺ کا تحفظ تھا۔آپ آغاز جدوجہد ۱۹۴۵ء سے لیکر زندگی کی آخری سانسوں ۲۰۰۳ء تک اس مقصد کے حصول میں مصروف عمل رہے۔آپ کی ساری زندگی جہد مسلسل سے عبارت ہے۔آپ کی اسلام کی تبلیغ واشاعت اور تحفظ کی جدوجہد پاکستان سمیت ساری دنیا پر

محیط ہے۔آپ دعوت ارشاد وتزکیہ نفس کی تعلیم دینے والے پیر کامل ،میدان سیاست میں حسینی سیاست وکردار کے علمبردار سیاستداں، بین الاقوامی اسلامی دانشور اور مبلغ اور ایک لیجنڈ عالمی رہنما تھے۔

آج ہمیں زندگی کے ہر میدان میں علامہ شاہ احمد نورانی کی ذات نمایاں نظر آتی ہے۔آپ نے زندگی بھر کسی موقع پر بھی ظلم واستبداد، کفر وگمراہی، جہالت اور بے انصافی سے مصالحت نہیں کی۔آپ دین اسلام کی سچائیوں کے سچے علمبردار ،بلند فکر اور بلند کردار انسان تھے۔آپ نے اپنے اسلاف سے ورثہ میں پائی ہوئی خوبیوں کی بدولت کسی بھی مرحلہ پر اپنی تگ ودو میں کمی نہیں آنے دی۔اور اپنے آپ کو اکیسویں صدی کے ترقی یافتہ دور میں قرون اولیٰ کے مسلمان رہنما کی حیثیت سے پیش کیا۔

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کشادہ پیشانی ،نورانی چہرہ،روشن و پر عزم آنکھیں،بارعب و بے ریا اجلی آواز،تصنع وریا کاری سے عاری،شرافت ووضع دار کا پیکر،تہمت والزامات سے پاک وجود کی شخصیت کے مالک تھے۔سچ کہا کسی نے کہ!"ثمر بار ہونے والے شجر اُن زرخیز زمینوں اور موزوں موسموں میں پیدا ہوتے ہیں جہاں آسمان بھی ابر رحمت کیلئے فیاض ہوتا ہے"۔

مبلغ اسلام علامہ عبد العلیم صدیقی کے گھر میرٹھ میں پیدا ہونے والے علامہ شاہ احمد نورانی کا سلسلہ نصب والد کی طرف سے ۳۹ویں اور والدہ کی طرف سے ۳۵ویں پشت میں تحریک ختم نبوت کے قائد اول حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔آپ نجیب الطرفین صدیقی النسل تھے۔اور آپ کے سیدھے پیر کے انگوٹھے میں صدیقیت کی نشانی تل کی شکل میں موجود تھی۔

خیال وفکر کی سچائیاں بھی شامل ہیں مرے لہو میں مرے شجرۂ نسب کی طرح

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کا شمار پاکستان کی اُن چند نامور شخصیات میں ہوتا ہے۔جن کا خاندان نسل در نسل لوگوں کو دین کا شعور دیتا چلا آرہا ہے۔برصغیر کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو ہمیں چند ہی خاندان ایسے دکھائی دیتے ہیں جنکا اوڑھنا بچھونا صرف اسلام تھا۔وہ ہر وقت دین میں مکمل مغلوب دکھائی دیتے ہیں۔جس مقام پر بھی رہے شب و روز دین کی خدمت کو اپنا شعار بنائے رکھا۔مولانا شاہ احمد نورانی کے والد حضرت مولانا عبد العلیم صدیقی نے سفیر اسلام بن کر دنیا میں پھیلے ہوئے جہالت اور گمراہی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں دین حق کی شمع فروزاں کی۔عیسائیت کی رہبانیت سے تنگ شراب اور جنسی آلائش میں ڈوبے ہوئے مادر پدر آزاد معاشرے میں سکون کے متلاشی لوگوں کو اسلام کا عالمگیر پیغام امن وسکون پہنچایا۔جسکی پناہ میں آنے سے رنگ ونسل اور بے راہ روی کے بت پاش پاش ہو

جاتے ہیں۔مولانا نورانی کے خاندان کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو برصغیر کی تاریخ کا سچا مورخ اس حقیقت کا برملا اعتراف کرتا دکھائی دیتا ہے کہ شاہی مسجد میرٹھ کے خطیب حضرت مولانا عبد الحکیم جوش میرٹھی (مولانا نورانی کے دادا) کی اسلام کیلیے وسیع خدمات تھیں۔اسی طرح ان کے حقیقی بھائی مولانا اسماعیل میرٹھی نے اردو ادب میں اتنا گراں قدر کام کیا کہ ان کی کاوشیں پرائمری سے ایم اے تک کی نصابی کتابوں میں عام ملتی ہیں۔(بحوالہ ایک عالم ایک سیاستداں مولانا شاہ احمد نورانی ص ۳)

علامہ شاہ احمد نورانی نے ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی۔اور آٹھ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔حفظ کے بعد ایک سال تک مدینہ منورہ میں تجوید وقرآت کی تعلیم مشہور قاری الشیخ حسن الشاعر سے حاصل کی۔۱۹۴۴ء میں اٹھارہ سال کی عمر میں درس نظامی کی تکمیل کی۔آپ کی دستار بندی مفتی اعظم ہند فرزند اعلیٰ حضرت مولانا شاہ مصطفی رضا خاں، صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی، والدگرامی مبلغ اسلام مولانا عبد العلیم صدیقی اوراپنے استاذ محترم مولانا غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے کی۔۱۹۴۵ء میں اُنیس سال کی عمر میں آپ نے الہ آباد یونیورسٹی سے گریجویشن کی تعلیم مکمل کی اور سیاست میں عملاً حصہ لینا شروع کردیا۔۱۹۴۶ء میں آپ نے مسلم نوجوانوں کی تنظیم نیشنل گارڈ کی بنیاد رکھی اور انتخابات میں مسلمانوں کی نمائندہ جماعت مسلم لیگ کی کامیابی کیلیے بھرپور جدوجہد کا آغاز کیا۔۱۹۴۷ء میں پہلی مرتبہ سیاست میں حصہ لینے پر ڈیفنس انڈیا رولز کے تحت گرفتار ہوئے اور دو ہفتے کیلیے جیل گئے۔علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی ۱۹۴۸ء میں والد ماجد کے ہمراہ پاکستان تشریف لائے۔ابتداً جیکب لائن میں رہائش اختیار کی اور بعد میں (وصال سے ایک سال قبل ۲۰۰۲ء تک) کچھی میمن مسجد کے برابر فلیٹ میں کرائے پر منتقل ہوئے۔۱۹۵۲ء میں آپ نے فرانسیسی زبان کا چھ ماہ کا کورس مکمل کیا۔۱۹۵۳ء میں آپ ''ورلڈ مسلم آرگنائزیشن'' کے جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے اور مسلسل گیارہ سال تک جنرل سیکرٹری رہے۔اس تنظیم کے صدر مفتی اعظم فلسطین مفتی امین الحسینی تھے۔علامہ شاہ احمد نورانی نے دوران طالب علمی ہی قادیانیوں کی اسلام دشمن سازشوں کا گہرا مطالعہ کیا تھا۔چنانچہ اسی سال آپ نے پاکستان میں قادیانیوں کے خلاف تحریک ختم نبوت میں بھرپور حصہ لیکر پاکستان میں اپنی مذہبی وسیاسی زندگی کا آغاز کیا۔

ایک موقع پر جب مولانا شاہ احمد نورانی سے ایک انٹرویو میں یہ سوال پوچھا گیا کہ آپکو قادیانیت کے رد میں کام کرنے کا احساس کیسے پیدا ہوا اور اس سلسلے میں آپ نے کیا جدوجہد کی۔تو آپ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا!

''قادیانیت پچھلی صدی کا منحوس فتنہ ہے۔ جس نے اسلام کے نام پر مسلمانوں کو کافر بنانے کا کام سنبھال رکھا ہے۔ مرزا قادیانی ۱۹۰۸ء میں مرا اور پچھلی صدی کا وہ سب سے بڑا فتنہ پرور شخص تھا۔ اس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بے ادبیاں اور گستاخیاں کیں۔ اللہ تعالیٰ کے بارے میں اسکا عقیدہ وہ نہیں جو ایک مسلمان کا ہونا چاہیے۔ اس نے خدا کا وجود اس انداز میں بیان کیا جیسے ہندوؤں وغیرہ کا تصور ہے۔ عقیدہ ختم نبوت کا بارہا انکار کیا۔ اس نے درجنوں دعوے کیے۔ وہ ایک مخبوط الحواس اور فاتر العقل شخص تھا۔ وہ کہتا تھا کہ میں ہی محمد اور احمد ہوں۔ اس بیوقوف، احمق، جاہل اور بے عقل لوگوں نے اپنا سب کچھ مان لیا۔ بلکہ جو کچھ وہ بکتا گیا وہ مانتے گئے۔ اور اسکی وجہ یہ تھی کہ یہ فتنہ ہندوستان میں انگریزوں نے برپا

نے تن کا نا تھا۔ میرے والد ماجد خلیفہ اعلیٰ حضرت سفیر اسلام مولانا شاہ عبد العلیم

صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ پہلے ایک مبلغ و مصلح تھے۔ انہوں نے ساری زندگی خدمت

... امریکہ میں ... مرزائیت کے خلاف جہاد کیا۔ تبلیغ دین

کیلئے سب سے پہلے ۱۹۳۵ء میں وہ سرنیام جنوبی امریکہ گئے۔ ان کے ہاتھ پر الحمد للہ ایک لاکھ افراد نے اسلام قبول کیا۔ عقیدہ ختم نبوت مسلمانوں کے درمیان ایک متفقہ اور اجتماعی عقیدہ ہے اور سب کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ختم نبوت کا منکر کافر اور مرتد ہے۔ اس اُمت میں فتنہ ارتداد اور فتنہ انکار ختم نبوت کو جڑ سے اُکھاڑنے والے سب سے پہلے سچے عاشق رسول حضور ختمی مرتبت ﷺ کے پہلے خلیفہ راشد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے ہر مصلحت کو بالائے طاق رکھ کر فتنہ ارتداد و فتنہ ختم نبوت کی سرکوبی کی۔ مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ یمامہ میں ہزاروں صحابہ کرام شریک ہوئے۔ جن میں سینکڑوں حفاظ قرآن بھی تھے۔ اور بالآخر مسیلمہ کذاب کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ برصغیر میں متنبی قادیان کے خلاف علماء حق نے کفر و ارتداد کے فتاویٰ جاری کیے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی، حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی، مولانا لطف اللہ علی گڑھی اور دیگر علماء کرام نے مرزا غلام احمد قادیانی کی تکفیر کی۔ علماء حق نے مناظرے اور مباہلے کے چیلنج دیئے اور قبول کیے۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی محض ایک چھوٹی سی تعداد کو اپنا ہمنوا بنانے میں کامیاب ہو سکا۔ اور اُمت مسلمہ کا سواد اعظم اس عظیم فتنے میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہا۔ چونکہ میرے والد کا موضوع رد قادیانیت و مرزائیت تھا اس حوالے سے تو یہ موضوع مجھے ورثے میں ملا ہے۔ پھر اس موضوع کا مطالعہ انسان کے ضمیر کو جھنجھوڑتا ہے۔ انسان سوتے سے جاگتا ہے اسے احساس ہوتا ہے کہ اے مصطفیٰ ﷺ کے غلام اٹھ اور جاگ تیرے ہوتے نبی ﷺ کے گستاخ کیسے جرأت و جسارت کیساتھ دندنا رہے ہیں۔ یہ قادیانی سیاہ بخت اللہ کے پیارے محبوب ﷺ کی محبت ختم کر کے ہندوستان کے جھوٹے نبی کی محبت لوگوں کے دلوں میں پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ ایسے میں ہر صاحب ایمان کا فرض ہے کہ وہ اٹھ کھڑا ہو اور میدان میں کود پڑے۔ اس فتنہ کی سرکوبی ہر بڑے فریضے سے اہم فریضہ ہے۔ یہ ایسا زہر ہے جو گڑ کی شکل میں کھلانے کی

کوشش کی جارہی ہے۔ایسے حالات میں بہت ضروری ہے کہ فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کیلئے مؤثر اقدام اٹھائے جائیں۔اس فتنے کی سرکوبی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی،حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی،امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب جیسے ہمارے بزرگوں نے کی۔اور اسکا محاسبہ کیا۔بعد میں اور لوگ بھی اس قافلہ میں شامل ہوتے چلے گئے۔میرے والد ماجد نے سرینام میں جنوبی امریکہ میں اس فتنہ کے خلاف جہاد کیا۔میں بھی کچھ عرصہ وہاں رہ کر خدمت کرتا رہا۔قادیانی پاکستان میں ربوہ کو منی اسرائیل بنانا چاہتے تھے۔اس سلسلہ میں ہم نے بھی پلاننگ کی اور ہر موڑ پر اس فتنے کا تدارک کیا۔(افکار نورانی از صاحبزادہ فیض الرسول رضا نورانی ص۴۹،۵۰)

علامہ شاہ احمد نورانی نے اپنے والد محترم علامہ عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے تبلیغی مشن کو اپنی زندگی کا مقصد بنالیا اور والد صاحب کی زندگی ہی میں ان کے ساتھ تبلیغی دوروں پر جانے لگے تھے۔۱۹۵۴ء میں علامہ عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد آپ نے اپنے والد کے تبلیغی مشن سے باقاعدہ وابستگی اختیار کر لی اور اپنے والد کے مشن کو بہتر طریقے سے سرانجام دینے کا عزم کر کے اس سے وابستہ ہو گئے۔۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے بعد سے لیکر ۱۹۶۹ء تک آپ نے اپنا زیادہ تر وقت بیرون ملک تبلیغی دوروں میں گزارا۔اور اس دوران علامہ شاہ احمد نورانی نے اشاعت اسلام کیساتھ ساتھ قادیانیوں کی سرگرمیوں کا بھی نہایت باریک بینی سے جائزہ لیا۔آپ پر یہ حقیقت منکشف ہو چکی تھی کہ قادیانیت اسلام کے خلاف یہود و نصاریٰ کی ایک منظم سازش ہے۔ان تبلیغی دوروں کے دوران قادیانی اسرائیل گٹھ جوڑ اور مرزائی انگریز تعلقات خصوصی طور پر آپ کے زیر مطالعہ رہے۔آپ بالخصوص بیرون ملک قادیانیوں کی خطرناک سرگرمیوں اور عزائم سے مسلمانوں کو آگاہ کرتے رہے۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے بعد سے لیکر ۱۹۶۹ء تک تقریباً سولہ سال کے عرصے میں آپ نے زیادہ تر وقت بیرون ملک تبلیغی دوروں میں گزارا۔اس دوران آپ اسلام کی ترویج و اشاعت اور فتنہ قادیانیت کے رد اور اسکے خلاف محاسبے کی سرگرمیوں میں مصروف رہے۔ان ہی مصروفیات کے دوران آپ کی مدینہ منورہ میں شادی ہو گئی۔جس کی وجہ سے آپ نے مدینہ منورہ میں رہائش اختیار کر لی اور آپ کا پاکستان آنا جانا کم ہو گیا۔ادھر پاکستان سے جانے والے علماء کرام جب زیارت مدینہ کے لیے مدینہ منورہ حاضر ہوتے تو آپ سے بھی ملاقات کرتے۔وہ

آپ سے پاکستان میں اہل سنت کی حالت زار اور قیادت کے فقدان کا تذکرہ کر کے اصرار کرتے کہ آپکی پاکستان میں زیادہ ضرورت ہے۔حضرت آپ پاکستان تشریف لائیں۔یہ اصرار روز بروز بڑھتا جا رہا تھا۔حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علمائے اہل سنت پہلے ہی آپ سے پاکستان آنے کی درخواست کر چکے تھے۔جب آپ کے قریبی دوستوں میاں جمیل احمد شرقپوری (سجادہ نشین شرقپور) اور پیر سید حامد حسین شاہ نے بھی آپ کے پاکستان واپس آنے پر زور دیا تو آپ نے وطن عزیز میں اہل سنت و جماعت کی مذہبی وسیاسی ناگفتہ بے حالت کو محسوس کرتے ہوئے قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ساری صورتحال بیان کی۔جس پر حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے آپکو حکم دیا کہ پاکستان جائیے وہاں آپ کی اشد ضرورت ہے وہاں جا کر دین وملت کی خدمت کیجئے۔

چنانچہ علامہ شاہ احمد نورانی ۱۹۶۹ء میں پاکستان تشریف لائے۔اور آپ نے تبلیغی سرگرمیوں کیساتھ ساتھ سیاست میں بھی سرگرم حصہ لینا شروع کیا۔یہ وہ دور تھا جب علماء ومشائخ کے بارے میں یہ تاثر عام تھا کہ وہ حکومت کی کاسہ لیسی کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتے اور ان میں حکومت سے اختلاف رائے کی جرأت نہیں ہے۔پاکستان آنے کے بعد آپ نے اپنا سب سے پہلا بیان قادیانیوں کے بارے میں جاری کیا۔آپ نے پاکستان کے صدر جنرل یحیٰ خان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا!

> ''تمہارا قادیانی مشیر ایم ایم احمد پاکستان کی معیشت کو تباہ کر رہا ہے۔جس کے نتیجے میں مشرقی پاکستان ہمارے ہاتھ سے نکل سکتا ہے''۔(ماہنامہ ضیائے حرم ختم نبوت نمبر دسمبر ۱۹۷۴ء)

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کے مندرجہ بالا قول کو مدنظر رکھ کر آپ کی تمام زندگی پر نظر دوڑائی جائے تو یہ کہنا بالکل بجا معلوم ہوتا ہے کہ قدرت نے علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کو وطن واپس اسی مقصد کے لیے بھیجا تا کہ آپ اہلیان پاکستان کو آنے والے عظیم طوفان ''سقوط ڈھاکہ'' سے آگاہ کر سکیں اور قادیانیوں کے خلاف اُمت مسلمہ کی نوے سالہ جدوجہد کو اپنے منطقی انجام تک پہنچانے کا فریضہ سرانجام دیں سکیں۔

جنوری ۱۹۷۰ء میں سرگودھا اجلاس میں جمعیت علمائے پاکستان کی مجلس شوریٰ نے متفقہ طور پر علامہ شاہ احمد نورانی کو قومی اسمبلی کا پارلیمانی لیڈر منتخب کیا۔جناب پروفیسر شاہ فرید الحق سندھ اسمبلی کیلئے اور جناب ناصر بلوچ پنجاب اسمبلی میں پارلیمانی لیڈر منتخب کیے گئے۔اس اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ جمعیت علمائے پاکستان حزب اختلاف

کی سیٹوں پر بیٹھ کر اپوزیشن کا مثبت کردار ادا کرے گی اور ملک میں سوشلزم اور لادینی نظریات کے خلاف نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کی جدوجہد جاری رکھے گی۔(پمفلٹ جمعیت علمائے پاکستان از رشید احمد رضوی شعبہ نشر و اشاعت پنجاب)

۴ اپریل ۱۹۷۲ء کو ذوالفقار علی بھٹو نے مارشل لاء کے زیر سایہ آئین ساز اسمبلی کے افتتاحی اجلاس سے قبل آئین ساز اسمبلی کے وضع کردہ آئین کی تشکیل تک ایک عبوری آئین نافذ کیا۔۱۵ اپریل ۱۹۷۲ء کو قومی اسمبلی کا سہ روزہ افتتاحی اجلاس شروع ہوا جس میں علامہ شاہ احمد نورانی نے اجلاس کے پہلے روز ہی جمعیت علمائے پاکستان کے پارلیمانی قائد کی حیثیت سے عبوری آئین کے حوالے سے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کو اپنا موضوع بنایا۔پاکستان کی تاریخ میں قومی اسمبلی کے اندر عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ میں بلند ہونے والی یہ پہلی آواز تھی۔آپ نے ایک سچے عاشق رسول ہونے کی حیثیت سے بے خطر ناموس رسالت ﷺ کی حفاظت کا حق ادا کیا۔اور قومی اسمبلی میں تاریخ ساز خطاب کرتے ہوئے فرمایا!

> ”جو آئین ہمارے سامنے عمدہ فریم میں سجا کر پیش کر دیا گیا ہے اس میں اسلام کو قطعاً کوئی تحفظ نہیں دیا گیا۔میں اس دستور کو اس معزز ایوان کیلئے قابل قبول نہیں سمجھتا اور اس دستور کی مخالفت کرتا ہوں۔اگر اس دستور کو نافذ ہی کرنا ہے تو وہ دفعات جو اسکے اندر اسلام کے متعلق ہیں ان دفعات کے متعلق کسی کمیٹی کے سامنے میں بیان دے سکتا ہوں۔یہاں بہت سے عالم موجود ہیں وہ بھی بیان دیں گے۔اسلام کے مطابق دستور بنانے میں تعاون کریں اور ان دفعات کی تصحیح کی جائے جو اسلام کے خلاف ہیں۔پھر اسی عارضی دستور میں ترامیم کر دی جائیں تب یہ قابل قبول ہو سکتا ہے“۔

آپ نے مزید فرمایا!

''اس دستور میں کوئی اسلامی روح کارفرما نہیں ہے۔حکومت کی تمام نیک نیتی کے باوجود اس عبوری آئین سے کچھ حاصل نہیں ہوسکتا۔چونکہ اس میں وہ تاریخیں متعین نہیں کی گئیں ہیں۔جس تاریخ کو بینکوں کے سود،شراب،نائٹ کلب اور اس قسم کی دوسری چیزوں سے قوم کو نجات ملے گی۔ستم ظریفی یہ کہ دوسری اصلاحات تو حکومت نہایت عجلت میں نافذ کرتی جارہی ہے۔لیکن جو برائیاں معاشرے کو گھن کی طرح چاٹ رہی ہیں انکو دور کرنے کا وقت متعین نہیں کیا گیا''۔

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نے قومی اسمبلی میں اپنے اس اولین خطاب میں آئین کے اندر مسلمان کی تعریف شامل کرنے کا پرزور مطالبہ کیا۔آپ کے اس مطالبے کا مقصد پاکستان کے اس اعلیٰ ترین انتظامی منصب پر عقیدہ ختم نبوت کے مخالف قادیانیوں اور غیر مسلموں کے فائز ہونے کے امکانات کا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خاتمہ تھا۔علامہ شاہ احمد نورانی کا آئین میں مسلمان کی تعریف شامل کرنے کا مطالبہ دراصل قادیانیوں کو کافر اور غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی تحریک کا نقطہ آغاز اور ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کی بنیادی اساس تھا۔

مولانا شاہ احمد نورانی نے دستور میں مسلمان کی تعریف کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ!

''اس میں لکھا ہے کہ پاکستان کا صدر مسلمان ہوگا مگر مسلمان کی تعریف کوئی نہیں جانتا کہ کیا

ہے؟ہر شخص مسلمان بننے کی کوشش کرتا ہے۔املک میں اسلام کے بدترین دشمن موجود ہیں۔وہ مسلمان بنکر یہاں حکمران بن سکتے ہیں اور چور دروازے سے حکومت کرنے کیلیے وہ یہاں آسکتے ہیں۔اس لیے میں مسلمان کی تعریف کرونگا جو شخص اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر یقین رکھتا ہو اور حضور انور ﷺ کے آخری نبی ہونے کا یقین رکھتا ہو وہ مسلمان ہے''۔

منکرین عقیدہ ختم نبوت کے بارے میں علامہ شاہ احمد نورانی کا ہمیشہ سے یہی موقف رہا ہے کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور وہ پاکستان کی سالمیت ویکجہتی کے شدید ترین دشمن ہیں۔اور انکی سرگرمیاں پاکستان کی سالمیت کیلیے خطرناک ہیں۔اس لیے آپ نے اپنے پہلے ہی خطاب میں اس عقیدے کے تحفظ پر اظہار خیال کیا اور اسے قانونی تحفظ دینے کیلیے آئین میں مسلمان کی تعریف درج کرنے کی اہمیت پر زور دیا۔آپ نے جب غیر مسلموں کی

فہرست میں مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکاروں اور کمیونسٹوں کا نام لیا تو برسر اقتدار پارٹی کے اراکین میں کھلبلی مچ گئی۔اور انہوں نے آپ کے خطاب میں مداخلت شروع کر دی۔لیکن آپ نے پیپلز پارٹی کے بعض اراکین کی مداخلت کے باوجود اپنا خطاب جاری رکھا اور سپیکر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا!

"جناب اسپیکر میں نے سوشلسٹ نہیں کہا کمیونسٹ کہا ہے۔اگر کوئی کمیونسٹ ہے تو وہ بھی صدر مملکت بننے کے قابل نہیں ہے۔سوشلسٹ اگر کمیونسٹ ہے تو وہ بھی اس قابل نہیں۔دستور میں مسلمان کی تعریف نہیں ہے اور جو لوگ حضور اکرم ﷺ کو آخری نبی نہیں مانتے ہم انکو مسلمان ہی نہیں سمجھتے تو پھر یہ کیسے چور دروازے سے آکر اسلام کے نام پر حکمران بن سکتے ہیں اور تباہی کا سامان پیدا کر سکتے ہیں۔میں وزیر قانون کی خدمت میں عرض کرونگا کہ دستور وہ ہو جو اسلام کے عین مطابق ہو یہ آئین وزیر قانون کے نزدیک صحیح ہو سکتا ہے اور مکمل ہو سکتا ہے مگر ہم اس پر ترمیم کیے بغیر اسے ٹھیک نہیں سمجھتے۔اسے بڑا خوشنما بنا کر ہمارے سامنے سجا کر رکھا گیا ہے۔اس میں صرف خوشنمائی ہی ہے مگر کام کی بات نہیں رکھی گئی اور اسکے اندر اسلامی روح موجود نہیں ہے بلکہ اسلامی روح کو مسخ کرنے کی کوشش کی گئی ہے"۔

اس موقع پر پیپلز پارٹی نے مسلمانوں کے باہمی اختلافات کا سہارا لے کر آئین میں مسلمان کی متفقہ تعریف درج کرنے سے راہ فرار اختیار کرنا چاہی۔اور حکومتی مذہبی معاملات کے ترجمان اور مرکزی کابینہ کے وزیر مولانا کوثر نیازی نے مولانا شاہ احمد نورانی کے خطاب کے جواب میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہا!

''علماء میں جو اختلافات موجود ہیں انکی بناء پر ایک عالم دوسرے عالم سے مسلمان کی تعریف پر متفق نہیں ہے۔میں اس وقت بھی یہاں چیلنج کرتا ہوں کہ علماء مسلمان کی کوئی متفقہ تعریف اس ایوان کے سامنے پیش کریں۔میں ان کو چیلنج کرتا ہوں کہ ان کے جتنے ارکان یہاں بیٹھے ہیں وہ باہم مل کر مسلمان کی کوئی تعریف ہمارے سامنے پیش کریں۔ہم انہیں پندرہ دن دینے کیلئے تیار ہیں ۔وہ ایک ساتھ بیٹھ جائیں اور مسلمانوں کی کوئی ایک تعریف پر متحد ہو جائیں۔۔۔ہم اسے منظور کرنے کے لیے تیار ہیں۔لیکن میں کہتا ہوں کہ آج بھی انکے اندر باہمی اختلاف ہوگا۔اور وہ صحیح طور پر مسلمان کی کوئی ایک تعریف نہیں کر سکیں گے''۔

مولانا کوثر نیازی کا یہ چیلنج دراصل تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی انکوائری کے دوران جسٹس منیر کی رولنگ کہ علماء مسلمان کی تعریف پر متفق نہیں ہیں کا اعادہ تھا۔جسٹس منیر رپورٹ اور اسکی رولنگ کی وجہ سے یہودی اور عیسائی لابی نے اسلام اور پاکستان کو بہت بدنام کیا۔اور یہ اعتراض کیا تھا کہ پاکستان ایک ایسی مملکت ہے جو اسلام کے نام پر حاصل کی گئی ہے لیکن اسکے علماء مسلمان کی تعریف پر متفق نہیں ہیں۔آج قومی اسمبلی میں مسلمان کی متفقہ تعریف کا چیلنج دیتے ہوئے مولانا کوثر نیازی نے وہی کردار ادا کیا جو جسٹس منیر اس سے پہلے ادا کر چکا تھا۔اس وقت جسٹس منیر کا مقصد یہودی اور عیسائی لابی کی خوشنودی تھا تو آج مولانا کوثر نیازی کا مقصود کیمونسٹ اور سیکولر لابی کی ہمدردیوں کا حصول تھا۔حکومتی وزیر کوثر نیازی کی طرف سے دیا گیا چیلنج جمعیت علمائے پاکستان کے ڈپٹی پارلیمانی لیڈر شیخ الحدیث علامہ شاہ عبد المصطفیٰ ازہری نے قبول کرتے ہوئے کہا کہ!

"میں اپنی جماعت کی جانب سے اس بات کو قبول کرتا ہوں ۔۔ہم چاہتے ہیں کہ اجمالی طور پر اختصار سے مسلمان کی تعریف اس آئین میں آجائے تاکہ جو لوگ لفظ مسلم سے فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں اور لفظ اسلام کی تعریف میں نہیں آتے ان کے لیے اس لفظ سے استفادہ حاصل کرنے کا سدباب ہو جائے۔اجتماعی طور پر تحقیق تفصیلات کی ضرورت نہیں ہے۔مسلمان کی تعریف کے سلسلے میں علماء میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔گورنر جنرل غلام محمد کے زمانے میں علماء نے متفقہ طور پر ۲۲ نکات پیش کردیئے تھے۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ علماء میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔اور جو چیلنج مولانا کوثر نیازی صاحب نے دیا ہے ہم اسکو قبول کرتے ہیں اور علماء کے نزدیک مسلمان کی متفقہ طور پر تعریف پیش کرنے کے لیے ہر وقت تیار ہیں"۔(بحوالہ روئیداد قومی اسمبلی مورخہ ۱۵ اپریل ۱۹۷۲ء)

اس دن اسمبلی کی کاروائی کے اختتام کے بعد ایم این اے ہاسٹل میں جمعیت علمائے پاکستان کے پارلیمانی قائد علامہ شاہ احمد نورانی کے کمرے میں جمعیت کے مرکزی رہنماؤں کا اجلاس ہوا۔جس کا مقصد مسلمان کی تعریف کی تیاری تھا۔اس اجلاس میں جمعیت کے ممبران قومی اسمبلی علامہ شاہ احمد نورانی،مولانا محمد علی رضوی،علامہ عبد المصطفیٰ ازہری کے علاوہ علامہ غلام علی اوکاڑوی اور مولانا عبد الستار خان نیازی بھی شریک ہوئے۔اور ان حضرات نے باہمی صلاح ومشورے سے مسلمان کی جامع اور مختصر تعریف تجویز کی۔اس مجوزہ تعریف کا ڈرافٹ اپوزیشن کے دیگر علماء کرام مفتی محمود،مولانا عبد الحکیم،مولانا غلام غوث ہزاروی،مولانا عبد الحق اکوڑہ خٹک کے پاس لیجایا گیا۔جنھوں نے متفقہ طور پر جمعیت علمائے پاکستان کی جانب سے تیار کردہ اس ڈرافٹ کی توثیق کی اور باہمی مشورے سے طے پایا کہ چونکہ علامہ شاہ احمد نورانی اور علامہ عبد المصطفیٰ ازہری اپنی تقریر کر چکے ہیں اور مولانا کوثر نیازی کے اس چیلنج اور تاثر کو بھی زائل کرنا ہے کہ علماء مسلمان کی تعریف پر متفق نہیں ہیں۔اس لیے متفقہ طور پر اپوزیشن کی طرف سے اب مسلمان کی یہ تعریف قومی اسمبلی میں مولانا عبد الحق اکوڑہ خٹک پیش کریں گے۔تاکہ حکومت کو بتایا جاسکے کہ مسلمانوں کے تمام مکتبہ فکر اس تعریف پر ہی نہیں بلکہ تمام اہم قومی وملی امور پر متفق ہیں۔اور حکومت جو یہ تاثر دینے کی کوشش کررہی ہے کہ علماء کے درمیان اختلافات ہیں اور وہ آپس میں مسلمان کی تعریف پر ہی متفق نہیں ہیں۔دیگر امور پر کیا متفق ہوں گے قطعاً غلط اور منفی پروپیگنڈے پر مبنی ہے۔واضح رہے کہ مسلمان کی تعریف کا انگریزی ترجمہ جمعیت علمائے پاکستان کے قابل

فخر رہنما پروفیسر سید شاہ فرید الحق نے کیا تھا۔ جس سے اس وقت کے امارتی جنرل جناب یحییٰ بختیار نے بھی اتفاق کیا تھا۔

علامہ شاہ احمد نورانی نے قوم کو اس مسئلے کی اہمیت سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا!

''مسلمان وہ ہے جو کتاب وسنت اور ضروریات دین پر یقین رکھتا ہو اور قرآن کو ان تشریحات کے مطابق مانتا ہو جو سلف صالحین نے کی ہیں۔ نیز حضور ﷺ کو آخری نبی تسلیم کرتا ہو۔ اگر اسلامی آئین میں مسلمان کی یہ تعریف شامل نہ کی گئی تو ہم ایسے آئین کو اسلامی آئین نہیں کہیں گے۔ بھٹو بار بار اسلام کے لیے جان قربان کرنے کا اعلان کرتے ہیں قوم کو انکی جان کی ضرورت نہیں اسلیے فی الحال جان قربان نہ کریں بلکہ اسلام کیلئے شراب کے استعمال اور درآمد پر پابندی عائد کریں''۔ مولانا شاہ احمد نورانی ایک عالم ایک سیاستداں ص ۱۰۳،۱۰۲)

مولانا کوثر نیازی کی جانب سے دیئے گئے چیلنج کے صرف دو دن کے بعد ۱۷ اپریل ۱۹۷۲ء کو متحدہ اپوزیشن کی جانب سے مولانا عبد الحق اکوڑہ خٹک نے پاکستان کی قومی اسمبلی میں جمعیت علمائے پاکستان کے ممبران قومی اسمبلی علامہ شاہ احمد نورانی، مولانا محمد علی رضوی، علامہ عبد المصطفیٰ ازہری کے علاوہ علامہ غلام علی اوکاڑوی اور مولانا عبد الستار خان نیازی صاحب کی مشاورت سے تجویز کردہ مسلمان کی جامع تعریف کو پہلی بار اسمبلی میں پیش کیا۔ جمعیت علمائے پاکستان کی جانب سے اس مجوزہ تعریف کو بعد میں ۱۹۷۳ء کے آئین میں شامل کر لیا گیا۔ جو آج بھی صدر اور وزیر اعظم کے حلف میں شامل ہے۔

علامہ شاہ احمد نورانی کی کوششوں اور کاوشوں کی بدولت مسلمان کی تعریف اب پاکستان کے آئین کا حصہ بن چکی تھی۔ آئین میں اس تعریف کی شمولیت نے دراصل قادیانیوں کو ایک ایسی غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا تھا۔ جس کا مستقبل میں صرف اعلان ہونا ہی باقی رہ گیا تھا۔ آئین میں اس تعریف کی شمولیت سے قادیانیوں کو بھی یقین ہو چکا تھا کہ دستور میں مسلمان کی جامع تعریف شامل ہو جانے کے بعد وہ درحقیقت غیر مسلم اقلیت قرار پا چکے ہیں۔ اور آج نہیں تو کل ان کے غیر مسلم اقلیت ہونے کا اب صرف اعلان ہی باقی رہ گیا ہے۔

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی پاکستان کی پارلیمانی اور آئینی تاریخ کے پہلے سیاستدان تھے۔ جنہوں نے سب سے پہلے آئین میں مسلمان کی تعریف شامل کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔ اور آپ نے آئین سازی کیلئے قائم کمیٹی میں سب

سے پہلی ترمیم ہی مسلمان کی تعریف اور ریاست کا سرکاری مذہب اسلام قرار دینے سے متعلق پیش کی۔ مستقل آئین کی تیاری کیلئے آپ نے تین بنیادی باتیں ہمیشہ دہرائیں۔

۱) پارلیمانی طرز حکومت

۲) ملک کا سرکاری مذہب اسلام

۳) دو ایوانی مقننہ

آپ نے یہ تجویز بھی دی کہ ہمارے آئین کی بنیاد قرآن وسنت پر استوار ہونی چاہیے۔ ملک کے آئین میں یہ شق لازمی موجود ہونی چاہیے کہ جو مسلمان مذہب سے منحرف ہوگا اسے سزائے موت دی جائے گی۔ آپ نے واضح کیا کہ ہماری جماعت غیر اسلامی آئین ہرگز قبول نہیں کرے گی۔ اسلیے کہ پاکستان اسلام کے نام پر قائم ہوا ہے۔ تا کہ مسلمان دین اسلام کی اصل روح کے مطابق طرز حیات اپنائیں۔ اور اس ملک کے باشندوں کو پورا اختیار ہے کہ وہ اسلامی آئین کا مطالبہ کریں۔ ہم اسمبلی کے باہر اور اندر مستقل جدوجہد کریں گے اور غیر اسلامی آئین کی ہر کوشش کی ڈٹ کر مخالفت کی جائے گی۔

آئین سازی کیلئے قائم کی گئی کمیٹی میں حزب اختلاف کے ارکان نے اپنی اپنی آئینی تجاویز پیش کیں۔ اور اس سلسلے میں اپوزیشن اور بھٹو کے درمیان مذاکرات ہوئے۔ ان مذاکرات میں علامہ شاہ احمد نورانی نے اپنی آئینی تجاویز کے بارے میں بھٹو کو تفصیل سے آگاہ کر کے انہیں قائل کرلیا۔ اور بھٹو جیسا ذہین سیاستدان بھی مولانا نورانی کی آئینی تجاویز میں نقص نہیں نکال سکا۔ نتیجۃً آئین سازی کے ضمن میں ایک ایسا فارمولا مرتب کیا گیا جس سے حزب اقتدار اور حزب اختلاف نے اتفاق کیا اور ۲۰ اکتوبر ۱۹۷۲ء کو اس فارمولے کی روشنی میں ایک آئینی سمجھوتا حکومت اور اپوزیشن کے درمیان طے ہوا۔ اس آئینی سمجھوتے میں ان متفقہ امور کی نشاندہی کی گئی تھی جنکے مطابق آئین سازی کی جانی تھی۔ اس آئینی سمجھوتے پر جمعیت علمائے پاکستان کی طرف سے علامہ شاہ احمد نورانی جمعیت علمائے اسلام کی طرف سے مفتی محمود اور جماعت اسلامی کی طرف سے پروفیسر عبدالغفور نے دستخط کیے۔ اس موقع پر علامہ شاہ احمد نورانی نے اس آئینی سمجھوتے کے حوالے سے فرمایا کہ!

> ''آئین کے جن بنیادی اصولوں کے بارے میں سمجھوتا ہوا ہے اگرچہ وہ سب کے سب قابل تعریف ہیں لیکن اسلامی دفعات اور خاص طور پر صدر مملکت کیلئے مسلمان ہونے کی لازمی شرط بہت اطمینان بخش ہے''۔

آئینی سمجھوتے پر دستخط ہونے کے باوجود دینی جماعتوں نے آئین کو مزید اسلامی رنگ دینے کیلئے اپنے دباؤ کو جاری رکھا اور غیر اسلامی آئین کے خلاف تحریک چلانے اور اسے نامنظور کرنے کا برابر اعلان کرتی رہیں۔ علامہ شاہ احمد نورانی آئین سازی میں کتنی دلچسپی لے رہے تھے اسکا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے آئین کی ۲۸۰ دفعات میں ۲۰۸ ترامیم پیش کیں۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۷۲ء کو آئینی کمیٹی نے قانون ساز اسمبلی میں حتمی رپورٹ پیش کی۔ علامہ شاہ احمد نورانی نے اس پر اختلافی نوٹ لکھا۔ جس میں آپ نے جداگانہ طریقہ انتخاب کی حمایت کی اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ تمام ناجائز مال و دولت کو ضبط کیا جائے اور صدر و وزیر اعظم کے اختیارات کے درمیان توازن پیدا کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے!'' آپ فرمادیں اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہارا کنبہ اور تمہارے کمائے ہوئے مال تمہاری وہ تجارت جس کے نقصان کا تمہیں اندیشہ رہتا ہے اور تمہاری پسندیدہ رہائش گاہیں یہ سب کچھ اگر تم کو اللہ اور اسکے رسول اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ محبوب ہوں تو تم اللہ کے حکم (عذاب) کا انتظار کرو اور اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا''۔ (سورۃ التوبہ آیت ۲۴)

ایک انسان کے اندر والدین اولاد بھائی بیوی خاندان مال تجارت اور مکان ان سب چیزوں سے محبت فطری چیز ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آگاہ فرماتا ہے کہ اگر تمہارے اندر ان سب چیزوں کی محبت میری اور میرے محبوب ﷺ کی محبت سے بڑھ جائے تو تم گویا خطرے کی حد میں داخل ہو چکے ہو اور بہت جلد تم کو میرا غیض و غضب اپنی لپیٹ میں لے لیگا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مومن کیلئے رسول اللہ ﷺ سے محبت نہ صرف یہ کہ فرض ہے بلکہ سب سے قریبی رشتہ داروں اور سب سے قیمتی متاع پر مقدم ہے۔ اور خود آقائے دوجہاں ﷺ نے فرمایا کہ!'' تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اسکو ماں باپ اولاد اور دوسرے تمام لوگوں سے محبوب نہ ہو جاؤں''۔ (بخاری کتاب الایمان)

یہ ایک حقیقت ہے کہ اس دور انحطاط میں اور عہد زوال میں اگر بحیثیت مسلمان ہماری تہذیبی اور ثقافتی اکائی سلامت ہے تو اسکی وجہ صرف اور صرف ایمان کی وہ چنگاری ہے جو عشق رسول ﷺ کی صورت میں غلاموں کے سینوں میں ابھی تک سلگ رہی ہے۔ وہی چنگاری جب شعلہ بنتی ہے تو کبھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قول و فعل کی اساس ٹھہرتی ہے۔ کبھی اسکا اظہار عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی غیرت ایمانی میں ہوتا ہے۔ کبھی یہ عشق رسول ﷺ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے جذبہ ایثار و حیا میں نظر آتا ہے۔ اور کبھی یہ طاقت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شجاعت کی صورت اختیار کرنا

ہے۔کبھی عشق رسول ﷺ کی یہ تڑپ میدان کربلا میں رسم شبیری کا حوالہ بنتی ہے۔کبھی اسکی جھلک اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے دندان مبارک میں اذن نمو پاتی ہے۔کبھی اس محبت رسول ﷺ کی مہک بلال رضی اللہ عنہ کے نغمہ اذان بنکر سماعتوں میں رس گھولتی ہے۔کبھی اس کی دلکشی غوث اعظم کی غوثیت کی آبرو قرار پاتی ہے۔کبھی یہ عشق غازی علم دین کی خلعت شہادت کی زینت بنتا ہے۔کبھی یہ عشق حسان بن ثابت، عبداللہ بن رواحہ، زہیر بن کعب، رومی، سعدی، احمد رضا اور اقبال کی نعت میں تخلیق کے مقام پر جلوہ گر ہوتا ہے۔اور کبھی یہ عشق رسول اور محبت مصطفی ﷺ مرد قلندر، درویش خدامست علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کی زندگی میں نظر آتا ہے۔

عشق رسول ﷺ ایک مومن کی معراج ہے جسکے بغیر کسی بھی مسلمان کا ایمان کامل نہیں ہوسکتا۔ایمان کی اس بنیادی صفت کو ہر مسلمان تسلیم کرتا ہے۔اور اپنی زبان سے اسکی گواہی دیتا ہے لیکن عملی زندگی میں بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہوں نے عشق رسول کی روح کو صحیح معنوں میں سمجھا۔اُسے اپنی زندگی کا بنیادی نقطہ مرکز ومحور تسلیم کرتے ہوئے عازم سفر ہوئے۔ایک سچا مسلمان جب اس کٹھن راستے کو اپنی زندگی کیلئے منتخب کرتا ہے اور تمام تر سچائیوں کے اس راستے پر اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرتا ہے تو آقائے نامدار ﷺ اپنی محبت کے دروازے اس پر کھول دیتے ہیں۔جسے عشق رسول ﷺ کی دولت مل جاتی ہے اسکے شب و روز بدل جاتے ہیں۔اسکا سونا جاگنا اوڑھنا بچھونا سب اپنے محبوب کیلئے ہوجاتا ہے۔اور وہ ہر وہ کام کرتا ہے جس سے رسول آخر الزماں ﷺ خوش ہوں۔گویا ہم کہہ سکتے ہیں کہ اساس ایمان صرف محبت رسول ﷺ ہے۔اور یہی غلاموں کا مقصد حیات زادِ راہ اور توشہ آخرت ہوتا ہے۔دور حاضر میں ہمیں علامہ شاہ احمد نورانی کی ذات انہی صفات کا مرکز ومحور دکھائی دیتی ہے۔

علامہ شاہ احمد نورانی کا لباس، وضع وقطع، رہن سہن، اٹھنا بیٹھنا، میل جول، خلوت وجلوت سب کچھ تعلیمات مصطفوی کا عملی مظہر تھیں۔مولانا شاہ احمد نورانی کی زندگی کا ہر لمحہ عشق مصطفی ﷺ میں ڈوبا ہوا دکھائی دیتا تھا۔آپ قول و فعل میں تضاد کے قائل نہ تھے۔مذہبی غیرت وحمیت آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔آپ کبھی بھی اصولوں پر سمجھوتا نہیں کرتے تھے۔خواہ کتنا ہی نقصان کیوں نہ ہوجائے۔عاشق رسول علامہ شاہ احمد نورانی کو قادیانیوں اور قادیانیت سے شدید نفرت تھی۔اور اسی نفرت نے انہیں زندگی بھر قادیانیت کے خلاف مصروف جہاد رکھا۔اور محراب و منبر سے لیکر اسمبلی اور سینٹ کے ایوانوں تک اس مرد قلندر کی ذات سب سے جدا اور سب سے نمایاں نظر آتی ہے۔

۱۹۰۱ء میں جب مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے خودساختہ نبی ہونے کا اعلان کیا اسوقت سے لیکر آج تک

علماء و مشائخ اہلسنت اپنے اپنے دور میں اس فتنے کا سد باب کرنے کیلئے میدان عمل میں رہے اور انہوں نے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق ہر میدان میں قادیانیوں کا محاسبہ جاری رکھا۔ قیام پاکستان کے بعد اُمت مسلمہ کو اُمید تھی کہ ایک اسلامی نظریاتی ملک ہونے کی وجہ سے حکومت وقت عوام کے مذہبی جذبات کا احساس کرتے ہوئے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دے گی۔ لیکن افسوس ایسا نہیں ہوا اور وقت کیساتھ ساتھ قادیانیوں کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں میں اضافہ ہی ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ قادیانیوں کی اسلام اور ملک دشمن سرگرمیوں کی وجہ سے اُمت مسلمہ نفرت نے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کو جنم دیا۔ جسے حکومت نے طاقت کے بل پر وقتی طور پر دبا لیا۔ لیکن قادیانی ذریت سے یہ نفرت اُمت مسلمہ کے دلوں میں سلگتی رہی۔

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی جو کہ نوجوانی میں تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں جید اکابر علمائے اہل سنت کیساتھ مرکزی کردار ادا کر چکے تھے۔ (انکی زندگی کا مقصد ہی نظام مصطفیٰ کا نفاذ اور مقام مصطفیٰ کا تحفظ تھا۔ اور اپنے والد محترم مبلغ اسلام علامہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی کے مشن تحفظ ختم نبوت کیلئے ساری دنیا میں مصروف جہاد تھے۔) تحریک کی ناکامی کے اسباب و عوامل سے پوری طرح واقف تھے۔ جوں ہی آپ کو پاکستان کی قومی اسمبلی میں آنے کا موقع ملا آپ نے تحفظ ختم نبوت اور عظمت مصطفیٰ ﷺ کو مملکت کا قانون بنانے اور آئینی تحفظ دینے کیلئے کام کرنا شروع کر دیا۔ اور اس سفر کی کامیاب ابتداء آئین میں مسلمان کی تعریف کی شمولیت، ریاست کا سرکاری مذہب اسلام، دیگر دفعات کو آئینی تحفظ دینے کے علاوہ عائلی قوانین کی تنسیخ تینوں افواج کے سربراہوں کیلئے مسلمان ہونے کی شرط فتنہ ارتداد کو روکنے کی ضمانت حاصل کرنے اور پاکستان کے دستور کو دو قومی نظریے سے ہم آہنگ کرنے کی کوششوں سے ہو چکی تھی۔ اور آپ اپنے اہداف پر نظر رکھے ہوئے مرحلہ وار منزل کی جانب رواں دواں تھے۔ گو کہ آپ سے پہلے مکاتب فکر کے کئی علماء کرام قومی اسمبلی کے ممبر رہ چکے تھے۔ لیکن انہوں نے کبھی بھی فتنہ مرزائیت کے خلاف اسمبلی کے اندر ایک لفظ نہیں بولا۔ یہ بات پاکستان کی سیاسی تاریخ کے ریکارڈ پر موجود ہے کہ پاکستان کی پہلی قومی اسمبلی کے ممبر دار العلوم دیو بند کے شیخ التفسیر علامہ شبیر احمد عثمانی نے اسمبلی میں ایک لفظ بھی قادیانیت کے خلاف نہیں بولا اور نہ ہی قومی اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد پیش کی۔ اسی طرح ۱۹۶۲ء میں صدر ایوب خاں کے کرائے گئے انتخابات میں جمعیت علمائے اسلام کے مولانا مفتی محمود قومی اسمبلی اور مولانا غلام غوث ہزاروی صوبائی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ جمعیت علمائے اسلام کے یہ دونوں حضرات پانچ سال تک اسمبلی کے ممبر رہے۔ قومی اسمبلی کا ریکارڈ آج بھی اس بات کا گواہ ہے کہ ان دونوں حضرات

نے پانچ سال کے دوران اسمبلی فلور پر تحفظ ختم نبوت کے حوالے سے کوئی احتجاج ریکارڈ نہیں کرایا۔ جبکہ علامہ شاہ احمد نورانی نے پاکستان کی قومی اسمبلی میں اپنے پہلے ہی خطاب میں آئین میں مسلمان کی تعریف شامل کرنے کا مطالبہ کیا۔ یہ کہہ کر کہ "جو لوگ حضور اکرم ﷺ کو آخری نبی نہیں مانتے ہم ان کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے"۔ قادیانیوں کو کافر اور غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی تحریک کا آغاز کر چکے تھے۔

علامہ شاہ احمد نورانی ۲۹ اپریل ۱۹۷۳ء کو آزاد کشمیر اسمبلی میں بالاتفاق منظور کی جانے والی قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد سے بھی اچھی طرح واقف تھے۔ اور محسوس کر رہے تھے کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد پاکستان کی نیشنل اسمبلی کو بھی منظور کر کے پاکستان کی اُمت مسلمہ کے جذبات کی ترجمانی کرنی چاہیے۔ واضح رہے کہ یہ قرارداد آزاد کشمیر اسمبلی کے رکن میجر ریٹائرڈ محمد ایوب نے پیش کی تھی۔ میجر ریٹائرڈ محمد ایوب کی قرارداد کا اصل محرک اور اس کی بنیاد ۱۷ اپریل ۱۹۷۲ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی میں پیش کردہ مسلمان کی وہ متفقہ تعریف جو علامہ شاہ احمد نورانی اور آپکے رفقاء نے تیار کی تھی اور جو بعد میں آئین کا حصہ بنی۔ میجر ریٹائرڈ محمد ایوب کے علم میں پاکستان کی قومی اسمبلی کی منظور کردہ مسلمان کی متفقہ تعریف تھی۔ انکا دل قادیانیوں کے عقیدہ ختم نبوت سے انکار اور اسلام اور پاکستان دشمنی کی وجہ سے سخت رنجیدہ تھا۔ اور وہ اس حوالے سے سخت متفکر تھے کہ آزاد کشمیر میں قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کو کس طرح روکا جائے۔ اس قرارداد کا خیال انکے دل میں حج کے دوران روضہ رسول ﷺ پر سلام عرض کرنے کیلئے جاتے ہوئے آیا کہ میں کس منہ سے رحمت عالم ﷺ کے مواجہ پر سلام عرض کرنے جا رہا ہوں۔ حالانکہ ہمارے ملک میں آپ ﷺ کے دشمن دندناتے پھر رہے ہیں۔ اس خیال کے آتے ہی میجر ریٹائرڈ محمد ایوب نے اپنے دل میں مصمم ارادہ کر لیا کہ واپس جاتے ہی اپنی اسمبلی میں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کیلئے قرارداد پیش کروں گا۔ چنانچہ میجر ریٹائرڈ محمد ایوب نے واپس آتے ہی کشمیر اسمبلی میں قادیانیوں کے خلاف قرارداد پیش کی۔

اس قرارداد کو متفقہ طور پر بغیر اختلاف رائے کے کشمیر اسمبلی نے منظور کر لیا اور صدر آزاد کشمیر سردار عبدالقیوم خان نے

۲۵ مئی ۱۹۷۳ء کو اس قرارداد کی توثیق کر کے ملت اسلامیہ کے جذبات کی ترجمانی کی۔ آزاد کشمیر اسمبلی بالاتفاق قادیانیوں کے خلاف اس قرارداد کو منظور کر کے ایک عظیم کارنامہ انجام دینے کے ساتھ ایک نئی تاریخ بھی رقم کر چکی تھی۔ آزاد کشمیر اسمبلی میں قادیانیوں کے خلاف قرارداد کی منظوری دراصل پاکستان کے مسلمانوں کے دل کی پکار اور

ضمیر کی آواز تھی اور یوں کشمیر اسمبلی نے قادیانیوں کے خلاف قرارداد منظور کر کے پاکستان کی نیشنل اسمبلی کے اراکین کیلئے قادیانیوں کے خلاف آئندہ لائحہ عمل بھی متعین کر دیا تھا۔

صدر مملکت و وزیر اعظم پاکستان کے مسلمان ہونے اور مسلمان کی تعریف پر مشتمل حلف کے آئین میں شامل ہونے سے مرزائیوں اور انکے خلیفہ مرزا ناصر کو سیخ پا کر دیا۔ اور انہیں تشویش لاحق ہو گئی تھی۔ دراصل پاکستان کے آئین میں مسلمان کی تعریف شامل ہو جانے کی وجہ سے پہلے ہی سخت پریشان تھے۔ انہیں یقین ہو گیا تھا کہ دستور میں مسلمان کی جامع تعریف شامل ہو جانے کے بعد وہ درحقیقت غیر مسلم اقلیت قرار پا چکے ہیں۔ اور اب دیر یا سویر ان کے غیر مسلم اقلیت ہونے کا صرف اعلان باقی رہ گیا ہے۔ آزاد کشمیر اسمبلی میں قادیانیوں کے خلاف قرارداد کی منظوری نے ان کے تمام خدشات کو یقین میں بدل دیا تھا۔ اور انہیں محسوس ہونے لگا کہ عنقریب اب پاکستان کی قومی اسمبلی میں موجود علماء انکے مستقبل کے بارے میں قرارداد پیش کر کے انکے لیے رہے سہے باقی تمام راستے بھی بند کر سکتے ہیں۔ اس صورتحال نے مرزا ناصر کو پاگل کر دیا اور اس نے ایک کتابچہ شائع کیا جس میں کشمیری مسلمانوں کیساتھ ساتھ پاکستانی مسلمانوں کیساتھ اپنی مخصوص گیدڑ بھبکیوں سے ڈرانے کی کوشش کی۔ اس کتابچہ میں اس نے مسلمانوں کو گیدڑ سے تشبیہ دی جو لومڑی کی کھال پہن کر اپنے کوہ سے باہر نکل آئے ہیں۔ اور اپنی قادیانی جماعت کو ایک ایسے شیر کی مانند قرار دیا جو ان سب کو کھا جائے گا۔

علامہ شاہ احمد نورانی نے قادیانیوں کو کافر اور غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی پوری پیش بندی کر لی تھی۔ اور آنے والے وقت میں قادیانیت کے تابوت میں آخری کیل ٹھوکنے کی پوری تیاری کر چکے تھے۔ اس مقصد کے لیے آپ نے حکومتی اور عوامی سطح پر رائے عامہ ہموار و منظم کرنے کا کام شروع کر دیا اور مناسب وقت کا انتظار کرنے لگے کہ اسی دوران ۶ اپریل تا ۱۰ اپریل ۱۹۷۴ء کو مکہ مکرمہ میں رابطہ عالم اسلامی کے زیر اہتمام دنیا بھر کی مقتدر اسلامی تنظیموں کی مشترکہ کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں دوسری اہم قراردادوں کے علاوہ ایک بنیادی قرارداد نمبر ۹ قادیانیوں سے متعلق بھی منظور کی گئی۔ اس قرارداد کے حق میں تمام شرکاء کانفرنس (جس میں مسلم تنظیموں کے نمائندے حکومتوں کے وزراء اور اعلیٰ سرکاری افسران شامل تھے) نے ووٹ دیا تھا۔ لیکن افسوس کے کہ صرف پاکستان کے وزارت اوقاف کے سیکرٹری ٹی، ایچ ہاشمی نے اس قرارداد کے حق میں ووٹنگ کے مرحلے میں غیر جانب دار ہو کر قرارداد کے حق میں ووٹ دینے سے گریز کیا۔ اور کہا کہ قادیانیوں کی مذہبی حیثیت کے موقف سے مجھے اتفاق ہے لیکن انہیں اسلامی ممالک میں ملازمتیں دیئے جانے کی تجویز سے اتفاق نہیں۔ رابطہ عالم اسلامی

کی منظور کردہ یہ قرارداد پاکستان کے غیر جانب دار رہنے کی روئیداد پاکستان کے کسی اخبار اور نیوز ایجنسی کی نظر میں نہیں آسکی اور حکومت نے اسے باقاعدہ حکمت عملی کے تحت گم سم کردیا تھا۔

علامہ شاہ احمد نورانی اور دیگر علماء کی کوششوں کی بدولت پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام، مسلمان کی جامع اور مختصر تعریف اور صدر و ملک کے وزیر اعظم کا حلف پاکستان کے آئین کا حصہ بن کر قانونی شکل اختیار کر چکے تھے۔مرزائی جنہوں نے الیکشن میں پاکستان پیپلز پارٹی کو سیکولر جماعت سمجھتے ہوئے اسکی سپورٹ اپنے قادیانی مفادات کے تحفظ کیلیے کی تھی انہیں اُمید نہیں تھی کہ پیپلز پارٹی جیسی ایک سیکولر جماعت کے دور اقتدار میں علامہ شاہ احمد نورانی اور چند علماء اسلامی دفعات آئین میں شامل کروا کر قادیانی مفادات پر اسقدر شدید ضرب لگائیں گے۔اور پیپلز پارٹی جو کہ اسمبلی میں غالب اکثریت رکھنے والی جماعت ہے ایک کمزور حزب اختلاف کے مٹھی بھر علماء کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جائے گی۔اس صورتحال میں قادیانی اور کمیونسٹ دونوں ہی پاکستان پیپلز پارٹی اور مسٹر بھٹو سے ناراض ہو گئے۔اور انہوں نے طے کیا کہ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری کے مصداق نہ بھٹو رہے اور نہ ہی دستور باقی بچے۔اس لیے ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت کا تختہ اُلٹ دیا جائے اور ملک کی ان اہم شخصیات کہ جو قادیانی مفادات کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں قتل کردیا جائے۔

قادیانی دراصل پاکستان کو مرزائی ریاست بنانا چاہتے تھے اور اس مقصد کے لیے انکا اقتدار پر قبضہ بہت ضروری تھا جو بھٹو کو راستے سے ہٹائے بغیر ممکن نہیں تھا اسلیے مرزائیوں نے بھٹو حکومت کا تختہ اُلٹ کر اقتدار پر قبضہ کرنے کا فیصلہ کیا اور انہوں نے اسکام پر پاک فضائیہ کے قادیانی چیف آف ائر اسٹاف ائر مارشل ظفر اللہ چودھری کو مامور کیا۔ظفر اللہ چودھری ظفر اللہ خان قادیانی کا حقیقی بھتیجا اور میجر جنرل نذیر احمد قادیانی کا ہم زلف تھا۔ظفر چودھری نے مرزا ناصر کی ایماپر پہلے بھی پاکستان ائرفورس کے کئی مسلمان افسروں کیخلاف متعصبانہ رویہ اختیار کیا تھا۔ظفر اللہ چودھری مرزا ناصر کا خاص آدمی تھا۔وہ متعصب اور سخت گیر طبیعت کا مالک تھا۔اور اس نے پاکستان ائرفورس پر مرزائیوں کو قابض کرانے کیلیے کیا کچھ نہیں کیا۔جب بھی پاکستان ائرفورس میں بھرتی کا مرحلہ آیا تو اس نے اپنے ہم عقیدہ افراد کو فوقیت دی۔امریکہ وغیرہ میں جب کسی نوجوان کو تربیت کیلیے بھیجنے کا مرحلہ آیا تو اس نے قادیانی افسروں کو اس تربیت کیلیے اہمیت دی۔اس کے اس طرز عمل کی وجہ سے فضائیہ میں قادیانی افراد کا اثر و رسوخ بڑھ گیا۔ایک بار ظفر چودھری کے ہاتھوں کورٹ مارشل کی بھینٹ چڑھنے والے ایک مسلمان فضائی افسر نے مسٹر ذوالفقار علی بھٹو تک رسائی حاصل کی اور انہیں ظفر چودھری کی گھٹیا ذہنیت اور ملک دشمن سرگرمیوں سے آگاہ کیا۔یہ لرزہ خیز داستان سن کر مسٹر بھٹو

بہت حیران ہوئے۔کہتے ہیں اس روز بھٹو صاحب بہت پریشان تھے۔انکے ماتھے پر معنی خیز شکن ابھر آئی اور کہا! ''اچھا یہ ہے انکا اصل روپ''۔(موید قومی ہیرو ایم ایم عالم نوائے وقت ۱۸ اگست ۱۹۷۳ء)

ان پے در پے واقعات نے بھٹو صاحب کو قادیانیوں سے بدظن کر دیا تھا۔اور جب انہیں اس بات کا علم ہوا کہ ظفر

چودھری انکی حکومت کا تختہ الٹنا چاہتا ہے چنانچہ ۱۵ اپریل ۱۹۷۴ء کو اس سے قبل کہ قادیانی بھٹو حکومت کا تختہ الٹ کر اپنے مزموم عزائم میں کامیاب ہوتے بھٹو نے پاک فضائیہ کے قادیانی چیف آف ائر اسٹاف ائر مارشل ظفر اے چودھری کو سبکدوش کر دیا۔اس ریٹائرمنٹ کی وجوہات میں ملک دشمنی کے ساتھ ساتھ ظفر چودھری کا وہ قادیانی نواز رویہ بھی تھا۔جس کی وجہ سے اس نے اپنے دور میں پاکستان ائر فورس سے جھوٹے مقدمے بنا کر کئی مسلمان افسروں کو نکالا تھا۔اُس نے ۱۹۶۵ء کی جنگ کے ہیرو پاک فضائیہ کے اسکواڈرن لیڈر ایم ایم عالم کو بھی اپنے غضب کا نشانہ بنایا تھا اور اس نے ایم ایم عالم کو ملک سے نکالنے کیلئے کورٹ مارشل کی دھمکی دی تھی۔ظفر چودھری کے اس اقدام کی وجہ یہ تھی کہ ایم ایم عالم کو نکال دینے سے کئی قادیانی پائلٹوں کی ترقی کا راستہ صاف ہو جاتا تھا۔اس طرح ظفر چودھری نے پاکستان ائر فورس کو قادیانی ائر فورس بنانے اور قادیانیوں کو اقتدار تک پہنچانے کی کوشش کی تھی۔

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ نشتر میڈیکل کالج ملتان میں طلباء یونین کے الیکشن ہوئے۔جس میں مسلمان طلباء کے مقابلے میں کچھ قادیانی بھی مدمقابل آ گئے جس سے طلباء کو قادیانیت اور قادیانیوں کے عقائد وعزائم سے واقفیت حاصل ہوئی۔اس الیکشن میں مسلمان طلباء کو کامیابی حاصل ہوئی۔اس کامیابی کے بعد طلباء نے سیر وسیاحت کیلئے پشاور اور شمالی علاقہ جات کے سفر پر جانے کا پروگرام بنایا اور خیبر میل میں بکنگ کرانا چاہی لیکن خیبر میل میں ان طلباء کو خالی بوگی نہیں ملی جس کی وجہ سے انہوں نے چناب ایکسپریس میں بکنگ کرائی۔جو قادیانی شہر ربوہ سے ہو کر گزرتی تھی۔ربوہ سے گزرنے والی ہر گاڑی میں قادیانی اپنا لٹریچر تقسیم کرتے تھے۔یہ ۲۲ مئی ۱۹۷۴ء کا ایک روشن دن تھا جب نشتر میڈیکل کالج ملتان کے سو سے زائد طلباء سیر وتفریح کیلئے چناب ایکسپریس سے پشاور کیلئے روانہ ہوئے۔طلباء کا یہ ہنستا کھیلتا قافلہ جب ربوہ ریلوے اسٹیشن پر پہنچا تو حسب معمول قادیانیوں نے گاڑی کی مختلف بوگیوں میں اپنا لٹریچر تقسیم کرنا شروع کیا۔جب طلباء کی بوگی میں یہ لٹریچر تقسیم کیا گیا تو ان میں اشتعال پھیل گیا اور مسلمان طلباء نے جوش جذبے میں ریلوے اسٹیشن پر ختم نبوت زندہ باد قادیانیت مردہ باد کے فلک شگاف نعرے لگائے۔اس دوران گاڑی وسل دے کر اگلی منزل کی جانب روانہ ہوگئی۔

ربوہ ایک بند شہر تھا۔ جس میں بغیر اجازت کوئی مسلمان داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ خلیفہ ربوہ یہاں کا مطلق العنان حکمران تھا۔ جسکا فیصلہ آخری فیصلہ ہوتا تھا۔ ربوہ کی اپنی وزارتیں اور نظارتیں تھیں۔ غرضیکہ ربوہ پاکستان کے اندر ایک علیحدہ ریاست تھی۔ ربوہ ریلوے اسٹیشن پر مسلمان طلباء کی غیرت ایمانی کے مظاہرے نے ربوہ کے قصر خلافت میں زلزلہ برپا کر دیا کیونکہ یہاں قادیانی خلیفہ کے حکم کے بغیر چڑیا بھی پر نہیں مار سکتی تھی۔ مسلمان طلباء کی اس جرأت نے قادیانی ایوان میں کھلبلی مچادی اور انہوں نے مسلمان طلباء کو سبق سکھانے کا فیصلہ کیا۔

۲۹ مئی ۱۹۷۴ء کو چناب ایکسپریس میں طلباء پشاور سے واپس ملتان روانہ ہوئے۔ راستے میں سرگودھا سے قادیانیوں کی انجمن خدام الاحمدیہ کے رضا کار باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت گاڑی میں سوار ہوئے۔ ربوہ سے پہلے نشتر آباد اسٹیشن کے قادیانی اسٹیشن ماسٹر نے طلباء کی بوگی پر چپکے سے نشان لگا دیا اور ربوہ کے اسٹیشن ماسٹر کو فون کر کے اس نشان زدہ بوگی کا نمبر بتا دیا۔ جب گاڑی ربوہ اسٹیشن پر پہنچی تو اسٹیشن پر ایک ہنگامہ برپا تھا۔ پانچ ہزار کے قریب قادیانی غنڈے ہتھیاروں، لاٹھیوں، ڈنڈوں اور پتھروں سے لیس موجود تھے جو طلباء کی بوگی پر حملہ آور ہوئے طلباء نے فوراً کھڑکیاں اور دروازے بند کر لیے۔ لیکن قادیانی غنڈوں کا ہجوم کھڑکیاں اور دروازے توڑ کر بوگی میں داخل ہو گیا۔ قادیانی غنڈے نہتے مسلمان طلباء پر ٹوٹ پڑے اور انہوں نے گھسیٹ گھسیٹ کر مسلمان طلباء کو بوگی سے باہر نکالا۔ اور پلیٹ فارم پر ان پر وحشیانہ تشدد کیا۔ طلباء خون میں نہا گئے۔ زخموں کی تاب نہ لا کر کئی طلباء بے ہوش ہو گئے۔ ان بیہوش طلباء میں یونین کے صدر ارباب عالم بھی شامل تھے۔ ختم نبوت کے باغی قادیانی غنڈے مسلمان طلباء پر تشدد کرتے ہوئے محمدیت مردہ باد (نعوذ باللہ) مرزا قادیانی کی جے، احمدیت زندہ باد، مرزا ناصر کی جے، نشتر کے مُسلے ہائے ہائے کے نعرے لگا رہے تھے۔ قادیانی عورتیں طلباء کے پٹنے پر تالیاں بجا بجا کر رقص کر رہی تھیں۔ اور اس قادیانی لشکر کی قیادت مرزا طاہر کر رہا تھا۔ قادیانی غنڈوں نے مسلمان طلباء کو مارا پیٹا اور انکی نقدی اور قیمتی سامان چھین لیے اور سگنل ہونے کے باوجود اس وقت تک قادیانی اسٹیشن ماسٹر نے گاڑی نہیں چلنے دی جب تک کہ انکا جوش انتقام ٹھنڈا نہیں ہو گیا۔

زخموں سے چور اور نڈھال مسلمان طلباء کا یہ قافلہ فیصل آباد پہنچا۔ لیکن انکے پہنچنے سے پہلے ہی اس ظلم و بربریت کی خبر فیصل آباد پہنچ چکی تھی۔ غصے سے بھرا سراپا احتجاج سارا شہر اسٹیشن پر موجود تھا۔ اور فرط جذبات سے لوگ قادیانیوں کے اس وحشیانہ مظالم پر رو رہے تھے۔ سارا اسٹیشن مسلمانوں کے جذباتی نعروں سے گونج رہا تھا۔ حالات کو قابو میں کرنے کے لیے ڈی سی سمیت ساری انتظامیہ وہاں موجود تھی۔

قادیانیوں نے دراصل طلباء پر حملہ نہیں کیا بلکہ انہوں نے پوری ملت اسلامیہ پر وار کیا۔قادیانیوں کی اس دیدہ دلیری اور غنڈہ فردی پر پوری پاکستانی قوم سراپا احتجاج بن گئی۔قادیانیوں کے خلاف جلوس نکلنے لگے، مظاہرے ہونے لگے، احتجاجی جلسے منعقد کیے جانے لگے۔اور تحریک قریہ قریہ، شہر شہر پھیل گئی۔ہڑتالیں ہونے لگیں اور قادیانیوں کا سوشل بائیکاٹ شروع ہوگیا۔عوام کے ملک گیر احتجاج کو دیکھتے ہوئے پنجاب کے وزیر اعلیٰ مسٹر حنیف رامے نے ۳۱ مئی ۱۹۷۴ء کو سانحہ ربوہ کی عدالتی تحقیقات کا حکم دیا۔چیف جسٹس سردار محمد اقبال نے جسٹس کے ایم اے صمدانی کو سانحہ ربوہ کی عدالتی تحقیقات کیلئے افسر مقرر کیا۔مسٹر جسٹس کے ایم اے صمدانی نے یکم جون سے اپنے کام کا آغاز کیا اور ۵ جون ۱۹۷۴ء سے لیکر یکم جولائی تک سانحہ ربوہ کی تحقیقات مکمل کرلی۔اور اس دوران ٹریبونل نے ۷۰ قادیانیوں اور غیر قادیانیوں کی شہادتیں قلم بند کیں۔جن میں قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا ناصر قادیانی، ربوہ کے اسٹیشن ماسٹر عبد السمیع احمد، نشتر میڈیکل کالج کے متعدد

طلباء اور ربوہ کے کچھ قادیانی شامل تھے۔۱۱۲ صفحات پر مشتمل جسٹس صمدانی رپورٹ ۲۰ اگست ۱۹۷۴ء کو وزیر اعلیٰ حنیف رامے کو پیش کی گئی۔۲۲ اگست کو وزیر اعلیٰ پنجاب حنیف رامے نے یہ رپورٹ اپنی سفارشات کیساتھ وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کو پیش کردی۔(روزنامہ جنگ کراچی ۲۲ اگست ۱۹۷۴ء)

عدالتی رپورٹ پر غور کرنے کیلئے وفاقی کابینہ کا خصوصی اجلاس وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کی صدارت میں راولپنڈی میں منعقد ہوا جس میں وزیر قانون و پارلیمانی امور اور صوبائی رابطہ عبد الحفیظ پیرزادہ، خورشید حسن میر، مولانا کوثر نیازی، ڈاکٹر مبشر حسن اور سینٹ کے ڈپٹی چیئر مین طاہر خاں نے شرکت کی۔بھٹو نے تحقیقاتی کمیشن کی رپورٹ کو قومی اسمبلی میں پیش کرنے اور شائع کرنیکا وعدہ کیا تھا۔لیکن بھٹو سے لیکر آج تک ہر آنے والی حکومت میں سے کسی حکومت نے بھی اس رپورٹ کے مضمرات سے پردہ اٹھانے کی جرأت نہیں کی۔

سانحہ ربوہ دراصل تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کی اصل بنیاد بنا۔اس سانحہ نے اُمت مسلمہ کو تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی طرح ایک بار پھر قادیانیت کے خلاف فیصلہ کن تحریک چلانے کیلئے متحد و منظم کردیا۔سانحہ ربوہ کے نتیجے میں قادیانیت کے خلاف تحریک اسلامی جمہوریہ پاکستان کی قومی اسمبلی نے مملکت کے متفقہ قانون کی شکل میں منظوری کی اور قادیانیت و قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر اس تحریک کو اپنے منطقی انجام تک پہنچایا۔اس تحریک کے نتیجے میں قادیانیت کے خلاف اُمت مسلمہ کی کم و بیش ۹۰ سالہ جدوجہد اور مختلف محاذوں پر سرگرم عمل علماء و مشائخ کی کوششیں بار آور ثابت ہوئیں۔

یکم جون ۱۹۷۴ء کو ممبر قومی اسمبلی چودھری ظہور الٰہی نے واقعہ ربوہ پر غور کرنے کیلئے ایوان میں تحریک التواء پیش کی اور انہوں نے مطالبہ کیا کہ ربوہ کا واقعہ انتہائی اہم نوعیت کا ہے لہذا اس تحریک پر فوری طور پر غور کیا جائے۔ جس پر وفاقی وزیر تعلیم عبد الحفیظ پیرزادہ نے مؤقف اختیار کیا کہ یہ معاملہ صوبائی ہے اور صوبائی حکومت اس معاملے پر تحقیقات کیلئے ہائیکورٹ کے ایک جج کی تقرری کر چکی ہے اسلیے اس معاملے پر بحث نہیں ہو سکتی۔ جس پر جناب چودھری ظہور الٰہی نے کہا کہ حکومت پنجاب نے تحقیقاتی ٹریبونل ضرور مقرر کر دیا ہے لیکن چونکہ یہ مسئلہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے چنانچہ اسے ایوان میں زیر بحث لایا جائے تاکہ آئندہ اس قسم کے واقعات کا قطعی انسداد ہو سکے۔ اسی طرح کی ایک تحریک التواء جمعیت علماء اسلام کے مولوی غلام غوث ہزاروی نے بھی پیش کی تھی۔ قبل اسکے کہ اس تحریک پر کوئی فیصلہ ہوتا قومی اسمبلی کے اسپیکر نے اس معاملے پر کل کے اجلاس میں غور کرنے کا کہہ کر اجلاس ملتوی کر دیا۔ اسپیکر نے اس تحریک کی اجازت دینے کا فیصلہ دوسرے روز پھر ملتوی کر دیا اور انہوں نے کہا کہ تحریک کے قانونی نکات پر پیر کے روز بحث ہوگی۔

مجلس عمل کے اراکین نے منعقدہ اجلاس میں قرارداد کے ذریعے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کی اس تجویز کو کلیتاً مسترد کر دیا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے ضمن میں قومی اسمبلی میں ۳۰ جون کے بعد قرارداد پیش کی جائے

گی۔ اس اجلاس میں اس امر پر بھی اتفاق کیا گیا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مسئلہ قانون اور دستوری شکل میں حل کرنے کیلئے ضروری ہے کہ اسے اسمبلی میں پیش کیا جائے۔ لیکن قومی اسمبلی میں یہ مسئلہ قرارداد کے ذریعے حل کرنے کی کوشش قوم کو دھوکہ دینے کے مترادف ہوگی۔ کیونکہ قرارداد کوئی قانونی حیثیت نہیں رکھتی بلکہ ایک سفارش ہوگی۔ آگے حکومت کا اختیار ہے کہ وہ اسے قبول کرے یا نہ کرے۔ اس لیے وزیر اعظم کی یہ تجویز کہ اس سلسلہ میں قومی اسمبلی میں ۳۰ جون کو قرارداد پیش کی جائے گی کلیتاً مسترد کیا جاتا ہے۔ قرارداد میں کہا گیا ہے کہ وزیر اعظم بھٹو نے ۳۰ جون تک قومی اسمبلی میں اس مسئلہ کو پیش نہ کرنے کا جو جواز پیدا کیا ہے وہ مسلمانوں کے جذبات سے کھیلنے کے مترادف ہے۔ بجٹ اجلاس کے دوران بھی اسکے لیے وقت نکالا جا سکتا ہے۔ اور اسکے لیے کوئی قانونی رکاوٹ نہیں ہے۔ قرارداد میں یہ بھی کہا گیا کہ اگر وزیر اعظم بھٹو مسلمانوں کے جذبات اور احساسات اور مسئلہ کو سنجیدگی سے محسوس کرتے ہیں تو یہ انکا فرض ہے کہ وہ حکومت کی طرف سے قومی اسمبلی میں بل پیش کریں اور اکثریتی پارٹی کے سربراہ اور وزیر اعظم کی حیثیت سے اپنی پارٹی کے ارکان کو آزاد چھوڑنے کے بجائے اپنی پارٹی کے ممبران کے ووٹ مطالبہ کے حق میں

ڈلوانے کی ضمانت دیں۔اور یہ بل حکومت اور حزب اختلاف کے اتفاق سے متفقہ طور پر ایک گھنٹہ میں منظور ہوسکتا ہے۔لہذا وزیر اعظم عوام کے شدید مطالبے کے پیش نظر اس مسئلہ کو آئینی اور قانونی طریق پر فوراً حل کریں۔قرارداد میں یہ بھی کہا گیا کہ قومی اسمبلی میں اس مسئلہ پر بحث براہ راست نشر کی جائے تاکہ عوام اپنے نمائندوں کے مؤقف سے پوری طرح باخبر ہوسکیں۔اور فوری طور پر ربوہ کو کھلا شہر، مرزا ناصر کو گرفتار اور ظفر اللہ خاں پر ملک کے خلاف عالمی طور پر پروپیگنڈہ کرنے کے جرم میں مقدمہ چلایا جائے۔اور اس کا پاسپورٹ ضبط کیا جائے۔اور حکومت تمام افراد کو فوری طور پر رہا کرے۔

علامہ شاہ احمد نورانی جو کہ تمام حالات کا نہایت ہی باریک بینی سے جائزہ لے رہے تھے۔اور سانحہ ربوہ کے وقوع پذیر ہونے کے بعد سے اب تک ہونے والے تمام حالات واقعات آپکے علم میں تھے۔اس دوران آپ آل پاکستان متحدہ مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم کو منظم کر کے عوامی محاذ گرم کر چکے تھے۔سندھ اور پنجاب اسمبلی میں قادیانیوں کے خلاف اراکین صوبائی اسمبلی کا مؤقف اور حکومتی رویہ آپکے سامنے آچکا تھا۔اس کے برخلاف اراکین سرحد اسمبلی کی جذبہ ایمانی سے مزین وفاقی حکومت سے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی سفارش بھی آپ کے علم میں تھی۔مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی اپیل پر ۱۳ جون کی کامیاب ہڑتال نے حکومت پر عوامی مؤقف واضح کر دیا تھا۔ملت اسلامیہ پاکستان کا ہر فرد تحریک ختم نبوت کا چلتا پھرتا سپاہی بن چکا تھا۔اور سندھ سے لیکر کشمیر تک ہر مسلمان پاکستانی کا ایک ہی مطالبہ تھا کہ حکومت فی الفور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے۔انکو کلیدی عہدوں سے برطرف کرے اور ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے۔

علامہ شاہ احمد نورانی کی کوششوں کی وجہ سے عوامی سطح پر قادیانیوں کے خلاف ردعمل نے قادیانیوں اور حکومت دنوں

کیلئے فرار کی تمام راہیں مسدود کر دیں تھیں۔اس کے باوجود حکومت کی کوشش تھی کہ وقتی طور پر کسی نہ کسی طریقے سے اس مسئلے کو قابو کر لیا جائے اور پھر وقت کیساتھ آہستہ آہستہ اسے سرد خانے کی نظر کر دیا جائے۔

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نے حکومتی رویے میں آنے والی تبدیلی کو محسوس کر لیا تھا اور آپ سمجھ گئے تھے کہ حکومت اس قسم کے اقدامات اور ٹال مٹول کے ذریعے معاملے کو طول دے کر عوامی جذبات کو سرد کر کے قادیانیوں کے خلاف تحریک کو دبانا چاہتی ہے۔اس لیے اب حکومت کو مزید مہلت دینا تحریک کیلئے نقصان دہ ثابت ہوسکتا ہے۔چنانچہ علامہ شاہ احمد نورانی (جو ابتک تحریک کو بیرونی محاذ پر مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی شکل میں منظم کر کے ایک ایسی قوت

کی شکل دے چکے تھے۔ جسے نظر انداز کرنا اب حکومت کیلئے ممکن نہیں رہا تھا) نے تحریک کو اندرونی محاذ یعنی پارلیمنٹ کے اندر منظم کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس مقصد کیلئے آپ نے ارکان اسمبلی سے رابطے کیے اور مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت و حیثیت کا احساس دلا کر انہیں اسکے تحفظ کیلئے آمادہ کیا۔ مختلف سیاسی و مذہبی جماعتوں سے تعلق رکھنے والے ممبران قومی اسمبلی نے علامہ شاہ احمد نورانی کی آواز پر لبیک کہا اور تمام مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے ایک پلیٹ فارم پر متحد ہو کر عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے کام کرنے لگے۔

علامہ شاہ احمد نورانی سمجھتے تھے کہ تمام حالات و واقعات کو سامنے رکھتے ہوئے پاکستان کی قومی اسمبلی سے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کیلئے آئینی اور قانونی جنگ لڑنا اب انتہائی ضروری ہو گیا ہے۔ آپ نے محسوس کیا کہ قومی اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کی قرارداد پیش کر کے انکے تابوت میں آخری کیل ٹھوکنے کا یہی مناسب وقت ہے۔ چنانچہ آپ نے قادیانیوں کے خلاف اپنی تیار کردہ قرارداد کو قومی اسمبلی میں پیش کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

علامہ شاہ احمد نورانی رابطہ عالم اسلامی کی قادیانیوں کیخلاف منظور کردہ قرارداد اور اسلام کے متفقہ عقیدہ ختم نبوت کی روشنی میں پاکستان کی قومی اسمبلی سے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کیلئے پہلے ہی ایک تاریخ ساز قرارداد تیار کر چکے تھے۔ اس قرارداد کے حوالے سے علامہ شاہ احمد نورانی فرماتے ہیں!

> ''اس سال اپریل میں ورلڈ اسلامک کانفرنس میں شرکت کیلئے لندن گیا۔ ان دنوں مکہ معظمہ میں رابطہ عالم اسلامی کا اجلاس ہو رہا تھا۔ ورلڈ اسلامک مشن کانفرنس کی وجہ سے میں اس وقت مکہ معظمہ نہیں جا سکا۔ لندن سے فارغ ہو کر میں مکہ معظمہ حاضر ہوا۔ حاضری کا ایک بڑا مقصد یہ بھی تھا کہ وہاں سے رابطہ عالم اسلامی کی وہ قرارداد حاصل کروں جو انہوں نے قادیانیوں کے بارے میں متفقہ طور پر منظور کی تھی۔ ۲۶ مئی کو یہ قرارداد لے کر پاکستان پہنچا تو قادیانیوں کا مسئلہ شروع ہو چکا تھا۔ ہم نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ رابطہ عالم اسلامی کی قرارداد کی روشنی میں قومی اسمبلی کیلئے اپنی قرارداد مرتب کی جس میں حزب اختلاف کی تمام جماعتوں کا مشورہ شامل تھا''۔ (انٹرویو علامہ شاہ احمد نورانی۔ ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی ماہنامہ ضیائے حرم لاہور دسمبر ۱۹۷۴ء)

علامہ شاہ احمد نورانی کی تیار کردہ اس قرارداد پر ابتداء میں حزب اختلاف کے ۲۲ ارکان قومی اسمبلی نے دستخط

کیے بعد میں یہ تعداد بڑھ کر ۳۷ ہو گئی۔ اس تاریخ ساز قرارداد کو علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نے ۳۰ جون ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی میں پیش کیا۔ مفتی منیب الرحمٰن رقمطراز ہیں کہ!

"علماء اس سے پہلے بھی موجود تھے۔ مثلاً شیخ شبیر احمد عثمانی اور مفتی محمود وغیرہما مگر یہ سعادت ماضی میں کسی کے حصے میں بھی نہیں آئی۔ تاریخ پاکستان میں پہلی بار ایک مرد حق، پیکر صدق وصفا، کوہ استقامت اور حاصل جرأت وشجاعت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی اسمبلی میں پہنچے اور فتنہ انکار ختم نبوت یعنی قادیانیت کو کفر وارتداد قرار دینے کی بابت قرارداد قومی اسمبلی میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی، تاریخ اسلام میں ریاست و مملکت کی سطح پر فتنہ انکار ختم نبوت کو کفر و ارتداد قرار دینے اور انکے خلاف علم جہاد بلند کرنے کا اعزاز جانشین رسول، خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا۔ اور انکے بعد یہ اعزاز انہی کی اولاد امجاد میں علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کو نصیب ہوا۔" (ماہنامہ کاروان قمر کراچی امام نورانی نمبر نومبر، دسمبر ۲۰۰۴ء ص ۲۰)

علامہ شاہ احمد نورانی کی تیار کردہ اس قرارداد پر دیوبندی مولوی غلام غوث ہزاروی اور مولوی عبد الحکیم نے دستخط نہیں کیے۔ جبکہ اسکے برخلاف عبد الولی خان اور غوث بخش بزنجو جیسے قوم پرست رہنماؤں نے قائد تحریک ختم نبوت علامہ شاہ احمد نورانی کے کہنے پر قرارداد کو بغیر پڑھے اور بغیر کسی لفظ کی تحقیق کیے قرارداد کے مسودے پر دستخط کر دیے۔ اس حوالے سے علامہ
شاہ احمد نورانی فرماتے ہیں!

"ہمارے ملک میں خان عبد الولی خان کے متعلق لوگ غلط فہمیاں رکھتے ہیں۔ وہ قومی اسمبلی میں قائد حزب اختلاف تھے۔ میں نے پانچ سال تک انکو بہت قریب سے دیکھا ہے۔ انکے ساتھ کام کیا ہے۔ میں نے انکو کبھی بھی اسلام کے خلاف قابل گرفت بات کرتے ہوئے نہیں سنا۔ وہ ملک کی بقاء سلامتی اور عوام کی بہتری کیلئے ہماری جدوجہد کی انتہائی سمجھداری اور خلوص کیساتھ قیادت کرتے رہے۔ جب میں نے قرارداد کا مسودہ تیار کر لیا تو میں نے انہیں کہا! خان صاحب آج شام کو میں آرہا ہوں قرارداد کا مسودہ میں نے تیار کر لیا ہے۔ آپکے دستخط کروانے ہیں۔ شام کو میں انکے کمرے میں گیا۔ انہوں نے پوچھا! فرمایئے مولانا کیا حکم ہے؟ میں نے عرض کیا یہ مسودہ ہے۔ خان صاحب بولے! کیا اس پر میرے دستخط چاہئیں؟ میں نے کہا! آپ کے دستخط سب سے پہلے ہوں گے۔ وہ مسکرائے میں نے کہا آپ مسودہ دیکھ لیں۔ بولے اسکی کوئی ضرورت نہیں اور بلا کسی تردد کے انہوں نے قرارداد کے مسودے پر دستخط کر دیے۔ حالانکہ مجھے گمان ضرور تھا کہ وہ یہ کہیں گے دیکھو بھئی یہ تمہارا مذہبی مسئلہ ہے مجھے اس میں مت گھسیٹو۔ یہ ہے وہ ہے۔ لیکن انہوں نے اس قسم کا ایک لفظ تک نہیں کہا۔ اس وقت غوث بخش بزنجو صاحب بھی انکے پاس موجود تھے۔ انہوں نے بھی کسی لیت و لعل کے بغیر دستخط کر دیئے"۔ (انٹرویو ادیب جاودانی ماہنامہ مون ڈائجسٹ لاہور جون ۱۹۸۶ء)

قومی اسمبلی میں قرارداد کا پیش ہونا تھا کہ حکومت اور قادیانیت کے ایوانوں میں ہنگامہ مچ گیا۔ قرارداد کے پیش کرنے پر بھٹو صاحب علامہ شاہ احمد نورانی سے خفا تھے۔ انکا موقف تھا کہ علامہ شاہ احمد نورانی نے خواہ مخواہ انکے لیے ایک مسئلہ کھڑا کر دیا ہے۔ علامہ شاہ احمد نورانی فرماتے ہیں!

''میں صاحبزادہ فاروق علی خان کے چیمبر میں ان سے ملا۔ اوقت وہاں عبد الحفیظ پیرزادہ بھی موجود تھے۔ بھٹو صاحب اس کیلئے بھی پریشان تھے کہ میں نے قرارداد کا مسودہ قومی اسمبلی میں پیش کرنے سے پہلے ایک ایک کاپی تمام اخبارات اور دیگر ذرائع ابلاغ کو بھجوا دی تھی۔ اور اخبارات نے اسے شہ سرخیوں کیساتھ شائع کر دیا تھا۔ میری قرارداد کے جواب میں مرزا ناصر نے بیان دیا۔ جس میں کہا گیا تھا کہ شاہ احمد نورانی کی قرارداد یک طرفہ ہے۔ انہوں نے بیان میں مطالبہ کیا تھا کہ اگر مولانا شاہ احمد نورانی اس قرارداد کو قومی اسمبلی میں پیش کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں بھی اس بات کا حق دیا جائے کہ ہم بھی قومی اسمبلی میں اپنے مؤقف کی وضاحت کر سکیں''۔ (انٹرویو ادیب جاودانی ماہنامہ مون ڈائجسٹ لاہور جون ۱۹۸۶ء)

وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے علامہ شاہ احمد نورانی سے کہا!

''آپ نے میرے لیے خواہ مخواہ ایک مسئلہ کھڑا کر دیا ہے۔ ایک مصیبت کھڑی کر دی ہے۔ آپ نے اسے اخبارات میں بھیج دیا ہے۔ جسے اخبارات نے شہ سرخی کیساتھ لگا دیا ہے۔ مرزا ناصر کا بھی بیان آیا ہے۔ جس میں اس نے کہا ہے کہ مولانا نورانی کی قرارداد یک طرفہ ہے اور انہوں نے مطالبہ کیا ہے کہ اگر مولانا نورانی اس قرارداد کو پیش کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں بھی اس بات کا حق دیا جائے کہ ہم بھی قومی اسمبلی میں اپنے مؤقف کی وضاحت کر سکیں''۔

ذوالفقار علی بھٹو نے آپ سے مزید کہا!

دیکھیے مولانا قومی اسمبلی کو قومی اسمبلی رہنے دیجیے۔ کیا اب اسمبلی میں مجلس مناظرہ منعقد ہوگی۔ آپ لوگ قادیانیوں کو خارج اسلام قرار دیتے ہیں تو ٹھیک ہے۔ ہم نے اس سے انکار نہیں کیا۔ تو اس کو اسمبلی میں لانے کی کیا ضرورت تھی؟ یہ سب مذہبی جنون کی باتیں ہیں''۔

قومی اسمبلی کے اسپیکر صاحبزادہ فاروق علی خان نے علامہ شاہ احمد نورانی سے کہا!

''آپ نے یہ کیا مصیبت کھڑی کر دی ہے۔ یہ پارلیمنٹ کی بحث تو نہیں ہے۔ یہ تو دارالعلوم یا دینی مدرسہ کی بحث ہے۔ مولویوں نے فتویٰ دے دیا کہ فلاں کافر ہے تو بس ٹھیک ہے۔ آپ اس مسئلے کو اسمبلی میں کیوں لانا چاہتے ہیں؟ صاحبزادہ فاروق علی خان نے علامہ شاہ احمد نورانی کو بتایا کہ مرزا ناصر اور لاہوریوں کے ٹیلی گرام آتے ہیں کہ انہیں بھی موقع دیا جائے۔ اس طرح سے تو پارلیمنٹ میں مناظرہ ہو جائے گا۔ علامہ شاہ احمد نورانی نے نہایت تحمل سے

بھٹو صاحب اور صاحبزادہ فاروق علی خان کی بات سنی اور ذوالفقار علی بھٹو سے مخاطب ہو کر آپ نے فرمایا!

"جناب والا آپ ایک مسلمان ملک کے منتخب وزیر اعظم ہیں اس ملک کے سربراہ ہیں۔ اگر کوئی دوسرا شخص کھڑا ہو جائے اور یہ دعویٰ کرے کہ میں اس ملک کا وزیر اعظم ہوں تو ظاہر ہے آپ اور ہم سب اسکو پاگل اور دیوانہ قرار دیں گے کہ یہ دیوانہ ہو گیا ہے اور اس طرح کی حرکتیں کر رہا ہے۔ لیکن اگر وہ عقل و دانش استعمال کر رہا ہو۔ تا ور باقاعدہ آپکے خلاف ایک منظم جتھہ اور گروپ تیار کر رہا ہو اور اس نے اپنے ہمنوا لوگوں کی ایک جماعت تیار کر لی ہو۔ جو اس کے دعوؤں کو سچا سمجھتے ہوں تو آپ اسکو غدار قرار دیں گے اور کہیں گے کہ اس پر مقدمہ چلاؤ اسکو بغاوت کی سزا سناؤ اور جیل میں ڈال دو۔ ورنہ لوگوں کو گمراہ کرے گا۔ ملک میں انتشار پیدا ہو گا۔ اسی طرح منصب ختم نبوت کا مسئلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفی ﷺ کو خاتم النبیین بنایا ہے۔ آپ ﷺ ختم الرسل ہیں۔ سید الانبیاء تاجدار کائنات ہیں محبوب رب العلمین ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی رسول اور کوئی نبی نہیں۔ ہمارا یہ عقیدہ ایمان کا لازمی جز ہے تو اب کوئی شخص اس منصب کا ادعاء کر رہا ہے تو وہ شان الوہیت کی بھی تذلیل کر رہا ہے۔ اور وہ پاگل بھی نہیں۔ کتابیں تصنیف کر رہا ہے۔ اپنا جتھہ منظم کر رہا ہے تو یہ اسلام کا غدار ہے۔ کافر و مرتد ہے اور لازم ہے کہ اس کے بارے میں آج کی اسلامی حکومت وہی فیصلہ کرے جو ختم المرسلین خلیفہ راشد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جھوٹے مدعیان نبوت مسیلمہ کذاب، سجاح اور اسود عنسی کے بارے میں کیا تھا"۔

علامہ شاہ احمد نورانی نے بھٹو صاحب پر واضح کر دیا کہ یہ محض مذہبی مسئلہ نہیں بلکہ پاکستان کے اندر بہت حد تک سیاسی مسئلہ بن چکا ہے اور مرزا ناصر اور لاہوریوں کے گروپ کے ٹیلی گراف آتے ہیں کہ انہیں بھی صفائی کا موقع دیا جائے۔ ہم کہتے ہیں انہیں اپنی صفائی کا موقع ضرور دیا جائے۔ آپ نے حکومت کو یقین دلایا کہ پارلیمنٹ میں مناظرہ نہیں ہو گا۔ آپ کے پاس رولز موجود ہیں۔ آپ انہیں پارلیمنٹ In Camera بلا لیجئے کوئی گڑبڑ نہیں ہو گی۔ آپ ان کو بھی سن لیں ہمارے اعتراض بھی ہوں گے اور ارکان اسمبلی کی موجودگی میں بحث کروائی جائے تا کہ صحیح فیصلہ کرنے میں آسانی ہوں۔

علامہ شاہ احمد نورانی فرماتے ہیں!

''اس سلسلے میں ہماری بھٹو صاحب کیساتھ تین میٹنگز ہوئیں۔ایک میٹنگ رات دو بجے تک چلتی رہی۔اس میں سردار شیر باز مزاری، حاجی مولا بخش سومرو (الٰہی بخش سومرو کے والد) مولانا مفتی محمود اور جسٹس افضل چیمہ بھی موجود تھے۔بھٹو صاحب نے کہا کہ اس قرارداد کے منظور ہونے سے پاکستان پیپلز پارٹی کی بہت بدنامی ہوگی۔لوگ پاکستان پیپلز پارٹی کو ایک سیکولر پارٹی سمجھتے ہیں۔میں نے ان سے کہا اگر کچھ لوگ اس طرح کی باتیں کرتے بھی ہیں تو آپ کو انکی پروا نہیں کرنی چاہئے کیونکہ یہ بات پاکستان پیپلز پارٹی کے منشور میں شامل ہے کہ اسلام ہمارا دین ہے۔بھٹو صاحب بڑی مشکل سے قائل ہوئے۔تو انہوں نے یہ قرارداد اسمبلی سے باہر اپنی پارٹی کے اراکین کے سامنے رکھی۔جے اے رحیم اور شیخ رشید نے اسکی بہت مخالفت کی مگر بھٹو صاحب نے کہا یہ اسلام کی بات ہے مذہب کا معاملہ ہے پیپلز پارٹی اسکی مخالفت نہیں کرے گی۔جے اے رحیم نے اس قرارداد کی مخالفت میں بہت ہنگامہ کیا۔وہ نہیں چاہتے تھے کہ قرارداد اسمبلی میں منظور ہو''۔(انٹرویو ادی جاودانی، ماہنامہ مون ڈائجسٹ لاہور جون ۱۹۸۶ء اور انٹرویو مفتی منیب الرحمٰن ماہنامہ النعیم کراچی ستمبر ۲۰۰۳ء)

دراصل ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں قادیانیوں نے پیپلز پارٹی کی بہت سپورٹ کی تھی۔جسکی وجہ سے بھٹو اور پیپلز پارٹی کے دیگر ارکان قادیانیوں کو کافر قرار دینے پر تیار نہیں تھے۔لیکن اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے فضل وکرم کے طفیل علامہ شاہ احمد نورانی نے بھٹو صاحب کو قائل کر لیا تھا۔۳۰ جون ۱۹۷۴ء کی صبح قومی اسمبلی میں علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کی پیش کردہ قرارداد کو ایوان نے متفقہ طور پر منظور کر لیا۔جمیعت علمائے پاکستان کے رکن اسمبلی مولانا محمد ذاکر جو کہ علالت کی وجہ سے ایوان میں حاضر نہیں تھے لیکن انہوں نے ٹیلی فون پر قرارداد سے اتفاق کیا۔خان عبد الولی خان جو کہ کوئٹہ جا چکے تھے لیکن ایوان میں موجود ان کی جماعت نیپ کے اراکین اسمبلی اور تحریک استقلال کے حاضر ارکان نے قرارداد پر دستخط کر دیئے۔

علامہ شاہ احمد نورانی نے قرارداد کی منظوری کے بعد اس پر غور وخوص کیلئے قومی اسمبلی کے ارکان پر مشتمل ایک

خصوصی کمیٹی کی تشکیل کی قرارداد بھی پیش کی۔جسے حکومت نے منظور کرتے ہوئے قادیانی مسئلہ کے حل کے لیے پورے ایوان پر مشتمل قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی تشکیل دے دی۔چنانچہ اس کمیٹی کی تشکیل کے بعد علامہ شاہ احمد نورانی نے خصوصی کمیٹی کی

کاروائی میں بھرپور حصہ لینے کے لیے اپنا بلوچستان کا دورہ ملتوی کردیا۔

وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو کی موجودگی میں ایوان نے قرارداد اور تحریک کو اتفاق رائے سے منظور کر لیا۔سانحہ ربوہ پر غور اور قادیانی مسئلہ(عقیدہ ختم نبوت پر ایمان نہ رکھنے والوں کی اسلام میں حیثیت کا تعین)پر سفارشات مرتب کرنے کیلیے پوری قومی اسمبلی کو خصوصی کمیٹی قرار دے کر حزب اختلاف کی قرارداد اور حکومتی تحریک دونوں ایوانوں کی متفقہ رائے کے مطابق تمام ممبروں پر مشتمل کل ایوانی خصوصی کمیٹی کے سپرد کردی گئیں۔تاکہ وہ ان پر مفصل بحث کرے اور قومی اسمبلی کو اس بارے میں اپنی حتمی رپورٹ پیش کرے۔اس کمیٹی کے اجلاس کیلیے چالیس ممبروں کا کورم ضروری قرار دیا گیا۔جس میں دس ارکان حزب اختلاف سے اور باقی ارکان کا تعلق حکومت سے ہو گا۔وزیر قانون نے واضح کیا کہ چالیس ارکان کی موجودگی کے بغیر کمیٹی کا اجلاس نہیں ہو سکے گا۔کل ایوانی خصوصی کمیٹی یکم جولائی سے تحریک اور قرارداد پر بیک وقت غور شروع کرے گی۔اس خصوصی کمیٹی کے تمام اجلاس خفیہ ہوں گے۔کل ایوانی خصوصی کمیٹی نے بعد میں اسمبلی میں ایک اور خصوصی رہبر کمیٹی ترتیب دی۔دونوں کمیٹیوں یعنی کل ایوانی کمیٹی اور خصوصی رہبر کمیٹی نے اپنے کام پوری لگن سے شروع کردیئے۔روزنامہ نوائے وقت نے علامہ شاہ احمد نورانی اور اپوزیشن کی جانب سے پیش کردہ قرارداد کے حوالے سے اپنے اداریہ میں لکھا!

> ”سرکاری تحریک میں صرف ختم نبوت کے منکرین کے مسئلہ پر غور کرنے کی تجویز پیش کی گئی ہے جبکہ اسکے برعکس اپوزیشن کی قرارداد میں مرزا غلام احمد کے پیروکاروں کو ختم نبوت کا منکر قرار دے کر انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی تجویز پیش کی گئی ہے۔اس لحاظ سے اپوزیشن کی قرارداد زیادہ موزوں اور حقیقت پسندانہ ہے۔انگریزی محاورے کے مطابق اپوزیشن نے سانڈھ کو سینگوں سے پکڑنے کی کوشش کی ہے۔جبکہ حکومت نے صرف اسکی دم کو چھیڑا ہے“۔(روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲ جولائی ۱۹۷۴ء)

کراچی کی ایک دعوت کے موقع پر سابق چیئرمین رویت ہلال کمیٹی و سابق سینیٹر حضرت علامہ مفتی ظفر اللہ

نعمانی رحمۃ اللہ علیہ اور مفکر اسلام مترجم کنز الایمان انگلش اور سابق قائد حزب اختلاف سندھ اسمبلی جناب پروفیسر سید شاہ فرید الحق صاحب سے آگرہ کے اکبر خادل صاحب این، پی، ریٹائرڈ سیکرٹری وزارت صنعت وحرفت حکومت پاکستان نے ذکر کیا کہ آپ کے صدر جمیعت عجیب آدمی ہیں کہ محض اپنی قرارداد سے دو لفظوں کے اخراج پر انہیں بہت بڑی رقم مل رہی تھی جو انہوں نے ٹھکرا دی۔ اس واقعہ کی مفصل تفصیل بیان کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ اسلام آباد میں تحریک ختم نبوت کے دوران میرے مکان پر علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت تھی۔ وہاں کچھ لوگ اور بھی تھے کہ بعض آدمی مرزائی فرقے کے لاہوری گروپ سے متعلق تھے۔ وہاں آئے اور پوچھا کہ معلوم ہوا ہے کہ آپ کے یہاں مولانا نورانی تشریف لائے ہیں۔ ہم

ان سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ میں انکو اندر لے گیا اور حضرت نورانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ یہ لوگ آپ سے کوئی بات کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کیا بات ہے؟ ان لوگوں میں تین چار سرکاری افسر بھی تھے۔ ان میں سے ایک صاحب نے کہا جناب ہم نے سنا ہے کہ آپ نے اپنی قرارداد میں لاہوری گروپ کو بھی غیر مسلم قرار دیا ہے۔ حالانکہ ہم مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتے آپکی قرارداد میں ہمارا نام درست نہیں ہے۔ آپ یوں کریں کہ قرارداد سے ہمارا نام نکال دیں۔ ہم اس کے عوض آپ کو پچاس لاکھ روپے پیش کرتے ہیں۔ یہ سنکر علامہ شاہ احمد نورانی نے فرمایا! آپ کی پیشکش ہمارے جوتے کی نوک پر۔ اس لیے کہ ہمارا جوتا اس پیشکش سے زیادہ قیمتی ہے (بعض بزرگوں کا فرمانا ہے کہ علامہ شاہ احمد نورانی نے اس وقت فرمایا! ہمارا گنبد خضریٰ والے آقا ﷺ سے ہمارا سودا ہو چکا ہے۔ ہم بازار مصطفیٰ ﷺ میں بک چکے ہیں۔ اور یہ پیسہ ہمیں نہیں خرید سکتا) آپ نے فرمایا کہ مرزا مدعی نبوت ہے۔ جو اسے مجدد یا مصلح مانتا ہے وہ بھی کافر ہے۔ اور میری قرارداد سے کوئی لفظ بھی حذف نہیں ہوگا۔ آپ لوگ یہاں سے نکل جائیں۔ وہ لوگ وہاں سے چلے گئے تو علامہ شاہ احمد نورانی نے فرمایا کئی ایسے سرکاری افسر ہیں کہ وہ بار بار لوگوں کی سفارش کرتے ہیں کہ صاحب ان لوگوں کو آپ کیوں ذکر میں لے آئے ہیں۔ یہ تو نبی نہیں مانتے۔ لیکن الحمد للہ، اللہ کریم نے استقامت عطا فرمائی ہے۔ یہ پیسہ آنے جانے والی چیز ہے۔ اصل دولت، دولت ایمان ہے۔ اور سرمایہ آخرت ہے۔ (کتاب مولانا نورانی ص ۱۷۵ بحوالہ فاتح مرزائیت ص ۱۲)

۳ جولائی ۱۹۷۴ کو قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی نے اپنے اجلاس میں اتفاق رائے سے ۱۲ ارکان پر مشتمل ایک رہبر کمیٹی منتخب کی۔ وزیر قانون عبد الحفیظ پیرزادہ کو اس رہبر کمیٹی کا کنوینر منتخب کیا گیا۔ رہبر کمیٹی کا کام ان قراردادوں اور تجاویز کا جائزہ لینا تھا۔ جو ۵ جولائی کی نصف شب تک قومی اسمبلی کے سیکرٹری کو وصول ہوں گی۔ انکے

علاوہ رہبر کمیٹی اور خصوصی کمیٹی کا کام اس مسئلہ پر غور و خوض کرنے اور کاروائی چلانے کیلئے طریقہ کار اور پروگرام تجویز کرنا بھی تھا۔ رہبر کمیٹی کے اراکین میں علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی، مفتی محمود، مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا کوثر نیازی، رانا محمد حنیف خاں، پروفیسر غفور احمد، مسٹر عبد الحفیظ بھٹی، مولانا ظفر علی انصاری، مسٹر نعمت خان شنواری، ملک محمد اختر اور بیگم شیری وہاب شامل تھے۔ رہبر کمیٹی کی مرتب کردہ سفارشات کو ۱۳ جولائی ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی نے اتفاق رائے سے منظور کرلیا۔ رہبر کمیٹی کی مرتب کردہ سفارشات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱) انجمن احمدیہ ربوہ اور انجمن اشاعت اسلام لاہور کے سربراہوں کے بیانات قلمبند کرنے کا کام ۲۲ جولائی ۱۹۷۴ء تک مکمل کرلیا جائے۔

۲) خصوصی کمیٹی کے جو ممبر دونوں جماعتوں کے سربراہوں سے سوالات دریافت کرنا چاہیں۔ وہ ۲۴ جولائی تک قومی اسمبلی کے

سیکرٹری کو بھیج سکتے ہیں۔

۳) رہبر کمیٹی انجمنوں کے سربراہوں سے دریافت کیے جانے والے سوالات کو آخری شکل دے گی اور منظور کرے گی۔

۴) اٹارنی جنرل سے جن کے ذریعے سوالات دریافت کیے جائیں گے۔ کہا جائے گا کہ وہ ۲۵ جولائی سے رہبر کمیٹی اور خصوصی کمیٹی کے اجلاسوں میں شرکت کریں۔

۵) مختلف ارکان کی پیش کردہ قراردادوں پر خصوصی کمیٹی میں غور ہونے سے پہلے ان قراردادوں کے محرک اپنے نکتہ ہائے نظر کی وضاحت کرنے کیلئے رہبر کمیٹی کے سامنے بیانات دیں گے۔

کمیٹی نے اپنے سپرد کیے گئے کام کی رفتار پر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے اسے جلد مکمل کرنے کا ارادہ کیا۔ ساتھ ہی کمیٹی نے وزیر قانون کو اختیار دیا کہ وہ ۱۴ جولائی کو پریس کانفرنس کے ذریعے خصوصی کمیٹی کی کارکردگی سے عوام کو آگاہ کردیں۔

۲۰ جولائی کو قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کے اجلاس میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے سربراہ صدر الدین کا محضرنامہ پڑھا گیا۔

۲۱ جولائی کو قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی (جو کہ پورے ایوان پر مشتمل تھی) کے روبرو قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا ناصر احمد کا حلفی بیان قلمبند کیا گیا۔ جسکے پڑھنے کا عمل ۲۳ جولائی ۱۹۷۴ء کو مکمل ہوا۔ یہ ۱۸۰ صفحات پر مشتمل تحریری بیان در اصل مرزا ناصر کا محضرنامہ تھا۔ جسے مرزا ناصر لکھ کر لایا تھا۔ قومی اسمبلی کی کئی منزلہ ائرکنڈیشنڈ عمارت جو کہ چاروں طرف

سے بند تھی میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی رکن اسمبلی پر اوپر سے کوئی چیز گری ہو۔ لیکن اس وقت کے ارکان قومی اسمبلی جنھوں نے اپنی آنکھوں سے نبی کریم ﷺ کے اس زندہ معجزے کا مشاہدہ کیا کہ جیسے ہی مرزا ناصر قادیانی نے اپنا ۱۸۰ صفحات پر مشتمل محضر نامہ پڑھنا شروع کیا تو اوپر سے کسی پرندے کا ایک پر جو غلاظت سے میں لتھڑا ہوا تھا اوپر سے سیدھا مرزا ناصر کے محضرنامے پر گرا۔ اور ارکان اسمبلی نے دیکھا کہ مرزا ناصر کا محضر نامہ گندگی سے بھر گیا۔ وہ بری طرح کانپ کر رہ گیا۔ اسکے منہ سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلے I am Disturbed علامہ شاہ احمد نورانی فرماتے ہیں کہ!

> "یہ حضور اکرم ﷺ کا معجزہ تھا۔ قربان جایئے حضور اکرم ﷺ کے، آپ یہ معجزہ دکھا کر اپنے ماننے والوں سے کہہ رہے ہیں کہ دیکھو مرزا جو کچھ پڑھ رہا ہے وہ غلاظت ہے"۔ (ماہنامہ الحامد ملتان جنوری فروری ۲۰۰۴ء ص ۲۳۲)

مرزا ناصر قادیانی کے محضرنامے کا جواب مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی جانب سے "ملت اسلامیہ کا موقف" کے نام سے ترتیب دیا۔ ملت اسلامیہ کا موقف کی کتابت مشہور کاتب جناب سید انور حسین المعروف نفیس رقم نے کی

اور اسکی تصحیح حضرت علامہ شاہ احمد نورانی، مفتی محمود اور چودھری ظہور الٰہی نے کی۔ جتنا حصہ لکھ لیا جاتا اسے مفتی محمود، حضرت مولانا شاہ احمد نورانی اور چودھری ظہور الٰہی سن لیتے۔ بعد ازاں مناسب ترمیم و اضافہ کے بعد اسے پریس میں بھیج دیا جاتا۔ ملت اسلامیہ کا یہ موقف چھ دن میں تیار ہو گیا۔ اور قومی اسمبلی میں مفتی محمود نے مرزا ناصر کے محضرنامے کے جواب میں پیش کیا۔ (پارلیمنٹ میں قادیانی شکست ص ۱۰)

قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی نے دو ماہ میں قادیانی مسئلے پر غور و خوض کیلئے ۲۸ اجلاس اور ۹۶ نشستیں منعقد کیں۔ اس دوران قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کے روبرو قادیانی گرو کے سرخیل مرزا ناصر، لاہوری گروپ کے امیر صدر الدین اور انجمن اشاعت اسلام کے عبد المنان اور مسعود بیگ پر ان کے عقائد و نظریات ملک دشمنی اور یہودی و سامراجی گٹھ جوڑ کے حوالے سے جرح ہوئی۔ ۵ اگست سے ۱۰ اگست اور ۲۰ اگست سے ۲۴ اگست تک گیارہ روز مرزا ناصر قادیانی پر جرح ہوئی۔ جو کم و بیش ۴۲ گھنٹوں پر محیط ہے۔ قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کے روبرو جرح کے دوران مرزا ناصر کے ہاتھ پاؤں پھول جاتے تھے۔ وہ اوٹ پٹانگ باتیں کرتا وہ قومی اسمبلی کے ائر کنڈیشنڈ ہال میں پسینے پسینے ہو جاتا اور گھبراہٹ میں بار بار پانی مانگتا۔ اور کبھی لاجواب ہو کر بالکل ساکت ہو جاتا تھا۔ ممبران قومی اسمبلی نے مرزا ناصر سے ۱۸۰ سوالات کیے جن میں ۷۰ سوالات صرف جمعیت علمائے پاکستان کی جانب سے کیے گئے۔

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی فرماتے ہیں!

''مسلسل گیارہ روز تک مرزا ناصر پر جرح ہوتی رہی اور سوال و جوابی سوال کیا جاتا رہا۔ مرزا کو صفائی پیش کرتے کرتے پسینہ چھوٹ جاتا اور آخر تنگ آ کر کہہ دیتا کہ بس میں اب تھک گیا ہوں۔ ائر کنڈیشنڈ کمرے میں پچاس سے زائد گلاس پانی کے مرزا ناصر روزانہ پیتا تھا۔ اسے گمان نہیں تھا کہ اس طرح عدالتی کٹہرے میں بٹھا کر اس پر جرح کی جائے گی۔۔۔۔ وہ اپنا عقیدہ خود اراکین اسمبلی کے سامنے بیان کر گیا اور اس بات کا اعلان کر گیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی حضور ﷺ کے بعد مسیح موعود اور اُمتی نبی ہے۔ جن اراکین اسمبلی کو قادیانیوں کے متعلق حقائق معلوم نہیں تھے انہیں بھی معلوم ہو گئے۔ اور انہیں اس بات کا یقین ہو گیا کہ مولانا نورانی جنہیں اقلیت قرار دلوانے کی سعی کر رہے ہیں وہ لوگ واقعی کافر ہمرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں''۔ (ماہنامہ ضیائے حرم ختم نبوت نمبر ۱۹۷۴ء)

قادیانی مسئلے پر فیصلہ کرنے کیلئے قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی جو کہ پورے ایوان پر مشتمل تھی کے ۲۸ اجلاس منعقد ہوئے اور مجموعی طور پر اس مسئلے پر ۹۶ گھنٹے غور کیا گیا۔ خصوصی کمیٹی کے سامنے قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا ناصر نے ۴۱

گھنٹے اور ۵۰ منٹ تک شہادت قلمبند کرائی اور اس کا بیان گیارہ دن تک جاری رہا۔ لاہوری جماعت کے سربراہ پر دو اجلاسوں میں مجموعی طور پر ۸ گھنٹے اور ۲۰ منٹ تک جرح ہوئی۔ قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کے روبرو مرزا ناصر اور لاہوری گروپ پر جرح نے پہلے ہی قادیانیت کی اصل صورت اپنے تمام منفی خدوخال کے ساتھ اراکین اسمبلی کے سامنے رکھ دی تھی۔ لیکن اٹارنی جنرل جناب یحیٰی بختیار نے بحث کو سمیٹتے ہوئے جو دلائل دیئے اس نے معزز اراکین اسمبلی کو قادیانیوں کے بارے میں متفقہ فیصلہ کرنے میں بڑی مدد دی۔

سابق اٹارنی جنرل اور معروف قانون دان جناب یحیٰی بختیار نے جس لگن، جانفشانی اور قانونی مہارت سے اُمت مسلمہ کے اس نازک اور حساس کیس کو لڑا اور ملت اسلامیہ کے موقف کی قومی اسمبلی میں جس بھرپور، موثر اور شاندار انداز میں ترجمانی کر کے تحفظ عقیدہ ختم نبوت کی جو قانونی جنگ لڑی اور قادیانی شاطر سربراہوں پر طویل اور اعصاب شکن جرح کے بعد جس طرح ان سے اُن کے عقائد وعزائم کے بارے میں سب کچھ اگلوا کر اعتراف جرم

کروالیا۔وہ انہی کا حصہ ہے۔جس پر قابل ستائش ہیں اور بلاشبہ جس طرح اُن سے اُن کے عقائد وعزائم کے بارے میں سب کچھ اگلوا کر اعتراف جرم کروالیا۔وہ انہی کا حصہ ہے۔جس پر ستائش ہیں۔اور بلاشبہ جس طرح انہوں نے پاکستان کی قومی اسمبلی کو اس نوے سالہ فتنے کے بارے میں حتمی اور متفقہ فیصلے تک پہنچنے میں مدد کی وہ تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھنے کے قابل ہے۔اور اللہ رب العزت اور اس کے پیارے حبیب ﷺ کی نظر عنایت کا مظہر ہے جس کے طفیل وہ یہ فریضہ ادا کرنے میں کامیاب ہوئے۔

۷ ستمبر ۱۹۷۴ کو ڈھائی بجے دن پوری قومی اسمبلی پر مشتمل خصوصی کمیٹی کا اہم اجلاس ہوا جس میں کمیٹی کی سفارشات کو آخری شکل دی گئی اور قرارداد کا متفقہ مسودہ تیار کیا گیا اس قرارداد میں کہا گیا کہ تمام شہریوں کی خواہ ان کا تعلق کسی فرقہ سے ہو جان ومال عزت وآزادی اور بنیادی حقوق کا تحفظ کیا جائے گا۔اور ختم نبوت کے خلاف عقیدہ رکھنے،عمل کرنے یا تبلیغ کرنے والا مستوجب سزا ہوگا۔قرارداد میں کہا گیا کہ اس فیصلے کے نتیجے میں نیشنل رجسٹریشن ایکٹ ۱۹۷۳ء اور انتخابی فہرستوں کے قواعد ۱۹۷۴ء میں ترامیم کی جائیں گی۔

آئین میں دوسری ترمیم کے بل مجریہ ۱۹۷۴ء کی تینوں دفعات اتفاق رائے سے قومی اسمبلی کے ۱۴۶ میں سے ۱۳۰ حاضر ارکان نے بل کے حق میں ووٹ دیکر اسے منظور کرلیں۔قومی اسمبلی کی منظوری کے بعد فوری سینٹ میں پیش کیا گیا جہاں سینٹ کے ۴۵ ممبران میں سے موجود تمام ۳۱ ممبران نے بل کے حق میں ووٹ دیا۔اور یوں سینٹ نے آئین کی دفعات ۱۰۶ اور ۲۶۰ میں ترمیم کا بل منظور کرلیا۔جس میں کہا گیا کہ سرور کائنات حضرت محمد ﷺ کے بعد کوئی مدعی یا اسے نبی یا مصلح تسلیم کرنے والا مسلمان نہیں ہے۔ترمیمی بل کے مطابق قادیانیوں اور لاہوری جماعت کے اراکین کو غیر مسلم اقلیتوں کی فہرست

میں شامل کرلیا گیا ہے۔قومی اسمبلی میں آئینی ترمیمی بل کی منظوری کے بعد وزیر اعظم پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو نے تقریر کرتے ہوئے کہا! یہ نوے سال پرانا مسئلہ تھا اور وقت کے ساتھ پیچیدہ ہوتا جارہا تھا۔احمدیوں کے بارے میں آج جو فیصلہ کیا گیا ہے وہ متفقہ اور پوری قوم کا فیصلہ ہے۔یہ پاکستان کے عوام کا فیصلہ ہے۔اور پاکستان کے مسلمانوں کی خواہشات کا آئینہ دار ہے اور اس فیصلے کا کریڈٹ پوری قوم کو جاتا ہے۔

۱۹۷۳ء کا آئین ملک کا پہلا آئین تھا جس میں پاکستان کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان،مملکت کا مذہب اسلام،جس کی حفاظت کی ذمہ دار مملکت،مسلمان کی تعریف کی شمولیت اور قرآن وسنت کے منافی کوئی قانون نہ بنانے کی شقوں کی وجہ سے ۱۹۵۶ء،۱۹۶۲ء کے آئین سے قدرے ممتاز تھا۔لیکن قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے والی آئینی

ترمیم نے اس آئین کو دنیا کے تمام اور بالخصوص اسلامی ممالک کے دساتیر میں ایک منفرد اور انوکھا اعزاز بخشا۔ اور وہ یہ اعزاز تھا کہ اس آئینی ترمیم کے ذریعے اسلام کے ایک بنیادی عقیدے (عقیدہ ختم نبوت جس پر اسلام کی بنیاد قائم ہے اور جس پر عمل نہ کرنے کی صورت میں علمائے کرام قرآن وسنت کی رو سے اسکے غیر مسلم ہونے کا اعلان کرتے تھے) کو آئینی اور قانونی تحفظ دے کر اسے مملکت پاکستان کا ایک ایسا قانون بنا دیا گیا تھا جس کی رو سے عقیدہ ختم نبوت پر یقین نہ رکھنے والا اور آپ ﷺ کے بعد کسی اور شخص کی نبوت کو ماننے والا کافر ومرتد کارج از اسلام اور غیر مسلم اقلیت قرار پایا۔ اس لحاظ سے ۱۹۷۳ء کا دستور دنیا کے تمام دساتیر میں منفرد حیثیت اور ممتاز مقام رکھتا ہے۔ آج تک ۱۹۷۳ء کے آئین میں ہونے والی تمام ترامیم صرف قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے والی ترمیم آئین کی وہ واحد ترمیم ہے جسے قومی اسمبلی اور سینٹ کے دونوں ایوانوں نے متفقہ طور پر منظور کیا۔ اور اس ترمیم کی مخالفت میں ایک ووٹ بھی نہیں ڈالا گیا۔ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نے اس فیصلے کے عوامل پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا!

> ''ماحول ہی ایسا بن گیا تھا کسی کو مرزائیوں کی حمایت کی جرأت نہیں ہوسکتی تھی۔ باہر کے جلسے جلوسوں اور منظم جدوجہد نے اندر کی فضا اور معاملات کو درست رخ پر رکھا۔ پھر اندر مرزا ناصر نے اپنے کیس کو جو پہلے ہی بہت خراب تھا مزید خراب کیا۔ میں اس امکان کو بھی رد نہیں کرتا کہ مرزائیوں کی بڑھتی ہوئی قوت سے خود پیپلز پارٹی کی قیادت خائف ہو چکی تھی''۔ (تحریک ختم نبوت جلد سوئم ۸۶۸،۸۶۷)

علامہ شاہ احمد نورانی اس تاریخی فیصلے کے اثرات کے حوالے سے فرماتے ہیں!

> ''پارلیمنٹ نے قادیانیوں کے بارے میں جو فیصلہ کیا ہے اس فیصلے کے بعد پچاس ہزار قادیانیوں نے اسلام قبول کیا ہے اگر اس فیصلہ کی موثر طریقے سے تشہیر کی جاتی تو باقی ماندہ قادیانی بھی اسلام قبول کر لیتے''۔ (روزنامہ نوائے وقت ۲۰ دسمبر ۱۹۷۴ء)

علامہ شاہ احمد نورانی فرماتے ہیں!

> ''چونکہ اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت سے ہم مسلمان کی تعریف آئین میں شامل کرا چکے تھے۔ یہ مسئلہ تحفظ ختم نبوت کیلئے ہماری آئینی وقانونی نظام کی خشت اول تھی۔ پھر قادیانیوں کو کافر ومرتد قرار دینے کی آئینی ترمیم سے اسکی تکمیل ہوگئی۔ بعد ازاں پاسپورٹ اور شناختی

کارڈ کے فارم میں مسلمان کیلئے ختم نبوت کے اقرار اور مرزائیوں کے قادیانیوں و لاہوری گروپ سے برأت کا حلفیہ بیان لازمی قرار دیا گیا۔ اس طرح ناموں کے اشتباہ سے جو قادیانی ناجائز فائدہ اٹھا کر اپنے مسلم ہونے کا دعویٰ کرتے تھے۔ بلکہ مکرو فریب سے مسلمانوں میں شامل ہو جاتے تھے۔ اسکا سدباب ہو گیا۔ بعد میں جنرل ضیاء الحق کے دور حکومت میں جداگانہ انتخاب کی طرف پیش رفت ہوئی جو شروع ہی سے ہمارے مقاصد و اہداف میں شامل تھا اور قادیانیوں کے ناموں کا اندراج غیر مسلموں کی فہرست میں کرنا قرار پایا۔ سعودی عرب، ملائشیاء، انڈونیشیاء اور دیگر مسلم ممالک کی حکومتوں نے قادیانیوں کو غیر مسلموں کا درجہ دینا شروع کیا کہ جنوبی افریقہ کی غیر مسلم عدالت نے بھی اسکی توثیق کی کہ قادیانی مسلم نہیں ہیں۔ قادیانیوں پر مسجد کے نام سے اپنی عبادت گاہ بنانے پر پابندی عائد کر دی گئی۔ صدر اور وزیر اعظم کے حلف ناموں میں ختم نبوت کا اقرار لازمی قرار پایا۔ ابھی بہت سے اہداف ہیں جن کا حصول باقی ہے۔ اور الحمد للہ اس کے ضمن میں ہمارا جہاد جاری ہے۔ اور ہم اپنے دینی اہداف کے حصول تک چین سے نہیں بیٹھیں گے''۔ (انٹرویو ملک محبوب الرسول قادری افکار نورانی ص ۵۵)

اس میں کوئی شک نہیں کہ متذکرہ افراد بھی تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں شامل تھے۔ اور انہوں نے دیگر مکاتب فکر کیساتھ مل کر اس تحریک میں حصہ لیا۔ لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کو اس کے منطقی انجام تک پہنچانے میں اصل کردار علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نے ہی ادا کیا۔ آپ نے جس فہم و فراست اور حسن تدبر سے اس تحریک کو پارلیمنٹ کے اندر اور پارلیمنٹ کے باہر عوامی سطح پر منظم کیا اور پیپلز پارٹی کے اراکین اسمبلی سمیت تمام اراکین قومی

اسمبلی اور ملک کے وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے والی قرارداد کے حق میں راضی کیا۔ وہ صرف آپ کا خاصہ ہے۔ اس تمام تفصیل کا ذکر پہلے گزر چکا ہے جس سے نہ صرف اس جھوٹے پروپیگنڈے کی کہ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کو کامیابی سے ہمکنار کرانے میں صرف یوسف بنوری، مفتی محمود وغیرہ کا حصہ ہے قلعی کھل جاتی ہے بلکہ حقیقت حال روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے۔ کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کا کریڈٹ

علامہ شاہ احمد نورانی کو ہی جاتا ہے۔جنہوں نے اس سلسلے میں دن رات مسلسل جدوجہد کی اور آخر کار وہ اس اہم مشن میں کامیاب ہوئے۔بلا شبہ قائد ملت اسلامیہ سپہ سالار اعلیٰ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی قابل صد مبارکباد ہیں۔یہاں یہ حقیقت بھی قابل ذکر ہے کہ آپ کی زیر قیادت حسب سابق جمعیت علمائے پاکستان کے قائدین علماء کارکن اور جمعیت سے متعلق عربی مدارس کے طلباء کا پوری تحریک میں نمایاں کردار رہا ہے۔علامہ شاہ احمد نورانی تحدیث نعمت کے طور پر اس کارنامے کا یوں اظہار فرماتے تھے!

> "الحمد للہ ہم نے سخت جدوجہد کے بعد اسمبلی میں اس مسئلے کو حل کرلیا۔اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت مجھے نصیب فرمائی اور مجھے کامل یقین ہے کہ بارگاہ شفیع المذنبین ﷺ میں میرے
>
> لیے یہی سب سے بڑا وسیلہ شفاعت ونجات ہوگا"۔

مگر آپ نے کبھی بھی اس تاریخ ساز کامیابی کا کریڈٹ خود سمیٹنے کی کوشش نہیں کی۔علامہ شاہ احمد نورانی کے نزدیک اجتماعی طور پر مسلمانوں کی اس عظیم الشان کامیابی کا سہرا فدایان ختم نبوت اور شمع رسالت ﷺ کے تمام پروانوں کو نصیب ہوا۔اس میں حکام بالا معزز اراکین قومی وصوبائی اسمبلی، قائدین مجلس عمل تحفظ ختم نبوت، طلباء، سماجی وجماعتی کارکن، جلسوں میں شریک ہونے والے فدایان ختم نبوت، عوام گھروں میں رو رو کر دعائیں کرنے والی مائیں، بہنیں، ہڑتالوں میں ساتھ دے کر مالی ایثار کرنے والے تاجر اور فلک شگاف نعروں سے جذبات کو بیدار کر دینے والے مجاہد۔غرض جس نے بھی جس طرح تاج ختم نبوت کی حفاظت میں حصہ لیا اور تند تیز ہواؤں میں بھی ختم نبوت کا دیا بجھنے نہیں دیا وہ سب ہی شامل ہیں۔

جناب شاکر حسین خان ریسرچ اسکالر علوم اسلامی جامعہ کراچی اپنے تحقیقی مقالے میں لکھتے ہیں!

"قیام پاکستان کے بعد علماء ومشائخ نے ۱۹۵۳ء میں قادیانیوں کے خلاف تحریک چلائی لیکن وہ کامیاب نہ ہوسکی اسکے باوجود علمائے حق نئی حکمت عملی سے اپنی ذمہ داریاں احسن طریقے سے سرانجام دیتے رہے اور ہر محاذ پر قادیانیوں کے سامنے سینہ سپر رہے۔وہ علماء جنہوں نے حق کی آواز کو تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی ناکامی کے بعد دوبارہ زندہ کیا ان میں روشن اور تابندہ نام مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی کا ہے۔جنہوں نے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے بھرپور طریقے سے عملی جدوجہد جاری رکھی۔قادیانیوں کے خلاف تحریک چلائی اور ان کی ہر موڑ پر مخالفت کرتے رہے۔مولانا کو قادیانیوں کی مخالفت کرنا ورثے میں ملی تھی۔انکے والد مولانا شاہ عبد "العلیم صدیقی قادیانیوں کے اہم مخالفین میں سے تھے۔انہوں نے افریقہ و یورپ، سیلون، انڈونیشیا، ملائشیا،، برما اور عرب ریاستوں میں قادیانیت کے خلاف مہم چلائی۔اور انکے رد میں انگریزی زبان میں کتاب لکھی جسکا نام The Mirror ہے۔اس کتاب کا عربی زبان میں ترجمہ "المراۃ" کے نام سے ہوا۔اس کتاب کے علاوہ انہوں نے ایک کتاب اردو میں بھی تحریر کی جسکا نام "مرزائی حقیقت کا

اظہار ہے۔اس کتاب کا ملائشیاء کی زبان میں ترجمہ شائع ہوا تو وہاں قادیانیوں کے خلاف زبردست تحریک چلی۔جسکے بعد ملائشیاء میں قادیانیوں کا داخلہ ممنوع قرار دے دیا گیا۔چنانچہ مولانا نورانی نے اپنے والد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے قادیانیوں کی مخالفت کی اور ہمیشہ انکے آگے آہنی چٹان کی مانند کھڑے رہے"۔(ماہنامہ پیام حرم کراچی نومبر ۲۰۰۵ء ص ۲۳)

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

تحریک تحفظ ختم نبوت 1974ء میں

امام الشاہ احمد نورانی اور عوامی رابطہ مہم

محمد انس رضا

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نے 30 جون 1974ء کو قومی اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد پیش کرنے کے بعد 7 ستمبر 1974ء تک قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی اور رہبر کمیٹی کے رکن ہونے کے باوجود عوامی سطح پر تحریک کو مزید منظم اور فعال بنانے کیلئے مجلس عمل کے اجلاسوں میں شرکت کرنے کے علاوہ ملک بھر میں مختلف علاقوں کے مسلسل طوفانی دورے بھی کئے، آپ نے ان دوروں کے دوران کم وبیش چالیس ہزار میل کا سفر طے کیا اور تقریباً ڈیڑھ سو سے زائد شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں عظیم الشان جلسۂ عام سے خطاب کرتے ہوئے مسلمانوں کو قادیانیوں کی فتنہ پردازیوں اور شرانگیزیوں سے آگاہ کیا۔

علامہ شاہ احمد نورانی کی کوششوں کی بدولت تحریک ختم نبوت کے بیرونی محاذ کو سرگرم رکھنے کیلئے تمام مکتبہ فکر کے علمائے کرام پر مشتمل مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا قیام عمل میں آچکا تھا اور حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی، علامہ یوسف بنوری، مجاہد ملت علامہ عبدالستار نیازی و دیگر جید علمائے کرام مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے مجلس عمل کے دستور و منشور کے مطابق تحریک ختم نبوت کو متحرک و فعال رکھے ہوئے تھے۔ لیکن اس کے باوجود علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نے 30 جون 1974ء کو قومی اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد پیش کرنے کے بعد 7 ستمبر 1974ء تک قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی اور رہبر کمیٹی کے رکن ہونے کے باوجود عوامی سطح پر تحریک کو مزید منظم اور فعال بنانے کیلئے مجلس عمل کے اجلاسوں میں شرکت کرنے کے علاوہ ملک بھر میں مختلف علاقوں کے مسلسل طوفانی دورے بھی کئے۔ اس عوامی رابطہ مہم کے دوران آپ باقاعدگی سے اسمبلی کے اجلاسوں سمیت، خصوصی کمیٹی اور رہبر کمیٹی کے اجلاسوں میں بھی شرکت کرتے رہے۔ آپ نے ان دوروں کے دوران کم وبیش چالیس ہزار میل کا سفر طے کیا اور تقریباً ڈیڑھ سو سے زائد شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں عظیم الشان جلسۂ عام سے خطاب کرتے ہوئے مسلمانوں کو قادیانیوں کی فتنہ پردازیوں اور شرانگیزیوں سے آگاہ کیا۔ اس دور کے اخبارات وجرائد شاہد ہیں کہ علامہ شاہ احمد نورانی قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کیلئے کس قدر مصروف رہے۔ ذیل میں مختصر اُدوروں کی تفصیل درج ہے۔

☆ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نے 15، جولائی 1974ء کو کوئٹہ میں ہونے والے مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے

اجلاس میں شرکت فرمائی۔اس اجلاس میں آپ کے علاوہ مولانا غلام علی اوکاڑوی، علامہ محمود احمد رضوی، مولانا مفتی محمود ،مولانا یوسف بنوری، پروفیسر غفور احمد، آغا شورش کاشمیری، مولانا ظفر علی انصاری، احسان الٰہی ظہیر، نوابزادہ نصر اللہ خان وغیرہ نے بھی شرکت کی۔(تحریک ختم نبوت جلد سوم ص 474)

☆ 31، جولائی 1974ء کو علامہ شاہ احمد نورانی نے قصور میں ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے حکومت کو متنبہ کیا کہ اگر قادیانی مسئلہ حل کرنے میں تاخیر ہوئی تو اپوزیشن قومی اسمبلی کا بائیکاٹ کرے گی۔اور یہ بائیکاٹ اس بات کی دلیل ہوگا کہ اسمبلی میں کچھ نہیں ہو رہا ہے۔(تحریک ختم نبوت میں جمعیت علمائے پاکستان کا کردار ۔از صادق قصوری ماہنامہ لانبی بعدی لاہور 2002ء)

☆ 4، اگست 1974ء کو علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نے چوک لوہاری مسلم مسجد لاہور میں عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کی اور اس کانفرنس سے خطاب فرمایا۔آپ کے علاوہ اس کانفرنس میں مفتی محمود، پروفیسر غفور احمد، چوہدری ظہور الٰہی نے بھی شرکت کی، اور اجتماع سے خطاب فرمایا۔(تحریک ختم نبوت جلد سوم ص 598)

☆ 6، اگست 1974ء کو علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نے انجمن طلباء اسلام پاکستان کے جلسۂ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی میں قادیانیوں کے خلاف ہونے والی کاروائی سے ہم مطمئن ہیں ۔اور امید رکھتے ہیں کہ یہ مسئلہ تسلی بخش طور پر حل کرلیا جائے گا۔لیکن اگر ایسا ممکن نہ ہوا اور قوم کی خواہشات اور جذبات کے برعکس کوئی فیصلہ زبردستی قوم پر مسلط کرنے کی کوشش کی گئی تو وہ قومی اسمبلی سے باہر نکل آئیں گے۔آپ نے پنجاب میں انجمن طلباء اسلام کے سینکڑوں کارکنوں کی گرفتاری کی مذمت کرتے ہوئے ان کی فوری رہائی کا مطالبہ کیا۔(تحریک ختم نبوت جلد سوم ص 608)

☆ 12، اگست 1974ء کو مجلس عمل تحفظ ختم نبوت ضلع سرگودھا کے زیر انتظام ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کیلئے قافلہ جس میں علامہ شاہ احمد نورانی، علامہ محمود احمد رضوی، مولانا یوسف بنوری، مفتی محمود، نوابزادہ نصر اللہ خان، سید مظفر علی شمسی شامل تھے۔جب لاہور سے روانہ ہوا تو سرگودھا تک ہر شہر میں اس قافلے کا فقید المثال استقبال ہوا۔بعد نماز عشاء علامہ شاہ احمد نورانی اور دیگر مقررین نے جامع مسجد گول چوک پر ایک عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس سے خطاب فرمایا۔(تحریک ختم نبوت جلد سوم ص 631-626)

☆ 18، اگست 1974ء کو منڈی مرید کے میں ایک جلسۂ عام سے خطاب کرتے ہوئے علامہ شاہ احمد نورانی نے فرمایا کہ قومی اسمبلی کے 95% ارکان منکرین ختم نبوت کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے حق میں ہیں۔اور قوی امید

ہے کہ انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا جائے گا۔ آپ نے جلسہ گاہ میں موجود لوگوں کو بتایا کہ قومی اسمبلی کی خاص کمیٹی کے روبرو قادیانی لیڈروں پر جرح روبرو قادیانی لیڈروں پر جرح تسلی بخش طور پر جاری ہے۔ اور انشاءاللہ اس کے اچھے نتائج نکلیں گے۔ آپ نے یہ بھی بتایا کہ دوسرے فریق کی طرف سے وزیر اعظم بھٹو پر زبردست دباؤ ڈالا جا رہا ہے۔ اس لیئے وہ قومی اسمبلی کے فیصلے پر اثر انداز بھی ہو سکتے ہیں۔ تاہم ایسی صورت میں عوامی نمائندوں اور عوام کا ردعمل بہت سخت ہوگا۔ (تحریک ختم نبوت جلد سوئم ص 631-626)

☆ 19، اگست 1974ء کو علامہ شاہ احمد نورانی نے منڈی مرید کے میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ قومی اسمبلی منکرین ختم نبوت کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دے گی۔ کیونکہ اسمبلی کے پچانوے فیصد ممبر اقلیت قرار دینے کے حق میں ہیں۔ (تحریک ختم نبوت میں جمیعت علمائے پاکستان کا کردار ۔ از صادق قصوری ماہنامہ لانبی بعدی لاہور 2002ء)

☆ 22، اگست 1974ء کو علامہ شاہ احمد نورانی نے لائل پور میں جامع مسجد گلزار مدینہ محمد پورہ میں عظیم الشان سنی کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے سواد اعظم کے مطالبات کا اعادہ کرتے ہوئے کہا کہ حکومت قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے۔ اور انہیں کلیدی آسامیوں سے ہٹایا جائے۔ اور ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے۔ آپ نے شرح وبسط سے قرآن وحدیث کی روشنی میں قادیانیوں کے سیاسی، سماجی، اور اقتصادی بائیکاٹ کو جائز قرار دیا۔ اور کہا کہ بہتر ہے حکومت 7، ستمبر تک قادیانی مسئلہ کا فیصلہ کر دے۔ اگر حکومت نے مسلمانوں کی امنگوں کے خلاف فیصلہ کیا تو مرکزی مجلس عمل 7، ستمبر کے بعد اپنے اجلاس میں آئندہ کے لائحہ عمل کا تعین کرے گی۔ (تحریک ختم نبوت جلد سوئم ص 679)

☆ 30، اگست 1974ء کو مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے زیر انتظام ملتان میں کنونشن منعقد ہوا۔ اس کنونشن میں علامہ شاہ احمد نورانی، مفتی محمود، نوابزادہ نصر اللہ خان، سید مظفر علی شمسی، احسان الٰہی ظہیر وغیرہ نے شرکت کی۔

☆ 31، اگست 1974ء جمیعت علمائے پاکستان کے سربراہ اور رکن قومی اسمبلی علامہ شاہ احمد نورانی نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ قادیانی مسئلے کو امت مسلمہ کی خواہش کے مطابق حل کر کے شکوک وشبہات دور کرے۔ علامہ شاہ احمد نورانی نے یہ بات بلاک نمبر ۱۲ میں ایک مسجد کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے کہی۔ انہوں نے مجلس عمل کے کارکنوں پر زور دیا کہ وہ پرامن جدوجہد جاری رکھیں۔ آج جب مولانا شاہ احمد نورانی سرگودھا پہنچے تو سرگودھا سے سات میل باہر ان کا شاندار استقبال کیا گیا۔ اور ان کو ٹرکوں، بسوں اور اسکوٹروں پر سوار سینکڑوں افراد کے جلوس کے ساتھ شہر لایا گیا۔ جن لوگوں کو یہ نظارہ دیکھنا نصیب ہوا۔ ان کا کہنا ہے کہ ایسے استقبالوں کی مثال پاکستان بننے کے بعد سرگودھا کی تاریخ

میں نہیں ملتی۔اور نہ ہی اس سے قبل عوام میں اتنا جوش وخروش دیکھا گیا۔مولانا شاہ احمد نورانی نے گکھڑ منڈی میں بھی ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ مسلمانوں کی اجتماعی قوت کو ختم کرنے کیلئے یہ پودا کاشت کیا گیا تھا۔جس کی پاکستان کے سابق حکمران بھی آبیاری کرتے رہے۔لیکن اب وقت آ گیا ہے اسے جڑ سے اکھاڑ پھینکا جائے۔انہوں نے کہا قومی اسمبلی کے ارکان کو مرزا ناصر سے براہ راست سوال پوچھنے کی اجازت نہ تھی۔بلکہ انہیں پہلے اپنے سوالات لکھ کر اٹارنی جنرل کو دینا پڑتے تھے۔انہوں نے کہا کہ مرزا ناصر ہمارے سوالات سے اس قدر بوکھلا اٹھا۔کہ وہ یہ کہتے سنا گیا کہ میں تنگ آ چکا ہوں،سوالات کا سلسلہ کب ختم ہوگا۔انہوں نے امید ظاہر کی کہ حکومت 7،ستمبر کو اس مسئلہ کو مسلمانوں کی خواہشات کے مطابق حل کر دے گی۔(تحریک ختم نبوت جلد سوئم ص 697-696)

☆ 25،اگست 1974ء کو علامہ شاہ احمد نورانی نے لائل پور کا دورہ کیا اور وہاں ایک عظیم الشان سنی کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ حکومت قادیانیوں کا مسئلہ حل کرتے وقت عوام کے احساسات کا خیال رکھے۔اگر عوام کا مطالبہ پورا نہ ہوا تو مجلس عمل آئندہ کا لائحہ عمل مرتب کرے گی۔(تحریک ختم نبوت میں جمعیت علمائے پاکستان کا کردار ۔ازصادق قصوری ماہنامہ الانبی بعدی لاہور 2002ء)

☆ 31،اگست 197ء کو علامہ شاہ احمد نورانی نے سرگودھا میں ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار نہ دیا گیا تو عوام کبھی بھی مطمئن نہیں ہونگے۔اگر فیصلہ عوامی خواہشات کے مطابق نہیں ہوا تو تحریک چلائی جائے گی۔ناموس رسالت کی خاطر مسلمان ہر قسم کی قربانی دینے کو تیار ہیں۔عقیدہ ختم نبوت کی ہر قیمت پر حفاظت کی جائے گی۔یہ حکومت اور عوام کے منتخب نمائندوں کی آزمائش کا وقت ہے۔(تحریک ختم نبوت میں جمعیت علمائے پاکستان کا کردار ۔ازصادق قصوری ماہنامہ الانبی بعدی لاہور 2002ء)

☆ یکم ستمبر 1974ء کو لاہور کی بادشاہی مسجد میں مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے زیر انتظام عظیم الشان جلسۂ عام منعقد کیا گیا۔اس جلسۂ عام میں علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کے علاوہ حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی،صاحبزادہ معین الدین شاہ گولڑہ شریف،علامہ محمود احمد رضوی،مولانا عبد الستار خان نیازی،علامہ عبد المصطفیٰ ازہری،مولانا مودودی،نصر اللہ خان،پیر صاحب پگاڑا،مولانا عبد اللہ درخواستی،چوہدری ظہور الٰہی،سمیت دیگر علماء ومشائخ نے شرکت کی۔رہبر کمیٹی کے ممبر اور رکن قومی اسمبلی علامہ شاہ احمد نورانی نے اپنی تقریر میں کہا کہ منکرین ختم نبوت کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ مجلس عمل کا نہیں بلکہ پاکستان کی عوام کا ہے۔یہ مطالبہ عالم اسلام کی ان تمام تنظیموں کا ہے۔جو اپریل میں مکہ مکرمہ میں جمع ہوئی ہیں۔ہم بھی انہیں غیر مسلم قرار دینے کا مطالبہ اس لیئے کر رہے ہیں۔کہ ان کی جانیں

اور مال محفوظ رہیں۔بصورت دیگر مسلمان منکرین ختم نبوت کے ساتھ ایسا سلوک کریں گے۔جو عہد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں غیر مسلموں کے ساتھ ہوا تھا۔اگر حکومت اس نازک بات کو نہیں سمجھتی تو پھر نتائج کیلئے تیار رہے۔(روزنامہ نوائے وقت لاہور 2 ستمبر 1974ء)

☆ 6، ستمبر 1974 کی رات راجہ بازار، راولپنڈی کی جامع مسجد میں ایک عظیم الشان جلسۂ عام منعقد ہوا۔جس میں علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی، مولانا مفتی محمود، پروفیسر غفور احمد، چوہدری ظہور الٰہی سمیت اور متعدد علماء ومشائخ نے شرکت کی۔

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

تحریک ختم نبوت 1974ء کالازوال کردار

امام الشاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

خالد محمود قادری

ہندوستان کے شہر میرٹھ کے محلّہ مشائخاں کے عظیم علمی وروحانی خاندان کے چشم وچراغ الحافظ القاری حضرت علامہ امام الشاہ احمد نورانیؒ صدیقی حنفی قادری، سفیر اسلام حضرت علامہ مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی (خلیفہ مجاز ،اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلویؒ) کے ہاں 1926ء میں متولد ہوئے۔حضرت الشاہ احمد نورانیؒ نے اپنے خاندان کی کئی عالم وفاضل اور مقدس ہستیوں سے تعلیم وتربیت کے مراحل طے کئے، اسے ان کی خوش نصیبی ہی کہا جاسکتا ہے کہ ان کے خاندانی بزرگوں میں مشہور شاعر مولانا محمد اسماعیل میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا نذیر احمد خجندی رحمۃ اللہ علیہ (مشہور شاعر اور بمبئی جامع مسجد کے خطیب جنہوں نے 1918ء میں قائداعظم محمد علی جناحؒ کا نکاح رتی جناح سے پڑھانے کا اعزاز بھی حاصل کیا)۔حضرت مولانا احمد مختار میرٹھیؒ (خلیفہ مجاز اعلیٰ حضرت مولانا امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ) تھے، پھر کئی ایک لائق تعظیم اساتذہ بالخصوص حضرت مولانا غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ اور صدرالشریعۃ علامہ امجد علی اعظمیؒ مصنف ''بہار شریعت'' ایسے اساطین علم وفن اور جلیل القدر مدرسین سے استفادہ علمی کیا، آپ اس لحاظ سے کئی علمی خانوادوں کی علمی وراثت کے امین ٹھہرے، ابتدائی عمر میں ہی آپ نے قرآن پاک حفظ کرلیا تھا۔درس نظامی کی تکمیل اور فتاویٰ نویسی کی مشق کے ساتھ ساتھ آپ نے الٰہ آباد یونیورسٹی سے بھی کئی ایک امتحانات پاس کئے۔اردو، عربی، انگریزی، فارسی، ہندی، سندھ، پنجابی، ڈچ اور سواحلی وغیرہ زبانیں آپ روانی سے بول سکتے تھے۔حضرت الشاہ احمد نورانیؒ ایک سیر چشم انسان تھے جو بہت باوقار حسب ونسب اور گفتار وکردار کے مالک تھے، وہ اپنے اندر ایک جہان معنی رکھتے تھے، اس لحاظ سے ایک کثیر الجہات شخصیت تھے، جب حضرت موصوف عنفوان شباب کو پہنچے تو برصغیر کے حالات بہت پرآشوب اور ہنگامہ پرور تھے، تحریک پاکستان کے جہاد پرور اور جذبات انگیز بلکہ ایمان افروز لمحات بھی آپ کے حصے میں آئے، قیام پاکستان کے بعد آپ میرٹھ سے کراچی (جہاں ان کے والدین پہلے ہی آچکے تھے) آگئے، تعلیم سے فراغت کے بعد آپ اپنے والد گرامی قدر مبلغ اسلام حضرت علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھیؒ کے زیر سایہ دعوت وتبلیغ کے مشن میں شامل ہوگئے۔قادیانی چونکہ اکھنڈ بھارت کے حامی تھے تحریک پاکستان کے حامی نہ تھے لیکن جب پاکستان بن گیا تو قادیانی خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود اپنی جماعت سمیت قادیاں سے لاہور اور پھر لاہور سے ربوہ جاکر آباد ہوا، بدقسمتی سے پہلے پاکستانی

وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خاں قادیانی مقرر ہوئے تو اس نے وزارتوں، سفارتوں اور بیوروکریسی کے اندر بڑے پیمانے پر قادیانی ایڈجسٹ کروادیئے، بڑی بڑی صنعتوں اور فیکٹریوں کے لائسنس بھی مرزائیوں کو دلوائے۔ پاکستان ابھی اپنے قدموں پر کھڑا بھی نہ ہوا تھا کہ قادیانی دھاڑنے لگے وہ پاکستان کو قادیانی اسٹیٹ بنانے کے لئے سرگرم عمل ہوگئے اور ایسی بیان بازی شروع کردی کہ جس سے یہ تاثر لیا جانے لگا کہ پاکستان کے سیاہ وسفید کے مالک اب وہی ہیں، ردعمل کے طور پر مفسر قرآن صدر جمعیت علماء پاکستان حضرت علامہ مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادریؒ خطیب مسجد وزیر خاں لاہور کی قیادت میں تمام مکاتب فکر کے علماء تحفظ عقیدۂ ختم نبوت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے، متحدہ مجلس عمل ختم نبوت نے سید صاحب کی قیادت میں وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خاں کو منصب وزارت خارجہ سے ہٹانے اور قادیانی جماعت کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ شروع کردیا۔ اس مطالبے نے زور پکڑا تو دینی جماعتوں کے سربراہ تحریک کے سلسلے میں کراچی میں جمع ہوئے، خواجہ ناظم الدین سے جب مذاکرات ناکام ہوگئے تو تمام رہنما گرفتار کرکے زندان میں ڈال دیئے گئے، ایسے میں لاہور تحریک ختم نبوت کا مرکز بن گیا، گرفتاریاں، احتجاجی جلسے، جلوس اور تقریریں شروع ہوگئیں، کراچی اور دیگر شہروں میں ہنگامے پھوٹ پڑے۔ لاہور میں پولیس آفیسر فردوس شاہ نے ختم نبوت کے شاہینوں پر بڑے ظلم ڈھائے، آخر وہ کسی جانباز کے ہاتھوں مسجد وزیر خاں کی سیڑھیوں پر قتل ہوگیا۔ اشتعال بہت بڑھ گیا، مسجد وزیر خاں لاہور تحریک کا مرکز بن گئی۔ مجاہد ملت حضرت مولانا عبدالستار خان نیازیؒ نے تحریک کی قیادت سنبھالی۔ اس دوران مولانا صاحبزادہ خلیل احمد قادری بھی تحریک کی سرگرمیوں میں ملوث پائے جانے کی وجہ سے دھر لئے گئے۔ شہداء کے خون سے گلیاں اور بازار لالہ زار ہوگئے۔ اس تحریک میں حضرت علامہ مولانا الشاہ احمد نورانیؒ نے بھی بڑے زور وشور سے حصہ لیا۔ منیر تحقیقاتی رپورٹ میں حضرت کا ذکر خیر موجود ہے۔ علماء اہلسنت نے اس تحریک میں بڑا واضح، دوٹوک اور جاندار کردار ادا کیا، قید وبند کی صعوبتیں اٹھائیں اور ہر طرح کے مشکل حالات کا سامنا کیا مگر حکومتی صفوں میں موجود قادیانی ایجنٹوں کی تہہ در تہہ سازشوں کے نتیجے میں حکومت تحریک کو بری طرح کچلنے میں کامیاب ہوگئی، مقدمات بنے، علماء کئی سالوں تک جیلوں میں پڑے رہے، اس تحریک میں ختم نبوت کے ہزاروں پروانوں نے سرفروشی وجانبازی کی تاریخ رقم کرکے قادیانیوں کے بھیانک عزائم کو پوری قوم کے سامنے ننگا کردیا، اسی دوران حضرت نورانی میاںؒ کے والد ماجد مبلغ اسلام حضرت شاہ عبدالعلیم صدیقیؒ کا انتقال ہوا تو مبلغ اسلام الشاہ محمد عارف اللہ قادریؒ اور مجاہد ملت مولانا سید عبدالحامد بدایونیؒ کی راہنمائی اور سرپرستی میں آپ نے اندرون وبیرون ملک دعوتی وتبلیغی سرگرمیوں میں اپنے شب وروز گزارنا شروع کردیئے، اشاعت اسلام اور غلبہ اسلام کی عظیم جدوجہد

کے دوران آپ دعوت وعزیمت، وفا، سچائی، عزم مسلسل، جرأت و استقلال اور کردار و عمل کا پیکر بنے رہے، ترک موالات اور شدھی و سنگھٹن کی تحریکوں کے اثرات آپ نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھے، بڑے بڑے نادر الوجود اکابر کو آپ نے تحریک پاکستان میں معرکہ آراء دیکھا، یہی وجہ ہے کہ آپ نے مسلسل ریاضت اور ایثار کا مظاہرہ کرتے ہوئے مشرق و مغرب میں دعوتی و تبلیغی سفر کیا، 1954ء سے لیکر 1968ء تک آپ اندرون و بیرون ملک دعوت و تبلیغ کے مختلف محاذوں پر جدوجہد کرتے رہے، اس دوران شاید ہی دنیا کا کوئی حصہ ایسا ہوگا جہاں آپ اسلام کی دعوت لیکر نہ پہنچے ہوں۔ اس طویل تبلیغی سفر کے دوران قدم قدم پر آپ کی قادیانی مبلغوں سے مڈبھیڑ ہوتی رہی، مثلاً نیروبی، دارالسلام، ماریشس اور لاطینی امریکہ میں سرینام، برٹش گیانا اور ٹرینی ڈاڈ میں انہوں نے بڑے کامیاب مناظرے کئے اور وہاں مرزائیوں کا ناطقہ بند کردیا۔ ان مناظروں کے نتیجے میں تقریباً چھ سو سے زائد مرزائیوں نے توبہ کی اور ازسرنو حلقہ اسلام میں داخل ہوئے۔

اس دوران انہوں نے قادیانیت کے متعلق انگریزی زبان میں ایک ضخیم کتاب بھی لکھی جس میں ایک سو سے زائد آیات قرآنی اور تین سو سے زیادہ احادیث نبویہ سے حضرت رسول کریم ﷺ کا آخری نبی ہونا ثابت کیا، حضرت نورانی میاںؒ کی تبلیغی زندگی پر نظر ڈالیں تو ایسا معلوم ہوا کہ گویا انہوں نے تمام عمر مرزائیت کے رد میں گزاری ہے، اور ایسا کیوں نہ ہوتا وان کے والد گرامی قدر بھی بیرونی ممالک میں رد مرزائیت اور رد عیسائیت کا فریضہ تمام زندگی سرانجام دیتے رہے ہیں۔ مرزا غلام احمد کا پوتا، ایم ایم احمد جو ایک عرصہ تک سیالکوٹ اور سرگودھا میں ڈپٹی کمشنر رہ کر ریٹائرمنٹ کے بعد مسٹر ظفر اللہ خاں وزیر خارجہ کی معرفت ایوب خان کے عہد میں فنانس سیکریٹری اور ایڈیشنل چیف سیکریٹری اور آخر میں صدر ایوب خان کے اقتصادی امور کے مشیر کی حیثیت سے کام کررہا تھا جبکہ یہ عہدہ وفاقی وزیر کے برابر تھا، پلاننگ کمیشن کے یہ چیئرمین رہے پھر یہی صاحب 1972ء میں ورلڈ بینک سے منسلک ہوگئے، ورلڈ بینک کے ڈائریکٹر اور آئی ایم ایف کے اسٹاف میں بطور چیف ایگزیکٹیو سیکریٹری تعینات ہوگئے۔ ایم ایم احمد ایک متعصب اور جنونی قیادنی تھا، یہ مسٹر ظفر اللہ خان قادیانی کے بعد دوسرے اہم ترین قادیانی تھے جو پاکستان کی تاریخ کے اولین 25 برسوں میں بیوروکریسی اور ارباب سیاست و تجارت اور اہل سفارت کے ذریعے ہر موقع پر پاکستان کو نقصان پہنچاتے رہے، مفادات سمیٹے رہے اور ہر شعبہ زندگی میں اپنی لابی کو موثر و مربوط بنانے کے لئے پے در پے کردار ادا کرتے رہے، قادیانی پاکستان کی ایک متمول اور خرانٹ اقلیت ہیں جو اپنے مخصوص عزائم اور مخصوص تربیت کی بناء پر مسلمانان پاکستان کے حقوق کے باب میں مسلسل زیادتیاں اور دھاندلیاں کرتی آرہی ہے، یہ ایسی ایسی

کاروائیاں کرجاتی رہی ہے کہ پوری قوم معاشی وسیاسی اور سفارتی طور پر مضطرب ہوجاتی رہی ہے لیکن کانوں کان ایسے المیوں کی یہ کسی کو خبر نہیں ہونے دیتی کہ اس کی تاریخ کس ویٹ کن سے مل رہی ہیں۔ اور یہی وہ حرکتیں ہیں جن سے آگاہ ہونے کے بعد حضرت امام الشاہ احمد نورانیؒ نے قبل از وقت محسوس کرلیا تھا کہ قادیانی ملک توڑنے پر تلے ہوئے ہیں، انہوں نے بیرونی تبلیغی مشن سے واپس آکر 1969ء میں پہلا بیان قادیانیوں کے بارے میں ہی جاری کیا تھا، اور یحییٰ خان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا کہ تمہارا قادیانی مشیر ایم ایم احمد پاکستان کی معیشت کو تباہ کررہا ہے جس کے نتیجے میں مشرقی پاکستان تمہارے ہاتھوں سے نکل سکتا ہے، افسوس علامہ امام الشاہ احمد نورانیؒ کی یہ آواز صدا بصحرا ثابت ہوئی اور بعد میں ہم نے دیکھا کہ ایم ایم احمد کی مسلسل زیادتیوں کے ردعمل میں شیخ مجیب الرحمٰن نے معاشی ناانصافی کا نعرہ لگا کر مشرقی پاکستان کے مسلمانوں کے دلوں میں تعصب کا بیج بویا اور بنگالی یہ تک کہنے لگے کہ مشرقی پاکستان کی تمام تر آمدنی مغربی پاکستان کی ڈویلپمنٹ پر خرچ ہورہی ہے، یہ الگ بات ہے کہ مشرقی پاکستان کو الگ کرنے کے لئے شیخ مجیب الرحمٰن کو کچھ "پاسبان" یہاں کے صنم خانوں سے بھی مل گئے تھے لیکن حضرت الشاہ احمد نورانی کے بروقت انتباہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے قدرت نے 1968ء میں انہیں وطن اسی لئے بھجوایا تھا کہ اہل وطن کو آنے والے عظیم خطرے سے وہ آگاہ کریں، راہنمایان ملک وقوم کی غفلت اور دنیا پرستی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قادیانیوں نے ملک توڑدیا ،یہی وجہ ہے کہ حقائق سے آگہی کے بعد شیخ مجیب الرحمٰن نے کہا تھا کہ "میں ایم ایم احمد سمیت پانچ آدمیوں کو پلٹن کے میدان میں پھانسی دونگا کہ انہوں نے مشرقی پاکستان (حال بنگلہ دیش) کی معیشت ایک سازش کے تحت تلپٹ کرکے رکھ دی ہے"۔

اسی طرح جی ڈبلیو چوہدری نے اپنی کتاب "متحدہ پاکستان کے آخری دن" میں بالتفصیل اس امر کا تذکرہ کیا ہے کہ چوہدری سر ظفر اللہ خان نے پاکستان کابینہ کی منظوری کے بغیر کس طرح معاہدہ سیٹو پر دستخط کرکے، رشوت میں انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس میں عہدہ پایا" اسی طرح "بحران سے بحران تک" میں بعض ایسے معاملات میں ایم ایم احمد قادیانی کے ملوث ہونے کا ذکر ہے جو خاصے سنگین ہیں۔ (روزنامہ جنگ 30 اپریل 1984ء)۔

چوہدری ظفر اللہ خان مثالی انگریز نواز اور قادیانیت کا ستون تھا وہ برٹش سامراج کی غلامانہ خدمات انجام دینے کی غرض سے ہمیشہ مسلمانوں اور پاکستان کے مفادات کو زک پہنچاتا رہا، بزعم خود "امن پسند جماعت احمدیہ" اہلیانِ پاکستان اور مسلمانان عالم کے خلاف کیسی کیسی غنڈہ گردی کرتی رہی ہے اس کا پردہ چاک کرتے ہوئے جسٹس منیر نے فسادات پنجاب 1953ء کی انکوائری رپورٹ میں لکھا ہے کہ ایک سیاہ رنگ کی کار آتی تھی جو ختم نبوت کی

حمایت میں نکالے جانے والے جلوسوں پر گولیاں برساتے ہوئے گزر جاتی تھی، اس عہد میں بورسٹل جیل کے قادیانی سپرنٹنڈنٹ نذیر جو منڈی بہاؤ الدین کے ایک قریبی گاؤں کا رہنے والا تھا، بعد میں اپنے کئی جاننے والوں کو فخر یہ بتایا کرتا تھا کہ مسلمانوں کو بھوننے کا یہ انتظام بھی ہم نے ہی کیا تھا اور ہم ساری کاروائی کرنے کے بعد اس کار کو واپس لا کر بورسٹل جیل کے اندر کھڑی کر دیتے تھے، قادیانی فتنہ، عالم اسلام کے مختلف حصوں میں آج بھی اپنی فتنہ پرور سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہے، یہی وجہ ہے کہ آج بھی قادیانیوں کے خلاف عالم اسلام کے مختلف ممالک مثلاً بنگلہ دیش اور انڈونیشیا میں احتجاجی مظاہرے زور پکڑ رہے ہیں اور ان کو وہاں بھی غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے مطالبے میں شدت آتی جارہی ہے، گویا اسلام کے خلاف قادیانی تخریبی سرگرمیوں اور سازشوں کا امت مسلمہ کو آہستہ آہستہ ادراک ہو رہا ہے، میں تو سمجھتا ہوں کہ یورپ میں چھپنے والے شیطانی کارٹونوں کے پیچھے بھی قادیانی و یہودی لابی کا ذہن کام کر رہا ہے، یوں قادیانی ذریت جہاد اور دہشت گردی کو آپس میں لازم و ملزوم قرار دینے کی امریکی وصیہونی کوششوں میں اپنا رول ادا کر رہی ہے، آج پوری دنیا کے مرزائی جہاد کے اسلامی احکامات کا استخفاف کرنے کی امریکی مساعی پر کس قدر خوش ہیں اس کا اندازہ عام مسلمانوں کو کم ہی ہے، مذکورہ تاثرات سے یہ اندازہ لگانا آسان ہے کہ امت مسلمہ کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے اور مسلمان معاشروں میں معاشی وسیاسی عدم استحکام کو ہوا دینے کے لئے قادیانیت کا کردار بہت بھیانک اور ہولناک ہے۔ حضرت مولانا شاہ احمد نورانیؒ 1954ء سے لیکر 1970ء تک مسلسل نائجیریا، سوڈان ، افریقہ، امریکہ، برطانیہ، کینیڈا، ناروے، سوئٹزرلینڈ سمیت عرب وعجم میں مرزائیت کے خلاف معرکہ آراء رہے، اس دوران جابجا انہیں قادیانی مربیوں اور معلموں سے بھی مناظرے کرنے پڑے اور انہیں حقائیت اسلام سے آگاہ کرنے کا موقع ملا، ان سے گفتگو اور مناظروں کی وجہ سے کئی قادیانیوں کو اسلام کے گہوارہ میں پناہ بھی نصیب ہوئی، اپنی انہی مشاہدات اور مطالعات کی روشنی میں حضرت اقدس مولانا شاہ احمد نورانیؒ نے ایک دفعہ آن دی ریکارڈ گفتگو کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ”مرزائیت، یہودیت کی گود میں پروان چڑھ رہی ہے، اور پاکستان میں تل ابیت کا ایجنٹ ربوہ ہے، اس کی معرفت جو چاہتے ہے کرواتے ہیں“ مذہب کا تو ان لوگوں نے لبادہ اوڑلیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک بہت بڑی خطرناک سیاسی تحریک ہے اور یہ صیہونیت کی ایک ذیلی تنظیم ہے جو مسلمانوں کے اندر رہ کر مسلمانوں کی تباہی وبربادی کا سامان پیدا کر رہی ہے، حکومت تبلیغی مقاصد کے لئے جو بھی رقم خرچ کرتی رہی ہے وہ اس سلسلے میں بڑی فراخدلی سے مرزا ایم ایم احمد قادیانی کی معرفت تقسیم کرتی تھی۔ ہر مرزائی مبلغ براہ راست ایم ایم احمد کی اجازت سے اسٹیٹ بینک پہنچتا تھا اور بڑی آسانی سے غیر ملکی زرمبادلہ حاصل کرلیتا تھا اور اس کے لئے اعدوشمار اسٹیٹ بینک سے

حاصل کئے جاسکتے ہیں''۔

اس کی ایک بڑی واضح مثال بھٹو دور کے وفاقی وزیر پیداوار وانڈسٹریز و ٹاؤن پلاننگ نے بھی اپنی وزارت کی طرف سے ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کی پرزور سفارش پر تعلیم الاسلام کالج ربوہ کو 60 لاکھ روپے کی خطیر رقم گرانٹ دی، جس کا حکومت پاکستان کی طرف سے کبھی کوئی آڈٹ نہیں ہوا، ستم ظریفی یہ ہے کہ ہمارے صاحبان اقتدار و اختیار نے ہمیشہ اسلام دشمن طاقتوں کی نمائندہ و تنخواہ دار قادیانیت کی سازشوں، ریشہ دانیوں اور غداریوں سے ہمیشہ چشم پوشی کی اور اسے اختیار و اقتدار کی چھتری کے نیچے پناہ دینے کی کوشش کی ہے، یہی وجہ ہے کہ پاکستان کی معاشی، سیاسی، سفارتی، عسکری اور تعلیمی پالیسیاں ان مخبروں کی وجہ سے غیر موثر اور ناکام رہی ہیں، اس ابتری، انتشار اور عدم استحکام، اضطراب کی تشویشناک صورتحال پر ہی تبصرہ کرتے ہوئے نامور مذہبی، سیاسی شخصیت جمعیت علماء پاکستان کے سابق صدر قائد اہلسنت مبلغ اسلام مولانا شاہ احمد نورانی نے اپنے ایک انٹرویو میں ایم ایم احمد کی اسلام اور پاکستان دشمنی کے بارے میں انکشافات کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ ''سقوط پاکستان کا جہاں تک تعلق ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس کے ذمہ دار سو فیصد قادیانی ہیں، اس کے دلائل یہ ہیں کہ پاکستان کا جو بجٹ تیار کیا جاتا ہے جو بھی پلاننگ ہوتی رہتی ہے اس کے چیئرمین ہمیشہ ایم ایم احمد رہے اور مشرقی پاکستان کو ہمیشہ شکایت رہی کہ بجٹ میں ہمارے ساتھ انصاف نہیں کیا گیا، مرزائی جان بوجھ کر یہ کوشش کرتے رہے ہیں کہ غلط فہمیاں مسلسل بڑھتی چلی جائیں اور جتنی غلط فہمیاں بڑھیں گی اتنی ہی دوریاں بڑھیں گی اس سلسلہ میں مرزا ایم ایم احمد کا کردار بہت گھناؤنا ہے، اس شخص نے انتہائی باغیانہ کردار ادا کیا، ڈھاکہ جانے کے بعد مزید اندازہ ہوا کہ قادیانی واقعہ بڑا گھناؤنا کردار ادا کر رہے ہیں۔ مثلاً ڈھاکہ میں کسی بھی سمجھدار شخص سے بات کی جائے تو وہ ایم ایم احمد کی شکایت کرتا تھا، جن دنوں 23 مارچ کو صدر یحییٰ خان ڈھاکہ میں موجود تھے، اس زمانے میں ایم ایم احمد بھی وہاں موجود تھا، چنانچہ تمام اخبارات نے اس بات پر احتجاج کیا تھا کہ اقتصادی مشیر کا اس موقع پر یہاں کیا کام ہے۔ مشرقی پاکستان میں 1970ء کے سیلاب میں بہت زبردست نقصان ہوا۔ پاکستان حکومت کی اپیل پر دنیا بھر کے ممالک سے امداد آنا شروع ہوئی، پوری امداد خرچ کرنے کا انتظام ایم ایم احمد کے سپرد کیا گیا، اس سے مشرقی پاکستان کے لوگوں کو بہت نفرت ہوئی اور انہیں اس بات سے سخت افسوس ہوا کہ ایسے شخص کے سپرد امداد کا کام سونپا گیا ہے جو ہمیشہ ان کے ساتھ ناانصافیاں کرتا رہا ہے، بہت سارا امدادی سامان مستحقین کو پہنچ نہیں پاتا، ایم ایم احمد صاحب اس بات کے بہت ماہر تھے کہ دنیا بھر سے بھیک مانگتے رہیں، ملک قرضوں کے نیچے دبا رہے اور قرضہ استعمال بھی نہ ہو۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے مرکزی وزیر خزانہ ڈاکٹر مبشر حسن کا بیان

اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ماضی میں اقتصادی منصوبہ بندی بہت غلط ہوتی رہی، چودہ سال سے ایم ایم احمد پاکستانی اقتصادیات پر بھی قابض ہیں اور اس کی غلط منصوبہ بندی کو تسلیم بھی کر لیا گیا ہے، پھر بھی وہ اپنی جگہ برقرار ہیں، ملک تباہ ہوتا ہے تو ہوتا رہے لیکن ان کو کوئی آنچ نہیں آتی۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان کی جڑیں بہت مضبوط ہیں اور یہ اس قسم کا گھناؤنا کردار ادا کر رہے ہیں جو امریکہ میں بیٹھ کر یہودی کرتے ہیں، انہوں نے بڑی منظم سازش کے ذریعے پاکستان کے اہم عہدوں پر قبضہ کیا۔ جس سے ان کا مقصد واضح تھا کہ اسلامی مملکت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں کیونکہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم کسی بھی طرح اس ملک کے حکمران تو نہیں بن سکتے یہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور مسلمان ہرگز ہمیں برداشت نہیں کریں گے۔ چنانچہ انہوں نے ملک کا ایک حصہ تو تباہ کر دیا، اگر وہ اس میں پروان چڑھتے رہیں تو وہ اس کے بھی ٹکڑے کر دیں گے۔

مشرقی پاکستان کو علیحدہ کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ مشرقی پاکستان میں ان کے لئے پھلنے اور پھولنے کا موقع میسر نہیں ہیں، جیسے کہ مغربی پاکستان میں میسر ہیں، مشرقی پاکستان کے عوام قادیانیوں کے سلسلے میں حد درجہ جذباتی اور ان سے متنفر ہیں جیسا کہ مسلمانوں کو ہونا چاہئے، مشرقی پاکستان کے عوام کسی طرح مرزائیوں کو قبول نہیں کر سکتے اور سب سے بڑا مقصد تو یہ تھا کہ سب سے بڑی اسلامی مملکت کے ٹکڑے کر دیئے جاتے اور مسلمانوں کا شیرازہ بکھیر دیا جاتا۔

چونکہ مشرقی پاکستان اکثریت میں تھا اور اگر وہ (شیخ مجیب) اقتدار میں آ جاتا تو ان کو سب سے بڑا خطرہ یہ تھا کہ مغربی پاکستان کے مسلمانوں کے مقابلے میں زیادہ سخت رویہ اختیار کرتے، اس کے مشاہدہ کا موقع مجھے مجیب الرحمن سے ملاقات میں ہوا۔ دوران گفتگو مجیب الرحمن نے مجھ سے کہا کہ دیکھئے کہ ایم ایم احمد ڈھاکہ میں مارا مارا پھرتا ہے، یہاں پر اس کا کوئی کام نہیں اور کوئی مقصد نہیں وہ مجھ سے ملنا چاہتا تھا مگر میں نے انکار کر دیا لیکن بعد میں اس کی درخواستوں پر ملاقات ہوگئی، ساتھ ہی مجیب نے کہا کہ یہ قادیانیت اور مرزائیت مغربی پاکستان کا بہت بڑا مسئلہ ہے۔ میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ مشرقی پاکستان میں یہ جانور نہیں ملتا۔ ایم ایم احمد ایک معمولی سی ایس پی افسر ہے اور یہ ان سی ایس پی افسروں سے ہے جس نے اعلیٰ نمبروں سے سی ایس پی کا امتحان بھی پاس نہیں کیا اور نہ ہی اقتصادیات سے ان کا تعلق رہا ہے، بہرحال کیونکہ وہ ایک عرصہ سے اس عہدے سے چپکے چلے آ رہے تھے اس لئے لوگ شاید سمجھنے لگے ہوں کہ وہ اس میں خاصی مہارت رکھتے ہیں، حالانکہ اقتصادیات کا ماہر ہونا اور بات ہے اور چندے اور بھیک مانگنا اور بات ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ اقتصادیات کا ماہر تو نہیں بھیک مانگنے کا ماہر ضرور ہے اور اس نے قوم کے ساتھ

سب سے بڑا ظلم یہ کیا کہ اس نے قوم پر تقریباً دو ارب روپے کا قرضوں کا بوجھ ڈال دیا اور اسے مقروض بنا دیا، میرے خیال میں نسلیں گزرتی چلی جائیں گی اور اس کا سود تک ادا نہ ہو سکے گا۔

جہاں تک اقتصادیات کا تعلق ہے، مسٹر ایم ایم احمد نے پوری منصوبہ بندی سے مرزائیت کو مضبوط کیا ہے جس طرح امریکہ میں یہودیوں نے اپنے آپ کو مضبوط کیا ہے، امریکہ میں یہودی اس قدر اثر انداز ہیں کہ تمام بینکوں، انشورنس کمپنیوں پر ان کا قبضہ ہے اور امریکہ کا کوئی صدر ان کی حمایت کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتا اور یہ صرف اقتصادی وجہ سے ہے، امریکہ کے سب سے بڑے تجارتی مرکز وال اسٹریٹ میں تقریباً 75 فیصد یہودیوں کا قبضہ ہے، امریکہ کے تمام بڑے بڑے کارخانوں، اسلحہ ساز انڈسٹریوں، فیکٹریوں، جہاز سازی کے کارخانوں غرض کہ ہر بڑے سرمایہ کاری کے اڈے پر یہودیوں کا قبضہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ امریکہ کی سینٹ اور صدر ان کی حمایت کے بغیر منتخب نہیں ہو سکتے۔ یہی طریقہ مرزا ایم ایم احمد نے اختیار کیا اور وہی پوزیشن حاصل کرنے کی کوشش کی، انہوں نے اور چوہدری ظفر اللہ خاں نے یہاں آکر باقاعدہ مرزائیوں کو لائسنس سے نوازا، کارخانوں کے پرمٹ دینے اور اس کی ابتداء شاہنواز لمیٹڈ سے ہوئی۔ ظفر اللہ خاں کی حمایت سے قادیانیوں کا بڑا گروہ حکومت میں داخل ہو گیا تھا ان میں ظفر اللہ خاں سربراہ تھے، جو وزیر خارجہ تھے۔ ایم اے فاروقی جو ایوب خان کے زمانہ میں سب کچھ تھے اور ایم ایم احمد چنانچہ جتنی اہم انڈسٹریز تھیں انہوں نے ان کے لائسنس قادیانیوں کو دیئے، ورنہ قادیانی کہیں اپنے پاؤں کھڑے ہونے کے قابل نہ تھے۔ پنجاب میں نصیر اے شیخ، فاروق اے شیخ اور شاہنواز لمیٹڈ وغیرہ نے زیادہ منافع والی تجارت کے لائسنس حاصل کر لئے تا کہ مرزائی قادیانی اقتصادی طور پر مضبوط ہو جائیں، اس سلسلے میں ایک بات یہ بھی عرض کر دوں کہ جہاں انہوں نے پنجاب میں شوگر انڈسٹریز، ٹیکسٹائل ملز وغیرہ قائم کئے اور سندھ وغیرہ میں اسی کے ساتھ ساتھ انہوں نے ان سے جتنے بھی فوائد حاصل کر سکتے تھے وہ حاصل کئے، یہاں تک کہ 1971ء میں نوٹوں کی واپسی کا جب اعلان ہوا تو لوگوں کو یہ جان کر شاید حیرت ہوتی لیکن اسے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ واپسی کی تاریخ پر ربوہ سے کوئی شخص بھی نوٹ جمع کرانے نہیں آیا، کیونکہ انہیں ایم ایم احمد کے ذریعے تین دن پہلے ہی یہ معلوم ہو گیا تھا کہ نوٹ واپس ہو رہے ہیں، چنانچہ کوئی بھی قادیانی

خسارے میں نہیں رہا، اب وہ حکومت کے بڑے بڑے عہدوں پر رہ کر بڑے عظیم اقتصادی اور سیاسی فوائد حاصل کر رہے ہیں اور پوزیشن یہ ہے کہ وہ اقلیت میں ہیں اور اپنی وہی پوزیشن بنانے چاہتے ہیں جو امریکہ میں یہودیوں نے بنائی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ فتنہ اسی طرح پروان چڑھتا رہا تو آئندہ چل کر یہی ہوگا کہ اس ملک پر مکمل طور پر ان کا قبضہ ہوگا

اور ان کی مرضی کے بغیر کوئی حکومت نہیں کر سکے گا۔

سابق صدر یحییٰ خان سے فروری 1971ء میں میری ملاقات ہوئی تھی، کراچی کے ایوانِ صدر میں مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری اور جمعیت علماء پاکستان کے دیگر رہنما موجود تھے، میں نے اس مسئلہ پر تفصیل سے یحییٰ خان کو قادیانیوں کے ناپاک عزائم سے مطلع کیا مثلاً یہ کہ میں نے کہا کہ قادیانی اسرائیل کے ایجنٹ ہیں تو اس وقت صدر یحییٰ خان نے کہا کہ ثبوت کے طور پر کوئی بات کہیں تو میں نے کہا کہ حکومت پاکستان کی جانب سے کسی بھی پاکستانی مسلمان کو پاکستانی پاسپورٹ پر اسرائیل جانے کی اجازت دی ہی نہیں جاتی اور پاسپورٹ پر لکھ دیا جاتا ہے کہ اسرائیل کے علاوہ تمام دنیا کے لئے کارآمد ہے، ایک تو اسرائیل سے پاکستان نے کبھی کوئی تعلق قائم نہیں کیا اور نہ ہی انشاء اللہ آئندہ کبھی ہوگا لیکن وہاں قادیانیوں اور مرزائیوں کا باقاعدہ مشن کھلا ہوا ہے، ربوہ سے ہر دوسرے سال مشنریز جاتے رہتے ہیں اور وہاں بیٹھے رہتے ہیں اور یہ باعث حیرتناک ضرور ہے کہ پاکستانی پاسپورٹ پر اسرائیل چلے جاتے ہیں اور وہاں بیٹھ کر کام کرتے ہیں، ان کا خرچ وہاں کیسے چلتا ہے اور وہاں کیا کر رہے ہیں اور وہ کس مقصد کے لئے وہاں جاتے ہیں، وہ اسرائیلی جو اسلام کا نام سننا پسند نہیں کرتے ہیں وہ وہاں مرزائیوں کو کیسے پروان چڑھنے دیتے ہیں، یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ مرزائیت، یہودیت کی گود میں پروان چڑھ رہی ہے اور پاکستان میں سی آئی اے کا ایجنٹ ربوہ ہے اور اس کی معرفت وہ جو چاہتے ہیں کرواتے ہیں۔ یحییٰ خان سے اس کے ساتھ ساتھ میں نے یہ بھی کہا کہ ان کے ناپاک عزائم اس حد تک ہیں کہ آپ پورے پاکستان کے صدر ہیں اور پورے ملک پر آپ کی حکومت ہے لیکن ربوہ پر نہیں، یہ دراصل پاکستان کے اندر ایک علیحدہ اسٹیٹ ہے، انہوں نے کہا "وہ کیسے" میں نے جواب دیا کہ ربوہ مرزائیوں کا علیحدہ مرکز ہے اور مرزا ناصر کی وہاں حکومت ہے، ان کی اپنی پولیس ہے جس کا نام فرقان فورس ہے، ان کا اپنا نظام ہے، ہر قسم کی وزارتیں قائم ہیں اور ان کی حکومت چل رہی ہے، پاکستان کے ہر شہری کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی جگہ پاکستان میں جائیداد خرید لیں لیکن حیرتناک بات یہ ہے کہ کوئی پاکستانی ربوہ میں جائیداد خریدنے کا حق نہیں رکھتا۔

صرف قادیانی ہی وہاں کی جائیداد خرید سکتے ہیں جبکہ مرزا ناصر اور مرزا بشیر الدین اس جائیداد کو فروخت کرتے چلے آ رہے ہیں، یہ اس بات کا سب سے بڑا ثبوت ہے کہ ربوہ پاکستان سے باہر اور ایک علیحدہ اسٹیٹ ہے۔ مارچ 1971ء میں

مرزائیت کے عزائم سے باخبر ہو کر میں نے اللہ تعالیٰ کی مدد اور حمایت سے یہ خیال کیا کہ اس سازش سے پوری قوم کو باخبر کیا جائے، چنانچہ 20 مارچ 1971ء کے جلسہ عام میں میں نے اعلان کیا کہ اس ملک کو ٹکڑے کرنے کی سازش

تیار ہوچکی ہے اور مشرقی پاکستان کو علیحدہ کرنے کی تیاریاں ہورہی ہے اور ایم ایم احمد یہ باقاعدہ اعلان کرتے ہیں کہ مشرقی پاکستان ہمارے لئے بوجھ ہے اس کا علیحدہ ہونا ہمارے لئے ترقی کا ذریعہ ہوگا، ورنہ ہم اسی طرح تباہ ہوتے رہیں گے، اس قسم کے پروپگنڈے ہورہے تھے اور مرزائی یہ چاہتے تھے کہ 7 کروڑ مسلمانوں کی دوسری سرزمین (بنگلہ دیش) جہاں مرزائیت کا کوئی وجود نہیں ہے وہ اس ملک سے علیحدہ ہوجائے تاکہ مرزائی آسانی سے یہاں سے اپنے آپ کو پروان چڑھاسکیں۔ اسرائیل اور واشنگٹن میں جس طرح یہودی مل کر سازشیں بروئے کار لارہے ہیں، اس سے میں نے پوری قوم کو آگاہ کیا لیکن افسوس کہ ذمہ دار افراد نے اس پر توجہ نہ دی، صدر صاحب نے بھی اس کا کوئی خیال نہ کیا اور ملک ٹکڑے ہوتا تھا ہوگیا۔

قیام پاکستان سے لیکر 1972ء کے مالی سال تک بیرونی ممالک کے تبلیغی دوروں پر حکومت تبلیغی مقاصد کے لئے بڑی رقم خرچ کرتی رہی ہے وہ اس سلسلے میں بڑی فراغ دلی سے زرمبادلہ مرزا ایم ایم احمد کی معرفت تقسیم کرتی تھی، ہر مرزائی مبلغ براہ راست ایم ایم احمد کی اجازت سے اسٹیٹ بینک پہنچتا تھا اور وہ بڑی آسانی سے غیر ملکی زرمبادلہ حاصل کرلیتا تھا اور اس کے اعداد وشمار اسٹیٹ بینک سے حاصل کئے جاسکتے ہیں اور اسکے ساتھ 1954ء سے لیکر 1968ء تک میں نے تبلیغی دورے کئے، ایک سال باہر رہا لیکن جب بھی اسٹیٹ بینک سے غیر ملکی زرمبادلہ کا مطالبہ کیا تو مجھے انکار کردیا گیا اور کوئی زرمبادلہ نہیں دیا گیا۔ میرا مشاہدہ اس حقیقت کی وضاحت کرتا ہے (بحوالہ ارشادات نورانیؒ، مرتبہ ضیاء المصطفیٰ قصوری)۔

دسمبر 1970ء کے مرکزی وصوبائی اسمبلیوں کے الیکشن میں قادیانیوں نے پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو کو نہ صرف لاکھوں روپے فنڈ دیا بلکہ اس کی انتخابی مہم میں بھرپور محنت کی۔ قادیانی لابی ذوالفقار علی بھٹو کے گرد اپنا حلقہ قائم کرنے میں کامیاب ہوچکی تھی، مرزائیت نواز مسٹر حنیف رامے تب پیش پیش تھا، دینی جماعتوں کو ہدف تنقید بنایا جارہا تھا، مجیب الرحمٰن مجموعی طور پر الیکشن جیت گیا، حکومت بنانا اس کا حق تھا لیکن مرزائی لابی مشرقی پاکستان سے جان چھڑانا چاہتی تھی تاکہ اسٹیبلشمنٹ کے ذریعے سے یہاں غلبہ حاصل کرکے اسے (پاکستان) قادیانی ریاست بنایا جاسکے۔ بہت مخمصے اور الجھنیں پیدا کی گئی، ملک ٹوٹ گیا، بھٹو برسر اقتدار آگئے۔ مولانا شاہ احمد نورانیؒ کی جمعیت ملک کی سب سے بڑی دینی سیاسی جماعت بن کر ابھری، اسمبلی کا اجلاس بلایا گیا، حضرت علامہ امام الشاہ احمد نورانیؒ نے اسمبلی کے فلور پر جو سب سے پہلی تقریر کی وہ قادیانیت اور مسئلہ کشمیر کے تناظر میں تھی۔ حضرت اقدس قائد اہلسنت الشاہ احمد نورانی مبلغ اسلام چاہتے تھے کہ ملک توڑنے والی قادیانی لابی کو بے نقاب کیا جائے اور اسے آئینی طور پر

مرزا کی جھوٹی نبوت کا پرچار کرنے کی عبرتناک انجام سے دوچار کیا جائے، حضرت کی یہ تحریک جاری تھی کہ 22 مئی 1974ء کو نشتر میڈیکل کالج ملتان کے تقریباً سو طلباء شمالی علاقہ جات کی سیر وسیاحت کے لئے بذریعہ چناب ایکسپریس ملتان سے پشاور روانہ ہوئے، جب طلباء کی گاڑی ربوہ ریلوے اسٹیشن پر رکی تو حسب معمول قادیانی نوجوانوں نے گاڑی کی مختلف بوگیوں میں داخل ہوکر مرزا کی جھوٹی نبوت کی حمایت میں ارتدادی لٹریچر تقسیم کیا تو ردعمل کے طور پر طلباء میں اشتعال پھیل گیا جواباً انہوں نے ختم نبوت زندہ باد، قادیانیت مردہ باد کے زوردار نعرے لگائے۔ سیٹی بجی اور گاڑی اپنی منزل کی طرف روانہ ہوگئی، طلباء کی اس جرأت اور غیرت ایمانی سے ربوہ کے قصر خلافت میں ایک زلزلہ آ گیا کیونکہ ربوہ میں قادیانی خلیفہ کی مرضی کے بغیر چڑیا بھی پر نہیں مار سکتی تھی، یہ ریاست کے اندر ایک ریاست بنی ہوئی تھی، ان کی تمام وزارتیں اور نظارتیں اکٹھی ہوئیں اور انہوں نے واپسی پر طلباء کو یادگار سبق سکھانے کا فیصلہ کرلیا۔ 29 مئی 1974 کو جب چناب ایکسپریس پشاور سے واپسی پر ملتان جاتے ہوئے ربوہ سے پہلے اسٹیشن نشتر آباد رکی تو وہاں کے قادیانی اسٹیشن ماسٹر نے چپکے سے طلباء کی بوگی پر نشان لگایا اور ربوہ کے قادیانی اسٹیشن ماسٹر کو اس نشان زدہ بوگی کا نمبر بتا دیا جب گاڑی ربوہ ریلوے اسٹیشن پہنچی تو وہاں ایک ہنگامہ برپا تھا، تقریباً پانچ ہزار قادیانی غنڈے پستولوں، خنجروں، بندوقوں، لاٹھیوں بکواروں، آہنی مکوں اور اینٹوں سے مسلح کھڑے غصے سے چلا رہے تھے، یہ ہجوم سانپ کی طرح پھنکارتا ہوا طلباء کی بوگی پر لپکا طلباء نے فوراً کھڑکیاں اور دروازے بند کر لئے مگر ہجوم دروازے اور کھڑکیاں توڑ کر اندر داخل ہوگیا، یوں قادیانی غنڈے نہتے طلباء پر پل پڑے، گھسیٹ گھسیٹ کر طلباء کو باہر نکالا گیا، زدوکوب کیا گیا اور ان کے وحشیانہ تشدد مار پیٹ سے طلباء خون میں نہا گئے، جسم زخموں سے بھر گئے، کئی طلباء بے ہوش ہوگئے، ختم نبوت کے باغی ناموس مصطفٰی کے پروانوں پر تشدد کرتے رہے اور مرزا قادیانی کی جے، احمدیت زندہ باد، محمدیت مردہ باد (نعوذباللہ)، مرزا ناصر کی جے، نشتر کے مسلے ہائے ہائے کہتے ہوئے دندناتے رہے، بدمعاشوں نے طلباء کے سر اور کپڑے پھاڑ دیئے، یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح فیصل آباد اور ملک کے دوسرے حصوں میں فوراً پھیل گئی۔ اس وحشیانہ ظلم وبربریت پر پورا ملک بھڑک گیا، گلی گلی، محلّہ محلّہ احتجاج کی لہریں اٹھیں اور یہی لہریں باقاعدہ ایک تحریک کی صورت اختیار کرگئیں۔ آناً فاناً تمام دینی جماعتیں متحد، منظم اور مربوط تحریک میں ڈھل گئیں۔ 16 جون 1974ء کو فیصل آباد میں ملک کی تمام دینی جماعتوں کے علماء ومشائخ اور سیاست دانوں کا اجتماع ہوا، جب مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے نام سے تنظیم اور عاملہ کا قیام عمل میں آیا اس وقت کے مرزائی نواز وزیراعلیٰ مسٹر حنیف رامے نے بہت سرگرمی اختیار کی اور تحریک کے غیظ وغضب کو ٹھنڈا کرنے کے لئے عوامی طوفان کا رخ موڑنا چاہا لیکن عوامی تحریک کی لہروں کی طغیانی ایسی تھی کہ اس کے مقابل کوئی ٹھہر نہ سکا۔ اس دوران قائد اہلسنت علامہ

امام الشاہ احمد نورانیؒ نے 28 معزز اراکین اسمبلی کے دستخطوں سمیت قادیانی ذریت کے خلاف پرائیوٹ بل قومی اسمبلی میں پیش کردیا۔ یہ بل حزب اختلاف کی جانب سے تھا جبکہ ان دنوں قائد ایوان جناب ذوالفقار علی بھٹو تھے، وزیر قانون عبدالحفیظ پیرزادہ تھے جبکہ اسپیکر قومی اسمبلی صاحبزادہ فاروق علی خان کی صدارت میں معزز اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث شروع ہوگئی، ماہرین اور علماء کی مختلف ٹیمیں کیس کی تیاری میں مصروف ہوگئیں جو روزانہ لکھا جاتا، حضرت قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی، مفتی محمود، چوہدری ظہور الٰہی اسے سن لیتے، بعدازاں مناسب ترمیم واضافہ کے ساتھ اسے پریس بھیج دیا جاتا، چند دنوں میں محضرنامہ تیار ہوگیا، لاہوری قادیانی گروپ کے صدر الدین، عبدالمنان عمر اور مسعود بیگ نے اپنا مؤقف پیش کیا جبکہ ربوہ پارٹی کی طرف سے مرزا ناصر اور اس کے معاونین نے اپنا مؤقف پیش کیا۔ 6،5،4 ستمبر 1974ء کو اٹارنی جنرل آف پاکستان جناب یحیٰی بختیار نے بحث کو سمیٹ کر اراکین اسمبلی کے سامنے دوروزہ اپنا مفصل بیان پیش کیا۔ اس حوالے سے قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی نے قادیانی مسئلہ پر غوروفکر کے لئے دو مہینے میں 28 اجلاس اور 96 نشستیں کیں، اس اسمبلی نے تاریخی بحث میں ملزموں کو مکمل صفائی کا موقع فراہم کیا اور نہایت اطمینان سے ان کے دلائل کما حقہ سننے کے بعد یہ فیصلہ 7 ستمبر 1974ء کو چار بج کر 35 منٹ پر صادر کردیا گیا کہ قادیانیوں کی دونوں شاخیں پاکستانی آئین اور ملکی قانون کی رو سے دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ یوں یہ 90 سالہ پرانا مسئلہ حضرت علامہ امام الشاہ احمد نورانی، علامہ عبدالمصطفیٰ الازہریؒ، پروفیسر شاہ فرید الحق، صوفی ایاز خاں نیازیؒ، مفتی سید شجاعت علی قادریؒ، مولانا جمیل احمد نعیمی، ظہور الحسن بھوپالی، مولانا محمد علی رضویؒ، مولانا محمد ذاکرؒ اور دیگر اکابر کی محنتوں اور صبر آزما جدوجہد کے نتیجے میں حل ہوا۔ اس موقع پر مسٹر بھٹو نے قائد ایوان کی حیثیت سے 27 منٹ تک وضاحتی تقریر کی اور اور یوں اعلان ہوتے ہی ایوان اسمبلی، سینٹ اور پورا ملک عالم اسلام خوشی سے جھوم اٹھا۔ پورے ملک میں جشن کا سماں تھا، گلیاں، بازار تاجدار ختم نبوت زندہ باد کے نعروں سے گونج رہے تھے، مٹھائیاں تقسیم ہورہی تھیں اور یوں فرط جذبات سے آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے ابل رہے تھے۔ کفر پٹ گیا اور اسلام جیت گیا، حق کا بول بالا ہوا اور کفر کا منہ کالا، لیکن اب جبکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ قومی اسمبلی کے اس فیصلے کے ٹھیک 34 سال بعد قادیانیت اپنی صد سالہ خلافت جوبلی منارہی ہے اور پورے ملک میں پرپرزے نکال رہی ہے، دوبارہ سرگرم ارتداد ہے لہٰذا علماء کو اور اصحاب علم وفضل کو چاہیئے کہ وہ اس فرنگی وفتنہ کی سرکوبی کے لئے فکرمند ہوں تاکہ ختم نبوت کے غازیوں مجاہدوں اور شہیدوں کی روحوں کو اطمینان نصیب ہو اور آئندہ کبھی کسی کو رسالت مآب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قصر نبوت کے نقب زنی کی جسارت کرنے کی ہمت نہ ہوسکے۔ آخر میں دُعا ہے کہ اللہ کریم کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے، حضرت امام الشاہ احمد نورانیؒ کے مرقد انور پر جن کی ہمت مردانہ اور

مدبر و بصیرت نے نہ صرف اسمبلی کے اندر مرزائیوں کو اقلیت قرار دلوانے کے لئے دن رات محنت کی بلکہ اس فتنے کی ہلاکت آفرینی سے ملت اسلامیہ کو پوری طرح آگاہ کرنے کیلئے اپنی تمام تر صلاحیتیں وقف کر دی، آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ اس مردِ حق نے نہ صرف قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی اور رہبر کمیٹی کے اجلاس میں پوری ذمہ داری کے ساتھ شرکت کی بلکہ عوامی رائے عامہ کو ہموار کرنے کیلئے تقریباً ڈیڑھ سو شہروں، قصبوں اور کانفرنسوں میں عام جلسوں سے خطاب کیا، کسی نے سچ کہا ہے۔

این سعادت بزور بازو نیست

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

تحریک ختم نبوت اور

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ محمد مسعود رضوی

نگہ بلند سخن دلنواز جاں پر سوز یہی ہے رخت سفر میر کارواں کیلئے

اس معمورۂ کائنات میں بے شمار لوگ پیدا ہوئے عمریں گزاردیں چل بسے۔اب ان کا نام ونشان نہیں۔لیکن کچھ سیماب فطرت لوگ ایسے بھی رونق افروز ہستی ہوئے جنہوں نے اپنی حیاتِ مستعار کا ایک ایک لمحہ وقفِ ذکر یار کر دیا۔اگر چہ وہ اس عالم کو چھوڑ گئے لیکن ان کی باتیں ان کی یادیں آج بھی تازہ ہیں اور روشنی بانٹ رہی ہیں کیونکہ

ہر گز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

انہی ستودہ صفات ہستیوں میں ایک نام قائد ملت اسلامیہ شیخ الاسلام مولانا الشاہ امام احمد نورانی صدیقی میرٹھی علیہ رحمۃ الرحمٰن کا بھی ہے۔قبلہ حضرت صاحب کو اللہ نے بے شمار اوصاف حمیدہ اور خصوصیات سے سرفراز فرمایا تھا۔نورانی صاحب کی زبان سے نکلنے والے الفاظ علم وادب اور شریعت وسنت کے موتیوں سے لبریز ہوا کرتے تھے۔ آپ نے جمیعت علمائے پاکستان کے پلیٹ فارم سے اپنی شعلہ نوائیوں، پر اثر گفتگو اور دلائل کے سبب خطابت کی اہمیت وافادیت میں بھی اضافہ کیا۔جہاں دیگر فرقہ ہائے باطلہ کی قلعی کھولی وہاں پر منکرین ختم نبوت کے خلاف آپ کے جہاد مسلسل کی مثال نہیں ملتی۔گویا کہ قدرت نے انہیں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے سفیر کے طور پر منتخب فرمالیا تھا۔ آپ ایسے اصول پسند بندے تھے کہ نہ ان کے اصول خریدے جاسکے اور نہ ہی انہیں حق بات کہنے سے باز رکھا جاسکا۔ اگر پارلیمنٹ میں آپ کی زندگی دیکھی جائے تو پورے ایوان پر بھاری ہوتے حق بات ہمیشہ ڈنکے کی چوٹ پر کہتے تھے ۔آپ نے ملکی وبین الاقوامی دونوں سطح پر فتنہ قادیانیت کے خلاف علم جہاد بلند رکھا جس میں خلوص نیت کے سبب کامیابی آپ کے قدموں کو چومتی نظر آئی۔جب حکومت نے آٹھویں ترمیم کے خاتمے پر دستور 1973 کے اسلامی دفعات کو ختم کرنے کا سوچا تو مولانا تنِ تنہا برسرِ پیکار نظر آئے۔آپ نے فرمایا!

> ''آٹھویں ترمیم کے خاتمے کے نام پر دستور کی اسلامی دفعات کو ختم کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ 1973 کا دستور قادیانیوں کے گلے کی ہڈی بنا ہوا ہے۔یہ لوگ آٹھویں ترمیم کی آڑ میں بہت کچھ اڑانا چاہتے ہیں،،

جب آپ نے ملک سے باہر منکرین ختم نبوت کا قلع قمع کرنا شروع کیا تو مرزا طاہر نے کہا کہ!''پاکستان ختم ہوجائے گا

"۔آپ نے ہالینڈ میں ختم نبوت کانفرنس کرنے کا اعلان کردیا۔جسکی صدارت خود فرمائی اور ڈنکے کی چوٹ پر اعلان کیا کہ!

"یورپ کے مسلمانوں کو اپنے عقیدے کے تحفظ کیلئے بڑی مشکلات میں انہیں تکلیف

دہ

مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔لیکن الحمد للہ اب تک انہوں نے اس سلسلہ میں بڑی قربانیاں دی ہیں۔یہ ان کے جذبہ عشق رسول کی برکت ہے کہ یورپ کی سرزمین پر اللہ اکبر کی سرپرستی میں عشق رسول کی شمع روشن ہوئی ہے۔ہمیں امید ہے کہ یورپ کے غیور مسلمان آئندہ بھی ختم نبوت کے تحفظ کیلئے ہر قسم کی قربانی دیں گے اور جو سازشیں منکرین ختم نبوت اسلام اور عقیدہ ختم نبوت کے خلاف کر رہے ہیں ان کا پامردی سے مقابلہ کریں گے۔اور قادیانیوں کے عزائم کو خاک میں ملادیں گے آپ نے حکومت پاکستان پر زور دیتے ہوئے فرمایا!۔حکومت پاکستان کو چاہیے کہ قادیانیوں کی سرگرمیوں پر نظر رکھے اور جو پروپیگنڈہ وہ پاکستان کے خلاف کر رہے ہیں ہر سطح پر اس کا موثر جواب دے۔مرزا طاہر پاکستان کے ختم ہونے کی باتیں کرتا ہے وہ خود ذلیل ورسوا ہوگا پاکستان ان شاء اللہ قیامت تک قائم رہے گا۔ پاکستان ختم نبوت اور عشق رسول ﷺ کا قلعہ ہے۔اس قلعہ میں تاجدار ختم نبوت کے عزت و ناموس کا تحفظ عاشقان رسول کرتے رہیں گے،، (ملخصا ڈین ہاگ ہالینڈ میں منعقدہ انٹرنیشنل ختم نبوت کانفرنس سے صدارتی خطاب)

آپ تحریک ختم نبوت کے بے باک نڈر سپاہی تھے کبھی بھی حکومت وقت کے سامنے اس مسئلے پر صلح کرنے میں تیار نہیں ہوئے بلکہ ہمیشہ بڑے بڑے ایوانوں میں بے خوف وخطر اس مسئلے کو حکومت کے سامنے چیلنج کرتے رہے ۔آپ نے ایک مرتبہ دوران خطاب فرمایا!

"قومی اسمبلی ابھی یہ طے کر رہی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے ماننے والوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے یا نہیں۔ لیکن جہاں تک عوام کا تعلق ہے انہوں نے اپنا فیصلہ سنا دیا ہے کہ پاکستان میں قادیانیوں کا وہی مقام ہے جو یہاں کی غیر مسلم اقلیت کا جیسے ہندو، عیسائی اور یہودی وغیرہ"۔ لیکن قوم کے فیصلے کے باوجود حکومت کہتی ہے کہ ہمیں ابھی فیصلہ کرنا ہے حکومت کا سربراہ اور ملک کا وزیر اعظم بھٹو کہتا ہے ہمیں ابھی سوچنا ہے کہ کیا کریں؟ آپ سوچیے اور اچھی طرح غور فرمائیے کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔ ایک طرف وہ یہ کہتے ہیں کہ میں خاتم النبیین کو مانتا ہوں میں مسلمان ہوں میں عقیدہ ختم نبوت پر مرنا چاہتا ہوں۔ مگر دوسری جانب جب مقام ختم نبوت کے باغیوں قادیانیوں کا مسئلہ آتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم سوچیں گے، غور کریں گے۔ اسے اسمبلی میں طے کریں گے۔ اسے سپریم کورٹ میں لے جائیں گے"۔

آپ کی غذر قیادت کی وجہ سے حکومت کے ایوانوں میں کھلبلی مچی ہوئی تھی۔ بھٹو کے خلاف اس قسم کے بے خوف اور بے لاگ الفاظ کوئی اور بیان نہیں کر سکتا تھا۔ آپ نے فرمایا!

"بھٹو کو کیا پتہ کہ ختم نبوت ﷺ کے تحفظ کیلئے چودہ ہزار مسلمانوں نے سینہ تان کر قربانی دے دی اور یہ فدائی ناموس رسالت پر قربان ہو گئے۔ اس وقت بھٹو پاکستان میں نہیں بلکہ امریکہ میں داد عیش دے رہا تھا۔ اسے تاریخ کی کوئی خبر ہی نہیں۔ بھٹو تو 58ء تک بھارت کے شہری تھے وہ تو جمعہ جمعہ آٹھ دن کی پیداوار ہیں۔ انہیں کیا معلوم؟ کہ اس ملک کے بنانے والوں پر کیا گزری؟"

جب حکومت وقت نے مسجدوں میں جلسوں پر پابندی عائد کی تو آپ ایک بار پھر سینہ سپر ہو کر میدان میں اترے اور حکومت کو للکارا کہ!

"بھٹو صاحب کان کھول کر سن لو اگر آپ میری بات نہیں سن رہے تو بھٹو کے کارندے سن لیں۔ یہ پولیس، یہ "ایس ڈی ایم، یہ ڈی ایم یہ ڈی سی اور ڈبلیو سی ہم ان کی ذرہ برابر پرواہ نہیں کرتے۔ یہ چار چار ٹکے کے ملازم امام مسجد اور خطیب کو آ کر حکم دیتے ہیں کہ مسجد کے اندر جلسہ مت کرو میں پوچھتا ہوں مسجد کس کی ہے؟ ڈی سی صاحب نے بنوائی ہے؟ ڈی سی صاحب کے ابا جان نے بنوائی ہے؟ یا ڈی سی صاحب کے بابا جان نے بنوائی ہے؟ یہ مسجد تو خدائی ہے ہم مساجد میں علی الاعلان جلسے کریں گے۔ آپ نے فرمایا مسجد میں اللہ کا حکم چلنے دو کسی ڈی سی کا حکم مت چلنے دو"۔

آپ نے تحریک ختم نبوت کو مزید وسعت دیتے ہوئے بیرون ملک اس کے نیٹ ورک کو پھیلا دیا۔ آپ نے ایک مرتبہ وقت کے وزیر اعظم بھٹو کو جھنجھوڑتے ہوئے فرمایا!

"اے مسٹر بھٹو آپ نے 20 دسمبر 1971 کو برسر اقتدار آنے کے بعد تین گھنٹے کے بعد تقریر کی تھی آپ نے کہا تھا کہ میری کسی سے کوئی رشتہ داری نہیں، نہ کوئی میرا بھائی ہے۔ یاد کرو جب آپ نے فرمایا تھا فلاں جنرل کو نکال دو، فلاں لیفٹیننٹ کو نکال دو، فلاں بریگیڈیر کو نکال دو، آپ نے 17 جنرل تین گھنٹے کے اندر اندر برطرف کیے اور پھر چار مہینے کے اندر سول سروس کے 21 ملازمین کو نکال دیا۔ بھٹو صاحب آپ اپنی کرسی کیلئے تو فلاں فلاں کو نکلوا

سکتے ہیں اور فلاں کو نکال دو کی گردان پڑھ سکتے ہیں بتاؤ مرزائیوں کو کیوں نہیں نکال دیتے۔ (فرمایا بھٹو صاحب) تو اگر نہ چاہے تو بہانے ہزار ہیں۔ بھٹو صاحب قادیانیوں سے اپنی پرانی مودت چھوڑیے آیئے اب مسلمانوں کا ساتھ دیجئے۔ مسلمانو! اگر بھٹو نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار نہیں دیا تو پھر تم کیا سمجھو گے؟ یہی ناں کہ یہ بھی ان کا ساتھی ہے۔ بھٹو صاحب سن لو اگر تم نے مسلمانوں کا ساتھ نہ دیا تو تمہارا بھی وہی حشر ہوگا جو قادیانیوں کا ہوگا"۔

ایک اور مقام پر فرمایا!

''بھٹو صاحب مجھے بتایئے کہ اگر آپ کی موجودگی میں کوئی اور بندہ یہ دعوٰی کرے کہ میں پاکستان کا وزیر اعظم ہوں تو آپ اس کا کیا حشر کریں گے مگر آپ ختم المرسلین کی موجودگی میں ایک نبوت کے دعویدار کے چیلوں کو کچھ نہیں کہہ سکتے بڑا افسوس ہے''۔

﴿ناقابل فراموش کارنامہ﴾

یقین محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہاد زندگی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

یقین محکم کی سراپا تصویر، عمل پیہم کے مجسم پیکر اور محبت فاتح عالم کے بحر بے کنار میں غوطہ زن ہونے والوں کے لئے مشعل راہ علامہ شاہ احمد نورانی نے جس بھی میدان میں قدم رکھا کامیابیاں ان کے قدموں کے بوسے لیتی نظر آئیں۔ جہاں آپ نے ساری زندگی ملت اسلامیہ کی خاطر وقف کر رکھی تھی وہاں

خون دل دے کے نکھاریں گے رخ برگ گلاب
ہم نے گلشن کے تحفظ کی قسم کھائی ہے

کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔ ان کا ایک کارنامہ اہل اسلام کیلئے بالعموم اور اہل پاکستان کے کیلئے بالخصوص ناقابل فراموش حیثیت سے جزو تاریخ بن چکا ہے۔ اور وہ یہ کہ آپ اپنے یقین محکم اور عمل پیہم سے حکومتی ایوانوں میں اس بات کو منوانے میں کامیاب ہو گئے کہ قادیانی غیر مسلم اقلیت ہیں۔ اور ان کے کافر ہونے میں شک وشبہ کی دلدل میں نہیں پڑنا چاہئے۔ منکرین ختم نبوت کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانا ہمارے اس محسن وراہنما کا ایسا کارنامہ ہے جسے ہم کبھی بھی اپنے ذہن وافق سے غروب ہوتا نہیں دیکھ سکیں گے۔

ملت اسلامیہ کا یہ عظیم محسن ساری زندگی فقر اور درویشی کی زندگی میں نظر آیا۔ اور اسکی وجہ شاید یہ نہ تھی کہ ان کے پاس اسباب کم تھے۔ یقیناً وجہ یہ تھی کہ وہ سچے اور پکے غلام مصطفٰے تھے۔

تخت سکندری پر تھوکتے بھی نہیں ہیں
بستر لگا ہوا ہے جن کا تیری گلی میں

(سقی اللہ ثراہ و جعل الجنۃ مثواہ) آمین بجاہ ختم المرسلین۔

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

فاتح ربوہ قائد ملت اسلامیہ

حضرت علامہ الشاہ احمد نورانی صدیقی نوراللہ مرقدہ

صاحبزادہ ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر

1857ء کی جنگ آزادی کے بعد انگریزوں اور ہندوؤں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ مسلمان ان کے ساتھ مل کر نہیں چل سکتے لہذا دونوں نے مسلمانوں کے خلاف منظم سازشیں شروع کر دیں اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کیلئے نت نئے حربے اور منصوبے بناتے اور مسلمانوں کے عقائد ونظریات پر حملے کرتے رہتے انگریز جانتا تھا کہ ایک عام مسلمان کا محور ومرکز نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ ہے اور آپ ﷺ کی محبت دین کی اساس ہے لہذا مسلمانوں کے دلوں سے محبت رسول ختم کرنے کیلئے انگریزوں نے ہندوؤں کے ساتھ ملکر مختلف قسم کے حربے استعمال کئے بالخصوص آنحضرت ﷺ کی ذات مبارکہ کو متنازعہ بنانے کیلئے مرزا غلام احمد قادیانی کو کھڑا کیا جس نے 23 مارچ 1889ء کو ہندوستان کے علاقے قادیان میں فتنہ قادیانیت کی بنیاد رکھی مرزا غلام احمد قادیانی نے نہ صرف نبی ہونے کا دعویٰ کیا بلکہ انبیائے سابقین علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم، صحابہ کرام، امہات المومنین، اہل بیت اطہار اور حسنین کریمین کی شان اقدس میں گستاخیاں کیں اس کا مقصد مسلمانوں کی توجہ سرکار مدینہ ﷺ قرآن مجید، حج، اور جہاد سے ہٹا کر دوسری جانب لگانا تھا تا کہ انگریز برصغیر میں اپنے اقتدار کو مضبوط سے مضبوط تر کرسکیں کیونکہ انگریز اور ہندو اس بات پر حیرت زدہ تھے کہ ہندوستان میں صدیاں گزارنے کے باوجود نا تو مسلمانوں نے ہندو کلچر اپنایا نہ ہی اسلامی تعلیمات سے منہ موڑا لہذا مسلمانوں کو دین اسلام سے برگشتہ کرنے کے لئے انگریزوں نے قادیانی تحریک کو جنم دیا جس نے انگریز کی سرپرستی میں مسلمانوں کو جہاد فی سبیل اللہ سے روکنے کی سازش کی، کلمے میں محمد رسول اللہ ﷺ کی جگہ احمد رسول اللہ تیار کیا، قرآن حکیم کی جگہ پر اسم احمد یہ پیش کیا، قادیان کو رسول کا تخت اور مدینہ منورہ سے افضل قرار دیا اس کے پس پشت انگریز اور ہندو ذہن کارفرما تھا جس نے اس کی زبردست تائید کی بلکہ بے دریغ سرمایہ بھی خرچ کیا جس کا سلسلہ آج تک جاری ہے

۔فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کیلئے علماء حق میدان عمل میں نکل آئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے قادیانی فتنے کی ڈٹ کر مخالفت کی اور انہیں مرتد منافق قرار دیا حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے لئے بھرپور جدوجہد کی آپ نے مرزا قادیانی کے ردّ میں شمس الھدایہ اور سیف چشتیائی جیسی معرکۃ آراء کتابیں تصنیف کر کے قادیانیوں کے ایوانوں میں زلزلہ برپا کردیا۔1900ء میں مرزا قادیانی کے ساتھ مناظرے کے لئے تمام مکاتب فکر کے جید علماء کرام اور مشائخ عظام نے آپ کو اپنا قائد بنایا آپ لاہور میں تین روز تک اس کا انتظار کرتے رہے لیکن اسے گھر سے نکلنے کی ہمت نہ ہوئی امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری نے مرزا قادیانی کے تعاقب میں لاہور میں قیام فرمایا اور اس کے دجالی نظریات کا رد کرتے ہوئے 25 مئی کو حالت جلال میں فرمایا کہ 24 گھنٹوں کے اندر لوگ مرزا کا حشر دیکھیں گے تمام عالم شاہد ہے کہ 26 مئی کو مرزا قادیانی ہیضہ کی بیماری میں مبتلا ہوا اور دوپہر تک بیت الخلاء میں مر کر واصل جہنم ہوا۔

تاریخ شاہد ہے قادیانیوں نے قیام پاکستان کی بھرپور مخالفت کی اور اکھنڈ بھارت کے نظریات کو فروغ دیا ہندوستانی پرچم بلند کر کے ربوہ کی زمین اپنے نام الاٹ کرائی۔1946ء کے انتخابات میں مسلم لیگ کے امیدواروں کی بھرپور مخالفت کی قیام پاکستان کے بعد عالم اسلام کے سب سے بڑے دشمن اسرائیل کے ساتھ گٹھ جوڑ کر کے اس کے شہر حیف میں اپنا مرکز قائم کیا 1962ء میں 600 پاکستانی قادیانی اسرائیلی فوج میں بھرتی ہوئے جو اسرائیلی فوج کے ساتھ فلسطین، غزہ، لبنان میں خون مسلم بہا رہے ہیں 1983ء میں 300 قادیانی بھارتی فوج میں شامل ہو کر تحریک آزادی کشمیر میں مصروف ہیں اور کشمیری مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیل رہے ہیں پاکستان کی اسلامی فوج میں بھی 420 قادیانی فوجی افسر موجود ہیں جن کا مقصد پاکستانی فوج میں شامل ہو کر جہاد کرنا نہیں کیونکہ ان کا خودساختہ نبی جہاد کو حرام قرار دے چکا ہے وہ صرف سیاسی اقتدار چاہتے ہیں تا کہ سرور دو عالم ﷺ سے بغاوت کو طاقت کے ذریعے پاکستان پر نافذ کرسکیں ختم نبوت کا انکار قادیانیوں کی اسلام دشمن فکر اور سازشوں کا حصہ ہے۔

حضرت علامہ مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی نور اللہ مرقدہ کی پوری زندگی مقام مصطفی ﷺ کے تحفظ کے لئے وقف تھی آپ کی نبی کریم ﷺ سے محبت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ پہلی مرتبہ ممبر قومی اسمبلی منتخب ہونے کے بعد اسمبلی کے پہلے ہی اجلاس میں ہفتہ 15 اپریل 1972ء کو عبوری آئین میں اپنے زوردار دلائل سے مسلمان کی تعریف متعین کرتے ہوئے یہ لازمی قرار دیا کہ وہ ختم نبوت پر ایمان رکھتا ہو۔اس طرح آپ نے عاشق رسول ﷺ ہونے کے ناطے، ناموس رسول ﷺ کی حفاظت کا حق ادا کیا۔آپ نے یہ کلمات مسلمانوں کی تعریف میں درج کئے۔مسلمان وہ ہے جو خدا کی وحدانیت، قیامت کے آنے قرآن پاک کے خدا کی آخری کتاب ہونے، رسول ﷺ کے خاتم النبیین ہونے اور رسول کریم ﷺ کی سنت وحدیث اور قرآن پاک کے احکامات پر کامل یقین رکھتا ہو۔1973ء کے آئین کی تشکیل کے مرحلے پر حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نور اللہ مرقدہ کی طرف سے آئین میں مسلمان کی تعریف شامل کرنے پر اصرار کا مقصد یہ تھا کہ کوئی غیر مسلم کسی طرح بھی مملکت خداداد پاکستان کی سربراہی تک نہ پہنچ سکے۔آپ نے اپنی جدوجہد کو جاری رکھتے ہوئے فتنہ مرزائیت پر 30 جون 1974ء کو قومی اسمبلی میں قرارداد پیش کی اس قرارداد پر 23 ارکان اسمبلی نے دستخط کئے جو بعد میں بڑھ کر 37 ہوگئی۔مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو سمیت ہر رکن اسمبلی سے تفصیلی مذاکرات کئے اور ساتھ ہی ساتھ عوامی سطح پر رائے عامہ کو منظم کرنے کے لئے ملک گیر دورے کئے صرف پنجاب میں 40 ہزار میل سے زائد سفر کیا جس کے نتیجے میں 7 ستمبر 1974ء کو وہ گھڑی آن پہنچی جس کا اُمت مسلمہ کو 1901ء سے انتظار تھا یوں 1952ء میں شروع ہونے والی پہلی تحریک کامیاب ہوئی جس میں مولانا خلیل احمد قادری، مولانا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کو فوجی حکومت نے پھانسی کا حکم سنایا تھا اور علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کی قرارداد کی منظوری کے بعد قادیانی گروہ کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دے دیا گیا اور یوں اُمت مسلمہ کا خواب 73 سال بعد حقیقت میں ڈھل گیا۔اس تاریخی فیصلے کے نتیجے میں 50 ہزار سے زائد مرزائی اندرون وبیرون ملک مسلمان ہوئے۔1974ء میں جب قادیانیوں کے خلاف

تحریک عروج پر تھی اور وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت کے ایک وزیر نے چیلنج کر دیا تھا کہ حزب اختلاف مسلمان کی کسی ایک تعریف پر متفق نہیں ہو سکتی تو اسی روز شام کے اجلاس میں مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی نور اللہ مرقدہ نے دیگر اراکین کے دستخطوں کے ساتھ ایک تحریر پیش کی جس پر سب کو اتفاق تھا۔ ختم نبوت کی تحریک کے دوران جب قومی اسمبلی میں مرزا طاہر سے جرح ہوئی تو آپ نے وہ دلائل پیش کیے اور ایسے ایسے نکات وسوالات اٹھائے کہ مرزا طاہر کو اپنے عقائد بیان کرنا پڑے جس کے بعد بہت سے ارکان اسمبلی نے مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ مولانا ہم نہیں سمجھتے تھے کہ ان کے عقائد اتنے خراب ہیں آپ کا شکریہ آپ حقائق سامنے لائے اور اس گمراہ فتنہ سے قوم کو آگاہ کیا اس طرح قومی اسمبلی نے 7 ستمبر 1974ء کو منظور شدہ تحریک کے ذریعے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا اور ان کے مکروہ نظریات کا پردہ چاک کیا قادیانی فتنہ کو اسٹیٹ کی سطح پر پہلی بار غیر مسلم اقلیت قرار دلوا کر امام شاہ احمد نورانی نے فتنہ قادیانیت کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی اور اس گمراہ فتنے سے اُمت مسلمہ کو بچایا اللہ تعالیٰ ان کی قبر انور پر رحمتوں کی بارش فرمائے آمین۔

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

تحریک ختم نبوت اور

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ

حافظ محمد مسعود رضوی

ولادت: 21 رمضان المبارک 1336ھ بمطابق یکم جولائی 1918ء

وصال: 10 ذوالحج 1418ھ بمطابق 8 اپریل 1998ء

یقین محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم جہاد زندگی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

سورج نصف النہار پر اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ چمک رہا ہے دھوپ کی شدت کے باعث فضا میں سیاہ رنگ کے ذورے آنکھوں کے سامنے اڑ رہے ہیں۔ گرمی سے پناہ لینے کیلئے پرندے درختوں کے پتوں میں چھپے بیٹھے ہیں۔ لوگ صبح کے کام کاج سے فارغ ہو کر قیلولہ کیلئے محوِ استراحت ہیں۔ ایک معصوم صورت طالب علم اپنے ہاتھوں میں چند کتابیں لئے شہر کی رنگینیاں چھوڑ کر موسم کی تلخیاں برداشت کرتا ہوا ایک کنوئیں کے پاس شیشم کے درختوں کے نیچے بیٹھ کر مطالعہ میں مصروف ہو جاتا ہے۔ اسکی دھڑکنیں تیز تر ہوتی جا رہی ہیں۔ وقت بہت کم ہے ابھی ظہر کی اذان ہوگی بعد از نماز مجھے واپس جا کر استاد کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ قیلولہ کے یہ لحات میرے لئے غنیمت ہیں۔ مجھے ان لحات میں ہی اپنے امتحان کی تیاری کرنا ہے۔ اس کا یہ ایک دن کا معمول نہیں بلکہ لوگوں نے ان اوقات میں اسے اکثر اسی طریقہ کار پر عمل پیرا دیکھا ہے۔ کسے معلوم تھا کہ قدرت ایک طالب علم کے قیلولہ سے دست برداری کی صورت میں ملت اسلامیہ کی تعلیمی تاریخ میں ایک نیا باب رقم کر رہی ہے۔

یہ طالب علم کون تھا؟

اور اسکے مشاغل کیا تھے؟

یہ سلسلہ مشائخ چشت کے روشن چراغ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی وعرفانی خزانوں کے معنوی جانشین، پاکستان کی سب سے بڑی عدالت کے جسٹس، ملت اسلامیہ کی امنگوں کے ترجمان، چمن اقبال کے دیدہ ور، دنیائے صحافت کی جان، نازی تحریک ختم نبوت، ضیاء الامت حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ رحمۃ الرحمان تھے۔ ضیاء الامت کون؟ ضیاء الامت وہ جن کو اپنا قائد ورہبر تسلیم کرتے ہوئے غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی یوں بیان کرتے ہیں!

"ذی شعور رہنما، ذی اثر علماء آج علیحدہ علیحدہ حصوں میں تقسیم ہو چکے ہیں جس کی وجہ سے اہلسنت کا شیرازہ بکھرا ہوا ہے۔ یہ شیرازہ اسی صورت میں اکٹھا کیا جا سکتا ہے۔ جب تمام اکابرین اہلسنت خصوصاً علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری جیسی شخصیت جو کہ ہمارے لئے نہایت محترم ہیں ہماری قیادت کرتی۔ آپ نے فرمایا۔ علامہ پیر محمد کرم شاہ جیسے ذی شعور، با صلاحیت اور صاحب اثر علماء کو اس کا بیڑ اٹھانا چاہئے۔ تا کہ ہم سب مل کر ان کے دوش بدوش چل سکیں اور ہم میں اجتماعیت کی روح پیدا ہو"۔

ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی ذات نے جہاں صحافت میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں، جہاں دینی علوم کی نشاۃ ثانیہ میں مرکزی کردار ادا کیا، جہاں فتنہ انکار سنت پر ذوالفقار حیدری بن کر ٹوٹے۔ وہاں ان کی زبان وقلم ختم نبوت کے منکرین پر بھی برق صاعقہ بن کر چمکی۔ حضور ضیاء الامت عالم اسلام اور پاکستان کے بدلتے ہوئے سیاسی و معاشرتی حالات کا اپنے دور طالب علمی میں ہی گہری نظر سے مطالعہ فرما رہے تھے۔ اس سلسلہ میں آپ نے اس وقت کے وزیر خارجہ "ظفر اللہ" کی ناکام پالیسیوں کا بھی ضمناً ذکر کیا ہے۔ اس کی نامرادی اور ناکامی کی وجہ کیا تھی آپ یوں رقم طراز ہیں!

"مصر میں میرے قیام کے دوران ظفر اللہ جب کبھی بھی آئے اچھا اثر چھوڑ کر نہیں آئے۔ ہمیشہ لوگوں نے یہی سمجھا کہ یہ انگریز کا ایجنٹ ہے"۔

واضح رہے کہ ظفر اللہ مرزائی تھا۔ وہ پاکستان کی بجائے اپنے اصلی آقا انگریز کے مفادات کیلئے سرگرم عمل تھا۔ جس کا ذکر ضیاء الامت کی تحریروں میں بکثرت موجود ہے۔ بعد میں جب کسی موقع پر پاکستان میں مرزائیوں کو ابھی غیر مسلم اقلیت قرار نہیں دیا گیا تھا آپ نے نہایت افسوس کا اظہار فرمایا اور لکھا!

"آخر ایسا کیوں ہے؟ جنرل ملک اصغر حسین کے ساتھ ایک حادثہ جو کہ ترکی میں ہوا جس میں وہ اپنی بیوی بچوں سمیت ہلاک ہو گئے۔ اخبار میں لکھا تھا کہ ان کی میت منگل کو پنڈی آئے گی اور انہیں ربوہ میں سپرد خاک کیا جائے گا۔ مجھے پہلے علم نہ تھا کہ وہ مرزائی ہے۔ آج کل یہاں سرگودھا ڈویژن کا حال یہ ہے کہ کمشنر باجوہ کہ بیوی مرزائی، ضلعی انتظامیہ کے بعض افراد کے ساتھ ساتھ ثانوی تعلیمی بورڈ کا چیئرمین بھی مرزائی ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ ہمارے پڑھے لکھے افراد کیوں اپنے مذہب سے بے تعلق رہتے ہیں۔ اور برائے نام قسم کے مسلمان ہوتے ہیں۔ اور اسلام مخالف گروہوں کے خواندہ لوگ کیوں شدت کے ساتھ اپنے نظریات سے وابستہ ہوتے ہیں۔ کیا ہمارا قصور ہے کہ ہم ان کو کھینچ نہیں سکتے اور اسلام کو پرکشش انداز میں پیش نہیں کر سکتے۔ یا ان کا قصور ہے"۔

مندرجہ بالا اقتباس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ابتداء ہی سے قبلہ پیر صاحب کے دل میں فتنہ مرزائیت کھٹک رہا تھا۔ پھر جب آپ نے عملی زندگی کا آغاز فرمایا تو جس شعبہ میں بھی کام کرنے کا موقع ملا فتنہ مرزائیت کو بے نقاب کرنے کی پوری کوشش فرمائی۔ سلسلہ تصانیف کے حوالے سے جائزہ لیا جائے تو قرآن کریم کی تفسیر کرتے ہوئے جب بھی کسی مقام سے گزر ہوا۔ جہاں حضور ﷺ کی شان ختم المرسلین کا پہلو نکلتا تھا۔ آپ نے کھل کر اس موضوع پر بحث فرمائی اور فتنہ مرزائیت کے خطرناک اثرات کو نہایت ہی حکمت کے ساتھ واضح کیا۔ 1970ء میں حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ نے ماہنامہ ضیائے حرم کے اجراء کے ذریعے اہم موقع پر عقیدہ ختم نبوت کی ترویج اور منکرین ختم نبوت کی تردید کا بطور خاص اہتمام فرمایا۔ بالخصوص 1973 اور 1974 کے سالوں میں جب مرزائی فتنہ نے پر پرزے نکالے اور قدرت نے ان کے زہریلے اثرات سے محفوظ رکھنے کیلئے اہل پاکستان کو ان کے خلاف جہاد کی ہمت عطا فرمائی۔ قبلہ پیر صاحب کا اس وقت اس میدان میں کام کرنے کا انداز جداگانہ تھا۔

قبلہ پیر صاحب نے ایک طرف مختلف تحریروں کے ذریعے مرزائیوں کے نظریات سے اہل اسلام کو آگاہ کیا۔ تو دوسری طرف ملکی سطح پر چلنے والی تحریک کے پلیٹ فارم سے نمایاں کردار ادا کیا۔ مرزائی فتنہ کو غیر مسلم قرار دلوانے کیلئے مختلف مکاتب فکر کے علماء پر مشتمل قیادت نے ملک کے تمام اہم شہروں میں عظیم الشان جلسوں کا اہتمام کیا۔ حضور ضیاء الامت نے ایسے تمام جلسوں میں بنفس نفیس شرکت فرمائی اور اپنا موقف کھل کر برملا بیان کیا۔

جب مرزائیوں نے اپنا گھیرا تنگ ہوتے دیکھا تو ان کے مرکزی راہنما نے آخری حربہ کے طور پر خاتم النبیین کی قرآنی اصطلاح کو اپنے من پسند معانی پہنا کر عوام کے ذہنوں میں عقیدۂ ختم نبوت کے بارے میں تشکیک پیدا کرنے کی ناپاک جسارت کی تو حضرت ضیاءالامت رحمۃ اللہ علیہ ہی تھے جنہوں نے ''ضیائے حرم،، کے سر دلبراں کے عنوان کے تحت مبسوط مقالہ تحریر فرمایا۔ جسے بعد میں انجمن تعلیم المسلمین سیالکوٹ نے پمفلٹ کی صورت میں الگ بھی شائع کرایا۔ خداوند قدوس کے فضل واحسان سے اہل پاکستان کی اجتماعی کوششیں رنگ لائیں اور پاکستان کی منتخب اسمبلی نے انگریزی استعمار کی اس آخری نشانی کو بے نقاب کر کے مرزا غلام احمد کے پیروکاروں کو غیر مسلم قرار دیا۔

29 مئی 1974ء کو ربوہ سٹیشن پر نشتر میڈیکل کالج کے طلباء پر مرزائیوں کے تشدد سے لیکر 1988 تک آپ نے جس انداز میں اس خبیث اقلیت کے خلاف علم جہاد بلند رکھا اس کی نظیر تاریخ میں خال خال ہی دیکھی جا سکتی ہے۔ آپ نے اس حادثہ فاجعہ کی مذمت کرتے ہوئے ان کے نظریات کو بے نقاب کیا۔ بقول ناظرین جب آپ اس واقعہ کی مذمت میں سر دلبراں تحریر فرما رہے تھے تو آپ کی طبیعت پر غم واندوہ کے بادل چھائے ہوئے تھے مگر آپ کے رخ انور پر جلال مرد مومن کے آثار پوری طرح واضح تھے آپ نے تحریر فرمایا!

''دانا کہتے ہیں کہ سانپ کی جب موت آتی ہے تو وہ راستہ پر آ کر بیٹھ جاتا ہے جب جھوٹی

نبوت کے غبارہ سے ہوا نکلنے کا وقت آیا تو انہوں نے ربوہ سٹیشن پر ایسی دہشت گردی کردی جس کی مثال مہذب سوسائٹی میں مشکل ہی سے ملے گی۔ 28 مئی کو چناب ایکسپریس جس میں نشتر میڈیکل کالج ملتان کے تقریباً 160 طلباء پشاور سے ملتان جا رہے تھے گاڑی کو ربوہ سٹیشن پر روک کر انہیں گھسیٹ کر ڈبوں سے باہر لایا گیا اور بڑی بے رحمی سے ان کو زدوکوب کیا گیا۔ ان کی دردناک چیخوں سے فضا لرز اٹھی ربوہ کا پوپ اپنے دفتر میں بیٹھا تماشا دیکھتا رہا، ربوہ کے غنڈے اپنی اس بے غیرتی پر بڑے خوش تھے۔ وہ فرط مسرت سے مرزا غلام احمد کے نعرے لگاتے ہوئے اپنے اعلیٰ سرغنوں کے پاس آئے اور ان سے داد تحسین کے ڈونگرے وصول کئے۔ انہوں نے اپنی قوت، اپنی تنظیم اور پاکستان دشمن عناصر کی شہ پر ایسی حماقت کا ارتکاب کیا ہے جس نے انہیں عوامی حکومت کے سامنے ننگا کردیا ہے۔ وہ حکومت جو ان کی نازبرداریوں میں حد اعتدال سے بڑھنے میں باک محسوس کرتی تھی اسے مجبور کردیا ہے کہ وہ قادیانیوں کے بارے میں اپنے حسن ظن پر نظر ثانی کرے۔ (ملخصا سرلبراں 1974)

وزیر اعظم مسٹر ذوالفقار علی بھٹو ان دنوں اہم ملکی مسائل میں مصروف تھے لیکن ان کی ذہانت نے حالات کو فوراً بھانپ لیا۔ فوراً لاہور آئے اور تحفظ ختم نبوت کی مجلس عمل کے ارکان کو فرداً فرداً ملاقات کا موقع دیا۔ بالآخر 13 جون شام ساڑھے چھ بجے وزیر اعظم نے ایک طویل نشری تقریر کی۔ آخر میں یہ اعلان کیا کہ!

"ختم نبوت پر میرا محکم ایمان ہے۔ میں اسی پر زندہ رہوں گا اور اسی پر مروں گا اور جو شخص حضور کو خاتم النبیین نہیں مانتا وہ میرے نزدیک کافر ہے۔ آخر میں مسٹر بھٹو نے فرمایا کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا فیصلہ میں تنہا نہیں کرسکتا۔ 30 جون کے بعد یہ مسئلہ قومی اسمبلی میں پیش کردیا جائے گا اور عوامی نمائندے اس کا فیصلہ کریں گے"۔

اس پر قبلہ پیر صاحب نے فرمایا کہ!

"مسٹر بھٹو نے بڑی مہارت سے یہ اعلان کر کے گیند پھر قوم کی طرف پھینک دی ہے۔
ضیائے حرم کا اولین فرض ہے کہ وہ اس بارے میں اپنی رائے دلائل و براہین کے ساتھ
حتمی انداز میں قارئین اور قومی اسمبلی کے ارکان کی خدمت میں پیش کر دے تا کہ اگر
کسی کو اس بارے میں ذرا سا بھی تردد ہو تو دور ہو جائے"۔

آپ نے برملا الفاظ میں اعلان فرمایا!

"ملت اسلامیہ کا یہ دوٹوک اور متفقہ مطالبہ ہے کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا
جائے ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے جس میں ہر پاکستانی رہائش اختیار کر سکے"۔

آپ ہر محاذ پر منکرین ختم نبوت کے خلاف مجاہد اول کی صورت میں نظر آئے۔بالخصوص جب قادیانیوں نے پاکستان کی ساکھ کو مجروح کرنے کیلئے ایمنسٹی انٹرنیشنل میں پاکستان کے خلاف درخواست دائر کی تو اس وقت کے ملک کے سربراہ صدر محمد ضیاء الحق نے پاکستان کی طرف سے نمائندگی کرنے کیلئے جس شخصیت کا انتخاب کیا وہ ضیاء الامت ہی تھے۔اس حوالے سے آپ لکھتے ہیں!

"سپریم کورٹ آف پاکستان کے شریعت اپیلیٹ بنچ کا اجلاس 30 جولائی 1988
سے لاہور میں منعقد ہو رہا تھا اسی اثناء میں مرحوم و مغفور شہید صدر محمد ضیاء الحق کا ٹیلی
فون موصول ہوا جس میں انہوں نے مجھے فرمایا تھا کہ یو این او کے ادارہ ہیومن رائٹس
کے سب کمیشن کا اجلاس 8 اگست سے جنیوا میں منعقد ہو رہا ہے وہاں مرزائیوں نے بڑا
اودھم مچا رکھا ہے۔پاکستان کے بارے میں انہوں نے یہ پروپیگنڈا زور و شور سے
شروع کر رکھا ہے کہ پاکستان میں ان کو قتل کیا جا رہا ہے ان کو ملازمتوں سے چن چن کر
نکالا جا رہا ہے ان کی عبادت گاہوں کو منہدم کیا جا رہا ہے۔صدر مرحوم نے مجھے حکم دیا کہ
میں وہاں پاکستان کی نمائندگی کروں"۔

جنرل صاحب نے جس امید کا بھروسہ لیتے ہوئے مملکت خداداد پاکستان کی نمائندگی کیلئے حضور ضیاء الامت کا انتخاب کیا۔اور آپ نے اس موقع پر صدر صاحب کی امید پر کامل اترتے ہوئے جس حسین انداز میں پاکستان اور اسلام کی نمائندگی کی وہ تاریخ کا جزو بن چکی ہے۔

آپ 11 اگست کو بھیرہ سے فارن منسٹری کے دفتر میں پہنچے متعلقہ عملے سے گفتگو ہوئی اور رات ڈیڑھ بجے ختم

نبوت کے سفیر بن کر جنیوا روانہ ہو گئے۔ وہاں پہنچ کر آپ عزت مآب سعید دہلوی سے ملے جن کی وساطت سے آپ کو وہ پمفلٹ مل گئے جن میں مرزائیوں نے پاکستان اور اہل پاکستان کے خلاف بے سروپا الزامات عاید کیے تھے۔ آپ کو بتایا گیا کہ اس دفعہ پاکستان ہیومن رائٹس کے سب کمیشن کا ممبر نہیں ہے۔ لہذا نہ تو ہم اس میں تقریر کر سکتے ہیں اور نہ ہی میٹنگ میں حصہ لے سکتے ہیں۔ سفیر صاحب سے مل کر یہ طے پایا کہ میٹنگ کے وقفے کے دوران ہم کھانے پر دو یا تین ممبران کو مدعو کیا کریں گے تا کہ انہیں حقیقت حال سے آگاہ کیا جائے۔

قبلہ پیر صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے کھانے پر تشریف لانے والے عمائدین کو دو تین باتیں سمجھانے کی کوشش کی پہلی تو یہ تھی کہ دنیوی نقطہ نظر سے قوموں کے علیحدہ علیحدہ ہونے کی چند وجوہات ہیں۔ ان میں وطن، زبان، نسل، چہرے کی رنگت وغیرہ کو اہمیت دی جاتی ہے۔ لیکن مذہبی نقطہ نظر سے امتوں کی علیحدگی کا ایک ہی سبب ہے کہ جب کسی امت کا خصوصی تعلق ایک نبی سے ہو جاتا ہے تو ایک علیحدہ امت معرض وجود میں آتی ہے۔ اگر کوئی عیسائی ہوتا تو عیسیٰ علیہ السلام کا نام لے کر اس بات کو واضح کرتے اور ساتھ یہ بھی واضح کرتے کہ آپ بھی موسیٰ علیہ السلام کو نبی مانتے ہیں مگر اس کے باوجود یہودی نہیں اور اگر کوئی یہودی ہوتا تو اس کو احساس دلاتے کہ آپ عیسیٰ علیہ السلام کو بھی مانتے ہیں مگر اس کے باوجود عیسائی نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ آپ کا خصوصی تعلق جناب موسیٰ علیہ السلام سے ہے۔ اسی طرح ہمارے ملک میں ایک شخص پیدا ہوا جس کا نام مرزا غلام احمد قادیانی تھا اس نے دعویٰ کیا کہ وہ نبی ہے۔ اس وقت ہمیں اس سے بحث نہیں کہ وہ دعویٰ میں سچا تھا یا جھوٹا۔ بہر حال جنہوں نے اس کو تسلیم کر لیا ان کا تعلق اس سے ایسا ہی ہو گیا جیسا مسلمانوں کا محمد رسول اللہ سے یا عیسائیوں کا عیسیٰ علیہ السلام سے ہے۔ اسی خصوصی تعلق کی بناء پر وہ ایک الگ امت بن گئے جس کو مرزائی یا قادیانی کہا جاتا ہے لیکن امت مسلمہ کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔

آپ فرماتے ہیں میں نے دوسری بات ان کے ذہن نشین یہ کرائی کہ تکفیر کا آغاز آنجہانی مرزا کی طرف سے ہوا انہوں نے ہی حکم دیا کہ جو میری نبوت پر ایمان نہیں رکھتا وہ کافر ہے۔ نیز اپنے ماننے والوں کو مسلمانوں کے ساتھ مل کر نماز ادا کرنے اور ان کے جنازہ میں شرکت سے روک دیا۔ اور یہ واقعہ تو آفاتِ عالم میں مشہور ہے کہ جب بانی پاکستان قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو بے شمار مسلمانوں نے ان کی نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی مگر ظفر اللہ خان جو اس وقت وزیر خارجہ تھے نے موجود ہوتے ہوئے بھی نماز جنازہ میں شرکت نہیں کی۔ جب اخباری نمائندوں نے اس سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے بڑی ڈھٹائی سے جواب دیا کہ "اگر قائد اعظم مسلمان تھے تو آپ یوں سمجھیں کہ میں ایک مسلمان حکومت کا کافر وزیر ہوں اور اگر وہ کافر تھے تو آپ یوں سمجھیں کہ میں ایک کافر حکومت کا

مسلمان وزیر ہوں،، ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دیے جانے کے حالات سے آپ آگاہ ہوں گے مگر میں اتنا کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ قرارداد مذہبی علماء کی کسی کانفرنس میں منظور نہیں ہوئی بلکہ ملک کی قانون ساز اسمبلی نے اتفاق رائے سے اسے منظور کیا ہے اور وہ بھی ہفتوں اور مہینوں کی سوچ و بچار کے بعد، یہ فیصلہ کوئی یک طرفہ نہیں بلکہ قادیانی جماعت کے امیر مرزا ناصر نے بھی اپنی جماعت کے علماء کے ساتھ اس میں شرکت کی تھی۔

تیسری بات آپ نے جو ان زعماء کے ذہن نشین کرائی وہ یہ تھی کہ یہ لوگ بس شور مچا رہے ہیں کہ پاکستان میں انکے حقوق پامال ہو رہے ہیں انھیں ملازمتوں سے نکالا جا رہا ہے انکی عبادت گاہوں کو پیوند خاک کیا جا رہا ہے وغیرہ سب جھوٹ ہے۔ اسکے بارے میں آپ نے فرمایا! پاکستان کے عوام اسلام کی برکت سے اسقدر فراغ دل ہیں کہ اس ملک میں بہت سی اقلیتیں موجود ہیں۔ ہندو، عیسائی، پارسی، وغیرہ لیکن آج تک کسی نے یہ بات نہیں کی جسکا شور یہ مچا رہے ہیں۔ کبھی کسی کی جان مال آبرو پر دست درازی نہیں کی گئی۔ ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ کونسا ایسا حق ہے جو کسی اور پاکستانی کو میسر ہے اور انکو نہیں۔ میدان تعلیم میں پرائمری سکول، مڈل سکول، ہائی سکول۔ کالج، پروفیشنل کالج ٹیکنیکل کالج، پوسٹ گریجویٹ اور یونیورسٹی میں انکے داخلے پر پابندی ہے؟ ملازمتوں میں سرکاری محکموں میں سب سے اہم محکمے محکمہ دفاع کے ہیں ان میں ہوائی، بحری اور بری تمام افواج میں یہ اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں۔ وہاں پر جب قادیانیوں کو خبر ہوئی کہ حضرت صاحب آئے ہوئے ہیں تو انھوں نے آپ سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی جسکی آپ نے خوشی سے اجازت مرحمت فرمائی۔ جب ملاقات کا وقت آیا تو انھوں نے ملاقات کے دوران آپ کو پمفلٹ دیے اور کہا کہ یہ ہمارے مباہلہ کا چیلنج ہے۔ آپ نے بھی قبلہ پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی سنت کو زندہ کرتے ہوئے فرمایا!

"ہم نے یہ چیلنج عرصہ ہوا قبول کیا ہوا ہے۔ اور اسکا اعلان اخبارات کے فرنٹ پیج پر کر دیا گیا ہے۔ ہم نے اسکے لیے بارہ ربیع الاول کی رات متعین کی ہے"۔

آپ نے مرزا ناصر کو کہا کہ! وہ اس رات مینار پاکستان پر تشریف لے آئیں۔ قادیانی کہنے لگے نہیں وہاں آنے کی ضرورت نہیں وہ اپنے گھر میں دعا کریں گے۔ آپ اپنے گھر میں دعا کریں۔ مگر جب آپ نے قرآن کی روح سے مباہلہ کا مطلب واضح فرمایا اور گھر میں بیٹھ کر مباہلہ کو غلط ثابت کیا تو مرزائیوں کے پاس سوائے چپ کے روزے کے کوئی جواب نہ تھا۔ (یہ آپ کی فتح و نصرت اور علم و حکمت ہی سے ممکن ہوا تھا) اس فتح کو حاصل کرنے کے بعد آپ نے وطن عزیز کا سفر اختیار کیا اور کراچی پہنچ کر سب سے پہلا کام یہ کیا کہ سفیر صاحب سے معلوم کریں کہ رائے شماری کا

کیا نتیجہ نکلا؟ جیسے ہی سفیر صاحب سے رابطہ ہوا اور انکو فون پر پتہ چلا کہ میں بول رہا ہوں تو ان کی زبان سے بے ساختہ مبارکباد، مبارکباد کے کلمات نکلے۔انھوں نے قبلہ پیر صاحب کو بتایا کہ اللہ نے پاکستان کو اس معرکے میں شاندار کامیابی نصیب فرمائی ہے۔آپ رقمطراز ہیں کہ! میں نے یہ مژدۂ جانفزا سنا اور اپنے رب کا شکر ادا کیا کہ جس نے اس ناچیز کو یہ خدمت سرانجام دینے کی توفیق نصیب فرمائی۔اس خوشی کے باوجود دل میں ایک قلق موجود تھا کہ کاش یہ خوشخبری میں اپنی زبان سے اس ہستی کو سنا سکتا جس نے اس عظیم خدمت کیلیے اس بندہ ناچیز کا انتخاب کیا تھا (صدر صاحب جینوا میں ابھی میٹنگ جاری تھی کہ طیارے کے حادثے میں وصال فرما گئے) حضرت قبلہ پیر صاحب آج ہم میں موجود نہیں مگر انکے ملت اسلامیہ کیلیے کارنامے بالخصوص ختم نبوت پر آپ کا کردار آج بھی آپ کی محبت کی شمع اہل اسلام کے سینوں میں زندہ کیے ہوئے ہے۔کیونکہ

ہر گز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

ردّ مرزائیت میں پیر محمد کرم شاہ رحمتہ اللہ علیہ اور انکے خاندان کی خدمات

پروفیسر حافظ احمد بخش

انگریزی استعمار نے برصغیر پاک و ہند پر قبضہ جمانے کے بعد مسلمانوں کو تعلیمی، معاشرتی، معاشی اور سیاسی لحاظ سے حد درجہ کمزور کیا اور انکی دینی حمیت کو ختم کرنے کیلیے سازشوں کو بروئے کار لانے کی منصوبہ بندی کی۔ مرزا غلام احمد قادیانی کا جھوٹا دعویٰ نبوت اسی سلسلہ کی ایک مذموم کڑی ہے۔

اسلام کی تاریخ کی ورق گردانی کریں تو پتہ چلتا ہے کہ جب بھی کسی کذاب اور دجال نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا تو کوئی نہ کوئی مرد مجاہد میدان میں اترا اور اسے واصل جہنم کر کے غیرت دینی کا ثبوت دیا۔ لیکن برصغیر کے مسلمانوں کی بد قسمتی کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے بارے ایسا کوئی اقدام نہ ہو سکا۔ کیونکہ مرزائے قادیان کی من گھڑت نبوت کے شجرہ خبیثہ کی آبیاری برصغیر پر قابض انگریز کر رہا تھا اس لیے اسے اپنے تارو پود بکھیرنے کا وسیع موقع میسر آ گیا۔ جب یہ تحریک زور پکڑنے لگی تو اُمت مسلمہ کے علماء و مشائخ میدان عمل میں اترے اور سادہ لوح مسلمانوں کو مرزائیوں کے دام ہمرنگ زمین سے نجات دلانے کیلیے فیصلہ کن کردار ادا کیا۔

چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی کا سب سے مقرب اور پہلا خلیفہ حکیم نورالدین بھیروی ضلع سرگودھا کا رہنے والا تھا اور اسکی وساطت سے یہاں کا ایک پورا محلہ گمراہ ہو گیا تھا۔ اس لحاظ سے اس شہر کے علماء نے مرزائی تحریک کی سرکوبی کیلیے جاندار کردار ادا کیا۔ وہ جلیل القدر ہستیاں جنہیں یہ شرف حاصل ہوا۔ ان میں غازی اسلام حضرت پیر محمد شاہ صاحب علیہ الرحمہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت امیر السالکین علیہ الرحمہ، مجاہد ملت مولانا ظہور احمد بگوی علیہ الرحمہ اور مولانا غلام قادر بھیروی علیہ الرحمہ کے نام سرفہرست ہیں۔ مؤخر الذکر دونوں ہستیوں کے کام کیلیے ایک الگ مضمون درکار ہے۔ آنے والی سطور میں حضرت

غازی اسلام اور انکی اولاد امجاد کے کردار کی ایک جھلک پیش خدمت ہے۔

غازی اسلام حضرت پیر محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کو غیر مسلم قوتوں سے شیر سے محفوظ رکھنے اور انہیں دین سے آگاہی بخشنے کیلیے ایک جماعت منظم کی جسکا نام جنداللہ تجویز کیا گیا۔ جنداللہ کے دستور العمل میں یہ بات درج تھی کہ امیر جماعت علماء کرام کی ایک جماعت ساتھ لیکر ہر سال کم از کم ایک ماہ تبلیغی دورے کیلیے وقف کریں گے۔ ان تبلیغی دوروں میں مسلمانوں کی معاشرتی اصلاح اور انہیں ہر قسم کی بدعقیدگی و بدعملی سے بچانے کیلیے اقدامات کیے جاتے تھے۔ جب فتنہ مرزائیت نے سر اٹھایا تو آپ نے بطور خاص اس موضوع پر پورے علاقے میں جلسوں کا اہتمام فرمایا اور اہل اسلام کو ان کے گھناؤنے نظریات سے اجتناب کی تاکید فرمائی۔ چونکہ غازی اسلام ہر اہم موقع پر اپنے فرزند ارجمند حضرت ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمہ کو اپنے ساتھ رکھتے تھے اور آنے والے فتنوں اور خطرات سے آگاہی بخشنے کیلیے عملی حقائق سے متعارف کرواتے تھے۔ اسی لیے دور طالب علمی سے ہی آپ نے اپنے والد گرامی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے حواریوں کا محاسبہ شروع کردیا۔ مصر میں تعلیم کے دوران آپ نے اپنی ڈائری میں لکھا!

''مصر میں قیام کے دوران پاکستان کے وزیر خارجہ ظفر اللہ جب کبھی بھی مصر آئے اچھا اثر چھوڑ کر نہیں گئے۔ ہمیشہ یہاں کے لوگوں نے یہی سمجھا کہ یہ انگریز کا ایجنٹ ہے۔ دار العلوم قاہرہ کے پرنسپل سے میری بات ہوئی انہوں نے بھی بڑے مایوس کن انداز میں کہا کہ ظفر اللہ بغیر انگریز کی پیغام رسانی کے اور اسکے مفاد کی حفاظت کے یہاں کچھ بھی کرنے نہیں آتا''۔

(ذاتی ڈائری کا ایک ورق)

ایک اور موقعہ پر آپ نے ڈائری کا ایک ورق لکھا جس کا عنوان تھا:

آخر ایسا کیوں ہے؟

''لیفٹیننٹ جنرل ملک اختر حسین کیساتھ ترکی میں حادثہ ہوا اور وہ بیوی بچوں سمیت ہلاک ہو

گئے۔اخبار میں تھا کہ منگل کو انکی نعش پنڈی آئے گی۔انہیں ربوہ میں سپرد خاک کیا جائیگا۔مجھے پہلے علم نہیں تھا کہ وہ مرزائی ہے"۔

آج کل یہاں سرگودھا ڈویژن کا یہ حال ہے کمشنر کی بیوی مرزائی ہے۔ضلعی انتظامیہ کے بعض افراد کیساتھ ساتھ ثانوی تعلیمی بورڈ کا چیئرمین بھی مرزائی ہے۔

غورطلب بات یہ ہے کہ ہمارے پڑھے لکھے افراد کیوں اپنے مذہب سے بے تعلق رہتے ہیں اور یہ برائے نام قسم کے مسلمان ہوتے ہیں اور اسلام مخالف گروہوں کے خواندہ لوگ کیوں اپنے نظریات کیساتھ شدت سے وابستہ ہوتے ہیں۔کیا ہمارا قصور ہے کہ ہم ان کو کھینچ نہیں سکتے اور اسلام کو پرکشش انداز میں پیش نہیں کرسکتے یا انکا قصور ہے؟۔

ان مندرجہ بالا اقتباسات سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ابتدائی دور سے ہی حضرت قبلہ پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کے حساس دل میں فتنہ مرزائیت کھٹک رہا تھا۔جب آپ نے عملی زندگی کا آغاز کیا تو جس شعبہ میں کام کرنے کا موقع ملا آپ نے فتنہ مرزائیت کو بے نقاب کرنے کی پوری کوشش فرمائی۔تفسیر ضیاء القرآن میں مختلف مقامات پر اس موضوع کے حوالہ سے سیر حاصل بحث فرمائی۔اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل آیات کی تفسیر ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

وان من امه الا خلا فیها نذیر

یا ایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعا

وما قتلوه وما صلبوه ولکن شبه لهم

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول الله وخاتم النبیین

۱۹۷۰ء میں آپ نے ماہنامہ ضیائے حرم کا اجرا فرمایا اور اسکے ذریعے فتنہ مرزائیت کی بھرپور تردید فرمائی۔بالخصوص ۱۹۷۳ءاور ۱۹۷۴ء کے شمارے لائق مطالعہ ہیں جب ربوہ اسٹیشن پر مرزائی غنڈوں نے مسلمان طلبہ پر حملہ کیا تو آپ نے سرِدلبراں کا آغاز ان الفاظ سے فرمایا!

''دانا کہتے ہیں کہ سانپ کی جب موت آتی ہے تو وہ راستہ پر آ کر بیٹھ جاتا ہے۔ جھوٹی نبوت کے غبارے سے جب ہوا نکلنے کا وقت آن پہنچا تو ربوہ کے ریلوے اسٹیشن پر انہوں نے ایسی غنڈہ گردی کی جس کی مثال مہذب سوسائٹی میں مشکل ہی سے ملے گی''۔ (ضیائے حرم جولائی ۱۹۷۴ء)

یہ اداریہ خاصہ طویل ہے آپ نے اس ماہ کے سر دلبراں کے صفحات میں اس وقت کے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کو بھی تجاویز دیں اور پاکستان کے مسلمانوں کو بھی یکجا ہو کر اس فتنہ مرزائیت سے نجات حاصل کرنے کا درس دیا۔ جب ۱۹۷۴ء میں مرزائیوں کے خلاف ملک گیر احتجاج شروع ہوا تو آپ نے بڑے بڑے شہروں میں منعقد ہونے والے سارے جلسوں میں شرکت فرمائی اور اپنے مدلل خطابات کے ذریعے علمی حلقوں سے داد تحسین حاصل کی۔ اس موقع پر آپ نے ضیائے حرم کا خصوصی شمارہ بعنوان ''ختم نبوت نمبر'' شائع فرمایا۔ اس شمارہ میں تحریک تحفظ ختم نبوت کا تفصیلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

نہ صرف یہ بلکہ جب مرزا ناصر نے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے خلاف تقاریر کیں اور انہیں دو کتابچوں بعنوان مقام ختم نبوت یعنی مقام محمدیت کی تفسیر اور آزاد کشمیر کی ایک قرارداد پر تبصرہ کی صورت میں شائع کیا تو قبلہ پیر صاحب نے ان دونوں تقاریر کا نہایت عالمانہ انداز میں رد فرمایا اور پاکستانی مسلمانوں کے دلوں میں پیدا ہونے والے خدشات کا ازالہ فرمایا۔ جب پاکستان کی قومی اسمبلی نے مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا تو انہوں نے عالمی سطح پر پراپیگنڈہ شروع کر دیا کہ ہمارے خلاف زیادتی ہوئی ہے۔ وہ اکثر عالمی حقوق کی تنظیم ایمنسٹی انٹرنیشنل جینوا میں درخواست پیش کرتے کہ پاکستان میں ہمارے حقوق محفوظ نہیں اور ہماری مذہبی رسومات ادا کرنے سے روکا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں پاکستان کا موقف پیش کرنے کیلئے وقتاً فوقتاً مختلف افراد جاتے رہے لیکن کوئی بھی نمائندگی مؤثر نہ رہی۔ ۱۹۸۸ء میں جنرل ضیاالحق نے حضرت قبلہ پیر صاحب مدظلہ العالی کو اس مشن پر روانہ کیا۔ خداوند قدوس کے فضل و احسان سے یہ پہلا سال تھا جب پاکستانی مؤقف کو گیارہ میں سے ۹ ممبران کی تائید حاصل ہوئی۔ ہندوستان نے ہمارے خلاف ووٹ دیا جبکہ ایک ملک نے رائے شماری میں حصہ ہی نہیں

لیا۔اس کی تفصیل خود حضرت قبلہ پیر صاحب کی زبانی ملاحظہ کریں!

''سپریم کورٹ آف پاکستان کے شریعت اپیلیٹ بنچ کا اجلاس ۳۰ جولائی ۱۹۸۸ء سے لاہور میں منعقد ہو رہا تھا۔اسی اثناء میں مرحوم ومغفور شہید صدر محمد ضیاالحق کا ٹیلی فون موصول ہوا جس میں انہوں نے مجھے فرمایا کہ یواین او کے ذیلی ادارہ ہیومن رائٹس (حقوق انسانی) کے سب کمیشن کا اجلاس ۸ اگست سے جینوا میں منعقد ہو رہا ہے۔وہاں مرزائیوں نے بڑا اودہم مچا رکھا ہے پاکستان کے بارے میں انہوں نے یہ پراپیگنڈہ زور شور سے شروع کر رکھا ہے کہ پاکستان میں انکو قتل کیا جا رہا ہے انکے افراد کو زدوکوب کیا جاتا ہے اور ہر قسم کے انسانی حقوق سے ان کو محروم کیا جا رہا ہے۔صدر مرحوم نے مجھے حکم دیا کہ میں وہاں جا کر پاکستان کی نمائندگی کروں۔مجھے اس قسم کے اجتماعات میں پاکستان کی نمائندگی کرنے کا کوئی تجربہ نہیں تھا۔پہلے تو میں سہا اور خیال کیا کہ صدر محترم سے معذرت کر لوں اور درخواست کروں کہ کسی اور موزوں آدمی کا اس اہم کام کیلیے انتخاب کیا جائے۔لیکن پھر مجھے یہ حدیث شریف یاد آئی جس میں حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا!''جس منصب اور ذمہ داری کا کوئی شخص مطالبہ کرتا ہے اور وہ منصب اُسے دیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکو اس کی ذاتی قابلیت کے حوالے کر دیتا ہے کہ تم نے یہ منصب طلب کیا تھا ہم نے تمہیں دے دیا۔اب تو جان اور تیرا کام۔لیکن اگر بن مانگے وہ منصب اور ذمہ داری کسی کو سپرد کی جاتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ خود اس شخص کی امداد کرتا ہے اور رہنمائی فرماتا ہے''۔

میں نے سوچا کہ اس چیز کا مطالبہ میں نے تو نہیں کیا اور نہ اس قسم کی طلب میرے حاشیہ خیال میں کبھی نمودار ہوئی۔اب اگر یہ فرض میرے ذمہ لگایا گیا ہے تو حسب ارشاد مصطفوی ﷺ اللہ تعالیٰ میری مدد اور رہنمائی فرمائے گا اور جب اسکی امداد میرے شامل حال ہوگی تو پھر مشکلیں خود بخود آسان ہوتی جائیں گی۔چنانچہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے میں نے صدر محترم کی اس خواہش کی تکمیل کا عزم کر لیا۔لاہور سے میں ۸ اگست کو بھیرہ واپس آیا ۱۰،۹ اگست دو روز یہیں ٹھہرا اور ضروری انتظامات کیے اور اپنی طویل غیر حاضری میں جو منصوبے زیر تکمیل تھے اُن کے بارے میں اپنے احباب کیساتھ مشورہ بھی کیا

اور انہیں مناسب ہدایات بھی دیں۔ ۱۱ اگست کو بھیرہ سے روانہ ہوا۔ ساڑھے تین بجے فارن منسٹری کے دفتر میں متعلقہ حکام سے ملاقات کی رات کو ڈیڑھ بجے پی آئی اے کی فلائٹ سے جینوا کیلئے روانہ ہو گیا۔ فرینکفرٹ میں دو اڑھائی گھنٹے انتظار کرنا پڑا۔ پھر لفتھنزا ائیر لائن کے طیارے سے تین بجے دوپہر جینوا پہنچا۔ عزت مآب سعید دہلوی ائرپورٹ پر تشریف لائے ہوئے تھے مجھے اپنے ساتھ لے گئے اور انٹر کانٹی نینٹل کے کمرہ نمبر ۱۰۲۰ میں مجھے ٹھہرایا۔ میں نے ان سے گزارش کی کہ مجھے یہاں کے حالات سے بالتفصیل آگاہ کریں اور جو پروگرام ہو اُس سے بھی مطلع کریں۔

چنانچہ انہوں نے مجھے وہ پمفلٹ دیئے جس میں مرزائیوں نے حکومت پاکستان پر اور پاکستان کے عوام پر ہر قسم کے بے سروپا الزامات عائد کیے ہوئے تھے۔ یہ پمفلٹ مصور تھے اور ایک خالی الذہن انسان کو طرح طرح کی غلط فہمیوں میں مبتلا کرنے کیلئے بڑا موثر ثابت ہو سکتے تھے۔ سفیر صاحب نے بتایا کہ ہیومن رائٹس (انسانی حقوق) کے سب کمیشن کا اس دفعہ پاکستان ممبر نہیں ہے۔ اس لیے ہم نہ اس میں تقریر کر سکتے ہیں نہ کسی مقرر کے اعتراض کا جواب دے سکتے ہیں اور نہ ووٹنگ میں حصہ پا سکتے ہیں البتہ بحیثیت مبصر اس اجلاس میں شریک ہو سکتے ہیں۔ اس لیے ہم نے یہ طے کیا کہ ہر روز ان ممبران میں سے دو یا تین ممبران کو لنچ پر مدعو کیا جائے۔ ایک بجے سے تین بجے تک میٹنگ کا وقفہ ہوتا ہے۔ اس وقفہ میں ان سے تبادلہ خیال کیا جائے اور حقیقت حال سے آگاہ کیا جائے اس کے بغیر ہمارے لیے اور کوئی چارہ نہ تھا۔

محترم سفیر صاحب نے فرمایا تھا کہ وہ ہر روز کیلئے تین ممبران کو مدعو کریں گے۔ ہفتہ اور اتوار کو چھٹی ہوتی ہے میں نے یہ دو دن مطالعہ میں اس موضوع کی تیاری میں صرف کیے۔ سوموار کو میں سفیر کیساتھ سب کمیشن کے اجلاس میں بحیثیت مبصر شریک ہوا۔ اس اجلاس کے چیئرمین مسٹر بھنڈارا تھے جو بھارت کے نمائندے تھے۔ نصف گول دائرہ کی شکل میں سٹیج کے سامنے کرسیاں لگی ہوئی تھیں۔ پہلی قطار میں کمیشن کے ممبر صاحبان تشریف فرما تھے دوسری قطار میں انکے معاونین کے بیٹھنے کیلئے نشستیں

تھیں۔تیسری قطار میں مبصرین بیٹھے تھے جن میں میں بھی تھا اور پچھلی دو لائنوں میں غیر حکومتی انجمنوں کے نمائندگان تھے۔کافی دیر تک میں ممبران کی تقاریر کو سنتا رہا۔ایک بجے وقفہ ہوا تو میں واپس چلا آیا۔ہم نے لنچ پر مختلف ممبران سے ملاقات اور تبادلہ خیالات کا جو پروگرام تشکیل دیا اس کی پہلی نشست ۱۶ اگست ۸۸ بروز منگل ہوئی۔ان میں مصر اور اردن کے معزز ارکان مدعو تھے اور رات کو خصوصی طور پر چین کے ممبر کو ہم نے ڈنر پر بلایا۔چنانچہ یہ سلسلہ ۲۵ اگست ۸۸ تک جاری رہا۔اس روز بھی خلاف معمول رات کو ہم نے مسٹر بھنڈارا کو ڈنر پر مدعو کیا۔ان نشستوں میں ماحول بڑا دوستانہ اور تکلف وتصنع سے بالکل مبرا تھا۔میں نے ان کو دو تین باتیں سمجھانے کی کوشش کی۔

پہلی بات تو یہ تھی کہ دینوی نقطہ نظر سے قوموں کے علیحدہ علیحدہ ہونے کی چند وجوہات ہیں۔ان میں وطن، زبان، نسل، چہرے کی رنگت وغیرہ کو اہمیت حاصل ہے لیکن مذہبی نقطہ نظر سے امتوں کی علیحدگی کا ایک ہی سبب ہے جب کسی اُمت کا خصوصی تعلق ایک نبی کیساتھ ہو جاتا ہے تو ایک علیحدہ اُمت معرض وجود میں آجاتی۔میں نے انہیں کہا مثال کے طور پر آپ مسلمانوں کو لیجئے۔ہم مسلمان حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی صاحب کتاب وشریعت نبی اور رسول تسلیم کرتے ہیں اسی طرح ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی صاحب کتاب صاحب شریعت نبی اور رسول تسلیم کرتے ہیں۔لیکن اس کے باوجود نہ ہم یہودی ہیں نہ ہم عیسائی۔چونکہ ہمارا خصوصی تعلق سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ سے ہے اس لیے ہم مسلمان ہیں اور ایک علیحدہ اُمت ہیں اور جو عیسائی ممبر ہمارے ساتھ تھا میں اس سے عرض کرتا کہ آپ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مانتے ہیں انکو نبی تسلیم کرتے ہیں لیکن اسکے باوجود آپ یہودی نہیں بلکہ آپ عیسائی ہیں کیونکہ آپ کا خصوصی تعلق حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے ہے۔اسی طرح ہمارے ملک میں ایک شخص پیدا ہوا جس کا نام مرزا غلام احمد تھا۔اس نے دعویٰ کیا وہ نبی ہے اس وقت ہمیں اسے بحث نہیں کہ وہ دعویٰ سچا تھا یا جھوٹا۔۔۔بہر حال اس نے نبی بننے کا دعویٰ کیا اور بعض لوگوں نے اس کو نبی تسلیم کیا جن لوگوں نے مرزا غلام احمد کو نبی تسلیم کیا ان کو مرزا صاحب کیساتھ وہی خصوصی تعلق ہو گیا جو مسلمانوں کا سیدنا محمد رسول اللہ

ﷺ کے ساتھ ہے۔اس خصوصی تعلق کی بناء پر وہ ایک الگ اُمت بن گئے۔جن کو مرزائی یا قادیانی کہا جاتا ہے۔لیکن اُمت اسلامیہ سے اسکا کوئی تعلق نہیں اگر چہ وہ کہیں کہ ہم حضور نبی کریم ﷺ کو نبی مانتے ہیں جیسے ہم موسیٰ علیہ السلام کو نبی مان کر بھی انکے اُمتی نہیں اسی طرح یہ بھی حضور نبی کریم ﷺ کو نبی ماننے کے باوجود حضور نبی اکرم ﷺ کی اُمت نہیں۔کیونکہ انکا خصوصی تعلق مرزا غلام احمد قادیانی سے ہے۔میں نے حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے نام بطور مثال ذکر کیے ہیں چونکہ یہ جلیل القدر رسول ہیں اور ہر شخص ان کے ناموں سے آشنا ہے ورنہ جس شخص کا جس نبی کیساتھ خصوصی تعلق ہوگا وہ اسی کا اُمتی ہوگا۔

دوسری بات جو میں نے ان صاحبان کو ذہن نشین کرائی وہ یہ تھی کہ تکفیر کا آغاز آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف سے ہوا۔انہوں نے ہی حکم دیا کہ جو میری نبوت پر ایمان نہیں رکھتا وہ کافر ہے۔نیز اپنے متبعین کو حکم دیا کہ ان میں سے کوئی بھی کسی مسلمان کے ساتھ مل کر نماز ادا نہ کرے کسی مسلمان کی نماز جنازہ نہ پڑھے خواہ وہ کتنا ہی متقی اور پرہیز گار ہو،خواہ وہ چھ ماہ کا معصوم بچہ ہو۔نیز انہیں منع کیا کہ وہ اپنی بچیوں کے رشتے مسلمانوں کو نہ دیں۔پھر یہ حکم صادر کیا کہ ان کے متبعین میں سے اگر کوئی شخص ان کاموں میں سے کوئی ایک کام کرے گا تو اس کا نام میری اُمت کی فہرست سے خارج کر دیا جائیگا اور یہ واقعہ تو آفاق عالم میں مشہور و معروف ہے کہ جب بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح نے انتقال فرمایا تو لاکھوں مسلمانوں نے ان کی نماز جنازہ میں شرکت کی تو سر ظفر اللہ خان جو اسوقت پاکستان کے وزیر خارجہ تھے انہوں نے موجود ہوتے ہوئے قائد اعظم کی نماز جنازہ میں شرکت نہیں کی جب اخباری نمائندوں نے ان سے وجہ پوچھی تو انہوں نے بڑی ڈھٹائی سے یہ کہا!"اگر قائد اعظم مسلمان تھے تو آپ یوں سمجھیں کہ میں ایک مسلمان حکومت کا کافر وزیر خارجہ ہوں اور اگر وہ مسلمان نہ تھے تو میں ایک کافر حکومت کا مسلمان وزیر خارجہ ہوں"۔پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کی تفصیلات سے آپ آگاہ ہوں گے۔لیکن اتنی بات عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ قرارداد مذہبی علماء کی کسی کانفرنس اور کسی اجتماع میں منظور نہیں کی گئی بلکہ مہینوں کی سوچ بچار اور غور و فکر کے بعد اور یہ طویل اور علمی مذاکرہ یکطرفہ نہیں تھا

بلکہ قادیانی جماعت کے اس وقت کے امیر جناب مرزا ناصر احمد نے بھی اپنی جماعت کے علماء اور فضلاء کیساتھ اس میں شرکت کی تھی اور ایک ایک نکتہ پر گرما گرم بحث ہوئی تھی اور آخر میں مرزا صاحب نے جب یہ اعلان کیا کہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مانتا ہوں اور جو شخص ان کی نبوت پر ایمان نہیں رکھتا اسکو کافر سمجھتا ہوں تب پاکستان کی آئین ساز اسمبلی کے تمام ارکان نے متفقہ طور پر اس قرارداد کو پاس کیا اور آپ جانتے ہیں کہ جو قرارداد قانون ساز اسمبلی میں پاس ہو اس کو صرف اکثریت نے ہی منظور نہ کیا ہو بلکہ اتفاق رائے سے منظور کی گئی ہو۔ اسکی آئینی اور قانونی حیثیت سے کون انکار کرسکتا ہے اور اس قرارداد کو اتفاق رائے سے پاس کرنے میں بھی مرزا صاحب کے اس اعلان کا بڑا دخل ہے جو انہوں نے آئین ساز اسمبلی کے ہال میں سب کے سامنے کیا کہ جو شخص مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی نہیں مانتا وہ کافر ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اس وقت مسلمانوں کی تعداد دنیا میں ایک ارب کے لگ بھگ ہے جن میں سے ایک لاکھ پچیس ہزار قادیانی ہیں اگر ان کے امیر کے کہنے کے مطابق یہی مسلمان ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ننانوے کروڑ اٹھانوے لاکھ مسلمانوں کو بیک جنبش قلم دائرہ اسلام سے خارج کر دینا یہ مرزا صاحب کا ہی دل گردہ ہے۔ کوئی منصف مزاج شخص ایسا کہنے کی بلکہ ایسا سوچنے کی بھی جسارت نہیں کر سکتا۔

تیسری بات جو میں نے ان صاحب کے گوش گزار کی تھی وہ یہ تھی یہ لوگ شور مچا رہے ہیں کہ پاکستان میں ہمارے انسانی حقوق پامال کیے جارہے ہیں ہمیں قتل کیا جارہا ہے ہماری عبادتگاہوں کو پیوند خاک کیا جارہا ہے ہمیں ملازمتوں سے نکالا جارہا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اسکے بارے میں عرض ہے کہ پاکستان کے عوام اسلام کی برکت سے اتنے فراغ دل اور عالی ظرف واقع ہوئے ہیں کہ اس ملک میں بہت سی غیر مسلم اقلیتیں آباد ہیں۔ ہندو، عیسائی، پارسی وغیرہ لیکن جب سے پاکستان بنا ہے اس وقت سے لیکر آج تک وہاں کبھی فرقہ ورانہ فساد رونپذیر نہیں ہوا۔ کبھی کسی غیر مسلم کی جان و مال، آبرو پر دست تعدی دراز نہیں کیا گیا تو ان لوگوں پر ظلم و تعدی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ کونسا ایسا

انسانی حق ہے جو کسی اور پاکستانی کو میسر ہے لیکن یہ اس سے محروم ہیں۔مثال کے طور پر آپ سب سے پہلے تعلیمی میدان کو لیجئے۔پرائمری سکول،ہائی سکول،کالج پروفیشنل کالج ٹیکنیکل کالج،پوسٹ گریجویٹ اور یونیورسٹی کی سطح تک حصول تعلیم کے جتنے مرحلے ہیں ان میں داخلہ کیلیے ان قادیانیوں پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں۔انکے بچے میڈیکل کالج،انجینئرنگ کالج اور دوسرے کالجز میں سینکڑوں کی تعداد میں اب بھی زیر تعلیم ہیں۔اور جنھوں نے ابتک فائنل کے امتحان پاس کیے ہیں وہ حسب قواعد ملازمتوں پر متعین کردیئے گئے ہیں۔مقابلہ کے امتحانات میں شریک ہونے پر بھی ان پر کوئی پابندی نہیں۔ان میں سے جو کامیاب ہوتے ہیں انکو اعلیٰ مناصب پر فائز کیا جاتا ہے۔

جہاں تک سرکاری محکموں میں ملازمت کا تعلق ہے سب سے اہم محکمہ دفاع کا ہے۔ان میں وہ ہوائی،بحری،بری تمام افواج میں اعلیٰ ترین عہدوں پر متمکن ہیں۔انٹیلی جنس محکمہ جو ازحد اہم اور حساس محکمہ ہے اس میں بھی بنیادی پوسٹوں پر یہ لوگ فائز ہیں۔وزارت خارجہ میں اہم ممالک میں اس جماعت کے لوگ سفارت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ملیں،فیکٹریاں،کارخانے انکے تصرف میں ہیں۔سینکڑوں مربع زرعی زمین کے یہ مالک ہیں۔مشہور مقامات پر کاروباری مرکزوں کے یہ مالک ہیں۔ہمیں یہ سمجھ نہیں آتی اس کے علاوہ کون سا حق ہے جو کسی اور پاکستانی کو تو حاصل ہے اور انہیں میسر نہیں۔البتہ ایک حق ہے جو اور کسی پاکستانی کو حاصل نہیں۔لیکن یہ اس سے لطف اندوز ہو رہے ہیں یعنی اپنے ملک کی بدگوئی کرنا،اپنے ملک کو بدنام کرنا،اس درخت کی جڑیں کاٹنا جس کے ٹھنڈے سائے میں یہ زندگی بسر کرتے ہیں۔جس کے میٹھے اور لذیذ پھلوں سے یہ اپنی کام ودہن کی ضیافت کا اہتمام کرتے ہیں۔بیرون پاکستان آپ کہیں چلے جائیں۔ان ناشکرگزاروں کو آپ پاکستان کا گلہ کرتے اور برائی کرتے پائیں گے۔اسکے باوجود پاکستان کا دامن پھر بھی انکے لیے کشادہ ہے۔پھر بھی وہ اپنے انعامات وکرامات سے انکو محروم نہیں کرتا۔پاکستان کا اور کوئی شہری یہ گوارہ نہیں کرسکتا کہ وہ غیر اقوام کے سامنے اپنے ملک کی غیبت کرے اور یہ لوگ اپنے ملک پر سراسر جھوٹے الزامات لگاتے ہیں اور اسکو بدنام کرکے

خوش ہوتے ہیں۔اثنائے گفتگوایک صاحب نے اعتراض کیا کہ! یہ لوگ کلمہ شریف کا بیج لگاتے ہیں۔آپ یہ بیج نوچ لیتے ہیں اوراس پر برہمی اور ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں۔یہ بات آپ کی انسانی حقوق کی پامالی کے زمرہ میں آتی ہے۔میں نے انہیں عرض کی کہ بے شک ہمیں انکے اس بیج پر اعتراض ہے اور ہمیں ان کے سینوں پر یہ بیج آویزاں دیکھ کرنا گواری ہوتی ہے۔لیکن اسکی ایک خاص وجہ یہ ہے کہ ان کے مرزا صاحب نے اپنی کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ سورۃ الفتح کی آیت ۲۹ ''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِط وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ اس میں پہلا جملہ محمد رسول اللہ یعنی محمد اللہ کے رسول ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ ذات پاک نہیں جس کا نام ''محمد'' انکے جد امجد نے رکھا جو چودہ سو سال سے اسی نام سے پہچانے جاتے ہیں۔ان کے دوست بھی، انکے دشمن بھی، انکے ماننے والے اور انکار کرنے والے بھی اسی نام سے انکو جانتے ہیں۔مرزا لکھتے ہیں!''اس سے مراد وہ نہیں بلکہ میں ہوں ۔اس سے بڑی جسارت بھی کوئی ہوسکتی ہے۔قرآن کریم جو ہمارے نزدیک اللہ تعالیٰ کا کلام اور آسمانی صحیفہ ہے اس میں اپنی من پسند تاویل بلکہ من مانی تحریف سے کیا ہمارے دل نہیں دکھتے۔اگر اقلیت کے انسانی حقوق ہیں تو کیا اکثریت کا کوئی انسانی حق نہیں۔اگر اقلیت کے جذبات کو ٹھیس پہنچانا بری بات ہے تو کیا اکثریت کے جذبات کو مجروح کرنا کارثواب ہے۔یہ آیت لکھ کروہ آیت کا غلط معنی لیتے ہیں اسلیے ہماری غیرت اس بات کو برداشت نہیں کرسکتی کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کا نام پاک ذکر کرکے اس سے کوئی ایسا شخص مراد لیا جائے جسے ہم مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔اس گفتگو میں سفیر صاحب جناب سعید دہلوی میری معاونت فرماتے رہے اور جب بھی مجھے انکی اعانت کی ضرورت محسوس ہوئی بڑی فصاحت و بلاغت کیساتھ وہ اپنا مدعا مہمانوں کو ذہن نشین کراتے رہے۔اس کاوش کا ایک نتیجہ تو یہ ہوا کہ گزشتہ سال ممبران نے کھل کر ان لوگوں کی تائید کی تھی اور پاکستان پر تابڑ توڑ حملے کیے تھے۔اس سال اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل وکرم فرمایا کہ کسی ایک ممبر نے بھی ہمارے خلاف ایک لفظ نہیں بولا۔

اب میرا کام ختم ہوگیا تھا لہذا ۲۶ اگست بروز جمعہ کو فرینکفرٹ (جرمنی) پہنچا۔یہاں چند دن کا

قیام کیا۔ یہاں پر قادیانیوں کا ایک وفد ملا انہوں نے مباہلہ کا چیلنج کیا تو میں نے انہیں بتایا کہ ہم نے یہ چیلنج پہلے قبول کر رکھا ہے۔ لہذا بارہ ربیع الاول کی رات آپ کے امیر مینار پاکستان آجائیں تو انہوں نے کہا کہ وہ وہاں نہیں آئیں گے بلکہ گھر میں بیٹھ کر دعا کریں گے تو میں نے انکو بتایا کہ تم کو مباہلہ کا مطلب بھی پتہ نہیں۔ بہر حال وہ چلے گئے تو بعد ازاں اتوار کے روز جلسہ ہوا جس میں اس فقیر نے سوا دو گھنٹے رد مرزائیت میں تقریر کی۔ جس سے مجھے یقین ہے کہ بفضلہٖ تعالیٰ حاضرین کو بہت فائدہ ہوا ہوگا۔ جرمنی کے بعد عمرہ کی سعادت حاصل کی اور حرمین شریفین کی حاضری کے بعد وطن واپس پہنچا تو سفیر نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے پاکستان کو اس معرکہ میں شاندار کامیابی ہوئی ہے۔ یہ مژدہ جانفزا سن کر میں نے اپنے رب کریم کا شکریہ ادا کیا۔ جس نے اس ناچیز اور نا اہل کو یہ خدمت سرانجام دینے کی توفیق مرحمت فرمائی۔

جس طرح ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری مرزائیت کے معاملہ میں دوٹوک موقف پر ڈٹے رہے اسی طرح انکی اولاد امجاد بھی آپ کے شانہ بشانہ جہاد میں مصروف رہی اور اب بھی اعلائے کلمۃ الحق کیلئے سرگرم عمل ہے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک تحفظ عقیدہ ختم نبوت اپنے اثرات کے لحاظ سے فیصلہ کن حیثیت رکھتی ہے۔ اس تحریک میں جملہ مکاتب فکر کے علماء نے جاندار کردار ادا کیا۔ چونکہ ربوہ کے بعد مرزائیت کا سب سے بڑا گڑھ بھیرہ ضلع سرگودھا تھا۔ اس حوالے سے اس شہر میں بھی تحریک نے بہت زور پکڑا۔ حضرت قبلہ پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو ملک کے بڑے بڑے شہروں اور ملکی نوعیت کے مشاورتی اجلاس میں شرکت فرماتے جبکہ انکے صاحبزادگان دیگر مکاتب فکر کے علماء کے ہمراہ بھیرہ شریف میں سرگرم عمل رہے۔

تحریک الفتح کا قیام اور اس کے مقاصد:

مرزائیت کے خلاف چلائی جانے والی ۱۹۷۴ء کی تحریک کے بنیادی طور پر تین مقاصد تھے۔

☆۔۔۔ حکومت پر دباؤ ڈالنا تا کہ مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دیا جائے اور انہیں کلیدی عہدوں سے فارغ

کیا جائے۔

☆ ۔۔۔مرزائیوں اور احمدیوں کے خلاف معاشی اور معاشرتی بائیکاٹ کرنا۔

☆ ۔۔۔مرزائی نوازوں کا سراغ لگانا اور انکی حوصلہ شکنی کرنا۔

ان تینوں مقاصد کے حصول میں کامیابی کیلئے تحریک کو انتہائی منظم انداز میں چلانا بہت ضروری تھا کہ کسی ٹکراؤ کا شکار ہو کر یہ اپنے اصل مقاصد میں ناکامی سے دوچار نہ ہو جائے۔ بھیرہ شہر میں اس مقصد کیلئے الفتح کے نام سے ایک مؤثر ترین تنظیم قائم کی گئی جس کی سربراہی پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب کو سونپی گئی اور ان کے نائب مولانا عبدالرشید صاحب کے صاحبزادے مقرر ہوئے۔ اس تنظیم میں تمام مکاتب فکر کے نوخیز نوجوان شامل تھے۔ انہوں نے تحریک کو اس غیرت ایمانی اور قوت عمل سے چلایا کہ پورے علاقہ میں الفتح کا پلیٹ فارم ضرب المثل بن گیا۔

ہر رات الفتح کا جلسہ عام ہوتا جس میں مقامی علمائے کرام کیساتھ ساتھ نوجوان قیادت اپنے پرجوش خطابات کے ذریعے عام کو ملکی حالات سے آگاہ کرتی۔ انہیں مرزائیوں کے نظریات اور ان کے گھناؤنے پروگراموں سے مطلع کرتی اور حکومت کے سامنے اپنے مطالبات پیش کرتی۔ ان تمام جلسوں کے علاوہ مرزائی نوازوں کے محاسبہ کیلئے اہم ترین اقدامات کیے جاتے۔ سب سے اہم کام معاشرتی بائیکاٹ کو کامیاب کروانا تھا۔ اس سلسلہ میں ایسے نوجوانوں کا انتخاب کیا گیا جو ہر قسم کی قربانی دینے کیلئے تیار تھے۔ یہ نوجوان شہر کی آبادی میں گھل مل کر رہتے تھے۔ مرزائیوں اور مرزائی نوازوں کے محلوں میں آتے جاتے تھے۔ عام جلسوں میں ان پر مرزائی نوازی کے الزامات لگا کر انہیں طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا جاتا تھا۔ لیکن یہ جیالے ساری صورتحال برداشت کرتے ہوئے رات کی تنہائیوں میں قائد الفتح کو شہر کی مکمل رپورٹ پیش کرتے اور ان کی اطلاع پر قائد اگلے دن کی پالیسیوں کا اعلان فرماتے۔ اس سے بھی حساس وہ معاملات تھے جن کے ذریعے مرزائیوں اور مرزائی نوازوں کیساتھ قوت بازو سے مقابلہ کرنا تھا۔ اس کام کیلئے آلات حرب و ضرب بھی درکار تھے اور بہادر افراد کی ایک منظم کھیپ بھی۔ اس اہم ترین

کام کی ذمہ داری حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان الحاج حفیظ البرکات شاہ صاحب، میجر محمد ابراہیم شاہ صاحب اور آپ کے بھانجے پیرزادہ احمد جنید شاہ صاحب کو سونپی گئی۔انہوں نے احباب کی مدد سے جنگی تربیت کیلیے ایک خفیہ مقام پر اپنا مرکز بنایا۔جب شہر کی ساری آبادی سو جاتی تھی یہ افراد رات بارہ بجے سے سحری تک تربیت حاصل کرتے اور مرزائیوں سے نمٹنے کیلیے ہر قسم کے اقدامات کے بارے میں آگاہی حاصل کرتے یقین جانئے! خداوند قدوس کو منظور یہی تھا کہ بھیرہ شریف میں کوئی بڑا حادثہ پیش نہ آیا ورنہ اس تنظیم کے پاس مرزائیوں اور مرزائی نوازوں کے پورے محلہ کو بھسم کرنے کے انتظامات موجود تھے۔

تحریک الفتح نے مرزائیوں کا ہر طرف سے گھیرا تنگ کر دیا اور انہیں زندگی کے دن گزارنا مشکل نظر آنے لگے تو انہوں نے ۲۵ اگست ۱۹۷۴ء کو قائد الفتح حضرت صاحبزادہ پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب مدظلہ العالی پر قاتلانہ حملہ کا منصوبہ بنایا۔آپ اپنے ایک عزیز افتخار الحسن سیالکوٹی کے ہمراہ رات بارہ بجے کے قریب اپنے ویسپا پر آرہے تھے کہ مرزائیوں نے پہلے آپ پر دخانی بم پھینکا پھر معاًبعد پستول کے یکے بعد دیگرے ۶ فائر کیے۔خداوند قدوس کا فضل و احسان ہوا انکے وار خطا گئے اور حضرت صاحبزادہ صاحب مکمل بچ گئے۔مرزائیوں کی اس حرکت پر شہر میں بہت زیادہ ارتعاش پیدا ہوا۔قریب تھا کہ مشتعل افراد نے مرزائیوں کا محلہ جلا کر خاکستر کر دیتے لیکن حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق وہ ایسا کرنے سے باز رہے۔

مرزائیوں کی اس بزدلانہ کاروائی نے قائد الفتح کو عوام میں مزید مقبول بنا دیا۔اب کیفیت یہ تھی کہ پورے علاقہ میں قائد الفتح کی حکومت تھی اور آپ کے ارشاد کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا تھا۔آپ نے تحریک کو اس انداز میں چلایا کہ ابتدائی سطح پر الفتح کے یونٹ بھیرہ، میانی اور مضافات کے علاقوں میں قائم کیے۔بعد ازاں سرگودھا، سلانوالی، چوکی بھاگٹ وغیرہ کے علاقوں میں بھی تنظیم سازی کی جانے لگی۔۱۷ اور ۱۸ اگست کی درمیانی شب الفتح کی طرف سے ضلعی سطح کا ایک اہم ترین کنونشن منعقد ہوا جس

میں عوام کی شمولیت اور جوش وخروش نے پورے ضلع کے حالات بدل کر رکھ دیئے۔نوجوان نسل کی طرف سے یہ

سلسلہ جاری رہا۔یہاں تک کہ مورخہ ۷ ستمبر کو ایک روز سعید طلوع ہوا جس دن پاکستان کی قومی اسمبلی نے ایک قرارداد کے ذریعے مرزا غلام احمد قادیانی کی ساری ذریت کو غیر مسلم قرار دے کر اس شیطنیت کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی۔

قبلہ پیر صاحب کے خانوادے کے افراد کے علاوہ سینکڑوں کارکن تھے جنہوں نے قید و بند کی صعوبتوں اور ہر قسم کی تکلیفوں کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اس تحریک کو جاری رکھا اور بالآخر اپنے فلک شگاف نعروں کے ذریعے ہر نا ممکن کام کو ممکن بنانے میں کامیاب ہو گئے۔چونکہ پاکستان نظریاتی حوالوں سے ابھی تک آزاد نہیں ہوسکا۔اس لیے ہر دور میں کوئی نہ کوئی سازش وجود میں آجاتی ہے۔اسی طرح کی ایک سازش اکتوبر ۱۹۹۹ء میں پاکستان اور اس کی مسلمان آبادی کے خلاف کی گئی اور جنرل پرویز مشرف کے اقتدار کے زیر سایہ ایک دفعہ پھر مرزائی لابی حرکت میں آگئی اور مختلف حربوں سے اس پاک سرزمین پر اپنے قدم مضبوط کرنے کی کوشش کی۔ان حالات میں ایک دفعہ پھر جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد نے اپنا کردار ادا کیا اور ہر سٹیج پر ایسے عناصر کے خلاف نعرہ مستانہ بلند کیا جو مرزائیت نوازی کی کوششوں میں مصروف تھے۔اللہ تبارک تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان جملہ مجاہدین کی کوششیں اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائے آمین۔

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

سات ستمبر

یوم تحفظ ختم نبوت

محمد احمد حسن قادری

عقیدہ ختم نبوت اہل اسلام کے ایمان کی جان ہے۔اسی لیے پوری اُمت مسلمہ اس کے تحفظ کیلئے کبھی غافل نہیں ہوئی۔نبی کریم سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد صحابہ کرام اور اہلبیت عظام رضی اللہ عنہما نے تحفظ ختم نبوت کیلئے جنگ یمامہ لڑی۔بعد کے زمانہ میں مختلف علاقوں میں مختلف لوگ دعویٰ نبوت کرتے رہے اور اہل اسلام جھوٹے مدعیان نبوت کو کیفر کردار تک پہنچاتے رہے۔زمانہ قریب میں پنجاب کے ایک شخص مرزا غلام احمد قادیانی نے دعویٰ نبوت کیا۔اہل اسلام نے ایک مرتبہ پھر عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے اپنے تن من دھن کی قربانیاں پیش کیں۔مجدد دین وملت امام اہل سنت امام احمد رضا محدث بریلوی، شیخ الاسلام مولینا انوار اللہ خان، تاجدار گولڑہ حامل علم لدنی ولی کامل حضرت پیر سید مہر علی شاہ چشتی گولڑوی، مجاہد اہل سنت فخر السادات حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری، پیر خواجہ ضیا الدین سیالوی، قاضی فضل احمد لدھیانوی، حجتہ الاسلام مولینا حامد رضا خان بریلوی، ڈاکٹر علامہ محمد اقبال قادری، حکیم مولینا محمد عالم امرتسری، علامہ غلام رسول امرتسری المعروف رُسل بابا، پیر خواجہ سراج الحق چشتی، مولینا نواب الدین سنکوہی چشتی، مولینا محمد حسن فیضی، مولینا کرم الدین دبیر، مولینا غلام قادر بھیروی، صاحبزادہ فیض الحسن آلو مہاروی، عالمی مبلغ اسلام حضرت مولینا شاہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی، خواجہ غلام فرید (چاچڑاں شریف کوٹ مٹھن) مولینا غلام محمد گھوٹوی، مولینا ظہور احمد بگوی، میاں شیر محمد شرقپوری، پروفیسر اصغر علی روحی، پروفیسر محمد الیاس برنی، مولینا غلام محمد ترنم، صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی، صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی، علامہ مصطفیٰ رضا خان نوری بریلوی، مولینا سید محمد محدث (کچھوچھہ شریف) مولینا محمد یوسف کوٹلوی، اور مولینا سید غلام دستگیر قصوری الہاشمی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جیسے عظیم اکابرین اور سینکڑوں دیگر علماء ومشائخ نے تحفظ ختم نبوت کیلئے

ہر طرح قربانی دے کر سنت صدیقی پر عمل کرتے ہوئے اپنا فریضہ سر انجام دیا۔ دعا ہے کہ رب کریم عزوجل ہمیں بھی اکابرین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے آمین!

قیام پاکستان کے بعد سب سے پہلے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی درخواست مسلم لیگ پنجاب کے عظیم رہنما حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے دی۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء چلی تو اس کے صدر عظیم صوفی بزرگ مفسر قرآن علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ کے ساتھ جلیل القدر علماء و مشائخ نے تحفظ ختم نبوت کیلئے اپنی قربانیاں پیش کیں۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی، حضرت علامہ مولینا سردار احمد قادری، علامہ سید احمد سعید کاظمی صاحبزادہ افتخار الحسن فیصل آبادی مولینا عبد الحامد بدایونی، مجاہد ملت مولینا عبد الستار خان نیازی (سابق وفاقی وزیر) مولینا خلیل احمد قادری، مولینا مرتضی احمد خان میکش درانی، حضرت مولینا عبد الغفور ہزاروی، حضرت پیر سید غلام محی الدین گیلانی گولڑوی المعروف بابو جی، قائد ملت اسلامیہ مولینا علامہ شاہ احمد نورانی، مفتی نور اللہ نعیمی بصیر پوری، مناظر اعظم مولینا محمد عمر اچھروی، مفسر قرآن مفتی احمد یار خان نعیمی، پیر سید منظور احمد شاہ (ساہیوال)، مفتی محمد حسین نعیمی (مہتمم جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور)، سید حسین الدین شاہ سلطانپوری، مولینا محمد شفیع اوکاڑوی، پیر ظہور الحق شاہ، نباض قوم علامہ مفتی ابو داؤد محمد صادق رضوی، مفتی عبد القیوم ہزاروی، صوفی ایاز خان نیازی، مولینا حافظ محمد عالم سیالکوٹی، سید محمود شاہ گجراتی، مولینا غلام علی اوکاڑوی، سید جمال الدین کاظمی، مولینا خلیل احمد قادری اور شارح بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جیسے قائدین نے تحفظ ختم نبوت (جو درحقیقت) تحفظ اسلام کا فریضہ سر انجام دیا۔

تحریک ۱۹۵۳ء میں ہزاروں مجاہدین نے جام شہادت نوش فرمایا۔ قائدین تحریک نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں مگر اُس وقت کی گورنمنٹ نے ملت اسلامیہ کے اجماعی متفقہ عقیدہ (ختم نبوت) کے تحفظ کا فریضہ سر انجام نہ دیا۔ وقتی طور پر تحریک دب کر رہ گئی۔ ۱۹۶۸ء میں مولینا شاہ احمد نورانی

صدیقی رحمۃ اللہ علیہ بیرون ملک تبلیغ دین کی غرض سے گئے۔وہاں قادیانیوں کے ساتھ مناظرہ ہوا جس میں حضرت مولینا شاہ احمد نورانی صدیقی کو تاریخی فتح نصیب ہوئی اور قادیانی اپنی کتابیں چھوڑ کر بھاگ گئے۔حضرت نورانی میاں رحمۃ اللہ علیہ نے جب دیگر ممالک کے دورے کیے تو پتہ چلا کہ قادیانی اسلام اور پاکستان کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں۔اور حضورﷺ کی جگہ مرزا غلام احمد کو محمد اور نبی مانتے ہیں تو حضرت نورانی میاں فکرمند ہوئے۔وطن واپس آ کر آپ نے جمعیت علماء پاکستان کے پلیٹ فارم سے الیکشن لڑا۔۱۹۷۰ء میں ممبر اسمبلی منتخب ہونے کے بعد آپ نے سب سے پہلے قادیانیوں کا مسئلہ حل کرنے کا کہا اور ان قادیانیوں کی وطن عزیز پاکستان کے خلاف سازشوں سے اسمبلی ممبران کو آگاہ کیا۔جمعیت علماء پاکستان کے ساتھ ممبران اسمبلی میں گئے۔انہیں یہ سعادت حاصل ہوئی کہ تحفظ ختم نبوت کی آواز اسمبلی میں انہی یارسول اللہﷺ کا نعرہ لگانے والوں نے دی ورنہ اور بھی علماء کرام موجود تھے اس سے پہلے بھی دیگر علماء کرام اسمبلی میں رہے مگر انہیں یہ سعادت حاصل نہ ہوئی۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں بھی قائدین ملت اسلامیہ نے تحفظ ختم نبوت کیلیے اپنا کردار ادا کیا۔قومی اسمبلی میں قادیانیوں کو کافر قرار دینے کی قرارداد قائد اہلسنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کی۔جس کے نتیجہ میں اُسوقت کے وزیر اعظم مسٹر ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے قادیانی راہنما مرزا ناصر احمد اور قائدین ملت اسلامیہ کو اسمبلی میں اپنے دلائل دینے کا کہا اڑھائی تین ماہ کی بحث کے بعد حکومت پاکستان نے دلائل کی روشنی میں یہ فیصلہ سنایا کہ قادیانی غیر مسلم اقلیت ہیں تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں حضرت مولینا عبدالستار خان نیازی، خواجہ قمر الدین سیالوی، مولینا شاہ احمد نورانی، سید محمود احمد رضوی، قاضی فضل رسول حیدر رضوی، سید محمد علی رضوی، مولینا محمد ذاکر، علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری جسٹس پیر کرم شاہ ازہری، صاحبزادہ فیض الحسن، سید حسین الدین شاہ، حافظ غلام ربانی، پیر محمد ایوب شاہ، حافظ ظہور الٰہی، (سجادہ نشین چورہ شریف) علامہ خلیل احمد قادری، صاحبزادہ افتخار الحسن، مولینا عبد الستار انصاری، مولینا ضیاء اللہ قادری، علامہ شبیر احمد ہاشمی، سید شبیر حسین حافظ آبادی، صاحبزادہ عطاء

المصطفیٰ نوری ہمر دار محمد خان لغاری، علامہ محمد اقبال اظہری، پروفیسر محمد حسین سالک، محترم علامہ مصباح الدین، مولینا فیض احمد اویسی، حضرت مفتی محمد امین فیصل آبادی، اور حضرت علامہ شاہ فرید الحق صاحب جیسے عظیم قائدین نے تحفظ ختم نبوت کا فریضہ سرانجام دے کر اپنے عشق رسول ﷺ کی عظیم مثال قائم کردی اور ثابت کر دیا کہ سنی عاشقان مصطفی ﷺ بس زبان ہی سے دعوئی محبت رسول نہیں کرتے۔ بلکہ اپنے علم و عمل اور کردار سے تحفظ ناموس رسالت کا کام کرتے ہیں۔

الحمدللہ! ہم اہلسنت و جماعت محمدی حنفی بریلوی کا سر بلند ہے کہ ہر دور میں ہم نے دین اسلام قرآن مجید، سنت نبوی اور آقا و مولا مدنی کریم سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی نبوت ورسالت کے تحفظ کیلیے ہر طرح کی قربانیاں دیں۔ تحفظ ختم نبوت اور فتنہ قادیانیت کے استیصال کیلیے سنی علماء ومشائخ نے سینکڑوں کتب تصنیف کیں۔ مقدمے لڑے اخبارات شائع کیے مناظرے کیے کانفرنسیں کیں۔ یہ ان قائدین ہی کی قربانیوں کا ثمر ہے کہ آج ہم جیسے کمزور اور ناتواں بھی تحفظ ختم نبوت کیلیے اپنی قربانی پیش کر رہے ہیں۔ یہ سہرا بھی اہلسنت کے سر ہے۔ کہ جب قادیانی رہنما مرزا طاہر نے ملت اسلامیہ کو مباہلے کا چیلنج کیا تو اُس کا جواب ڈاکٹر طاہر القادری نے دیا۔ علمائے اہلسنت و جماعت مینار پاکستان لاہور میں اکھٹے ہوئے۔ ۲۴ اکتوبر ۱۹۸۸ء (۱۱،۱۲ ربیع الاول شریف کی مقدس رات) میں ایک عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس منعقد کی اور شام سے لیکر صبح نماز فجر تک مرزا طاہر قادیانی کا انتظار کیا۔ مگر مرزا طاہر اپنے بابا مرزا غلام احمد قادیانی کے طریقہ پر عمل کرتے ہوئے چیلنج کرنے کے باوجود نہ آیا۔ حق جیت گیا کفر ہار گیا۔

آخر میں ہم تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ کا ایک مختصر تعارف (معلومات) قارئین کی نظر کرتے ہیں۔ پڑھیے اور اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تحفظ ختم نبوت کا مقدس فریضہ سرانجام دیجیے۔ (شکریہ)

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء ایک نظر میں:۔

☆ ۲۲ مئی کو نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلباء کے وفد کی ربوہ اسٹیشن پر جھڑپ ہوئی۔ قادیانیوں

سے بحث مباحثہ ہوا۔

☆ ۲۹ مئی کو طلبہ کی ٹرین واپس آئی تو ربوہ اسٹیشن پر مرزا طاہر کی سربراہی میں قادیانیوں نے طلباء پر قاتلانہ حملہ کیا۔

☆ ۳۰ مئی کو ملک کے کئی بڑے شہروں میں ہڑتال ہوئی۔

☆ ۳۱ مئی کو سانحہ ربوہ کی تحقیقات کیلئے صمدانی ٹریبونل کا قیام عمل میں آیا۔

☆ ۳ جون کو مجلس عمل کا پہلا اجلاس راولپنڈی میں منعقد ہوا۔

☆ ۹ جون کو مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا قیام عمل میں آیا۔

☆ مجلس کے نائب صدر مجاہد ملت علامہ عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ اور جنرل سیکرٹری علامہ سید محمود احمد رضوی (دارالعلوم حزب الاحناف لاہور) چنے گئے۔

☆ ۱۰ جون سید محمود شاہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ نے گجرات میں صوبائی وزیر زراعت بریگیڈیئر صاحبداد خان کو قادیانیت کے بارے میں مطالبات پیش کیے کہ احمدیت/قادیانیت کو اقلیت و سیاسی جماعت قرار دیا جائے۔ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے۔

☆ سکھیکی ضلع گوجرانوالہ میں جمعیت علمائے پاکستان کے مقامی صدر کی صدارت میں جلسہ عام چھ قادیانیوں نے اسلام قبول کیا۔

☆ حضرت سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں دینی مدارس کے طلباء نے مسٹر منظور قادر بیرسٹر کے گھر پر مظاہرہ کیا کہ وہ گستاخ رسول قادیانیوں/مرزائیوں کی وکالت نہ کریں۔

☆ ۱۳ جون جمعیت علمائے پاکستان کے رہنما میاں جمیل احمد شرقپوری نے وزیر اعظم سے اپیل کی کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔مجلس عمل کے مطالبات تسلیم کیے جائیں اور لوگ جمعہ کو مکمل ہڑتال کریں۔

☆ ۱۴ جون کی ہڑتال کو اشتعال انگیزی یا وطن دشمنی قرار دینا مناسب ہے۔یہ ہڑتال مسلمان اپنے

عقیدے کے اظہار کیلئے کر رہے ہیں۔صاحبزادہ فیض القادری سیکرٹری اطلاعات پنجاب جمعیت علمائے پاکستان کا بیان۔(نوائے وقت لاہور)

☆ ۲۲ جون مجلس عمل کے مطالبات پورے ہونے تک تحریک ختم نبوت جاری رہے گی۔(علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ کا اعلان)۔

☆ مولینا محمد ذاکر نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کیلئے قومی اسمبلی میں قرارداد پیش کی کہ قادیانیوں کے عقائد آئین کی دفعہ ۲۳ جدول سوم سے متصادم ہیں۔

☆ ۲۳ جون ملک عمر حیات ہوتیج ایڈوکیٹ وزیر آباد نے مفتی عبدالشکور ہزاروی کے روبرو مرزائیت سے بریت کا اظہار کیا اور کہا کہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کو مرتد سمجھتا ہوں۔

☆ ۲۴ جون مجلس عمل گوجرانوالہ کے انتخابات میں علامہ ابو داؤد محمد صادق رضوی کو صدر اور مولینا خالد حسن مجددی کو سیکرٹری اطلاعات چنا گیا۔(ماہنامہ لانبی بعدی ختم نبوت نمبر ۲۰۰۲ ص ۱۶۴)

☆ ۲۶ جون فیصل آباد میں مسلمانوں پر فائرنگ کے سلسلے میں ڈی ٹائپ کالونی جمعیت علمائے پاکستان نے اپنے اجلاس میں قادیانیوں کے اس اقدام کی مذمت کی۔مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے ان سے ناجائز اسلحہ برآمد کرنے اور کلیدی اسامیوں سے برطرف کرنے کا مطالبہ کیا۔اجلاس کی صدارت جگر گوشہ محدث اعظم قاضی فضل رسول حیدر مدظلہ نے کی۔

☆ فیصل آباد میں شہر سے بڑا قبرستان غلام محمد آباد کی طرف ختم نبوت کا جلوس جا رہا تھا۔بڑا قبرستان کے سامنے تصادم ہو گیا جس میں مجاہدین قاضی فضل رسول حیدر صاحب مدظلہ حاجی فضل کریم صاحب مدظلہ و دیگر علماء کرام شدید زخمی ہوئے۔

☆ ۳۰ جون کو قومی اسمبلی میں ایک متفقہ قرارداد پیش ہوئی جس پر غور کرنے کیلئے پوری قومی اسمبلی کو خصوصی کمیٹی میں تبدیل کر دیا گیا۔یہ قرارداد حضرت مولینا شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کی۔

☆ ۱۳ جولائی راولپنڈی میں عظیم الشان مشائخ کانفرنس منعقد ہوئی۔اور کانفرنس کے میزبان سید حسین الدین شاہ (مہتمم جامعہ رضویہ ضیاء العلوم)، خواجہ قمر الدین سیالوی، اور جسٹس پیر کرم شاہ بھیروی نے قراردادیں پیش کیں۔

☆ ۲۴ جولائی کو وزیر اعظم نے اعلان کیا کہ قومی اسمبلی کا جو فیصلہ ہوگا وہ ہمیں منظور ہوگا۔

☆ ۱۳ اگست کو صمدانی ٹریبونل نے تحقیقات مکمل کرلیں۔

☆ ۱۵ اگست سے ۲۴ اگست تک وقفوں سے مکمل ۹ روز مرزا ناصر احمد پر قومی اسمبلی میں جرح کی گئی۔

☆ ۲۰ اگست صمدانی ٹریبونل نے اپنی رپورٹ سانحہ ربوہ سے متعلق وزیر اعلیٰ کو پیش کی۔

☆ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے دوران قومی اسمبلی میں قادیانیوں کے بائیکاٹ کیلئے حضرت مفتی محمد امین صاحب فیصل آبادی مدظلہ نے کتاب ''بائیکاٹ کی شرعی حیثیت'' لکھی۔یہ کتاب چھپوا کر حضرت مفتی امین صاحب نے علامہ سعید احمد اسعد صاحب مدظلہ کے ہاتھ قومی اسمبلی میں بھیجی۔جسے حضرت مولینا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسمبلی ممبران وکلاء اور جج صاحبان میں تقسیم کیا۔یہ کتاب اپنے موضوع پر مستند تسلیم کی جاتی ہے۔

☆ علامہ محمد اقبال اظہری آف شجاع آباد نے تین مختصر پمفلٹ تحریر کیے۔جو انجمن طلباء اسلام نے ہزاروں کی تعداد میں چھپوا کر مفت تقسیم کیے۔

☆ حوالہ جات اور کتابوں کی ڈیمانڈ جامعہ نعمانیہ لاہور کی لائبریری سے پوری کی جاتی۔

☆ ۲۴ اگست کو وزیر اعظم نے فیصلہ کیلئے ۷ ستمبر کی تاریخ مقرر کی۔

☆ ۲۷، ۲۸ اگست کو لاہوری گروپ پر قومی اسمبلی میں جرح ہوئی۔

☆ یکم ستمبر کو لاہور بادشاہی مسجد میں ایک ملک گیر عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔

☆ ۵، ۶ ستمبر کو اٹارنی جنرل نے قومی اسمبلی میں عمومی بحث کی اور مرزائیوں پر جرح کا خلاصہ پیش کیا۔

☆ ۶ ستمبر کو مجلس عمل کی راولپنڈی میں ختم نبوت کانفرنس، وزیر اعظم سے ملاقات اور فیصلہ۔

☆ ۷ ستمبر کو قومی اسمبلی نے فیصلے کا با قاعدہ اعلان کیا کہ!

''مرزا قادیانی کے ماننے والے ہر دو گروپ (قادیانی ربوہ گروپ اور قادیانی لاہوری گروپ) غیر مسلم ہیں۔'' (ضیائے حرم ختم نبوت نمبر، ذاتی نوٹ بک، لا نبی بعدی ختم نبوت نمبر)

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

تحریک ختم نبوت اور

علامہ پیر محمد امین الحسنات شاہ

حافظ محمد مسعود رضوی

ولادت 25 رجب 1369ھ بمطابق 9 مئی 1950ء (بھیرہ)

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

علوم وفنون اسلامیہ میں تاریخ وسوانح ایک ایسا شعبہ ہے جس کا احاطہ ممکن نہیں، انسان کی تاریخ، شہر کی تاریخ، ملک کی تاریخ اور پھر ان سے متعلقات کی تاریخ جغرافیائی کیفیات، تمدنی حالات، معاشی حالات، معاشرتی معلومات یہ سب عنوان تاریخ سے عبارت ہیں۔ تاریخی شخصیات کی فہرست بڑی طویل ہے۔ ماضی کی تو بات ہی کیا، عصرِ حاضر میں ہماری بے شمار شخصیات ہیں۔ جن کے نام افلاک تاریخ پر آفتاب و ماہتاب کی طرح چمک رہے ہیں۔ انہیں نابغہء روزگار، معنی خیز شخصیات، صاحبانِ علم وفضل، محسن ملک وملت، محسنین اہل سنت اور سرتاپا مجسمہ خیر وبرکت شخصیات میں حضرت قبلہ عالم پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب کا شمار بھی ہوتا ہے۔ علوم وفنون کے یہ ہمالہ، شریعت وطریقت کے امام، تحریک تجدید عشق رسالت کے نامور قائد اور صائب الرائے سیاستدان حکیم الامت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کے اس شعر کے حقیقی مصداق ہیں۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور

پیدا

یہ سیماب فطرت شخصیت تعلیم کے دوران ہی دو اہم ترین تحریکوں تحریک ختم نبوت 1974 اور تحریک نظام مصطفےٰ ﷺ مرکزی خیال کی حیثیت سے سرگرم عمل رہی اور آج تک اپنی زبان وقلم کے ذریعے اپنی آواز حکومتی ایوانوں تک بڑی بیباکی اور شجاعت سے پہنچانے میں مصروف عمل نظر آتی ہے۔ جہاں حکومت کی ناکام پالیسیوں کی کھل قلعی کھولنا، مخلوط میراتھن ریس پر بڑی شجاعانہ تنقید کرنا، امریکہ نواز حکمرانوں کیلئے ذوالفقار حیدری بن کر ٹوٹنا، اسلام مخالف پروپیگنڈوں کے رستے میں آہنی دیوار بن کر کھڑے ہو جانا، دہشت گردی کو اسلام سے منسلک کرنے کا سوچنے والے حکمرانوں کو چپ کا روزہ رکھنے پر مجبور کرنا، دینی مدارس کے خلاف سازشیں کرنے والوں پر برق صاعقہ بن کر چمکنا اور والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ کی سنت کو زندہ کرتے ہوئے انگریز نواز حکومت کو حقائق کی طرف پلٹنے پر مجبور کرنا اس ستودہ صفات پیکر عشق رسالت کے شب وروز کے مشاغل میں شامل ہے وہاں پر عقیدہ ختم نبوت کے منکرین کیلئے

آپ کی ذات والا صفات کلک رضا اور ذوالفقار حیدری کے جوہر دکھا کر پوری جانبازی اور سرفروشی سے خبر لیتے نظر آ رہی ہے اور ایوان بالا سے لیکر عوام تک ہر ایک کیلئے خواہ وہ صاحب مال و منال ہے یا مفلس و نادار، خواہ وہ حاکم ہے یا محکوم، ایک ہی فرد یگانہ نظر آتی ہے۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں یہ جہاں چیز ہے کیا لوح قلم تیرے ہیں

آپ نے ختم نبوت کے منکرین کے خلاف عملی جہاد کا آغاز اس وقت فرمایا۔ جب 1974 میں جید علماء اہلسنت ملکی سطح پر اس کے خلاف برسرپیکار تھے۔ تو آپ نے علاقائی سطح پر تنظیم "الفتح" کی بنیاد رکھ کر اس کو مرزائیوں کے گلے کی ہڈی بنا دیا۔ جب علاقائی سطح پر قادیانیوں کے خلاف چلنے والی تحریک کی باگ ڈور آپ کے ہاتھ میں آئی تو آپ نے کم عمری کے باوجود بڑی دانشمندی سے جملہ مکاتب فکر کے علماء سے رابطہ فرما کر انہیں ایک اسٹیج پر اکٹھا کیا۔ ان سے گزارش کی کہ بے شک مرزائیوں کے خلاف تحریک کی روح رواں بزرگ علماء کرام ہی کی ہستیاں ہیں مگر سارا کام بزرگوں کے لئے سرانجام دینا ممکن نہیں۔ اس لئے آپ حضرات اپنی کوششیں جاری رکھیں لیکن ہمیں اجازت مرحمت فرمائیں کہ ہم نوجوان نسل کو اکٹھا کر کے ایک فعال تنظیم بنائیں جو آپ حضرات کی معاونت بھی کرے اور ساتھ ہی ساتھ ان محاذوں پر سرگرم عمل ہو جہاں تک بزرگوں کی رسائی ممکن نہیں۔ سب نے بخوشی اجازت فرمائی۔ آپ نے الفتح کے قیام کا اعلان فرمایا۔ اور بڑی دانشمندی اور لیاقت کو بروئے کار لاتے ہوئے صرف ایک ہی عہدہ رکھا گیا تا کہ عہدوں کی جنگ میں الجھ کر کارکن اپنا وقت ضائع نہ کرتے رہیں وہ عہدہ قائد الفتح کا تھا جس کی ذمہ داری قبلہ صاحبزادہ صاحب ہی کے کندھوں پر تھی۔ آپ نے اپنی پرجوش قیادت کے ذریعے کارکنوں میں ایسی روح پھونکی کہ سب کا ایک ہی نعرہ ہوتا تھا کہ قائد الفتح نے فیصلہ فرما دیا ہے ہم نے ہر حال میں اس پر عمل کرنا ہے۔ چونکہ مجلس عمل کی طرف سے یہ اعلان ہو چکا تھا کہ مرزائیوں سے سوشل بائیکاٹ کر دیا جائے۔ اور بھیرہ میں ایک پورا محلہ ان کا تھا اور مقامی سیاست کے حوالے سے ایک مخصوص گروپ اپنے ووٹوں کے لالچ میں ان سے معاملات طے کرتا تھا۔ ایسے حالات میں الفتح کی ذمہ داریاں بڑھ گئیں۔ جس پر پیر صاحب نے حکم فرما دیا کہ سارا دن اور رات پہرہ دیا جائے جو کوئی ان سے میل ملاپ کرے اس کو سیدھے رستے پر لانے کیلئے کاروائی کی جائے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ یہ کارکن سارا دن اور ساری رات اپنے عظیم قائد کے حکم کے مطابق پہرہ دیتے اور کسی بھی حوالے سے مرزائیوں کے ساتھ تعاون کرنے والا ان کی زد سے نہ بچ سکتا تھا۔ اور پیر صاحب کی دوررس قیادت کی وجہ سے الفتح کا نیٹ ورک اتنا مضبوط تھا کہ سیکورٹی کے فرائض انجام دینے والے کارکن بظاہر الفتح کی طرف سے معتوب گردانے جاتے تھے۔ عام اجلاس میں ان کے خلاف

نعرے لگتے ان کو لعن طعن کیا جاتا۔لوگ سمجھتے کہ ایسے لوگ الفتح کے خلاف ہیں مگر یہ ساری کاروائی ایک منظم منصوبہ کے تحت ہوئی تھی۔ابتداً پیر صاحب نے اس تنظیم کو بھیرہ تک محدود رکھا لیکن آہستہ آہستہ مضافات میں پھیلاتے رہے۔اور مسلم نوجوان اس میں شامل ہو کر تحفظ ختم نبوت کیلئے اپنی جوانیاں وقف کرتے رہے۔میانی پھلروان وغیرہ میں اس کے سب یونٹ قائم ہوئے تو ضلعی سطح پر کنونشن کا پروگرام ترتیب دیا گیا۔جس میں سلانوالی، سرگودھا شہر اور چند علاقائی یونٹوں کو مدعو کیا گیا تھا۔آپ نے الفتح کا ایک ایسا گروپ بھی بنا دیا جسے ہر قسم کے حالات سے نمٹنے کیلئے جہاد کی تربیت بھی دی جاتی تھی۔اس کیمپ کے بارے میں چند افراد کو ہی پتہ تھا جو آخری دم تک مخفی رہا۔ہر روز عشاء کے بعد قبلہ پیر صاحب محفل میں اگلے روز کا لائحہ عمل تیار کرتے اور ساری رات وقفے وقفے سے ویسپا پر شہر کا چکر لگا کر حالات معلوم کرتے تھے۔

جوں جوں وقت گزرتا گیا تحریک زور پکڑتی گئی مرزائیوں اور ان کے سرپرستوں پر عرصہ حیات تنگ ہونے لگا تو انہوں نے نہایت گھناؤنی سازش کی۔اس کی ضرورت انہیں اسلئے پیش آئی کہ ان دنوں بلا مبالغہ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی کام بھی قائد الفتح کی مرضی کے خلاف بھیرہ میں نہیں ہو رہا۔درجنوں ایسے انہونے واقعات رونما پذیر ہوئے جنہیں دیکھ کر قادیانی سرپھروں کو یقین ہو گیا کہ اگر پیر صاحب اسی رفتار سے سرگرم عمل رہے تو ہماری خیر نہیں۔اس لئے انہوں نے آپ پر قاتلانہ حملے کا پروگرام بنایا۔بمطابق پروگرام جب رات بارہ بجے کے لگ بھگ آپ ویسپا پر الفتح کے کارکنوں کی کارکردگی کا جائزہ لے کر لوٹ رہے تھے۔تو مخالفوں نے دو خانی گرنیڈ پھینکے پھر یکا یک پستول کے کئی وار کئے۔دشمن یہ سمجھا کہ ہم نے اپنا کام مکمل کر لیا ہے۔لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا جب پہلا گرنیڈ پھٹا اس کی آواز کی دھمک اور دھوئیں کے باعث موٹر سائیکل قابو سے باہر ہو گئی آپ کے ساتھ افتخار الحسن صاحب تھے وہ بھی گر پڑے۔اور ساری گولیاں ان کے اوپر سے گزر گئیں مخالف اپنے حربے میں ناکام ہو گئے کیونکہ

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

الفتح کے قیام سے کچھ دن پہلے مجلس عمل سوشل بائیکاٹ کا اعلان کر چکی تھی۔مگر اس کے باوجود کچھ نا عاقبت اندیش مرزائیت نوازی کرتے تھے۔الفتح کے کارکنوں نے اس کو کامیاب بنانے کیلئے مرزائی نوازوں کا سختی سے محاسبہ کیا۔الفتح کی طرف سے اعلان کیا گیا ''ہم حکومت کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے مرزائیوں سے نہیں الجھیں گے۔لیکن جو مسلمان ان سے معاملات کرتا ہوا پایا گیا جس نے سوشل بائیکاٹ کی مہم کو ناکام بنانے کی کوشش کی اسے ''الفتح،، کے تجویز کردہ طریقہ سے رسوا کیا جائیگا،،۔

بھیرہ شہر میں مجلس عمل کے تقریباً پچاس جلسے ہوئے جن میں سے ہر ایک پہلے سے زیادہ با رونق ہوتا تھا۔ جسکی بڑی وجہ ''الفتح،، کے جیالوں کے نعرے تھے جو فضا میں گونجتے تو مرزائیوں کے دل دہل جایا کرتے تھے۔ اور جب یہ نعرہ گونجتا ''ربوہ کی دیواروں کو ایک جھٹکا اور دو،، تو صرف مرزائی کو چہ ہی نہیں مرزائیوں کا پورا ایوان کانپ اٹھتا تھا۔

یہاں پر ''الفتح،، کے زیر اہتمام اس تاریخی کنونشن کا تذکرہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں جس نے اہل اسلام کے دلوں کو نیا جوش اور ولولہ عطا کیا۔ 18 اگست کی صبح ہر طرف گہما گہمی تھی۔ بازار جھنڈیوں سے آراستہ تھے ہر شخص کا چہرہ عزیمت اور استقامت کا مظہر تھا۔ بس سٹاپ اور ریلوے سٹیشن پر ''الفتح،، کا لہراتا ہوا پرچم آنے والے مہمانوں کو فوراً ہی متوجہ کر لیتا تھا۔ ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ صاحب کی زیر صدارت کاروائی شروع ہوئی تلاوت اور نعت کے بعد سٹیج سیکرٹری ریاض احمد خان صاحب نے ''الفتح،، کا تعارف کراتے ہوئے جذبہ جانثاری کا اعلان ان الفاظ سے کیا!

خون دل دے کے نکھاریں گے رخ برگ گلاب
ہم نے گلشن کے تحفظ کی قسم کھائی ہے

تھوڑی دیر بعد سٹیج سیکرٹری کی طرف سے اعلان ہوا کہ قائد الفتح تشریف لاتے ہیں حاضرین کا اشتیاق بڑھ گیا، نگاہیں سٹیج پر جم گئیں۔ جناب قائد مائیک پر آئے تو ان کی آواز فضا میں ابھری!

یارب بالمصطفٰی بلغ مقاصدنا
واغفر لنا ما مضی یا واسع الکرم

آپ نے اپنے مخصوص انداز میں فتنہ مرزائیت کی نقاب کشائی کی۔ اس کے بعد ایک بار پھر دشمن نے اپنی روایتی بزدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے آپ پر قاتلانہ حملہ کر دیا۔ مگر قدرت نے انھیں ایک بار پھر یہی پیغام دیا کہ!

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

قبلہ پیر امین الحسنات شاہ صاحب اس دور سے لیکر آج تک رہبر تحریک ختم نبوت کی حیثیت سے کامیاب راہنمائی کر رہے ہیں۔ تمام تر تکالیف و مصائب کا سامنا کر کے بھی یہ اعلان کرتے ہوئے!

شمع کی طرح جئیں گے بزم عالم میں
خود جلیں گے دیدۂ اغیار کو بینا کریں گے

منکرین ختم نبوت کیلئے جیش جبار بنے ہوئے ہیں۔ خدا آپ کا سایہ اہلسنت کے سروں پر تادیر قائم رکھے۔ آمین بجاہ ختم المرسلین

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

تحفظ ختم نبوت اور

علامہ غلام رسول سعیدی

محمد اکرم ساجد

دور حاضر کے جن علماء اہل سنت نے اپنے قلم کی خوب خوب جولانیاں دکھائیں اور علوم ومعارف کے دریا بہادیے ان میں محقق عصر علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ کا نام نامی اسم گرامی نہایت نمایاں ہے۔خلاق عظیم نے انہیں دقت نظر، بلندی فکر، وسعت مطالعہ اور اظہار مافی الضمیر کی صلاحیتیں بڑی فیاضی سے عطا فرمائی ہیں۔علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کے بقول آپ اس دور میں بلاشبہ کبریت احمر سے بھی بڑھ کر ہیں (۱)

شرح صحیح مسلم سات جلدوں میں اور تفسیر تبیان القرآن بارہ جلدوں میں آپ کے علم وفضل اور تحقیق وتدقیق کا منہ بولتا ثبوت ہیں اور اب اپنی عمر عزیز کے آخری حصے میں "نعمۃ الباری کے نام سے اصح الکتب بعد کتاب اللہ (صحیح البخاری) کی شرح لکھنے میں اپنی ساری صلاحیتیں وقف کیے ہوئے ہیں (۲)

زیر نظر تحریر میں حضرت علامہ سعیدی صاحب کی ختم نبوت اور ردمرزائیت کے حوالے سے لکھی گئی تحریروں کو موضوع بحث بنایا جائے گا۔آپ نے اپنی کتابوں میں بڑے دلنشین انداز میں سرورکائنات فخر موجودات سیدنا ومولانا محمد مصطفیٰ ﷺ کی ختم نبوت کے حوالے سے خوبصورت دلائل دیے ہیں اور بڑے سنجیدہ انداز میں فتنہ قادیانیت کا رد کیا ہے۔اپنی نادر روزگار تصنیف تبیان القرآن میں سورۃ البقرۃ:۴ کی تفسیر میں لکھتے ہیں!

''اس آیت میں یہ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ جو وحی آپ پر نازل ہوئی اس پر ایمان لایا جائے اور جو وحی آپ سے پہلے نازل ہوئی ہے اس پر ایمان لایا جائے اور اگر آپ کے بعد بھی وحی کا سلسلہ ممکن ہوتا تو بعد میں آنے والی وحی پر بھی ایمان لانا ضروری قرار دیا جاتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا محمد ﷺ کے بعد نزول وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور آپ کے اوپر نبوت ختم ہو گئی آپ کے بعد کوئی نبی اور رسول مبعوث نہیں ہوگا اور حضرت عیسٰی علیہ اسلام کا آسمان سے قرب قیامت میں نازل ہونا اسکے منافی نہیں ہے کیونکہ وہ مبعوث نہیں ہوں گے بلکہ نبی ﷺ کے ایک اُمتی کی حیثیت سے آئیں گے اور ہمارے رسول سیدنا محمد ﷺ

کی شریعت کی اتباع کریں گے اور ہمارے امام کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اس وقت تمہاری کیا شان ہوگی جب تم میں ابن مریم نازل ہوں گے اور امام تم میں سے ہوگا''۔ (صحیح البخاری ج ا ص ۴۹۰ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ) (۳)

سورۃ الاحزاب: ۴۰ کی تفسیر میں آپ نے اس موضوع پر کھل کر بحث فرمائی ہے اور اس موضوع پر آپ کی باقی تحریروں میں یہ تحریر سب سے مفصل اور جامع ہے۔ یہ وقیع بحث ۳۵ صفحات میں پھیلی ہوئی ہے۔ (۴) اس میں آپ نے نبی اکرم ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کی تائید میں ۱۰ آیات قرآنیہ پیش کی ہیں۔ علاوہ ازیں ۵۰ احادیث صحیحہ مقبولہ مکمل حوالہ جات کیساتھ ذکر کی ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے اس بحث میں آپ نے جو خوبصورت عنوانات قائم کیے ہیں وہ یہاں لکھ دیے جائیں۔

ا۔۔۔ سیدنا محمد ﷺ کے خاتم النبیین اور آخری نبی ہونے کے متعلق قرآن مجید کی آیات

۲۔۔۔ سیدنا محمد ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے متعلق احادیث صحیحہ مقبولہ

۳۔۔۔ احادیث ختم نبوت کی تعداد

۴۔۔۔ نبی ﷺ کے بعد مدعی نبوت کی تصدیق کرنے والوں کو فقہاء اسلام کا کافر اور مرتد قرار دینا

۲۸۔۔۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہمارے نبی ﷺ کی قبر انور سے اسلام کے احکام کا علم حاصل کرنا

۲۹۔۔۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہمارے نبی ﷺ کی زیارت اور آپ کی تعلیم سے مستفید ہونا

۳۰۔۔۔اولیاء کرام کا نیند اور بیداری میں آپ کی زیارت کرنا اور آپ سے استفادہ کرنا

۳۱۔۔۔ایک وقت میں متعدد مقامات پر نبی ﷺ کی زیارت کی کیفیت

۳۲۔۔۔اس اعتراض کا جواب کہ عہد صحابہ میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت اور آپ سے استفادہ کا اس قدر ظہور کیوں نہیں ہوا؟۔(۵)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حضرت علامہ سعیدی نے موضوع سے متعلقہ تمام اہم باتیں بیان فرمائی ہیں ان میں سے ہم حصول برکت کے لیے پانچ یہاں لکھتے ہیں۔

۱۔۔۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ''میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے بہت حسین وجمیل ایک گھر بنایا مگر اس کے کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔لوگ اس گھر کے گرد گھومنے لگے اور تعجب سے یہ کہنے لگے اس نے اینٹ کیوں نہ رکھی آپ نے فرمایا! میں (قصر نبوت کی) وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔(صحیح البخاری:۳۵۳۵،صحیح مسلم:۲۲۸۶،السنن الکبریٰ:۱۱۴۲۲،مسند احمد:۷۴۷۹،عالم الکتب)

۲۔۔۔حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! بے شک میرے لیے تمام روئے زمین کو لپیٹ دیا اور میں نے اسکے مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا۔(الی قولہ) عنقریب میری اُمت میں تیس کذاب ہوں گے ان میں ہر ایک کا زعم ہوگا کہ وہ نبی ہے اور میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔(سنن ابو داؤد:۴۲۵۲،صحیح مسلم:۲۸۸۹،سنن الترمذی:۲۲۰۲،سنن ابن ماجہ:۳۹۵۲،صحیح البخاری:۷۱۲۱ میں ہے عنقریب تیس کذاب نکلیں گے۔ان میں سے ہر ایک کا زعم ہوگا کہ وہ رسول اللہ ہے)

۳۔۔۔حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میری اور مجھ سے پہلے نبیوں کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے گھر بنا کر مکمل کیا اور اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی پس میں آیا اور میں نے اس اینٹ کو رکھ کر اس گھر کو مکمل کر دیا۔(مسند احمد ج ۳ ص ۹،حافظ زین نے کہا! اس حدیث کی سند صحیح ہے۔حاشیہ مسند احمد:۱۱۰۰۹،دار الحدیث قاہرہ ۱۴۱۶ھ)

۴۔۔۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے چھ وجوہ سے انبیاء پر فضیلت دی

گئی ہے۔

۱۔مجھے جوامع الکلم عطا کیے گئے

۲۔میری رعب سے مدد کی گئی

۳۔میرے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا

۴۔تمام روئے زمین کو میرے لیے آلہ طہارت اور نماز کی جگہ بنا دیا گیا

۵۔مجھے تمام مخلوق کی طرف (نبی بنا کر بھیجا گیا)

۶۔اور مجھ پر نبیوں کو ختم کیا گیا (صحیح مسلم:۵۲۳، سنن الترمذی:۱۵۵۳، سنن ابن ماجہ:۵۶۷، مسند احمد ج۲ص۴۱۲)

۵۔۔۔حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا!تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ کے لیے ہارون تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔(صحیح البخاری:۴۴۱۶، صحیح مسلم:۲۴۰۴، سنن الترمذی:۳۷۳۱، سنن الکبریٰ للنسائی:۸۴۳۵، المعجم الکبیر۳۳۴، ۲۰۲۶، المستدرک ج۳ص۱۰۹ قدیم

رقم الحدیث:۴۵۷۵ جدید، سنن بیہقی ج۹ص۴۰، صحیح ابن حبان:۶۹۲۷، مصنف عبد الرزاق:۹۷۴۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج۱۲ص۶۰ (۶)

اس مبسوط بحث میں علامہ سعیدی صاحب نے جہاں ختم نبوت کے دلائل بڑی خوبصورتی سے دیے ہیں وہیں نبوت کے جھوٹے دعویدار رسوائے زمانہ مرزا غلام احمد قادیانی کا بھی رد بلیغ کیا ہے اور اس کے اعتراضات کے مدلل جوابات دیے ہیں۔اپنی معرکۃ الآراء کتاب "شرح صحیح مسلم" کی چھٹی جلد میں بھی حضرت علامہ سعیدی صاحب نے رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت کے

بیان اور قادیانیوں کے اعتراضات کے جوابات کے حوالے سے خوبصورت مقالہ لکھا ہے۔اس مقالے میں ایک مقام پہ آپ لکھتے ہیں!

''ہم نے مستند امہات کتب حدیث سے ایسی احادیث پیش کر دی ہیں جن میں یہ تصریح کر دی گئی ہے کہ نبی ﷺ کے بعد کوئی رسول مبعوث ہوگا نہ کوئی نبی اور احادیث اس قدر زیادہ طرق اور اسانید سے مروی ہیں کہ یہ حکما متواتر ہیں ورنہ انکے تواتر معنوی ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ اور ان احادیث کو پڑھنے کے بعد ایک انصاف پسند شخص کے لیے ختم نبوت اور آپ کے بعد سلسلہ نبوت کے منقطع ہونے کے سلسلے میں کسی قسم کے تردد کی گنجائش نہیں ہے لاّیہ کہ کسی شخص کے دل ودماغ پر گمراہی کی مہر لگی ہوئی ہو تو اس کے لیے ہدایت کی کوئی سبیل نہیں ہے''۔(۷)

دسمبر ۱۹۷۵ء میں ماہنامہ ضیائے حرم کا تحریک ختم نبوت نمبر کے عنوان سے ایک خوبصورت خصوصی شمارہ شائع ہوا اس میں علامہ سعیدی صاحب کا ''قادیانیوں کو دعوت اسلام'' کے عنوان سے ایک وقیع علمی مقالہ چھپا۔ بقول مفتی عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کہ دبئی کا ایک مرزائی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا چنانچہ اس نے اپنے قلبی جذبات مدیر ضیائے حرم کے نام ارسال کیے۔(۹)

اس مقالے کے آخر میں علامہ سعیدی صاحب قادیانیوں کو یوں دعوت اسلام دیتے ہیں!

''ہم انتہائی درد کیساتھ قادیانی حضرات سے گذارش کرتے ہیں کہ ایمان ایک قیمتی دولت ہے اس دولت کو اس شخص پر لٹا کر ضائع نہ کریں جس کی نبوت تو کجا ایمان بھی ثابت نہیں ہے۔ آؤ جعلی اور وضعی نبوت کو چھوڑ کر صرف انکی نبوت پر قناعت کر لو جس کی نبوت ہر قسم کے شک وشبہ سے بالا دلائل سے مبرہن اور آئندہ بعثت کے ختم ہونے کی علامت ہے۔ وہ نبی جو کوثر کا مالک لواءِ حمد کا حامل اور انبیاء کا خاتم ہے اسے چھوڑ کر کسی مفتری اور کفر رسیدہ شخص کو نبی مان لینا ہرگز نجات کا راستہ نہیں ہے۔ پس اے راہ نوردان شوق اگر تم واقعی حق کی تلاش رکھتے ہو تو آؤ اور قادیان کو چھوڑ کر طیبہ کی طرف لوٹ آؤ''۔(۱۰)

حاصل بحث:

علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ نے اپنے موقف کی تائید اور مخالفین کی تردید میں اپنی باقی تحریروں کی طرح یہاں بھی خالصتاً معروضی اور تحقیقی انداز اختیار کیا ہے۔ ہر بات باحوالہ بیان کی ہے اور مصادر اصلیہ کو اپنے پیش نظر رکھا ہے۔ بلاشبہ آپ کا وجود مغتنمات روزگار میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ تا دیر اہل سنت کے سروں پر سلامت رکھے اور آپ کا قلم معجز رقم یونہی تاریکیوں میں اجالے بکھیرتا رہے۔ آمین!

حواشی / حوالہ جات

۱۔سعیدی غلام رسول، علامہ شرح صحیح مسلم، فرید بک سٹال لاہور طبع ۱۳، ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ اپریل ۲۰۰۶، ج۱ ص ۳۶ اور ۳۷ کے درمیان (تاثرات از علامہ عبدالحکیم شرف قادری)

۲۔علامہ غلام رسول سعیدی کے تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ فرمائیں:

ا۔محمد ناصر خان چشتی: حیات سعید ملت اور فہارس شرح صحیح مسلم، فرید بک سٹال لاہور، طبع ۱ صفر ۱۴۲۵ھ اپریل ۲۰۰۴ء

ب۔محمد اسماعیل نورانی، حافظ: حقائق شرح صحیح مسلم و دقائق تبیان القرآن فرید بک سٹال لاہور طبع ا رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ اکتوبر ۲۰۰۴ء

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری کی پہلی جلد منصۂ شہود پر آچکی ہے اور پانچویں جل علامہ سعیدی صاحب کے زیر قلم ہے اللہ تعالیٰ حضرت علامہ کو اس عظیم منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی سعادت عطا فرمائے آمین! ۳۔سعیدی غلام رسول: علامہ: تبیان القرآن، فرید بک سٹال لاہور طبع ۶، رجب ۱۴۲۶ھ اگست ۲۰۰۵ء، ج ا ص ۲۹۱

۴۔سعیدی، غلام رسول، علامہ: تبیان القرآن، فرید بک سٹال لاہور طبع ۲ صفر ۱۴۲۶ھ اپریل ۲۰۰۵ء ج ۹ ص ۴۶۱۔۴۹۶

۵۔حوالہ بالا ۶۔تبیان القرآن ج ۹ ص ۴۶۳۔۴۶۴

۷۔سعیدی، غلام رسول، علامہ: شرح صحیح مسلم، فرید بک سٹال لاہور طبع ۱۴، ربیع الاول ۱۴۲۸ھ اپریل ۲۰۰۷ء، ج ۶ ص ۲۹۷

۸۔ماہنامہ ضیائے حرم کا آغاز حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری متوفی ۱۹۹۸ء نے ۱۹۰۷ء میں حافظ مظہر الدین مظہر کے مشورے سے کیا جو کہ اب تک بڑی کامیابی کیساتھ نکل رہا ہے۔

۹۔سعیدی، غلام رسول، علامہ: تذکرۃ المحدثین، فرید بک سٹال، لاہور طبع ا ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ ۱۹۷۷ء

ص۲۰ (تقریب وتعارف از علامہ مفتی عبد القیوم ہزاروی)

۱۰۔ا) سعیدی، غلام رسول، علامہ: قادیانیوں کو دعوت اسلام، ماہنامہ ضیائے حرم تحریک ختم نبوت نمبر لاہور طبع ۲ (ماہ و سال

درج نہیں) ص۱۶۰

ب) ایضاً: مقالات سعیدی، فرید بک سٹال لاہور طبع ۹ ربیع الثانی ۲۶ ۱۴ھ جون ۲۰۰۵ء، ص۸۱

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

تحریک ختم نبوت اور
جامعہ رضویہ ضیاء العلوم

مولانا سید ذاکر حسین شاہ (ایم اے)

دور اول:

انگریز کے خود کاشتہ پودے مرزا غلام احمد قادیانی نے اعلان نبوت سے اُمت مسلمہ کو جس خلفشار میں مبتلا کیا وہ محتاج بیان نہیں علمائے کرام اور اولیائے عظام نے اس سلسلہ میں جس جرأت وہمت کا مظاہرہ فرمایا وہ بھی محتاج تعارف نہیں ہے۔ ہمدردان ملت میں سے علامہ اقبال مرحوم نے اپنی شاعری میں جس حکیمانہ انداز سے اس انگریز ساختہ نبوت پر تنقید فرمائی ہے وہ ملت کا سرمایہ ہے۔

ہمارے مشائخ عالی مقام سے جس طرح مرزا آنجہانی کو سیدی اعلیٰ حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے موضوع سخن بنایا اور برصغیر میں اجماع اُمت کے پہلے داعی بنے وہ بھی تاریخ کا تابناک حصہ ہے۔

یہ سلگتی چنگاری ۱۹۵۳ء میں شعلہ جوالہ بن گئی تحریک کو لاہور میں مارشل لاء لگا کر اور مسلمانوں پر تشدد کے پہاڑ توڑ کر کچل دیا گیا علمائے اسلام نے عموماً اور علمائے اہلسنت نے خصوصاً اس تحریک کے لیے بڑی قربانیاں دیں۔ سرمایہ اہل سنت مجاہد ملت مولانا عبد الستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ کو سزائے موت سنائی گئی مگر قادر وقیوم اللہ کریم نے انہیں محفوظ رکھا۔

بانیان جامعہ کی خدمات:

اس تحریک میں جامعہ کے ناظم اعلیٰ جو کہ اس وقت دار العلوم عزیزیہ (بھیرہ) ضلع سرگودھا کے موقوف علیہ کے طالب علم تھے نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اور بھیرہ سے جو قافلہ گرفتاریاں پیش کرنے کے لیے سرگودھا روانہ ہوا اس کے امیر شاہ صاحب ہی تھے۔ عاشقانِ رسول کے اس قافلہ کی روانگی کے وقت علماء ومشائخ اور بھیرہ کے غیور مسلمانوں کا حد نظر تک جم غفیر الوداع کہنے کے لیے موجود تھا۔

حضرت مولانا سید حسین الدین شاہ صاحب کو سرگودھا سے گرفتار کیا گیا اور جرم عشق رسول میں تین ماہ کی قید شاہ پور جیل میں کاٹی۔ مبلغ اسلام حضرت مولانا سید شاہ عبد الرحمٰن مدظلہ العالی ہمارے ادارے کے ناظم اعلیٰ کے برادر گرامی ہیں۔ آپ ملک کے نامور خطیب اور شعلہ نوا مقرر ہیں پہلی تحریک مرزائیت کے دوران آپ ملکوال کی مرکزی مسجد کے خطیب تھے۔ آپ نے ملک بھر میں عموماً اور ضلع گجرات میں خصوصاً تحریک کے لیے بڑا کام کیا۔ آپ کی

خطابت کے جوہر خوب چمکے۔تحریک میں آپ کی اولعزم خطابت نے پورے علاقے میں جان ڈال دی۔آپ نے شب و روز بڑی لگن سے تحریک کو چلایا اور بڑی جاں فشانی سے آگے بڑھتے رہے۔مولانا سید حسین الدین شاہ صاحب کے چچا زاد بر اور بزرگ علامہ سید علاؤ الدین شاہ صاحب کو اس تحریک میں بھرپور حصہ لینے کی وجہ سے گرفتار کر کے چار ماہ کی قید بامشقت سنائی گئی انہوں نے بڑی خندہ پیشانی سے یہ چار ماہ کی قید مشقت ساری صعوبتوں کیساتھ کاٹی بات وہی تھی کہ

؎ شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

جامعہ رضویہ کے مہتمم اور شیخ الجامعہ علامہ سید غلام محی الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ قبلہ اس پہلی تحریک ۱۹۵۳ء کے وقت دار العلوم عزیزیہ بھیرہ کے صدر مدرس تھے۔آپ کے شاگردوں نے تحریک میں گرفتاریاں پیش کیں۔بھیرہ کے عظیم الشان اور تاریخی جلوس میں آپ بہ نفس نفیس شامل تھے۔دار العلوم عزیزیہ کے مہتمم حضرت مولانا افتخار احمد بگوی رحمۃ اللہ علیہ نے قبلہ شاہ صاحب کو باصرار کہا کہ تحریک میں آپ مہربانی فرما کر اگلی صف میں نہ آئیں کیونکہ دار العلوم کے ذمہ داروں کی گرفتاریوں کا شدید خطرہ ہے جب ہم گرفتار ہو جائیں تو جامع مسجد اور مدرسہ کا انتظام آپ نے سنبھالنا ہو گا اور ہر طرح کی کمک پہنچانا ہو گی۔اسی سکیم کے تحت شاہ صاحب قبلہ نے کام جاری رکھا اور عظیم الشان مسجد کے خطیب دار العلوم عزیزیہ کے مہتمم اور ناظم اعلیٰ کی گرفتاری کے بعد سارا انتظام بحسن خوب چلایا اور کسی قسم کا خلا پیدا نہیں ہونے دیا مختلف جیلوں میں اشیائے ضرورت کی فراہمی بھی احسن طریقے سے شاہ صاحب نے جاری رکھی۔

راقم الحروف نے بھی اس تحریک میں پوری طرح حصہ لیا بے شمار جلسوں کو خطاب کیا۔دار العلوم عزیزیہ سے جب منتظمین اور شاہ صاحب گرفتار ہو گئے تو راقم نے وہاں کئی تقاریر کیں احتجاجی جلوسوں میں شمولیت کی۔سرگودھا شہر اور ونہار کے کئی قصبات میں تقاریر کیں چند دن سرکاری مہمان خانہ کی مہمانی کا بھی شرف پایا۔انہی دنوں میں مولوی فاضل کی تیاری میں مصروف تھا عشق کی وادی میں پاؤں رکھے تو مطالعہ رک گیا لیکن سرکار عرش وقار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بندہ پروریاں کام آئیں اور پنجاب یونیورسٹی سے یہ امتحان بھی اسی سال پاس کر لیا۔

دور ثانی تحریک ۱۹۷۴:

۱۹۷۴ء میں تحریک ایک دفعہ پھر قوت سے اٹھی مرزائی فتنہ کو جڑوں سے اکھاڑنے کے لیے ملت میدان میں اتر آئی جلسوں اور جلوسوں کی بہتات تھی فضا میں تکبیر و رسالت کے نعرے گونج رہے تھے اور حضور پاک ﷺ کے نام

نامی کی برکت سے ان مساجد و مدارس میں بھی یا رسول اللہ کے نعرے بلند ہوتے تھے جہاں اس نعرے پر شرک و کفر کا فتوی دیا جاتا تھا اور نعرہ لگانے والے کو قتل کا مستوجب گردانا جاتا تھا بہر حالات کے دھارے نے ایسے لوگوں کو بھی میدان میں لا کھڑا کیا۔

باطل نئے روپ میں:

مرزائی فتنہ پوری دسیسہ کاریوں سے مسلمانوں کو شکست دینے پر تل گیا بین الاقوامی چکر چلائے گئے اپنے مربی انگریز سے اعانت طلب کی گئی۔امریکہ کو مدد کے لیے پکارا گیا۔اپنے خود کاشتہ پودا کی نگہداشت کے لیے پورا مغربی پریس مذہبی آزادی کے نام پر مسلمانان پاکستان کے خلاف زہر اگلنے لگ گیا۔

مرکزی مجلس عمل:

مئی ۱۹۷۴ء میں جب ربوہ کے اسٹیشن پر کچھ نوجوان مسلمان طالب علموں کو ختم نبوت زندہ باد کا نعرہ لگانے کی پاداش میں مرزائیوں نے حملہ کر کے زدوکوب کیا تو اتنا ہی ابھرے گا جتنا کہ دباؤ گے کے مصداق مرتدین کے اس ذلیل حربے نے مسلمانانِ پاکستان کو بیدار کر دیا اور سارا ملک آناً فاناً سراپا احتجاج بن گیا ان حالات کو دیکھتے ہی عوام کو پروگرام دینے اور منظم کرنے کے لیے مختلف مکاتب فکر اور سیاسی جماعتوں کے زعماء پر مشتمل مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی تشکیل عمل میں لائی گئی اور پہلے ہی اجلاس میں مولانا سید حسین الدین شاہ صاحب کی غیر موجودگی میں آپ کا نام مرکزی ارکان میں شامل کیا گیا آپ نے اس ذمہ داری کو قبول کیا مجلس عمل کے پالیسی ساز اجلاسوں میں شرکت کی بحث میں حصہ لیا اور اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لیے شب و روز کام کیا مرکز کے علاوہ علاقائی اور شہری کمیٹیوں کی تشکیل میں حصہ لیا اور راہنمائی کی۔شاہ صاحب کی قیادت میں جامعہ کے اساتذہ اور طلبہ اور متعلقین نے بھی بھرپور حصہ لیا بے شمار جلوس نکالے گئے ان گنت جلسے ہوئے سوشل بائیکاٹ کی حمایت اور مرزائیوں کے خلاف اشتہارات نکالے گئے ادارہ کو اس کی سزا بھی دی گئی شاہ صاحب پر مقدمات قائم ہوئے مگر وہ اپنے راستے پر چلتے رہے۔

حکومت کی نئی چال کا دفاع کیسے ہوا؟

۱۹۷۴ء کی اس تحریک میں مرزائیوں کے خلاف سوشل بائیکاٹ کے مؤثر حملہ نے بہت کام کیا جس سے مرزائیت اور اس کے ہمدرد تلملا اُٹھے یہاں حکومت نے تحریک اور خاص طور پر سوشل بائیکاٹ کے فتوی کو غیر مؤثر بنانے کے لیے کچھ علماء اور اصحاب سجادہ کو آگے لانا چاہا اس سلسلے میں ان لوگوں کی طرف سے کچھ پیش رفت ہوئی علماء و مشائخ سے رابطے قائم ہوئے۔

اہل سنت و جماعت کے خلاف اس عظیم سازش کے خطرہ کو محسوس کرتے ہوئے مولانا سید حسین الدین شاہ صاحب میدان عمل میں اُتر آئے اس تحریک میں اگرچہ مشائخ عظام بھرپور حصہ لے رہے تھے مگر مجلس عمل میں مشائخ کا کوئی نمائندہ نہ ہونے کی وجہ سے یہ خطرہ بھی تھا کہ بعد میں مخالفین کا پروپیگنڈہ مشائخ کی عظمت کو نقصان نہ پہنچائے چنانچہ راقم الحروف کو ارشاد ہوا کہ آستانہ عالیہ سیال شریف حاضری دی جائے اور حضور شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ سیدی محمد قمر الدین رحمۃ اللہ علیہ کو عرض کیا جائے کہ وہ مشائخ کانفرنس کے لیے وقت عطا فرمائیں۔ ۱۳ جولائی ۱۹۷۴ء کی تاریخ کانفرنس کے لیے متعین ہوئی اور پوری تندہی سے جامعہ رضویہ ضیاء العلوم کی انتظامیہ اساتذہ طلبہ خدام اور متوسلین اس عظیم کانفرنس کے انتظام واہتمام میں لگ گئے۔

حکومت کی طرف سے رکاوٹیں:

مشائخ کانفرنس کی تاریخ جوں جوں قریب آتی گئی حکومت کی طرف سے رکاوٹیں بڑھتی چلی گئی اس وقت تک جامعہ رضویہ ضیاء العلوم کی مرکزی عمارت جامع مسجد سبزی منڈی اور یہاں کا دارالاقامہ تھا سٹیلائٹ ٹاؤن ڈی بلاک کا ابھی آغاز ہی ہوا تھا کانفرنس ڈی بلاک میں ہونا قرار پائی تھی کیونکہ وہ کھلی جگہ تھی مگر ایف ایس ایف نے اس جگہ نگرانی شروع کردی اور ۱۳ جولائی سے پہلے ہی وہاں ایک طرح کی چھاؤنی بنالی۔ ۱۲ جولائی سے جگہ کو گھیرے میں لے لیا گیا اور ۱۳ جولائی کو بہت بڑی تعداد میں ایف ایس ایف کے جوانوں کے ساتھ پولیس بھی شامل ہوگئی اور اس جگہ کے پورے ماحول کو گھیر کر باہر سے آنے والے سارے راستے مسدود کردیئے۔

متبادل انتظام:

حضرت مولانا سید حسین الدین شاہ صاحب نے جب جلسہ گاہ کو مسدود پایا تو اپنے رفقاء سے متبادل صورت پر غور فرمایا۔

حاجی غلام حیدر صاحب مرحوم و مغفور:

بھنے پلائے وڈ کے مالک جناب حاجی غلام حیدر صاحب ان کے بھائی حاجی محمد شفیع صاحب اور دوسرے بھائی حاجی غلام احمد صاحب نے شاہ صاحب کو تجویز پیش کی کہ ہارلے سٹریٹ میں ان کی کوٹھیوں کو جلسہ گاہ قرار دیا جائے اور قیام وطعام کی خدمت بھی ہمارے سپرد کردی جائے۔ چنانچہ مختصر سے وقت میں درمیان کی دیواریں ہٹادی گئیں محبت نے صبح سے ظہر تک ساری عمارت میں سفیدی اور رنگ وروغن کرادیا۔

بقول حضرت مولانا سید حسین الدین شاہ صاحب مدظلہ السامی حاجی غلام حیدر مرحوم نے کہا کہ اگر مسئلہ کو حل

کرنے میں حکومت تاخیری حربے استعمال کرتی ہے یا اسے ختم کرنے کی کوشش کرتی ہے تو میں مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ سے کچھ با اثر افراد بلا کر حکومت پر دباؤ ڈال سکتا ہوں۔

یہ قربانی اور ایثار کا عمدہ مظاہرہ تھا جو حاجی صالح مرحوم نے اسلام کی خدمت کیلئے کیا۔ اب یہ طے ہوا کہ باہر سے آنے والے علماء اور مشائخ جونہی بنک چوک (بازار تلواڑاں) پہنچیں آگے جامعہ رضویہ کے خدام موجود ہوں اور وہ اپنی گاڑی کی پیشوائی میں مہمانوں کو حاجی غلام حیدر صاحب کی کوٹھی پر لے جائیں بہت سے احباب نے اس مقصد کے لیے اپنی گاڑیاں جامعہ رضویہ کو پیش کر رکھی تھیں علماء و مشائخ کے قافلے پہنچنا شروع ہوئے اور خدام انہیں ہار لے سٹریٹ میں لیجاتے رہے۔

بدنام زمانہ کی رسوائی:

ایف ایس ایف والے پولیس کی بھاری جمعیت سمیت سٹیلائٹ ٹاؤن میں پہرہ دیتے رہے اور سوچتے رہے کہ شاید کانفرنس منسوخ ہوگئی ہے علماء و مشائخ نہیں آ رہے ہیں۔ جامعہ کے کچھ روایتی دوست سوچتے رہے کہ اگر خدام جامعہ کانفرنس منسوخ کرتے ہیں تو اہل سنت ان سے بدظن ہوں گے اور اگر کانفرنس کرتے ہیں تو ایف ایس۔ ایف اور پولیس کی لاٹھیوں اور رائفلوں کی زد میں ہوں گے اور خوب تماشہ ہوگا۔ مگر عشق و محبت نے اپنے اظہار کے لیے نیا راستہ تلاش کر لیا اور تماشہ دیکھنے والوں کی حسرتیں ان کے سینوں میں ہی مدفون ہوگئیں۔ مقصد ٹکراؤ نہیں تھا بلکہ تحریک کو کامیابی سے ہم کنار کرنا تھا۔

حضور شیخ الاسلام کی تشریف آوری:

راقم الحروف انتظامات دیکھنے کے لیے بازار تلواڑاں سے بذریعہ لیاقت روڈ جونہی کوالمنڈی روڈ کی طرف پلٹا تو پل سے اترائی میں حضور شیخ الاسلام کی گاڑی ہماری گاڑی کے پاس سے گزر گئی میں جب ہار لے سٹریٹ پہنچا تو بیرونی گیٹ رنگا جا رہا تھا میں نے سب احباب کو یہ خوشخبری سنائی کہ حضرت شیخ الاسلام تشریف لا چکے ہیں اور ابھی چند لمحات میں ہی جلسہ گاہ میں پہنچنے والے ہیں۔ سب حضرات کوٹھی سے باہر سڑک پر آ گئے اور چند منٹوں کے بعد حضور شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی گاڑی آ گئی تکبیر و رسالت کے نعروں پتیوں پھولوں اور ہاروں سے حضور سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کا عشق و محبت کے کارواں نے استقبال کیا۔

حضور شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا روایتی لباس زیب تن کر رکھا تھا۔ سیال شریف کی روایتی کپڑے کی چادر کوشہ ٹوپی سرخ کناری والی فرق اقدس پر سجی ہوئی تھی جسے گھنگریالے بالوں نے گھیر رکھا تھا کھلے بازوؤں والی

روایتی کھلی قمیض پہن رکھی تھی چونکہ آپ بٹائن نہیں پہنا کرتے تھے لہذا گرمی اور طویل سفر کی وجہ سے ساری پشت مبارک پسینے سے شرابور تھی۔ اپنا روایتی تہ بند باندھے ہوئے تھے جوتا مبارک زیب پا تھا۔ شہنشاہ ولایت کی اس سادگی میں بلا کی کشش تھی۔

کانفرنس کی کاروائی:

یہ عظیم الشان کانفرنس ٹھیک ساڑھے چھ بجے شام حضور شیخ الاسلام سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی صدارت میں شروع ہوئی۔ ملک کے گوشے گوشے سے آئے ہوئے کثیر تعداد میں علماء ومشائخ نے شرکت کی۔ تلاوت کتاب حکمت کے بعد مفسر قرآن حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب نے افتتاحی کلمات ارشاد فرمائے چند کلمات یہ ہیں!

[[یہ وقت لمبی تقریر کا نہیں ہے ہمیں اس وقت فیصلہ کن تجاویز پیش کرنی ہیں مرزائی مار آستین تحفظ ختم نبوت کی تحریک شروع ہے اس فتنہ کے تدارک کی ذمہ داری ہم پر دوسروں سے زیادہ عائد ہوتی ہے ہم نے اگر اس میں کوتاہی کی تو ہماری آئندہ نسلیں ہمیں کبھی معاف نہیں کریں گی۔ ہماری خوش نصیبی ہے کہ حضور شیخ الاسلام سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم قیادت ہمیں میسر ہے ان کی دعوت پر آج یہاں پاکستان بھر کے مشائخ عظام جمع ہیں میں سب کی طرف سے اعلان کرتا ہوں کہ حضرت خواجہ غریب نواز جو ارشاد فرمائیں تن من دھن کی بازی لگا کر ہم سب اس پر عمل کریں گے۔ حضرت غریب نواز حکم فرمائیں ہم تعمیل کیلئے حاضر ہیں]]۔

حضور شیخ الاسلام کا خطاب:

پیر صاحب نے جونہی خطاب ختم کیا حضور پیر سیال اُٹھے اور حمد وصلوۃ کے بعد فرمایا!

[[پاکستان بنانے کے وقت ہمارے ذہنوں میں ہرگز ہرگز یہ تصور نہ تھا کہ ہم اسے روس یا امریکہ کے نظاموں کے ماتحت چلائیں گے اس وقت ہمارے ذہنوں میں صرف اور صرف یہ تصور تھا کہ پاکستان میں اسلام کا بول بالا ہوگا۔۔۔۔ اسی مقصد کے لیے سب مشائخ حجروں سے میدان عمل میں نکل آئے اور اسی مقصد کے لیے انہوں نے

قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ میں بھی اس زمانے میں گرفتار ہوا حکومت نے مجھے گوبر اور گندے پانی سے بھری ہوئی ایک کوٹھڑی میں بند کر دیا جس میں نہ تو میں بیٹھ سکتا اور نہ ہی نماز پڑھ سکتا تھا اس کے ساتھ ہی انگریز حکومت نے میری ساڑھے گیارہ مربع زمین ضبط کر لی اسی پر کفایت نہ کرتے ہوئے مجھے طرح طرح کی چالوں اور ہتھکنڈوں سے ڈرایا تاکہ میں تحریک پاکستان کی حمایت سے باز آجاؤں لیکن میرا جواب تھا کہ عزت صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اگر میں نے ایک لمحہ کے لیے بھی یہ سوچا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مٹا سکتا ہے تو میں مشرک ہو جاؤں گا۔ مشائخ نے یہ سب کچھ پاکستان کے لیے کیا۔ جہاں اللہ تعالیٰ کے دین کا نفاذ ہونا تھا۔ پاکستان بن گیا مگر۔۔۔

قائد نے میرے خط کے جواب میں لکھا آپ اطمینان رکھیں پاکستان میں یقینی طور پر اسلامی قانون ہی نافذ ہوگا لیاقت علی خان سے میری ملاقات ہوئی میں نے انہیں واضح طور پر کہا اسلامی قوانین کے نفاذ میں لیت و لعل سے کام لوگے تو مٹ جاؤ گے خانصاحب کا جواب تھا واقعی ہم اسلام کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے اور مشرقی پاکستان کو تو صرف اسلامی قانون کی بدولت ہی ہم اپنے ساتھ رکھ سکتے ہیں۔ افسوس کہ ہم ایسا نہ کر سکے اور مشرقی پاکستان ہم سے الگ ہو گیا۔ اور اب بھی اگر اسلامی قوانین کا نفاذ نہ ہوا تو صوبائی عصبیتیں ہمیں مزید ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گی۔ اسکا علاج صرف بھٹو صاحب کو اتارنا نہیں ہے سابقہ حکومتوں نے کیا کیا؟ انہوں نے ظفر اللہ خان قادیانی کو وزیر خارجہ بنایا انہوں نے منکرین رسول ﷺ منکرین قرآن اور منکرین اجماع کو بڑی بڑی آسامیوں پر تعینات کیا۔ اب بھی لوگ سیاسی فوائد کے خواب دیکھ رہے ہیں۔۔۔۔ مشائخ عظام ہمیں اس وقت خون دینے والے مجنوؤں کی ضرورت ہے چوری کھانے والوں کی نہیں آپ عوام نہیں خواص ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت کے افراد خواص ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ قادیانیوں کو اقلیت قرار دو تو ذمیوں کو کہا جاتا ہے جو شخص اسلام کو چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کرے وہ مرتد ہے جس کی سزا شریعت میں قتل ہے اگر میرے ہاتھ میں حکومت ہوتی تو میں قادیانیوں کا شریعت کے مطابق فیصلہ کرتا جس کی نظیر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قائم کی بہر حال یہ اب مسلمانوں کا لوئی مطالبہ ہے کہ قادیانیوں کو ذمی قرار دیا جائے حکومت کو یہ کم سے کم مطالبہ فوراً تسلیم کر لینا چاہیے اور قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے میں دیر نہیں کرنی چاہیے]]۔

پھر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے قرآنی آیات سے مرزائیوں کے خلاف سوشل بائیکاٹ کا جائزہ اور ضرور ہونا ثابت فرمایا اور ہدایت فرمائی کہ اس مرتد ٹولہ سے ہر قسم کا میل جول ختم کر دیا جائے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت دردِ گردہ کی شدید تکلیف میں مبتلا تھے پھر بھی طویل سفر فرمایا اور بڑی جامع اور مدلل مگر مختصر تقریر فرمائی۔ یہ بھی ارشاد ہوا کہ حکومت درمیان سے ہٹ جائے میں صرف ایک ہفتہ میں ربوہ کی اینٹ سے اینٹ بجادوں گا کسی صاحب نے عر

ض کیا حضور یہ سات دن کا عرصہ زیادہ ہے آپ نے فرمایا تین دن سہی۔

حضور پیر سیال کی تقریر کے خاتمہ پر حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب نے حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے چند ضروری تجاویز پیش کیں اور اپیل کی کہ مشائخ کرام اپنے اپنے حلقوں میں تحفظ ختم نبوت کا کام تیز کر دیں۔ پیر صاحب نے پھر یہ قرارداد پیش کی۔

قرارداد:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ط

راولپنڈی ۱۳ جولائی ۱۹۷۴ء کو پاکستان مشائخ کانفرنس کا ایک ہنگامی اجلاس آج یہاں شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ محمد قمر الدین صاحب سیالوی دامت برکاتہم العالیہ سجادہ نشین دربار عالیہ سیال شریف منعقد ہوا۔ اجلاس میں مندرجہ ذیل قرارداد متفقہ طور پر منظور کی گئی۔

[[کل پاکستان مشائخ کانفرنس کا یہ اجلاس عوام وخواص اور ارباب حکومت پر واضح کر دینا اپنا دینی وملی فرض سمجھتا ہے کہ مسئلہ ختم نبوت کتاب وسنت واجماع اُمت سے ثابت ہے۔ ۱۹۵۳ء میں تمام مکاتب فکر کے ۳۵ علمائے کرام نے حال ہی میں رابطہ عالم اسلامی کے اجلاس منعقدہ مکہ مکرمہ میں عالم اسلام کی ۱۴۴ دینی تنظیموں کے نمائندوں نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی یا مجدد ماننے والے دائرہ اسلام سے خارج ہیں اس لیے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ یہ مسئلہ نزاعی نہیں ہے بلکہ اجماعی اور قطعی مسئلہ ہے اس مسئلہ کے متعلق اسلامی مشاورتی کونسل یا سپریم کورٹ کی رائے لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس مسئلہ کو اسلامیان پاکستان کی امنگوں کے مطابق حل کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ قومی اسمبلی میں فی الفور آئین میں ترمیم کر کے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

مشائخ کانفرنس کا یہ اجلاس حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ جلد از جلد اس مسئلہ کو قومی اسمبلی میں بطور بل پیش کر کے منظور کرائے اور ممبران قومی اسمبلی سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اس بل کی حمایت وتائید کر کے اپنے قومی اور ملی فرض کو ادا کریں اور اپنے منتخب کرنے والے افراد کے اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچائیں۔ مشائخ کانفرنس کا یہ اجلاس مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان پر کلی اعتماد کا اظہار کرتا ہے اور مرکزی مجلس عمل کی قراردادوں اور مطالبوں کی توثیق وتائید کرتا ہے۔ مشائخ کانفرنس کا یہ اجلاس کلمہ حق بلند کرنے والے علماء وطلباء ودیگر مسلمانوں کی گرفتاریوں اور مسئلہ ختم نبوت

سے متعلق ہر قسم کے مواد کی طباعت واشاعت پر حکومت کی طرف سے پابندی کو سخت تشویش کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور حکومت سے پر زور مطالبہ کرتا ہے کہ وہ گرفتار شدہ علماء وطلباء کو فوراً رہا کرے اور ان کے خلاف قائم کردہ تمام مقدمات واپس لے اور تمام ناروا اور بے جا پابندیوں کو فی الفور ختم کرے۔ مشائخ کانفرنس کا یہ اجلاس مسلمانانِ پاکستان سے پر زور اپیل کرتا ہے کہ وہ ناموس رسالت کی خاطر مرزائیوں سے ہر شعبہ زندگی میں مکمل بائیکاٹ جاری رکھیں کیونکہ ایسا کرنا قرآن وسنت سے ثابت ہے۔

تشہیر قرارداد:

قرارداد کی متفقہ منظوری کے بعد حضرت مولانا سید حسین الدین شاہ صاحب مدظلہ نے جو اس عظیم کانفرنس کے منتظم تھے تجویز پیش فرمائی کہ اخبارات پر سرکاری پابندیوں کی وجہ سے قرارداد اگر شائع نہ ہوئی تو مشائخ حالی مقام اسے سائیکلوسٹائل کرا کے مسلمانوں میں تقسیم کرانے کا بندوبست کریں۔

بعض شرکاء کے اسماء گرامی:

اس عظیم الشان کانفرنس میں جن مشائخ ملت نے شمولیت فرمائی ان میں سے تبرکاً ہم کچھ ناموں کا ذکر کر رہے ہیں۔

۱۔ حضرت شیخ الاسلام علامہ خواجہ حافظ محمد قمر الدین سیالوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ حضرت گرامی دیوان آل مجتبیٰ علی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین اجمیر شریف (حال فتح جنگ روڈ)

۳۔ حضرت سجادہ نشین جلال پور شریف۔

۴۔ نمائندہ آستانہ عالیہ گولڑہ شریف۔

۵۔ حضرت حافظ خواجہ ظہور الٰہی شاہ صاحب سجادہ نشین چورہ شریف۔

۶۔ حضرت پیر محمد ایوب شاہ صاحب سجادہ نشین چورہ شریف۔

۷۔ پیر محمد کرم شاہ صاحب سجادہ نشین بھیرہ شریف۔

۸۔ حضرت پیر محمد شاہ صاحب قطبال شریف۔

۹۔ حضرت پیر محمد یعقوب صاحب بگہار شریف۔

۱۰۔ حضرت پیر محمد محمود الرحمٰن صاحب سجادہ نشین چھوہر شریف۔

۱۱۔ حضرت پیر غلام نظام الدین شاہ صاحب خواجہ آباد شریف۔

۱۲۔ حضرت صاحبزادہ محمد طیب شاہ صاحب دربار قادریہ سری کوٹ شریف۔

۱۳۔حضرت علامہ پیر محمد چشتی صاحب جامعہ غوثیہ معینیہ پشاور۔

۱۴۔حضرت صاحبزادہ عبد المالک صاحب آستانہ اکبریہ میانوالی۔

۱۵۔مولانا پیر محمد گل الرحمٰن صاحب بنگرام ہزارہ۔

۱۶۔حضرت صاحبزادہ عبد الحق صاحب بندیال شریف۔

۱۷۔حضرت مولانا ساجد الرحمٰن صاحب بگھار شریف۔

۱۸۔حضرت پیر محمد امیر شاہ صاحب پشاور۔

۱۹۔سجادہ نشین صاحب دربار کنجیاں شریف ہزارہ۔

۲۰۔علامہ سید ابو البرکات صاحب حزب الاحناف لاہور۔

۲۱۔علامہ ابین الحسنات سید خلیل احمد قادری لاہور۔

۲۲۔مولانا محمد فاضل عباسی صاحب نمائندہ مولانا مفتی محمد حسین نعیمی لاہور۔

۲۳۔علامہ مفتی عبد القیوم ہزاروی صاحب جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور۔

۲۴۔علامہ سید محمود احمد رضوی صاحب حزب الاحناف لاہور۔

۲۵۔مفتی شائستہ گل صاحب ضلع مردان

۲۶۔ابو النصر علامہ سید منظور احمد شاہ صاحب جامعہ فریدیہ ساہیوال۔

۲۷۔مولانا خدا بخش صاحب کیمبل پور (اٹک)۔

۲۸۔مولانا مفتی عبد المالک صاحب مانسہرہ۔

۲۹۔علامہ سید غلام محی الدین شاہ صاحب شیخ الحدیث جامعہ رضویہ راولپنڈی۔

۳۰۔علامہ سید عبد الرحمٰن شاہ صاحب خطیب ہری پور ہزارہ۔

۳۱۔علامہ مولانا سید حسین الدین شاہ صاحب ناظم اعلیٰ جامعہ رضویہ راولپنڈی۔

۳۲۔مولانا سید محمد ذاکر شاہ صاحب ایم اے دھرکنہ۔جہلم۔

نیشنل اسمبلی اور جامعہ رضویہ:

نیشنل اسمبلی نے ایک سوال نامہ جاری کیا۔علمائے کرام اور دانشوروں سے مطالبہ ہوا کہ ان سوالات کے تفصیلی جوابات لکھے جائیں۔غالباً یہ سوال نامہ ۳۶ سوالوں پر مشتمل تھا جو مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت

پیر صاحب تونسہ شریف کو جوابات کے لیے دیا گیا تھا اور ان حضرات نے اس عظیم خدمت کے لیے جامعہ رضویہ کو منتخب فرمایا۔ ایک تو اس سوالنامے کو جدید قانونی زبان میں لکھا گیا تھا۔ دوسرا اس کے جوابات کے لیے نہ صرف سارے قادیانی لٹریچر بلکہ اسلامی ذخیرہ علمی کی ضرورت تھی۔ راقم الحروف کو یہ سعادت حاصل ہے کہ حوالہ جات کی تہذیب و تدوین کے لیے حضرت قبلہ سید حسین الدین شاہ صاحب نے مجھے منتخب فرمایا۔

مرزا قادیانی کی کتابیں راولپنڈی، بھیرہ، سلطانپور اور دیگر مقامات سے شاہ صاحب نے اپنے ذرائع سے حاصل کیں میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ قادیانی کی طرف سے نکلنے والے اشتہارات اور پمفلٹ تک شاہ صاحب قبلہ نے ڈھونڈ نکالے ہیں۔ میں نے ان دنوں زیادہ وقت سبزی منڈی کی جامعہ مسجد کے بالائی حصہ میں حضرت شاہ صاحب کے کمرے میں گزارا آپ مطلوبہ عبارات دکھاتے اپنی رائے ظاہر فرماتے اور میرا قلم اسے صفحہ قرطاس پر اتارتا جاتا۔ اللہ کریم نے شاید اسی دن کے لیے مجھے بھی یہ توفیق عطا فرمائی تھی کہ میں نے مرزا اور ان کے حلیفوں کا سارا لٹریچر پڑھا تھا انکے دانشوروں اور قلم کاروں کے نظریات کو امعانِ نظر سے پڑھا تھا اب وہ خوب کام آیا۔ یہ حقیقت ہے کہ اگرچہ ایک پورا بورڈ شاہ صاحب نے اس کام پر لگا رکھا تھا مگر ۹۸ فیصد کام شاہ صاحب اور اس فقیر نے کیا۔ ہم حوالہ جات مختلف عنوانوں کے تحت لکھ کر نیشنل اسمبلی میں اپنے علماء کو بھیج رہے تھے جو وہاں بطور ایم این اے موجود تھے۔ راقم نے اپنے ذرائع کو استعمال کر کے اسمبلی کے کئی اجلاسوں کی کاروائی بھی سنی۔

قائد ملت اسلامیہ علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ نے کھلے جلسوں میں ہماری ان کاوشوں کی بھرپور تحسین فرمائی اور مورچوں میں پہنچنے والا اسلحہ قرار دیا۔ ہم نے اسمبلی کے سارے سوالات کے ترتیب وار جوابات لکھے یہ جوابات اسمبلی میں بھی بھیجے گئے پھر جن کتابوں کے حوالہ جات نقل ہوئے تھے وہ بھی اسمبلی میں جمع کرائی گئیں تا کہ اسمبلی کے متعلقہ لوگ ہمارے حوالے اصل کتابوں سے ملا کر دیکھ لیں۔ یہ کتابیں کافی وقت کے بعد غالباً فیصلہ صادر ہونے کے بعد واپس حاصل کی گئیں یہ کتابیں سینکڑوں کی تعداد میں تھیں۔ شاہ صاحب قبلہ کی جدوجہد سے بڑی مشکلات کے بعد حاصل ہوئیں تھیں اور طویل انتظار کے بعد اصل مالکوں کو بڑی حفاظت سے پہنچائی گئیں۔ حضور شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بعض ممبران اسمبلی کی راہنمائی کے لیے علماء کا ایک بورڈ ہمارے پاس بھیجا تھا جس کی شاندار پذیرائی حضرت ناظم اعلیٰ نے فرمائی۔ جزاہ اللہ عن المسلمین خیر الجزاء۔

دعا و فتح مبین:

ستمبر کا پہلا عشرہ قومی اسمبلی میں فیصلے کا عشرہ تھا ساری قوم کی نگاہیں ادھر لگی ہوئی تھیں اور ہر کان گوش بر آواز

تھا۔نہ صرف پاکستان بلکہ پوری دنیا آخری فیصلہ کی منتظر تھی ۔۶ ستمبر بروز جمعہ کو جامع مسجد سبزی منڈی میں یوم دعا کا اہتمام کیا گیا کہ مولیٰ تعالیٰ شہدا تحفظ ختم نبوت کے وسیلہ سے فتح مبین عطا کرے۔

مرکزی مجلس عمل کے ناظم اعلیٰ علامہ مولانا سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ حزب الاحناف لاہور نے بہ چشم پرنم نہایت عجز وانکساری سے دعا مانگی اور قلب کی گہرائیوں سے حاضرین نے آمین کہی۔ایسا روح پرور سماں تھا کہ اختتام محفل پر کچھ لوگ کہتے سنے گئے کہ سوز کا عطا ہونا فضل الٰہی ہے۔ہمیں اُمید ہے فتح ونصرت مسلمانوں کو نصیب ہوگی اور ایسے ہی ہوا۔۷ ستمبر کو قومی اسمبلی اور سینیٹ نے قادیانیوں کے دونوں گروپوں اور ان جیسے لوگوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر متفقہ طور پر قرارداد پاس کرلی۔

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

تحفظ عقیدہ ختم نبوت اور
مفکر اسلام علامہ پروفیسر محمد حسین آسی رحمۃ اللہ علیہ

سید صابر حسین شاہ بخاری قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم ، نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مفکر اسلام، عاشق رسول، عمدۃ المحققین حضرت پروفیسر محمد حسین آسی رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۳۹ء/ ۲۰۰۶ء) دنیائے اہل سنت کے ایک نامور، نڈر اور بے باک مجاہد تھے۔ آپ صاحب کردار، مصنف باکمال، ادیب بے مثال اور صوفی باصفا تھے۔ ساری زندگی نہایت سادگی سے گزاری۔

نمود و نمائش اور فخر و تکبر سے کوسوں دور رہے۔ آپ کے والدین نہایت پارسا اور پاکباز تھے۔ گویا مسلک حب نبی ﷺ کی پاسبانی آپ کو ورثہ میں ملی۔ حضرت نقش لاثانی پیر سید علی حسین شاہ علیہ الرحمۃ (علی پور سیداں، سیالکوٹ) سے نہ صرف بیعت تھے بلکہ سندِ خلافت بھی حاصل تھی۔ ساری زندگی درس و تدریس میں گذری، علم و ادب کے ایسے آفتاب تھے جہاں گئے اپنی نورانی کرنوں سے اجالا کرتے گئے۔ آپ ایک ایسے غلامِ رسول تھے جو اپنوں کے لیے شیر و شکر اور گستاخوں کے لیے تیغ مسلول تھے اسی لیے بارگاہ نبی ﷺ میں مقبول تھے۔ (۱)

مفکر اسلام حضرت آسی رحمۃ اللہ علیہ راہ ورسم و منزل حا کے راہی تھے۔ آپ نے فتنوں کے تعاقب میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ تمام باطل فرقوں کے رد میں آپ نے قلم اٹھایا۔ ان میں دیوبندیت، وہابیت، رافضیت، مودودیت، اور قادیانیت خاص طور پر شامل ہیں۔ پیش نظر مقالہ میں آخر الذکر فتنہ قادیانیت کے رد میں آپ کی خدمات کو زیر بحث لایا جاتا ہے۔

عقیدہ ختم نبوت ہم مسلمانوں کی پہچان اور جانِ ایمان ہے۔ ہمارے پیارے نبی آخر الزمان حضرت احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ ﷺ کے بعد کسی کو نبی ماننا یا جو آپ کے آخری نبی ہونے میں شک کرے وہ بھی بالاجماع کافر ہے۔ منکرین رسالت نے ہر دور میں اس اجماعی عقیدے پر حملہ آور ہونے کی ناکام کوشش کی ہے۔ نئے نئے مدعیان نبوت سامنے آئے لیکن مجاہدین ختم نبوت نے ان مدعیان کا بروقت تعاقب کیا اور گلشن اسلام کی پاسبانی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ یوں تو برصغیر میں منکرین رسالت کے کئی گروہ ہیں لیکن ان میں انگریز کا خود کاشتہ " فتنہ قادیانیت " نمایاں طور پر سامنے آیا۔ اس فتنہ کی قیادت کورداس پور کے مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی نے کی۔ اس نے مجددیت سے نبوت کا اپنا پرفریب جال پھیلایا اور کئی مسلمانوں کو ورغلایا۔ اہل سنت و جماعت کے عظیم علماء و مشائخ نے اس فتنہ

کے خلاف بھرپور جہاد کیا اور سادہ لوح مسلمانوں کو اس کے دام فریب سے بچانے کی سعی فرمائی۔ اگرچہ وقتی طور پر یہ فتنہ دب گیا لیکن مکمل طور پر ختم نہ ہوسکا، اسی لئے اس فتنہ کا تعاقب جاری ہے۔ مفکر اسلام حضرت آسی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ شیفتہ رسول ﷺ تھے اسی لئے تحریک تحفظ ختم نبوت میں نمایاں طور پر سامنے آئے۔ عقیدہ ختم نبوت کے بارے میں مفکر اسلام حضرت آسی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات ملاحظہ ہوں!

حضور سید عالم نور مجسم ﷺ آخری رسول اور آخری نبی ہیں۔ آپ کی ختم نبوت پر ایمان اتنا ہی ضروری ہے جتنا آپ کی نبوت و رسالت پر۔ آپ کو نبی اور رسول مان کر آپ کی خاتمیت کا انکار کرنے والا سخت مکار اور اسلام کا دشمن ہے۔

عقیدہ ختم نبوت ضروریات دین میں سے ہے اور کثیر آیات کریمہ، متعدد احادیث شریفہ اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ کے وصال کے قریب جب کچھ لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا تو خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام مصلحتوں کو بالائے طاق رکھ کر ان کا بروقت قلع قمع ضروری سمجھا اور اس حقیقت کو پوری طرح واضح کر دیا کہ اہل ایمان منکرین ختم نبوت کو کسی صورت برداشت نہیں کر سکتے۔

حدیث پاک کی رو سے سرکار ابد قرار ﷺ کی بعثت کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا کاذب (جھوٹا) ہی نہیں کذاب (بہت بڑا جھوٹا) اور دجل (دھوکا دینے والا اور حق کو چھپانے والا) ہی نہیں دجال (بہت زیادہ دھوکا دینے والا) ہے۔

چنانچہ بخاری شریف میں ہے:

ترجمہ: قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ تیس کے قریب جھوٹ بولنے والے دجال پیدا نہ ہوں۔ ان میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔

کذاب اس لئے کہ اس نے مخلوق پر نہیں بلکہ خالق پر جھوٹ باندھا اور وہ بھی ایسا جس سے محبوب خدا علیہ التحیۃ والثنا کی فضیلت خاصہ کا انکار لازم آتا ہے اور دجال اس لئے کہ اس نے ولایت وقطبیت کا دعویٰ کر کے کوئی عام دھوکا نہیں بلکہ نبوت و رسالت کا دعویٰ کر کے بہت بڑا دھوکا دیا۔ اس دعویٰ کے بعد پھر ظلی و بروزی وغیرہ کے الفاظ سے اپنے دجال ہونے کو مزید واضح کر رہا ہے۔ (۲)

منکرین ختم نبوت کے بارے میں مفکر اسلام حضرت آسی علیہ الرحمۃ کے جذبات واحساسات ملاحظہ فرمایئے!

''یوں تو ایمان اور کفر دو متضاد حقیقتیں ہیں ہی مگر جہاں یہ تضاد اپنی انتہا کو پہنچ جاتا ہے وہ اسلام وقادیانیت کا

مسئلہ ہے، اسلام میں ختم نبوت کا عقیدہ ضروریات دین میں خاص اہمیت کا حامل ہے جو شخص اللہ پر، اس کی کتابوں پر، اس کے فرشتوں پر، اس کے رسولوں پر، یوم آخرت پر اور تقدیر پر تو ایمان رکھتا ہے مگر حضور خاتم النبین ﷺ کی خاتمیت کا منکر ہے، اسی طرح کافر جیسے خدا کو نہ ماننے والا یا حضور ﷺ کی رسالت کا انکار کرنے والا، بلکہ ختم نبوت کے عقیدے میں جسے شک ہو، وہ بھی مومن نہیں، اور جو ایسے شک کرنے والے کے کفر میں شک روا رکھے، وہ بھی دائرہ ایمان سے خارج ہے "(۳)

کافر اور مرتد میں کیا فرق ہے؟ اس کا جواب مفکر اسلام حضرت آسی علیہ الرحمۃ کے قلم سے سماعت فرمایئے!

ختم نبوت کا منکر کافر ہے اور جسے پہلے تو اقرار تھا، بعد میں انکار ہوا وہ مرتد ہے۔ کافر اسلامی حکومت کے زیر سایہ ذمی بن کر سکون سے زندگی بسر کرنے کا حق رکھتا ہے مگر مرتد چونکہ حکومت کا ہی نہیں اسلام کا بھی باغی وغدار ہے، اس لئے واجب القتل ہے تا کہ آئندہ دین حق کے خلاف کوئی سازش نہ کر سکے اور وہ لوگ جو چند ٹکوں کی خاطر اسلام دشمنوں کے ہاتھ اپنا ایمان وضمیر فروخت کر دیتے ہیں، قتل کی سزا پا کر عبرت کا سامان بن سکیں۔ قادیانی مرتد ہیں اور ان کے ساتھ وہی سلوک ہونا چاہیے جو رب العالمین کی کتاب اور رحمۃ للعالمین ﷺ کی سنت کے مطابق ہے، وہ لوگ جو دنیا کی خاطر دین سے پھر گئے، اگر ان سے ان کے جرم کے مطابق سلوک کیا جاتا ہے تو یقیناً وہ جان کے لئے واپس دین کا رخ کریں گے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام مذہبی رواداری کا قائل ہے اور اسلامی حکومت نے ہمیشہ اپنی رعایا کو مذہبی آزادی سے نوازا ہے، مگر مرتدوں اور غداروں کو معاف کرتے رہنا رواداری نہیں بلکہ خودکشی ہے(۴)

فتنہ قادیانیت کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی کے تعارف وکردار پر مجاہدین ختم نبوت نے بہت کچھ لکھا ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے لیکن محافظ عقیدہ ختم نبوت حضرت آسی علیہ الرحمۃ نے مرزا کا تعارف کچھ اس انداز سے کرایا ہے کہ دریا کو کوزے میں بند فرمایا ہے۔ دیکھئے کس طرح صرف ایک پیراگراف میں مرزا کی شخصیت کے تمام پہلوؤں کو احاطہ تحریر میں لایا ہے:

"اسلام دشمنی قادیانیوں کے رگ وریشہ میں سمائی ہوئی ہے ان کی ابتدا کسی عظیم ومحترم شخصیت سے نہیں ہوئی بلکہ اس فتنے کا بانی ایسا شخص تھا جو بدصورت بھی تھا اور بدسیرت بھی اور جس کے باپ دادا بھی اپنے دور میں اسلام اور مسلمانوں کے مفادات کا سودا کرتے رہے۔ اس شخص کا بچپن، جوانی اور بڑھاپا، نبوت وولایت تو بڑی بات ہے، عام اخلاقی اعتبار سے بھی قابل تعریف نہ تھا۔ اس کے "الہام" انگریزی کی طرف سے تھے اور بعض ایسے کہ عدالتوں میں ان سے معذرت کرنی پڑی۔ وہ مراق کا مریض تھا اور شراب کو بطور دوا استعمال کرتا تھا۔ اس کی جوانی کی شاعری سخت

آوارہ اور گھٹیا ہے۔ اسلام کے دشمن مسلمانوں کے مذہبی تشخص کو برداشت نہیں کرتے تھے۔ اس لئے وہ اسلام کے نام پر معرض وجود میں آنے والے پاکستان کے دشمن تھے۔ چنانچہ مرزائیوں نے بھی مخالفت کی اور انہی کی وجہ سے ضلع گورداسپور بھارت میں شامل کیا گیا۔" (۵)

مرزا قادیانی کی نقاب کشائی کرتے ہوئے مفکر اسلام حضرت آسی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

"بہر حال انگریزوں کو نبوت کے جعلی مدعی کی ضرورت محسوس ہوئی تو امیدواروں سے ڈی سی آفس سیالکوٹ میں باقاعدہ انٹرویو لئے گئے۔ مڈل فیل غدار اعظم ابن غدار مرزا غلام احمد قادیانی اس امتحان میں کامیاب ٹھہرایا گیا۔ اس کا باپ بھی ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں انگریزوں کا طرف دار تھا، بیٹا باپ سے بازی لے گیا اور تیس مردود ملعون شخصیات جنہیں الصادق الامین صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کذاب اور دجال کا لقب دیا۔ ان گنتی کے افراد میں شامل ہو کر اپنے دور کا مسیلمہ کذاب بن گیا۔ اس کا مسلمانوں، کافروں، ہندوں، عیسائیوں، دہریوں غرض جس سے بھی مقابلہ ہوا، اس کو شکست فاش ہی ہوتی۔ کیونکہ مسلمانوں کے سوا دوسرے کافر تھے تو یہ اکفر، دوسرے کاذب تھے تو یہ کذاب، دوسرے دجل تھے تو یہ دجال۔ اس نے جس کے خلاف بھی پیش گوئی کی، جھوٹی نکلی۔ انگریزوں کی رحمت سے اس نے دنیا بہت کمائی مگر اللہ کی لعنت سے وہ اس کے کسی کام نہ آئی۔ اس کا بچپن پر عیب، اس کی جوانی آوارہ، اس کا بڑھاپا شرم وحیا سے عاری بلکہ اس کی سیرت پر کسی بھی زاویہ نظر سے غور کریں، بدبو ہی بدبو، ظلمت ہی ظلمت، شر ہی شر، شیطانیت ہی شیطانیت، انسان کو جس جس زاویے سے پرکھا جاسکتا ہے اس پرکھ لیجئے، یہ ہر معیار پر ملعون، کذاب، دجال، شیطان، مرتد نظر آئے گا۔" (۶)

مرزا قادیانی کی وہ کفریہ عبارات جن میں ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم، صحابہ کرام، اہل بیت اطہار کی شان میں صریح گستاخی پائی جاتی ہے۔ ان کی نشاندہی میں تو کوئی حرج نہیں لیکن ان گستاخیوں کو بار بار زبان پر لانا نامناسب ہے۔ مفکر اسلام حضرت آسی رحمۃ اللہ علیہ کا درج ذیل واقعہ پڑھیے اور ان کی غیرت ایمانی کو داد دیجیے:

"یوں ہی مجھے یاد ہے کہ سیالکوٹ میں ایک نوجوان وہ ناپاک جملے تقریر کے دوران سنا رہا تھا جو مرزا قادیانی نے حضور سیدہ خاتون جنت سلام اللہ علیہا اور علیہا کی شان میں بکے ہیں تو میں نے اسے جلسے کے بعد الگ لے جا کر پوچھا کہ اگر کوئی شخص تمہاری ماں بہن کے بارے میں بکواس کرے تو کیا جلسہ عام میں اس کا من وعن ذکر کرو گے؟ اس نے کہا نہیں، تو میں نے کہا کہ تمام کائنات کے آقا ومولا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی صاحبزادی ہی کو اس قابل سمجھا کہ ایک

شیطان لکھے اور دوسرا علانیہ سناتا پھرے۔ خیر اس نے توبہ کر لی"(۷)

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں مفکر اسلام حضرت آسی رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت مجاہدانہ کردار ادا کیا۔ تحفظ ختم نبوت کے لئے مختلف مقامات پر کانفرنسوں کا انعقاد کیا۔ جلوس نکالے اور مسلمانوں کو مرزا قادیانی کی حقیقت سے آگاہ کیا اور عقیدہ ختم نبوت کی پاسبانی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ گورنمنٹ ہائی سکول شکر گڑھ میں آپ نے ایک جلسہ میں قادیانیت کے رد میں اتنی زبردست تقریر فرمائی کہ باطل کے ایوانوں میں زلزلہ آ گیا اور حکومت نے آپ کو پابند سلاسل کر دیا البتہ عوام کے شدید دباؤ کے پیش نظر حکومت نے کچھ عرصہ بعد آپ کو رہا کر دیا تھا۔(۸)

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کی کامیابی کے بعد قادیانی زخم خوردہ ہو کر اندرون خانہ سازشوں میں مصروف ہو گئے۔ ۱۹۸۳ء کے بعد تو قادیانیوں نے پورے زور شور کے ساتھ اسلام کے خلاف کام کرنا شروع کر دیا۔ ان دنوں ختم نبوت یوتھ فورس کے پلیٹ فارم پر جن سرفروش نوجوانوں نے ملک بھر میں تہلکہ مچایا اور قادیانی سازشوں کا طشت ازبام کیا ان کی سرپرستی کرنے والوں میں حضور نقش لاثانی کے منظور نظر مرید حضرت پروفیسر محمد حسین آسی رحمۃ اللہ علیہ کا نام نہایت روشن اور نمایاں تھا۔ آپ کے ایک شاگرد شجاعت علی مجاہد کو یہ سعادت حاصل ہے کہ وہ اس تحریک میں سب سے پہلے گرفتار ہوئے۔ بالآخر یہ تحریک کامیاب ہوئی اور ۱۹۸۴ء میں امتناع قادیانیت صدارتی آرڈیننس نافذ ہوا کہ کوئی قادیانی شعائر اسلام استعمال نہیں کر سکتے اور نہ ہی اپنی تبلیغ کر سکتے ہیں۔(۹)

مفکر اسلام علامہ پروفیسر محمد حسین آسی رحمۃ اللہ علیہ نے غلبہ حق کی بحالی اور دفاع اسلام کے لے ایک عظیم تحریک شیران اسلام کا قیام عمل میں لایا۔ آپ کی یہ تحریک تمام باطل قوتوں کے خلاف آج تک برسرپیکار ہے۔ قادیانیوں کے رد میں اس تحریک کا ایک خاص شعبہ ختم نبوت قائم ہے جس کے زیر اہتمام تحفظ ختم نبوت پر مشتمل لٹریچر چھپوا کر لاکھوں کی تعداد میں مفت تقسیم ہو رہا ہے۔ تحریک کے ترجمان ماہنامہ "مجلہ الحقیقہ" میں بھی قادیانیت کے رد میں مقالات شائع کئے گئے ہیں۔ ستمبر ۲۰۰۱ء میں اس کا ایک شاندار ختم نبوت نمبر شائع کیا گیا تھا جو علمی حلقوں میں بے حد مقبول ہوا۔ اب اس کا ایک عظیم وضخیم تحفظ ختم نبوت نمبر بھی منظر عام پر لایا جا رہا ہے۔ ان شاء اللہ(۱۰)

تحریک شیران اسلام کے زیر اہتمام آپ شکر گڑھ میں خصوصی طور پر ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد فرماتے تھے اور اپنے شاگردوں اور مریدوں کو حکم دیتے تھے کہ اپنے اپنے شہروں میں ختم نبوت کانفرنسوں کا اہتمام کرو، پھر آپ خود بھی علالت اور پیرانہ سالی کے باوجود ان کانفرنسوں میں جاتے اور سرپرستی فرماتے تھے۔

مفکر اسلام حضرت آسی رحمۃ اللہ علیہ ایک نامور نعت گو شاعر تھے۔ آپ نے اپنی شاعری میں بھی عقیدہ ختم

نبوت کو احسن انداز میں پیش فرمایا ہے۔ نغمات میلاد میں آپ نے ختم نبوت کے موضوع کو کچھ اس انداز میں پیش فرمایا ہے!

جنہیں کہتا ہے ایماں تاجور ختم نبوت کا
بالآخر خاتم پیغمبراں تشریف لے آئے

تعالیٰ اللہ جو ہیں فاتح دور نبوت بھی
وہی ہاں خاتم پیغمبراں تشریف لے آئے

سب رسولوں کے کمالات کے جامع ہیں حضور
مقطع نظم نبوت نہیں ان سا کوئی

اب سوا ان کے کسی کا نہیں چارہ کوئی

خوب سوچو تو یہ ہے ختم نبوت کا پیام
خاتم قصر ہدایت کی نہایت پر سلام (۱۱)

اول المخلوق کی نوری ہدایت پر سلام

تبرکات حرمین آپ کا ایک دوسرا نعتیہ مجموعہ ہے۔ اس میں بھی آپ نے ختم نبوت کے موضوع پر خامہ فرسائی فرمائی ہے۔ چند اشعار ملاحظہ فرمایئے!

وہ دانائے سبل ختم الرسل کا گنبد خضری
وہ شرف آدمیت کی جبیں کا جھومتا تمغا

شاہ ختم الرسل اور مولائے کل
سید الانبیا ، مصطفٰے مصطفٰے

انبیاء میں ترا ثانی نہیں
تو کہ ہے ختم نبوت کا نگیں

وہ شاہ اولین و آخریں ہے
وہ بے شک رحمۃ للعٰلمیں ہے

خواجۂ کل ، کریم و ختم رسل
اے رسالت کے افتخار سلام

شاہ کونین شہنشاہ رسالت بھی ہیں
فاتح و خاتم ادوار نبوت بھی ہیں (۱۲)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق نعت شریف جس کا مطلع ہے۔

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی
سب سے بالا و والا ہمارا نبی

اس نعت شریف کی ردیف، زمین اور بحر میں حضرت آسی علیہ الرحمۃ نے ستائیس نعتیں لکھیں۔ ان میں بھی ختم نبوت کے موضوع کو احسن انداز میں نبھایا ہے۔ دو اشعار ملاحظہ ہوں!

سب رسولوں کا سردار ختم الرسل
ہر نبی سے ہے اعلیٰ ہمارا نبی

اول الاولیں ہے ہمارا نبی
آخر الآخریں ہے ہمارا نبی(۱۳)

آخر میں مفکر اسلام حضرت پروفیسر محمد حسین آسی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اہم پیغام جو حکومت کے نام ہے، پیش کیا جاتا ہے!

"ظاہر ہے ہم عاجز و بے کس بندوں کی کوششیں مجموعی طور پر کوئی فیصلہ کن اثر نہیں دکھا سکتیں، ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت پاکستان قادیانیت کی اصل حقیقت کو پوری طرح سمجھے اور قوم کو اعتماد میں لے کر انگریز کے اس خودکاشتہ پودے کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے، اگر پاکستان کی بقا، ترقی و استحکام مقصود ہے تو ایسا کرنا ہی ہوگا۔ اسلامی جمہوریہ ہونے کی حیثیت سے بھی یہ اقدام ضروری ہے کیونکہ اسلام کا تقاضا اور جمہور کا مطالبہ یہی ہے"(۱۴)

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے محبوب حضرت احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے طفیل ہم سب کو عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ کرنے کی توفیقات عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین، بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ و اصحابہ اجمعین۔

حواشی و حوالے

(۱) دیکھئے: راقم کا مقالہ "حضور مفکر اسلام کی حیات و خدمات" مشمولہ ماہنامہ مجلہ الحقیقہ، پاکستان اگست ۲۰۰۷

(۲) محمد حسین آسی، پروفیسر مفکر اسلام: "مرزا قادیانی کا مختصر تعارف"

(۳) محمد حسین آسی، پروفیسر مفکر اسلام: "پاکستان میں قادیانیت"

(۴) ایضاً

(۵) ایضاً

(۶) محمد حسین آسی، پروفیسر مفکر اسلام: "سب سے بڑی سعادت"

مقدمہ بر قادیانیت اسلام اور سائنس کے کٹہرے میں (تصنیف: عرفان محمود برق) مطبوعہ لاہور ۲۰۰۵، ص ۱۴

(۷) محمد حسین آسی، پروفیسر مفکر اسلام: حضور نقش لاثانی کا مذہبی تعامل مطبوعہ لاہور ۱۹۹۹ء، ص ۵۹

(۸) ممنون احمد آسوی (مرید خاص مفکر اسلام) کی راقم سے زبانی گفتگو ۷ اگست ۲۰۰۷

(۹) دیکھئے محمد عارف نقشبندی: حضور نقش لاثانی اور تحریک ختم نبوت مشمولہ ماہنامہ مجلہ الحقیقہ پاکستان ستمبر ۲۰۰۱، ص ۲۲

(۱۰) دیکھئے: ماہنامہ مجلہ الحقیقہ پاکستان کے مختلف شمارے

(۱۱) دیکھئے: محمد حسین آسی، پروفیسر مفکر اسلام: نغمات میلاد مطبوعہ لاہور

(۱۲) دیکھئے: محمد حسین آسی، پروفیسر مفکر اسلام: تبرکات حرمین مطبوعہ لاہور ۲۰۰

(۱۳) دیکھئے: محمد حسین آسی، پروفیسر مفکر اسلام: ہمارا نبی مشمولہ ماہنامہ مجلہ الحقیقہ مارچ ۲۰۰۷

(۱۴) محمد حسین آسی، پروفیسر مفکر اسلام: پاکستان میں قادیانیت مشمولہ ماہنامہ انوار لاثانی لاہور فروری ۱۹۸۹ء، ص ۸

نوٹ: یہ مقالہ "مفکر اسلام سیمینار" میں پڑھا گیا جو ۳ فروری ۲۰۰۸ کو پریس کلب راولپنڈی میں انعقاد پذیر ہوا۔

سید صابر حسین شاہ بخاری القادری

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

ختم نبوت کے پاسبان

مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ

مسلمانوں کی چودہ سو سالہ تاریخ گواہ ہے کہ انہوں نے جان و مال، عزت و آبرو اولاد اور وطن ہر چیز کی قربانی دے دی۔ مگر تقدس الوہیت اور ناموس رسالت پر آنچ نہیں آنے دی۔ اسی طرح ختم نبوت ایسے اسلام کے بنیادی عقیدے کے تحفظ کی خاطر سر دھڑ کی بازی لگادی لیکن قصر نبوت میں نقب لگانے والے کسی بھی دشمن اسلام کو برداشت نہ کیا۔

حضور سید العالمین، خاتم النبیین ﷺ کی دنیا سے رحلت اہل بیت کرام اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لیے بہت بڑے صدمے کا باعث تھی ابھی وہ اس روح فرسا سانحے کے غم سے سنبھل بھی نہ پائے تھے کہ جگہ جگہ سے عرب کے مختلف قبائل کے مرتد ہونے کی خبریں آنے لگیں۔ ایک تشویشناک خبر یہ تھی کہ نبوت کا جھوٹا دعویدار مسیلمہ کذاب یمامہ میں چالیس ہزار جنگجو افراد کا لشکر تیار کر کے اپنی پوزیشن خاصی مضبوط کر چکا ہے۔

پاسبان ختم نبوت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جہاں مرتد ہونے والے قبائل کو راہ راست پر لانے کے لیے متعدد دستے بھجوائے وہاں مسیلمہ کذاب کے فتنے کی سرکوبی کے لیے پہلے حضرت عکرمہ پھر حضرت خالد بن ولید کو لشکر کا کمانڈر بنا کر بھیجا۔

سرزمین نجد کے خطہ یمامہ میں دونوں لشکروں کا گھمسان کا رن پڑا دشمن کا دباؤ بڑا شدید تھا۔ کئی دفعہ تو یوں محسوس ہوا کہ دشمن غالب ہوا چاہتا ہے مجاہدین اسلام نے بڑی تعداد میں جام شہادت نوش کیا لیکن دشمن کا لشکر شہادت کے مقابلے کی تاب نہ لاسکا مرتدین کے پاؤں اکھڑ گئے اور انہوں نے بھاگ کر ایک باغ میں پناہ لی اور دروازہ بند کر لیا لیکن اسلام کے شاہینوں کے سیل رواں کے آگے نہ تو تیروں کی بارش رکاوٹ بن سکی اور نہ ہی باغ کی دیواریں بند باندھ سکیں۔ دروازے کا کھلنا تھا کہ مرتدین پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ مسیلمہ کذاب اپنے بیس ہزار ساتھیوں سمیت کیفر کردار کو پہنچا اور اس باغ کا نام ہی "موت کا باغ" رکھ دیا گیا۔

اس طرح اولین پاسبان ختم نبوت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور مجاہدین صحابہ کرام نے ختم نبوت کے ان باغیوں کا قلع قمع کیا۔ اسکے بعد مختلف ادوار میں طالع آزماؤں نے مسند نبوت پر بیٹھنے کی کوشش کی لیکن اُمت مسلمہ نے ایسی کسی بھی کوشش کو کامیابی سے ہمکنار نہ ہونے دیا۔

دور آخر میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے پوتے شاہ اسماعیل دہلوی نے "تقویۃ الایمان" میں لکھا! "اللہ

تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ ایک کلمہ کن سے چاہے تو کروڑوں افراد جبریل اور محمد کی مثل پیدا کر ڈالے‘‘۔ واضح طور پر اس عبارت کی زد عقیدہ ختم نبوت پر پڑتی تھی اسلئے شہید تحریک آزادی علامہ محمد فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے اسکا سختی سے نوٹس لیا۔ پہلے ایک مختصر تحریر لکھی پھر ’’تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ‘‘ کے نام سے ایک مبسوط تحریر سپرد قلم کی اور لوگوں کو بتایا کہ تم کروڑوں افراد کی بات کرتے ہو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو وہ عظمتیں دے رکھی ہیں کہ آپ کی مثل ایک فرد بھی نہیں ہو سکتا۔

پھر بعض لوگوں نے ایک ضعیف اور شاذ حدیث کو بنیاد بنا کر کہہ دیا کہ زمینیں سات ہیں اور اس زمین کے علاوہ باقی چھ زمینوں پر دیگر انبیاء کرام کی طرح حضور سید الانبیاء ﷺ کی ایک ایک مثال موجود ہے۔ یعنی تقویۃ الایمان میں حضور اقدس ﷺ کی مثالوں کو ممکن کہا گیا تھا اور اب بالفعل چھ مثالیں مان لی گئیں۔ یہ عقیدہ ختم نبوت کے خلاف ایک اور کاروائی تھی۔ علماء اہل سنت نے اسکا سختی سے نوٹس لیا۔ حضرت مولانا نقی علی خان بریلوی (والد ماجد امام احمد رضا بریلوی) نے اس کے خلاف مہم چلائی مولانا حافظ بخش بدایونی نے ’’تنبیہ الجہال بالہا الباسط المتعال‘‘ میں ایسے اقوال اور ان کے قائلین کا رد کیا۔

دارالعلوم دیوبند کے بانی محمد قاسم نانوتوی نے ’’تحذیر الناس‘‘ لکھ کر اس شاذ روایت کی تصدیق کی اور قرآن پاک کی نص قطعی ’’وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ‘‘ کی تاویل کر دی حالانکہ ہونا یہ چاہیے تھا کہ نص قطعی کو برقرار رکھا جاتا اور ضعیف و شاذ کی تاویل کر دی جاتی انہوں نے یہاں تک لکھ دیا۔

’’اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا‘‘۔ (تحذیر الناس ص ۲۴)

بعض خوش فہم لوگ کہتے ہیں کہ یہ قضیہ فرضیہ ہے اس سے عقیدہ ختم نبوت میں کیا فرق پڑتا ہے؟ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ فرق یہی پڑتا ہے کہ قرآن پاک کی نص قطعی اور خاتم النبیین کا جو معنی احادیث مبارکہ کی تصریحات اور اجماع اُمت سے ثابت ہے اس کی دھجیاں بکھیر دی گئی ہیں اس کے باوجود آپ کی صحت پر کوئی اثر نہ پڑے تو آپ کی مرضی۔

دارالعلوم دیوبند کے سابق مہتمم قاری محمد طیب نے تو دو قدم مزید آگے بڑھ کر قیل و قال کی گنجائش ہی ختم کر دی وہ لکھتے ہیں! ’’ختم نبوت کا یہ معنی لینا کہ نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا دنیا کو دھوکہ دینا ہے‘‘۔ (خطبات حکیم الامت ص ۵۰)

یہ وہ پس منظر تھا جس میں شاطر انگریزوں نے ایک ایسے شخص کی جستجو کی جوان کی بھرپور حمایت کر لے چنانچہ

مرزا غلام احمد قادیانی مل گیا جسے انہوں نے جھوٹی نبوت کی مسند پر بٹھادیا اور اس سے اپنی حمایت میں اور دین اسلام کے خلاف ایسے ایسے بیانات دلوائے جنہیں پڑھ کر ایک مسلمان کا سر بارندامت سے جھک جاتا ہے۔ اُمت مسلمہ جس نے چودہ صدیوں میں کسی جھوٹے دعویدار نبوت کو قبول نہیں کیا تھا وہ مرزا غلام احمد قادیانی کو کیسے نبی یا مجدد تسلیم کر لیتی؟ علماء اہل سنت وجماعت نے اپنی تمام تحریری، تقریری اور علمی توانائیاں اسکے خلاف صرف کر دیں۔ حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۱۷ھ/۱۹۰۰۔۱۸۹۹ء میں "شمس الہدایہ" لکھ کر حیات مسیح علیہ السلام پر زبردست دلائل قائم کیے۔ مرزائے قادیانی انکا جواب تو نہ دے سکا البتہ پیر صاحب کو مناظرے کا چیلنج دے دیا ۲۵ جولائی ۱۹۰۰ء مناظرہ کی تاریخ مقرر ہوئی پیر صاحب علماء کی ایک بڑی جماعت کے ہمراہ اس تاریخ کو شاہی مسجد لاہور پہنچ گئے۔ لیکن مرزا کو سامنے آنے کی جرأت نہ ہوسکی اس خفت کو مٹانے کے لیے مرزا نے ۱۵ دسمبر ۱۹۰۰ء کو سورۃ فاتحہ کی تفسیر "اعجاز المسیح" کے نام سے عربی زبان میں شائع کی اور یہ تاثر دیا کہ یہ الہامی تفسیر ہے پیر صاحب نے ۱۹۰۲ء میں سیف چشتیائی لکھ کر شائع کردی جس میں مرزا صاحب کی عربی دانی کے دعووں کی دھجیاں بکھیر دیں۔ اس کتاب کا جواب آج تک مرزائیوں پر قرض ہے۔

پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا کے دعاوی کی زبردست تردید کی بادشاہی مسجد لاہور میں مرزا کی موت کی پیشگوئی فرمائی جو حرف بحرف صحیح ثابت ہوئی۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے چھ رسائل اور کئی فتاویٰ اس کے رد میں لکھے۔ ایک رسالہ انکے صاحبزادے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان نے لکھا مولانا علامہ غلام دستگیر قصوری نے متعدد کتابیں لکھیں۔ علمائے پنجاب میں حضرت مولانا غلام قادر بھیروی نے پہلے پہل مرزا کے خلاف فتویٰ دیا۔ مولانا پیر غلام رسول قاسمی امرتسری نے عربی میں ایک کتاب لکھی جو اردو ترجمہ کیساتھ شائع ہوئی۔ قاضی فضل احمد لدھیانوی نے متعدد کتابیں لکھیں۔ حضرت مولانا انوار اللہ خان حیدرآباد دکن نے متعدد کتابیں لکھیں۔ حضرت مولانا خواجہ ضیاء الدین سیالوی نے "معیار المسیح" کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ مولانا محمد عالم آسی امرتسری نے "الکاویہ علی الغاویہ" کے نام سے دو جلدوں میں کتاب لکھی۔ مولانا حیدر اللہ نقشبندی مجددی نے "درۃ الدیانی علی المرتد القادیانی" کے نام سے کتاب لکھی۔

مولانا کرم دین دبیر ہفت روزہ سراج الاخبار جہلم کے ایڈیٹر تھے۔ انہوں نے مرزائیوں کے خلاف زوردار مضامین لکھے جنہوں نے مرزائیوں میں تہلکہ مچا دیا انہوں نے یکے بعد دیگرے مولانا دبیر کے خلاف تین مقدمے دائر کر دیئے جن میں سے دو میں تو وہ باعزت بری ہو گئے البتہ ایک مقدمے میں انہیں چون روپے جرمانہ ہو گیا۔ ۱۷

جنوری ۱۹۰۳ء کو مرزائیوں نے ایک کتاب "مواہب الرحمٰن" جہلم میں تقسیم کی جس میں مولانا کیخلاف دل کھول کر زہر اگلا گیا تھا۔ مولانا نے مرزا غلام احمد قادیانی اور حکیم نور الدین کیخلاف مقدمہ کر دیا۔ مقدمہ دو سال چلتا رہا آخر اکتوبر ۱۹۰۴ء کو گورداسپور کے جج نے مرزا غلام احمد قادیانی پر پانچ سو اور حکیم فضل دین پر دو سو روپے جرمانہ عائد کر دیا۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے تازیانہ عبرت از مولانا کرم دین رحمۃ اللہ علیہ)

مولانا محمد حسن فیضی مرزا کے بلند بانگ دعاوی سن کر ۱۳ فروری ۱۸۹۹ء کو بنفس نفیس مسجد حکیم حسام الدین سیالکوٹ میں پہنچ گئے اور اپنا ایک بے نقط عربی قصیدہ بغیر ترجمہ کے مرزائے قادیانی کو دیا جس میں لکھا تھا کہ اگر آپ کو الہام ہوتا ہے تو اس قصیدے کا مطلب حاضرین کو سنا دیں۔ مرزائے قادیانی نے کچھ دیر دیکھنے کے بعد یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ ہمیں تو اسکا کچھ پتہ نہیں چلتا آپ اسکا ترجمہ کر کے دیں (سبحان اللہ کیا میڈ ان یو کے نبوت ہے۔) علامہ فیضی نے ۹ مئی ۱۸۹۹ء کو سراج الاخبار میں یہ تمام واقعہ چھپوا دیا اور مرزائے قادیانی کو چیلنج دیا! "صدر جہلم میں کسی مقام پر مجھ سے مباحثہ کر لیں میں حاضر ہوں تحریری کریں یا تقریری اگر تحریر ہو تو نثر میں کریں یا نظم میں عربی میں ہو یا فارسی یا اردو آیئے سنئے اور سنایئے"۔ عبرت ناک بات یہ ہے کہ جب تک علامہ فیضی حیات رہے مرزائے قادیانی کو چیلنج قبول کرنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ کوئی رسوائی سی رسوائی تھی۔

کن کن حضرات کا ذکر کیا جائے۔ مرزائے قادیانی پر رد کرنے والے حضرات کا احاطہ کرنا بھی بہت مشکل ہے۔ حضرت شاہ سراج الحق گورداسپوری، مولانا نواب الدین رامداسی، پروفیسر محمد الیاس برنی، مولانا سید محمد دیدار علی شاہ الوری، صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، محدث اعظم ہند کچھوچھوی، حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی، مولانا قاضی عبد الغفور شاہپوری پنجہ شریف ضلع خوشاب، مولانا غلام جہانیاں (ڈیرہ اسماعیل خان) مولانا محمد شریف نوری (لاہور) پیر سید ولایت شاہ گجراتی، مفتی احمد یار خان نعیمی، حافظ مظہر الدین، مولانا محمد بخش مسلم، مولانا ابوالنور محمد بشیر سیالکوٹی، علامہ ارشد القادری، مولانا خدا بخش اظہر، سید محمود شاہ گجراتی، مولانا سید حامد علی شاہ گجراتی رحم اللہ تعالیٰ۔

حکیم اسد نظامی نے ایک دفعہ راقم کو بتایا تھا کہ حضرت شاہ اللہ بخش تونسوی کے حکم پر رد مرزائیت میں علمائے اہل سنت کی تصانیف تونسہ شریف کی لائبریری میں جمع کی گئی تھیں جن کی تعداد دو سو تھی۔ مرزائیوں کے خلاف پہلی دفعہ ۱۹۵۳ء میں تحریک چلائی گئی جسکا مطالبہ یہ تھا کہ ظفر اللہ مرزائی کو وزارت خارجہ کے منصب سے برطرف کیا جائے اور مرزائیوں کو قانونی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے اس تحریک میں تمام مکاتب فکر کے علماء شامل تھے اور تحریک کے

صدر علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری تھے مرکزی قائدین کو گرفتار کر کے سکھر جیل میں نظر بند کر دیا گیا وہیں علامہ سید ابوالحسنات قادری کو اطلاع ملی کہ آپ کے اکلوتے فرزند مولانا سید خلیل احمد قادری کو تحریک میں حصہ لینے کی بناء پر سزائے موت دے دی گئی ہے آپ کے جیل کے ساتھی علماء نے بچشم حیرت یہ منظر دیکھا کہ علامہ نے تمام تر صبر وسکون کیساتھ یہ خبر سنی اور فرمایا! "الحمدللہ! اللہ تعالیٰ نے میرا یہ معمولی ہدیہ قبول فرمالیا ہے"۔

دوسرے قائدین گرفتار ہو گئے تو مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی نے مسجد وزیر خان کو مرکز بنا کر اپنی شعلہ بار تقریروں سے تحریک کو آگے بڑھایا ان ہی دنوں ایک ڈی ایس پی قتل ہو گیا مولانا محمد عبدالستار خان نیازی کو گرفتار کر لیا گیا اور ان کے خلاف پھانسی کا فیصلہ صادر کر دیا گیا۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک وخون غلطیدن خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

بعد میں علامہ نیازی کو رہا کر دیا گیا اور مولانا سید خلیل احمد قادری کی سزائے موت کی خبر بھی غلط ثابت ہوئی اس تحریک میں علامہ سید احمد سعید کاظمی، مولانا غلام محمد ترنم، مولانا غلام الدین (انجمن شیڈ لاہور) مولانا محمد بخش مسلم، مولانا عبدالحامد بدایونی، شاہ عبدالعلیم میرٹھی، صاحبزادہ سید فیض الحسن آلومہاروی، علامہ عبدالغفور ہزاروی، مفتی محمد حسین نعیمی، مولانا سید افتخار الحسن شاہ، پیر محمد قاسم مشوری، مفتی محمد حسین سکھروی، مفتی صاحبداد خان پیر جو گوٹھ سندھ، پیر صاحب سیال شریف، پیر صاحب گولڑہ شریف، پیر صاحب بھرچونڈی شریف، پیر صاحب مانکی شریف، پیر صاحب زکوڑی شریف، اور دیگر علماء مشائخ نے حصہ لیا۔ مفتی اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری اور محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد چشتی قادری نے اپنے اسٹیج سے بھرپور انداز میں مسئلہ ختم نبوت بیان کیا اور مرزائے قادیانی کی جھوٹی نبوت کو طشت ازبام کیا۔ محدث اعظم نے ایک رسالہ لکھا تھا جسکا نام ہے مرزا مرد ہے یا عورت؟

دوسری دفعہ ۱۹۷۴ء میں تحریک ختم نبوت چلی جس میں حسب سابق تمام مکاتب فکر کے علماء شامل تھے مجلس عمل کے جنرل سیکرٹری شارح بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی تھے۔ قومی اسمبلی میں تحریک کے روح رواں قائد اہل سنت اور قائد حزب اختلاف علامہ شاہ احمد نورانی تھے۔ انہوں نے ۳۰ جون ۱۹۷۴ء کو قرارداد پیش کی کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ مرزائیوں کی لاہوری پارٹی نے پچاس لاکھ روپے کی پیشکش کی اور کہا کہ قرارداد میں سے ہمارا نام نکال دیں جسے مولانا نورانی نے پائے حقارت سے ٹھکرا دیا قومی اسمبلی میں مرزا ناصر پیش ہوا اس نے اپنا مؤقف پیش کرتے ہوئے مولوی قاسم نانوتوی کی کتاب تحذیر الناس پیش کی جس میں انہوں نے لکھا ہے! "اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا"۔ اس پر بہت سے افراد کے سر

جھک گئے البتہ قافلہ سالار تحریک ختم نبوت علامہ شاہ احمد نورانی نے گرج کر کہا کہ! "ہم ایسی عبارت کو نہیں مانتے اور اسکے قائلین کو مسلمان نہیں جانتے۔ناموس رسالت کے کسی غدار سے ہماری مصالحت نہیں ہوسکتی"۔

اس قرارداد کی تائید میں ۲۲ ارکان نے دستخط کیے بعد میں انکی تعداد ۳۷ ہوگئی ان میں علامہ عبد المصطفیٰ ازہری کراچی، سید محمد علی حیدر آباد اور مولانا محمد ذاکر جھنگ بھی شامل تھے جو جمعیۃ العلماء پاکستان کے ٹکٹ پر ایم این اے منتخب ہوئے تھے۔البتہ دیوبندی مکتب فکر کے مولوی غلام غوث ہزاروی اور مولوی عبد الحکیم نے مفتی محمود کے اصرار کے باوجود دستخط نہیں کیے۔بالآخر ۷ ستمبر ۱۹۷۴ کو قومی اسمبلی نے مرزائیوں (خواہ وہ قادیانی ہوں یا لاہوری) کو قانونی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا اس وقت مسٹر ذوالفقار علی بھٹو وزیر اعظم تھے۔

مختصر یہ کہ علماء و مشائخ اہل سنت نے روز اول سے آج تک مرزائیوں اور مرزائی نوازوں کا تحریری اور تقریری طور پر شدومد سے رد کیا ہے اور انکے عقائد باطلہ اور دجل فریب کو بے نقاب کیا ہے۔قانونی طور پر پاکستان میں تو مرزائیت کا مسئلہ نپٹا دیا گیا لیکن سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین کی طرح انہیں بھی انگریزوں اور دیگر اقوام کی سرپرستی اور امداد حاصل ہے اس لیے ریشہ دیوانیاں بدستور پاکستان اور بیرون پاکستان جاری ہیں افریقہ اور دیگر یورپین ممالک میں ان کی تبلیغ بھرپور انداز میں جاری ہے برطانیہ میں تو انہوں نے باقاعدہ ٹی وی چینل خرید رکھا ہے جس پر دن رات مرزائیت کا پروپیگنڈا جاری ہے۔پیر سید منور حسین شاہ جماعتی مدظلہ کی سرپرستی میں جامع مسجد امیر ملت برمنگھم میں ہر سال عالمی تاجدار ختم نبوت کانفرنس منعقد کی جاتی ہے ۲ ستمبر ۲۰۰۱ء کی کانفرنس میں راقم کو بھی خطاب کرنے کا موقع ملا تھا۔

ایک دفعہ پیر سید نصیر الدین نصیر شاہ گولڑوی نے دوران گفتگو کہا کہ میرے جد امجد پیر سید مہر علی شاہ ڈیڑھ کنال زمین کے مالک تھے اسکے باوجود انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے گریبان پر ہاتھ ڈال دیا تھا۔آج ہم اربوں روپے کی جائیداد کے مالک ہیں اور مرزائیت میں کچھ بھی نہیں کر رہے۔انہوں نے ردمرزائیت کے لیے پاکستان میں ٹی وی چینل کا نام خریدنے کا عندیہ بھی ظاہر کیا تھا۔ایک نوجوان صادق علی زاہد نے ردمرزائیت کے سلسلے میں علمائے اہل سنت کی خدمات پر اڑھائی تین سو صفحات کی کتاب لکھی جو چھپ چکی ہے۔جناب سردار محمد خاں لغاری "لا نبی بعدی" کے نام سے ایک ماہنامہ نکال رہے ہیں۔ضرورت تھی کہ کوئی بلند ہمت مجاہد علماء اہل سنت کے علمی اور تحقیقی کام کو جمع کر کے ایک سیٹ کی صورت میں دنیا کے سامنے پیش کرتا تاکہ مسلمان اسکا مطالعہ کر کے اپنا ایمان مضبوط کریں اور غیر مسلم بشمول مرزائیوں کے اسکا مطالعہ کر کے نور ایمان وہدایت حاصل کریں سوء اتفاق کہ عموماً ہماری کتابیں ایک دفعہ

چھپتی ہیں اور اسکے بعد ناپید ہو جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے مولانا علامہ مفتی محمد امین قادری (☆) حفظ اللہ تعالیٰ کو کہ انہوں نے اس عظیم الشان مقصد کے لیے کمر ہمت باندھ لی ہے اور "عقیدہ ختم نبوت" کے نام سے پہلی جلد پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ سر دست اندازہ ہے کہ بیس جلدیں تو آ ہی جائیں گی یہ لاکھوں روپے کا منصوبہ ہے اہل سنت و جماعت کے صاحب حیثیت حضرات کو ان کی سرپرستی کرنی چاہیے۔ مولائے کریم جل شانہ انہیں پردہ غیب سے وسائل اور معاونین عطا فرمائے تاکہ وہ اس کار اہم وعظیم کو خوش اسلوبی سے انجام دیں۔ پیش کردہ تصانیف کی ترتیب کچھ اس طرح ہے۔

1) حضرت علامہ غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ "رجم الشیاطین برانلوطات البراہین (عربی)، تحقیقات دستگیر (اردو) فتح رحمانی (اردو)"

2) حضرت علامہ غلام رسول قاسمی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ الالھام الصحیح فی اثبات حیاۃ المسیح (عربی)، الالہام الصحیح فی اثبات حیاۃ المسیح (اردو ترجمہ)

3) امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ چھ رسائل

4) فاتح قادیانیت حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ ہدایۃ الرسول (فارسی)، شمس الھدایۃ (اردو) سیف چشتیائی (اردو)

5) قاضی فضل احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ۔ کلمہ فضل رحمانی، جمعیت خاطر

6) حضرت علامہ انوار اللہ فاروقی صدر الصدور حیدر آباد دکن رحمۃ اللہ علیہ۔ افادۃ الافہام (دو جلدیں) انوار الحق، مفاتیح الکلام

7) مولانا حیدر اللہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ۔ درۃ الدرانی علی المرتد القادیانی

8) حضرت خواجہ ضیاء الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سیال شریف۔ معیار المسیح

9) حجۃ الاسلام مولانا علامہ حامد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ الصارم الربانی علی اسراف القادیانی

10) حضرت علامہ مولانا مفتی غلام مرتضیٰ چشتی رحمۃ اللہ علیہ میانی ضلع سرگودھا۔ الظفر الرحمانی علی کسف القادیانی

11) مولانا علامہ کرم الدین دبیر، مجاہد اسلام رحمۃ اللہ علیہ جہلم۔ تازیانہ عبرت

12) عالمی مبلغ اسلام شاہ عبدالعلیم میرٹھی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ امام احمد رضا)۔ مرزائی حقیقت کا اظہار

13) مولانا علامہ پروفیسر محمد الیاس برنی رحمۃ اللہ علیہ۔متعدد کتابیں

14) مولانا علامہ عبد الحفیظ حقانی رحمۃ اللہ علیہ مفتی آگرہ ملتان۔السیوف الکلامیہ لقطع الدعاوی الغلامیہ

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

نوٹ:یہ مضمون ماہنامہ سوئے حجاز لاہور،جنوری 2005ء سے لیا گیا ہے۔

(☆) حضرت علامہ مفتی محمد امین قادری رحمۃ اللہ علیہ جو عالم شباب میں ہی وصال فرما گئے۔آپ نے عقیدہ ختم نبوت کے نام سے علمائے اہل سنت کی نادرونایاب کتابوں کا مجموعہ ترتیب دیا۔یہ خوبصورت گلدستہ چھ جلدوں میں دستیاب ہے مزید کام جاری ہے۔اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کی قبر اطہر پر کروڑوں رحمتیں نازل کرے۔(ظفر محمود سلطانی)

شہید ختم نبوت محمد مالک شہید رحمۃ اللہ علیہ

صادق علی زاہد

ننکانہ صاحب کا نواحی گاؤں چک نمبر 4 بھگوان پورہ دس ہزار کی آبادی پر مشتمل ہے اکثریتی برادری آرائیں ہے راجپوت بھٹی، رحمانی اور انصاری برادری کے بھی چند گھرانے آباد ہیں۔ اکثریتی آبادی کا ذریعہ معاش کاشتکاری اور محنت مزدوری ہے۔ پورا گاؤں راسخ العقیدہ اہلسنت مسلمانوں پر مشتمل ہے جبکہ 6 گھر قادیانیوں کے بھی ہیں۔

محمد مالک (شہید) 1980 میں چوہدری محمد بوٹا آرائیں کے گھر ننکانہ صاحب کے نواحی گاؤں چک نمبر 4 بھگوان پورہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے تین بھائی اور چار بہنیں (دو سگی اور دو سوتیلی) ہیں۔ آپ کے بھائیوں کے نام طارق محمود، خالد محمود اور محمد عارف ہیں۔ طارق محمود اور خالد محمود آپ سے بڑے جبکہ محمد عارف آپ سے چھوٹے اور سعودی عرب میں بسلسلہ روزگار گئے ہوئے ہیں۔ والد صاحب کی گاؤں میں اپنی ذاتی زرعی زمین ہے گاؤں کے مضبوط زمیندار ہیں۔ ایک بھائی اور تین بہنیں شادی شدہ ہیں جبکہ محمد مالک (شہید) کی ابھی تک شادی نہ ہوئی تھی۔ آپ نے پرائمری تک تعلیم گاؤں کے پرائمری سکول میں ہی حاصل کی۔ مڈل سکول چک نمبر 6 سے آٹھویں پاس کرنے کے بعد ہائی سکول چک نمبر 7 کی بار میں نویں جماعت میں داخلہ لیا۔ اس سکول میں قادیانی لڑکے بھی زیر تعلیم تھے ایک دن قادیانی لڑکے نے جماعت میں قادیانی عقائد کی تبلیغ کی تو آپ نے اسے ٹوکا، بات بڑھ کر لڑائی تک پہنچ گئی۔ کئی دن بعد جب آپ کے والدین کو لڑائی کا علم ہوا تو انہوں نے آپ کو سکول چھڑوا دیا۔ اور آپ کو ویگن خرید کر دیدی جو آپ اپنے گاؤں سے دیگر دیہات تک لوکل چلاتے رہے۔ بعد ازاں گنے کی خرید و فروخت بھی کرتے رہے۔ آپ کا زیادہ وقت دینی و مذہبی امور کی انجام دہی میں گزرتا تھا۔ آپ کو بڑے بھائی خالد محمود اور امام مسجد سید اعجاز حسین شاہ کے بقول آپ باقاعدگی سے پانچ وقت نماز باجماعت مسجد میں ادا کرتے تھے۔ آپ کے بھائی فرماتے ہیں کہ کئی بار میری آپ سے صرف اس وجہ سے ناراضگی ہوئی کہ آپ کھیتوں میں ٹریکٹر چلا رہے ہوتے مسجد سے اذان کی آواز سنائی دیتی تو فوراً ٹریکٹر روک کر مسجد کو چل دیتے میں کہتا کہ کام بہت زیادہ ہے ادھر کھیتوں میں ہی نماز ادا کر لو لیکن آپ فرماتے جو اجر و ثواب مسجد میں نماز ادا کرنے کا ہے وہ کھیتوں میں کیسے مل سکتا ہے۔ مسجد میں نماز ادا کرنے کی برکت سے انشاء اللہ بقیہ کام خود بخود ہو جائیں گے۔ آپ مسجد کی خدمت اور صفائی کا اپنے گھر سے کہیں زیادہ خیال رکھتے تھے ہفتہ میں کم از کم ایک بار ضرور ساری مسجد کی صفائی کرتے اور مسجد کا صحن و فرش پانی سے دھوتے۔ آپ کی بیعت پیر سید جمیل الرحمن سجادہ نشین آستانہ عالیہ چشتیہ آباد کاموکی ضلع گوجرانوالہ سے تھی اور اپنے پیرزادے علامہ پیر نبیل الرحمن سے آپ کو عشق کی حد تک محبت

تھی۔ان کی ہر بات کو بسر و چشم قبول کرنا اپنے لیے باعث فخر سمجھتے تھے۔ 17 مئی 2008ء کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ننکانہ صاحب (صحیح العقیدہ اہل سنت و جماعت کے علماء پر مشتمل تنظیم) کے زیر اہتمام تحفظ عقیدہ ختم نبوت اور رد قادیانیت کے موضوع پر انعام گھر منعقد ہوا تو پیر نبیل الرحمٰن شاہ صاحب مہمان خصوصی کے طور پر مدعو کیے گئے۔پیر صاحب پروگرام میں شرکت کیلئے ننکانہ صاحب آنے سے پہلے آپ کے پاس چک نمبر 4 چلے گئے۔کچھ دیر آپ کے پاس قیام فرمانے کے بعد پروگرام تشریف لائے اور پیر صاحب نے اپنے خطاب کے دوران فرمایا کہ چک نمبر 4 میں قادیانی اپنی عبادت گاہ تعمیر کر رہے ہیں۔عوام کو چاہئے کہ حکومت سے پرزور مطالبہ کریں کہ وہ قادیانیوں کی خلاف اسلام وخلاف آئین پاکستان سرگرمیوں پر پابندی لگائے۔محمد مالک (شہید) پیر صاحب کے ساتھ ہی چک نمبر 4 سے ننکانہ صاحب آئے تھے۔آپ نے بھی فرمایا کہ میرے گاؤں میں عام لوگ قادیانیوں سے مرعوب ہو چکے ہیں اگر کوئی میرے ساتھ تھوڑا سا بھی تعاون کرے تو میں قادیانیوں کی مکروہ سرگرمیوں کے آگے بند باندھ سکتا ہوں۔

10 جون 2008 کا واقعہ ہے کہ خطیب جامع مسجد رضوی علامہ قاری محمد اکرم صاحب نے ایک رنگین چھپا ہوا پوسٹر جس کی پیشانی پر جلی حروف ''الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ ﷺ'' لکھا ہوا تھا اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فتویٰ اور قادیانیوں کے چند کفریہ عقائد پر مشتمل تھا، اپنے شاگرد محمد نواز کو دیا کہ اسے شیشہ میں فریم کروا کر جامع مسجد میں آویزاں کردو۔محمد نواز جسکی عمر سولہ سترہ برس ہے،فتویٰ کو فریم کروالایا اور ساتھ ہی اسکی فوٹو کاپیاں کروا کر گاؤں میں بجلی کے پولوں پر چسپاں کردیں۔

گاؤں میں اگرچہ قادیانیوں کے چند گھر ہیں لیکن دہشت گردی اور غیر قانونی سرگرمیوں کی وجہ سے پورا گاؤں قادیانیوں سے مرعوب رہتا تھا۔جب قادیانیوں کے کفریہ عقائد اور اعلیٰ حضرت کے فتویٰ پر مبنی فوٹو کاپیاں گاؤں میں چسپاں ہوئیں تو قادیانی غنڈوں اصغر ولد عبد الرحمٰن، خالد، ندیم، پسران اصغر، راشد ظفر، پسران سرور، اقبال ولد اکبر نے نو دس دیگر مسلح قادیانیوں کے ہمراہ گاؤں کا گشت لگایا اور جہاں جہاں پوسٹر لگے ہوئے تھے پھاڑ کر پھینک دیئے اور گاؤں کے چوکوں میں کھڑے ہو کر کھلے عام گالی گلوچ کیا اور دھمکیاں دیں کہ آئندہ اگر کسی نے گاؤں میں ہمارے خلاف کوئی لٹریچر تقسیم کیا یا کوئی بات کی تو اسے جان سے ماردیں گے۔محمد نواز کے والد ماسٹر مقصود احمد اور بھائی فیصل کو بلا کر بھی دھمکیاں دیں کہ تمہارے لڑکے نے گاؤں میں اشتہارات لگائے ہیں ہم اسے جان سے ماردیں گے اس پر ماسٹر مقصود نے معذرت کرکے خلاصی کرائی۔اسی دوران پولیس چوکی چک نمبر 5 گ ب کا قادیانی چوکی انچارج نبی احمد پولیس کی نفری لے کر گاؤں پہنچ گیا۔اور گاؤں والوں کو ڈراتا دھمکاتا رہا۔جو پوسٹر بچ گئے تھے اس نے اپنی موجودگی میں

اتروادیئے۔اور گاؤں کے معززین کو اکٹھا کر کے تحریری معافی نامہ لکھنے پر مجبور کرنے لگا۔اس پر مسلمان نوجوانوں نے کہا کہ ہم نے کوئی جرم نہیں کیا جس کے بدلے میں ہمارے بزرگوں سے معافی نامہ طلب کیا جارہا ہے۔چنانچہ مذکورہ چوکی انچارج بھی مسلمانوں کو برے نتائج کی دھمکیاں دیتا ہوا واپس چوکی آ گیا۔اور ڈسٹرکٹ پولیس آفیسر ننکانہ صاحب ناصر اکبر کو اس انداز میں رپورٹنگ کی گویا کہ مسلمانوں نے قادیانیوں کے ساتھ بہت ظلم کردیا ہے۔D.P.O نے متعلقہ تھانہ صدر ننکانہ صاحب کے انچارج رضا کار حسین شاہ کو موقع پر جانے کا حکم دیا رضا کار حسین شاہ موقع پر گیا اور زبردستی گاؤں والوں سے صلح نامہ لکھوالایا۔گاؤں کے مسلمانوں پر یہ بات بڑی شاق گزری کہ قادیانیوں نے ''الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ ﷺ'' لکھے ہوئے پوسٹر کو شہید کر کے توہین رسالت کا ارتکاب کیا ہے۔اس کے باوجود پولیس ہمیں بلاوجہ مرعوب کررہی ہے آیندہ جمعہ کے دن قاری محمد اکرم صاحب نے خطبہ جمعہ کے دوران ساری صورت حال سے گاؤں والوں کو مطلع کرتے ہوئے ایک منظم تنظیم بنا کر قادیانیوں کی غنڈہ گردی کا مقابلہ کرنے کی تجویز پیش کی۔چنانچہ مسلمانوں نے پندرہ بیس افراد پر مشتمل ایک وفد تشکیل دیا جس میں علامہ قاری محمد اکرم، سید اعجاز حسین شاہ محمد سلیم، فیاض رحمانی اور محمد عارف وغیرہ شامل تھے اس وفد نے محمد مالک (شہیدؒ) کی سربراہی میں مجلس تحفظ ختم نبوت ننکانہ کے امیر مہر محمد اسلم ناصر ایڈووکیٹ سے ملاقات کر کے ساری صورت حال سے آگاہ کیا اور اخلاقی و قانونی امداد طلب کی۔اور قادیانیوں کے خلاف مقدمہ درج کروانے اور اسکی پیروی کے لیے محمد مالک (شہیدؒ) نے خود کو بطور مدعی پیش کیا مہر محمد اسلم ناصر ایڈووکیٹ نے وکلاء کا ایک وفد تشکیل دے کر 4 چک سے آنے والے وفد کے ہمراہ D.P.O صاحب سے ملاقات کی۔اور انہیں اصل صورتحال سے آگاہ کیا۔D.P.O نے معاملہ کی سنگینی کو بھانپتے ہوئے D.S.P صدر اور S.H.O صدر ننکانہ صاحب پر مشتمل انکوائری کمیٹی تشکیل دے کرمبنی برحقائق تفتیش کرنے کا حکم دیا۔انکوائری کمیٹی نے 20.06.08 کو فریقین کو شام 5 بجے تھانہ طلب کیا دونوں طرف سے بہت سے لوگ پیش ہوئے اور درخواست میں نامزد ملزم اصغر ولد عبدالرحمٰن نے ارتکاب جرم کا اقرار کرلیا۔تو انکوائری کمیٹی نے ملزمان کے خلاف زیر دفعہ 295/C اندراج مقدمہ کا حکم دیا اور مقدمہ نمبر 351/08 برخلاف اصغر، خالد، ندیم، راشد، ظفر اور اقبال درج ہوگیا۔ملزم اصغر کو تھانہ میں موجود ہونے کی وجہ سے گرفتار کرلیا گیا جبکہ بقیہ ملزمان کی گرفتاری اور تفتیش کے لیے مثل مقدمہ رانا منور .S.I کے سپرد ہوئی۔ملزمان کا تعلق راجپوت خاندان سے تھا اور تفتیشی افسر بھی راجپوت نزدیکی گاؤں کا رہائشی اور ملزمان کا رشتہ دار تھا چنانچہ اس نے ملزمان کی گرفتاری کے لیے کوئی ریڈ نہ کیا بلکہ مدعی مقدمہ محمد مالک (شہید رحمۃ اللہ علیہ) کو ڈرا دھمکا کر مقدمہ واپس لینے پر مجبور کرتا اور محمد مالک شہید کے ہمراہ آنے والے گواہان کے

ساتھ انتہائی جنگ آمیز زبان سے بات کرتے ہوئے انھیں محمد مالک شہید کے ساتھ آنے سے روکتا رہا۔ شروع شروع میں آپ کے والدین نے بھی آپ کو اس مقدمہ کی پیروی سے روکنے کی کوشش کی مگر نشہ عشق رسالت سے سرشار محمد مالک (شہید رحمۃ اللہ علیہ) اپنی حقیقی منزل کی طرف بڑھتے ہوئے استقامت کا پہاڑ بن گئے اور آپ نے فیصلہ کرلیا کہ قانونی وعدالتی چارہ جوئی سے کسی صورت پیچھے نہیں ہٹیں گے چنانچہ والدین بھی رضامند ہوگئے اور مقدمہ کی پیروی کے لیے نئی موٹر سائیکل خرید کردے دی۔ آپ نے مجلس تحفظ ختم نبوت کے عہدہ داران کے ہمراہ متعدد بار ڈی ایس پی صدر اور انچارج تھانہ صدر ننکانہ سے ملاقات کرکے معاملہ کی سنگینی کا احساس دلایا اور ملزمان کی گرفتاری کا مطالبہ کیا لیکن کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ محمد مالک (شہید رحمۃ اللہ علیہ) نے ہر دفعہ اس خدشہ کا برملا اظہار کیا کہ گرفتاری نہ ہونے کی وجہ سے قادیانیوں کے حوصلے بہت بڑھ چکے ہیں اور وہ کسی بھی وقت مجھ پر حملہ کرکے مجھے قتل کردینگے لیکن اسکی کسی بات پر ڈی ایس پی سمیت کسی پولیس افسر نے کان نہ دھرا۔ 10 ستمبر 2008ء قادیانیوں ملزمان کی عبوری ضمانت کی تاریخ تھی۔ پولیس نے روایتی سستی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دانستہ طور پر نہ ہی کسی ذمہ دار پولیس آفیسر کے ذریعے مقدمہ کا ریکارڈ عدالت میں پیش کیا اور نہ ہی ضمانتیں خارج ہونے کی صورت میں ملزمان کی گرفتاری کیلئے مناسب پولیس کا بندوبست کیا۔ بلکہ ملزمان سے ملی بھگت کرکے انھیں فرار ہونے کا پورا پورا موقع فراہم کیا۔ چنانچہ ملزمان نے درخواست ضمانت واپس لے لی اور فرار ہوگے۔ گاؤں میں جاکر ملزمان نے کھلے عام اسلحے کی نمائش کرتے ہوئے محمد مالک (شہید) اور اس کے ساتھیوں کو دھمکیاں دینا شروع کردیں۔ اس پر محمد مالک (شہید) اور اس کے جانثار ساتھی علامہ محمد اکرم، سید محمد اعجاز حسین شاہ، طاہر محمود، محمد عارف اور محمد سلیم نے مہر محمد اسلم ناصر ایڈووکیٹ، لیاقت علی کھچی ایڈووکیٹ، چوہدری محمد ارشد ایڈووکیٹ، محمد اکرم ناز، صادق علی زاہد، محمد سرور اور مہر شوکت علی شاہد کے ہمراہ ضلعی پولیس آفیسر ننکانہ صاحب اکبر ناصر سے ملاقات کرکے پولیس کی نااہلی وسستی کا شکوہ کیا۔ لیکن D.P.O نے سیدھے منہ بات تک نہ کی جس سے صاف ظاہر ہورہا تھا کہ عدل وانصاف فراہم کرنے کا دعوے دار ضلعی پولیس آفیسر کسی انجانی قوت سے مرعوب ہوچکا ہے۔ مہر محمد اسلم ناصر ایڈووکیٹ نے D.P.O سے اپنے اس خدشے کا برملا اظہار کیا کہ قادیانی مدعی مقدمہ محمد مالک (شہید) کی جان کے درپے ہوچکے ہیں۔ اس کے باوجود D.P.O نے کوئی معقول بندوبست نہ کیا۔ اسی دن وفد نے D.S.P صدر سے بھی ملاقات کی۔ D.S.P نے بذریعہ فون S.H.O تھانہ صدر ننکانہ صاحب اور تفتیشی آفیسر رانا منور S.I کو اپنے دفتر طلب کیا۔ دو گھنٹے وفد بیٹھا رہا لیکن دونوں ہی نہ آئے اس پر D.S.P نے معذرت خواہانہ انداز میں وفد کو شام 6:00 بجے تھانہ صدر ننکانہ صاحب حاضر ہونے

کیلئے کہا۔

شام 6:00 بجے پچاس کے قریب مسلمانوں کا وفد مہر محمد اسلم ناصر ایڈووکیٹ، حاجی عبدالحمید رحمانی اور محمد مالک (شہید) کی قیادت میں تھانہ صدر پہنچ گیا۔ جہاں پر D.S.P صدر اور S.H.O صدر موجود تھے۔ لیکن مقدمہ کا تفتیشی رانا منور S.I موجود نہ تھا۔ S.H.O کی ساری گفتگو کا محور مفرور قادیانی ملزمان کی بریت ثابت کرنا تھا۔ اور صاف نظر آ رہا تھا کہ S.H.O ملزمان کی وکالت کر رہا ہے اس پر لیاقت علی بھی ایڈووکیٹ نے اس خدشہ کا اظہار کیا کہ S.H.O نے قادیانی ملزمان سے بھاری رشوت وصول کر لی ہے۔ جس پر D.S.P نے کہا کہ یہ توہین رسالت کا مقدمہ ہے کوئی مسلمان اس مقدمے میں رشوت لینے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اگر کسی پولیس آفیسر نے اس مقدمہ میں رشوت لی ہو تو ایسے ہی ہے جیسے اس نے اپنی بیوی یا بیٹی کی عزت کا سودا کیا ہے۔ جبکہ یہ کسی بھی غیرت مند انسان کیلئے نہ ممکن ہے۔ جب D.S.P یہ بات کر رہا تھا تو S.H.O کا

رنگ زرد ہو گیا اور اسکی حالت قابل دید تھی وفد نے پرزور مطالبہ کیا کہ پولیس اپنی تفتیش اپنے وژن کے مطابق مکمل کرتے ہوئے جو ملزمان گناہگار ہیں انھیں گناہگار لکھے۔ جو بے گناہ ہیں انھیں بے گناہ لکھے۔ لیکن دونوں پولیس افسران بضد تھے کہ آپ ہی بتائیں کہ کتنے لوگ گناہگار اور کتنے بے گناہ ہیں۔ اس پر وفد نے کہا کہ ہم نے تو گناہگاروں کے خلاف ہی مقدمہ درج کرایا ہے کسی بے گناہ کے خلاف مقدمہ درج نہیں کرایا۔ چنانچہ کوئی نتیجہ نکلے بغیر وفد کو تھانہ سے فارغ کر دیا گیا۔ محمد مالک (شہید) نے .D.S.P کے سامنے متعدد بار کہا کہ .S.H.O اور تفتیشی افسر مجھے قادیانیوں کے ذریعے قتل کروانا چاہتے ہیں اگر میں قتل ہو گیا تو اسکی تمام تر ذمہ داری پولیس پر ہو گی جو کھلم کھلا قادیانیوں کی مکمل پشت پناہ بنی بیٹھی ہے اس پر .S.H.O نے کہا کہ ملزمان تو بھیگی بلی بنے پھر رہے ہیں وہ کیسے آپ پر حملہ کر سکتے ہیں۔ مگر دوسرے دن ہی آپ کا خدشہ سچ ثابت ہوا اور پولیس کی ملی بھگت سب پر آشکارا ہو گئی۔ اب تو یہ بات ننکانہ صاحب کے ہر پیر و جوان کی زبان پر ہے کہ پولیس نے ناموس رسالت اور محمد مالک (شہید رحمۃ اللہ علیہ) کی زندگی کا سودا قادیانیوں سے پانچ لاکھ روپے میں طے کر کے مکمل رقم حاصل کر لی تھی۔ تھانہ سے فارغ ہو کر محمد مالک (شہید) اور اس کے سب ساتھی دفتر ختم نبوت میں افطاری کرنے کے بعد اپنے گاؤں چلے گئے اگلے دن 11 ستمبر کو محمد مالک (شہید رحمۃ اللہ علیہ) قاری محمد اکرم اور محمد عارف دوبارہ ضلع کچہری ننکانہ صاحب آئے اور ایک اشٹام فروش سے وقت لیا کہ وہ اپنے گاؤں سے چالیس لوگوں کو ساتھ لے کر کل کو آئیں گے جو اس بات کی گواہی دیں گے کہ قادیانیوں نے توہین رسالت کا جرم کیا تھا اور جن ملزمان کے خلاف مقدمہ توہین رسالت درج ہے۔ یہ سب ارتکاب جرم توہین رسالت میں پوری طرح

ملوث ہیں۔آپ سب لوگوں سے بیانات حلفی تحریر کردیں تاکہ میں ان کو شامل مثل کرواسکوں۔دو بجے بعد از نماز ظہر محمد مالک (شہید) اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ضلع کچہری ننکانہ سے اپنے گاؤں چلے گئے۔

گاؤں جاکر محمد مالک (شہیدؒ) نے ان لوگوں سے رابطہ کیا جو جرم توہین رسالت کے عینی شاہد تھے۔ان سے شناختی کارڈز اکٹھے کیے اور انھیں اگلے دن ضلع کچہری ننکانہ صاحب جانے کیلئے پابند کیا۔اسی دوران افطاری کا وقت ہوگیا تو محمد مالک (شہید) اپنے گھر سے افطاری کیلئے پرتکلف لوازمات لے کر اپنے سب سے پیارے دوست سید اعجاز حسین شاہ (امام مسجد) کے پاس چلا گیا۔اور دونوں دوستوں نے مل کر افطاری کی اور نماز مغرب کے بعد دونوں نے آنے والے کل کا پروگرام فائنل کیا۔اور محمد مالک (شہید) بڑی مسجد میں نماز عشاء و تراویح کیلئے چلا گیا مسجد میں بعد از نماز تراویح مقدمہ توہین رسالت کی نئی صورتحال پر غور وخوض کرنے کیلئے میٹنگ بھی بلائی گئی تھی۔رات گیارہ بجے نماز اور میٹنگ سے فارغ ہوکر محمد مالک (شہید) مسجد سے اپنے گھر واپس جارہا تھا۔قاری محمد اکرم صاحب، محمد مالک (شہید) کا بھائی خالد محمود اور محمد ارشد اکٹھے مسجد سے نکلے قاری محمد اکرم صاحب کا گھر آگیا تو وہ اپنے گھر داخل ہوگئے۔جبکہ بقیہ تینوں اپنے اپنے گھروں کو چل دیے۔جب تینوں محمد حفیظ ولد محمد لطیف کے گھر کے سامنے چوک میں پہنچے تو بلانمبری دوموٹر سائیکلوں پر سوار قادیانی ملزمان ندیم ولد اصغر، افتخار ولد یونس، راشد ولد سرور اور عشرت ولد توکل مجید آتشیں اسلحہ سے مسلح سامنے سے آگئے جبکہ تیسری موٹر سائیکل پر تین نامعلوم مسلح ملزمان تھوڑے فاصلے پر کھڑے ہوئے تھے۔ملزم افتخار نے خالد محمود اور محمد ارشد کو اسلحہ کی نوک پر ایک طرف کرلیا۔جبکہ ملزم عشرت نے محمد مالک (شہید) پر فائر کردیا دوسرا فائر ملزم ندیم نے محمد مالک (شہید) پر کیا دونوں فائر محمد مالک (شہید) کے چہرہ اور گردن پر دائیں طرف لگے۔جس سے محمد مالک (شہید) شدید زخمی ہوکر گر پڑے اور بغیر تڑپے بغیر کوئی آواز نکالے آپ کی روح پرواز کرگئی اس طرح 11 ستمبر 2008ء بروز جمعرات 10 رمضان المبارک 1429ھ گیارہویں شریف کی بابرکت رات 11 بجے آپ کو مرتبہ شہادت نصیب ہوگیا ملزمان تینوں موٹر سائیکلوں پر اسلحہ لہراتے ہوئے فرار ہوگئے۔محمد مالک (شہید) کی شہادت کی خبر پورے ملک میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ننکانہ صاحب سے مجلس تحفظ ختم نبوت کے عہدہ داروں اور کارکنوں کی بھاری تعداد وقوعہ کا علم ہوتے ہی فوراً محمد مالک (شہید) کے گاؤں چک نمبر 4 (مالک شہید والا) پہنچ گئی۔پولیس کی بھاری نفری پہلے ہی گاؤں میں پہنچ چکی تھی۔محمد مالک شہید رحمۃ اللہ علیہ کا جسد خاکی قبلہ رو چارپائی پر جائے شہادت پر ہی پڑا ہوا تھا۔کارکنان مجلس تحفظ ختم نبوت نے جائے وقوعہ پر پہنچ کر سب سے پہلے محمد مالک (شہید) کے قدم چومے اور ضروری قانونی کاروائی و پوسٹ مارٹم کیلئے شہید کے جسد خاکی کو ننکانہ صاحب لے آئے۔محمد

ما لک (شہید) کے والد چوہدری محمد بوٹا صاحب صبر واستقامت کا پہاڑ بنے ہوئے تھے۔نوجوان بیٹے کی جدائی کا غم کرتے ہوئے کبھی آنسو بہاتے اور کبھی اس کی شہادت پر فخر کرتے ہوئے ان کا سر فخر سے بلند ہو جاتا۔اپنے حواس پر مکمل کنٹرول رکھتے ہوئے آپ نے اپنے شہید بیٹے کی شہادت کا مقدمہ نمبر 618/08 بجرم 302/148/ 149 ت پ تھانہ صدر ننکانہ صاحب میں خود درج کرایا۔

جب محمد ما لک شہید رحمۃ اللہ علیہ کا پوسٹ مارٹم کیا جارہا تھا تو موقع پر موجود لوگوں نے دیکھا کہ محمد ما لک شہید رحمۃ اللہ علیہ کے خون کی خوشبو سے فضا معطر ہوگئی۔پوسٹ مارٹم کے بعد شہید کے جسد خا کی کو چک نمبر 4 (ما لک شہید والا) لے جایا گیا۔بعد از نماز جمعہ شہید کی نماز جنازہ کا اعلان ہو گیا نماز جمعہ تک قرب وجوار سے ہزاروں کی تعداد میں لوگ جوق در جوق چک نمبر 4 (ما لک شہید والا) پہنچ گئے۔نماز جمعہ جامع مسجد رضوی میں ادا کی گئی مسجد میں تل دھرنے کو جگہ نہ بچی لوگ قادیانیوں کے خلاف آتش زیر پا بنے ہوئے تھے اور ان کے گھروں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے پر تلے ہوئے تھے۔اس پر قاری محمد اکرم خطیب مسجد ہذا محمد اسلم ناصر ایڈووکیٹ امیر مجلس تحفظ ختم نبوت ننکانہ صاحب اور حاجی عبد الحمید رحمانی نے لوگوں کو صبر وتحمل اور استقامت و بردباری سے کام لیتے ہوئے کسی بھی غیر قانونی وغیر اخلاقی سرگرمی میں ملوث ہونے سے باز رہنے کی اپیل کی۔اسی وقت حاجی عبد الحمید رحمانی نے گاؤں کا نام چک نمبر 4 بھگوان پورہ کی بجائے چک نمبر 4 ما لک شہید والا رکھنے کا اعلان کیا۔جب محمد ما لک شہید رحمۃ اللہ علیہ کے آبائی گھر سے جنازہ اٹھا تو پورا گاؤں معطر ہو گیا۔کم وبیش پندرہ سے بیس ہزار تک لوگوں کا ہجوم جنازہ میں شریک تھا۔جنازہ کو کندھا دینے کیلئے لوگ دیوانہ وار بھاگ رہے تھے جو شخص شہید کی چارپائی کو ہاتھ لگانے میں کامیاب ہو جاتا

وہ اپنے مقدر پر ناز کرتا۔مڈل سکول چک نمبر 6 کی فٹ بال گراؤنڈ انسانوں کے ہجوم سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔چند منٹ کیلئے مجاہد ختم نبوت بدیع الزمان بھٹی صاحب نے پر جوش خطاب فرماتے ہوئے محمد ما لک شہید رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں زبردست خراج تحسین پیش کیا اور محمد ما لک شہید رحمۃ اللہ علیہ کے دست راست اور پیارے دوست علامہ سید اعجاز حسین شاہ صاحب نے نماز جنازہ کی امامت کرائی راقم الحروف کو تین دفعہ شہید ناموس رسالت کے قدم چومنے کی سعادت نصیب ہوئی۔پھر گلاب کے پھولوں میں لپٹا شہید ناموس رسالت کا جسد خا کی زمین کی گود میں سلا دیا گیا۔ اگلے دن ملک بھر کے اخبارات میں محمد ما لک شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت اور فقید المثال جنازہ کی خبریں شہ سرخیوں سے شائع ہوئیں۔

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

اولیائے امت اور قادیانیت کا بھیانک چہرہ

مولانا محمد شہزاد قادری ترابی

حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

مجھے ابتداء میں سیر و سیاحت اور آزادی بہت پسند تھی۔حجاز مقدس کے سفر میں میری ملاقات حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے مکہ مکرمہ میں ہوئی حضرت حاجی صاحب صحیح کشف کے مالک تھے۔جب انکو میری آزاد اور بے باک طبیعت کا علم ہوا تو شدید اصرار اور تاکید سے حکم دیا کہ چونکہ عنقریب ہندوستان میں ایک فتنہ (قادیانی) ظاہر ہونے والا ہے لہذا تم وطن واپس چلے جاؤ اگر تم بالفرض خاموش بھی رہو گے تو بھی یہ فتنہ ترقی نہیں کر سکے گا۔اور اس طرح ملک میں آرام رہے گا۔چنانچہ میں پورے وثوق کے ساتھ حاجی صاحب کے اس کشف کو مرزا قادیانی کے فتنہ سے تعبیر کرتا ہوں اور آنحضرت ﷺ نے بھی خواب میں مجھے حکم دیا کہ یہ مرزا قادیانی غلط تاویل کی قینچی سے میری احادیث کے ٹکڑے ٹکڑے کر رہا ہے اور تو خاموش ہے۔اسکے بعد جو کچھ لکھا گیا وہ عام لوگوں کی خیر خواہی کیلئے لکھا گیا۔اس لیے کہ فساد عقائد لوگوں کے لیے زہر قاتل کی حیثیت رکھتے ہیں۔کتاب وسنت ائمہ کرام اور اُمت مرحومہ کے علماء کے صحیح عقائد کی بنیاد پر اس کی حقیقت کو آشکار کیا۔(ملفوظات طیبات ص۱۲۶، ۱۲۷)

پیر سید مہر علی شاہ نے اپنے حجرے میں آنکھیں بند کیں اور دیکھا کہ آنحضرت ﷺ تعدے کی حالت میں جلوہ فرما ہیں۔حضور ﷺ سے چار بالشت کے فاصلے پر پیر صاحب باادب بیٹھے ہیں لیکن مرزا غلام احمد اس جگہ سے دور حضور ﷺ کی طرف پیٹھ کیے بیٹھا ہے۔(تحریک ختم نبوت ص۵۰ آغا شورش کشمیری)

مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت پر حضرت امیر ملت

پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کا پانچ نکاتی بیان

۱) سچا نبی کسی استاد کا شاگرد نہیں ہوتا۔اسکا علم لدنی ہوتا ہے۔وہ روح القدس سے تعلیم پاتا ہے۔بلا واسطہ اس کی تعلیم و تعلم خداوند قدس سے ہوتی ہے۔جھوٹا نبی اسکے برخلاف ہوتا ہے۔

۲) ہر سچا نبی اپنی عمر کے چالیس سال گزرنے کے بعد یکدم اپنے رب العالمین مخلوق سے روبرو دعویٰ نبوت کر دیتا ہے اور بتدریج آہستہ آہستہ اسکو درجہ نبوت ملتا ہے وہ نبی ہوتا ہے۔وہ پیدائش سے نبی ہوتا ہے جھوٹا نبی برخلاف اسکے آہستہ آہستہ نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔پہلے وہ محدث مجدد ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔

۳) حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضور خاتم الانبیاء تک جتنے بھی نبی ہوئے تمام کے نام منفرد تھے۔کسی سچے نبی کا نام

مرکب نہ تھا۔ برعکس اسکے جھوٹے نبی کا نام مرکب تھا۔

۴) سچا نبی کوئی ترکہ نہیں چھوڑتا اور جھوٹا نبی ترکہ چھوڑ کر مرتا ہے اور اولاد کو محروم الارث کرتا ہے۔

۵) مرزائی جو کہ غلام احمد کے پیرو ہیں وہ ختم نبوت کے قائل نہیں اور حضور ﷺ کی رسالت و نبوت میں کمی کرنے والے ہیں اور حضور ﷺ کے مدارج کو مرزا غلام احمد کے لیے مانتے ہیں۔ (بحوالہ ماہنامہ انوار الصوفیہ اپریل، مئی ۱۹۴۱ء ص ۳۳)

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

آپ فرماتے ہیں کہ!

''قادیانی مرتد و منافق ہیں۔ مرتد و منافق وہ کہ کلمہ اسلام اب بھی پڑھتا ہے۔ اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ یا کسی نبی کی توہین کرتا یا ضروریات دین میں سے کسی شے کا منکر ہے۔ اسکا ذبیح محض نجس مردار حرام قطعی ہے۔ مسلمانوں کے بائیکاٹ کے سبب قادیانیوں کو مظلوم سمجھنے والا اور اس سے میل جول چھوڑنے کو ظلم اور ناحق سمجھنے والا اسلام سے خارج ہے اور جو کافر کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ (احکام شریعت)

اور فرمایا کہ!

''اس صورت میں فرض قطعی ہے کہ تمام مسلمان موت و حیات کے سب علاقے اس سے قطع کرلیں۔ بیمار پڑنے پر پوچھنے کو جانا حرام، مر جائے تو جنازے پر جانا حرام ہے۔ اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا حرام ہے اسکی قبر پر جانا حرام ہے۔ (فتاویٰ رضویہ شریف)

نگاہ ولایت اور قادیانی کذاب کا دعویٰ نبوت

مرزا غلام احمد قادیانی ایک روز مولانا پیر سید حسن شاہ صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت نے اسے ہدایت فرمائی کہ عقیدہ اہلسنت و جماعت پر ثابت قدم رہے اور خواہشات نفسانیہ اور ہوائے شیطانیہ کا غلام نہ بن جائے۔ جب یہ کلام حافظ عبدالوہاب صاحب (جو حضرت کے شاگرد اور مرید اور یونیورسٹی میں عربی کے پروفیسر تھے، سنا تو عرض کیا حضور آپ نے اسے اس طرح ہدایت فرمائی اسکی کیا وجہ ہے؟ ارشاد فرمایا کچھ مدت بعد اس

شخص (غلام احمد) کا دماغ خراب ہو جائے گا اور یہ نبوت کا دعویٰ کرے گا۔ کیونکہ مجھے اللہ تعالیٰ کی عطاء سے معلوم ہوا ہے کہ قادیان سے قرن شیطان کا ظہور ہوگا اور وہ نبوت کا دعویٰ کرے گا۔ (ارشاد ص ۱۶۱)

اس پیشن گوئی کے چھتیس سال بعد مرزا غلام احمد قادیانی نے مسیحیت و نبوت کا دعویٰ اگل دیا۔ (ضیائے حرم دسمبر ۷۴)

راولپنڈی میں منعقدہ مشائخ کانفرنس کے موقع پر شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے خطاب سے اقتباس قادیانی مسئلہ!

"کہا جاتا ہے کہ قادیانیوں کو اقلیت قرار دو۔ اقلیت تو ذمیوں کو کہا جاتا ہے جو شخص اسلام کو چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کرے وہ کافر نہیں، وہ مرتد ہے اور مرتد کی سزا شریعت میں قتل ہے۔ اگر حکومت میرے ہاتھ میں ہوتی تو میں قادیانیوں کا فیصلہ شریعت کے مطابق کرتا جس کی نظیر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قائم کی تھی"۔ (ضیائے حرم دسمبر ۷۴)

امیر شریعت جانشین شیخ الاسلام خواجہ محمد حمید الدین سیالوی مدظلہ صدر مرکز الدعوۃ الاسلامیہ نے پہلی سالانہ عظمت تاجدار ختم نبوت کانفرنس کے موقع پر فرمایا!

"قادیانیت عالم اسلام کے اتحاد میں زبردست رُکاوٹ ہے۔ اس کا قلع قمع کیے بغیر ملت اسلامیہ کا وجود خطرے میں ہے۔ قادیانیت اسلام دشمن طاقتوں کی گہری سازش ہے۔ اس بدترین ناسور کے خلاف جہاد مسلمانوں کا اہم ترین فریضہ ہے"۔ (بحوالہ قادیانیوں کو اسلام کی دعوت از علامہ غلام رسول سعیدی ص ۷) ختم نبوت کونسل یو۔کے

جسٹس پیر کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ

قادیانیت منکرین ختم نبوت کا ایسا گروہ ہے جسے انگریز نے عالم اسلام کی بیخ کنی کے لیے خود کاشت کیا اور پھر اس کے تمام مفادات کا تحفظ کیا۔ یہ لوگ اعلیٰ عہدوں پر فائز ہونے کے باعث دن رات پوری اُمت مسلمہ اسلام اور وطن عزیز کے خلاف تباہ کن ریشہ دوانیوں میں مصروف ہیں۔ یہ مار آستین ہیں۔ یہ لوگ بیرونی ممالک میں اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلام دشمن طاقتوں کی جاسوسی تخریب کاری اور پاکستان کی جڑیں کاٹنے کا کام کرتے ہیں۔ عالم اسلام کے اول دشمن اسرائیل کے دارالحکومت تل ابیب میں انکا مشن پوری سرگرمی سے کام کر رہا ہے۔ اسرائیل کی فوج میں

باقاعدہ قادیانی موجود ہیں۔ان حالات میں اس فتنہ کے تدارک کی ذمہ داری اُمت محمدیہ ﷺ کے ہر فرد پر عائد ہوتی ہے۔قادیانیت کے خلاف خواص وعوام میں ایک نیا شعور پیدا ہو رہا ہے جس سے قادیانیت کی زہرناکیوں اور ریشہ دوانیوں کے خلاف نفرت کا احساس عام ہو رہا ہے۔سابقہ جج سپریم کورٹ آف پاکستان سجادہ نشین آستانہ عالیہ بھیرہ شریف سرگودھا)

شیخ الحدیث حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ

خاتم النبیین ("الیوم اکملت لکم دینکم" آج ہم نے تمہارا دین مکمل کر دیا۔اپنی نعمت تم پر تمام کردی اور تمہارے لیے دین کی حیثیت سے اسلام کو پسند کیا (سورۃ مائدہ) یہ آیت ۹ ذی الحجہ ۱۰ھ کو نازل ہوئی۔اس بشارت میں یہ اشارہ تھا کہ دین کی عمارت میں کسی نہ کسی اینٹ کی ضرورت تھی جو حضور ﷺ کے وجود سے کامل ہو گئی۔ایسی کہ اب اس میں کوئی جگہ باقی نہ رہی۔

ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین (احزاب)

کہ حضور نبیوں کے خاتم ہیں۔حضور ﷺ نے خاتم کے معنی خود متعدد احادیث میں بیان فرما دیئے۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی میں انبیاء کا خاتم ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

تکمیل دین اور ختم نبوت کو بطور تمثیل بیان کرتے ہوئے حضور ﷺ نے فرمایا!میری اور دیگر انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے کوئی عمدہ محل بنایا جسے دیکھ کر لوگ اس کی عمدگی خوبصورتی کی تعریف کریں لیکن اس محل کے ایک گوشہ میں ایک اینٹ کی جگہ خالی ہو جسے دیکھ کر لوگ یہ کہیں اگر اس جگہ کو بھی پورا کر دیا جاتا تو خوب ہوتا۔اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا!تو میں وہی آخری اینٹ ہوں۔

وانا خاتم النبیین میں پیغمبروں کا خاتم ہوں

فختمت لانبیاء تو پیغمبری کا سلسلہ ختم ہو گیا (بخاری و مسلم)

حضور ﷺ نے دیگر انبیاء کے مقابلے میں اپنے مخصوص فضائل میں ختم نبوت کا ذکر نمایاں طور پر فرمایا ہے۔نبوت مجھ پر ختم کر دی گئی (مسلم) میں پیغمبروں کا اس وقت بھی خاتم تھا جبکہ آدم پانی اور مٹی میں پڑے ہوئے تھے۔(کنز الاعمال ص ۱۰۴ ج ۶)

لفظ خاتم کے معنی آپ نے خود فرما دیئے (آخری نبی) اور حضور ﷺ کے بعد نبی کے پیدا ہونے کے امکان کو خود حضور ﷺ نے ختم فرما دیا۔اے علی تم اس بات پر خوش نہیں کہ تم میں اور مجھ میں وہ نسبت ہے جو ہارون اور موسیٰ میں

تھی۔

الا انہ لیس نبی بعدی (بخاری) مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

حضور ﷺ خاتم النبیین نے فرمایا!بنی اسرائیل کی نگرانی اور سیاست انبیاء کرتے تھے جب ایک نبی وصال فرماتا تو دوسرا نبی پیدا ہو جاتا اور۔۔۔میرے بعد کوئی نبی نہیں۔اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہو سکتے تھے۔اس حدیث میں ''لو کان ''کا لفظ ہے۔لو امر محال کے لیے آتا ہے۔جس سے واضح ہوا کہ حضور ﷺ کے بعد کسی نبی کا پیدا ہونا محال ہے۔میرے پانچ نام ہیں۔محمد، احمد، ماحی، خدا میرے ذریعے کفر کو مٹائے گا۔خدا میرے جھنڈے تلے بروز حشر ساری مخلوق کو جمع فرمائے گا اور میں عاقب ہوں۔الذی لیس بعدہ نبی (آخری)ہوں جس کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔

رسالت و نبوت کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔میرے بعد نہ کوئی رسول نہ کوئی نبی۔اس لیے جو شخص بھی حضور ﷺ کے بعد کسی بھی تاویل سے نبوت کا دعویٰ کرے وہ کافر مرتد دائرہ اسلام سے خارج ہے۔جیسے مرزا قادیانی اور اسے نبی ماننے والے۔قادیانی اور اسکے مسیح بزرگ یا مسلمان ماننے والے جیسے لاہوری مرزائی یہ سب کافر مرتد دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ان سے میل جول، سلام، کلام، محبت، نکاح وغیرہ سخت حرام ہے۔ان کا ذبح کیا ہوا جانور مردار ہے۔معاذ اللہ کسی لڑکی کا مرزائی سے نکاح خالص زنا ہے۔اسی طرح مرزائی لڑکی سے کسی مسلمان لڑکے کا نکاح فاسد و باطل ہے۔مرزائی قادیانی ہوں یا لاہوری انکے ہوٹلوں میں پکا ہوا گوشت مردار حرام ناپاک ہے اور گوشت کے علاوہ دیگر اشیاء مکروہ ہیں۔(دین مصطفیٰ ص۵۶،۵۸)

عقیدہ تحفظ ختم نبوت اور امام احمد رضا

برصغیر پاک و ہند میں امام احمد رضا فاضل بریلوی کے خانوادے نے منکرین ختم نبوت اور قادیانیت کا رد کیا۔امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا قادیانی کو صرف کافر ہی نہیں قرار دیا بلکہ اس کو مرتد منافق بھی کہا ہے اور اپنے فتووں میں اس کو اسکے اصلی نام غلام قادیانی کے نام سے تعبیر کیا ہے۔مرتد و منافق وہ شخص ہے جو کلمہ اسلام پڑھتا ہے اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اس کے باوجود اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ یا کسی نبی یا رسول کی توہین کرتا ہے یا ضروریات دین سے کسی شے کا منکر ہے۔اس کے احکام کافر سے بھی سخت تر ہیں۔امام صاحب نے مرزا غلام قادیانی اور منکرین ختم نبوت کے رد ابطال میں متعدد فتاویٰ کے علاوہ جو مستقل رسائل تصنیف کیے ہیں اُنکے نام یہ ہیں۔

۱)''جزاء اللہ عدوہ باباتہ ختم النبوۃ'' یہ رسالہ ۱۳۱۷ھ میں تصنیف ہوا۔ اس میں عقیدہ ختم نبوت پر ۱۲۰ احادیثیں اور منکرین کی تکفیر پر جلیل القدر ائمہ کی تیس تصریحات پیش کی گئی ہیں۔

۲)''السو والعقاب علی المسیح الکذاب'' یہ رسالہ ۱۳۲۰ھ میں اس سوال کے جواب میں تحریر ہوا کہ اگر ایک مسلمان مرزائی ہوجائے تو کیا اسکی بیوی اس کے نکاح سے نکل جائے گی؟ امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ دس وجوہات سے مرزا غلام قادیانی کا کفر ثابت کر کے احادیث کے نصوص اور دلائل شرعیہ سے ثابت کیا کہ سنی مسلمہ عورت کا نکاح باطل ہوگیا۔ وہ اپنے کافر مرتد شوہر سے فوراً علیحدہ ہوجائے۔

۳)''قہر الدیان علی فرقہ بقادیان'' یہ رسالہ ۱۳۲۳ھ میں تصنیف ہوا اس میں جھوٹے مسیح قادیان کے شیطانی الہاموں اس کی کتابوں کے کفریہ اقوال سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور انکی والدہ ماجدہ سیدہ مریم رضی اللہ عنہا کی پاک وطہارت اور ان کی عظمت کو اجاگر کیا ہے۔

۴)''المبین ختم النبیین'' یہ رسالہ ۱۳۲۶ھ میں اس سوال کے جواب میں تصنیف ہوا کہ خاتم النبیین میں لفظ النبیین پر جو الف لام ہے وہ مستغرق کا ہے۔ یہ عہد خارجی کا ہے۔ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل کثیرہ سے واضح ثابت کیا ہے کہ اس پر لام استغراق کا ہے اور اسکا منکر کافر ہے۔

۵)''الجزار الدیان علی المرتد القادیان'' یہ رسالہ ۳ محرم الحرام ۱۳۴۰ھ کو ایک استفتاء کے جواب میں لکھا گیا اور اسی سال ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ کو آپ کا وصال ہوا۔

۶)''المعتقد المنتقد'' امام احمد رضا کے مسند افتاء سے ہندوستان میں جو سب سے پہلا رسالہ قادیانیت کے رد میں شائع ہوا وہ ان کے صاحبزادے مولانا مفتی حامد رضا خان نے ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۶ء ''الصارم الربانی علی اسراف القادیانی'' کے نام سے تحریر کیا تھا جس میں مسئلہ حیات عیسیٰ علیہ السلام کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور غلام قادیانی کذاب کی مثیل مسیح ہونے کا زبردست رد کیا گیا ہے۔ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے خود اس رسالے کو سراہا ہے۔ مذکورہ بالا سطور سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ منکرین نبوت اور قادیانیوں کی رد میں امام احمد رضا کس قدر سرگرم، مستعد متحرک اور فعال تھے۔ وہ اس فتنے کے ظہور ہوتے ہی اس کی سرکوبی کے درپے تھے۔ اس فتنے کی رد میں امام احمد رضا کی مساعی جمیلہ اس قدر قابل ستائش اور قابل توجہ ہے کہ ہر موافق ومخالف نے انھیں قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ (روزنامہ جنگ ہفتہ ۲۸ جمادی الثانی ۱۴۲۳ھ ۷ دسمبر ۲۰۰۲ء)

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

تحفظ ختم نبوت اور
صحابہ کرام و اولیاء اللہ

محمد عارف حسین ناسک قادری سروری

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا!

انہ سیکون فی امتی کذابون ثلثون کلھم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبین لا نبی بعدی (رواہ مسلم) قریب ہے کہ میری اُمت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے جن میں سے ہر ایک یہی کہے گا کہ میں نبی ہوں حالانکہ میں خاتم النبین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

آج کیسے آ سکتا ہے کوئی نبی کذاب
دنیا میں ہی کر دیا اللہ نے اُن کا خانہ خراب
قادیانی کو پہنچی نہ آتی تھی جراب
دن میں سو سو بار کرتا تھا روزانہ پیشاب (ناسک)

عہد رسالت مآب ﷺ میں ہی مسیلمہ کذاب نے اپنی جھوٹی نبوت کا اعلان کر دیا۔ اُس خبیث کذاب نے حضور اکرم ﷺ کو خط لکھا کہ!

''اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی بنایا ہے اور سرزمین عرب میں حصہ مقرر کیا ہے لہذا آدھا علاقہ تم لے لو آدھا میرے حوالے کر دو''۔

آنحضرت ﷺ نے اُسے کذاب (بہت بڑا جھوٹا) قرار دیا تھا۔ لیکن اس کی سرکوبی سے قبل ہی آپ ﷺ اس دارفانی سے عالم بقا کی طرف انتقال فرما گئے۔ مسیلمہ کذاب کے پیروکار صرف قبائلی تعصب کی بنا پر اُس لعین کذاب کا ساتھ دے رہے تھے اُن کا کہنا تھا کہ!

''ربیعہ کا جھوٹا قریش کے سچے نبی سے بہتر ہے''۔ (نعوذ باللہ)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اُس کذاب کی سرکوبی کے لیے لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔ یمامہ کے مقام پر زبردست جنگ ہوئی جس میں بارہ سو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین شہید ہوئے جن میں سے سات سو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حافظ قرآن مجید تھے۔ ستائیس ہزار مرتدین قتل ہوئے۔

آج منکرین ختم نبوت اس بات پر خلوص دل سے غور کریں اور توجہ کریں کہ حضور اکرم ﷺ کے بعد اگر کسی

بھی نبی کی گنجائش ہوتی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مسیلمہ کذاب کیخلاف جہاد کیوں کرتے؟ اور بارہ سو صحابہ کرام کی شہادت کی صورت میں عظیم نقصان کیوں برداشت کرتے؟۔

اُن جلیل القدر مومنین نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر کے یہ ثابت کر دیا کہ اُن سے بڑھ کر کوئی عقیدہ ختم نبوت کا رازداں نہیں اور اُن سے بڑھ کر کوئی ختم نبوت کا پاسباں نہیں۔ اُن جیسا اسلام کا کوئی قدرداں نہیں۔ اور اُن سے زیادہ کوئی محافظ مطالب قرآن نہیں۔ لہذا قرآن وحدیث کے مطالب ومعانی میں خودساختہ اور جعلی تاویلیں اور تعبیریں بے بنیاد ہیں۔ کسی جعلی مسیح موعود، ظلی، بروزی یا امتی نبی کی ہرگز گنجائش نہیں۔

خاتم النبیین ہیں سید و سرور محمد ﷺ
گنجائش ہی نہیں کہ آئے کوئی قادیانی
مقفل ہو چکا ہے در رسالت و نبوت کا
نہ کھول سکے گا اسے کوئی گروہ شیطانی
شہدائے یمامہ سے سیکھیے عقیدہ ختم نبوت
اُن سے بڑھ کر نہیں کوئی فقیہہ و عالم آیات قرآنی (ناسک)

وہ سب عربی داں وارث علم وعرفاں وہ عربی النسل اُن کی زباں اصل کشتِ نبوت کی پہلی فصل صحبت نبی بلا فصل اُن کا ایمان کامل و بے مثل اُنکا عقیدہ اصل اُن کا ایمان اصل اُن کا فہم قرآن اصل۔ کون ہے جو تردید کرے اُن کے علم وعرفان کی ایمان کی فہم قرآن کی اُن کی شہادت کا یہی پیغام ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو آخری نبی ماننا ہی عین اسلام ہے۔ اسی عقیدہ کے تحفظ کے لیے جام شہادت نوش کرنا جہاد ہے۔ ختم نبوت کا انکار الحاد ہے۔ یہ سب شیطانی فساد ہے۔

تلاش حق کے لیے ہے یہ ختم نبوت کی عظیم دلیل
ممکن نہیں کہ غلام احمد ہوکر لا سکے اسکی کوئی تاویل
سب جھوٹے قادیانی کذاب و اسود ہوئے دنیا ہی میں ذلیل
منکرین ختم نبوت کے لیے ہے معرکہ یمامہ ہدایت کی قندیل (ناسک)

مرزا قادیانی اور اولیائے ربانی:

مرزا قادیانی کے ابتداء میں وہی عقائد تھے جو ایک صحیح العقیدہ سُنی مسلمان کے ہونے چاہییں۔ اس نے اپنے

اشتہاری اعلان مورخہ ۱۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء (مندرجہ تبلیغ رسالت ج دوم) میں لکھا ہے!

''میں اُن تمام اُمور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا کہ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے اُن سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن و حدیث کی رو سے مسلّم الثبوت ہیں اور سیدنا و مولانا حضرت محمد ﷺ ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعیٔ نبوت و رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ محمد ﷺ پر ختم ہوگئی۔۔۔۔۔میری اس تحریر پر ہر شخص گواہ رہے''۔

بعد ازاں وہ مجدد، ابن مریم بنا محمد و احمد بنا یہاں تک کہ انگریزوں کے خلاف جہاد کو حرام قرار دے دیا۔

مشائخ طریقت کو چیلنج:

مرزا قادیانی نے سب مشائخ طریقت اور علماء کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا!

''اس وقت آسمان کے نیچے کسی کی مجال نہیں جو میری برابری کی لاف مار سکے میں اعلانیہ اور بلا کسی خوف کے کہتا ہوں کہ اے مسلمانو! تم میں بعض لوگ محدثیت اور مفسریت کے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں اور بعض ازراہ ناز زمین پر پاؤں بھی نہیں رکھتے اور کئی خدا شناسی کا دم مارتے ہیں اور خود کو چشتی اور قادری اور نقشبندی اور سہروردی اور کیا کیا کہتے ہیں۔ [ایں جملہ طوائف را نزدِ من بیارید] ذرا ان سب کو میرے سامنے تو لاؤ''۔

جگر گوشہ غوث اعظم پیر سید مہر علی شاہ جیلانی قادری چشتی قدس سرہ العزیز اور مرزا قادیانی:

حضرت پیر سید مہر علی شاہ قدس سرہ العزیز کے نسب پاک کا سلسلہ پچیس واسطوں سے حضرت سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔ آپ فیضان غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے حقیقی وارث تھے۔ آپ فرماتے ہیں! ''انگہ کے ایام طالب علمی میں مَیں یا شیخ عبد القادر جیلانی پکارا کرتا تھا تو تیسری پکار پر جواب آتا تھا کہ میں نے سن لیا ہے تم اپنا کام شروع کرو''۔ (مہر منیر ص ۷۰)

حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ دنیا کے تمام اولیاء اللہ کے سردار نبوت کے بعد ولایت کے اُس مقام اقصیٰ پر فائز ہیں جہاں اور کسی کو رسائی نصیب نہیں ہوئی۔

غوث اعظم درمیان اولیاء چوں محمد درمیان انبیاء

جب مرزا قادیانی اور اُن کے نئے مذہب کا زیادہ چرچا ہوا اور ظاہر بین لوگ متاثر ہونے لگے تو علماء کی درخواست پر حضرت قبلہ عالم قدس سرہ اس طرف متوجہ ہوئے اور باطنی ارشادات کی تعمیل میں ۱۳۱۷ھ یعنی ۱۹۰۰ء۔۱۸۹۹ء ماہ شعبان ورمضان المبارک میں اور اوو اشغال روزمرہ سے کچھ وقت بچا کر ایک رسالہ بعنوان ''شمس الہدایت فی اثبات حیات المسیح'' منشی عبدالجبار کاتب اخبار ''چودھویں صدی'' راولپنڈی کو قلمبند کرایا جو رمضان شریف ہی میں طبع ہو کر سارے ہندوستان کے علماء و مشائخ میں تقسیم کرا دیا گیا اور ایک کاپی بذریعہ رجسٹری مرزا کو بھی قادیان میں ارسال کردی گئی۔

مرزا قادیانی کے حواریوں نے خود لکھا ہے کہ کتاب کا شائع ہونا تھا کہ ملک کے طول وعرض میں ایک شور بپا ہو گیا۔عوام کی طرف سے شمس الہدایت کے جواب کا زور پکڑ گیا تو مرزا صاحب نے جوش میں آ کر حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کو مناظرہ کی دعوت دی۔اُس نے ۲۲ جولائی ۱۹۰۰ء کو حضرت صاحب علیہ الرحمۃ کے نام چیلنج کا اشتہار بھیجا۔آپ نے مرزا کے اس چیلنج کو قبول کیا اور جواباً ۲۵ جولائی کو بذریعہ رجسٹری اشتہار ارسال کیا گیا۔جس میں آپ نے نوٹ لکھا!

''میں بروئے اختیار اشتہار دعوت ۲۵ اگست ۱۹۰۰ء بمقام لاہور مقرر کرتا ہوں براہ مہربانی آپ تاریخ مقررہ پر تشریف لے آویں''۔

چنانچہ جب وعدہ کا دن قریب آیا تو ملک کے طول وعرض سے ہزارہا مسلمان لاہور پہنچ گئے۔لاہور کے بازاروں میں لوگوں کے میلے کی سی کیفیت پیدا ہو گئی۔اُن دنوں لوگ ویسے بھی مذہبی جلسوں اور مباحثوں میں بہت دلچسپی لیتے تھے لیکن اس خاص موقع پر تو ہجوم خلائق کی ایک خاص وجہ یہ بھی تھی کہ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ جیسی مشہور زمانہ روحانی تقدس اور علمی احترام وشہرت رکھنے والی شخصیت پہلی بار اسلام اور قادیانیت کے خطرناک حملوں کے دفاع میں علمائے دین کی اس قدر بڑی اور فقید المثال تعداد کیساتھ میدان مناظرہ ومباحثہ میں تشریف فرما ہو رہی تھی اور تمام موافق ہندو یا مخالف حضرات اپنی آنکھوں سے بیسویں صدی کی اس سب سے بڑی اشتہاری تحریک کا حشر دیکھنا چاہتے تھے۔

۲۴ اگست ۱۹۰۰ء کو گولڑہ شریف سے روانگی پر حضرت صاحب قدس سرہ العزیز نے مرزا صاحب کو ایک تار کے ذریعے پہلے راولپنڈی ریلوے سٹیشن سے اور پھر اثنائے سفر لالہ موسیٰ جنکشن سے اطلاع دی کہ میں لاہور پہنچ رہا

ہوں ۔جب آپ کی ٹرین لاہور پہنچی تو پہلا سوال جو آپ نے دریافت فرمایا وہ مرزا کی آمد کے متعلق تھا۔پچاس کے قریب نامی گرامی علماء آپ کے ہمراہ تھے جو پشاور، ہزارہ، اٹک، چھچھ، دھنی، گھیبی، پنڈی ہار، سوان اور سون وغیرہ علاقہ جات کے رہنے والے تھے۔

مسلمان بہت بڑی تعداد میں آپ کے استقبال کے لیے اکٹھے ہو چکے تھے۔اور آپ کو جلوس کی صورت لے جانا چاہتے تھے مگر آپ نے پسند نہ فرمایا اور ریلوے سٹیشن سے باہر باغ میں تشریف فرما ہو کر تقریباً دو گھنٹہ تک لوگوں سے مصافحہ فرماتے رہے اور ان کے شوق زیارت کی تسکین فرمائی۔مباحثہ کا انعقاد شاہی مسجد میں قرار پایا تھا اس لیے مورخہ ۲۵ اگست کو پولیس نے وہیں حفظ امن کے انتظامات کر رکھے تھے ۲۵ اور ۲۶ اگست کو دونوں اطراف کے نمائندے اور عوام مسجد میں جمع ہو کر منتشر ہوتے رہے اور قادیانیوں کی طرف سے کہا جاتا رہا کہ شرط کے طے ہونے میں توقف ہو رہا ہے مگر مرزا صاحب آئیں گے لیکن مرزا کو نہ آنا تھا اور نہ وہ آیا۔حالانکہ اس نے قبل ازیں اپنے ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء کے اشتہار میں لکھا تھا!

''اگر میں حاضر نہ ہوا تو اس صورت میں بھی میں کاذب سمجھا جاؤں گا''۔

قادیانیوں کے بعض ذی اثر لاہوری حضرات نے مرزا صاحب کو لانے کے لیے بہت تگ و دو کی مگر ناکام رہے۔مرزا قادیانی نے کسی بھی شرط پر لاہور آنے سے انکار کر دیا۔اُس نے صاف کہہ دیا کہ میں کسی قیمت پر لاہور آنے کو تیار نہیں ہوں کیونکہ مولوی لوگ مجھے دعویٰ نبوت میں کاذب ثابت کرنے کے بہانے قتل کرانا چاہتے ہیں۔

جب قادیانی جماعت کا آخری وفد قادیان سے مرزا صاحب کا یہ جواب لے کر ناکام لوٹا تو اس جماعت میں بہت انتشار پیدا ہو گیا۔بعض نے اُسی وقت توبہ کا اعلان کر دیا بعض سخت مایوس ہو کر خانہ نشین ہو گئے۔کچھ مرزا کی جھوٹی نبوت کے منکر ہو گئے۔نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے رخ انور کو دیکھ کر کئی کافر مسلمان ہو گئے کہ ایسا نورانی اور خوبصورت چہرہ جھوٹے آدمی کا نہیں ہو سکتا۔مگر یہ مرزا قادیانی تو سراپا جھوٹ بلکہ کذاب تھا اور ظاہر و باطن میں خراب تھا۔جب بالمشافہ مباحثہ و مناظرہ کے لیے مرزا قادیانی کو میدان میں آنے کی جرأت نہ ہوئی تو اس جماعت کے ایک وفد نے حضرت پیر صاحب قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا!

''آپ حضرت مرزا صاحب کیساتھ مباہلہ کیوں نہیں کر لیتے؟ کہ ایک اندھے اور ایک اپاہج یعنی لنگڑے کے حق میں مرزا صاحب دعا کریں اور اسی طرح کے ایک دوسرے اندھے اور اپاہج کیلیے آپ دعا کریں جس کے نتیجے میں حق و باطل کا فیصلہ ہو''۔

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ نے جواب دیا!

''مرزا صاحب سے کہہ دیں کہ اگر مُردے بھی زندہ کرنے ہوں تو آجائیں''۔

یہ کسی دیوانے کا نعرہ مستانہ نہ تھا بلکہ اُس سید زادے کا کلمہ حق تھا جن کی رگوں میں غوث الثقلین غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کا خون دوڑ رہا تھا۔ اُن کے فیوض و برکات سے بھرپور تھے، پر نور تھے، صاحب حضور تھے۔ جو نبی نہ تھے مگر مُردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔ مُردہ دلوں کو نورِ ولایت سے منور کر دیتے تھے۔ شیخ ابو سعید قیلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرمایا!

''شیخ عبد القادر اللہ تعالیٰ کے حکم سے اندھوں کو بینا کوڑھی کو تندرست اور مُردوں کو زندہ کر سکتے ہیں''۔ (زبدۃ الآثار ص ۹۰)

مرزا قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو مسمریزم قرار دیتا ہے۔ انبیاء و اولیاء کی شان میں گستاخیاں کرتا ہے۔ حالانکہ حدیث قدسی ہے!

من عادلی ولیا فقد اذنته بالحرب (اللہ تعالیٰ عزوجل نے بزبان مصطفیٰ ﷺ فرمایا!) ''جس نے میرے کسی ولی (دوست) سے دشمنی کی میں اُس کے خلاف جنگ کا اعلان کرتا ہوں''۔

حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ!

''ابو بکر اور عباد دونوں نے میرے حال پر اعتراض کیا تھا اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی گردنیں ماردیں''۔ (زبدۃ الآثار ص ۹۹)

شیخ عباد نے کہا تھا کہ میں جناب غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد زندہ رہوں گا اور آپ کی ولایت کا وارث بنوں گا۔ اتنی بات کہنے کی وجہ سے اُس کی ولایت سلب ہوگئی اور تھوڑے ہی عرصے میں مر گیا۔

منکرین ختم نبوت غور کریں کہ اُن کا ایمان کیسے ثابت و سالم رہ سکتا ہے وہ تو اللہ تعالیٰ کیساتھ حالت جنگ میں ہیں۔ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ شریعت محمدی ﷺ کے بڑے سخت محافظ اور پاسبان ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں ایک صاحب کرامت بزرگ تھے وہ کہا کرتے تھے!

''میں تو مقام یونس علیہ السلام سے آگے پہنچ گیا ہوں''۔

اس شخص کے اس دعوے کا تذکرہ جناب غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں کیا گیا تو آپ کا چہرہ غصے سے تابناک ہو

گیا۔ آپ تکیہ لگائے بیٹھے تھے مگر غصے کے عالم میں اس کو لے کر اپنے سامنے رکھ لیا۔ ابھی یہ حالت ہوئی تھی کہ وہ دعویٰ کرنیوالا مر اپڑا تھا۔ کسی نے اُس کے مرنے کے بعد اُسے خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا تمہارے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا سلوک کیا؟ اُس نے بتایا مجھے اللہ تعالیٰ نے بخش دیا اور حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق میرے دعویٰ کو بھی معاف کیا گیا۔ یہ سارا کام حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ترس کھانے اور سفارش کرنے سے ہوا۔ اللہ تعالیٰ بھی راضی ہو گیا اور حضرت یونس علیہ السلام نے بھی معاف کر دیا۔

فیضان غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کا وارث اور امین ہونے کے ناطے حضور قبلہ عالم سرکار گولڑہ قدس سرہ العزیز نے مرزا قادیانی کی ہر تعلّی کا بڑا ٹھوس، حکیمانہ اور عارفانہ جواب دیا۔ آپ نے مرزا کی طرف سے تحریری مناظرہ کی دعوت اور اُن کی فصیح عربی اور اردو نویسی کی تعلّی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا!

> ''علمائے اسلام کا اصل مقصود تحقیق حق اور اعلاء کلمۃ اللہ ہوا کرتا ہے فخر و تعلّی مقصد نہیں ہوتا۔ ورنہ جناب نبی کریم ﷺ کی اُمت میں اس وقت بھی ایسے خادم دین موجود ہیں کہ اگر قلم پر توجہ ڈالیں تو وہ خود بخود کاغذ پر تفسیر قرآن لکھ جائے''۔

ظاہر ہے کہ اس سے اشارہ اپنی جانب تھا چنانچہ بعد میں اس چیلنج کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ!

> ''میں نے یہ دعویٰ از خود نہیں کیا تھا بلکہ عالم مکاشفہ میں جناب نبی کریم ﷺ کے ''جمال باکمال سے میرا دل اس قدر قوی اور مضبوط ہو گیا تھا کہ مجھے یقین کامل تھا کہ اگر اس سے بھی کوئی بڑا دعویٰ کرتا تو اللہ تعالیٰ ضرور مجھے سچا ثابت کرتے''۔

نیز فرمایا! کئی کلّے دے زور تے کد دی اے۔ (مہر منیر ص ۲۴۲)

اُس وقت کے بڑے بڑے علماء و مشائخ میں سے مرزا قادیانی کے چیلنج کو قبول و منظور کرنے کی سعادت صرف حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ حاصل ہوئی کیونکہ آپ اس کے لیے مامور تھے اور اس کام کیلئے آپکو خاص اذن دیا گیا تھا۔ حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے قادیانی مناظرات پر اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا!

''میں اس امر میں معذور ہوں کیونکہ جس طرح مرزائی دلائل دیتے ہیں اگر کوئی اور صاحب علم اُن کی تردید کر سکے تو مجھے مناظرات کی کیا ضرورت ہے بصورت دیگر نا مناسب ہے اگر مسلمان ہی نہیں رہیں گے تو صوفیائے کرام تصوف کی تعلیم کسے دیں گے؟''۔

دین حق کے تحفظ میں یہ رجز خوانی اور ظفریابی کیا میدان اور کیا منبر ہر کہیں حضرت قبلہ عالم قدس سرہ اپنے مورث اعلیٰ باب علوم و شاہ ولایت اسد اللہ غالب علی بن ابی طالب وجد امجد پیران پیر حضرت غوث الاعظم جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ورثہ میں ملی تھی اور آپ اس کے لیے مامور من اللہ تھے۔مرزا قادیانی کے خلاف فتح یابی میں حضور سیدنا غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی استعانت و استمداد آپ کے شامل حال رہی۔ایک بزرگ سید چانن شاہ رحمۃ اللہ علیہ کبھی اپنے ایک خواب کی کیفیت بیان فرماتے تھے کہ میں نے ایک فوج کو علم لہراتے دریائے جہلم کے پُل پر سے لاہور کی جانب جاتے دیکھا جن میں سے ایک صاحب نے میری دریافت پر فرمایا کہ!

''ہم بغداد شریف سے آرہے ہیں اور پیر صاحب گولڑہ شریف کی نصرت کے لیے مرزائے قادیانی کے مقابلے پر لاہور جارہے ہیں''۔

نور نظر ہے اور گل گلستان زہرا و علی کا
چرچا ہوا سارے عالم میں علم و عرفان علی کا
فیض عام ہے آج بھی غلامان غوث جلی کا
نہیں ہے کوئی مثل زمانے میں گلشن مصطفےٰ کی کلی کا(ناسک)

حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کا کشف:

شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمہ اللہ علیہ نے ایک دفعہ مراقبہ کیا اور مرزا قادیانی کو قبر میں باؤلے کتے کی شکل میں دیکھا کہ اُس کے منہ سے جھاگ نکل رہی ہے اور وہ انتہائی خوفناک آوازیں نکال رہا ہے۔بڑی پُھرتی سے گھوم گھوم کر منہ سے دم پکڑنے کی کوشش کررہا ہے۔غصے میں آکر کبھی اپنی ٹانگوں کو کاٹتا ہے اور کبھی سر زمین پر پٹختا ہے۔(مرگ مرزائیت ص ۷۶)

حضرت پیر سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا مرزا قادیانی کو دعوت مباہلہ:

حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت باباجی خواجہ فقیر محمد صاحب فاروقی نقشبندی

تیراہی چورہ شریف ضلع کیمبل پور کے خلیفہ تھے۔ اُنھوں نے ایک سو دس برس عمر پائی تھی اور ساٹھ حج کیے۔ آپ نے ۱۹۰۸ء میں بمقام لاہور مرزا قادیانی کو مباہلہ کی دعوت دی اور انکار ہونے پر برسرِ عام مرزا کی موت کی پیشن گوئی کی جو ایک ہفتہ کے اندر صحیح ثابت ہوئی۔ (مہر منیر ص ۴۰۶)

قدوۃ الاولیاء حضرت سیدنا طاہر علاؤ الدین گیلانی القادری البغدادی قدس سرہ کی زیر صدارت کل پاکستان ختم نبوت کانفرنس:

یہ عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس ۲۴ اکتوبر ۱۹۸۸ء کو گیارہ بارہ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ کی درمیانی رات نبیرہ غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ قدوۃ الاولیاء حضرت سیدنا طاہر علاؤ الدین القادری البغدادی کی زیر صدارت مینار پاکستان لاہور کے سبزہ زار میں منعقد ہوئی۔ ختم نبوت کے نام پر برپا کیے گئے اس عظیم الشان جلسے کا باعث اور محرک وہ مباہلے کا چیلنج تھا جو قادیانی جماعت کے مغرور امیر مرزا طاہر احمد نے تمام مسلمانوں کی غیرت ایمانی کو للکارتے ہوئے دیا تھا۔ اس کانفرنس کے انعقاد سے متعلق بیانات اور اعلانات تقریباً ایک ماہ قبل ہی اخبارات کی شہ سرخیوں کے طور پر شائع ہو رہے تھے۔

شب میلاد مصطفیٰ ﷺ کے مبارک موقع پر شمع رسالت کے پروانے ناموس ختم نبوت کے دیوانے جاں نثاری اور وفا شعاری کے جذبات لیے رنگا رنگ قافلوں مشعل بردار جلوسوں کیساتھ جوق در جوق غول در غول کارواں در کارواں درودو سلام کے ترانے گاتے ختم نبوت کے پرچم لہراتے داتا گنج بخش کی نگری میں مینار پاکستان کی جانب بڑھ رہے تھے۔ ہر طرف شوریدگان عشق و مستی کے نعرہ ہائے تکبیر و رسالت و ختم نبوت اور مرزائیت کا ایک علاج الجہاد الجہاد کی آوازوں سے لاہور کے در و دیوار گونج اُٹھے۔ گویا بچے بچے کی زبان یوں گویا تھی۔

بچالو شیشہءِ دل کو غبارِ بے ایمانی سے بچالو قوم کو دجل مسیح قادیانی سے

ایسے معلوم ہوتا تھا کہ خلق خدا کا سیل رواں اور ہجوم عاشقاں مینار پاکستان کے وسیع سبزہ زار کی گنجائش سے متجاوز ہو جائے گا۔ اس عظیم الشان کانفرنس میں مجاہد ملت حضرت علامہ عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت قدوۃ الاولیاء شیخ طاہر علاؤ الدین گیلانی القادری البغدادی اور اُنکے صاحبزادے سید محمود محی الدین گیلانی صاحب، جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری، سید امیر حسین شاہ گیلانی، حضرت صاحبزادہ سید غضنفر علی شاہ کرمانوالہ شریف، صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری، مولانا سعید احمد مجددی، مولانا سید افتخار الحسن شاہ، صاحبزادہ سید عابد حسین شاہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ علی پور سیداں شریف، علامہ احمد حسن نوری، علامہ حافظ محمد عالم اور دیگر علماء شامل تھے۔

اتنے عظیم اجتماع کا رات بھر آنکھوں میں بسر کرنا حضور اکرم ﷺ کی رحمۃ للعالمینی اور ختم المرسلینی کا واضح ثبوت پیش کررہا تھا۔منکرین ختم نبوت نے اپنے شیطانی اور بزدلانہ مباہلہ کے چیلنج کا حشر دیکھ لیا اور آفتاب نبوت کی شان سراجاً منیراً کے لازوال و باکمال جلووں کو ملاحظہ کرلیا۔مگر قادیانی چمگادڑ ختم نبوت کے انوار کو دیکھ کر بھی قصر جہالت وتاریکی سے باہر آنے کی جسارت نہ کرسکی۔

(۔۔۔ماخذ مراجع۔۔۔)

۔۔۔۔تاریخ اسلام

۔۔۔۔تاریخ الخلفاء از جلال الدین سیوطی

۔۔۔۔مہر منیر سوانح پیر سید مہر علی شاہ گیلانی

۔۔۔۔مرگ قادیانیت از محمد طاہر رزاق

۔۔۔۔زُبدۃ الآثار از شیخ عبد الحق محدث دہلوی

۔۔۔۔ماہنامہ منہاج القرآن دسمبر جنوری ۱۹۸۹ء

۔۔۔۔شعور ختم نبوت اور قادیانیت شناسی از محمد طاہر رزاق

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

مشائخ چورہ شریف اور تعاقب قادیانیت

صاحبزادہ پیر محمد بدر الدجیٰ فاروقی نقشبندی

سجادہ نشین چورہ شریف

قطب دوراں خواجہ خواجگاں حضرت فقیر محمد فاروقی نقشبندی قدس سرہ (م ۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۷ء) دنیائے تصوف میں آفتاب کی طرح چمکے اور ہر سو اجالا کر گئے۔ یہ آفتاب تیزئی شریف (نزد تیراہ، افغانستان) میں طلوع ہوا اور پھر اپنی نورانی کرنیں بکھیرنے کے بعد چورہ شریف (اٹک) میں غروب ہو گیا۔

حضرت خواجہ فقیر محمد فاروقی نقشبندی چوراہی قدس سرہ (م ۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۷ء) محض ایک شخصیت نہیں بلکہ آپ ایک ادارہ اور ایک تحریک تھے۔ آپ نے بے شمار ایسی شخصیات تیار کیں جنہوں نے سامراجی دور میں اسلام اور مسلمین کے خلاف ہر اٹھنے والی تحریک کا تعاقب کیا اور تحفظ ناموس رسالت ﷺ کی پاسبانی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی ۔حضرت خواجہ چوراہی قدس سرہ نے جب مسلمانوں کے صدیوں کے اقتدار کے سورج کو غروب ہوتے دیکھا تو آپ کو یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ کہیں ایسا نہ ہو مسلمان اپنا اقتدار زوال پذیر ہونے کے ساتھ ساتھ اپنا جداگانہ تشخص بھی برقرار نہ رکھ سکیں چنانچہ آپ نے اپنے نامور خلفاء کو یہ ذمہ داری سونپی کہ وہ مسلمانوں کی رہنمائی کریں اور اپنے جداگانہ تشخص کو ہر حالت میں برقرار رکھ سکیں۔ آپ کی دوررس نگاہوں نے مسلمانوں میں ایسے گوہر نایاب تلاش کیے جنہوں نے مسلمانوں کی بروقت رہنمائی کی اور لادین تحریکوں کا تعاقب کر کے ایسا عملی سدباب کیا کہ جس کو اُمت مسلمہ کبھی فراموش نہ کر سکے گی۔

یوں تو برصغیر میں ایسی کئی تحریکیں اُٹھیں جنہوں نے مسلمانوں کے دلوں سے عظمت مصطفی ﷺ نکالنے کی ناکام کوششیں کیں لیکن ان میں تحریک قادیانیت نمایاں طور پر سامنے آئی اور ہمارے پیارے آخری نبی حضرت محمد مصطفی ﷺ کے مقابلے میں مرزا قادیانی لے آئی۔ فتنہ قادیانیت کے تعاقب میں حضرت خواجہ فقیر محمد فاروقی نقشبندی چوراہی قدس سرہ (م ۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۷ء) کی نہ صرف اولاد امجاد بلکہ آپ کے خلفا کرام بھی سرگرم رہے۔ آپ کے خلفاء میں امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہ نے مرزا قادیانی کا تعاقب کر کے اسے ناکوں چنے چبوائے تھے۔ قادیانی ذریت آج بھی ان کے نام سے لرز جاتی ہے۔

پیر خواجہ سید شاہ فاروقی قدس سرہ (م ۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۸ء) المعروف بہ گدی والے پیر حضرت خواجہ چوراہی قدس سرہ کے صاحبزادے ہیں۔ جب بھی مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی جماعت کی طرف سے کوئی فتنہ نئے روپ

میں سامنے آیا تو آپ نے بروقت تعاقب فرمایا۔آپ کا ایک مرید جو قصبہ قادیان سے تعلق رکھتا تھا۔اس نے ایک دفعہ آپ کی خدمت میں ایک خط لکھا جس کا مفہوم کچھ اس طرح تھا!

''میں آپ کا مرید صحیح العقیدہ مسلمان ہوں۔بیماری کی وجہ سے مفلوج ہو چکا ہوں تو مرزا کذاب یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ میری بد دعا کا اثر ہے۔آپکی خدمت میں گزارش ہے کہ آپ میرے غریب خانے پر قدم رنجہ فرما کر میری صحت یابی کے لیے دعا فرمائیں تا کہ میں تندرست ہو جاؤں اور مرزا کا دعویٰ بھی ختم ہو جائے اور اس کی کذب بیانی سب پر عیاں ہو جائے''۔

مرید صادق کا خط ملتے ہی آپ اپنے رفقاء کے ساتھ قادیان پہنچ گئے۔اس وقت قادیان میں مسلمانوں کی تعداد اور حالت نہایت کمزور تھی لیکن آپ نے نہایت جرأت و بہادری سے قادیانی کذاب کو اس کے اپنے جماعت خانے میں جا کر واشگاف الفاظ میں للکارتے ہوئے فرمایا!

''فقیر خاتم الانبیا حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے غلاموں کا غلام ہے میرے نبی آخر الزماں ﷺ کا تو معجزہ یہ تھا کہ آپ نے اندھوں کو آنکھیں عطا فرمائیں، بیماروں کو شفا عطا فرمائی۔تو نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ میرا یہ مرید تیری بد دعا کی وجہ سے مفلوج ہوا ہے تو اگر اپنے دعویٰ میں سچا ہے تو پھر اس کو تندرست بھی کر دے تا کہ تیرے اس دعویٰ کا ہم سب بھی نظارہ کر سکیں آپ کئی دن تک یہ اعلان فرماتے رہے لیکن مرزا میدان میں آیا نہ اسکا کوئی حواری سامنے آیا۔

بالآخر جمعۃ المبارک کو نماز جمعہ کے بعد ایک مسجد میں آپ نے اپنے مفلوج زدہ مرید کو منگوا کر اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا! فقیر خاتم المرسلین ﷺ کا غلام ابن غلام ابن غلام تمہیں کہتا ہے کھڑے ہو جاؤ؟ چنانچہ آپ کا یہ ارشاد سنتے ہی وہ مفلوج زدہ شخص فوراً کھڑا ہو گیا اور آپ کے عطا کردہ عصا کو ہاتھ میں پکڑ کر بالکل تندرست اور توانا چلنے لگا۔قادیان میں آپکی یہ عظیم الشان کرامت دیکھ کر کئی لوگ جو مرزا کے دام فریب میں آ کر ایمان گنوا بیٹھے تھے انہوں نے دوبارہ آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

حضرت خواجہ چوراہی قدس سرہ کے پوتے الحاج پیر محمد شفیع فاروقی نقشبندی قدس سرہ (م ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۶ء) نے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں تحفظ ناموس رسالت ﷺ کی خاطر طویل جدوجہد فرمائی۔ایک دفعہ گنگا والا (شیخوپورہ) میں محفل میلاد کی ایک تقریب تھی۔جس میں آپ اور آپ کے صاحبزادے خواجہ پیر غلام نقشبند فاروقی نقشبندی (م ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۵ء) اور مولانا محمد سلیم خانوالا کو تقاریر کے لیے مدعو کیا گیا تھا۔گاؤں کا

نمبر دار چونکہ مرزائی تھا اس نے مسجد منتظمہ کمیٹی کو پیغام بھیجا کہ یہاں گنگوالا میں آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ کی محفل میلاد نہ منعقد کروائی جائے ورنہ گاؤں کی اینٹ اینٹ بجادی جائے گی۔ جب آپ کو مرزائی کی اس ناپاک جسارت کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا! ہم اپنے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کے غلام ہیں اور ان کے لیے قربان ہونا اپنے لیے باعث فخر سمجھتے ہیں۔ آپ نے محفل میلاد جاری رکھنے کا حکم فرمایا اور اپنے ہاتھ کے اندر پستول لہرایا اور اپنے بیٹے غلام مرشد سے فرمایا! کھڑا ہو جا اور آج ختم نبوت کے موضوع پر تقریر کر اور ساتھ یہ اعلان بھی فرمایا کہ فقیر خود اپنے لخت جگر کو اپنے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ناموس پر قربان کرنے کے لیے پیش کرتا ہے۔ چنانچہ ساری رات محفل میلاد کا پروگرام نہایت عقیدت و احترام سے جاری رہا۔ نماز فجر کے بعد کئی قادیانی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے توبہ کرتے ہوئے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

اسی طرح آپ نے بے شمار مرتبہ قادیانیوں کا نہایت ڈٹ کر مقابلہ فرمایا تھا اور انھیں شکست فاش دی۔ ایک دفعہ شاہدرہ لاہور میں ایک محفل میلاد میں آپ تشریف فرما تھے جب ایک شخص نے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت پر اعتراض کیا تو آپ نے اس کا منہ توڑ جواب دیا لیکن وہ خاموش نہ ہوا۔ آپ نے اسے دو تین مرتبہ خاموش رہنے کو کہا لیکن وہ چپ نہ ہوا چنانچہ آپ نے نہایت جلال میں آکر ارشاد فرمایا!

''یہ تو کتے کی طرح بھونک رہا ہے اسے بھونکنے دو''

اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھیے وہ ختم نبوت کا منکر مرتے دم تک کتے کی طرح آواز نکالتا رہا۔

خواجہ پیر غلام نقشبند فاروقی قدس سرہ (م ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۵ء) جماعت اہل سنت پنڈی ڈویژن کے صدر تھے۔ آپ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں بھرپور کردار ادا فرمایا تھا۔

حافظ پیر ظہور احمد اقدس چوراہی قدس سرہ ایک پیر طریقت، نعت گو شاعر اور بے مثال خطیب تھے۔ آپ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے دوران جہلم، چکوال، پنڈ دادن خان اور دینہ میں قادیانیت کا بھرپور تعاقب فرمایا۔ علامہ پیر سید حسین الدین شاہ سلطانپوری مدظلہ نے جب تحفظ ختم نبوت کا کام تیز تر کرنے کے لیے ۱۳ جولائی ۱۹۷۴ء کو راولپنڈی میں ایک عظیم الشان مشائخ کانفرنس منعقد کروائی جس کی صدارت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی قدس سرہ نے فرمائی۔ اس میں آپ اور پیر محمد ایوب چوراہی قدس سرہ نے خصوصی طور پر شرکت فرمائی تھی۔ حافظ پیر ظہور احمد قدس سرہ نے تحفظ ختم نبوت کے سلسلہ میں مختلف مقامات پر جا کر اجتماعات میں شرکت کی اور خطاب فرمایا۔ بالخصوص آپ نے حافظ آباد، سکھیکی، پنڈی گھیپ اور علاقہ تھچی میں اپنے خلیفہ شیر خان اعوان کے ہمراہ مختلف دورے کیے

اور قادیانیت کے خلاف بھرپور کام کیا۔اسی طرح علاقہ سکیسر نوشہرہ (خوشاب) میں بھی آپ نے تحفظ ختم نبوت کے لیے دورے کیے۔ان دوروں میں پیر ارشاد حسین بادشاہ نوری چوراہی قدس سرہ (م ۱۹۷۷ء) بھی آپ کے ہمراہ خصوصی طور پر جایا کرتے تھے اور تحفظ ختم نبوت کے موضوع پر نہایت عارفانہ انداز میں تقریر فرماتے تھے۔

المختصر مشائخ چورہ شریف نے ہر دور میں تحفظ ناموس رسالت ﷺ کی خاطر بے مثال خدمات سرانجام دی ہیں آج بھی حضرت خواجہ فقیر محمد فاروقی نقشبندی چوراہی قدس سرہ کی اولاد امجاد مختلف ممالک میں اپنے مشن کو جاری رکھے ہوئے ہے۔

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

حضرت الحاج پیر نظیر احمد موہڑوی اور

ردقادیانیت

صوفی میاں محمد رشید

دربار عالیہ نقشبندیہ موہڑہ شریف ضلع راولپنڈی میں کوہ مری کے قریب سرسبز پہاڑوں میں شاد و آباد ہے۔ یہاں پر حضرت خواجہ محمد قاسم موہڑوی علیہ الرحمہ اور الحاج پیر نظیر احمد موہڑوی علیہ الرحمہ کے مزارات مرجع خلائق ہیں۔ الحاج پیر نظیر احمد موہڑوی علیہ الرحمہ کی ساری زندگی نسبت رسولی کو عام کرنے میں گزری۔ صوفی میاں محمد رشید نے نسبت رسولی میں آپ کے احوال و آثار کو صفحۂ قرطاس پر منتقل کیا ہے آپ نے حضرت الحاج پیر نظیر احمد موہڑوی علیہ الرحمہ سے براہ راست جو کچھ بھی سنا اسے محفوظ کر لیا۔ اس ضمن میں قادیانیت کے تعاقب ورد میں سرکار موہڑوی کی زبان فیض ترجمان سے انہوں نے جو کچھ سنا وہ ملاحظہ فرمائیے۔ (مدیر اعلیٰ ماہنامہ الحقیقہ)

ایک دفعہ مولوی محمد اشرف جو قادیانیوں کے مبلغین کا سیکرٹری جنرل اور اپنے کام میں بڑا چالاک اور بیدار مغز تھا اپنے چند حواری مولویوں کے ہمراہ میرے پاس آیا اور کہا کہ ہم امیر جماعت قادیان (مرزا بشیر الدین محمود) کی طرف سے مامور ہیں کہ آپ سے بحث کریں اور آپ کے فتوے کو مشعل راہ بنائیں کہ قادیانیوں کا طریقہ حقیقت میں صحیح ہے یا غلط ہے۔ انکی یہ بات تحقیق و تلاش کی غرض سے نہ تھی بلکہ مجادلانہ و مکارانہ رنگ میں پیش کر رہے تھے اور حق کی تلاش مقصود نہ تھی۔ چنانچہ ان سے تین دن بعد بحث و مباحثہ کا وقت ٹھہرا اور وہ چلے گئے۔ ان تین دن کی مہلت میں میں نے کوشش کی کہ کوئی ایسا اعلیٰ درجے کا مباحث مولوی مل جائے جو ان سے بحث کر سکے۔ اس مقصد کیلئے ایک اشتہار بھی دیا گیا کہ جو مولوی صاحبان مناظرہ کے لیے تشریف لائیں گے آمدورفت، خوراک ورہائش کے علاوہ معقول یومیہ الاؤنس بھی دیا جائے گا۔ اللہ اللہ کر کے سات آٹھ مولوی صاحبان اکٹھے ہو گئے تیسرے دن حسب وعدہ مولوی اشرف اپنی ایک بڑی پارٹی لیکر آ گیا۔ میں نے کہا کہ کچھ بحث آج ہو گی اور کچھ کل اسی طرح تدریجاً بحث کا سلسلہ جاری رکھیں گے۔ اُس نے منظور کر لیا اور مناظر مولوی صاحبان آمنے سامنے بیٹھ گئے مجھے انہوں نے حکم مقرر کر لیا۔ سوالات کا سلسلہ قادیانی مولوی صاحبان نے شروع کیا میں نے اپنے مولوی صاحبان سے کہا کہ سوالات کے جوابات دیئے جائیں۔ جو سوالات بھی اُن (قادیانیوں) کی طرف سے کیے گئے وہ معقول تھے اور انکے جوابات جو

میرے مولوی صاحب نے دیئے وہ معقول تھے مگر صحیح نہ تھے۔ اس لیے میں نے فیصلہ دیا کہ سوالات تو ٹھیک ہیں مگر جوابات درست نہیں اس بات پر مولوی صاحبان مجھ سے ناراض ہوئے۔ اُدھر محمد اشرف اور اس کے ساتھی میری تائید کی وجہ سے پھولے نہیں سماتے تھے۔ دو دن یہ سلسلہ بحث جاری رہا اور انہوں نے اصرار کیا کہ اب ہم مناظرہ پیر صاحب سے براہ راست کریں گے۔ تیسرے دن جب اشرف صاحب معہ کثیر پارٹی کے تشریف لائے تو میں نے انہیں کہا!

۱) چونکہ آپ کے مولوی صاحبان تنخواہ دار ہیں اور وہ مزدوری لیکر یہاں بحث کرنے کے لیے آئے ہیں اس لیے وہ بھانت بھانت کی بولیاں بول کر شوروغوغا کرتے ہیں۔ اس لیے میری پہلی شرط یہ ہے کہ میں صرف مولوی اشرف سے بات چیت کروں گا البتہ اگر انہیں کسی سوال کا جواب سمجھ نہ آئے تو اپنے ساتھیوں سے پوچھ کر جواب دے سکتے ہیں۔ چونکہ انکا حوصلہ پہلے دو دنوں میں بڑھ گیا تھا اس لیے انہوں نے یہ شرط مان لی۔

۲) دوسری شرط یہ ہے کہ اس بحث کے دوران ہمارے درمیان ایک ثالث ہونا چاہیے جو ہمارے جوابات کی جانچ کرتا رہے اور اس کا فیصلہ جانبین کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ میں نے ثالث کا انتخاب ان کے مولوی محمد اسماعیل کو کیا۔ جس سے وہ بہت خوش ہوئے۔

۳) تیسری شرط یہ ہے کہ اس مباحثے میں ایک مجسٹریٹ کا ہونا ضروری ہے جو دونوں کے سوالات لکھ کر اس پر طرفین کے دستخط لیتا رہے اور اسی طرح جوابات پر بھی ایسا کرے تاکہ یہ ایک ریکارڈ کی مکمل صورت بنے۔ یہ شرط بھی منظور کر لی گئی۔

۴) چوتھی شرط یہ ہے کہ بطور حفظ ماتقدم پولیس کا ایک اعلیٰ افسر مع پولیس پارٹی کے حاضر رہے تاکہ امن برقرار رہے۔ یہ شرط بھی انہوں نے تسلیم کر لی۔

چنانچہ یہ شرائط طے کر کے ان پر طرفین سے دستخط لے لیے گئے۔

مجسٹریٹ صاحب اور پولیس افسر مع پارٹی کے ہر دو فریقین کے تقاضے اور درخواست پر موقع پر آ گئے اور مباحثہ شروع ہوا۔

قادیانیوں کی طرف سے مولوی اشرف نے چند سوالات مثل ممات عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ پیش کیے۔ میں سب کو تسلیم کرتا گیا اس پر مولوی اشرف نے خوشی کے انداز میں کہا بتاؤ پھر اب کیا رائے ہے؟ میں نے جواب دیا! ابھی تک آپ کی طرف سے سوالات تھے اور میں جواب دے رہا تھا۔ اب میری باری سوالات کی ہے یہ بھی سنیں اور جواب

دیں ۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو کچھ آپ کہتے ہیں ہمیں اس سے بحث نہیں عیسیٰ علیہ السلام خواہ چالیس دفعہ وفات پائیں ہمیں اس سے کیا غرض۔ہم تو ان کے دین پر نہیں ہیں۔آپ میرے سوالات سنیئے اور جواب دیجئے ۔چنانچہ میں نے سوالات شروع کیے۔

۱) اگر آپ یہ ثابت کر سکیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بوقت وفات یا اس سے قبل کوئی وصیت فرمائی ہو کہ میرے بعد میرے ولی عہد اور وارث مرزا غلام احمد قادیان ہوں گے تو پیش کریں۔اگر آپ سچے ہیں تو کسی تفسیر سے یا کسی کتاب سے یا مرزا صاحب کی اپنی تحریر کردہ کتاب سے۔چنانچہ مولوی اشرف صاحب اس سوال کا جواب نہ دے سکے۔مجسٹریٹ صاحب نے ہم دونوں کے دستخط لے لیے۔

۲) کیا آپ کسی مستند کتاب کا حوالہ بتا سکتے ہیں جو متقدمین میں سے کسی نے لکھی ہو کہ مرزا صاحب نبی ہوں گے مثلاً تفسیر وغیرہ۔جب مولوی اشرف عاجز آ گیا تو میں نے کسی غیر مستند کتاب کا حوالہ مانگا۔مثل رسالہ، اخبار یا کسی ہندو، یہودی یا عیسائی کی کسی کتاب سے ہی بتاؤ میں ماننے کو تیار ہوں۔چنانچہ جواب نفی میں دیا گیا تو یہ سوال و جواب بھی درج کر لیے گئے اور میرے اور مولوی اشرف کے دستخط کرا لیے گئے۔

۳) میں نے مولوی اشرف سے پوچھا کیا آپ مرزا غلام احمد صاحب کو نبی مانتے ہیں جواباً اس نے کہا بے شک ۔میں نے کہا کہ تم ان کے کردار اور جملہ حالات سے بھی واقف ہو گے۔جواب ملا بے شک۔سوال پوچھا کہ تم کو نبیوں ،رسولوں اور ولیوں کے متعلق بھی پوری واقفیت ہو گی۔جواب دیا ٹھیک ہے۔آپ چونکہ مبلغین کے ہیڈ سیکرٹری ہیں اس لیے سب سے زیادہ مرزا صاحب کی نبوت کے متعلق واقفیت کے مالک بھی ہوں گے۔جواب دیا گیا ہاں مجھے کافی واقفیت ہے۔میں نے کہا بتاؤ کہ نبوت کا موضوع کیا ہے؟ اور نبوت کیا چیز ہے؟ جواباً کہا کہ یہ پتہ نہیں ۔نہ ہی اُسے ہمرائیوں سے مدادل سکی۔لہذا یہ سوال و جواب بھی نوٹ کر لیے گئے اور ہر دو کے دستخط لے لیے گئے۔

۴) میں نے پوچھا کہ ولایت کا موضوع کیا ہے؟ اور ولایت کیا چیز ہے؟ ولایت کی ابتداء کیا ہے؟ اور ولایت کی انتہا کیا ہے؟ اس سوال کا جواب دینے سے بھی مولوی اشرف مع معاونین کے قاصر رہا۔چنانچہ یہ سوال و جواب بھی نوٹ کر لیے گئے اور ہمارے دستخط لے لیے گئے۔

۵) میں نے کہا بتاؤ ولایت اولیٰ ہے یا نبوت؟ اور کیا نبی بھی ولایت کی منازل طے کرتا ہے کہ نہیں؟ جواب ندارد۔دستخط لیے گئے۔

۶) میں نے پوچھا مرزا غلام احمد کی نبوت کا موضوع کیا ہے؟ جواب ندارد۔دستخط لئے گئے۔

۷) میں نے پوچھا کیا غیر نبی کسی کو نبی قرار دے سکتا ہے؟ جواب ندارد۔ دستخط لیے گئے

ان ساتوں سوالوں کے جواب میں فرداً فرداً وہ یہی کہتے رہے کہ ہم اسکا جواب بعد میں دیں گے۔ چنانچہ مناظرہ ختم ہو گیا اور تمام مرزائی مولوی خاموش چلے گئے اور آج تک وہ کسی سوال کا جواب نہیں دے سکے اور اس موضوع پر انہوں نے کبھی بات بھی نہیں کی بلکہ نہ تو مولوی اشرف سے پھر کبھی ملاقات ہوئی اور نہ ہی کوئی قادیانی مبلغ ملنے کے لیے آیا۔

اپنے قارئین کی دلچسپی کے لیے راقم الحروف اختصار سے جوابات عرض کرتا ہے۔

۱) موضوع نبوت کیا ہے؟ رسول اور نبی اللہ تعالیٰ اور مخلوق کا رابطہ اور وسیلہ ہوتا ہے۔

۲) موضوع ولایت کیا ہے؟ معرفت الٰہی اور ولایت کبریٰ کا حصول۔ ولی اللہ (سالک) مخلوق اور نبی اور اللہ کے درمیان رابطہ ہے۔

۳) مرزا صاحب کی نبوت کا موضوع کیا ہے؟ مرزا صاحب کی نبوت آیت قرآنی!

والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک (البقرہ ۴)

''جو اس کتاب پر جو (اے محمد) تم پر نازل ہوئی اور جو کتابیں تم سے پہلے انبیاء پر نازل ہوئیں سب پر ایمان لاتے ہیں''۔

کے مطابق مرزا صاحب ان دونوں درجوں سے خارج ہیں لہذا وہ صاحب ایمان بھی نہیں تو نبی کیسے ہو سکتے ہیں۔

۴) کیا ولایت کے حصول کے بغیر نبی ہو سکتا ہے یا نہیں؟ نبوت سے پہلے ولایت کبریٰ کا مقام ہر نبی کو حاصل ہو جاتا ہے جو نیابت رسول کا مقام ہے اس کے بغیر کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔

۵) ولایت کا معیار کیا ہے؟ فنافی اللہ ہو کر بقا باللہ ہونا جو متابعت رسول ﷺ کے بغیر ممکن نہیں۔

۶) نبی کی ولایت افضل ہے یا نبوت؟ جس کا عقیدہ ہو کہ ولی نبی سے افضل ہے وہ زندیق ہے۔

۷) کیا غیر نبی کسی کو نبی قرار دے سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ نبوت وہبی چیز ہے اکتسابی نہیں۔ اسکی بنیاد وحی الٰہی پر ہے جیسا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے غار حرا میں پہلی وحی کے موقع پر حضور اکرم ﷺ کو خطاب فرمایا یا محمد انت رسول اللہ وانا جبریل۔ اے محمد ﷺ آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبریل ہوں۔

حضور ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آ سکتا اور جو شخص اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور جو اس دعوے کو تسلیم کرتا ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج اور مرتد ہے۔

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

مولانا عنایت اللہ چشتی علیہ الرحمہ اور ردّ قادیانیت

صادق علی زاہد

دارالکفر قادیان میں اولین اسلامی مرکز قائم کرکے ہزاروں لوگوں کو قادیانیت کی زہرناکیوں سے بچانے والے بطلِ جلیل مولانا عنایت اللہ چشتی علیہ الرحمہ ۱۳۱۹ھ بمطابق ۱۹۰۱ء میں چکڑالہ ضلع میانوالی میں پیدا ہوئے۔ آپ اعوان برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ ضلع گجرات کے مولانا غلام رسول صاحب سے استفادہ کرنے کے لیے ان کے مدرسہ میں داخل ہوئے۔ آپ کے بقول اسباق کا سلسلہ شروع کیا ہی تھا کہ اسی دوران پیر مہر علی شاہ گولڑوی علیہ الرحمہ کا حسین علی آف واں بھچراں کے ساتھ واں بھچراں میں مناظرہ ہوا آپ بھی مدرسہ کے طلباء کے ہمراہ مناظرہ دیکھنے کے لیے چلے گئے اور قیام پیر صاحب کے کیمپ میں کیا۔ حسین علی آف واں بھچراں مناظرہ ہار گئے ہمراہی طلباء نے مولانا غلام رسول کو بتادیا کہ عنایت اللہ نے بریلوی ہونے کی وجہ سے مخالف کیمپ میں قیام کیا ہے اس پر مولانا غلام رسول آگ بگولا ہوگیا اور آپکو مدرسہ سے نکال دیا۔ چنانچہ آپ دل برداشتہ ہوکر نکلے اور علمی پیاس بجھانے کی غرض سے (خلیفہ امام اہل سنت الشاہ احمد رضاخان بریلوی علیہ الرحمہ) مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ مصنف بہار شریعت کے زیر سایہ اجمیر شریف میں داخلہ لے لیا۔ بعدازاں مولانا حافظ مہر محمد مدرس مدرسہ فتحیہ لاہور سے دورہ حدیث پڑھا۔ ۱۹۳۰ء میں فراغت حاصل کی۔ اونچی مسجد مین بازار مزنگ لاہور میں خطیب مقرر ہوئے۔ ساتھ ساتھ مدرسہ نعمانیہ لاہور میں تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے ۱۹۳۳ء میں آپ اتفاقیہ طور پر قادیان گئے اور ایک مسجد میں تقریر کی جس سے متاثر ہوکر اہل قادیان مسلمانوں نے مولوی عبدالکریم مباہلہ کی وساطت سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ آپ قادیان میں مستقل قیام کریں، اس خواہش کے احترام میں آپ قادیان پہنچنے کے لئے تیار ہوگئے۔ اسی دوران مولوی عبدالکریم مباہلہ ہی کی تحریک پر مجلس احرار، قادیان میں دفتر قائم کرنے پر بادل نخواستہ تیار تو ہوگئی مگر قادیانیوں کے گھر میں بیٹھ کر ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ہمہ وقت اپنی جان کو داؤ پر لگانے کا یارا کسی احراری کے اندر پیدا نہ ہوسکا۔ چنانچہ سب کارپردازان احرار کے انکار کے بعد مولوی عبدالکریم مباہلہ نے آپ سے قادیان دفتر کی ذمہ داری سنبھالنے کی درخواست کی جو آپ نے قبول فرمالی۔ اس

طرح آپ اس دفتر کے پہلے ناظم اور مبلغ مقرر ہوئے۔ آپ ۱۲ فروری ۱۹۳۳ء سے ۱۹۴۲ء تک قادیانیوں کے مرکز میں بیٹھ کر ان کے سینے پر مونگ دلتے رہے۔ جب آپ کی مساعی سے چند سالوں میں احراری اس قابل ہو گئے کہ قادیان میں بے خطر پاؤں جما سکیں تو اپنی روایتی چال بازی سے کام لیتے ہوئے مسلکی اختلاف کا بہانہ بنا کر آپ کو اپنی جماعت سے نکال دیا۔ اس کے باوجود اس پیکر اخلاص مرد خدا شناس نے زندگی بھر کوئی ایسا کلمہ زبان پر نہ آنے دیا جس سے قادیانیوں کو کوئی نازیبا بات کرنے کا موقع ہاتھ آجائے۔

قیام قادیان کے دوران بہت کم وقت میں لوگوں کی بہت زیادہ تعداد آپ کے حلقہ اثر میں شامل ہو گئی اور قادیانی منصوبوں کو خاک میں ملانے میں آپ کی معاون رہی۔ انہی احباب کے تعاون سے آپ نے ۲۱ تا ۲۳ اکتوبر ۱۹۳۴ء میں قادیان میں احرار تبلیغ کانفرنس منعقد کروادی۔ اس کانفرنس کے انعقاد سے قادیانوں کا بلا وجہ کا رعب و دبدبہ خاک میں مل گیا۔ آپ طویل عمر پا کر ۱۳ مارچ ۲۰۰۳ء کو فوت ہوئے۔ رحمتہ اللہ علیہ۔

ردقادیانیت:

مسلمانوں نے قادیانیت کے خلاف جو سب سے پہلا مرکز دارالکفر قادیان میں قائم کیا وہ آپ ہی کا رہین منت تھا۔ احرار کے پاس کوئی ایسا آدمی نہ تھا جو اپنی جان پر کھیل کر دارالکفر قادیان میں جا بسیرا کرے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو جب قادیانیت کے ابلتے ہوئے دریا کے آگے بند باندھنا منظور ہوا تو اُس نے مولانا عنایت اللہ چشتی علیہ الرحمہ اور مجلس احرار کو نظریاتی و مسلکی اعتبار سے ایک دوسرے کے مخالف ہونے کے باوجود اکٹھا کر کے یہ عظیم کام لے لیا۔ آپ کے قادیان میں جانے اور قیام کرنے کی وجوہات واسباب کیا بنے۔ آپ نے اپنی خودنوشت ''مشاہدات قادیان'' میں یہ سب تحریر کیا ہے۔ آپ کی خودنوشت ''مشاہدات قادیان'' کو معروف احراری ابومعاویہ نے ''جی بھر کر کانٹ چھانٹ'' کے بعد شائع کیا۔ اس کا خلاصہ آپ ہی کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔ (''مشاہدات قادیان'' کس طرح ابو معاویہ کے ''ہتھے چڑھی'' اور اس نے اس کا کس طرح حلیہ تبدیل کیا یہ ایک الگ ''داستان جفا'' ہے جو انشاءاللہ پھر کبھی پیش خدمت کی جائے گی)

میرا قادیان جانا:

لاہور میں میری مسجد کے سامنے ایک مرزائی ڈاکٹر کی دکان تھی۔ کبھی کبھار اس سے دل لگی کی باتیں ہو جاتی تھیں اور بچ بچاؤ کے انداز میں مذہبی گفتگو بھی ہو جاتی تھی۔ ماہ دسمبر میں ایک دن وہ کہنے لگا کہ عنقریب قادیان میں ہمارا سالانہ جلسہ ہونے والا ہے۔ آپ تنگ دل ہیں اور یہاں بیٹھ کر باتیں بناتے ہیں۔ میں تب مانوں کہ ہمارے جلسہ میں قادیان آؤ اور وہاں کے تاثر سے بچ جاؤ۔ میں نے کہا ڈاکٹر صاحب وہاں کیا رکھا ہے جادۂ استقامت سے بھٹکے ہوئے منحوس چہرے ہی نظر آئیں گے۔ میں نے ان سے کیا تاثر لینا ہے۔ ڈاکٹر نے کہا میں زیادہ کچھ نہیں کہتا اور نہ ہی بحث کرتا ہوں، آپ ایک بار میرے ساتھ قادیان آئیں اور وہاں کی ''برکات'' سے متاثر نہ ہوں تو میں ہارا اور آپ جیتے۔ چنانچہ ہم لوگ قادیان پہنچ گئے۔ میں نے جب اپنی رہائش گاہ دیکھ لی اور تکان سفر بھی دور ہو گئی تو مجھے جستجو ہوئی کہ یہاں کی تمام کائنات مرزائی ہے یا کہ مسلمان عنصر بھی یہاں موجود ہے؟ معلوم ہوا کہ یہاں دو مساجد ایسی ہیں جو قادیانی رسوخ سے آزاد اور خالص سنی مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں۔ ایک "مسجد ارائیاں" جہاں زیادہ تر ارائیں قوم رہتی ہے اور وہ تمام کے تمام سنی ہیں ان میں سے کوئی ایک خاندان بھی مرزائی نہیں۔ دوسری مسجد "مسجد شیخاں" کے نام سے موسوم ہے اور شیخ قوم کی اکثریت بھی سنی ہے۔ دونوں مساجد مسلمانوں کے زیر اثر وزیر قبضہ ہیں۔ میں مرزائی ڈیرے سے اٹھ کر پوچھتا پچھاتا "مسجد ارائیاں" میں پہنچ گیا۔ دیکھا تو مسجد مسلمانوں سے بھری پڑی ہے لیکن سب افسردہ حال بیٹھے ہیں۔ افسردگی کی وجہ پوچھی تو بتایا گیا کہ ہم نے آج کے لیے ایک مولوی صاحب کو دعوت دے رکھی ہے وقت کافی گزر چکا ہے اور مولوی صاحب تشریف نہیں لائے۔ میں نے کہا کہ اگر اجازت ہو تو میں ہی کچھ خدمت کر دوں؟ وہ بڑے خوش ہوئے اور کہنے لگے کیا آپ عالم ہیں میں نے کہا میں عالم تو نہیں ہوں لیکن علماء کا خادم ہوں۔ چنانچہ میں نے مرزائیوں کے خلاف بڑی بے باکی سے ایک زناٹے دار تقریر کر دی۔ مجمع بڑا خوش ہوا اور میں رخصت ہو کر اپنے مرزائی ڈیرے پر آ گیا۔ دوسرے دن جلسہ دیکھا اور پھر واپس لاہور (مزنگ) آ گیا۔ متاثر تو کیا

ہوا تھا؟ الٹا مخالفت میں شدت کا پہلو لے کر واپس آیا۔ یہ اُن دنوں کی بات ہے جب مشہور تائب سابقہ مرزائی مبلغ عبدالکریم مباہلہ قادیان سے لٹ پٹ کر امرتسر آ گئے تھے۔ قادیانیوں کا ستایا ہوا جب کوئی انسان ان کے پاس آتا، وہ امداد کے قابل تھے یا نہیں تھے لیکن وہ مشورہ ضرور صائب دیتے تھے۔ میں کوئی ایسا اچھا مقرر تو نہیں تھا کہ کوئی سامع میری تقریر سے غیر معمولی متاثر ہوتا، لیکن میری قادیان والی تقریر اس لیے غیر معمولی موثر ثابت ہوئی کہ کوئی دوسرا آدمی قادیان آ کر اس قدر بے باکی اور بے خوفی کی جرات نہ کر سکتا۔ میری بے باکی سے وہ حیرت زدہ ہو گئے اور ان کے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ یہ شخص اگر قادیان آ جائے تو کیا ہی اچھا ہو؟ کیونکہ وہ لوگ قادیانیوں کے ظلم وستم کے ستائے ہوئے تھے اور میری حق گوئی و بے باکی سے بے حد متاثر ہوئے تھے۔ میرے ذہن میں یہ تصور تک نہ تھا کہ میں نے قادیان میں کوئی غیر معمولی موثر بات کی ہے، لیکن میری اس تقریر کا یہ اثر ہوا کہ قادیان کے مسلمان باشندوں کی یہ زبردست خواہش ہو گئی کہ اگر یہ شخص قادیان آ جائے تو ہمارے لیے بڑا مفید ثابت ہو گا۔ اس مقصد کے لیے وہ لوگ بصورت وفد مولوی عبدالکریم مباہلہ کے پاس آئے اور خواہش ظاہر کی کہ اگر مولوی عنایت اللہ کو قادیان لانے میں آپ ہماری امداد کریں تو ہم آپ کے بڑے شکر گزار وممنون ہوں گے۔ میں یہاں مزنگ میں بالکل بے خبر تھا کہ ایک روز اچانک مولوی عبدالکریم مباہلہ میرے پاس تشریف لائے۔ مولوی صاحب ان ایام میں امرتسر سے اخبار "مباہلہ" نکالا کرتے تھے جو "تردید مرزائیت" کے لیے سرگرم عمل تھا۔ اسی اخبار کی وساطت سے مولوی صاحب سے معمولی واقفیت تھی۔ علیک سلیک کے بعد دریافت کیا کہ کیسے آنا ہوا؟ طویل تمہید کے بعد انھوں نے اپنا مدعا ظاہر کیا کہ "اگر آپ قادیان آنا قبول کر لیں تو اس میں دینی ومذہبی فائدہ ہو گا۔ وہاں کے لوگوں کی خوشنودی خدا کی خوشنودی کے مترادف ہے اور وہ لوگ آپ کو چاہتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ کفرستان میں اعلائے کلمۃ الحق رحمتِ خداوندی کا باعث ہے"۔ مولوی صاحب کی اس سحر انگیز اور حقیقت آمیز تقریر سے میں بے حد متاثر ہوا اور اس شرط پر آمادگی کا وعدہ کر لیا کہ اگر "مجلس احرار اسلام" اور خصوصاً سید عطاء اللہ شاہ بخاری مجھے کہیں اور پھر مجھ سے بے تعلق نہ ہو

جائیں، دکھ سکھ میں میرے شریک حال رہیں۔ انھوں نے احرار لیڈروں سے گفتگو کی اور قادیان میں دفتر احرار کھولنے کی ضرورت پر زور دیا۔ پہلے تو چودھری افضل حق نے مرزائیوں کے گھر میں بیٹھ کر ان کی مخالفت کو اچنبھا اور نا قابل عمل خیال کرتے ہوئے کہا کہ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ قادیان میں مرزائیوں کے خلاف مہم کامیاب ہو سکے؟ لیکن حضرت مباہلہ بھی بڑے منطقی آدمی تھے آخر کار انھوں نے چودھری صاحب کو قائل کر لیا تو چودھری صاحب نے احرار ورکنگ کمیٹی کی میٹنگ طلب کر کے قرارداد پاس کروائی کہ قادیان میں احرار کا دفتر قائم ہونا چاہیے۔ منظوری کے بعد یہ سوال ابھرا کہ ہم میں سے کون ہے جو خود موت کے گھر پہنچ کر اپنی موت کو دعوت دے؟ ورکنگ کمیٹی کے ممبروں میں سے تو کوئی بھی قادیان کی رہائش کے لیے آمادہ نہ تھا چنانچہ قرارداد کی منظوری کے باوجود یہ بڑا اہم مسئلہ تھا اور موزوں آدمی کے لیے سب کو تشویش تھی۔ اس کار عظیم کے لیے احرار میں سے کسی کا بھی قدم نہ بڑھتا دیکھ کر مولوی عبدالکریم نے وہاں دفتر سنبھالنے کے لیے میرا نام لیا تو سب حیران ہو کر کہنے لگے کہ آدمی تو ٹھیک ہے۔ لکھا پڑھا بھی ہے، دلیر بھی ہے۔ لیکن اسے "حصار قادیان" میں جانے پر آمادہ کیسے کیا جا سکتا ہے؟ تو مولوی صاحب نے سارا قصہ بیان کر دیا کہ قادیان کے مسلمانوں کا مطالبہ بھی اسی کے لیے ہے اور میں اسے آمادہ بھی کر آیا ہوں۔ اس طرح میں رخت سفر باندھ کر "دارالفساد قادیان" پہنچ گیا اور وہاں جا کر اپنا کام شروع کر دیا۔

قادیان میں اپنے شب و روز اور مساعی جمیلہ کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ ”میرے قادیان میں بیٹھ کر کام کرنے سے قادیانیوں کی خود ساختہ حکومت اور ملوکیت کا شیرازہ بکھرنا شروع ہو گیا۔ قادیانیوں کے مظالم سے ستائے ہوئے غیر قادیانیوں اور خود مسترد شدہ قادیانیوں نے مجھے انعام خداوندی سمجھتے ہوئے میرے ساتھ ہر طرح کا تعاون جاری رکھا“ آپ کے قادیان میں تاریخی داخلہ سے قادیانیوں کو جو تکلیف ہوئی اسکا اندازہ اس قادیانی تحریر سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے ”تاریخ احمدیت جلد 6“ میں لکھا ہے۔

''قادیان میں آنیوالی اس پارٹی کے بعد ایک شخص عنایت اللہ نامی احرار کے مبلغ کی حیثیت سے پہنچ گیا۔ جنہوں نے بعض آوارہ مزاج لوگوں کو آلہ کار بنا کر احمدیوں کے خلاف ریشہ دوانیاں شروع کر دیں''(1)

آپ مزید تحریر فرماتے ہیں ''میری عمر کے سن وشعور کوئی چوراسی منزلیں طے کر چکے ہیں۔ میں جب اپنی عمر رفتہ پر نظر دوڑاتا ہوں اور اس کا جائزہ لیتا ہوں تو دل بیٹھ جاتا ہے اور نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس کا بڑا حصہ اکارت گیا۔ صرف وہی ایام حاصل زندگی ہیں جو قادیان میں بسر ہوئے۔ سبحان اللہ کیا کیفیت جہاد تھی۔ ان ایام کو اس سپاہی کے مماثل کہا جا سکتا ہے جو میدان جنگ میں دشمنوں سے گھرا ہوا ہو اور اس کی آنکھیں دشمن کو سامنے دیکھ رہی ہوں کہ فلاں جانب اتنے فاصلہ پر دشمن کا مورچہ ہے جو اس کی تاک میں ہے کہ جب موقع ملے تو حملہ کر کے اس کی زندگی کا خاتمہ کر دے اور اسے صاف نظر آ رہا ہے کہ وہ دشمن اُس کی گھات میں بیٹھا ہے۔ آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس سپاہی کے لمحات حیات کس کیفیت میں بسر ہو رہے ہوں گے؟ وہ سپاہی کیا کھاتا ہوگا؟ کیا پیتا ہوگا؟ اور اس کے سونے اور آرام کرنے کی کیا صورت ہوگی؟ اس کا کھانا اس سے زیادہ نہیں ہوگا کہ کوئی چیز پیٹ میں جائے جس سے زندگی قائم رہ سکے اور بس اسی طرح اس کا سونا اور آرام کرنا ہوگا جس سے تقاضہ حیات پورا ہو سکے۔ اس سے زیادہ نہ تو اسے کھانے کا خیال ہو سکتا ہے اور نہ ہی اسے اپنے آرام کا تصور آ سکتا ہے۔۔۔۔ ہماری قادیانی زندگی بھی اسی نوعیت کی تھی ہم نے ہلاکت خیز طوفان میں کشتی ڈال دی تھی۔ میں اور میرے رفقاء رات بارہ بجے تک اس انتظار میں ہوتے تھے کہ کہیں سے کوئی ناخوشگوار اطلاع تو نہیں آ جاتی؟ اور اگر کوئی اطلاع آئے تو ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ مرزائی جماعت اس جدوجہد میں مصروف تھی کہ "قادیان" کا نواحی علاقہ یا تو پورے کا پورا" مرزائیت" قبول کر لے۔ یا کم از کم اکثریت تو ہمنوا ہو ہی جائے، اس لیے انھوں نے نواحِ قادیان میں اپنے مشن قائم کر رکھے تھے اور لوگوں کو مرزائی بنانے میں کوئی بھی حربہ استعمال کرنے سے گریز نہ کرتے تھے ہم نے بھی ان کے ہر مشن کو اپنی نظروں میں رکھا ہوا تھا اور ان کی ہر کارروائی سے باخبر رہتے تھے اور حسب

استطاعت موقع محل کے اعتبار سے مناسب کارروائی کرتے تھے۔

قادیان خاص کا معاملہ ہمارے لیے بڑا کٹھن تھا۔ ہمیں ان کے ایک ایک عمل سے باخبر رہنا پڑتا تھا اور ایسی اطلاعات حاصل کرنے کے لیے کبھی رات کے ایک دو بج جاتے تھے۔ خدا شاہد ہے کہ ہمیں اس دوران نہ کھانے کی پرواہ تھی اور نہ ہی آرام و راحت کا خیال۔ ہم نے ان کی کامیابی کے ہر راستے میں رکاوٹ کھڑی کر رکھی تھیں اور وہ بری طرح حیران و پریشان ہو گئے تھے۔ اگر ان کا بس چلتا تو وہ بڑے سے بڑا اقدام کر گزرتے؟ وہ اس وقت ''فبھت الذی کفر'' کا مصداق بنے ہوئے تھے۔ اگر ان کے پہلے سے حالات ہوتے تو ان کے لیے ہمارے جیسے ناتوانوں کو قتل کر کے بغیر ڈکار کے ہضم کر لینا کوئی بڑی بات نہ تھی۔ مگر حالات بدل چکے تھے اور مرزائیوں کے لیے ایسا اقدام ممکن نہ تھا۔ اور ہم بھی ہر خطرے کا سامنا کرنے کے لیے آمادہ تھے کہ جو ہو سو ہو، زندگی موت خدا کے ہاتھ میں ہے ہم اپنا مشن جاری رکھیں گے۔ چوہدری افضل حق آپ کے قادیان پہنچنے کا ذکر کرتے ہوئے تاریخ احرار میں لکھتے ہیں۔

''غرض خطرات کے ہجوم میں مولانا کو "دفاع مرزائیت کا کام سپرد کیا گیا۔ "دارالکفر" میں اسلام کا جھنڈا گاڑنا معمولی اولوالعزمی نہ تھی۔ مرزائی متعدد قتل کر چکے تھے۔ قادیان میں انھیں کوئی پوچھنے والا نہ تھا۔ مولانا عنایت اللہ نے قادیان میں دفتر کھول دیا، قادیان میں احرار کا جھنڈا لہرانے لگا۔ "سرخ جھنڈے" کو دیکھ کر مرزائی روسیاہ ہو گئے۔ یہ ان کی آرزوؤں کی پامالی کا دن تھا۔ مرزائیوں نے اپنی امیدوں کا جنازہ دیکھا تو سر پیٹنے لگے۔ فوراً مولوی عنایت اللہ کے نام قادیان میں مکان خرید لیا گیا تاکہ مرزائی اور حکام کا یہ عذر بھی جاتا رہے کہ مولوی صاحب موصوف ایک اجنبی ہیں اور ان کا قادیان سے کوئی تعلق نہیں۔ مولوی عنایت اللہ نے اسی اجنبی، متشدد اور کافرانہ ماحول میں جس جرأت ایمانی اور دلیری سے اپنے منصب کو نبھایا یہ ان کے نامہ اعمال اور کتاب زندگی کا سنہری باب ہے یہاں رہ کر انہوں نے اپنے عمل، تحمل اور حکمتِ عملی سے اپنوں اور پرایوں کے دلوں میں ایسا گھر بنایا کہ آہستہ آہستہ دجالی گھرانوں کے رازہائے سربستہ ان کے سامنے وا ہونے

لگے۔(۱)

قادیان میں اپنے ابتدائی ایام کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔"مرزا محمود نے اپنی مادی طاقت سے ہٹلری انداز میں فسطائی نظام قائم کر رکھا تھا اور غیر مرزائیوں سے سودا سلف تک خریدنے کی ممانعت کر رکھی تھی مرزائیوں کے خلاف کسی امر میں شہادت مہیا کرنا محال تھا۔سب لوگ سہمے ہوئے تھے اور آہستہ آہستہ بات کرتے تھے۔البتہ مولوی مہر دین صاحب بڑے دلیر تھے اور کبھی کبھار کسی مولوی صاحب کو باہر سے بلوا کر تقریر کرا لیتے تھے لیکن وہ بھی کھل کر میرا ساتھ دینے سے کتراتے تھے۔ان کا خیال یہ تھا کہ شاید چند دن رہ کر یہ شخص فتنہ کھڑا کر کے چلا جائے گا بعد میں مخالف کا خمیازہ ہمیں بھگتنا پڑے گا۔اس لیے بچ بچا کر مجھے ملتے تھے لیکن مرزائیت کی مخالفت ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کیے ہوئے تھی۔

ابتداء میں نوجوان طبقہ نے میرے ساتھ تعاون کیا۔وہ ہر طرح میری امداد و خدمت گزاری کے لیے تیار رہتے تھے۔ایک شخص امان اللہ نامی زرگر تھا۔مولوی مہر دین نے اس کا ہمیشہ ساتھ دیا تھا۔جب میں قادیان گیا تو بوڑھا اور کمزور ہو چکا تھا۔میرے لیے اس کی امداد یہ تھی کہ وہ بے جھجک میرے پاس آتا تھا اور مرزا قادیانی کے چشم دید حالات سناتا۔اس کا چھوٹا لڑکا فیض اللہ میرا دست و بازو بن گیا۔اسی طرح " مسجد شیخاں " کے امام میاں عبداللہ نے بھی بڑا ساتھ دیا اور یہ لوگ گئی رات تک میرے ساتھ رہتے اور مرزائیوں کے ہتھکنڈوں کا ذکر ہوتا رہتا۔شیخ برادری میں غازی عبدالحق اور شیخ عبدالعزیز میرے بڑے معاون و مدد گار تھے۔وہاں جا کر یہ انکشاف بھی ہوا کہ قادیان کے قدیم باشندوں میں سے سوائے دو یا زیادہ سے زیادہ تین گھرانوں کے کسی نے بھی مرزا قادیانی کی نبوت و مہدویت کو قبول نہ کیا تھا۔ایک گھر شیخ برادری سے اور ایک گھر سید برادری سے مرزائیت میں داخل ہوا۔خود مرزا قادیانی کے خاندان نے بھی مرزا کی دعوت کو قبول نہ کیا تھا، مثلاً مرزا نظام الدین جو مرزا قادیانی کے چچازاد بھائی تھے۔مرزا کے سخت مخالف تھے۔مرزا قادیانی نے مرزا نظام الدین کی مخالفت کا تذکرہ بہت دکھ بھرے انداز میں کیا ہے کہ وہ ہمارے " منارۃ المسیح " کی تعمیر میں رکاوٹیں ڈالتے ہیں۔

پورے قصبہ کے گرد کسی زمانہ میں مٹی کی بنی ہوئی بڑی موٹی فصیل تھی اور پھر اس کے گرد خندق بھی تھی۔ فصیل کا زیادہ حصہ اب گر چکا تھا اور خندق صرف نشیبی انداز اختیار کر چکی تھی۔ عموماً تین ماہ بارش ہوتی اور وہ تمام نشیبی حصہ جو کبھی خندق تھی، پانی سے بھر کر بڑا جوہڑ بن جاتا تھا اور قصبہ میں داخل ہونے کے تمام راستے مسدود ہو کر رہ جاتے تھے۔ ایک دفعہ اس جوہڑ سے ایک "انسانی کچا بچہ" برآمد ہوا۔ پولیس کی تفتیش میں یہ بچہ مرزائی خلیفہ مرزا محمود کی " کنواری لڑکی " کا ثابت ہوا۔ میری جوانی کا زمانہ تھا اور ان کی حرکات کی وجہ سے طبیعت میں غصہ بھی تھا۔ میں نے جمعہ کے خطبہ میں اس کا تذکرہ کر دیا۔ پھر کیا تھا مرزائیت کی دنیا میں ایک غضب کا شور برپا ہو گیا لیکن میرا کیا کر سکتے تھے، ان کے "جن "بڑے سمجھ والے تھے۔ سوچ سمجھ کر ایکشن لیا کرتے تھے۔"

پہلی تبلیغ کانفرنس:

آپ کی کوششوں سے مرزائیوں کے سالانہ جلسہ کے مقابلہ میں تبلیغ کانفرنس منعقد کرنے کا منصوبہ بنایا گیا۔ جو بہت کامیاب ہوا۔ اس کانفرنس کے انتظامات و انعقاد کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ رقم طراز ہیں۔

"احباب جماعت کے عام جذبہ کے تحت خصوصی مشورہ کے ساتھ یہ قرار پایا کہ قادیان میں ایک عظیم الشان تبلیغ کانفرنس بلائی جائے جس میں ہر مکتب فکر کے علماء کو دعوت دی جائے۔ مرزائیوں کو خبر ہوئی تو انھوں نے اپنے بابا انگریز کے دربار میں دہائی دی کہ قادیان ہمارا مقدس مقام ہے اور یہاں ہماری اکثریت ہے اس لیے یہاں اور کسی جماعت کی کانفرنس نہیں ہونی چاہیے۔ اس کے جواب میں ہمارا موقف یہ تھا کہ ملک بھر میں ہمارے بیسیوں مقدس مقامات ہیں اور یہ لوگ وہاں جا کر جلسے کرتے ہیں۔ اسی طرح جہاں تک اکثریت کا سوال ہے قادیان کے سوا ہر جگہ ہماری اکثریت ہے اور ہر جگہ مرزائی اقلیت میں ہیں۔ پھر انھیں وہاں جلسے نہیں کرنے چاہئیں۔ انھیں ہماری اکثریت میں جلسے کرنے کی اجازت ہے تو پھر ہمیں بھی ان کی اکثریت میں جلسہ کرنے کی اجازت لازماً ملنی چاہیے۔ انگریز افسران ہمارے استدلال کے سامنے جھک گئے اور مرزائیوں کے شور و غوغا کے باوجود تبلیغ کانفرنس کی اجازت دینے پر مجبور ہو گئے۔

قادیان مرزائیوں کی واحد ملکیت تھی، وہ اپنی مملوکہ اراضی پر تبلیغ کانفرنس کا انعقاد کب گوارا کر سکتے تھے؟ اگر چہ ہندوؤں اور سکھوں کی مملوکہ اراضی کے ٹکڑے بھی قادیان کی آبادی میں موجود تھے لیکن ایسا وسیع قطعہ زمین کوئی بھی نہ تھا جہاں اتنی بڑی کانفرنس کا انعقاد ممکن ہو۔ قادیان کی آبادی کے عین متصل موضع "رجادہ" کے ایک سکھ ایشر سنگھ کا وسیع قطعہ اراضی موجود تھا۔ یہ ایشر سنگھ میرا بڑا معتقد تھا اور میرے خطبہ جمعہ میں عموماً حاضر ہو کر محظوظ ہوتا تھا۔ اس نے خود پیشکش کی کہ میری اراضی آپ لوگوں کے لیے وقف ہے اور کوئی دوسری خدمت ہو تو میں حاضر ہوں۔ بڑی مسرت ہوئی کہ یہ خطہ جلسہ کے لیے موزوں ترین جگہ ہے۔ مرزائیوں کو جب علم ہوا تو وہ تفکر اور سوچ میں ڈوب گئے کہ اب اس جگہ انعقاد جلسہ میں کس طرح رکاوٹ ڈالی جائے؟ چنانچہ انھوں نے پہلے تو ایشر سنگھ پر اپنی طاقت کا دباؤ ڈالا۔ جب وہ نہ مانا تو منت سماجت پر اتر آئے لیکن وہ چٹان کی طرح مضبوط تھا۔ راضی تو کیا ہوتا، وہ تو رات دن انتظام جلسہ کے لیے ہماری معاونت کر رہا تھا اور مرزائیوں کی طاقت کو پر کاہ کے برابر بھی خاطر میں نہ لاتا تھا۔ جب ان کا یہ حربہ بھی ناکام رہا تو انھیں ایک دوسری راہ سوجھی۔ ایشر سنگھ کی اراضی چاروں طرف سے مرزائیوں کی اراضی میں گھری ہوئی تھی۔ انھوں نے ایک رات میں ایشر سنگھ کی اراضی کے اردگرد اپنی اراضی پر دیوار کھڑی کر دی۔ صبح اٹھے تو نقشہ ہی بدلا ہوا تھا۔ ایشر سنگھ کی اراضی میں داخلہ کے تمام راستے مسدود تھے اور اتنی جلدی میں کوئی قانونی کاروائی نہیں ہو سکتی تھی۔ اس لیے ہمیں ناچار ایشر سنگھ کی اراضی میں کانفرنس کا ارادہ بھی ترک کرنا پڑا۔ مرزائیوں کی اس شیطانی حرکت کی خبر جب موضع رجادہ کے آریوں تک پہنچی تو وہ آئے اور اپنی اراضی کی پیشکش کی جو قادیان سے جانب غرب فرلانگ ڈیڑھ فرلانگ کے فاصلہ پر واقع تھی اور وہاں سے لاؤڈ سپیکر کی آواز قصبہ میں بہ آسانی سنی اور سمجھی جا سکتی تھی۔ یہ اراضی کئی ایکڑوں میں پھیلی ہوئی تھی اور اس پر آریوں کے ڈی اے وی ہائی سکول کی عالی شان عمارت تعمیر کی گئی تھی۔ ہندوؤں نے یہ اراضی مع بلڈنگ کانفرنس کے لیے استعمال کرنے کی پیشکش کی۔ جسے ہم نے نہایت خوشی سے قبول کر لیا اور اس غیبی تائید کے ذریعہ انعقاد جلسہ کا مسئلہ حل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کارساز ہے، اگر یہ سبب نہ بنتا تو بڑی سبکی ہوتی۔ سب سے زیادہ اعتراض مجھ پر ہوتا کہ جب جلسہ کے انعقاد

کے لیے اراضی ہی نہ تھی تو پھر تم نے خواہ مخواہ جماعت کو انعقاد کانفرنس پر کیوں آمادہ کیا کیونکہ یہ کانفرنس میری تحریک پر ہی جماعت نے منظور کی تھی۔

خدا خدا کر کے یہ مسئلہ حل ہوا تو کانفرنس کے انتظامات شروع ہوئے۔ایک بہت بڑا پنڈال تیار کیا گیا جس کے لیے امرتسر سے ٹینٹ اور خیمے منگوائے گئے۔پنڈال کے اردگرد مہمانوں کی رہائش کے لیے خیمے نصب کیے گئے تھے جو سینکڑوں کی تعداد میں تھے۔پنڈال اتنا وسیع تھا کہ بیک وقت اس میں ایک لاکھ سامعین بیٹھ سکتے تھے اور اس کا وہ حصہ جو لیڈروں اور علماء کے بیٹھنے کے لیے مخصوص تھا وہ ذرا اونچا تھا اور اس پر قالین بچھائے گئے تھے۔عوام کے بیٹھنے کے لیے دریوں کا معقول انتظام کیا گیا تھا۔کانفرنس کے کاروبار کو صحیح اور منظم رکھنے کے لیے بڑے عمدہ طریق پر تقسیم کار کی شکل میں تمام کارکنوں کو الگ الگ ذمہ داریاں سونپی گئی تھیں۔سٹیج سیکرٹری اور پنڈال کے انتظامات امرتسر کے مشہور عالم حضرت مولانا نور احمد صاحب پسروری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب زادگان کے سپرد تھے۔21 تا 23 اکتوبر 1934ء تک یہ عظیم الشان کانفرنس جاری رہی۔انعقاد کانفرنس کی جائے وقوع ایک کھلا وسیع میدان تھا مگر حاضری اتنی تھی کہ ''کھوے سے کھوا چھلتا تھا'' اگر کوئی شخص اپنے ساتھی سے ایک دفعہ جدا ہو جاتا تو پھر اس کا ملنا یا ڈھونڈنا محال تھا۔صحیح حاضری کی تعداد تو خدا کو معلوم ہے مگر میرے خیال میں ایک لاکھ سے کیا کم ہوگی۔سی۔آئی۔ڈی جو حزب اختلاف کی اہمیت کو کم دکھانے کے لیے ازل سے عادی ہے، وہ بھی اپنی کمزور ڈائری میں پچاس ہزار لکھنے پر مجبور ہو گئی۔صوبہ بھر سے سینکڑوں کی تعداد میں ہر مکتب فکر کے علماء آئے ہوئے تھے۔مولانا سید ابوالحسنات قادری خطیب مسجد وزیر خاں بھی تشریف لائے تھے۔وہ میرے مہمان خصوصی تھے۔وجہ یہ تھی کہ وہ میرے ہم مسلک تھے۔(مولانا ظہور احمد بگوی علیہ الرحمہ بھی کانفرنس میں شریک ہوئے تھے۔بحوالہ ردقادیانیت کی صد سالہ تاریخ از مولانا مشتاق احمد چنیوٹی صفحہ 563 (زاہد)) کانفرنس میں شامل ہونے والے علمائے کرام بے شمار تھے۔ان میں سے بعض کی تقاریر بھی ہوئیں۔مولوی ظفر علی خان اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے دھواں دھار تقریر کی۔

مرزا شریف احمد ابن مرزا قادیانی کی پٹائی:

جب آپ قادیان میں مقیم تھے۔ تو ماسٹر تاج الدین انصاری کو آپ کی معاونت کے لیے قادیان متعین کر دیا گیا۔ ایک دن انھوں نے منصوبہ بندی کر کے مرزا قادیانی کے سب سے چھوٹے بیٹے مرزا شریف احمد کی ٹھکائی کروادی۔ جس سے قادیانی جماعت میں تھرتھلی مچ گئی۔ مرزا شریف احمد کی پٹائی کا ذکر کرتے ہوئے آپ مشاہدات قادیان میں رقم طراز ہیں۔

''محلہ شیخاں میں جو ہماری مسجد تھی۔ مرزا قادیانی اور اس کے خاندان کا راستہ گھروں سے نکل کر دفتر وں کو جانے کے لیے ہماری اس مسجد کے سامنے سے گزرتا تھا اور وہاں آبادی خالص سنی مسلمانوں کی تھی۔ مرزائی مکانات ذرا فاصلہ پر تھے۔ مرزا قادیانی کا چھوٹا بیٹا شریف احمد ہر روز سائیکل پر اسی راستہ سے آتا جاتا تھا اور اس کا آنا جانا بالکل اکیلا اور تن تنہا ہوتا تھا۔ ماسٹر صاحب نے میرے علم کے بغیر محمد حنیف کو اس پر عمل کے لیے آمادہ کرلیا۔ کہ جب اس راستہ سے مرزا شریف احمد گزر رہا ہو تو اس کے چوتڑوں پر دو چار ڈنڈے مار کر اسے سائیکل سے گرا دے۔ زخمی نہ کیا جائے تاکہ ان کا جھوٹا تقدس جو عوام کے ذہنوں پر مسلط ہے پامال ہو جائے۔ چنانچہ ایک دن جبکہ میں کسی ضروری کام کے لیے گورداسپور گیا ہوا تھا، مرزا شریف احمد اپنے گھر سے سائیکل پر سوار ہو کر دفتر کو جا رہا تھا کہ راستہ میں محمد حنیف نے اسے جالیا اور دو چار ڈنڈے چلا کر سائیکل سے گرا کر جلدی سے کہیں روپوش ہو گئے۔ مرزا شریف کو کوئی زخم نہیں آیا تھا بلکہ معمولی خراشیں آئی تھیں، وہ سنبھلا اور سیدھا پولیس چوکی جا کر رپورٹ درج کرائی۔ اتنے میں قادیانیوں کو اطلاع ہوئی تو پوری قادیانی جماعت میں ایک ہیجان برپا ہو گیا۔ ہزاروں مرزائیوں پر مشتمل ہجوم میں سے ایک مرزائی میرے دفتر میں بھی آ گیا اور حنیف کا پتا پوچھنے لگا۔ مگر حنیف تو ادھر موجود ہی نہ تھا چنانچہ اس نے دفتر میں تو کوئی دست اندازی نہ کی اور حنیف کی تلاش کر کے ناکام واپس چلا گیا۔ اس واقعہ کے متعلق عرصہ تک اخبارات کے علاوہ سٹیج پر بھی شدید واویلا ہوتا رہا۔ حنیف ڈنڈے چلا کر فوراً ماسٹر صاحب کے پاس پہنچا۔ ماسٹر صاحب نے اسے ایک پڑوسی کے مکان میں بٹھا دیا اور رات کے اندھیرے میں اسے بٹالہ پہنچا دیا۔ حنیف کے

خلاف پولیس نے مقدمہ درج کردیا تو وہ خود بخود کچہری میں حاضر ہوگیا۔ مقدمہ چلا تو اسے نو مہینے سزا ہوئی۔ مرزائیوں نے اس معاملہ کو بڑا اچھالا یہاں تک کہ چودھری ظفر اللہ کی والدہ وائسرائے ہند کے پاس جا پہنچی اور رو رو کر کہا کہ ہمارے لیے قیامت آگئی ہے شر پسندوں نے ہمارے لیے قادیان کی زندگی تلخ کردی ہے۔ میرے نبی کے بیٹے کو سر بازار پیٹا گیا ہے۔ اب ہمارے لیے قادیان میں رہائش دوبھر ہوگئی ہے۔ مرزا شریف احمد پر ہونے والے اس حملہ کو قادیانیوں نے اپنی جماعت پر حملہ گردانا اور بہت اچھالا'' قادیان میں رہ کر قادیانی سازشوں سے آگاہ رہنے اور انکا سدباب کرنے کا ذکر کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں۔

قادیان میں میرے شب و روز:

''شام کے کھانے کے بعد دفتر میں تمام ہمدرد احباب ہر روز بلاناغہ جمع ہوتے تھے۔ کم و بیش رات کے گیارہ بجے تک بیٹھے رہتے، اس دوران مرزائیوں کی سرگرمیوں او منصوبوں پر بحث ہوتی، جتنا کسی کو معلوم ہوتا وہ بیان کرتا اور دوسرے دن کے لیے پروگرام تیار کیا جاتا۔ مرزائی امت اور خلیفہ کے تازہ اعمال و افعال کا جائزہ بھی لیا جاتا۔ صبح کے لیے کسی کی کسی کام پر ڈیوٹی لگائی ہوتی تو اسے بتادی جاتی۔ کوئی ڈیوٹی دے کر آتا تو اس کی رپورٹ بھی سن لی جاتی اور اس کے متعلق مناسب کارروائی کا پروگرام بھی طے کر کے متعلقہ احباب کو بتادیا جاتا۔

قادیان مرکزی قصبہ تھا۔ نواح میں بہت سے دیہات تھے جنھیں ضروریات زندگی کے حصول کے لیے قادیان آنا پڑتا تھا۔ ہم نے اپنے ہمنوا تمام دکانداروں سے کہہ رکھا تھا کہ دیہات سے سودا سلف خریدنے کے لیے آنے والے دیہاتیوں سے دریافت کرلیا کریں کہ تمھارے گاؤں میں کوئی مرزائی گیا ہے تو وہ کون تھا؟ اس کا کیا نام تھا؟ اس نے وہاں جا کر کس آدمی سے ملاقات کی اور کیا کہتا تھا وغیرہ وغیرہ؟ تمام دکاندار ہماری اس ہدایت سے آگاہ تھے۔ شام کے بعد آجاتے اور اپنی اپنی اطلاعات بہم پہنچاتے، ان اطلاعات پر غور و خوض کے بعد مناسب تدابیر اختیار کی جاتی تھیں۔ غازی عبدالحق، میاں عبداللہ، چودھری فیض اللہ وغیرہ احباب تو شام کے بعد ہمارے ہاں ضرور آتے تھے۔ ان کے علاوہ مختلف برادریوں

کے لوگ بھی آجاتے تھے۔وہاں ایک قریشی خاندان بھی آباد تھا۔مرزائیوں کا مخالف اور ہمارا مخلص وہمدرد تھا۔اس خاندان کے ایک فرد کا نام ہدایت علی شاہ تھا نماز جمعہ مسجد آرائیاں میں ادا ہوتی تھی۔دیہات سے ہزاروں آدمی آجاتے تھے۔ہندوؤں اور سکھوں کی بھی خاصی تعداد موجود ہوتی تھی۔خطبہ جمعہ میں ہفتہ بھر کا جائزہ لیا جاتا۔کوئی واقعہ ہوجاتا تو عوام کو اس سے مطلع کیا جاتا تھا۔حکومت کا ڈائری نویس ہیڈ کانسٹیبل موجود ہوتا جو مکمل ڈائری نوٹ کرتا۔ڈپٹی کمشنر گورداسپور جمعہ کی ڈائری کا منتظر رہتا تھا۔قیام امن کے لیے پولیس کی مسلح گارد مسجد کے باہر موجود ہوتی تھی۔مسجد کی جانب شرق ایک مرزائی کا مکان تھا۔وہاں مرزائی ڈائری نویس موجود ہوتا اور مکمل ڈائری لے کر خلیفہ محمود کو پہنچاتا تھا۔ہم نے بھی انتظام کر رکھا تھا کہ مرزا محمود کے خطبہ جمعہ کی ڈائری ہمیں پہنچ جائے۔مرزائیوں کا خاصا عنصر مرزا محمود سے نالاں تھا اور وہ بچ بچا کر ہمارے پاس آتا رہتا تھا اور جماعتی راز بہم پہنچاتا تھا۔اسی عنصر کے ذریعہ مرزا محمود کے خطبہ کی خفیہ ڈائری ہم تک پہنچ جاتی تھی ۔نواحی دیہات میں بھی مجھے ضرور جانا پڑتا تھا کیونکہ جہاں مرزائیوں کے اثر

انداز ہونے کی اطلاع پہنچتی اس کے ازالہ کے لیے وہاں پہنچنا ضروری ہوجاتا تھا۔جوانی تھی،صحت تھی،رفقا کو ساتھ لے کر پہنچ جاتا۔سواری میسر آتی تو ٹھیک ورنہ پیدل مارچ ہی ہوتا،غازی عبدالحق اور چوہدری فیض اللہ خصوصا میرے ہم سفر ہوتے تھے۔

تازہ اطلاعات کے لیے مرزائیوں نے بورڈ نصب کر رکھے تھے اور وہ اپنے جماعتی اعلانات لکھ کر اپنی پوری مرزائی قوم کو باخبر رکھتے تھے۔ہم نے بھی ایک مقام پر بورڈ نصب کر کے اپنی جماعت کو تازہ واقعات سے باخبر رکھنے کے لیے جماعتی اطلاعات لکھنا شروع کردیں۔عموماً یہ اعلانات و اطلاعات مرزائیوں سے تحفظ اور بچاؤ کے متعلق ہوتے تھے۔ایک مرزائی نے اس بورڈ پر سے "مرزائی" کا لفظ مٹا دیا۔مجھے علم ہوا تو میں نے جا کر دوبارہ لکھ دیا۔میں وہاں سے ہٹا تو اس نے "مرزائی" کا لفظ پھر مٹا دیا۔مجھے علم ہوا تو میں نے پھر لکھ کر منادی کرادی کہ "ہم نے بورڈ لکھ دیا ہے۔اب اگر کسی نے گڑبڑ کی تو پھر اسے کوئی ہمت والا ہی مٹائے گا۔پولیس چوکی والوں نے بھی یہ منادی سنی تو اس بورڈ کی حفاظت کے لیے ایک سپاہی کی ڈیوٹی لگادی اور اس کے بعد کسی کو ہمت نہ ہوئی۔

قیام قادیان کے دوران آپ نے قادیانیت کے لڈ تے ہوئے طوفان کے آگے اپنی حکمت عملی سے ایسا مضبوط بند باندھ دیا کہ قادیانی بوکھلا گئے۔ان کی بوکھلاہٹ کا اظہار تاریخ احمدیت جلد 6 کے آخری حصہ میں صاف طور پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔آپ دس سال تک قادیان میں مقیم رہ کر فی سبیل اللہ جہاد میں مصروف رہے۔آپ **"ومن الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات الله"** کا عملی نمونہ تھے۔ذرا چشم تصور میں نظارہ تو کریں کہ ایسا دشمن جس کے ہر جائزہ ناجائز فعل پر مہر تصدیق ثبت کرنے کے لیے حکومت اشارہ ابرو کی منتظر کھڑی تھی اور جو اپنے راہ کے کانٹوں کو ٹھکانے لگانے کے لیے اعلانیہ قتل کر کے یا اغواء کر کے نابود کر دیتے تھے۔غیر تو غیر خود جماعت کے ارکان و عہدہ داران بھی آتش انتقام کی نذر ہونے سے محفوظ نہ تھے۔اُس کے گھر میں جا کر بیٹھ جانا اس کی ہر طرح کی حرکات و سکنات کی نگرانی کرتے ہوئے اسکے مکروہ عزائم پر قدغن لگانا اور سر عام اسکی بھیانک سازشوں کو آشکارا کرنے کی جرات کرنا صرف اسی خدا رسیدہ ہستی کے بس کی بات ہو سکتی ہے جس نے اپنی جان کو رضائے الٰہی کے عوض فروخت کر دیا ہو۔آپ کی تفصیلی خدمات یکجا کی جائیں تو کئی کتابیں بن جائیں کیونکہ آپ کی زندگی کا ہر لمحہ رد قادیانیت کے لیے وقف تھا جس کی تفصیل اکٹھی کرنا یقیناً محال ہے۔آپ نے خود "مشاہدات قادیان" کے نام سے اپنی قادیان میں گذری زندگی کے چیدہ چیدہ واقعات مرتب کر کے شائع کر دیے تھے جو یقیناً قابل مطالعہ اور قابل تقلید کتاب ہے۔آپ کی خدمات کی جھلک مشاہدات قادیان کے علاوہ تاریخ احرار از چوہدری افضل حق میں بھی ملاحظہ کی جا سکتی ہے مزید برآں تاریخ احمدیت جلد ششم میں بھی قادیانیت پر آپ کی طرف سے لگائے گئے چرکوں کی جھلک موجود ہے۔اس جگہ ضمناً یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ رد قادیانیت کے حوالے سے اولیت کا سہرا ہمیشہ اکابرین اہلسنت (بریلوی مکتب فکر) کے سر ہی رہا ہے۔قادیانیوں کے خلاف سب سے پہلا فتویٰ تکفیر مولانا غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمہ نے دیا، سب سے پہلا فوجداری مقدمہ مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ آف بھیں ضلع جہلم نے دائر کیا اور کامیابی حاصل کی، مناظرہ کے لیے بھی سب سے پہلے مولانا غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمہ ہی میدان عمل میں نکلے، تنسیخ نکاح کا سب سے پہلا مقدمہ 1917ء میں مولانا نواب دین رمداسی علیہ الرحمہ نے

گورداسپور کی عدالت میں دائر کر کے کامیابی حاصل کی جبکہ قادیانیوں کے گھر میں بیٹھ کر ان کو چاروں شانے چت کرنے کا سہرا بھی مولانا عنایت اللہ چشتی علیہ الرحمہ کے سر پر ہی سجا۔ "یہ بڑے نصیب کی بات ہے" میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ختم نبوت کے مجاہد کبیر مولانا عنایت اللہ چشتی علیہ الرحمہ اور دیگر سب مجاہدین ختم نبوت کی ارواح مقدسہ کو نبی الانبیاء علیہ السلام کے قدموں میں جگہ دے اور مجھ جیسے خاطی کو ان مجاہدین کے قدمین میں بیٹھنے کے فخر سے نواز دے تو زہے مقدر۔

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

ختم نبوت اور حضرت غزالی زماں

علامہ سیّد احمد سعید کاظمی

صادق علی زاہد

غزالیٔ زماں' ابو النجم' سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمہ کا سلسلہ نسب سیدنا امام موسیٰ کاظم علیہ الرحمہ سے منسلک ہے۔۱۹۱۳ء میں آپ مراد آباد کے مضافاتی شہر امروہہ میں پیدا ہوئے۔والد ماجد کا اسم گرامی سید محمد مختار کاظمی علیہ الرحمہ تھا۔ایام طفولیت میں ہی والد محترم کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔آپ کی تعلیم وتربیت آپ کے برادر معظم سید محمد خلیل کاظمی علیہ الرحمہ کی زیر نگرانی ہوئی۔سید محمد خلیل کاظمی علیہ الرحمہ انتہائی فاضل' عظیم محدث اور صاحب نظر درویش تھے۔شعر وسخن سے بھی دلچسپی تھی اور ہمیشہ حضور ﷺ کی محبت میں ڈوبی ہوئی نعتیں کہا کرتے تھے۔شاہ جہان پور کے مدرسہ بحر العلوم میں تدریسی خدمات انجام دیتے تھے اور سفر وحضر میں ہمیشہ حضرت علامہ کاظمی علیہ الرحمہ کو اپنے ساتھ رکھتے تھے۔

غزالیٔ زماں نے ابتداء سے انتہا تک' تمام تعلیم اپنے برادر معظم سے ہی حاصل کی اور آپ ہی کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔سولہ سال کی عمر میں سند فراغت حاصل کی۔دستار بندی کے موقع پر حضرت شاہ علی حسین صاحب اشرفی کچھوچھوی علیہ الرحمہ تشریف لائے اور اپنے مبارک ہاتھوں سے آپ کو دستار فضیلت باندھی۔اس تقریب میں حضرت مولانا معوان رامپوری علیہ الرحمہ' حضرت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ' مولانا نثار احمد کانپوری علیہ الرحمہ ودیگر اکابر علماء اور مشائخ اہل سنت موجود تھے' سب نے آپ کو خصوصی دعاؤں سے نوازا۔

زمانہ طالب علمی ہی میں آپ نے "امتناع کذب" کے موضوع پر ایک انتہائی علمی اور پر مغز رسالہ "تسبیح الرحمٰن عن الکذب والنقصان" کے نام سے رقم فرمایا۔مختلف بدمذہبوں سے مباحثوں اور مناظروں میں حصہ لیا اور ہر بار خدا کے فضل وکرم سے کامیاب رہے۔

آپکی پوری زندگی دین وملت کی خدمت سے عبارت ہے۔آپ کو دیکھ کر اسلاف کی یاد تازہ ہوتی تھی اور شریعت پر استقامت اور متابعتِ سنت کا ذوق ابھرتا تھا۔آپ کے پاس بیٹھنے سے سینہ میں عشق رسول کی بجلیاں کوندنے لگتی تھیں، اور آپ کی گفتگو سن کر دل خوف خدا سے پگھل جاتا تھا۔آپ نے عمر بھر عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور

ردِ قادیانیت کے سلسلہ میں نہایت اہم خدمات سرانجام دی ہیں۔

مسلم لیگ کی صوبائی کونسل کے اجلاس منعقدہ ۱۹۵۲ء میں قادیانیت کے خلاف قرارداد پیش کی۔ اس قرارداد میں مسلم لیگ کے اکابرین سے کہا گیا تھا کہ وہ قادیانیت کے مضمرات اور ان کی اسلام دشمن کاوشوں سے باخبر رہیں اور انگریزوں کے پیدا کیے ہوئے اس فتنے کے استیصال کے لئے جملہ صلاحیتیں بروئے کار لائیں۔ اس قرارداد کا مقصود یہ تھا کہ اگر ہم پاکستان میں اسلامی آئین نافذ کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں عظمت وشان مصطفوی ﷺ کو ہر پہلو سے مقدم رکھنا ہوگا۔ اسلام حضور ﷺ سے عبارت ہے اور حضور ﷺ کی خاتم المرسلینی کا مسئلہ حل کئے بغیر ملک میں اسلام کے نفاذ کا تصور ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ

مصطفی برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

اگر بہ او نرسیدی، تمام بولہبی است

پاکستان کی سیاسی وتہذیبی زندگی کے مبصرین کا کہنا ہے کہ اگر یہ قرارداد اس وقت منظور کر لی جاتی تو قادیانیت کا مسئلہ اسی وقت حل ہو جاتا اور قادیانی عناصر نے بعد کے ادوار میں جس طرح قوت پکڑ کر اس مملکت کو جن عظیم نقصانات سے دوچار کیا وہ پیش نہ آتے مگر افسوس کہ آپ کی پیش کردہ اس قرارداد کو مسلم لیگی زعماء نے خاطر خواہ پذیرائی نہ دی۔ اس سے آپ کو اندازہ ہو گیا کہ یہ مسلم لیگ وہ نہیں رہی جو حضرت قائد اعظم محمد علی جناح علیہ الرحمہ کی قیادت میں اسلامی نظام کے نفاذ کا پروگرام لے کر چلی تھی۔ چنانچہ آپ نے مسلم لیگ سے علیحدگی اختیار کر لی۔ عظمت وشانِ رسول ﷺ کے تحفظ کے لئے، آپ نے قادیانیوں کا تعاقب جاری رکھا۔ جمعیت علمائے پاکستان، جماعت اہلسنت پاکستان، تنظیم المدارس اور دوسری متحدہ تنظیموں کی وساطت سے آپ مسئلہ ختم نبوت کی عظمت واہمیت اجاگر کرتے رہے، تا آنکہ حکومت نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ (1)

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران آپ نے قید وبند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ قادیانیوں کی طرف سے مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت پر دجل کے پردے چڑھا کر اس کی نبوت کو تشریعی اور غیر تشریعی کے جھمیلوں میں ڈالنے کی کوشش کی گئی تو آپ نے اس کے رد میں بھرپور مقالہ قلمبند فرمایا۔

آپ فرماتے ہیں "مرزائیوں نے مرزا قادیانی کی نبوت غیر تشریعی ثابت کرنے کے لئے بعض اکابر صوفیائے

کرام مثلاً شیخ اکبر محی الدین ابن عربی علیہ الرحمہ اور امام شعرانی علیہ الرحمہ کی عبارات سے استدلال کیا ہے۔ تحقیق مقام کے لئے ہمیں سب سے پہلے مرزا قادیانی کے دعاوی نبوت پر ایک نظر ڈالنے کی ضرورت ہے۔ اس سلسلہ میں مرزا کے عجیب متضاد بیانات ہیں۔ کہیں تو مرزا قادیانی نے خود کو غیر تشریعی نبی قرار دیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ ''جس جس جگہ میں نے نبوت ورسالت سے انکار کیا ہے' صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں۔ اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں' مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا' سے باطنی فیوض حاصل کر کے 'اور اپنے لئے اُسی کا نام پاکر' اسی کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے۔ رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے اس دور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ ان ہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کہہ کر پکارا ہے۔ سواب بھی میں انہی معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا''۔ اس عبارت میں مرزا قادیانی نے صاف لفظوں میں ''غیر تشریعی'' نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اب اس کے خلاف ''تشریعی نبوت'' کا دعویٰ بھی ملاحظہ فرمایئے، لکھتا ہے۔

''اگر کہو کہ صاحب شریعت افترا کر کے ہلاک ہوتا ہے۔ نہ ہر ایک مفتری تو اول تو یہ دعویٰ بلا دلیل ہے، خدا نے افترا کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی۔ ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے، جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے کچھ امر اور نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب شریعت ہو گیا۔ پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں۔ کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی''

اس عبارت میں مرزا قادیانی نے کھلے لفظوں میں اپنے آپ کو صاحب شریعت کہا ہے۔ کہیں سرے سے مکر جانا۔ اور اپنے ہاتھ سے اپنی نبوت کا صفایا کرتے ہوئے کہتا ہے ''نبوت کا دعوے نہیں۔ بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے۔ جو کہ بحکم خدا کیا گیا'' (3)

لاہوری مرزائی، عام مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے مرزا قادیانی کی وہ عبارتیں پیش کرتے ہیں۔ جن میں نبوت سے انکار ہے۔ اور قادیانی، مرزائی! عوام کو بہکانے کے لئے غیر تشریعی نبوت والی عبارتیں دکھادیتے ہیں۔ مرزائی، اگر مرزا قادیانی کو سچا سمجھتے ہیں تو قطعی طور پر انہیں صاحب شریعت نبی مانتے ہوں گے۔ کیونکہ اربعین کی عبارت محولہ بالا میں مرزا قادیانی نے واضح طور پر اپنے آپ کو صاحب شریعت قرار دیا ہے۔ لیکن ختم نبوت کے دلائل سے تنگ آ کر قادیانی مرزائی اسی بات پر زور دیتے ہیں کہ مرزا قادیانی غیر تشریعی نبی ہے۔ صرف تشریعی نبوت ختم ہوتی ہے

غیر تشریعی نبوت جاری ہے۔

نبوت کی دو قسمیں، تشریعی و غیر تشریعی، جن معنی میں مرزائیوں نے بیان کی ہیں، وہ قرآن و حدیث اور دلائل شرعیہ کے بالکل خلاف ہیں۔ کوئی نبی ایسا نہیں ہوا۔ جو صاحب شریعت نہ ہو۔ مرزائیوں کو نبوت کی اس تقسیم کی دلیل میں، نہ کوئی قرآن کی آیت ہاتھ آئی نہ کوئی حدیث، البتہ حضرات صوفیائے کرام مثلاً شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمہ اور امام شعرانی علیہ الرحمہ کی بعض عبارات سے غلط اخذ کر کے، انہوں نے اس دعویٰ کو ثابت کرنے کی ناپاک کوشش کی۔ مرزا قادیانی نے ابن عربی کو وحدت الوجود کا حامی بتایا اور وحدت الوجود کے قائلین کو ملحد اور زندیق کہا، مرزائیوں کو شرم و حیا سے کام لینا چاہیے کہ جن صوفیاء کرام کو مرزا قادیانی نے ملحد اور زندیق قرار دیا ہے، ان ہی کے اقوال و عبارات کو وہ مرزا قادیانی کی نبوت کی دلیل میں پیش کر رہے ہیں۔۔

قبل اس کے کہ ہم ان حضرات صوفیاء کی عبارات پیش کر کے اس مسئلہ کو واضح کریں اور مرزائیوں کی افترا پردازی کا جواب لکھیں مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس مقام پر صوفیاء کے مسلک اور ان کے مقصد کو باوضاحت بیان کر دیں۔

حقیقت یہ ہے کہ صوفیائے کرام کی مقدس جماعت کا کام صرف یہ ہے کہ وہ تزکیہ باطن اور صفائی قلب کے بعد اپنے دل و دماغ اور روح کو انوار معرفت سے منور کریں۔ اور فیوض و برکات سے مستفیض ہو کر خدائے تعالیٰ کی معرفت اور اس کا قرب حاصل کریں۔ ظاہر ہے کہ یہ فیوض و برکات اور انوار و کمالات آفتاب نبوت ہی کی شعاعیں ہیں اور حضور سید عالم ﷺ کی نبوت اور رسالت کا ہی فیض ہے۔ اگر بارگاہ نبوت سے کسی کو فیض نہ پہنچے۔ اور آفتاب نبوت کی شعاعیں کسی کے دل کو نہ چمکائیں تو اس کو ہرگز کوئی فضل و کمال حاصل نہیں ہو سکتا نہ اس کے دل میں کوئی نور پیدا ہو سکتا ہے۔ ہر فضل و کمال کا سرچشمہ صرف نبوت اور رسالت ہے۔

اس مقام پر یہ شبہ پیدا ہو سکتا تھا۔ کہ جب نبوت حضور ﷺ پر ختم ہو گئی۔ اور آپ ﷺ نے باب نبوت کو مسدود فرمایا تو شاید وہ تمام فیوض و برکات بھی بند ہو گئے، جو بارگاہ نبوت سے وابستہ تھے اور نبوت کا دروازہ بند ہو جانے کی وجہ سے کسی کو مقام نبوت سے کسی قسم کا کوئی فیض نہیں پہنچ سکتا۔ اگر یہ صحیح اور ختم نبوت کا یہی مفہوم لیا جائے کہ نبوت کا دروازہ بند ہو جانے سے مقام نبوت کے تمام فیوض و برکات بند ہو گئے۔ تو صوفیائے کرام کا ریاضت و مجاہدہ کرنا اور صفائی باطن اور تزکیہ نفس کر کے مقام نبوت کے فیوض و برکات اور آفتاب رسالت کے انوار سے مستفیض ہونے کی امید رکھنا بھی

لغو و بے معنی ہوگا اور اس طرح صوفیائے کرام کا تمام سلسلہ تصوف اور جد وجہد سب بیکار اور لغو ہو جائیگی اس شبہ کو دور کرنے اور مقصد تصوف کو کامیاب بنانے کے لئے صوفیائے کرام کا فرض تھا کہ وہ یہ بتائیں کہ ختم نبوت کے یہ معنی نہیں ہیں کہ مقام نبوت اس طرح ختم ہو گیا۔ کہ اب کسی کو کوئی فضل وکمال نبوت کے دروازہ سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہ شبہ وسوسہ شیطانی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ فیضانِ نبوت جاری ہے۔ اور ہر صاحب فضل وکمال کو اس کی استعداد کے موافق جو کمال ملا ہے یا ملے گا۔ اس کا سرچشمہ مقام نبوت ہی ہے۔ اور ختم نبوت کے معنی صرف یہ ہیں کہ کسی کو امر و نہی کے ساتھ مخاطب نہیں کیا جائے گا اور شریعت نہیں دی جائے گی۔ اس کو امر و نہی کے ساتھ مخاطب کرنا ہی تشریعی ہے۔ عام اس سے کہ وہ امر و نہی قدیم ہو یا جدید شریعت و نبوت میں کچھ فرق نہیں۔ نبوت شریعت ہے اور شریعت نبوت۔ کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جس کو اللہ تعالیٰ نے کسی امر و نہی سے مخاطب نہ فرمایا ہو قرآن مجید میں ارشاد فرمایا فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ (البقرہ۔۲۱۳) ہر نبی تبشیر اور انذار پر مامور ہوتا ہے۔ اور یہی شریعت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد نبی نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں۔ کہ مقام نبوت کے فیوض و برکات بند ہو گئے۔ لیکن فیوض و برکات نبوت جاری ہونے کا یہ مطلب لینا بھی بالکل غلط اور باطل ہے کہ فیضانِ نبوت سے کوئی نبی بن سکتا ہے۔ دیکھئے تمام عالم اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کی رحمتوں سے مستفید ہو رہا ہے۔ اور بارگاہ الوہیت سے ہر قسم کے فیوض و برکات بندوں کو حاصل ہو رہے ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ بندے فیضانِ الوہیت سے الوہیت کا درجہ بھی پا سکتے ہیں۔ حضرات صوفیائے کرام نے اپنی عبارات میں واضح طور پر اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ فیضانِ نبوت جاری ہونے سے ہماری مراد یہ نہیں کہ نبوت اور شریعت جاری ہے۔ بلکہ امر و نہی کا دروازہ قطعاً مسدود ہو چکا ہے۔ اور جو شخص رسول اللہ ﷺ کے بعد اس بات کا دعویٰ کرے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کسی بات کا ''امر'' فرمایا ہے یا کسی ''نہی'' سے مخاطب کیا ہے تو ایسا شخص مدعی نبوت وشریعت ہے۔ اگر وہ احکام شرع کا مکلف ہے تو ہم ایسے شخص کی گردن ماردیں گے۔ (الیواقیت والجواہر جلد دوم ص ۳۴)

فان قال ان اللہ امرنی بفعل المباح قلنالہ لا یخلون یرجع ذالک المباح واجباً فی حقک او مندوباً و ذالک عین نسخ الشرع الذی انت علیہ حیث میرت بالوحی الذی زعمتہ المباح الذی قرر الشارع مباحاما موراً بہ یعصی العبد بترکہ وان ابقاہ صباحا کما کان فی الشریعۃ فای فائدۃ لھذا الامرا لذی جاء بہ ملک وحی ھذا المدعی الخ......

اگر کوئی شخص دعویٰ کرے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک مباح کام کا امر فرمایا ہے۔ تو ہم اس سے کہیں گے کہ یہ امر دو حال سے خالی نہیں۔ یا یہ کہ جس مباح کام کا اللہ تعالیٰ نے تجھے امر فرمایا ہے۔ وہ تیرے حق میں واجب ہوگا یا مندوب یہ دونوں صورتیں اس شریعت کے حق میں ناسخ قرار پائیں گی۔ جس پر تو قائم ہے۔ اس لئے کہ جس کام کو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مباح رکھا تھا تو نے اسے اپنی وحی مزعوم کے ساتھ ماموربہ یعنی ضروری اور واجب (یا مستحب) قرار دے لیا جس کے ترک سے بندہ گنہگار یا تارک افضل ہوتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ نے اس امر مباح کو تیرے حق میں مباح ہی رکھا جیسا کہ وہ شرعاً پہلے سے مباح تھا تو تیری اس وحی اور امر سے کیا فائدہ ہوا؟

اس کے بعد امام شعرانی فتوحات مکیہ سے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمتہ علیہ کی عبارت نقل فرماتے ہیں۔

وقال الشیخ ایضاً فی الباب الحادی والعشرین من الفتوحات من قال ان اللہ تعالیٰ امرہ بشی فلیس ذالک بصحیح انما ذالک تلبیس لان الامر من قسم الکلام دو صفتہ و ذالک باب مسدود دون الناس الخ

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی علیہ الرحمہ فتوحات مکیہ کی اکیسویں فصل میں فرماتے ہیں۔ جو شخص اس بات کا دعویٰ کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کوئی امر فرمایا ہے تو ہرگز صحیح نہیں یہ تلبیس ابلیس ہے۔ اس لئے کہ امر کلام کی قسم سے ہے۔ اور یہ دروازہ لوگوں پر بند ہے اس کے بعد فرماتے ہیں

فقد بان لک ان ابواب الامر الالھیة و النواھی قد صدت و کل من ادعا ھا بعد محمد ﷺ فھو مداع شریعة اوحی بھا الیہ لسواء وافق شرعنا او خالف فان کان مکلفا ضربنا عنقهٗ اولا ضربنا عنه صفحاً۔

یہ بات تم پر بخوبی واضح ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ حضرت محمد رسول ﷺ کے بعد جو شخص بھی اس امر کا مدعی ہو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے امر و نہی پہنچا ہے وہ مدعی شریعت ہے۔ عام اس سے کہ جن اوامر و نواہی کا وہ مدعی ہے وہ ہماری شرع کے موافق ہوں یا مخالف، وہ بہر کیف مدعی شریعت ہی قرار پائے گا۔ اگر وہ عاقل و بالغ ہے تو ہم اس کی گردن ماردیں گے۔ ورنہ اس سے پہلوتہی کریں گے (الیواقیت والجواہر جلد ۲ ص ۳۴ طبع مصر)

شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ فتوحات مکیہ اور امام شعرانیؒ کی ان تصریحات سے یہ حقیقت اچھی طرح واضح

ہوگئی۔ کہ جو شخص اس امر کا مدعی ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے امر و نہی کے ساتھ مخاطب فرمایا ہے۔ وہ مدعی شریعت ہے نیز یہ کہ حضرات صوفیاء کرام کے نزدیک شریعت کے معنی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے امر و نہی ہونے کے سوا کچھ نہیں۔ اب مرزا قادیانی کی تصریحات سامنے رکھ کر یہ دیکھ لیجئے۔ کہ وہ من جانب اللہ امر و نہی پانے کا مدعی ہے یا نہیں۔

اربعین نمبر ۴ ص ۶ ۷ کی یہ عبارت ہم تفصیل سے نقل کر چکے ہیں۔ کہ مرزا قادیانی نے لکھا ''یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے وحی کے ذریعہ سے چند امر و نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب الشریعت ہوگیا۔ پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی۔''

مرزا قادیانی کی اس عبارت سے دو باتیں بالکل واضح ہوگئیں ایک یہ کہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ اور امام شعرانی نے شریعت کے جو معنی بیان فرمائے ہیں مرزا قادیانی نے ان پر مہر تصدیق ثبت کردی۔ دوسری یہ کہ مرزا قادیانی حضرات صوفیاء کرام اور خود اپنی تصریح کے مطابق مدعی شریعت ہے۔

اب میں ان مرزائیوں سے دریافت کرتا ہوں۔ جنہوں نے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اور امام شعرانی کی تصانیف سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ ان حضرات کے نزدیک نبوت تشریعی ختم ہوگئی۔ غیر تشریعی جاری ہے۔ لہذا مرزا قادیانی کا غیر تشریعی نبی ہونا درست ہوگیا۔ کس حد تک ان عبارات سے آپ کو فائدہ پہنچا صوفیاء تو آپ کے لئے اغیار کا حکم رکھتے ہیں!

خود مرزا قادیانی جو تمہارا غم خوار ہے اور جس کی نبوت غیر تشریعی کی خاطر آپ نے اس قدر پاپڑ بیلے اس نے بھی تمہارا ساتھ نہ دیا۔ اور بول اٹھا کہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی اور اس طرح میں صاحب شریعت ہوں! یہ تو ''مدعی سست گواہ چست والا معاملہ ہوا''

قارئین کرام نے اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا کہ نبوت تشریعی کا مفہوم صرف یہ ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کی طرف سے امر و نہی پانا'' نبی چونکہ بذریعہ وحی، من جانب اللہ تعالیٰ امر و نہی کے ساتھ مخاطب ہوتا ہے۔ اس لئے ہر نبی تشریعی ہوتا۔ اب اسکے بالمقابل نبوت غیر تشریعی کے معنی اس کے سوا اور کچھ نہیں رہتے کہ من جانب اللہ تعالیٰ امر و نہی کا خطاب پانے کے علاوہ جس قدر فضائل و کمالات میں مثلاً ولایت' قطبیت' غوثیت اور عرفان و قرب الٰہی مدارج سلوک وغیرہ انوار و برکات نبوت غیر تشریعی ہیں کیونکہ ان سب کا سرچشمہ مقام نبوت ہی ہے۔

اس لئے اگر صوفیاء نے یہ کہہ دیا کہ نبوت غیر تشریعی جاری ہے۔ یعنی نبوت کے فیوض و برکات بند نہیں ہوئے۔ امت

مسلمہ انوار وبرکات نبوت سے فیضیاب ہورہی ہے تو یہ قول اپنے مرادی معنی کے اعتبار سے بالکل صحیح ہے۔

مرزائیوں کا یہ کہنا کہ ہم مرزا قادیانی کو "غیر تشریعی" نبی مانتے ہیں مسلمانوں کو دھوکا اور فریب دینا ہے۔

مرزا قادیانی نے اپنے دعوے کے منکرین کو جہنمی 'نا مسلمان' اور غیر ناجی، کافر قرار دیا ہے "ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا 'وہ مسلمان نہیں ہے۔" (مکتوبات مرزا بنام ڈاکٹر عبد الحکیم۔ حقیقۃ الوحی ص ۱۶۳)

جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا (حقیقۃ الوحی ص ۱۶۳)

(اے مرزا) جو شخص تیری پیروی نہ کریگا۔ اور بیعت میں داخل نہ ہوگا وہ خدا رسول کی نافرمانی کرنیوالا اور جہنمی ہے۔ (رسالہ معیار الاخیار ص ۸)

خدا تعالیٰ نے تمام انسانوں کے لئے اس (میری وحی) کو مدار نجات ٹھہرایا۔ (حاشیہ اربعین ۴ ص ۷)

ان عبارات سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ مرزا قادیانی نے اپنے منکرین کو کافر، جہنمی قرار دیا۔ اب مرزا قادیانی کی اس عبارت کو بھی پڑھ لیجئے نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔

"یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب شریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث گزرے ہیں۔ کہ وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں، اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔" (تریاق القلوب حاشیہ ص ۳۲۸ طبع دوم)

مرزا قادیانی اپنے منکرین کو کافر بھی کہہ رہا ہے اور یہ بھی کہہ رہا ہے کہ صرف اس نبی کا منکر کافر ہوتا ہے۔ جو شریعت اور احکام جدیدہ لائے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مرزا قادیانی احکام جدیدہ اور شریعت کے مدعی ہیں۔

ناظرین کرام از راہ انصاف بتائیں کہ مرزا قادیانی کی نبوت تشریعی کے دعوے میں اب بھی کچھ کلام کی گنجائش ہے۔!

پھر مرزائیوں کا یہ کہنا کہ مرزا قادیانی غیر تشریعی نبوت کے مدعی ہیں سراسر دجل وفریب نہیں تو کیا ہے!!

فَاعۡتَبِرُوا يَا أُولِي الۡاَبۡصَارِ۔

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

تحریک ختم نبوت کا ایک قلمی مجاہد

پروفیسر محمد الیاس برنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (ایم۔اے۔علیگ)

ترتیب۔خلیل احمد رانا

ولادت

پروفیسر علامہ صلاح الدین محمد الیاس برنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۹ /اپریل ۱۸۹۰ء، یوم شنبہ، بوقت ۹ ربجے شب کو اپنے ننھال تحصیل خورجہ ضلع بلند شہر (یو۔پی۔بھارت) میں پیدا ہوئے، ۱۹۰۸ء میں خورجہ ہائی اسکول سے میٹرک کا امتحان امتیازی شان میں پاس کیا، اس کے بعد علی گڑھ کالج میں داخلہ لے لیا۔(سالنامہ معارف رضا، کراچی، شمارہ ۱۹۸۴ء، ص ۲۵۰۔برنی نامہ، مطبع ابراہیمیہ، حیدر آباد دکن، ۱۹۵۷ء، ص ۲)

ابتدائی تعلیم

پروفیسر برنی صاحب لکھتے ہیں :

''قرآن شریف گھر میں پڑھا، فارسی وحساب، انگریزی والد صاحب سے اس وقت پڑھی جب وہ چند سال کے واسطے حیدر آباد سے تشریف لاکر مکان پر مقیم تھے، اس وقت فارسی پر توجہ زیادہ رہی، عربی کو اتنا موقع نہ مل سکا، جتنا ملنا چاہئے، تاہم قرآن کریم کی برکت سے عربی سے خاصا ربط ہوگیا''۔(محمد الیاس برنی: صراط الحمید: ج ۱: ص ۳۳۱)

باپ حیدر آباد میں وکیل تھے، تعطیلات میں کبھی بلند شہر آتے، اس لئے ان کی تربیت ماں کی آغوش میں ہوئی۔(محمد الیاس برنی: صراط الحمید: ج ۱: ص ۳۳۱)

وہ بہت دولت مند باپ کی اکلوتی بیٹی تھیں، ساری دولت وجائیداد وغیرہ کی تنہا وارث تھیں، اللہ کا دیا گھر میں سب کچھ تھا لیکن ان کی طبیعت کا رنگ ڈھنگ ہی کچھ اور تھا، باوجودیکہ کپڑے اچھے سے اچھے موجود ہوتے تھے لیکن سادہ لباس پہنتی تھیں اور موٹا جھوٹا (خود) بھی کھاتی تھیں اور بچوں کو بھی اسی طرح رکھتی تھیں، دکھ درد میں غریبوں کے کام آتیں، دامے درمے سخنے قدمے ان کی مدد کرتی تھیں، اچھا کھانا دوسروں کو کھلاتیں، خود جو کی روٹی اور چٹنی پر گزارا کرتی تھیں، چکی پیسنے سے انہیں عار نہ تھا، بیٹیوں کو چکی پیسنے کی نصیحت کرتی تھیں، چاہتی تھیں کہ بچے عیش پسند نہ ہوں، کھاتے وقت غریبوں کا خیال آتا تو آب دیدہ ہو جاتیں تھیں، بہت نرم دل اور مسکین طبع تھیں، بچوں کی غلطی پر سزا یہ تھی کہ انہیں اپنے ساتھ کھانا نہیں کھلاتی تھیں، پاس نہیں بٹھاتی تھیں، عزیزوں میں ساتھ نہیں لے جاتی تھیں، یہ ایسی سزا تھی کہ وہ رونے آجاتے تھے، غیر کی ڈانٹ ڈپٹ کو اچھا نہیں سمجھتی تھیں، کہتی تھیں کہ اس سے بچوں کی غیرت نکل جاتی

ہے، نماز روزے کی پابند تھیں، نقشبندیہ سلسلہ میں بیعت تھیں۔ (صراط الحمید: جلد۱: ص۳۱۸، ۳۲۱)

ابتدائی و ثانوی تعلیم

لڑکپن میں والدہ صاحبہ کے زیر اثر تربیت پائی، ان کا بیان ہے کہ "میٹرک پاس کیے تک ہم ان کی خدمت میں رہے"۔ (صراط الحمید: جلد۱: ص۳۳۲)

والد صاحب حیدرآباد چھوڑ کر چند سال کے لئے چھٹی پر بلند شہر رہے تو یہاں اپنے لڑکوں کو پڑھاتے، حافظ محمد اسماعیل اور اسحاق کو وکالت کی تیاری کراتے تھے، برنی صاحب قرآن، فارسی، حساب، انگریزی وغیرہ گھر پر انہی سے پڑھی، پھر مڈل کی جماعت میں خورجہ کے ہائی سکول میں داخل کیے گئے۔ (صراط الحمید: جلد۱: ص۳۳۲)

برنی صاحب بیان کرتے ہیں:

"ابھی میٹرک سال اول میں تھے کہ انسپکٹر سید مہدی حسین بلگرامی تشریف لائے، نویں جماعت کی انگریزی کا امتحان لیا، ہماری باری آئی تو ہم بڑھ چڑھ کر بولے، ہماری جسارت پر وہ چونکے، میٹرک کا طالب علم انگریزی میں دم مارتا ہے، اللہ کے فضل سے بات رہ گئی، انسپکٹر صاحب نے رپورٹ اچھی لکھی، اسکول کا نام روشن ہوا۔ (صراط الحمید: جلد۱: ص۳۳۲)

خورجہ ہائی اسکول سے ۱۹۰۸ء میں میٹرک کا امتحان درجہ اول میں پاس کرنے کے بعد اسی سال علی گڑھ کالج میں داخلہ لیا، پروفیسر برنی صاحب لکھتے ہیں:

"جب ہم پہلی بار علی گڑھ کالج میں داخلہ لیا تو لڑکوں نے ہماری وضع قطع اور خیالات واعتقادات سے یہ اندازہ لگایا کہ ایک مذہبی دیوانہ آگھسا ہے، اس سے چھیڑ چھاڑ کریں گے اور خوب لطف رہے گا، مگر اللہ کا فضل اور اللہ کا شکر ہے اس نے عزت و وقار کے ساتھ ہوشیاروں میں بسر کرادی، طالب علمی کے دائرے میں انعام تمغے اور اعزازی عہدے سب کچھ دلائے، حتیٰ کہ سب سے اعلیٰ امتیاز کالج یونین کی صدارت بھی عطا کی۔

۱۹۱۲ء میں جب بی۔اے کا امتحان پاس کیا تو ان دنوں مسلم یونیورسٹی کی تحریک خوب زور پر تھی، امتحان سے فارغ ہوتے ہی اعزازی مددگار کی حیثیت سے نواب وقار الملک کے ساتھ یونیورسٹی کے کام میں لگ گئے، جہاں کہیں تحریک کی مخالفت ہو یا چندہ میں رکاوٹ ہو یا کارکنوں میں کھٹ پٹ ہو، جا پہنچنا اور جو کچھ بن پڑے کرنا، اس سلسلے میں نواب صاحب وقار الملک نے جو اہم کام تفویض فرمائے، بفضلہٖ وہ خوبی سے انجام پائے، اچھے اچھوں کو تعجب اور بعض کو حسد نہیں تو رشک ضرور ہوا، یوں بھی نواب صاحب خصوصیت سے عنایت واعتماد فرماتے تھے۔

اِن دنوں ڈاکٹر ضیاء الدین احمد بھی کالج میں ایک بڑی شخصیت مانے جاتے تھے، ریاضی میں قابلیت تو مسلّم ٹھہری، مگر ہم فنون (آرٹس) کے طالب علم تھے، ان کے شاگرد نہ تھے، تاہم ڈاکٹر صاحب کی توجہات سے بہت مستفید ہوئے، ڈاکٹر صاحب یونیورسٹی کانسٹی ٹیوشن کمیٹی کے سیکرٹری تھے، ہم اعزازی پرنسپل کی حیثیت سے ڈاکٹر صاحب کے ساتھ کام کرتے تھے، دن بھر ان کے بنگلے پر رہتے، ڈاکٹر صاحب خوب کس کر کام لیتے اور خوب دل کھول کر کھلاتے پلاتے۔

سر سید راس مسعود جب تعلیم سے فارغ ہو کر ولایت سے علی گڑھ تشریف لائے تو ہماری تعلیم کا آخری زمانہ تھا، بہر حال شام کو فرصت ہوتی تو راس مسعود صاحب تشریف لاتے، ڈاکٹر صاحب سے بہت خصوصیت تھی، سید صاحب سے ہماری بھی ملاقات ہوئی دوستی ہوئی اور تعلقات میں اتنی ترقی ہوئی کہ جب علی گڑھ میں مرحوم کی شاندار طریقے سے شادی کی رسم ادا ہوئی، ہندوستان کے گوشے گوشے معزز مہمان آئے اور علی گڑھ کے ممتاز اولڈ بوائے جمع ہوئے تو اس قابل یادگار تقریب کے ہم مہتمم بنے، گو بڑے بڑے قدیم دوست اِن کے موجود تھے۔

(عبد المجید قریشی: ذکر علی گڑھ، مطبوعہ مکتبہ اُردو ڈائجسٹ، لاہور ۱۹۸۲ء، ص ۱۰۳، ۱۰۵)

برنی صاحب نے بی۔اے کرنے کے بعد ایم۔اے اور ایل۔ایل۔بی بھی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے کیا۔

جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن کے پروفیسر ہارون خاں شیروانی لکھتے ہیں:

’’سنساری جنگ (عالمی جنگ عظیم اوّل) شروع ہونے سے چند ہفتے پہلے میں اپنی تعلیم ختم کر کے ولایت سے واپس آیا، شاید ۱۹۱۶ء کا واقعہ ہے، اولڈ بوائے ایسوسی ایشن کا جلسہ تھا، اس میں شرکت کر کے علی گڑھ کالج کے یونین ہال سے واپس ہو رہا تھا کہ میرے ہمراہی نے میرا تعارف ایک خوبرو نوجوان سے کرایا، جو نیم کے ایک درخت کے نیچے (شاید ایک چارپائی پر) بیٹھا ہوا تھا اور کہا کہ یہ الیاس برنی ہیں، جو ایم۔اے میں اعلیٰ امتیاز سے کامیاب ہوئے ہیں اور کالج میں لیکچراری پر مامور ہوئے ہیں، انہیں اعلیٰ تعلیم کا وظیفہ بھی مل گیا ہے، ذرا سے سرپرستانہ انداز سے میں نے دریافت کیا کہ آپ کب ولایت جائیں گے، کس یونیورسٹی میں داخلہ لیا ہے، کون سے مضمون میں اختصاص پیدا کرنے کا ارادہ ہے وغیرہ، جواب جو ملا وہ میرے لئے بڑے تعجب کا باعث تھا، وہ یہ کہ میرا تو بالفعل ولایت جانے کا ارادہ نہیں، اچنبھا ہوا کہ وظیفہ مل گیا تو کون سا امر مانع ہے، دریافت کیا تو جواب ندارد، تھوڑی بہت اِدھر اُدھر کی گفتگو کے بعد میں آگے بڑھ گیا۔ (مجلّہ مرقع جامعہ عثمانیہ، شمارہ ۱۹۹۴ء، شائع کردہ انجمن طلبائے قدیم جامعہ عثمانیہ، کراچی، ص ۱۸۰)

جن دنوں برنی صاحب، محمڈن کالج علی گڑھ میں معاشیات کے استاد تھے، بابائے اُردو مولوی عبدالحق سابق ناظم دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد، دکن (متوفی ۱۹۶۱ء۔کراچی) نے برنی صاحب کو علم معاشیات پر ایک مفصل کتاب لکھنے پر آمادہ کرلیا، برنی صاحب نے ۸۶۷ صفحات پر مشتمل "علم المعیشت" تصنیف کی، یہ کتاب بڑی مقبول ہوئی اور ۱۹۲۷ء تک اس کے چار ایڈیشن شائع ہوئے۔

(محمد احمد سبزواری، مضمون "جامعہ عثمانیہ کا شعبہ معاشیات" مجلہ مرقع جامعہ عثمانیہ، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۴ء، ص ۲۹۰) شاہ بلیغ الدین (کراچی) لکھتے ہیں:

مولانا الیاس برنی صاحب کی کتاب "علم المعیشت" تقسیم ملک سے پہلے بی۔اے کے نصاب میں داخل تھی۔ (شاہ بلیغ الدین، مضمون "آئینہ ایام" مرقع جامعہ عثمانیہ (جشن الماس نمبر)، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۴ء، ص ۲۹۰)

برنی صاحب، جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد دکن میں اپنی تقرری کے بارے میں لکھتے ہیں:

اگست ۱۹۱۷ء میں حیدرآباد دکن سے سر سید راس مسعود صاحب کا تار پہنچا کہ جس قدر جلد ممکن ہو چلے آؤ، دارالترجمہ میں تمہارا سخت انتظار ہے، ہم علی گڑھ کالج میں کام کر رہے تھے، پرنسپل کو عذر ہوا، ہفتے عشرے تار دوڑتے رہے، خط چلتے رہے، آخر کار ہم چل دیئے اور بالآخر شریک ہوئے، (عبدالمجید قریشی، ذکر علی گڑھ، مطبوعہ مکتبہ اُردو ڈائجسٹ، لاہور، ۱۹۸۲ء، ص ۱۰۶)

ڈاکٹر محمد رضی الدین صدیقی، سابق وائس چانسلر جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد دکن (متوفی ۱۹۹۸ء۔کراچی) لکھتے ہیں:

۱۴/اگست ۱۹۱۷ء کو جامعہ عثمانیہ کے شعبہ تالیف و ترجمہ کا قیام عمل میں آیا، اس شعبہ کے لئے جن باصلاحیت اور قابل علماء کا تقرر عمل میں آیا، ان میں جناب پروفیسر محمد الیاس برنی ایم۔اے (علیگ) بھی شامل تھے۔ (ڈاکٹر محمد رضی الدین صدیقی، جامعہ عثمانیہ، مطبوعہ بہادر یار جنگ اکادمی، کراچی ۱۹۸۴ء، ص ۲۲)

برنی صاحب نے دارالترجمہ حیدرآباد میں پرمتھا تھ بزجی کی کتاب "معاشیات ہند" اور مور لینڈ کی کتاب کا ترجمہ "مقدمہ معاشیات" کے نام سے کیا، اس کے بعد ہندوستان کے معاشی مسائل پر ایک ضخیم کتاب "معیشت ہند" کے نام سے لکھی، برنی صاحب بڑے اچھے ادیب تھے، قلم میں روانی اور زبان میں شگفتہ بیانی تھی، بے ساختہ لکھتے تھے، خشک مضمون کو زبان کی چاشنی سے دلچسپ بنا دیتے تھے، مثال کے طور پر آخر الذکر کتاب میں جنگلات کا باب دیکھئے جس پر ناول کا گمان گزرتا ہے۔ (مجلہ مرقع جامعہ عثمانیہ، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۴ء، ص ۱۰۰)

برنی صاحب ملک کے ان قابل قدر فرزندوں میں سے تھے جن پر کسی قوم کو بجا طور پر ناز ہوسکتا ہے،

معاشیات کے متعلق جتنی کتابیں آپ نے لکھی ہیں، ہندوستان میں کسی اور نے نہ لکھیں، خاموشی کے ساتھ نہایت ٹھوس خدمات انجام دیں، لٹریچر اور ادب کے ایسے ہی لوگ محسن ہوتے ہیں۔ (سید زوار حسین: مصنفین اُردو: فہرست کتب حالی پبلشنگ ہاؤس کتاب گھر دہلی، مطبوعہ دہلی ۱۹۳۹ء، ص ۲۲۶)

۲۸/اگست ۱۹۱۹ء کو کلیہ جامعہ عثمانیہ کا قیام عمل میں تو برنی صاحب کلیہ جامعہ عثمانیہ سے وابستہ ہو گئے، تین سال تک برنی صاحب معاشیات کا درس تنہا دیتے رہے، پھر ۱۹۲۲ء میں پروفیسر حبیب الرحمٰن صاحب ان کے معاون بنے، مگر تھوڑے دنوں بعد پروفیسر حبیب الرحمٰن تعلیم کے لئے انگلستان چلے گئے، واپسی پر وہ معاشیات کے پروفیسر اور صدر مقرر ہوئے اور برنی صاحب ناظم دارالترجمہ کی حیثیت سے اپنے شعبہ میں آ گئے، برنی صاحب اس شعبہ میں مسجل (رجسٹرار) بھی رہے، ۱۹۴۸ء میں وظیفہ حُسن خدمت پر اسی شعبہ سے سبکدوش ہوئے۔

(مجلہ، مرقع جامعہ عثمانیہ (جشن الماس نمبر)، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۴ء، ص ۱۸۰)

برنی صاحب، مولوی عبدالحق بابائے اُردو کے ریٹائرڈ ہونے کے بعد ناظم دارالترجمہ مقرر ہوئے تھے۔ (نصیر الدین ہاشمی، دکن میں اُردو، مطبوعہ مکتبہ معین الادب، لاہور ۱۹۵۲ء، ص ۶۴۱)

دورانِ تعلیم علی گڑھ یونیورسٹی میں بورڈنگ کے قریب ایک بنگلہ میں عبداللہ نام کے ایک بزرگ رہتے تھے، ان سے ملاقات ہوئی، تعلق بڑھا، برنی صاحب ان کے متعلق فرماتے ہیں:

یہ کن رسیدہ بزرگ مردانہ حسن کا نمونہ تھے، ان کا تکیہ کلام "جل جلالہٗ" تھا، جرمن، فرانسیسی، انگریزی، عربی، اُردو کئی زبانوں پر عبور تھا، قوم کے جرمن تھے، جنات سے بھی رابطہ تھا، باپ ان کے ہندوستان میں ڈاک خانہ جات کے انسپکٹر جنرل رہ چکے تھے، یہ بعد وہ میں مسلمان ہوئے اور علی گڑھ میں انتقال ہوا تعلیم یافتہ طبقہ میں ان کا خوب فیضان تھا، بہت پہنچے ہوئے بزرگ تھے، دوستی بڑھی، بے تکلفی بڑھی، برنی صاحب کہتے ہیں:

حضرت نے انتہائی محبت سے چاہا کہ خاص خاص شغل مفیدہ سہولت سے طے کرا کر بعض نادر کمالات سے سرفراز فرمایا لیکن اپنا ذوق ہے، کمال کی اکتساب پر طبیعت آمادہ نہیں ہوئی، اگر بے کمالی تحقیق ہو جائے، یہی انسان کا سب سے بڑا کمال ہے، حضرت اصلی منشا پا گئے، اس کو عالی ہمتی قرار دے کر بہت داد دی، سینہ سے لگایا کہ اب کسی کمال کے حصول کی ضرورت نہیں، ہزار کمالات ہوں، عبدیت ہی اصل اور انتہائی مقام ہے، اس میں خوف و گزند نہیں، حفاظت یقینی ہے۔ (صراط الحمید، جلد ۱، صفحہ ۳۲۳، ۳۲۴)

پروفیسر ہارون خاں شروانی لکھتے ہیں:

جن لوگوں نے برنی صاحب کو دیکھا ہے، وہ اس سے واقف ہوں گے کہ سڈول جسم اور صحت وتندرستی کے اعتبار سے برنی صاحب یکتا تھے، ان کا جسم ورزشی جسم تھا، بقول خود ''زندگی بفضلہ مستعد گزری، سواری سیکھی، تیراکی سیکھی، کشتی سیکھی، بنوٹ (گتکا) سیکھی، فٹ بال کا شوق تھا، صحت وقوت کی خاطر فن طب سے دلچسپی رہی''، شاید بنوٹ پر کوئی کتاب بھی تصنیف کی تھی یا تصنیف کرنے کا ارادہ تھا، کلیہ جامعہ عثمانیہ کی وابستگی کے ساتھ ہی برنی صاحب نے فٹ بال کلب کے صدر کی حیثیت سے اس میں ایک طرح کی روح پھونک دی تھی۔ (مجلہ، مرقع جامعہ عثمانیہ، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۴ء، ص ۱۸۰)

برنی صاحب کھیلوں میں اپنی دلچسپی کے متعلق لکھتے ہیں :

علی گڑھ کالج میں کھیلوں کا معیار ہمیشہ سے بلند رہا، باقاعدہ ٹیم میں جگہ پانا کچھ آسان بات نہ تھی، تاہم کپتان مہربان تھے، دوست تھے، سامان مل جاتا تھا اور ہم نے جو ٹیم اناڑیوں کے نام سے بنا رکھی تھی وہ دل کے حوصلے نکال لیتی تھی، کھیلوں کے ساتھ ایک رائڈنگ اسکول بھی تھا، جہاں گھڑ سواری کی تعلیم دی جاتی تھی، اس کا خاص چندہ مقرر تھا، دس بارہ گھوڑے تھے اور ایک دفعدار جو سواری سکھلاتے تھے، ہم رائڈنگ اسکول میں بڑے شوق سے شریک ہوئے، حتیٰ کہ سواری کا امتحان پاس کر کے باقاعدہ سند حاصل کی، سواری میں خوب گرے اور گرے بغیر سواری نہیں آتی، خوف نہیں نکلتا، ایک آدھ مرتبہ تو جان پر آبنی خدا کا فضل تھا، حادثے سے محفوظ رہے، حضرت والد صاحب کی ہدایت تھی کہ بغیر وضو گھوڑے پر سوار نہ ہونا، سوار ہوتے ہی ایک آیت شریفہ پڑھنے کی بھی تاکید تھی، حضرت یہ دونوں معمول مسنون فرماتے تھے۔

ہمارے زمانے میں سوئمنگ باتھ نہ تھا، بعد کو تیار ہوا، اس لئے تیراکی باقاعدہ نہ سیکھ سکے، کبھی کبھی خربوزوں کی فصل میں احباب کی پارٹی ہردوا گنج جاتی تو نہر کے کنارے پانی میں ڈبکی لگا لیتے، نہا لیتے کہ گویا ہم بھی تیراک ہیں، البتہ حیدرآباد (دکن) پہنچ کر تیرنا سیکھا، بڑا کمال نہ سہی پھر بھی ڈوبنا آسان نہ رہا، سیکھنے کے دوران کئی مرتبہ ڈوبتے ڈوبتے بچے، ایک مرتبہ تو بلا مبالغہ ڈوب ہی گئے تھے، زندگی تھی نکل آئے۔

تیراکی کا حال بھی سواری کا سا ہے، ڈوبے بغیر تیراک پختہ نہیں ہوتا، کالج میں سائیکل چلا لیتے تھے، حیدرآباد میں موٹر سے سابقہ پڑا، شوفر کا محتاج ہونا گوارا نہ ہوا، چلانا سیکھا، کئی مرتبہ جان لینے جان دینے کی نوبت آئی، لیکن بال بال بچ گئے۔ (عبدالمجید قریشی: ذکر علی گڑھ: مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء: ص ۱۰۷)

برنی صاحب کو ابتداء ہی سے روحانیت سے بھی شغف تھا اور حضرت رسول اکرم ﷺ سے بہت عشق تھا،

جس کا مظہر ان کا نعتیہ کلام ہے، حیدر آباد دکن کے مشہور بزرگ حضرت مولانا شاہ محمد حسین چشتی قدس سرہٗ سے قادری چشتی اور نقشبندی سلسلوں میں بیعت ہوئے۔ (مجلہ مرقع جامعہ عثمانیہ، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۴ء، ص ۱۸۱)

بیعت وخلافت

برنی صاحب فرماتے ہیں:

"ابتداء میں (۱۹۱۷ء۔۱۹۲۱ء) جب محلہ جام باغ، ترپ بازار میں قیام تھا، حسن اتفاق کہئے، مشیت الٰہی کی کسی تحریک کے بغیر ایک دن بعد نماز فجر نادانستہ طور پر کرایہ کے مکان کا خیال آیا، ایک نوتعمیر مکان پر کرایہ کے لئے خالی تختی لگی ہوئی تھی، دستک دی، ماما آئی، پھر بحیثیت مکان دار ایک بزرگ آئے، تعارف ہوا، یہ شاہ محمد حسین صاحب تھے...... ان سے بات طے ہوگئی، پھر دینی وروحانی روابط بڑھے اور راہ حق کی تعلیم وتربیت کا سلسلہ چلا"۔

(برنی نامہ۔ص ۷)

"حضرت شاہ محمد حسین چشتی قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، چشتی سلسلہ کے ایک صاحب دل بزرگ، حضرت کمال اللہ شاہ المعروف بہ مچھلی والے شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نامور خلیفہ مجاز تھے، حضرت مچھلی والے شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حیدر آباد دکن میں چادر گھاٹ کی مسجد الٰہی چمن میں رہا کرتے تھے"۔ (ڈاکٹر محمد عبدالستار خاں، سابق صدر شعبہ عربی، جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن، تذکرہ حضرت محدث دکن، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۸ء، ص ۱)

برنی صاحب کو دو مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی، پہلا حج ۱۹۲۷ء میں کیا، دوسری مرتبہ ۱۹۳۳ء میں حج کیا اور مدینہ منورہ، بیت المقدس اور بغداد شریف کی زیارتوں کی بھی سعادت حاصل کی۔ (مجلہ جامعہ عثمانیہ، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۴ء، ص ۱۸۱)

۱۹۲۷ء میں بلاد اسلامیہ کا سفر اور حج وزیارت

برنی صاحب کے مرشد حضرت شاہ محمد حسین چشتی قادری علیہ الرحمہ نے ۱۳۴۴ھ/ ۱۹۲۵ء میں حج کیا تو آکر انہیں بشارت دی کہ ان شاء اللہ جلد ہی آپ کو بھی یہ سعادت نصیب ہوگی، چنانچہ ایسا ہی ہوا، برنی صاحب نے ایک دن فرصت میں مولانا عبدالقدیر حسرت صدیقی قادری حیدر آبادی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۳۸۱ھ) سے دوران گفتگو میز سے جنتری اٹھائی، تعطیلات پر نظر پڑی تو رخصت ملا کر دیکھا، اتنی مدت ہوگئی، سفر بخوبی کیا جاسکتا ہے۔ (صراط الحمید، ج ۱، ص ۵۱)

عبدالقدیر صاحب، ان کے مرید سید حبیب علی اور مخلص دوست لطف احمد بھی تیار ہوگئے، دو سید، ایک

صدیقی اور برنی فاروقی، چاروں کا قافلہ تیار ہوگیا، امیر قافلہ برنی کو بنایا گیا۔ (صراط الحمید، ج ا، ص ۳۱۱، ۳۱۳، ۳۱۵)

روداد سفر

"یکم رمضان المبارک/ ۶ر مارچ ۱۹۲۷ء کو روانہ ہوئے اور ۲۹ر ذی الحجہ، مطابق ۲۰ر جون ۱۹۲۷ء کو گھر لوٹ آئے، چار ماہ میں اللہ تعالیٰ نے اتنی وسعت و برکت دی کہ عراق، شام، فلسطین اور حجاز دور دراز کا سفر طے ہوگیا، بغداد شریف و ملحقات شریفہ میں دو ہفتے، دمشق میں ایک ہفتہ، بیت المقدس میں ایک ہفتہ، مدینہ منورہ میں تین ہفتے، مکہ معظمہ میں دو ہفتے، غرض قدم قدم پر لحظہ لحظہ پر، تائید ایزدی اور لطائف غیبی کا جلوہ نظر آتا تھا، جو چشم بصیرت کھولتا اور نور ایمان بڑھاتا تھا"۔

حرم نبوی

"شب کو ڈھائی کے قریب حرم شریف کے دروازے کھلتے ہیں، حاضر رہتے، فرط شوق سے، بڑے ادب سے لمبے لمبے قدم آہستہ آہستہ رکھتے، گویا دبے پاؤں جاتے، روضۃ الجنۃ میں تلاوت کرتے محراب النبی ﷺ میں نماز پڑھتے، مواجہہ شریف میں درود و سلام پیش کرتے، پھر وظیفہ پڑھتے، فجر کی نماز سے فارغ ہوتے ہی تاروں کی چھاؤں میں جنت البقیع میں دوڑ جاتے، نور ظہور کے وقت وہاں بھی یک سوئی ہوتی، سب ہی مزارات پر بلاناغہ حاضر ہوتے، فاتحہ پڑھتے اور سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے مزار پر دیر تک حاضر رہتے، مگر دل نہ بھرتا تھا، طلوع آفتاب کے بعد حجاج کی آمد ہوتی، اس وقت فاتحہ سے فارغ ہو کر حرم شریف واپس پہنچتے"۔ (صراط الحمید، ج ا، ص ۱۳)

"یہاں خدام کے ساتھ جھاڑو، بہارو کے کام میں مصروف ہو جاتے، ریاض الجنۃ میں فرش جھاڑتے، جھاڑو دیتے، خدام میں نام شامل کراتے، غیر حاضری پر باز پرس ہوتی تھی، کام دل کھول کر کرتے اور لطف اٹھاتے" ...... اس میں ایک آدھ گھنٹہ صرف ہوتا، صبح سات، آٹھ بجے کے قریب فراغت ہوتی تو مکان پر آتا، ناشتہ کر کے سو جاتا، دوپہر کو اٹھتا"۔ (صراط الحمید، ج ا، ص ۱۷۹)

حرم نبوی میں رات کو ٹھہرنے کی اجازت

حرم نبوی میں رات کو ٹھہرنے کے لئے خصوصی اجازت درکار ہوتی ہے، درخواست کی منظوری منتظمین کی صواب دید پر موقوف ہوتی تھی، برنی صاحب اور ان کے دوستوں نے بھی اجازت مانگی تو مل گئی، برنی صاحب اس کی داستان یوں بیان کرتے ہیں:

"۶، ۷ / ذیقعدہ ۱۳۴۵ھ، یوم یک شنبہ، دوشنبہ کی درمیانی شب، حرم شریف میں بسر ہوئی، اس شب کا کیا کہنا، زہے قسمت، زہے نصیب، عشاء کی نماز پڑھ کر ہم چاروں غوات کے چبوترہ پر بیٹھ گئے، نمازی رخصت ہوئے، پھر خدام رخصت ہوئے، شاید کوئی خادم اندر رہ گیا ہو، مگر نظر نہیں آیا، حرم شریف کے دروازے بند ہو گئے، روشنی مدھم ہوئی گئی، غرض تخلیہ ہوا تو عجب شان جلالت کے آثار محسوس ہونے لگے، بے اختیار دل عظمت سے بیٹھا جاتا تھا، ہم چاروں اندر سے اُٹھ کر صحن میں آ بیٹھے، نوافل، ذکر وفکر، صلوۃ وسلام میں ہر کوئی اپنے اپنے ذوق کے مطابق مشغول ہو گیا، شاید نیند آئے، مگر کیا ممکن ہے کہ پلک جھپکے، البتہ محویت ضرور تھی، رات ڈھلی تو ۲ بجے کے قریب دلوں پر جمال چھا گئی، رؤف کا رنگ آ گیا، صاف معلوم ہوا کہ اب حاضر ہونا چاہئے۔

الحمد للہ! اس سے بڑھ کر زندگی میں کون سا وقت آ سکتا ہے؟ اُٹھے اور لڑکھڑاتے بارگاہ اقدس کی طرف چلے، کسی کے دل میں تخلیہ کی تمنا تھی، خدا کی قدرت تینوں رفیق نماز کے واسطے روضۃ الجنۃ میں ٹھہر گئے اور ایک دیوانہ اپنی دھن میں افتاں وخیزاں پہنچا اور مواجہہ شریف میں آستانہ معلی کی جالی پکڑ کر کھڑا ہو گیا، اللہ اکبر! وہ تنہائی، شب کی خاموشی، پیشی میں صرف دو شمعیں روشن اور بارگاہ اقدس کی حاضری:

یا رب! کجاست محرم رازے کہ یک زماں
دل شرح آں دہد کہ چہ دید و چہا شنید

اتنے میں چاروں رفیق جمع ہو گئے، اپنا اپنا ربط، اپنا اپنا حال۔

ہم ہی ہم ہیں تیری محفل میں کوئی اور نہیں

گھنٹے منٹوں کی طرح گزر گئے، وہی تین بجے حرم شریف کے دروازے کھلے اور تخلیہ برخاست ہوا، اپنے حق میں یہ شب لیلۃ القدر معلوم ہوتی تھی"۔

الحمد للہ حمدا کثیرا و صلی اللہ علیٰ رسول اللہ و بارک وسلم

خصوصی صلوۃ سلام کا القاء

برنی صاحب فرماتے ہیں!

"مواجہہ شریف میں حضور انور ﷺ کے واسطے سے دعائیں خدا جانے کتنی مانگیں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں، لیکن ایک دُعا اوّل ہی مانگی کہ ایک ایسی درود ذہن میں آ جائے، جس میں حضور ﷺ کی وہ شان مذکور ہو جو اللہ تعالیٰ کے علم مسلم ہے، وہ درود نئی ہو، کسی سے ابھی تک منقول نہ ہو، وہی پڑھا کروں اور اس کو حضور کا فیض سمجھوں، اللہ تعالیٰ کی

شان، مجھ جیسے کم علم کے ذہن میں بلا تفکر ایک قرآنی درود شریف معاً اتر آئی اور ہمیشہ وہی ورد رہی، واما بنعمة ربک فحدث، باتباع امر کو یہاں ظاہر کرتا ہوں، وہ یہ کہ :

اللهم صل وسلم سیدنا محمد طهٰ ویٰس حم حم خاتم النبیین رحمة للعالمین بالمومنین رؤف رحیم وانک لعلیٰ خلق عظیم وعلیٰ آلهٖ وصحبه اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

اس ورد سے عجیب برکات محسوس ہوتے ہیں، اُمید ہے اس سے مومنین کو فائدہ پہنچے گا اور خیر جاریہ کے ثواب میں اللہ تعالیٰ ہم کو بھی شریک رکھے گا"۔ (صراط الحمید، ج ۱، ص ۱۸۲۔۱۸۳، بحوالہ ماہنامہ نور الحبیب، بصیر پور، شمارہ محرم ۱۴۳۰ھ، ص ۵۹۔۶۰)

مدینہ منورہ سے روانگی

برنی صاحب کے دو ہفتہ یہاں بہت راحت سے گزرے، لیکن جب رخصت کا خیال آنے لگا تو چلتے پھرتے، اُٹھتے بیٹھتے، بے اختیار آنسو ٹپکنے لگتے، اس میں ہفتہ عشرہ گزر گیا، ۲۲/ ذیقعدہ کو روانگی پختہ ہوئی اور احرام باندھ کر بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے تو کیفیت یک سر بدل گئی، رخصت کے وقت دل خوشی سے بھر گیا، معلم الوداع یا رسول اللہ پڑھواتے اور برنی صاحب فرماتے ہیں ہماری زبان سے الوداد یا رسول اللہ نکلتا تھا۔

(صراط الحمید، ج ۱، ۱۸۱۔۱۸۲)

جدائی کا احساس دل سے غائب تھا، مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کیا جارہے ہیں، گویا محمد رسول اللہ ﷺ کے وسیلہ سے لا الہ الا اللہ کی طرف بڑھ رہے ہیں، اَب تک یہ دُعا تھی:

خدایا از تو خواہم مصطفیٰ را

اَب یہ ورد شروع ہوا:

محمد از تو می خواہم خدا را

(صراط الحمید، ج ۱، ص ۱۹۲۔۱۹۳)

برنی صاحب کا مسلک

"گھرانہ دیندار تھا، میلاد ہوتا تھا، برنی صاحب کی والدہ ماجدہ نذر و نیاز بہت احتیاط واہتمام سے کرتی تھیں"۔ (صراط الحمید، ج ۱، ص ۳۱۹)

برنی صاحب صوفی مشرب تھے، مولود برزنجی اور قصیدہ بردہ پڑھا کرتے تھے، میلاد النبی ﷺ کے جلسوں میں

شریک ہوتے اور بہت عمدہ تقریر کرتے، ان کی کتاب "قادیانی مذہب"، میلاد کے جلسہ کا مظہر و ثمرہ ہے، ان کی کتاب "تحفۂ محمدی" میں درود تاج با ترجمہ شامل ہے، بزرگوں کی فاتحہ کا اہتمام کرتے تھے، برنی صاحب مدینہ منورہ میں قیام کے دنوں میں اپنے معمولات کے بارے میں فرماتے ہیں :

"۱۲ محرم الحرام کو حلیم پر سید الشہداء کی فاتحہ ہوئی، غرض محرم شریف کی فاتحہ جو اپنا معمول ہے، مدینہ منورہ میں بخیر و خوبی انجام پائی"۔ (صراط الحمید: ج ۲: ص ۲۶، ۲۷، ۱۵۰)

مشہور واعظ شاہ بلیغ الدین (متوفی ۲۰۰۹ء، کراچی) لکھتے ہیں :

"پروفیسر محمد الیاس برنی صاحب نے قادیانیت کے خلاف تنہا بہت بڑا اجہاد کیا، ان کا جہاد علمی تھا، قادیانیت کیخلاف سب سے پہلے جامع کتابیں انہوں نے لکھیں، وہ انہیں غیر مسلم قرار دینے کی تجویز شروع کرنے والے ابتدائی لوگوں میں سے تھے"۔ (شاہ بلیغ الدین، مضمون "آئینۂ ایام" ، مرقع جامعہ عثمانیہ (جشن الماس نمبر) مطبوعہ کراچی ۱۹۹۴ء، ص ۲۹۰)

برنی صاحب کو ختم نبوت کے مسئلہ پر عبور حاصل تھا اور یہ عبور اجتہاد کی حد کو پہنچ گیا تھا، اس مسئلہ میں متعدد کتابیں لکھیں اور ان میں سے بعض کے کئی کئی ایڈیشن شائع ہوئے، ان کی طرز تحریر دل میں جگہ کر لیتی ہے۔ (پروفیسر ہارون خاں شروانی، مضمون "پروفیسر محمد الیاس برنی" مرقع جامعہ عثمانیہ، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۴ء، ص ۱۸۱)

قادیانیت کے خلاف آپ کی کتاب "قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ" کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، اس کتاب کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ مصنف نے اپنی طرف سے عام طور پر سرخیاں ہی لگائی ہیں، باقی مرزائیوں کی کتابوں کے حوالے بلا تبصرہ ہیں، اگرچہ اس کتاب میں ثبوت ختم نبوت اور قادیانیوں کے اعتراضات کے جوابات نہیں ہیں، مگر خود قادیانیوں کی ہی کتب سے ان کی تردید بڑے جامع انداز میں کی گئی ہے، برنی صاحب تمہید اول میں کہتے ہیں!

"اللہ جل شانہٗ کا فضل و کرم ہے کہ اس پر آشوب زمانے میں حیدر آباد، فرخندہ بنیاد، حب نبی اور عظمتِ رسول کا مسکن بنا ہوا ہے اور کیوں نہ ہو کہ جو یہاں امیر المومنین ہے وہ سب سے بڑھ کر فدائے سید المرسلین ہے۔ چنانچہ ماہ ربیع الاول میں جس اہتمام و احترام سے میلاد مبارک کے شاندار جلسے حیدر آباد میں منعقد ہوئے اور ہوتے ہیں، ہندوستان میں ان کی نظیر کم تر مل سکتی ہے"۔

برنی صاحب آگے چل کر لکھتے ہیں :

"اس کتاب کے لکھنے کی تحریک ایک جلسہ میلاد ہی سے ہوئی"۔ پھر برنی صاحب نے علماء اہل سنت کی چند

کتب کے نام اسی سلسلہ میں ذکر فرمائے ہیں، وہ یہ ہیں :

۱۔ ختم نبوت : از سید ابوالحسنات مولوی شجاع الدین علی صاحب صوفی قادری۔

۲۔ قادیانی جماعت کے شائع کردہ ٹریکٹ کا مدلل جواب: از قاری محمد تاج الدین صاحب قادری۔

۳۔ ہدایت الرشید للغوی المرید : از سید محمد حبیب اللہ قادری۔

۴۔ تکذیب مرزا بزبان مرزا صاحب : از سید محمد ولی اللہ صاحب قادری۔

۵۔ ایک رسالہ دربارہ ختم نبوت : از مولوی سید درویش محی الدین صاحب قادری۔

۶۔ جماعت احمدیہ کا صریح مغالطہ : از سید محمد مولوی القادری۔

۷۔ قادیانی جماعت کی دعوت قادیانیت پر ہمارے استفسارات : از قاری محمد تاج الدین صاحب قادری۔

۸۔ مرزائیوں کے عقائد : از مولانا عبد القدیر صاحب صدیقی القادری۔

(پروفیسر محمد الیاس برنی: قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ: مطبوعہ شیخ محمد اشرف تاجر کتب کشمیری بازار، لاہور: سن طباعت ندارد: ص ۳،۴،۵)

فہرست تالیفات وتراجم پروفیسر محمد الیاس برنی صاحب

(سابق صدر شعبہ معاشیات وناظم دار الترجمہ جامعہ عثمانیہ، حیدر آباد، دکن (بھارت)

۱۔ اسرار حق : حقائق ومعارف قرآنیہ جو بہ اصطلاح قرآن صادق اور عالم اسلامی اصطلاح میں تصوف کہلاتے ہیں، پہلا ایڈیشن مدت سے نایاب ہے اور جدید ایڈیشن باضافہ مضامین طباعت طلب ہے۔

۲۔ تسہیل الترتیل : فن قرأت کی تعلیم وتربیت اور تفہیم جدید، قرآن کی تقریباً تمام آیات متعلقہ اپنے اپنے محل پر بطور مثال درج ہے، تیسرا ایڈیشن باضافہ مضامین طباعت طلب ہے۔

۳۔ حزب اللہ : دنیا کی اور بالخصوص عالم اسلام کی سیاست پر حالیہ تبصرہ، مع اوراد قرآنی، دوسرا ایڈیشن باضافہ مضامین طباعت طلب ہے۔

(اس کتاب کا پہلا ایڈیشن عبد الحلیم الیاسی کے ترجمہ کے ساتھ اعجاز پریس حیدر آباد دکن سے ۱۳۸۳ھ میں شائع ہوا،

جس کے ۳۹ صفحات ہیں۔ فہرست ذخیرہ کتب حکیم محمد موسیٰ امرتسری، جلد اول، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۶ء، ص ۱۵۰)

۴۔ مالک الملک : اسلامی حکمرانی کے اصول وضوابط از روئے قرآن کریم۔(زیر تالیف)

۵۔ مشکوٰۃ الصلوٰۃ : رسول کریم ﷺ پر درود وسلام، ماخوذ از قرآن کریم وحدیث وکلام اولیاء کرام، جملہ سات حزبوں کا مجموعہ، چوتھا ایڈیشن طباعت طلب ہے۔

۶۔ تحفہ محمدی : نعتوں اور سلاموں کا مجموعہ، بزبان اُردو، فارسی، چار حصے، تاج کمپنی لاہور، کراچی، ڈھاکہ نے شائع کیا۔

۷۔ معروضہ : حمد ونعت، منقبت وفطرت، ایک سو دس نظموں کا مجموعہ، تین ایڈیشن شائع ہوئے، برنی صاحب کا یہ مجموعہ کلام تاج کمپنی لاہور، کراچی، ڈھاکہ سے شائع ہوا۔

۸۔ ہدایت الاسلام : اسلامی عبادات واخلاقیات بموجب قرآن وحدیث (زیر تالیف)

۹۔ فتوح الحکم : حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشادات بہ تنقیح وترتیب خاص (زیر تالیف)

۱۰۔ سلطان مبین : حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشادات، بہ تنقیح وترتیب خاص۔(طباعت طلب)

۱۱۔ مکاتب المعارف : حضرت مرشدی مولانا محمد حسین قادری چشتی نقشبندی قدس سرہ کے مکتوبات شریف کا مجموعہ۔(طباعت طلب)

۱۲۔ صراط الحمید (جلد اوّل) : عراق، شام، فلسطین، حجاز مقامات مقدسہ اور حرمین شریفین کا سفر نامہ (باتصویر)، مطبوعہ ہے۔

۱۳۔ صراط الحمید (جلد دوم) دوسرے حج کا سفرنامہ، مقامات مقدسہ اور حرمین شریفین کا سفرنامہ (باتصویر) مطبوعہ ہے۔

۱۴۔ قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ : قادیانی مذہب کے عقائد واعمال کی تفصیل خود قادیانی کتابوں سے پیش کی گئی ہے، یہ تالیف قادیانی قاموس مانی جاتی ہے، چھٹا ایڈیشن شیخ محمد اشرف، ناشر کتب کشمیری بازار، لاہور نے شائع کیا، ادارہ تحفظ ختم نبوت ملتان نے بھی کئی ایڈیشن شائع کیے، اس کتاب کا ایک حصہ ماہنامہ ''قومی ڈائجسٹ'' لاہور نے ''قادیانی نمبر'' کے نام سے شائع کیا۔

۱۵۔ مقدمہ قادیانی مذہب : ایڈیشن ششم کا مقدمہ جو بجائے ایک مستقل تالیف ہے، اس کو شیخ محمد اشرف تاجر کتب کشمیری بازار، لاہور نے ''قادیانی مذہب'' سے علیحدہ شائع کیا ہے۔

۱۶۔ تتمہ قادیانی مذہب : قادیانی کتابوں کے اقتباسات جو قادیانی مذہب اور مقدمہ قادیانی مذہب میں جگہ نہ پا سکے، لیکن جو بجائے خود اہم ہیں، تعداد کثیر میں بہ ترتیب خاص تالیف کئے گئے، یہ مجموعہ بھی لوگوں کو تالیف وتقریر میں بہت کار آمد ثابت ہوگا۔ (غیر مطبوعہ)

۱۷۔ قادیانی قول وفعل : اس میں بھی ''قادیانی تحریک'' کے خاص خاص پہلو پیش ہوئے ہیں، جو یاد رکھنے کے قابل ہیں، دوسرا ایڈیشن شائع ہو چکا ہے۔

۱۸۔ اسلام (انگریزی) : اسلام کی تشریح وتوضیح ازروئے قرآن، پہلا ایڈیشن مدت سے نایاب ہے۔

(قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ، مطبوعہ لاہور (آٹھواں ایڈیشن)، ص ۹۴۳)

۱۹۔ معارف ملت (سلسلہ منتخبات نظم اُردو) : چار جلد، جلد اوّل میں حمد، نعت، مناجات اور معرفت کی نظمیں، جلد دوم میں مسلمانوں کے ماضی، حال اور مستقبل کے متعلق نظمیں، جلد سوم میں ہندوستان کی متحدہ قومیت کے متعلق شعراء کا کلام، جلد چہارم میں اخلاق وحکمت سے متعلق کلام۔ (مطبوعہ)

۲۰۔ جذبات فطرت (چار جلد) : جلد اوّل میں میر اور سودا کے کلام کا انتخاب، جلد دوم میں غالب، ذوق ظفر اور حسرت موہانی کے کلام کا انتخاب۔ (مطبوعہ)

۲۱۔ مناظر قدرت (چار جلد) : جلد اوّل میں متعلق اوقات صبح وشام، دن رات، برسات اور بہار کے متعلق نظمیں، جلد دوم میں مقامات یعنی آسمان، زمین، پہاڑ، جنگل اور عمارات کے متعلق کلام، جلد سوم میں پھل، پھول، کیڑے پتنگے اور چرندوں پرندوں کے متعلق نظمیں، جلد چہارم میں عمرانیات یعنی ہندوستان کے تمدن، رسم ورواج کے دلچسپ حالات پر نظمیں۔ (مطبوعہ)

(سیّد زوار حسین: مصنفین اُردو: فہرست حالی پبلشنگ حاؤس، دہلی: ۱۹۳۹ء: ص ۱۶۶)

۲۲۔ جواہر سخن : فارسی شاعری کا انتخاب (زیر تالیف)

۲۳۔ اُردو ہندی رسم الخط : بلحاظ تلفظ تحریر وترکیب، اُردو ہندی حروف کا مطالعہ اور مقابلہ مع اشعار۔ (برنی صاحب وفات سے چند روز پہلے اس کی دوسری اشاعت ٹائپ کروا رہے تھے)

۲۴۔ اُردو ہندی لپی : رسم الخط کی بحث، بزبان ہندی

۲۵۔ اُردو ہندی اسکرپٹ (انگریزی) : رسم الخط کی بحث

۲۶۔ علم المعیشت : اکنامکس یا معاشیات کے اصول کی تفصیلی بحث، عام مطالعہ

کے لئے۔

۲۷۔ اصول معاشیات : معاشی مسائل کی بحث، درس جامعات کے لئے، یہ کتاب جامعہ عثمانیہ (حیدر آباد، دکن) کے نصاب میں شامل ہے۔

۲۸۔ معیشت الہند : معاشی مسائل کا مطالعہ بحوالہ ہندوستان، یہ کتاب بھی جامعہ عثمانیہ کے نصاب میں شامل ہے۔

۲۹۔ مالیات : پبلک فنانس میں سلطنتوں کے مداخل ومخارج کی فنی بحث۔ (زیر تالیف)

۳۰۔ مقدمہ معاشیات : مورلینڈ کی انگریزی میں لکھی ہوئی کتاب کا اُردو میں ترجمہ۔

۳۱۔ معاشیات ہند اور برطانوی حکومت ہند : اِن دونوں انگریزی میں لکھی ہوئی کتابوں کا اُردو ترجمہ جامعہ عثمانیہ کے نصاب میں شامل ہے۔

(قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ، مطبوعہ لاہور (آٹھواں ایڈیشن)، ص۹۴۴)

۳۲۔ برنی نامہ : خودنوشت حالات۔ (مطبوعہ)

۳۳۔ عطیہ قادریہ : یہ تحفہ ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ میں یازدہم شریف (گیارہویں شریف) میں بلا قیمت تقسیم ہوا۔

برنی صاحب اپنی آخری تصنیف "برنی نامہ" کے دوسرے حصہ کے تعارف کے آخر میں لکھتے ہیں :

جو کام کرنا ہو کرلے، نہ کر کبھی تاخیر
یہ اطمینان یہ فرصت رہے، رہے نہ رہے
بقا اس کو فقط اور فنا ہے سب کے لئے
یہ "برنی" اور یہ خدمت رہے، رہے نہ رہے

اور کتاب کے آخر میں یہ پیش گویانہ نظم ہے ؎

کیسی ہلچل، کیسی چھل بل، کیسی ناؤنوش ہے
کل جو تھی رونق کی محفل آج کیا خاموش ہے
کیا حکومت کیا رعونت کیسی سطوت کیا فروغ
زعم کا، عالم کا عالم خاک میں روپوش ہے

ہر گھڑی، ہر آن ہر جا، کیا کروڑوں انقلاب

کیا انوکھا کھیل ہے، ہر شے فضا بر دوش ہے

برنی جو باقی ہے، یہ اس کی بقا کا فیض ہے

نیستی ہستی کے جلوے سے بہ ہم آغوش ہے

وفات

اپنی زندگی کے آخری بیس برسوں میں حیدر آباد سے باہر نہیں گئے تھے، بیس برس بعد اپنی چھوٹی بہن کی شدید علالت سن کر بلند شہر گئے، جتنے دن بلند شہر میں رہے، ان کی تندرستی بے مثال رہی، حیدر آباد آنے کی تیاری کر رہے تھے کہ یکم فروری ۱۹۵۹ء کو رات دو بجے بیدار ہوئے اور اپنی صاحبزادی کو بلایا، انہوں نے دیکھا کہ ہونٹ ہل رہے ہیں، آنکھیں کھلی ہوئی ہیں، مگر پتھرائی ہوئی ہیں، آپ نے صاحبزادی سے مطلق کلام نہیں کیا، وہ گھبرا گئیں، فوراً ڈاکٹر کو بلایا، ڈاکٹر نے آ کر نبض دیکھی تو روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

قاضی کے قبرستان میں جہاں ان کے باپ دادا دفن ہوئے، وہیں ان کی قبر ہے، تدفین کے وقت ج سینہ پر کافور ملا گیا تو وہ سمٹ کر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی صورت اختیار کر گیا تھا، جسے دیکھ کر ناظرین حیران و ششدر رہ گئے۔

(مجلہ مرقع جامعہ عثمانیہ، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۴ء، ص ۱۸۱۔ ماہنامہ نور الحبیب، بصیر پور، (پنجاب)، شمارہ فروری ۲۰۰۹ء، ص ۴۳)

حضرت صابر براری (کراچی) نے تاریخ وفات کہی:

جدا ہو گئے ہم سے الیاس برنی

دکن میں کھلے جن کی حکمت کے جوہر

تھے مقبول بے حد وہ اہل دکن میں

کہ وہ جامعہ میں رہے زندگی بھر

ہے علم معیشت میں تصنیف ان کی

جو ہے اپنے شعبہ میں انمول گوہر

معاً ل گئی ان کی تاریخ صابر

"تھے الیاس برنی سراج سخن ور"

(۱۹۵۹ء)

(مکتوب حضرت صابر براری (کراچی)، بنام راقم الحروف خلیل احمد رانا محررہ ۳۰/مارچ ۱۹۹۸ء)

(حضرت صابر براری: تاریخ رفتگان: حصہ دوم: مطبوعہ کراچی ۱۹۹۸ء: ص ۳۸)

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

تذکرہ مجاہدین تحریک ختم نبوت

علامہ قاضی فضل احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ترتیب۔ خلیل احمد رانا

علامہ قاری فضل احمد حنفی نقشبندی مجددی صادقی لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ (سابق کورٹ انسپکٹر پولیس لدھیانہ) بن قاضی اللہ دین رحمۃ اللہ علیہ، قصبہ شاہ پور، پٹھان کوٹ، ضلع گورداس پور (مشرقی پنجاب، ہندوستان) میں پیدا ہوئے۔[۱]

آپ اہل سنت کی وہ عظیم المرتبت اور مقتدر ہستی ہیں، جنہوں نے زبان وقلم سے فرقہ ہائے باطلہ کے خلاف ڈٹ کر جہاد کیا اور وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے جو ہمیشہ یادگار رہیں گے۔[۲]

اہل سنت کے جلسوں میں آپ کو تقریر کے لئے مدعو کیا جاتا تھا ہفت روزہ ''الفقیہ'' امرتسر اپنی ایک رپورٹ میں لکھتا ہے!

''پروفیسر مولانا نور بخش توکلی ایم اے کے قائم کردہ مدرسہ اسلامیہ توکلیہ بمقام چک قاضیاں ڈاک خانہ سانیوال تحصیل وضلع لدھیانہ کا دوسرا سالانہ جلسہ ۲۶ ر ذی قعدہ ۱۳۴۵ھ / ۲۸ ر مئی ۱۹۲۷ء کو ہوا جس میں مولانا قاضی فضل احمد پنشنر کورٹ انسپکٹر لدھیانہ نے تقریر فرمائی''۔[۳]

آپ انجمن نعمانیہ ہند لاہور کے سالانہ جلسوں میں بھی تشریف لایا کرتے تھے، انجمن نعمانیہ کے بتیسویں سالانہ جلسہ (منعقدہ ۴، ۵، ۶ ر ربیع الاول ۱۳۳۸ھ / ۲۸، ۲۹، ۳۰ ر نومبر ۱۹۱۹ء بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار) میں آپ نے اپنی تقریر محررہ ۱۹ ر صفر ۱۳۳۸ھ بنام ''عزت وتوقیر سید کعبہ'' (۱۳۳۸ھ) یعنی ''شان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حبیب ایزد'' (۱۳۳۸ھ) پڑھ کر سنائی، آپ ہر تقریر کے ابتدائی خطبہ کے بعد دُرود تاج شریف ضرور پڑھتے تھے، اس تقریر کا ایک اقتباس درج ذیل ہے:

''حیف صد حیف ان نام کے مسلمانوں پر ہے جو انکار کرکے بڑی متمردی اور گستاخی سے کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیوار پیچھے کا بھی حال معلوم نہیں اور شوخ چشمی سے یہ بھی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شیطان لعین کا علم زیادہ ہے اور جب کبھی حضور کے علم غیب کی بابت ذکر آتا ہے تو ہنستے اور استہزاء کرتے ہیں، بلکہ دریدہ دہنی سے یہ بھی کہتے ہیں کہ جو کوئی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا اعتقاد رکھے وہ کافر ہے، مشرک ہے، العیاذ باللہ گویا جب قرآن شریف

پڑھتے ہیں تو علمک مالم تکن تعلم، وما هو علی الغيب بضنين، وما كان الله ليطلعكم على الغيب ولكن الله يجتبي من رسله من يشاء اور ذلک من انباء الغيب نوحيه اليک، فاوحى الى عبده مااوحى اور تلک من انباء الغيب نوحيها اليک وغیرہ آیات کو تلاوت ہی نہیں کرتے'' [۴]

انجمن نعمانیہ ہند لاہور کے سالانہ جلسہ منعقدہ ۶، ۷، ۸ ربیع الاول ۱۳۴۴ھ/ ۲۵، ۲۶، ۲۷ ستمبر ۱۹۲۵ء کے ایک اجلاس میں قاضی صاحب علیہ الرحمہ نے اپنا مضمون بنام ''فرقہ گاندھویہ کون ہے؟ اللہ کی قسم فرقہ وہابیہ نجدیہ ہے (۱۳۴۴ھ)'' پڑھ کر سنایا، اس مضمون کا مختصر اقتباس درج ذیل ہے :

''کتاب تقویۃ الایمان پر چند لوگ ہندوستان کے ایمان لے آئے اور ان میں بھی دو گروہ ہو گئے، ایک گروہ تو تقلید کا منکر ہو کر تمام مقلدین ائمہ اربعہ کو کافر و مشرک کہنے لگ گیا، دوسرا گروہ اس کا چھوٹا بھائی بظاہر تقلید کی آڑ میں خود کو مقلد ظاہر کرتا ہوا باقی تمام عقائد غیر مقلدین پر کاربند ہو کر اپنے بڑے بھائی کے ہم صدا اور ہم نوا ہو گیا، کیونکہ منبع اور آغاز ہر دو کا ایک ہے، پیر و مرشد شیخ نجدی دونوں کا ایک، کتاب التوحید اور تقویت الایمان پر دونوں کا ایمان ہے، وہ ایک''۔[۵]

شیر بیشۂ اہل سنت مولانا حشمت علی خاں لکھنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۱۳۸۰ھ) نے علمائے دیوبند کی کفریہ عبارات پر علمائے حرمین شریفین کے فتویٰ کے متعلق حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمہ سے استفسار کیا تو آپ نے درج ذیل جواب دیا :

''استفتاء میں جو کچھ درج ہے وہ سب صحیح ہے، تمام مسلمانان اہل سنت وجماعت کو کتاب مستطاب ''حسام الحرمین'' کے مندرجہ فتاویٰ کو مان کر ان پر عمل پیرا ہونا لازم ہے، اس کے سوا ایک اور کتاب ''تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل'' مصدقہ علماء مفاتی ائمہ اربعہ حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً تعظیماً میں بھی اسی طرح لکھا ہے جیسے کہ کتاب ''حسام الحرمین''، یہ بات طے شدہ ہے کہ عقائد و اقوال مندرجہ استفتاء کلمات کفریہ ہیں، پس تمام مسلمانان اہل سنت وجماعت کو حدیث شریف فاياكم واياهم اور آیات واما ينسينک الشيطن فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظلمين اور ولا تركنوا الى الذين ظلموا فتمسكم النار پر عمل کر کے ان مذکورہ بالا اشخاص اور ان کے پیرووں سے مقاطعہ کرنا ضروری ہے، جب تک کہ وہ علی الاعلان تحریری توبہ نہ کریں۔ واللہ

اعلم بالصواب۔ فقیر قاضی فضل احمد عفا اللہ عنہ سنی حنفی نقشبندی مجددی مقیم لودھیانہ پنجاب"۔[۶]

حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمہ کو ردمرزائیہ اور ردوہابیہ کے علاوہ علم تاریخ گوئی سے بھی بہت شغف تھا، اپنے ایک مضمون "شان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حبیب ایزد" میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مناقب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"حضرت کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی جو الفاظ "بے نیاز"، "نیک حسیب"، "ید اللہ"، "آل امجاد"، "مدد ایزدی" کے اعداد کے مطابق ہے اور وفات حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ۱۵۰ھ میں واقع ہوئی جو الفاظ "محبوب انام"، "سلطان"، "ھوالحق"، "سیف"، "معلی مطالع"، لئیق، دامن اُمید، لعل بے بہا، ماہ عدل، کمال جہاں، اکلیل جہاں، طالب حق، کوکب ایمان، کے اعداد جمل کے مطابق ہے"۔[۷]

حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمہ فن تاریخ گوئی میں امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ سے بہت متاثر تھے، اس سلسلہ میں حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمہ کی کتاب "انوار آفتاب صداقت" سے آپ کا ایک سوال اور امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا جواب درج ذیل ہے :

"سوال۔ علمائے کرام کا اس میں کیا ارشاد ہے کہ ایک رافضی نے کہا ہے کہ آیت کریمہ انا من المجرمین منتقمون کے اعداد (۱۴۰۲) ہیں اور یہی عدد ابوبکر عمر عثمان کے ہیں، یہ کیا بات ہے؟ بینوا توجروا۔

جواب۔ روافض قبحہم اللہ تعالیٰ کی بنائے مذہب ایسے ہی اوہام بے سروپا در ہوا پر ہے۔

اولاً۔ ہر آیت عذاب کے عدد اسماء اخیار سے مطابق کر سکتے ہیں اور ہر آیت ثواب کو اسماء کفار سے، کہ اسماء میں وسعت وسیعہ ہے۔

ثانیاً۔ امیر المومنین مولا علی کرم اللہ وجہہ کے تین صاحبزادوں کے نام ابوبکر، عمر، عثمان ہیں، رافضی نے آیت کو ادھر پھیرا، کوئی ناصبی اُدھر پھیر دے گا، اور دونوں ملعون ہیں، حدیث میں ہے سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا ارونی ابنی ماذا سمیتوہ مجھے میرا بیٹا دکھاؤ تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے، مولا علی نے عرض کی حرب، فرمایا نہیں بلکہ وہ حسن ہے، پھر سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت پر تشریف لے گئے

اور فرمایا مجھے میرا بیٹا دکھاؤ تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے، مولا علی نے عرض کی حرب، فرمایا نہیں بلکہ وہ حسین ہے، پھر حضرت محسن کی ولادت پر وہی فرمایا، حضرت علی نے وہی عرض کی، فرمایا نہیں بلکہ وہ محسن ہے، پھر فرمایا میں نے اپنے بیٹوں کے نام ہارون علیہ السلام کے بیٹوں پر رکھے، شبر، شبیر، مشبر، حسن، حسین، محسن، ان سے ہم وزن وہم معنی، اس سے مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو تنبیہہ ہوئی کہ اولاد کے نام اخیار پر رکھنے چاہئیں، لہذا ان کے بعد صاحبزادوں کے نام ابوبکر، عمر، عثمان، عباس وغیرہم رکھے۔

ثالثاً۔ رافضی نے اعداد غلط بتائے، امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پاک میں الف نہیں لکھا جاتا تو بارہ سوایک ہیں نہ کہ دو، ہاں اور رافضی بارہ سو دو عدد کا ہے، ابن سبا رافضیہ کے، ہاں اور رافضی بارہ سو عدد ان کے ہیں ابلیس، یزید، ابن زیاد شیطان الطاق کلینی، ابن ابویہ، قمی، طوسی، حلی، ہاں او رافضی اللہ عزوجل فرماتا ہے ان الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعا لست منھم فی شیئی بے شک جنہوں نے اپنا دین ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور شیعہ ہوگئے، اے نبی تمہیں ان سے کچھ علاقہ نہیں، اس آیت کریمہ کے عدد ۲۸۲۸ ہیں اور یہی عدد ہیں روافض اثنا عشریہ اسمٰعیلیہ کے اور اگر اپنی طرف سے اسمٰعیلیہ میں الف چاہئے تو یہی عدد ہیں روافض اثنا عشریہ ونصیریہ واسماعیلیہ کے، ہاں اور رافضی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لھم اللعنہ ولھم سوء الدار اور ان کے لئے ہے لعنت اور ان کے لئے ہے برا گھر، اس کے عدد ۶۴۳ ہیں اور یہی عدد ہیں شیطان الطاق طوسی حلی کے، نہیں او رافضی بلکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے اولئک ھم الصدیقون والشھداء عند ربھم لھم اجرھم وہی اپنے رب کے ہاں صدیق اور شہید ہیں ان کے لئے ان کا ثواب ہے، اس کے عدد ۱۳۲۵ ہیں اور یہی عدد ہیں ابوبکر، عمر، عثمان، علی سعید کے، نہیں او رافضی بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اولئک ھم الصدیقون والشھداء عند ربھم لھم اجرھم ونورھم وہی اپنے رب کے حضور صدیق وشہید ہیں، ان کے لئے ہے ان کا ثواب اور ان کا نور، اس کے اعداد ۱۶۹۲ ہیں اور یہی عدد ہیں ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد کے، نہیں او رافضی بلکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے والذین امنوا باللہ ورسولہ اولئک ھم الصدیقون والشھداء عند ربھم لھم اجرھم ونورھم جو لوگ ایمان لائے اللہ اور اس کے رسولوں پر وہی اپنے رب کے نزدیک صدیق وشہید

ہیں ان کے لئے ہے ان کا ثواب اور ان کا نور، آیت کریمہ کے عدد تین ہزار سولہ اور یہی عدد ہیں صدیق، فاروق، ذوالنورین، علی، زبیر، سعد، سعید، ابوعبیدہ، عبدالرحمٰن بن عوف کے۔ الحمد للہ آیہ کریمہ کا تمام وکمال جملہ بھی پورا ہوگیا اور حضرات عشرہ مبشرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسماءِ طیبہ بھی سب آگئے جس میں اصلاً تکلف اور تصنع کو دخل نہیں، کچھ روزوں سے آنکھ دکھتی ہے، یہ تمام آیات عذاب واسمائے شرار وآیات مدح واسمائے اخیار کے عدد محض خیال میں مطابق کئے، جن میں صرف چند منٹ صرف ہوئے، اگر لکھ کر اعداد جوڑے جاتے تو مطابقتوں کی بہار نظر آتی مگر بعونہ تعالیٰ اس قدر بھی کافی ہیں، وللہ الحمد واللہ تعالیٰ اعلم، فقیر احمد رضا قادری۔

قاضی فضل احمد علیہ الرحمہ اس فتویٰ کو نقل کر کے کتاب مذکور ''انوار آفتاب صداقت'' کے صفحہ ۴۶۵ پر تحریر فرماتے ہیں :

''راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ شیعہ یعنی رافضی کا تو ماشاء اللہ دلیہ نہیں بلکہ قیمہ ہوگیا، اب مجال دم زدن نہیں، فقیر نے یہ کرامت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد مائۃ حاضرہ امام اہل سنت وجماعت بچشم خود ملاحظہ کی کہ چند لمحوں میں ان تمام آیات و اعداد کے مطابقت زبان فیض والہام ترجمان سے فرمائی، یہ رات کا وقت تھا، قریب نصف گزر چکی تھی، واللہ باللہ عدد اخیار واشرار کے اسماء بلاسوچے اور بے تامل کئے فرمادیئے کہ فقیر سوا اس کے اور اندازہ نہیں کرسکتا کہ یہ اعلیٰ حضرت کی کرامت کا اظہار بذریعہ القائے ربانی اور الہام سبحانی تھا، اس سے پیشتر جب کہ اعلیٰ حضرت نے کتاب (انوار آفتاب صداقت) کو ساعت فرماتے ہوئے متعدد جگہ فرقہ وہابیہ اور معترض پر نکات اعداد جمل کے مطابقت ملاحظہ فرمائی تو اسی وقت معاً بلاغور وتامل کے یوں فرمایا کہ لکھو، فقیر نے تعمیل حکم اس طرح پر کی، آیت قرآنی اهلكنهم انهم كانوا مجرمين کے اعداد ۱۲۶۸ جو برابر ہیں اعداد رشید احمد گنگوہی کے، لقد قالوا كلمة الكفر و كفروا بعد اسلامهم کے اعداد ۱۲۹۲ ہیں جو برابر ہیں اشرف علی تھانوی کے، شيطانا مريدا لعنة الله کے اعداد ۸۴۷ ہیں اور وہی عدد ہیں حاجی قاسم صاحب نانوتوی کے، سبحان اللہ وبحمدہ کیا قدرت الہیہ کا تماشا اور تقدیر الٰہی کا نظارہ ہے کہ گویا اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے علم میں ان لوگوں کی حالت کی طرف اشارہ فرمادیا ہے، جو بندگان رب العلیٰ اور خاصان بارگاہ خدا اس قسم کے کشف والہام سے بیان فرما سکتے ہیں اور عوام کو سمجھا سکتے ہیں۔ ذالک فضل

اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم "۔[۸]

مرزا قادیانی نے جب ناموس رسالت پر حملہ کیا تو حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمہ کا قلم ردّ مرزائیت میں خوب چلا، ۱۳۱۴ھ/ ۱۸۹۶ء میں آپ نے مرزا قادیانی کی کتاب "ازالہ اوہام" کے رد میں "کلمہ فضل رحمانی (۱۳۱۴ھ) بجواب اوہام غلام قادیانی (۱۳۱۴ھ) تصنیف فرمائی، آپ کی یہ تصنیف علمائے کرام کی تصدیق وتقاریظ کے ساتھ ۱۳۱۶ھ/۱۸۹۸ء میں لاہور سے شائع ہوئی، اس کتاب میں حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمہ فرماتے ہیں :

"آج واقع ۵ رجمادی الثانی ۱۳۱۵ھ کی صبح ساڑھے چار بجے جب کہ میں مسودہ اصلی پر سے پورے طور پر کتاب ہذا لکھ چکا اور ختم کر چکا، خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جگہ مجلس میں جہاں قریباً سات آٹھ آدمی بیٹھے ہوئے ہیں اور مولانا مولوی مشتاق احمد صاحب چشتی صابری مدرس گورنمنٹ سکول لدھیانہ بھی میرے پاس داہنی طرف بیٹھے ہوئے ہیں، مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بھی وہاں پاؤں پسارے پڑے ہیں، مرزا صاحب کا سر ننگا ہے اور سر ان کا عین وسط سے لے کر پیشانی تک استرہ سے منڈا ہوا ہے (خلاف شرع) اور داڑھی آپ کی قینچی سے کتری ہوئی ہے (خلاف شرع) اس مجلس میں سے کسی شخص نے کہا کہ آپ سب لوگ مرزا صاحب کے مخالف کیوں ہیں، میں نے کہا کہ ہم کو بلکہ کل اہل اسلام کو مرزا صاحب سے کوئی ذاتی یا دنیاوی غرض سے مخالفت نہیں، مرزا صاحب نے ہی اپنے عقائد اور اعمال اہل اسلام کے مخالف کر لئے ہیں، یہی وجہ مخالفت ہے، مرزا صاحب نے کہا "اویں کوئی کچھ کہہ دے" (پنجابی) یعنی یونہی ناحق کوئی کچھ کہہ دے، میں نے کہا مرزا صاحب! کیا آپ کے کل الہاموں اور مولفہ کتابوں میں عقائد اور اعمال درج نہیں؟ کیا ان تحریری دستاویزات سے جو بڑی تعلّی سے شائع کیے ہیں، انکار ہے؟ ناحق کہنے کی کسی کو کیا ضرورت ہے، تب مرزا صاحب نے کھسیانی صورت بنائی اور نیچے آنکھیں کر لیں اور خاموش ہو گئے اور جواب نہ دیا، اتنے میں آنکھ کھل گئی، گھڑی (کلارک) کو دیکھا ساڑھے چار بجے تھے، مجھے اس خواب سے نہایت اطمینان ہوا، حضرات ناظرین اس کی تعبیر سمجھ لیں اور یہ بھی عرض کر دینا ناظرین کے لئے خالی از منفعت تعارف نہ ہوگا کہ خاکسار راقم الحروف ملازم پولیس ہے اور سخت درجہ گنہگار لیکن الحمد للہ عقائد واعمال مطابق جمہور اہل اسلام کے عین مطابق رکھتا ہے، یہی امید فضل رحمانی سے ہے، مغفرت

کرے گا، ہر وقت اس کے فضل کی امید اور عذاب کا ڈر دل میں ہے، یا الٰہی اس کو قائم رکھ۔ آمین ثم آمین"۔[۹]

حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمہ نے جب یہ کتاب "کلمہ فضل رحمانی" تحریر کی تو اس زمانہ کے اخبار "وفادار" لاہور کے ایڈیٹر محمد فضل الدین نے ایک رات دو بجے نماز تہجد کے وقت اللہ رب العزت کے حضور دعا کی کہ کلمہ "فضل رحمانی" کے مصنف کا موقف صحیح ہے یا مرزا قادیانی کا، اس پر بہت گڑگڑاتے ہوئے بڑی لمبی چوڑی دعا کی، رو رو کر طبیعت نڈھال ہوگئی، اتنے میں سو گئے، خواب میں دیوان حافظ شیرازی کا ایک شعر ان کو دکھایا گیا، خواب میں انہوں نے وضاحت چاہی تو ان کو کتاب تھما دی گئی، دیکھا تو وہ "کلمہ فضل رحمانی" تھی، فرماتے ہیں دل کو تسلی ہوگئی کہ مرزا قادیانی واقعتاً مردود و ملعون ہے۔ (ملخصاً)[۱۰]

۱۹۳۴ء میں قادیانی جماعت کے عبدالکریم ناقد، سیکریٹری جماعت احمدیہ پٹھان کوٹ نے ایک پمفلٹ چار ورق بہ عنوان "علماء سوء کے کارنامے" شائع کیا تو آپ نے اس کے جواب میں "مرزائی (بیدادی) علماء کے کارنامے بجواب علماء سوء کے کارنامے" مضمون تحریر فرمایا، جسے ہفت روزہ الفقیہ امرتسر نے قسط وار شائع کیا۔[۱۱]

حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمہ اپنے ایک مضمون "اباطیل مرزائیہ" "قادیانی مرزائیوں کی صرف باسی کڑھی میں اُبال" میں لکھتے ہیں:

"مجھے ایک دوست نے ایک پرچہ دو ورق بصورت اشتہار تبلیغی، ندائے ایمان نمبر ا، ۱۵؍ جنوری ۱۹۳۰ء مطبوعہ قادیان ضلع گورداسپور، منجانب مرزا محمود احمد خلیفہ ثانی فرزند مرزا غلام احمد آنجہانی قادیانی، دیا، اس کو بغور پڑھا، اس میں مضمون آرائی کے سوا اور کچھ نہیں"۔

حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمہ نے جواب میں اس اشتہار کا خلاصہ سات نمبروں میں لکھ کر نمبروار اس کا جواب لکھا، چند اقتباسات درج ذیل ہیں:

"جب مرزا صاحب آنجہانی سیالکوٹ میں پندرہ روپے کی ملازمت پر فائز ہوئے اور اس میں ان کی ترقی نہ ہوئی تو انہوں نے مختاری وکالت کا امتحان بڑی سرگرمی و سردردی سے دیا، قسمت کی خوبی اس میں فیل ہوگئے اور شرمساری کی وجہ سے جلدی سے استعفاء دے کر اپنے گھر قادیان میں آگئے، اور اپنے دوستوں کے مشورہ سے کتاب "براھین احمدیہ" کے لکھنے اور شائع کرنے کا ارادہ کیا، اور اس تجارتی کاروائی کا بہت فائدہ اُٹھایا، پہلی اصلاح تو یہ کی کہ اس کتاب میں تین سو دلائل اور تین سو جزو کی

کتاب ہو گی، ایک جلی قلم کا اشتہار بھی جاری کر دیا کہ یہ الہامی کتاب ہے، اگر کوئی کوئی شخص اس کو غلط ثابت کرے تو اس کو دس ہزار روپے انعام دیا جائے گا، آخر کتاب کی قیمت کا روپیہ وصول کر کے ہضم کیا اور صرف ۳۵ جز کی کتاب طبع کر کے لوگوں کے حوالے کی، اس میں ایک مسئلہ معرکۃ الآرا لکھا کہ حضرت علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں اور اخیر زمانہ میں نزول فرمائیں گے اور تمام دنیا میں اسلام پھیلائیں گے اور غلبہ اسلام ان کے وقت میں ہو گا قرآن شریف کی دو آیات **ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھر علی الدین کلہ** اور **عسیٰ ربکم ان یرحم علیکم** الہاماً لکھ دیا، لیکن اس کے بعد جب انہوں نے اپنا ''ازالہ اوہام'' شائع کیا تو اس میں انہوں نے اپنے تئیں عیسیٰ ہونے کا دعویٰ کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت لکھ دیا کہ وہ مر گئے ہوئے ہیں اور ان کی جگہ میں عیسیٰ ہوں، ایسا لکھ کر مرزا صاحب نے اپنے ہاتھوں اپنی الہامی کتاب ''براہین احمدیہ'' کو غلط ثابت کر کے اپنے اشتہار جلی کو بھی جھوٹا قرار دے دیا اور جھوٹوں میں داخل ہو گئے۔

دوسرا جھوٹ یہ کہ تمام دنیا کی اصلاح کا کام شروع کر دیا لیکن افسوس پنجاب سے باہر قدم نہ رکھا، حتیٰ کہ فریضہ حج بھی ادا نہ کیا، سرحد افغانستان تک بھی نہ جا سکے، حضرت مولانا مولوی پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی شریف کے مقابلہ ومناظرہ میں باوجود اقرار کرنے کے لاہور تک بھی نہ جا سکے، اس لئے کہ پیر صاحب کے ساتھ سرحدی پٹھان تھے، مرزا صاحب کی بہادری، سپہ سالاری، علمبرداری اسی سے ظاہر ہے کہ جان کے خوف سے کہیں نہ جا سکے، حالانکہ مرزا صاحب کو ان کے ٹیچی فرشتہ کی طرف سے **واللہ یعصمک من الناس** (تجھ کو خدا لوگوں سے بچائے گا) آیت قرآنی الہام بھی ہو چکا تھا، مرزا صاحب دس گھنٹہ کے اندر اندر حسب پیش گوئی حضرت قدوۃ السالکین وزبدۃ العارفین پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدّث علی پوری بھاہم اللہ تعالیٰ مسافرت کی حالت میں مرض ہیضہ سے جس کو وہ خود عذاب کی موت کہا کرتے تھے، اس دنیا سے بے بسی کی حالت میں کوچ کر گئے، تو اریخ موت مرزا صاحب حسب ذیل ہیں:

۱۔مرگ قادیانی ہیضہ سے۔۱۳۲۶ھ ۲۔ڈوبا غلام احمد قادیانی ڈوبا۔۱۳۲۶ھ

۳۔فی العذاب والضلال البعید۔۱۹۰۸ء ۴۔غضب کی نگاہ۔۱۹۰۸ء

مرزا قادیانی کے جھوٹے الہامات

سب سے پہلے ٹیچی فرشتہ نے مرزا صاحب سے کہا کہ تمہارے گھر میں ایک ایسا لڑکا ہوگا گویا خود آسمان سے اُترا ہے، اس کے کپڑوں سے بادشاہ برکت پائیں گے، مگر افسوس مرزا صاحب دنیا سے کوچ کر گئے، وہ لڑکا پیدا نہ ہوا۔

دوسرے ٹیچی فرشتے نے مرزا صاحب کو کہا کہ محمدی بیگم دختر مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری تمہارے نکاح میں آئے گی، افسوس ہر چند کوشش کی مگر وہ نکاح میں نہ آئی، یہاں تک کوشش ہوئی کہ مرزا صاحب کو اپنی بیوی کو طلاق دینے اور اپنے فرزندوں کو عاق کرنے کی نوبت پہنچی لیکن نکاح دوسری جگہ ہوگیا۔

تیسرے ٹیچی فرشتے نے آکر کہا کہ "محمدی بیگم" کا خاوند تین سال کے عرصہ میں مرے گا اور محمدی بیگم بیوہ ہوکر تمہارے نکاح میں آئے گی، تم میرے کہنے سے علی الاعلان کہہ دو اور کتابوں میں لکھ دو، اگر محمدی بیگم میرے نکاح میں نہ آئے تو مجھے بد سے بدتر سمجھو، اور تمام لوگوں سے کہہ دو کہ اگر وہ میرے نکاح میں نہ آئے اور مجھے موت آجائے تو مجھ کو جھوٹا سمجھو، مگر افسوس ٹیچی فرشتہ کی بات سچ نہ ہوئی اور مرزا صاحب اکیس سال ہوئے چل بسے اور وہ محمدی بیگم اور اس کا خاوند مرزا سلطان محمد اس وقت تک زندہ ہیں، مرزا صاحب اپنے اقرار سے بد سے بدتر اور جھوٹے ثابت ہوئے۔ (انجام آتھم وضمیمہ انجام آتھم)

فرشتہ ٹیچی صاحب نے مرزا صاحب سے کہا کہ تمہاری عمر اسی سال ہے (ازالہ اوہام، ص ۶۳۵) مگر افسوس یہ فرشتہ بھی جھوٹا ثابت ہوا کہ مرزا صاحب چھیاسٹھ سال کی عمر میں چل بسے، پھر ٹیچی صاحب مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ آپ مکہ شریف میں مرو گے اور مدینہ شریف میں دفن ہوگے، مگر افسوس یہ بھی جھوٹ ہوا، مرزا صاحب لاہور میں فوت ہوئے اور قادیان میں دفن ہوئے، پھر ٹیچی فرشتے نے مرزا صاحب کے پاس آکر کہا کہ تمہاری عبد اللہ آتھم سے جو بحث ہوئی ہے اور وہ مسلمان نہ ہوا، پندرہ روز کے مباحثہ میں وہ مغلوب نہیں ہوا، لیکن وہ پندرہ ماہ کے اندر مرے گا، اور ۶ ر ستمبر ۱۸۹۴ء تاریخ موت بھی بتادی، اور کہا کہ کہہ دو کہ اگر وہ نہ مرے تو میرا منہ کالا کر کے گلے میں رسی ڈال کر پھانسی دے دینا۔ (جنگ مقدس، ۵ ر جون ۱۸۹۳ء) مگر افسوس عبد اللہ آتھم نہ مرا اور مرا بھی تو دو سال کے بعد تاریخ مقررہ کو جھوٹا کر کے، مسٹر ہنری کلارک پادری رسی اور سیاہی ڈبیہ

حسب اقرار مرزا صاحب لے کر قادیان پہنچا کہ آیئے مرزا جی اپنا اقرار پورا کیجئے، مگر مرزا صاحب گھر سے باہر نہ نکلے۔

اسی طرح ٹیچی فرشتہ نے مرزا صاحب سے آکر کہا کہ تمہارے مسیح موعود ہونے کی ایک بڑی مظبوط دلیل یہ ہے کہ تمہارے خدا نے تمہارے نام "غلام احمد قادیانی" کے اعداد جمل تیرہ سو بنائے ہیں، اس لئے اس چودھویں صدی کے مسیح موعود اور مجدد تم ہی ہو اور بلا خوف اور بے دھڑک اپنے "ازالہ اوہام" میں یہ بھی لکھ دو کہ تمام دنیا میں کوئی بھی میرے سوا غلام احمد قادیانی نہیں ہے۔ (ازالہ اوہام، ص ۱۸۵) مگر افسوس! مرزا صاحب کے ٹیچی فرشتہ کو اتنا بھی پتہ نہیں کہ دنیا تو درکنار پنجاب میں یا مرزا صاحب کے ضلع گورداسپور میں ان کے قریب ہی کوئی اور گاؤں قادیان ہے یا نہیں اور اس میں کوئی غلام احمد ہے یا نہیں، حالانکہ خاص ضلع گورداسپور میں ہی مرزا صاحب کی قادیاں کے علاوہ دو گاؤں قادیاں اور موجود ہیں اور ایک گاؤں قادیاں اس ضلع لودھیانہ میں بھی آباد ہے، اس کا ذکر مرزا جی نے بھی اپنے "ازالہ اوہام" میں کیا ہے، اس کا جواب مفصل میں نے اپنی کتاب "کلمۂ فضل رحمانی بجواب اوہام غلام قادیانی" میں لکھا ہے کہ وہاں بھی ایک شخص غلام احمد گوجر نمبر دار موجود ہے، اس کے بعد ضلع گورداسپور میں جو میرا بھی وطن ہے، دریافت کیا گیا تو موضع دورانگلہ کے قریب ایک گاؤں قادیاں آباد ہے، وہاں بھی ایک شخص غلام احمد قریشی ہم عمر مرزا جی موجود ہے گویا وہ بھی غلام احمد قادیانی ہے، دیکھئے مرزا صاحب آنجہانی کو اپنے جھوٹے ٹیچی فرشتہ پر ایسا یقین ہو گیا کہ فوراً اپنی کتاب میں لکھ دیا کہ تمام دنیا میں کوئی میرا ہم نام غلام احمد قادیانی نہیں ہے، جس پر تیرہ سو کا عدد پورا ہوتا ہو، اور ان کے چیلے چانٹوں نے فوراً آمنا وصدقنا کہہ دیا اور مرزا جی نے اپنے قریب ضلع میں بھی دریافت نہ کیا اور نہ یہ خیال آیا کہ کوئی اور بھی دریافت کرے گا تو الہام اور ٹیچی صاحب کے کہنے پر خفت وندامت ہو گی، جو آج ہوئی"۔ [۱۴]

حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمہ معمولات اہل سنت پر کاربند تھے، مولوی محمد شفیع رضوی مرحوم، مالک ہجویری پبلشرز سرکلر روڈ لاہور بیان کرتے ہیں کہ:

"آپ سالانہ ختم گیارھویں شریف کا باقاعدہ اہتمام کرتے، جس میں اپنے عزیز و اقارب کو بھی مدعو کرتے، قائد تحریک ختم نبوت مولانا ابو الحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۱ء)

لاہور اس مجلس ایصال ثواب میں تقریر فرمایا کرتے تھے، آپ مولوی فیروز الدین مرحوم (فیروز سنز)، متوفی ۱۹۴۹ء (مدفون درگاہ حضرت داتا علی ہجویری، لاہور) کے بیٹے ڈاکٹر وحید صاحب کے داماد تھے"۔ [۱۳]

تصانیف

۱۔ الاملۃ بالعمامۃ والصلوٰۃ بالروحۃ، سن تصنیف ۱۳۳۹ھ، مطبوعہ لاہور

۲۔ الدر المکنون فی دعا دفع الطاعون، سن تصنیف ۱۳۳۶ھ، مطبوعہ جہلم

۳۔ شطرنج بازوں کی حرمت، مطبوعہ لاہور ۱۸۹۸ء

۴۔ گفتگو جمعہ، مطبوعہ جہلم، ۱۸۹۲ء

۵۔ مفید انساء (چھوٹی بچیوں کی تعلیم کے لئے)، مطبوعہ ۱۸۸۴ء

۶۔ ازالۃ الریب عن مبحث علم الغیب (مولوی ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد سے بحث)، مطبوعہ ۱۹۲۰ء

۷۔ اطلاع حالات واہیہ فرقہ گاندھویہ وہابیہ نجدیہ، سن تصنیف ۱۳۴۳ھ

۸۔ خالص حیت اسلام، مطبوعہ ۱۳۴۲ھ

۹۔ فضل الوحید فی جواب اثبات التوحید (مولوی محمد حسین قریشی کی کتاب کا رد) مطبوعہ سراج اینڈ سنز لاہور، ۱۳۴۴ھ

۱۰۔ قرن الشیطان آئی کے شیطانی کام، مطبوعہ ۱۳۴۳ھ

۱۱۔ تردید فتویٰ ابوالکلام آزاد و مولوی محمد علی مرزائی، مطبوعہ لاہور، ۱۳۴۲ھ

۱۲۔ میزان الحق (ایک وہابی رسالہ کی تردید)، مطبوعہ ۱۸۹۲ء

۱۳۔ اتفاق ونفاق بین المسلمین کا موجب دیکھا کون ہے؟، مطبوعہ انجمن نعمانیہ ہند لاہور ۱۳۴۵ھ

۱۴۔ کلمہ فضل رحمانی بجواب اوہام غلام قادیانی، مطبوعہ لاہور ۱۸۹۸ء

۱۵۔ نیام ذوالفقار علی برگردن خاطی مرزائی فرزند علی، مطبوعہ لاہور ۱۳۴۵ھ (سن تصنیف ۱۳۱۴ھ/ ۱۸۹۸ء)

۱۶۔ عہدہ پولیس کی ملازمت، مطبوعہ ۱۳۴۰ھ

۱۷۔ جمعیۃ خاطر (غلام رسول انسپکٹر مرزائی سے تحریری بحث) مطبوعہ لاہور ۱۳۳۳ھ [۱۴]

۱۸۔ سلک الدرر [۱۵]

۱۹۔ مخزن رحمت بر رد قادیانی دعوت [۱۶]

۲۰۔ تعویذ الاسلام (۱۳۴۹ھ)، دوسرا تاریخی نام "مرزا قادیانی وہ ہرگز مسلمان نہ تھا (۱۳۴۹ھ)، تیسرا تاریخی نام "بابو بھولے خان مسلمان مصلح و فتح دین مرزائی (۱۹۳۰ء)

اس رسالہ میں میاں فتح دین مرزائی بیت المال قادیانی کے چار خطوط کا جواب ہے جو اس نے اپنے ماموں بھولے خاں مسلمان کو اس لئے لکھے تھے کہ تم مرزائی ہو جاؤ، اس میں سے یہ رسالہ پہلا حصہ ہے، جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا قادیانی مسلمان نہ تھا، اگر کسی مرزائی یا فتح دین نے مرزا صاحب کو مسلمان ثابت کیا تو باقی تین حصے بھی تیار ہو جائیں گے، مرزائیوں کو خدا ہدایت دے۔

اصلاح سٹیم پریس لودھیانہ میں چھپا، اس کتاب کے صفحات ۳۹ ہیں، کتاب کے آخر میں دستخط مصنف اس طرح ہیں، فقیر قاضی فضل احمد عفا اللہ عنہ حنفی نقشبندی مجددی مقیم لودھیانہ ۱۳ / شوال ۱۳۴۰ھ / ۴ / مارچ ۱۹۳۱ء

یہ کتاب برادرم محمد عمر فاروق بٹ مالک مسلم کتابوی دربار مارکیٹ لاہور (حال مقیم امریکہ) کے ذخیرہ کتب میں ہے، راقم الحروف نے ۱۱ / دسمبر ۲۰۰۲ء کو اس کے کوائف نقل کیے۔ (خلیل احمد رانا)

۲۱۔ انوار آفتاب صداقت، مطبوعہ کریمی پریس لاہور ۱۳۳۸ھ [۱۷]

حضرت قاضی فضل احمد علیہ الرحمہ کو امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ (متوفی ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء) سے بہت عقیدت تھی، آپ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "انوار آفتاب صداقت" (۱۳۳۸ھ) امام احمد رضا قدس سرہ کے سامنے پڑھ کر سنائی، امام احمد رضا قدس سرہ نے اس پر زوردار تقریظ تحریر فرمائی، قاضی صاحب علیہ الرحمہ نے یہ تقریظ اپنی کتاب میں شائع کی اور اس پر درج ذیل القاب درج کیے:

"تقریظ اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، رفیع الدرجت، مجدد مائۃ حاضرہ، مؤید ملت طاہرہ، حافظ، قاری، حاجی، مولانا و بالعلم والفضل، مولانا مولوی قاری شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی قادری دام ظلہم"۔ [۱۸]

امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کی تقریظ مبارکہ صرف اُردو عبارت کی تلخیص کے ساتھ درج ذیل ہے:

"فقیر غفر المولیٰ القدیر نے مولانا المکرّم ذی اللطف الکرم حامی سنت ماحی بدعت راشد ارشد مولوی قاجی فضل احمد ایدہ اللہ بفضل احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وکرم ومجد کی یہ عبارت انوار آفتاب صداقت

خود مصنف کی زبان سے بالاستیعاب سنی، ان کے ثبات بالیقین وصلابت فی الدین واعانت مہتدین واہانت مفسدین پر حمد الٰہی بجالایا۔

یہ کتاب اکثر مسائل متنازع فیہا کی جامع اور اصول فروع وہابیت کی قامع ہے، انصاف خیر الاوصاف ہے، اگر وہ پیش نظر ہوتو راہ صاف ہے، مردود پر سورد کئے جائیں اور ایک ہی لاجواب ہے تو اسی قدر کافی، اعتراض مطرود کے سو جواب دیئے جائیں اور ایک ہی قاطع ہوتو اتنا ہی وافی نہ کہ جہاں قواطع وافر لوامع متکاثر، اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح امام بخاری علیہ الرحمہ الباری ہے، اس کے بھی شواہد ومتابعات میں نہ التزام اصول نہ تراجم وتعلیقات میں مراعات شرط موصول، تو سخت بے انصافی ہوگی، اگر کہیں کہیں سے کچھ زوائد یا نوازل لے کر ان پر الٹے سیدھے اعتراض کریں اور اس کا نام جواب رکھیں، بلکہ کل کلام سے گلوفشاں ہوں تو عہدہ برآ ہوں، فقیر اپنے تمام اخوان اہل سنت اور بالخصوص برادران طریقت سے اس کتاب کی سفارش کرتا ہے۔ العبد الفقیر احمد رضا البریلوی"۔[۱۹]

مولانا اللہ وسایا دیوبندی (ملتان) لکھتے ہیں :

"جب قاضی صاحب کی شہرہ آفاق تصنیف "انوار آفتاب صداقت" کا ظہور ہوا تو ملت اسلامیہ کے اکابر علماء ومشائخ نے زبردست خراج تحسین سے نوازا"۔ [۲۰]

"انجمن نعمانیہ ہند لاہور" کے ماہواری رسالہ بابت ربیع الاول وربیع الثانی ۱۳۴۲ھ نے بھی درج ذیل الفاظ میں تقریظ لکھی :

"انوار آفتاب صداقت، اہل سنت وجماعت کے لئے یہ ایک اچھی ضخیم کتاب قریباً ساڑھے چھ سو صفحے کی ضخامت پر ۲۰×۲۶ کی تقطیع، سفید چکنے کاغذ پر شائع ہوئی ہے، اس کے مصنف مشہور ومعروف حاجی قاضی فضل احمد صاحب نقشبندی حنفی مجددی صادقی پنشنر کورٹ انسپکٹر پولیس لدھیانوی ہیں، اس کے ابتداء میں چالیس تقاریظ علماء وصوفیائے کرام کی درج ہیں ......واقعی ایسا جامع رد اس فرقہ وہابیہ نجدیہ یا ان کے چھوٹے بڑے بھائیوں کا اس وقت موجود نہیں، مؤلف علام نے نہایت عرق ریزی سے ایسا عمدہ مصالحہ جمع کیا ہے کہ ہر درجہ کے خیال والے شخص کو کافی ثبوت ہر طرح کا مل سکے۔

سب سے اول قرآن مجید سے بعد ازاں احادیث سے اور اس کی تائید مفسرین اور شراح احادیث

کے اقوال سے، بعد ازاں اقوال فقہی سے، بعد ازاں سلف صالحین کی کتب سیر و تواریخ سے اور بعض مقامات پر دیگر مستند قصص و امثلہ وغیرہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کی بابت تورات وانجیل سے بھی اور اس فرقہ کے متعلق جو فتاوے صادر ہو چکے ہیں، وہ بھی درج کیے ہیں جن پر صدہا علمائے مستند کی مواہیر و تصدیقات درج ہیں، اللہ تعالیٰ مؤلف علام کو ہماری طرف سے اور تمام سچے مسلمانوں کی طرف سے دارین میں جزائے خیر عطا فرمائے، اس کتاب کی موجودگی میں کسی دیگر رسالہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی، اہل سنت و جماعت کو اس کی قدر افزائی فرمانی ضروری ہے''۔ [۲۱]

اولاد

حضرت قاضی فضل احمد لدھیانوی علیہ الرحمہ کی اولاد کے متعلق کچھ علم نہ ہو سکا، آپ کی اہلیہ صاحبہ کی وفات ہوئی تو ہفت روزہ الفقیہ امرتسر نے درج ذیل تعزیتی نوٹ لکھا :

''حادثہ ارتحال۔ نہایت رنج و افسوس سے یہ اندوہناک خبر درج کی جاتی ہے کہ قبلہ حاجی فضل احمد صاحب پنشنر انسپکٹر پولیس لدھیانہ مدظلہ العالی کی اہلیہ صاحبہ ۲/ اپریل ۱۹۲۸ء بروز دوشنبہ ۹/ بجے دن اچانک دل کی حرکت بند ہو جانے سے انتقال فرما گئیں، اس وقت مولانا موصوف مراد آباد میں جلسہ اہل سنت کے سالانہ اجلاس میں تشریف رکھتے تھے اور وہاں سے ایک وفد کی صورت میں صوبہ بہار تشریف لے جانے والے تھے، ان کی خدمت میں بذریعہ تار اطلاع دی گئی جو وہاں سے ۳/ اپریل کو تشریف لائے اور مرحومہ کو بدست خود سپرد زمین کیا، ہمیں مرحومہ کے پس ماندگان سے دلی ہمدردی ہے، اللہ تعالیٰ ان کو صبر کی توفیق دے اور مرحومہ کی مغفرت فرمائے''۔ [۲۲]

وفات

راقم نے حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمہ کی تاریخ اور سن وفات معلوم کرنے کی بہت کوشش کی، لیکن اس میں کامیاب نہ ہو سکا، کوئی صاحب جو تحقیق کا شوق رکھتے ہوں تو اس طرف توجہ فرمائیں، ان شاء اللہ ضرور کامیابی ہوگی، حضرت قاضی صاحب کے سن وفات کے سلسلہ میں برادرم میاں محمد صادق قصوری صاحب مدظلہ، راقم کے نام اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں :

''انجمن خدام الصوفیہ کی خدمات کی تحقیق کے سلسلہ میں ہفت روزہ ''الفقیہ'' امرتسر ۱۹۴۶ء کے پرچے دیکھ رہا تھا کہ ۲۱ تا ۲۸/ نومبر ۱۹۴۶ء کے شمارہ کے صفحہ نمبر ۱ کالم نمبر ۳ پر ''دعائے صحت'' کی سرخی

نظر سے گزری، پڑھا تو معلوم ہوا کہ یہ حضرت قاضی فضل احمد لدھیانوی علیہ الرحمہ کے بارے میں ہے، تحریر تھا کہ ''قاضی صاحب عرصہ سے بیمار اور بہت کمزور ہیں''، میرا خیال ہے کہ قاضی صاحب علیہ الرحمہ اسی علالت میں ہی رحلت فرما گئے ہوں گے، کیا ان کا سن رحلت ۱۹۴۶ء تعین کیا جا سکتا ہے؟ اگر ۱۹۴۶ء میں رحلت نہ ہوئی ہو تو پھر اگست ۱۹۴۷ء سے قبل تو بہر صورت رحلت ہو چکی ہوگی، کیونکہ اگر قیام پاکستان کے بعد رحلت ہوتی تو وہ ضرور پاکستان میں آ کر رحلت فرما ہوتے اور اہل علم کو پتہ چل جاتا، بہر حال ۱۹۴۶ء تا ۱۹۴۷ء تاریخ سن رحلت تعین کی جا سکتی ہے، مگر میرا گمان و وجدان ۱۹۴۶ء کی طرف جاتا ہے''۔ [۲۳]

محترم میاں محمد صادق قصوری صاحب نے اپنے مکتوب میں ہفت روزہ الفقیہ امرتسر ۲۱ تا ۲۸ نومبر ۱۹۴۶ء کا ذکر کیا ہے، راقم الحروف کو ایک دوست کے پاس ہفت روزہ الفقیہ امرتسر شمارہ ۱۲ر تا ۱۹ر محرم/ ۷ر تا ۱۴ر دسمبر ۱۹۴۶ء، شمارہ ۲۷ر محرم تا ۴ر صفر ۱۳۶۶ھ/ ۲۱ر تا ۲۸ر دسمبر، شمارہ ۷ر تا ۱۴ر فروری ۱۹۴۷ء کے پرچے دیکھنے کا اتفاق ہوا، یہ خبر علالت والے شمارے سے

قریبی شمارے ہیں، مگر ان میں بھی حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمہ کی وفات کی خبر شائع نہیں ہوئی، اگر کسی صاحب کے پاس حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمہ کے حالات، تاریخ وفات یا سن وفات ہو تو براہ کرم احقر کو مطلع فرمائیں۔

ماخذ و مراجع

[۱]۔ قاضی فضل احمد لدھیانوی، کلمہ فضل رحمانی، مطبوعہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان، ۱۹۸۸ء، ص ا

[۲]۔ ماہنامہ ''ضیائے حرم'' (ختم نبوت نمبر) لاہور، شمارہ دسمبر ۱۹۷۴ء، ص ۴۷

[۳]۔ ہفت روزہ ''الفقیہ'' امرتسر شمارہ ۲۰ر ذوالحجہ ۱۳۴۵ھ/ ۲۱ر جون ۱۹۲۷ء، ص ۳

[۴]۔ ماہنامہ ''انجمن نعمانیہ ہند'' لاہور، بابت ربیع الاول ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۱۹ء، ص ۵۴، ۵۵

[۵]۔ ماہنامہ رسالہ ''انجمن نعمانیہ ہند'' لاہور، بابت ربیع الثانی ۱۳۴۴ھ، ص ۹

شاعر مشرق علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے رفیق خاص سید نذیر نیازی لکھتے ہیں کہ!

''حضرت علامہ نے فرمایا'' قادیان اور دیوبند اگرچہ ایک دوسرے کی ضد ہیں، لیکن دونوں کا سرچشمہ ایک ہے، اور دونوں اس تحریک کی پیداوار (ہیں) جسے عرف عام میں وہابیت کہا جاتا ہے''۔

سید نذیر نیازی، اقبال کے حضور، مطبوعہ اقبال اکادمی، کراچی، س ن ؟ ص ۲۶۱

[۶]۔ مولانا حشمت علی خاں لکھنوی، الصوارم الہندیہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء، ص ۱۰۹

[۷]۔ ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر، شمارہ ۲۱ر جون ۱۹۲۷ء، ص ۴

[۸]۔ مولانا ظفر الدین بہاری، حیات اعلیٰ حضرت، حصہ اول، مطبوعہ مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی، ص ۱۴۷، ۱۵۰

[۹]۔ قاضی فضل احمد لدھیانوی، کلمہ فضل رحمانی، مطبوعہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان، سن طباعت درج نہیں، ص ۱۳۱

[۱۰]۔ قاضی فضل احمد لدھیانوی، کلمہ فضل رحمانی، مطبوعہ ملتان، ص ۱۵۴

[۱۱]۔ ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر، شمارہ ۲۱ تا ۲۸ر اپریل ۱۹۳۴ء، ص ۷، کالم ۱، ۲، ۳، ص ۸، کالم اکمل ۲، نصف ۳ نصف

[۱۲]۔ ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر، شمارہ ۲۸ر مارچ ۱۹۳۰ء، ص ۲ تا ۴

[۱۳]۔ مکتوب محمد عالم مختار حق، لاہور، بنام راقم الحروف خلیل احمد رانا محررہ ۱۹ر نومبر ۱۹۹۷ء

[۱۴]۔ حافظ عبد الستار سعیدی، مرآۃ التصانیف، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لوہاری دروازہ لاہور ۱۹۸۰ء، متفرق صفحات

[۱۵]۔ کلمہ فضل رحمانی، مطبوعہ ملتان، ٹائٹل صفحہ اول

[۱۶]۔ ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، (ختم نبوت نمبر)، شمارہ دسمبر ۱۹۷۴ء، ص ۷۵

[۱۷]۔ مرآۃ التصانیف، مطبوعہ لاہور

[۱۸]۔ قاضی فضل احمد لدھیانوی، انوار آفتاب صداقت، مطبوعہ کتب خانہ سمنانی، اندرکوٹ میرٹھ (یوپی، ہندوستان)، ص ۲۲

[۱۹]۔ قاضی فضل احمد لدھیانوی، انوار آفتاب صداقت، مطبوعہ میرٹھ، ص ۲۳

[۲۰]۔ مولانا اللہ وسایا، تذکرہ مجاہدین ختم نبوت، مطبوعہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان، ۱۹۹۰ء، ص ۲۳۱

[۲۱]۔ ماہواری رسالہ انجمن نعمانیہ ہند لاہور، بابت ربیع الاول، ربیع الثانی ۱۳۲۲ھ، ص ۴۵

[۲۲]۔ ہفت روزہ الفقیہ، امرتسر، شمارہ ۲۲ رشوال ۱۳۴۶ھ/ ۱۲ راپریل ۱۹۲۸ء، ص ۴

[۲۳]۔ مکتوب میاں محمد صادق قصوری، بُرج کلاں، ضلع قصور، بنام خلیل احمد رانا جہانیاں منڈی ضلع خانیوال محررہ ۱۰ رفروری ۱۹۹۹ء

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

مجاہد ملت اور تحریک ختم نبوت

محمد صادق قصوری

۱۹۵۲ء میں جب بنیادی اُصولوں کی کمیٹی نے (B.P.C Report) پیش کی اور صدر مملکت کے مسلمان قرار دیئے جانے کے باوجود مسلمان کی تعریف نہ کی تو مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ نے بحیثیت داعی تحریک پاکستان گروپ ایک جامع اور مکمل مسودہ آئین خلافت پاکستان پیش کیا جو اُس وقت کے انگریزی اور اردو اخبارات میں شائع ہوا۔دراصل مولانا نیازی کی زندگی میں یہی وہ انقلابی کارنامہ ہے جو آپ کو دوسرے علماء سے ممتاز کرتا ہے۔اس مسودہ آئین میں مولانا نیازی نے قومیت کی اساس عقیدہ خاتمیت پر رکھی تھی اور غیر مسلموں کیلئے ذیلی ایوان تجویز کیا تھا۔گویا آپ کا مسودہ آئین بی پی سی رپورٹ پر زبردست تنقید تھی اور یہی تنقید بالآخر تحفظ ختم نبوت کی اساس بنی۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کا سبب چودھری سر ظفر اللہ خاں (آنجہانی ۱۹۸۵ء) کی ایک تقریر بنی جو اس نے دسمبر ۱۹۵۲ء میں کراچی میں کی تھی۔اس تقریر کے دوران کسی شخص نے ظفر اللہ خاں سے پوچھا کہ آپ نے حضرت قائداعظم کا جنازہ کیوں نہ پڑھا تھا؟ اس پر اس نے جواب دیا!

> ’’یوں سمجھ لیجیے کہ ایک کافر نے مسلمان کا جنازہ نہیں پڑھا یا ایک مسلمان نے کافر کا جنازہ نہیں پڑھا‘‘۔

اس سے مسلمان مشتعل ہو گئے پنجاب میں بڑا شور شرابا ہوا۔اُس وقت چودھری ظفر اللہ خاں بدستور پاکستان کا وزیر خارجہ تھا۔اس بیان پر غور کرنے کیلئے اوائل جنوری ۱۹۵۳ء میں برکت علی اسلامیہ ہال لاہور میں آل پاکستان مسلم پارٹیز کنونشن منعقد ہوا جس میں علماء و مشائخ نے ختم نبوت کے سلسلے میں غور و خوض کیا اور ۲۰۔۲۱ جنوری ۱۹۵۳ء کو کراچی میں ہونے والے مرکزی کنونشن کیلئے مندوبین منتخب کیے جن میں مولانا نیازی کا نام بھی شامل تھا مگر کراچی کنونشن کی انتظامیہ کمیٹی نے جان بوجھ کر مولانا کو نظر انداز

کر دیا۔ کیونکہ اُنکا خیال تھا کہ مولانا نیازی گرم آدمی ہیں یہ دھن پٹاس کر کے رکھ دیں گے۔ اُنکا پروگرام تھا کہ نرم روی سے چلیں چنانچہ مولانا نیازی کے سوا پنجاب سے تیرہ مندوبین نے شرکت کی۔

اتفاق ایسا ہوا کہ جن دنوں کراچی میں ختم نبوت کنونشن منعقد ہوا مولانا نیازی کسی کام کے سلسلے میں پہلے ہی وہاں موجود تھے۔ انہوں نے وہاں ''اخوان المسلمون'' کی طرز پر اجتماع کیا تھا جس مین پنجاب، اندرون سندھ اور سرحد سے کارکنوں کی کثیر تعداد نے شرکت کی تھی۔ اس کے بعد مولانا کراچی سے واپس آ گئے۔

کراچی کنونشن میں مندرجہ ذیل مطالبات مرتب کیے گئے۔

۱) مرزائیوں کو اقلیت قرار دیا جائے۔

۲) وزیر خارجہ ظفر اللہ خاں کو برخاست کیا جائے۔

۳) قادیانیوں کے سلسلے میں آئین میں ترمیم کی جائے اور انہیں کلیدی آسامیوں سے الگ کیا جائے۔

تحریک ختم نبوت میں مولانا نیازی نے مثالی کردار ادا کیا۔ آپ کو اس تحریک میں خصوصیت حاصل تھی وہ یہ کہ آپ پنجاب اسمبلی کے ممبر تھے۔ نیز تحریک پاکستان میں کام کرنے کی وجہ سے مسلم لیگی کارکنوں سے آپ کے گہرے تعلقات تھے۔

ختم نبوت کا مسئلہ حل کرنے کے لیے تحریک کی ضرورت تھی لہذا ''مجلس عمل تحریک ختم نبوت'' عمل میں آئی مولانا ابو الحسنات محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ (ف ۱۹۶۱ء) مجلس عمل کا صدر چنا گیا۔ ۲۵ فروری ۱۹۵۳ء کو صدر مجلس عمل مولانا ابو الحسنات قادری (ف ۱۹۶۱ء) مولانا عبد الحامد بدایونی (ف ۱۹۷۰ء) اور احراری لیڈر سید عطاء اللہ شاہ بخاری (ف ۱۹۶۱ء) مجلس عمل کے نمائندے بن کر وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین (ف ۱۹۶۴ء) سے ملاقات کرنے کیلیے کراچی گئے تو انھیں گرفتار کر لیا گیا۔

دراصل ممتاز دولتانہ (ف ۱۹۹۵ء) وزیر اعلیٰ پنجاب نے ایک سازش کے تحت کہا کہ میں تمہاری تحریک سے متفق ہوں اور تمہارا مطالبہ آئینی ہے لہذا مرکز سے رجوع کرو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قائدین

گرفتار ہو گئے۔اس کے بعد جو جتھا بھی کراچی روانہ ہوتا پولیس اُسے راستے ہی میں ٹرین سے اتار لیتی کسی رضا کار کو بھی منزل مقصود (کراچی) تک نہ پہنچنے دیا گیا اور ہر طرف حکومت نے رکاوٹیں کھڑی کر دیں۔نتیجۃً تحریک فیل ہونے لگی۔

۲۷ فروری ۱۹۵۳ء کو لوگ مولانا نیازی کے پاس گئے اور کہا کہ موجودہ صورت حال کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے کیا ہم لوگوں کو کراچی جا کر گرفتاریاں دینی چاہئیں؟ اس پر مولانا نے فرمایا کہ میں نہ اس کی مخالفت کرتا ہوں اور نہ حمایت لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ لاہور سے ۷۵۰ میل دور کراچی جا کر اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کرنا مناسب نہیں ہے اس سے تحریک کو فائدہ نہیں پہنچے گا۔پنجاب کی گورنمنٹ اگر چہ مسئلہ ختم نبوت کو حل نہیں کر سکتی کیونکہ قانون سازی کے اختیارات مرکزی حکومت کے پاس ہیں مگر چونکہ حکومت پنجاب مرکزی گورنمنٹ کے ماتحت ہے اگر کرنا ہے تو یہاں کی گورنمنٹ کا نظام معطل کرو۔اس سے مرکزی حکومت پر خود بخود دباؤ پڑے گا۔میری سکیم تو یہ ہے کہ پنجاب اسمبلی کا گھیراؤ کر لو اور ارکان اسمبلی کو مجبور کر دو کہ قادیانیوں سے متعلق بل پاس کرایا جائے۔میاں ممتاز دولتانہ غلط کہتا ہے کہ اس تحریک سے متفق ہے اگر ایسا ہے تو وہ صوبائی اسمبلی میں جا کر قرارداد پاس کرے۔تحریک کو ساحل کامیابی سے ہمکنار کرنے کیلیے ضروری ہے کہ کراچی والے کراچی میں، پنجاب والے پنجاب میں اور سرحد والے سرحد میں کام کریں۔اس طرح یہ تحریک ملک گیر صورت اختیار کرے گی اور صوبے مجبور ہو کر مرکز پر دباؤ ڈالیں گے۔اسی رات مولانا نیازی نے موچی دروازہ لاہور میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے اسی بات پر زور دیا۔۲۸ فروری ۱۹۵۳ء تک تحریک ختم نبوت کے تقریباً تمام لیڈروں کو گرفتار کیا جا چکا تھا اور تحریک بغیر امام کے رہ گئی تھی۔آپ نے مولانا مودودی (ف ۱۹۷۹ء) کے ہاں جا کر کہا کہ سب لوگ تو گرفتار ہو چکے ہیں اس تحریک کو زندہ رکھنے کیلیے کیا لائحہ عمل اختیار کیا جائے؟ مولانا مودودی نے کہا کہ ان حالات میں کچھ لوگوں کو انڈر گراؤنڈ چلے جانا چاہیے اور باقیوں کو اوپر رہ کر کام کرنا چاہیے۔اس پر مولانا نیازی نے کہا! آدمی تو بس یہی ہیں (سید خلیل

احمد قادری ابن مولانا ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ارشد پناہوی اور چند دوسرے لوگ) جو یہاں بیٹھے ہیں۔ان میں انڈر گراؤنڈ کتنے جائیں گے اور اوپر کتنے رہیں گے؟ ہاں اگر آدمی زیادہ ہوتے تو پھر اور بات تھی۔مولانا مودودی نے جواب دیا "میں تو جب تحریک فیل ہونے لگے گی تب اسے سنجالوں گا" مولانا نیازی نے کہا! "پھر آپ اسے سنجال نہیں سکیں گے، سنجالنا ہے تو اسے اب سنجالئے جب یہ بغیر لیڈر کے اور بغیر قیادت کے ہے"۔خیر مولانا نیازی مایوس ہو کر واپس لوٹ آئے۔

واپس آ کر مولانا نیازی نے دوستوں سے مشورہ کیا کہ اب کیا کیا جائے؟ ان دوستوں میں مولانا محمد ابراہیم علی چشتی (ف ۱۹۶۸ء) اور حکیم محمد انور بابری (ف ۱۹۷۷ء) تھے اور پھر فیصلہ کیا کہ تحریک کو قدرے سیاسی رنگ دیا جائے کیونکہ خالصتاً مذہبی تحریک کو دبانا انتظامیہ کیلئے نسبتاً آسان تھا۔چنانچہ ۲۸ فروری ۱۹۵۳ء کو مولانا نیازی نے ایک بیان جاری کیا کہ ختمیت امام رسالت نظریہ پاکستان کی بنیاد ہے اگر اسے ختم کر دیا گیا تو پھر پاکستان کا تصور بھی ختم ہو جائے گا اسکا انکار غداری ہے۔

۳ مارچ ۱۹۵۳ء کو مولانا نیازی نے اپنا مرکزی دفتر مسجد وزیر خاں لاہور میں قائم کیا۔آپ کی کوشش یہ تھی کہ تحریک تشدد کی راہ اختیار نہ کرے اس لیے آپ نے تمام رضا کاروں کو یہی ہدایت دی کہ پر امن اور منظم رہنا ہے۔تصادم اور کسی قسم کی بھی گڑبڑ سے گریز کرنا ہے۔نعرے مثبت ہونے چاہئیں مثلاً

۱) ظفر اللہ خان کو وزارت خارجہ سے برطرف کیا جائے۔

۲) آئین میں ترمیم کی جائے۔

۳) قادیانیوں کو اقلیت قرار دیا جائے۔

۴) قادیانیوں کو کلیدی آسامیوں سے ہٹایا جائے۔

مولانا نیازی نے لاہور میں اجتماعات کیلیے دو مراکز بنا رکھے تھے ایک دہلی دروازہ جہاں دن کو جلسہ ہوتا تھا دوسرا مسجد وزیر خاں جہاں نماز عشاء کے بعد جلسہ ہوتا تھا۔لوگ پنجاب اور سرحد سے قافلہ در قافلہ مسجد وزیر خاں میں آ رہے تھے۔مولانا نے صورت حال کا جائزہ لینے کے بعد مسجد وزیر خاں میں ایک مجلس عمل

قائم کر دی تا کہ تحریک کو موثر بنایا جا سکے۔کراچی میں ایک سویلین سرکاری افسر سے مولانا کا رابطہ تھا جو تحریک کے متعلق انکو حکومت کے عزائم اور پالیسیوں سے قبل از وقت خبر دار کر دیتا تھا۔وہ صاحب محکمہ خوراک میں ایک اعلیٰ عہدے پر فائز تھے۔انہی نے مولانا کو پیغام بھیجا کہ کراچی میں پانچ پانچ آدمیوں کی گرفتاریاں پیش کرنے کی بجائے لاہور پنجاب میں تحریک چلائیں۔

مسجد وزیر خاں کا دروازہ لوہے کا تھا۔رات کو مولانا کے کارکن اس میں برقی رو چھوڑ دیتے تھے تا کہ کوئی اندر داخل نہ ہو سکے۔پہرے کیلئے باری باری لوگوں کی ڈیوٹیاں لگتی تھیں۔مولانا مسجد کے اندر جا کر بھیس بدل لیتے تھے۔مسجد کے مینار کے اندر اوپر جا کر ایک بڑی عجیب مگر کشادہ جگہ بنی ہوئی تھی وہاں مولانا نیازی کا ڈیرہ تھا۔پھر مولانا نے کوڈ ورڈز بھی بنا رکھے تھے تا کہ رات کو آنے والوں کی شناخت کی جا سکے اور صرف تحریک کے لوگ ہی مسجد کے اندر داخل ہو سکیں۔مولانا محمد ابراہیم علی چشتی (ف ۱۹۶۸ء) مولانا کے پاس پیغامات بھیجا کرتے تھے۔

۴مارچ ۱۹۵۳ء کی صبح مولانا نے ایک ایک سو رضا کاروں کے تین جتھے مسجد وزیر خاں میں ترتیب دیئے۔اُن میں سے ایک جتھے کو ضلع کچہری، ایک کو سیکرٹریٹ اور ایک کو گورنر ہاؤس روانہ کیا۔جتھے کی صورت یہ ہوتی تھی کہ بچھتر آدمی اس کے اندر ہوتے تھے اور انکے گرد پچیس آدمیوں کا گھیرا ہوتا تھا تا کہ کوئی غیر آدمی اندر آ کر تخریبی کاروائی نہ کر سکے۔ان جتھوں کو ہدایت کی تھی کہ پُر امن رہیں اور پولیس سے متصادم نہ ہوں۔اگر پولیس راستہ میں حائل ہو تو راستہ بدل لیں۔جتھوں کے لیے نعرے تیار کیے گئے تھے اور انہیں ہدایت تھی کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ورد کرتے جانا ہے۔اگر لاٹھی چارج کیا جائے تو لاٹھیاں کھاؤ مگر بڑھتے جاؤ۔گولی چلے تو منتشر ہو کر گلیوں کے اندر چلے جاؤ اور اگلے چوک میں پھر جمع ہو جاؤ۔چنانچہ ایک جتھہ بخیر و عافیت ضلع کچہری پہنچ گیا۔سول سیکرٹریٹ والا جتھہ بھی کچھ گرفتاریوں کے بعد اپنی منزل تک پہنچ گیا اور اس نے وہاں کام بند کرا دیا۔گورنمنٹ ہاؤس (گورنر ہاؤس) جانے والا جتھہ جب چوک دالگراں میں پہنچا تو پولیس نے لاٹھی چارج کیا۔اس جتھے میں سید

خلیل احمد قادری بھی شامل تھے۔انہوں نے مولانا نیازی کی ہدایت کے برعکس وہاں یہ بات کہہ دی کہ جب لاٹھی چلے تو سب زمین پر لیٹ جائیں۔چنانچہ جب لاٹھی چارج ہوا تو جتھے میں شامل سب رضا کار زمین پر لیٹ گئے۔پولیس نے بے تحاشہ لاٹھیاں برسائیں۔ایک نوجوان نے گلے میں حمائل شریف لٹکا رکھی تھی فردوس علی شاہ ڈی۔ایس۔پی نے اُس نوجوان کو ایسی ٹھوکر ماری کہ حمائل شریف دور جا گری نوجوان تڑپ کر حمائل شریف کو اٹھانے کو اٹھا تو ظالم بدبخت ڈی۔ایس۔پی نے پورے زور سے ڈنڈے برسائے۔اس پر لوگ مشتعل ہو گئے۔مختصر یہ کہ جتھہ گورنر ہاؤس نہ پہنچ سکا کچھ لوگ گرفتار ہو گئے اور کچھ واپس لوٹ آئے جبکہ دوسرے دونوں جلوس منزل مقصود تک پہنچ گئے۔

حمائل شریف کی بے حرمتی کے واقعہ کے بعد نوجوان ڈی۔ایس۔پی کے پیچھے لگ گئے اُن دنوں لاہور میں روزانہ دو جلسے ہوا کرتے تھے۔ایک جلسہ نماز عصر سے پہلے دہلی دروازہ کے باہر اور دوسرا بعد از نماز عشاء مسجد وزیر خاں میں۔مولانا نیازی ان دونوں جلسوں سے خطاب کرتے تھے۔مسجد وزیر خاں کے جنوبی حصے میں واقع ایک حجرے میں بیٹھ کر مولانا نیازی رضا کاروں کو ہدایت دیا کرتے تھے۔انکی ڈیوٹیاں لگاتے تھے۔مغرب کی نماز میں شریک ہونے والے مولانا نیازی آخری آدمی ہوتے تھے۔پولیس والوں نے یہ سکیم بنائی کہ جب لوگ نماز پڑھ رہے ہوں تو مولانا نیازی پر ہلہ بول کر انہیں گرفتار کر لیا جائے۔اس سے تحریک خود بخود ختم ہو جائی گی۔

۴ مارچ ۱۹۵۳ء کی شام کو مولانا نیازی حسب معمول رضا کاروں کو ہدایات دے رہے تھے کہ اس اثناء میں ایک شخص آیا اور حجرے کے اندر جھانک کر مولانا کی طرف دیکھا اور پھر آگے بڑھ گیا۔مولانا نیازی نے رضا کاروں سے کہا یہ آدمی مشتبہ ہے اسے پکڑو مولانا کی بات سن کر وہ آدمی بھاگ کھڑا ہوا مگر رضا کاروں نے اسے پکڑ لیا اور بہت مارا۔اس واقعہ کے فوراً بعد ڈی۔ایس۔پی فردوس شاہ اور تھانیدار مظفر خاں پولیس کی پوری جمعیت کیساتھ مولانا کو پکڑنے کیلیے مسجد وزیر خاں کی طرف بڑھے ابھی وہ مسجد کے اندر داخل نہیں ہوئے تھے کہ ان نوجوانوں نے جو اسی صبح گورنمنٹ ہاؤس بھیجے جانے والے رضا

کاروں کے جتھے میں شامل تھے فردوس شاہ کو پہچان لیا کہ اس نے ٹھڈا مارا تھا جس سے حمائل شریف دور جا گری تھی چنانچہ نوجوانوں نے فردوس شاہ کو مسجد کے دروازے میں داخل ہونے سے قبل ہی چھروں سے پھاڑ ڈالا۔ جب باقی پولیس والے آگے بڑھے تو ان سے رائفلیں چھین لیں اور مسجد کے دروازے بند کر دیئے۔

اسکے بعد رضا کاروں نے مولانا نیازی کے پاس آکر رپورٹ کی تو مولانا نے ان سے کہا کہ یہ تم نے برا کیا۔ پولیس سے رائفلیں نہیں چھیننی چاہئیں تھیں۔ پولیس نے مسجد میں داخل ہونے کی ایک اور کوشش کی۔ مسجد کی پچھلی جانب سے سیڑھیاں لگا کر اندر اترنا چاہا تو رضا کاروں نے مولانا نیازی کو اطلاع کر دی۔ رضا کاروں کے پاس نقلی بندوقیں اور لوہے کی ٹوپیاں تھیں۔ مولانا نے رضا کاروں سے کہا کہ اس وقت کوئی مسجد کے اندر نہ آنے پائے۔ رضا کار نوجوانوں نے سیڑھی پر چڑھ کر مسجد کے اندر آنیکی کوشش کرنے والے سپاہی کو سیڑھی سمیت پوری قوت سے واپس دھکیل دیا۔ وہ سیڑھی سمیت نہ جانے کہاں جا گرا اور رفو چکر ہو گیا۔

مولانا نیازی کو اسی روز یہ اندازہ ہو چکا تھا اب ان کی تحریک فیل ہو جائے گی کیونکہ اس میں تشدد آ گیا تھا۔ ڈی۔ ایس۔ پی کے قتل کے بعد تحریک پر امن نہیں رہی تھی۔ پھر ایک مصیبت یہ بھی ہوئی کہ کچھ لوگ اس تحریک کے ذریعہ اپنا سیاسی کیریئر بنانے کی کوشش کر رہے تھے۔ اور اس قسم کا پروپیگنڈا کر رہے تھے کہ مولانا نیازی نے اپنی متوازی حکومت قائم کر لی ہے حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں تھی۔

فردوس شاہ کے قتل کے بعد مولانا نیازی نے جلسہ میں اسکی تعزیت کی اور کہا کہ مسلمان آدمی اگر ڈیوٹی کے دوران مارا جائے تو اسکی موت حق ہے۔ ہمیں اسکی موت کا افسوس ہے کہ وہ بیچارہ مارا گیا۔ اسکے باوجود مولانا کو پتہ چل گیا کہ میاں ممتاز دولتانہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے اس قتل کو ایکسپلائٹ کرنے کا منصوبہ بنا لیا ہے۔ لاہور میں رائے نصر اللہ خاں نامی ایک ایم ایل اے ہوتے تھے انہوں نے مولانا نیازی کو اطلاع دی کہ آپ کے خلاف فردوس شاہ کے قتل کا مقدمہ درج کر لیا گیا ہے۔ اس پر مولانا نیازی نے کہا

جو اللہ کو منظور ہے وہی ہو گا۔مولانا نیازی نے فردوس شاہ کی موت پر تعزیتی ریزولیشن منظور کرنے کے علاوہ رضا کاروں کو بھی پر امن رہنے کی ہدایت کر دی تھی۔

فردوس شاہ کے قتل کے واقعہ کے بعد پولیس نے مجاہدین پر بے تحاشہ تشدد کیا اور بے حد فائرنگ کی۔قادیانی بھی فوج اور پولیس کی وردی میں باہر سے آ کر فائرنگ میں شریک ہوئے۔اس موقع پر مسلمان کارکنوں نے بے پناہ قربانیاں پیش کیں۔دہلی دروازہ کے باہر چار نوجوانوں کی ڈیوٹی تھی پولیس نے ایک ایک کر کے چاروں کو گولی کا نشانہ بنایا۔ایک جلوس مال روڈ سے آ رہا تھا اسکے نعرے صرف لا الہ الا اللہ نعرہ تکبیر اور نعرہ رسالت تھے۔وہاں زبردست فائرنگ ہوئی لیکن نوجوان سینہ کھول کر سامنے آتے رہے اور جام شہادت نوش کرتے رہے۔

ستم گر ادھر آ، ہنر آزمائیں تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

۶ مارچ ۱۹۵۳ء کو حکومت نے شرارت کر کے ایک پوسٹر نکالا کہ آج مولانا محمد عبدالستار خان نیازی نماز جمعہ شاہی مسجد میں پڑھائیں گے۔انکا مقصد مجاہدین کی قوت کو تقسیم کرنا تھا۔مولانا نیازی نے اپنے ایک سرفروش کارکن بشیر احمد مجاہد سے کہا کہ اس پوسٹر کی تردید کرو۔اس نے ایک ٹیکسی لی اس پر لاؤڈ سپیکر لگایا اور تمام شہر میں اعلان کر کے پوسٹر کی تردید کر دی۔اور ساتھ ہی یہ اعلان کیا کہ جمعہ کی نماز بدستور مسجد وزیر خاں میں ہی ادا کی جائیگی۔

اسی روز جمعہ سے قبل خلیفہ شجاع الدین (ف ۱۹۵۵ء) سپیکر پنجاب اسمبلی بیگم سلمیٰ تصدق حسین (ف ۱۹۹۵ء) اور بعض دوسرے اکابر شہر ایک وفد کی صورت میں مولانا نیازی کے پاس گورنر پنجاب مسٹر آئی چندریگر (ف ۱۹۶۰ء) کا پیغام لائے کہ صوبائی حکومت تحریک کے مطالبات سے اتفاق کرتی ہے اور اس سلسلہ میں ایک وزیر اور ایک اعلیٰ افسر کو مرکزی حکومت سے بات چیت کرنے کیلیے کراچی بھیج دیا ہے نیز صوبائی حکومت آپ سے بات چیت کرنے کے لیے تیار ہے۔مولانا نیازی نے ان ارکان وفد سے کہا! کہ ہماری صلح اور بات چیت اسی صورت میں ہی ہو سکتی ہے کہ!

۱)ہمارے گرفتار شدہ آدمیوں کو رہا کر دیا جائے۔

۲)قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ تسلیم کیا جائے۔

۳)مرکزی حکومت کو قائل کرنے کیلیے ایک آدمی ہمارا اور ایک حکومت پنجاب کا مرکزی حکومت کیساتھ اس سلسلے میں مذاکرات کرے۔

۴)ہماری تحریک پر امن رہے گی لیکن آپ کو بھی ہماری تحریک ختم کرنے کی کوششیں بند کرنا ہوں گی۔

اس وقت لوگوں میں اتنا مذہبی جوش تھا کہ بیگم سلمیٰ تصدق حسین کو باہر نکالنے کیلیے مولانا نیازی نے برقعہ منگوا کر اسے پہنا کر رخصت کیا۔ورنہ ڈر تھا کہ مذہبی لوگ بے پردگی کے باعث ان پر حملہ کر دیں گے۔مولانا نیازی نے اپنے رضا کاروں کی نگرانی میں انہیں مسجد سے باہر پہنچایا۔جمعۃ المبارک کی نماز کے وقت مولانا نے ایک تقریر تیار کی جس میں آپ نے اپنا موقف پیش کیا۔اس موقع پر مسجد کے اندر سی آئی ڈی کی بھاری نفری موجود تھی بلکہ انہوں نے سٹیج پر خود قبضہ کرنے اور مولانا کو سٹیج سے نیچے پھینکنے کی کوشش بھی کی۔مولانا نے دیکھا کہ کچھ لوگوں نے سٹیج پر ان کے گرد ایک گھیرا سا بنا لیا تھا۔کچھ لوگ تحریک کیلیے پیسے دینے کے بہانے بار بار سٹیج پر آ رہے تھے حالانکہ مولانا کو تحریک کیلیے وہاں پیسے کی کیا کمی تھی وہاں تو پکے پکائے کھانے آ رہے تھے۔ڈرموں کے ڈرم دودھ آ رہا تھا۔القصہ مولانا نیازی نے تقریر کی اور اپنا نقطہ نظر واضح کیا۔

مولانا کی یہ ایمان افروز اور باطل سوز تقریر آج بھی لاہور کے عاشقان رسول علیہ السلام کے کانوں میں گونج رہی ہے۔مسجد وزیر خاں کے میناروں پر لاؤڈ سپیکر زباندھ دیئے گئے تھے جس سے مولانا کی آواز باغبانپورہ تک لوگوں نے سنی۔جنرل اعظم خاں (ف۱۹۹۴ء) ان دنوں لاہور کے جی او سی تھے۔مولانا نیازی نے اپنی تقریر میں ان پر واضح کیا کہ ہمارا عقیدہ خون میں گردش کرتا ہے اور ہمارے خون کے اندر ہمارے بزرگوں کی شجاعت موجود ہے۔ہمارے بزرگوں نے جو انگریز کے چودھویں رسالے میں شامل تھے انگریز کے حکم پر بغداد میں گولی چلانے سے انکار کر دیا تھا کہ ہم ہزاروں روپے خرچ

کر کے پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں آتے ہیں اور تم ہمیں یہاں گولی چلانے کو کہتے ہو۔ہم یہاں گولی نہیں چلائیں گے۔مولانا نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ!''ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور سید عالم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں اور تم اسکی پاداش میں ہم پر تشدد کرنا چاہتے ہو''۔

مولانا نیازی نے گزشتہ سطور میں ذکر کردہ تجاویز پر اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا اور منظوری کا فیصلہ دیا۔مگر ملحدوں اور بے دینوں کا مقصد علماء کو کچلنا تھا اس لیے ادھر یہ بات چیت ہوئی اور ادھر وفد کے واپس لوٹتے ہی ایک سازش کے تحت لاہور میں مارشل لاء لگا دیا گیا۔مارشل لاء کے نفاذ میں سب سے زیادہ ہاتھ وزیر داخلہ سکندر مرزا (ف ۱۹۶۹ء) کا تھا۔اس صورت حال سے کارکنوں کے حوصلے پست ہو گئے مگر مولانا نیازی نے رات کو مسجد وزیر خاں میں جلسہ کا اعلان کر دیا۔حکومت نے مسجد کی بجلی کاٹ دی جس سے مقررین بھی گھبرا گئے۔مولانا نے اس رات تاریخی تقریر کی۔ختم نبوت کا مذہبی اور سیاسی پس منظر بیان فرمایا اور مسجد وزیر خاں کو نہ فتح ہونے والا قلعہ قرار دیا۔

مولانا نے لوگوں کا حوصلہ بڑھانے کیلیے ایک واقعہ سنایا کہ جب ابرہہ مکہ کو فتح کرنے آیا تو اس کیساتھ فوج کا بہت بڑا لشکر اور ہاتھی تھے۔اس نے کہا کہ!''مکہ کے سردار سے میری بات کراؤ''۔اس موقع پر حضور سید عالم ﷺ کے جد امجد حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی لوگوں نے اس سے بات کرائی۔ترجمان کے ذریعے گفتگو ہوئی حضرت عبد المطلب نے کہا کہ!''تیری فوج نے میرے اونٹ پکڑ لیے ہیں میرے اونٹ واپس کر دو۔ابرہہ نے حضرت عبد المطلب سے کہا کہ!میں تمہیں بڑا سمجھدار اور عقلمند آدمی سمجھتا تھا مگر آپ تو میری توقع کے خلاف نکلے ہیں۔میں قریش کے مرکز اور تمہاری سیادت عزت و احترام کا خاتمہ کرنے آیا ہوں اور تمہیں صرف اپنے اونٹوں کی فکر ہے۔اس وقت حضرت عبد المطلب نے ایک یادگار جواب دیا تھا کہ میں اپنے اونٹوں کا مالک ہوں اور اس گھر کا بھی ایک مالک ہے وہ اسکی حفاظت خود کریگا۔**انا رب للبیت رب یمنعہ** ۔مولانا نیازی نے مثال دیکر کہا کہ اللہ تعالیٰ ناموس رسالت کا خود محافظ ہے۔تمہیں تو جانثاری اور وفاداری کے اظہار کا موقع ملا ہے وہ تمہارا

محتاج تو نہیں اللہ تعالیٰ اپنی شان کا خود محافظ ہے۔

۷ مارچ کو مولانا نے مارشل لاء دفعہ ۱۴۴ اور رات کو کرفیو کے باوجود گرفتاریاں دینے کیلیے چار چار افراد کی ٹولیاں روانہ کیں۔ ۸ مارچ کو بھی ایسا ہی کیا گیا۔ ۹ مارچ کو پنجاب اسمبلی کا سیشن شروع ہو رہا تھا مولانا پنجاب اسمبلی کے رکن تھے لہذا اسکی تیاری میں لگ گئے۔ کیونکہ سب لوگوں کی رائے یہ تھی کہ آپ اسمبلی میں جا کر خود ختم نبوت ریزولیشن پیش کریں۔ مولانا نیازی کا ان دنوں طریقہ یہ تھا کہ مسجد وزیر خاں میں رات کا جلسہ کر کے سب کارکنوں کو سلا کر چوکی پہرہ بٹھا کر مسجد کے جنوب مغربی مینار سے سیڑھی کے ذریعہ ایک ساتھ والے مکان میں اترتے اور ایک دوسری جگہ جا کر سوتے تھے۔ مارشل لاء کے نفاذ کے بعد یہ واضح ہو گیا تھا کہ ان حالات میں تحریک نہیں چل سکتی۔ ۹ مارچ کو فیصلہ ہوا کہ سب گرفتاریاں پیش کر دیں دریں اثناء مارشل لاء حکام مسجد کے اندر داخل ہوئے اور انہوں نے مسجد، حجروں اور تالاب سے پانی نکال کر تلاشی لی اور پھر تمام لوگوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ اب مولانا کا پروگرام یہ تھا کہ گرفتاری دینے کے بجائے پنجاب اسمبلی میں جائیں اور وہاں ختم نبوت کے سلسلے میں ارکان اسمبلی کو قائل کرنے کی کوشش کریں۔ مگر ہوا یہ کہ ادھر مولانا کے خلاف مقدمہ درج کر لیا گیا اور ادھر اسمبلی کا اجلاس ۱۶ مارچ تک کیلیے ملتوی ہو گیا۔ اب سوال یہ تھا کہ گرفتاری سے بچنے کیلیے مولانا ایک ہفتہ کس طرح اور کہاں گزاریں؟۔ اندرون موچی دروازہ چینیانوالی مسجد کے پاس ایک سکول میں میر یعقوب نامی ایک شخص رہتے تھے۔ تقریریں کر کر کے مولانا کا گلہ بیٹھ گیا تھا اس لیے وہاں گھی گرم کر کے گھی کی گدیاں مولانا کی گردن پر باندھ کر ٹکور کی گئی۔ اس کے بعد انہوں نے کہا ہمارا مکان ایک قلعہ ہے آپ یہیں آجائیں یہیں سے ہم آپ کو پنجاب اسمبلی میں پہنچانے کا انتظام کر لیں گے۔ ۱۳ مارچ تک مولانا اسی مکان میں رہے۔ اُس روز خبر ملی کہ اسمبلی کا اجلاس مزید ایک ہفتہ تک ملتوی کر دیا گیا ہے اور اب یہ اجلاس ۲۲ مارچ کو ہوگا مولانا نے میر یعقوب سے کہا! اب کوئی ایسی صورت ہونی چاہیے کہ اجلاس کے دوران انھیں اسمبلی ہال میں پہنچا دیا جائے کیونکہ اسمبلی ہال سے پولیس کسی شخص کو گرفتار نہیں کر سکتی۔ اس پر انہوں نے کہا کہ

اسمبلی ہال کے باہر پولیس کا بڑا سخت پہرہ ہے اس لیے ایسا نہیں ہو سکتا۔ مولانا نے کہا پھر ایسا کریں کہ انہیں لاہور سے باہر نکالا جائے اور باہر سے لاہور آنے والی بس میں بٹھا دیا جائے اُس زمانے میں قصور وغیرہ سے آنیوالی بسیں شارع فاطمہ جناح اور چیرنگ کراس سے ہو کر اسمبلی ہاؤس کے سامنے سے گزرا کرتی تھیں۔ مولانا کا پروگرام یہ تھا کہ وہ اسمبلی ہاؤس کے بالکل سامنے اُتر کر دوڑ کر اندر چلے جائیں گے پھر پولیس انہیں اسمبلی ہال کے اندر سے گرفتار نہیں کر سکتی۔ اس طرح وہ اسمبلی میں اپنا موقف پیش کر سکیں گے۔

میر یعقوب چار بھائی تھے۔ میر اسلم، میر اکرم اور میر اشرف انہوں نے وہاں کے عبدالرحمٰن نمبردار سے مل کر باہر سے آنے والے گھسیاروں کیساتھ مولانا نیازی کو لاہور سے باہر نکالنے کا منصوبہ بنایا۔ چنانچہ اس مقصد کیلیے ایک ریڑھ حویلی میاں خاں کے باہر سڑک پر کھڑا کر دیا گیا۔ مولانا نے دیہاتیوں کی طرح چادر باندھ لی پاؤں میں چپل تھی اور سر پر منڈا سا باندھ لیا۔ اس طرح بالکل دیہاتی بن گئے۔ مولانا نیازی میر برادران کے گھر سے نکلے تو اُن کی چال میں لڑکھڑاہٹ تھی۔ لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے؟ میر برادران نے جواب دیا ہمارا مہمان ہے بیچارہ بیمار ہے۔ لوگوں نے کہا بڑا سوہنا جوان ایہہ کیہہ ہو گیا وچارے نوں؟ القصہ مولانا کو ریڑھے میں لٹا کر گھاس پھونس سے ڈھانپ دیا گیا کوچوان نے ریڑھے کو بانس والے بازار کی طرف نکالا۔ پھر میو ہسپتال کے آؤٹ ڈور وارڈ کی جانب سے گزر کر مولانا چوبرجی سے نکلے اور موضع ڈھولنوال کی طرف بڑھنے لگے۔ راستے میں پولیس والوں نے کہا آگے ملٹری ہے یہ بات سن کر کوچوان ریڑھے کو کچے راستے میں لیکر چلنے لگا حتیٰ کہ چوہنگ کے نواحی گاؤں شاہ پور میں جا پہنچے۔ مولانا کیساتھ نمبردار عبدالرحمٰن کے علاوہ چار مسلح سائیکل سوار بھی تھے انہیں ہدایت تھی کہ اگر کوئی مولانا نیازی کی طرف آئے تو بے دریغ فائر کھول دیں وہاں سے مولانا بس میں سوار ہو کر اوکاڑہ پہنچے اور پھر راتوں رات پاکپتن شریف چلے گئے۔ وہاں حضرت میاں علی محمد خاں سجادہ نشین بسی شریف (ف ۱۹۷۱ء) سے ملے۔ حضرت میاں صاحب نے کہا کہ اگر مجھ سے کسی نے آپ کی موجودگی

کے بارے میں پوچھا تو میں سچی بات کروں گا جھوٹ نہیں بولوں گا۔ چنانچہ مولانا اُن کے ہاں سے نکل کر ایک اور صاحب کے ہاں ٹھہرے۔

۲۲ مارچ کو مولانا نیازی پاکپتن سے لاہور واپسی کے خیال سے قصور پہنچے اور شیخ فضل دین گلی مہتیا نوالی کے مکان پر ٹھہرے۔ دن قصور میں گزرا۔ مولانا کا سرگرم کارکن بشیر احمد مجاہد (ف ۱۹۹۸ء) بھی قصور پہنچ گیا۔ مولانا کا پروگرام یہ تھا کہ ۲۳ مارچ کی صبح قصور سے نکلیں گے اور بس میں بیٹھ کر اسمبلی ہاؤس پہنچ جائیں گے مگر شیخ فضل دین کے لڑکے محمد اسلم نے مخبری کر دی کہ مولانا نیازی ہمارے ہاں موجود ہیں۔ ۲۳ مارچ کی صبح مولانا فجر کی نماز کیلیے اٹھے تو پولیس پہنچ گئی اور مولانا کو گرفتار کر لیا۔ اس پر اُس کے لڑکے محمد اسلم نے پولیس سے کہا کہ مولانا کے ساتھ ایک دوسرا آدمی بھی موجود ہے۔ چنانچہ بشیر مجاہد کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔ (شیخ فضل دین کے لڑکے محمد اسلم نے مخبری کر کے عذاب الٰہی کو دعوت دی جلد ہی اس کے خاندان پر مصائب و آلام کے پہاڑ ٹوٹنے لگے۔ شیخ فضل دین انتہائی پریشانی بے چارگی اور کسمپرسی کے عالم میں فوت ہو گیا۔ اُس کے بعد محمد اسلم حالات کی تاب نہ لا کر مکان فروخت کر کے رام گلی لاہور چلا گیا اور وہاں پاگل ہو کر مر گیا۔ قصوری)

پولیس مولانا اور بشیر مجاہد کو قصور تھانہ میں لے گئی ناشتہ وغیرہ وہیں کرایا گیا اور کار میں بٹھا کر شاہی قلعہ لاہور میں لیجایا گیا۔ وہاں مولانا کو دس نمبر کوٹھری میں رکھا گیا۔ ۲۳ مارچ سے ۹ اپریل تک اسی سیل میں پولیس والے مولانا کا بیان ریکارڈ کرتے رہے۔ دو راتیں مسلسل جگائے رکھا اور مطلقاً سونے نہ دیا۔ ایس پی سی آئی ڈی چودھری محمد حسین جو بعد میں ڈائریکٹر جنرل سی آئی ڈی بنے مولانا کا بیان قلمبند کرتے رہے۔ وہ مولانا سے پوچھتے رہے کہ آپ نے فلاں فلاں تاریخ کو اپنی تقریر میں کیا کہا؟ مولانا بتاتے کہ میں نے یہ کہا یہ کہا اور میرے دلائل ایسا کہنے کے یہ تھے۔ تیسرے روز چودھری محمد حسین کہنے لگے مولانا ان دلائل سے تو آپ دشمن کو بھی قائل کر لیں گے۔ مولانا کے خلاف کئی لوگوں نے گواہیاں دیں۔ ایک ڈی ایس پی راجہ فضل داد بتا دیا کرتے تھے کہ مولانا فلاں فلاں لوگوں نے آپکے متعلق یہ

گواہیاں دی ہیں۔ایک بار ایک ایس پی پولیس قلعہ میں گیا اور اپنے ماتحتوں کو حکم دیا کہ مولانا کو رات بھر جگائے رکھو۔مولانا نوافل پڑھتے وقت جب سجدے میں جاتے تو پولیس کے سپاہی انہیں ہلانا شروع کر دیتے انکا خیال تھا کہ شاید مولانا سجدے میں جا کر سو جاتے ہیں۔دراصل وہ چاہتے تھے کہ مولانا انہیں کچھ اور بھی بتائیں مگر حقیقت تو وہ پہلے ہی بتا چکے تھے۔

ایک روز وہاں ملٹری کا کوئی بریگیڈیر آیا وہ پولیس سے باتیں کر رہا تھا۔مولانا اپنی کوٹھری میں سے اس کی باتیں سننے کی کوشش کرتے رہے اس نے مولانا کے متعلق پولیس سے کچھ پوچھا۔اس پر مولانا نے اس بریگیڈیر کو متوجہ کر کے کہا!

"جنٹلمین اگر تم میرے خلاف معاندانہ عزائم رکھتے ہو تو تمہیں جان لینا چاہیے کہ کوئی شخص میرے قریب آنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔اگر کسی نے میرے قریب آنے کی کوشش کی تو میں اسے گلا دبا کر ہلاک کر دوں گا"۔

اس پر اس نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا کہ نہیں خان صاحب ہم آپ کی بات نہیں کر رہے ہیں۔شاہی قلعہ لاہور سے مولانا کو سنٹرل جیل میں منتقل کر دیا گیا۔مولانا کو اسی جگہ رکھا گیا جہاں بھگت سنگھ دت کو رکھا گیا تھا۔سنٹرل جیل لاہور ایشیا کی سب سے بڑی جیل تھی جس میں تین میل کا چکر تھا۔آج اسی جگہ پر شادمان کالونی بنی ہوئی ہے۔

۱۵ اپریل ۱۹۵۳ء کو مولانا نیازی کیخلاف فوجی عدالت میں ڈی ایس پی فردوس شاہ کے قتل اور بغاوت کا کیس چلا۔الزام یہ تھا کہ مولانا عبدالستار خان نیازی نے پولیس کو مسجد وزیر خاں کے اندر داخل ہوتے دیکھ کر لوگوں سے کہا!

"پولیس کے کتے آ گئے ہیں اب جانیں نہ پائیں"

استغاثہ نے خون آلود مٹی اٹھا کر عدالت میں پیش کی جس میں پولیس کے بقول فردوس شاہ کا خون جذب ہوا تھا۔مولانا نے اپنی صفائی میں کہا کہ قتل مسجد وزیر خاں کے دروازے کے باہر ہوا ہے اور ت میں موقع

پر موجود نہیں تھا۔ میں تو مسجد کے اندر تھا۔ وہ کونسا خطیب یا مقرر ہے جو مسجد کے دروازے میں کھڑا ہو کر تقریر کر رہا ہو جبکہ مجمع مسجد کے اندر ہو؟ پھر لاؤڈ سپیکر بھی مسجد کے اندر نصب ہے۔ اس لیے یہ الزام غلط ہے اور یہ پولیس کا پہلا جھوٹ ہے۔ پھر استغاثہ نے عدالت میں جو خون آلود مٹی پیش کی ہے یہ بھی فرضی ہے کیونکہ جب جائے قتل کا معائنہ کیا گیا تو پتہ چلا کہ فردوس شاہ کے مقام قتل پر مسجد کے باہر سیمنٹ کا فرش ہے اس لیے مٹی کا ثبوت بھی جعلی ہے۔ استغاثہ اور صفائی دونوں جانب سے متعدد گواہ پیش ہوئے یہ ساری کاروائی ۲۵ اپریل کو مکمل ہو گئی یعنی دس دن میں۔

مقدمہ بغاوت کے بعد مولانا نیازی کو خرابی صحت کی بنا پر ہسپتال منتقل کر دیا گیا جو جیل کے اندر ہی تھا۔ ۷ مئی کی صبح کو سپیشل ملٹری کورٹ کا ایک آفیسر اور ایک کیپٹن فیصلہ سنانے کیلیے مولانا کو لینے آئے۔ سپرنٹنڈنٹ جیل مولانا نیازی کو ایک الگ کمرے میں لے گیا جہاں قتل کے الزام میں مولانا کے ساتھ نو آدمی اور بھی تھے۔ سب پر فردوس شاہ ڈی ایس پی کے قتل کا الزام تھا۔ ملٹری عدالت نے فیصلہ سناتے ہوئے کہا! "قتل کے الزام میں ہم آپ سب کو باعزت بری کرتے ہیں"۔ مولانا نیازی کے علاوہ نو آدمی جو اس کیس میں ملوث تھے وہ چلے گئے۔ مولانا کو ملٹری والوں نے روک لیا اور کہا! آپ پر بغاوت کا الزام بھی ہے مولانا نے جواب دیا ہاں الزام تو ہے اس پر انہوں نے جیب سے ایک کاغذ نکالا کہ تمہارے متعلق یہ فیصلہ ہے۔

"You will be hanged by neck till you are dead"

تمہاری گردن پھانسی کے پھندے میں اس وقت تک لٹکائی جائے گی جب تک تمہاری موت واقع نہ ہو جائے۔

اسکے جواب میں مولانا نے فرمایا!

"Is that all?I was prepared to take more than that.If i would have got one hundred thousand lives,I would

have laid down those lives for the cause of Holoy Prophet Muhammad may the peace glory of God be upon him."

یہی کچھ سزا لائے ہو اگر میرے پاس ایک لاکھ جانیں ہوتیں تو میں ان سب کو محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات گرامی پر قربان کر دیتا۔

آرڈر سناتے ہوئے افسر نے کہا!

"Plese sign it"

اس پر دستخط کیجئے۔

مولانا نیازی!

"I will sign it when i kiss the rope"

افسر!

"You will have sign it"

مولانا نیازی!

"I have already told you that i will sign it when i kiss the rope.i am in your cluches and i am behind the bars.Take me to the gallows and hang me.

افسر!

"Mr.Niazi!Our officers will enquire from us whether you were serve with the notice of death warrant."

مسٹر نیازی! ہمارے آفیسرز ہم سے پوچھیں گے کہ تم نے موت کے وارنٹ کا نوٹس دیا ہے یا نہیں تو میں کیا

جواب دوں گا۔

مولانا نیازی!

"If you so fear from your officers,well,I sign it for you."

اگر آپ کو اپنے افسران ہی کا خوف ہے تو میں آپ کی خاطر اس پر دستخط کئے دیتا ہوں۔

چنانچہ مولانا نیازی نے بڑے اطمینان سے اس پر دستخط کر دیئے اور دستخطوں کے ساتھ ۷ مئی ۱۹۵۳ء کی تاریخ بھی درج کر دی۔افسر نے آپ کی ہمت کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا! تم میری ہمت (Morale) کے بارے میں پوچھتے ہو تو وہ آسمانوں سے بھی بلند ہے تم اسکا اندازہ نہیں کر سکتے۔

کسی کی زندگی میں اگر یہ مرحلہ آجائے تو معمولی نہیں ہوتا۔اللہ تعالیٰ نے اپنا خصوصی فضل و کرم فرما کر مولانا نیازی کو اس وقت بہت حوصلہ دیا۔افسر کے جانے کے بعد مولانا جب کمرے میں اکیلے رہ گئے تو انکا حوصلہ بہت بلند تھا۔تائید ایزدی سے ان کو سورہ ملک کی یہ آیت یاد آ گئی۔

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (پارہ ۲۹ سورہ ملک ۲)

اسی نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون اچھے کام کرتا ہے۔

مولانا نیازی نے اس سے یہ تاثر لیا کہ موت و حیات کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے یہ لوگ میری زندگی کا سلسلہ منقطع نہیں کر سکتے۔اگر اس مقصد کے لیے جان بھی جائے تو اس سے بڑی زندگی کیا ہو سکتی ہے۔اس کے ایک لمحہ کے بعد مولانا پر خوف کا حملہ ہوا مگر پھر فوراً یہ شعر ان کی زبان پر آ گیا۔

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر غیب از غیب جانے دیگر است

مولانا وجد کی حالت میں یہ شعر بار بار پڑھتے اور جھومتے اسی عالم میں آپ کمرے سے باہر آ گئے تو جیل سپر نٹنڈنٹ مہر محمد حیات نے یہ خیال کیا کہ ملٹری کورٹ نے آپ کو بری کر دیا ہے۔چنانچہ اس نے کہا!

”نیازی صاحب مبارک ہو آپ بری ہو گئے۔“

اسکا خیال تھا کہ فردوس شاہ کے قتل میں مولانا کیساتھ کے نو مجرم بری ہو گئے تھے لہذا مولانا بھی بری ہو گئے ہوں گے۔ مولانا اسکی بات سن کر مسکرائے اور کہا! ''میں اس سے بھی آگے نکل گیا ہوں'' اس نے کہا! کیا مطلب؟ مولانا نے فرمایا! حضور سید عالم ﷺ کے غلاموں اور عاشقوں کی فہرست کے کسی کونے میں میرا نام بھی اب ضرور شامل ہوگا۔ وہ پھر بھی نہ سمجھا تو مولانا نے فرمایا! اب خود ہی سمجھ لو کہ میری بات کا مطلب کیا ہے؟ اس پر اس نے اثبات میں سر ہلایا اور بولا تو چلیں پھر اب یہ اچکن، طرہ اور پگڑی اتار دیں اور پھانسی کے قیدی کا لباس پہن لیں۔

وہ مولانا کو اپنے ساتھ لے گیا۔ مولانا نے اچکن اتار دی پگڑی الگ رکھ دی۔ کرتہ منگوایا تو وہ بھی تنگ۔ مولانا نے کہا! یارو میرے جسم کے مطابق کرتہ لاؤ یہ سب کے سب تنگ ہیں۔ اس پر جیل سٹاف کے ایک آدمی نے کہا! نیازی صاحب یہاں آ کر تو بڑے بڑے پہلوان سکڑ جاتے ہیں اور آپ ہیں کہ پھیل رہے ہیں کوئی کرتہ آپ کو فٹ ہی نہیں آتا۔ مولانا نے کہا! ہم نے موت خود خریدی ہے اس لیے کوئی کرتہ فٹ نہیں آتا۔ چلو صرف پاجامہ ہی لا دو۔ پاجاماہ منگوایا گیا تو اس نے کہا کہ ہم اس میں ازار بند نہیں ڈالیں گے۔ مولانا نے پوچھا کہ یہ کیا طریقہ ہے اس نے جواب دیا یہ اس لیے ہے کہ کہیں آپ ازار بند سے خودکشی نہ کرلیں۔ مولانا نے کہا تم لوگ احمق ہو جسے شہادت کی موت مل رہی ہو وہ بھلا خودکشی کیوں کرے گا؟۔

مولانا نے پاجامہ نہیں پہنا بلکہ چادر باندھ لی۔ جیل میں اس وقت تین ہزار سے زیادہ قیدی تھے جن میں اکثریت تحریک ختم نبوت کے رضاکاروں کی تھی۔ مولانا کی سزائے موت کی خبر پر عالم اسلام میں زبردست اضطراب پیدا ہوا۔ اندرون ملک بھی زبردست احتجاج ہوا۔ ادھر جیل میں قیدی آپ کو دیکھ کر روتے تھے۔ جب آپ کو پھانسی کی کوٹھڑی میں لے جایا گیا تو آپ نے لوگوں کو اطمینان دلایا اور فرمایا کہ! ''کتنے عاشقان رسول ﷺ جام شہادت نوش کر رہے ہیں۔ اگر میں بھی اس نیک مقصد کیلیے جان دے دوں تو میری خوش قسمتی ہوگی لہذا رونے کی بجائے میرے لیے استقامت کی دعا کرو''۔

۷ مئی سے ۱۴ مئی ۱۹۵۳ء تک مولانا نیازی پھانسی کی کوٹھڑی میں رہے۔ آپ کا زیادہ تر وقت نماز ونوافل میں گزرتا تھا۔ جیل میں خود اذان دیتے تھے اور نماز پڑھتے تھے۔ قرآن وحدیث کے علاوہ مکتوبات امام ربانی آپ کے زیر مطالعہ رہتے تھے۔ اگرچہ ملٹری والوں نے مولانا کو سزائے موت سناتے ہوئے بڑا ڈرامہ کیا۔ مولانا سے سزائے موت کے پروانے پر باقاعدہ دستخط بھی کروائے گئے۔ پھر اسکی عبارت خاصی خوفناک تھی مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں صبر واستقامت دی۔ فوجیوں نے سزائے موت سنائے جانے کے بعد مولانا کے مورال اور رویے کی بہت تعریف کی اور یہاں تک کہا کہ ہم نے ایسا بہادر آدمی آج تک نہیں دیکھا۔ اس نے سزائے موت کو پامردی سے سنا۔ ہمارے جرنیل بھی ایسے بہادر نہیں ہوتے شاید اسی باعث ان لوگوں کو مولانا سے جذباتی لگاؤ ہو گیا تھا۔

۱۴ مئی ۱۹۵۳ء کو سزائے موت عمر قید میں تبدیل ہو گئی تو جذباتی کارکن ایک دوسرے کو مبارک باد دینے اور خوشیاں منانے میں مصروف رہے۔ کسی نے بھی کاغذات مکمل کرانے کی جانب توجہ نہ دی ۔چنانچہ کوٹھی ٹوٹنے کے باوجود مولانا کو مزید ایک رات پھانسی کی کوٹھڑی میں رہنا پڑا۔ ۱۵ مئی کو مولانا سات دن اور آٹھ راتیں پھانسی کی کوٹھڑی میں گزارنے کے بعد گوراوارڈ میں منتقل ہو گئے۔ یہ سنٹرل جیل لاہور کا مشہور وارڈ تھا۔

سزائے موت کو چودہ سال قید بامشقت میں تبدیل کرنیکے بعد گورنمنٹ نے ایک آرڈر نکالا جن کے تحت مولانا اس سزا کے خلاف اپیل کر سکتے تھے مگر مولانا نے اپیل نہ کی۔ جسٹس محمد شریف نے از خود سارا کیس دیکھا اور سزا کم کر کے تین سال کر دی۔ جون ۱۹۵۴ء میں مولانا کو راولپنڈی جیل منتقل کر دیا گیا۔ فروری ۱۹۵۵ء میں واپس لاہور جیل میں لایا گیا۔ اسکے بعد مولانا نے عدالت عالیہ میں رٹ کی کہ جس قانون کے تحت ہمیں سزا دی گئی ہے اسے گورنر کی منظوری حاصل نہیں ہو سکی تھی کیونکہ مجلس آئین ساز جو قانون ساز بھی تھی پہلے ہی توڑ دی گئی۔ یہی صورت راولپنڈی سازش کیس کی تھی جس کے تحت فیض احمد فیض (ف ۱۹۸۴ء) اور انکے ساتھیوں پر مقدمہ چلایا گیا تھا۔ چنانچہ مولانا نے عدالت میں یہ موقف

اختیار کیا کہ جس قانون کے تحت ہمیں سزا دی گئی ہے وہ قانون قانون ہی نہیں ہے۔ یوں ۲۹ اپریل ۱۹۵۵ء کو دو سال سے زیادہ عرصہ جیل میں کاٹ کر مولانا ضمانت پر رہا ہوئے۔ بعد ازاں مئی ۱۹۵۵ء میں آپ کو اس کیس سے باعزت بری کر دیا گیا۔

رہائی کے دو ماہ بعد شیرانوالہ گیٹ لاہور کی جامع مسجد میں مولانا نیازی نے پھر مسئلہ ختم نبوت پر تقریر کی جس پر بنگال ریگولیشن ۱۸۱۸ء کے تحت نظم و نسق میں فتور ڈالنے داخلی طور پر اضطراب پیدا کرنے اور مسلح بغاوت کے الزام میں ۸ جولائی ۱۹۵۵ء کو پیلیز ہاؤس لاہور کے اسی کمرے یعنی کمرہ نمبر ۴ بی بلاک سے گرفتار کر کے سنٹرل جیل ساہیوال میں بھیج دیا گیا۔ جہاں مولانا کو بحیثیت شاہی قیدی رکھا گیا۔ اس زمانے میں ایم اے فاروقی سیکرٹری داخلہ اور سکندر مرزا (ف ۱۹۶۹ء) وزیر داخلہ تھے۔ مولانا کو اے کلاس دی گئی۔

بنگال ریگولیشن کے خلاف چارہ جوئی کی کوئی صورت نہیں تھی تاہم مولانا نے اپنے دوستوں کو چار پانچ کاغذوں پر دستخط کر کے دیئے تھے تاکہ اگر وہ چاہیں تو عدالت سے رجوع کر سکیں۔ سابق جسٹس ذکی الدین پال (ف ۲۰۰۰ء) میاں محمود علی قصوری (ف ۱۹۸۷ء) آفتاب فرخ اور محمد اسماعیل بھٹی جیسے نامور قانون دانوں نے آپ کے مقدمے کی پیروی کی اور ۲۶ جولائی کو جسٹس محمد رستم خان کیانی (ایم آر کیانی ف ۱۹۶۲ء) نے آپ کی گرفتاری کو خلاف قانون قرار دے کر آپ کی رہائی کا حکم صادر کر دیا۔ سردار عطا محمد لغاری (ف ۱۹۹۲ء) ان دنوں ہوم سیکرٹری تھے۔ مولانا نیازی کے جگری دوست حکیم محمد انور بابری (ف ۱۹۷۷ء) ان کے پاس گئے اور کہا کہ مولانا نیازی کی رہائی کا آرڈر ہو گیا ہے آپ پلیز آرڈر بنا دیں۔ مگر لغاری صاحب نے بہانے شروع کر دیئے کہ یہ ہے وہ ہے دیر ہو گئی ہے۔ اس پر بابری صاحب نے کہا اگر آپ نے فوراً ریلیز آرڈر نہ بنایا تو میں آپ کے خلاف ابھی عدالت میں چارہ جوئی کروں گا۔ اس پر عطا محمد لغاری نے جسٹس ایم آر کیانی کو فون کیا کہ بابری صاحب کہتے ہیں کہ اگر ہم نے آج مولانا نیازی کی رہائی کا آرڈر نہ بنایا تو یہ میرے خلاف توہین عدالت کا مقدمہ کریں گے۔ جسٹس ایم

آر کیانی نے کہا! ''ہاں جب ہمارے پاس کیس آئے گا تو دیکھیں گے'' یہ سن کر عطا محمد لغاری گھبرا گئے اور فوراً ریلیز آرڈر بنا دیا۔ یوں مولانا کی رہائی عمل میں آئی۔ یاد رہے کہ ساہیوال سنٹرل جیل میں مولانا نیازی کو ائیر کنڈیشنر کی پیشکش کی گئی تو آپ نے کہا! ''اگر سکندر مرزا اپنی جیب خاص سے کرتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ میں قومی خزانے پر بوجھ نہیں ڈالنا چاہتا''۔

۱۹۹۲ء دسمبر کو پنجاب یونیورسٹی نے بین الاقوامی اسلامی کالوکیم (مذاکرہ) منعقد کیا جس میں دنیا بھر سے مستشرقین کو مدعو کیا گیا تھا۔ علامہ علاؤالدین صدیقی (ف ۱۹۷۷ء) اسوقت پنجاب یونیورسٹی میں شعبہ اسلامیات کے سربراہ تھے۔ میاں افضل حسین (۱۹۷۰ء) وائس چانسلر تھے۔ ان لوگوں نے قادیانی رہنما چودھری ظفر اللہ خاں (ف ۱۹۸۵ء) کو ہیگ سے بلوایا۔ اس نے اسلامی شریعت کے موضوع پر خطاب کرنا تھا۔ مولانا کے نزدیک یہ بات قابل اعتراض تھی۔ اول چودھری ظفر اللہ خاں اسلام کی وکالت نہیں کر سکتے۔ دوسرے یہ کہ مستشرقین ہر مسئلے پر بحث کر سکتے ہیں لیکن ہمارے اصول و مسلمات دین جو طے شدہ ہیں اُن پر بحث نہیں کی جا سکتی۔ جیسے خدا ایک ہے، حضرت محمد ﷺ نبی آخر الزماں ہیں قرآن حکیم الہامی کتاب ہے۔ اور تیسرے یہ کہ جہاں مقالات کا ترجمہ انگریزی اور عربی میں کیا جائے اسکے ساتھ ساتھ یہ کام اردو میں بھی ہونا چاہیے۔ چوتھا مطالبہ یہ تھا کہ اس اجتماع میں علماء کو بھی اظہار خیال کی دعوت دی جائے۔

اس موقعہ پر مولانا نیازی کی کوششوں سے مجلس تحفظ اسلام کے نام سے ایک تنظیم بنائی گئی۔ لاہور ہوٹل میکلوڈ روڈ میں ہر مکتبہ فکر کے ایک سو علماء اکھٹے ہوئے مثلاً مولانا ابو الحسنات محمد احمد قادری (ف ۱۹۶۱ء) صاحبزادہ سید فیض الحسن (ف ۱۹۸۴ء) مولوی احمد علی لاہوری دیوبندی (ف ۱۹۶۲ء) مولوی داؤد غزنوی اہلحدیث (ف ۱۹۶۳ء) مولوی غلام غوث ہزاروی دیوبندی (۱۹۸۱ء) ماسٹر تاج الدین انصاری (ف ۱۹۷۰ء) وغیرہ۔ مولانا نیازی کو اس تنظیم کا صدر چنا گیا۔ مولانا نیازی نے علمائے کرام کی طرف سے پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہونے

والے مذاکرے میں تین طرح کے لوگ شریک ہو رہے ہیں۔

۱) غیر مسلم مستشرقین

۲) قادیانی

۳) پاکستان اور اسلامی ملکوں کی یونیورسٹیوں کے مسلمان پروفیسر

ان میں سے ہمیں صرف قادیانیوں کی شرکت پر اعتراض ہے۔ان کے علاوہ باقی سب مسلم اور غیر مسلم مستشرقین کا ہم پرجوش استقبال کریں گے اور انکی عزت افزائی کی کوشش کریں گے۔قادیانیوں پر ہمیں شدید اعتراض اس لیے ہے کہ وہ اسلام اور پاکستان کے کھلے دشمن ہیں اور دوسری نبوت کے قائل ہیں۔تحفظ ختم نبوت کی بے مثال قربانیاں بھی اسی عقیدے کے تحفظ کیلیے دی گئی تھیں۔قادیانی پاکستان کے بھی کھلے دشمن ہیں جیسا کہ حال ہی میں حکومت نے خود اُنکے متعلق انکشاف کیا ہے۔مسلمانوں کی سب مستند مذہبی جماعتیں اُن کو خارج از اسلام قرار دے چکی ہیں اور انکو اسلام اور پاکستان کے لیے شدید خطرے کی حیثیت سے دیکھتی ہیں۔اس وجہ سے ہم قادیانیوں کی شرکت کے سخت خلاف ہیں۔اسکی بڑی وجہ یہ ہے کہ اس اجتماع میں قادیانیوں کو غیر مسلم مستشرقین کی نظر میں عزت اور وقار کا مقام حاصل ہو جائے گا جس سے قادیانی اسلام اور پاکستان کے خلاف ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے۔ہم مجلس مذاکرہ کے منتظمین کی اس حرکت کیخلاف نفرت وحقارت کا اظہار کرتے ہیں کہ انہوں نے چودھری ظفر اللہ خاں کو اسلامی قانون کے شعبہ کا صدر بنایا اور اس طرح اُس کو شریعت اسلامی کا خودساختہ ترجمان بنا کر اس کو اسلام کے نمائندے کی حیثیت دی جس سے پاکستان اور اسلام دونوں کو گزند پہنچنے کا شدید خطرہ ہے۔ہم یونیورسٹی کے وائس چانسلر کی اس حرکت کے خلاف بھی شدید احتجاج کرتے ہیں۔

اس بارے میں ہمارا واضح مؤقف یہ ہے کہ ہم ظفر اللہ خاں اور دوسرے قادیانیوں کی شرکت کو ہرگز ہرگز برداشت نہیں کریں گے کیونکہ یہ اجتماع اسلامی مذاکرہ ہے اور قادیانیوں کو ہم کسی طرح مسلمانوں کے امور میں مداخلت اور اُن پر بحث وتنقید کا حق نہیں دیتے۔کیونکہ وہ اس پردے میں بھی

قادیانیت کی تبلیغ کریں گے۔جیسا کہ ہمیشہ ہوتا رہا ہے۔

مولانا نیازی نے اپنی جدوجہد کا آغاز کیا تو اخبارات میں شور مچ گیا۔مولانا نے مطالبہ کیا کہ اول تو چودھری ظفر اللہ خاں اس اجتماع میں نہ آئیں۔آئیں تو اجلاس میں شریک نہ ہوں۔شریک ہوں تو مسلمانوں کی طرف نہ بیٹھیں بلکہ غیر مسلم سکالروں کیساتھ بیٹھیں وہ اسلامی نشست کی صدارت نہیں کر سکتے۔

اس جدوجہد کا یہ اثر ہوا کہ اس مذاکرہ کے منتظمین نے مولانا اور انکے حامی علماء کو بھی دعوت نامے بھیجے لیکن مولانا کا موقف یہ تھا کہ ہمارے مطالبات کو تسلیم کیا جائے تب ہم شرکت کریں گے۔مولانا نے اس معاملے میں بہت زور ڈالا۔ہوم سیکرٹری اور گورنر پنجاب سردار عبد الرب نشتر (ف ۱۹۵۸ء) سے ملے۔پھر دھمکی دی کہ تم جانتے ہو کہ تحریک ختم نبوت کے لوگوں کیساتھ ہمارا رابطہ ابھی تک باقی ہے۔اگر ظفر اللہ خاں یونیورسٹی میں آ گیا تو ہم یونیورسٹی پر ہلہ بول دیں گے آگ لگا دیں گے۔مولانا نیازی کی ان مساعی کا اثر یہ ہوا کہ مقالات کا ترجمہ اردو میں کیا گیا یہ بھی طے ہو گیا کہ ہمارے اصول و مسلمات دین کو مستشرقین نہیں چھیڑیں گے اور ظفر اللہ خاں بھی کانفرنس میں نہیں آئیں گے۔منتظمین نے ظفر اللہ خاں کو آمد و رفت کا خرچہ چھ ہزار روپے دیا تھا ٹکٹ بھیجا تھا وہ پاکستان تو آیا لیکن کانفرنس ہال میں داخل ہونے کی جرأت نہ کر سکا۔پریس والوں نے اس سے سوال کیا کہ آپ آئے تو ہیں لیکن کانفرنس ہال کے اندر کیوں نہیں گئے؟۔اُس نے جواب دیا کہ آپ لوگوں کو پتہ ہے کہ یہاں ایجی ٹیشن ہے۔تحریک ختم نبوت پر جس شخص نے لاہور میں آگ لگا دی تھی وہ لوگوں کو بھڑکا رہا ہے۔مصلحت اسی میں ہے کہ میں نہ جاؤں۔

اس موقعہ پر علماء نے مکمل اتحاد و یکجہتی کا ثبوت دیا تھا۔مولانا نیازی کی ولولہ انگیز قیادت میں علماء نے سر دھڑ کی بازی لگا دی اور یوں اسلام دشمن اور نام نہاد منکرین کی سازشیں ناکام ہو گئیں۔جب بھی علماء کرام جمع ہوئے مسئلہ مشترکہ ہوا اور مولانا نیازی جیسا نہ بکنے والا قائد بنا تو پھر بات بن گئی۔۱۹۷۴ء

میں دوبارہ اور فیصلہ کن تحریک ختم نبوت چلی تو مولانا نیازی ایکبار پھر سر بکف ہو کر میدانِ عمل میں اترے۔اپوزیشن کی تمام دینی وسیاسی جماعتوں پر مشتمل آل پاکستان مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی تشکیل ہوئی تو آپ کو مرکزی نائب صدر منتخب کیا گیا۔آپ نے ملک گیر دورے فرما کر قادیانی مکروفریب کے جال کو تار تار کر کے مسلمانوں کے دلوں میں عشق رسول ﷺ اور تحفظ ناموس رسالت کے جذبے کی شمع فروزاں کی اور مقام مصطفےٰ ﷺ کے کعبے کو گرانے والے ابرہہ کی جماعت کو یہ بتادیا کہ غلامان محمد ﷺ اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک کہ دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا نہ ہو جائے۔

۹ جون ۱۹۷۴ء کو ملک کی اٹھارہ دینی وسیاسی جماعتوں کا ایک مشترکہ اجلاس لاہور میں منعقد ہوا جس میں متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا گیا کہ اگر حکومت نے مجلس عمل کے مطالبات جمعرات ۱۳ جون تک تسلیم نہ کیے تو ۱۴ جون بروز جمعۃ المبارک ملک گیر ہڑتال کی جائے گی۔یہ کنونشن صبح ۱۰ بجے سے ۳ بجے سہ پہر تک جاری رہا۔بعد میں مولانا نیازی نے ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کنونشن کے فیصلوں کا اعلان کیا۔انہوں نے کہا کہ کنونشن میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ صدر اور وزیر اعظم کے حلف کو پیش نظر رکھتے ہوئے قادیانی فرقہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر قادیانیوں کو کلیدی آسامیوں سے فوراً ہٹائے کیونکہ ختم نبوت کے نام پر قائم کردہ ملک میں ختم نبوت کے باغی آسامیوں پر فائز نہیں رہ سکتے۔

مولانا نیازی نے اپنی پریس کانفرنس میں بتایا کہ کنونشن نے مطالبہ کیا ہے کہ حکومت کو اس امر کا موقعہ نہ دیا جائے کہ وہ کہے کہ مجلس عمل اپنے مطالبات منوانے کیلئے تشدد پر اتر آتی ہے۔مولانا نے حکومت کو متنبہ کیا کہ اگر ہمارے جائز مطالبات تسلیم نہ کئے گئے تو حکومت کو بھی باغیان ختم نبوت کے زمرہ میں شمار کیا جائے گا اور اُس وقت ہم حکومت کے کسی حکم کو ماننے کے پابند نہ ہوں گے۔مولانا نے کہا کہ کنونشن میں یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ سر دست ہمارا تصادم حکومت سے نہیں ہے یہ تو قادیانی جماعت خود ہم سے الجھ پڑی ہے اور ربوہ سٹیشن پر جو بربیت اور درندگی کا مظاہرہ ہوا ہے اُسکے نتیجے میں از خود عمل کے طور پر کاروائی ہوئی ہے۔انہوں نے کہا کہ جس علاقہ میں بھی جانی نقصان ہوا ہے وہاں پہل قادیانیوں ہی نے

کی ہے۔ہم چاہتے ہیں کہ یہ جھگڑا ہمیشہ کیلئے ختم ہو جائے کیونکہ یہ ملک توحید اور ختم نبوت کے نظریہ پر حاصل کیا گیا ہے اور ختم نبوت پر ایمان دستور کا حصہ ہے اس لیے کسی شخص فرقہ اور گروہ کو یہ اجازت نہ دی جائے کہ وہ نظریہ پاکستان یا عقیدہ توحید کی مخالفت کرے اور اکثریت کی دل آزاری کرے۔قادیانی روز ازل ہی سے پاکستان کیخلاف ہیں اور انہوں نے علاقہ قادیان کو الگ یونٹ بنوانے کیلئے گورداسپور کو اقلیت میں بدل دیا اور پٹھان کوٹ سے کشمیر کا راستہ بھارت کو دے دیا۔قادیانی آج بھی کہتے ہیں کہ بھارت اور پاکستان ایک ہو جائیں۔مرزا بشیر الدین محمود کو ربوہ میں امانتاً دفن کیا گیا ہے اور اس کی وصیت ہے کہ اسے قادیان میں دفن کیا جائے۔

مولانا نیازی نے مزید کہا کہ موتمر عالم اسلامی کے اجلاس مکہ میں ۱۰۰ ممالک کے نمائندوں نے مطالبہ کیا تھا کہ قادیانیوں کو کافر قرار دیا جائے لیکن اگر اہل اسلام حکومت سے مطالبہ کریں کہ صدر اور وزیر اعظم کے حلف کے تحفظ کی خاطر قادیانیوں کو اقلیت قرار دیا جائے تو ہمارا یہ مطالبہ مذہبی جنون یا ملائیت کی تنگ نظری نہیں۔ہمارے سامنے اس ضمن میں چینی اور روسی کمیونسٹوں کی مثال موجود ہے۔مولانا نیازی نے ظفر اللہ خاں کی حالیہ پریس کانفرنس کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ وہ حکومت پاکستان کی عدلیہ اور انتظامیہ سے بالا بالا ایک داخلی مسئلہ کے ضمن میں عالمی رائے عامہ کو مداخلت کی دعوت دے رہا ہے اور یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ وہ ایک بین الاقوامی گروہ ہے ان حالات میں ایسے گروہ کو جسکی وفاداری بھی مشکوک ہے کنونشن یہ مطالبات کرنے میں حق بجانب ہے۔

تحریک ختم نبوت کے سلسلہ میں مولانا نیازی کو جن مصائب و آلام سے دوچار ہونا پڑا اخبارات کی فائلیں اُن کی شاہد عادل ہیں۔مولانا نے اپنی علالت بڑھاپے اور حکومت کی ستم رانیوں کی بالکل پرواہ نہیں کی۔مسلم مسجد بیرون لوہاری گیٹ لاہور میں مولانا نے خطبہ جمعۃ المبارک دیتے ہوئے قادیانیت کی دھجیاں بکھیر دیں۔اسکے بعد آپ نے مسجد وزیر خاں میں اپنے ساتھیوں سمیت گرفتاریاں پیش کرنا تھیں مگر جب مولانا مسلم مسجد سے واپس اپنے گھر تشریف لے گئے تو حنیف رامے وزیر اعلیٰ پنجاب کے ایماء

پر آپکو گرفتار کرلیا گیا اور نماز عشاء کے بعد رہا کر دیا گیا۔اس تحریک کے دوران مولانا نیازی نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں ایک خط لکھا جو اپنے دوست الحاج چودھری فتح محمد بٹالوی کے ہاتھ شیخ غلام رسول المعروف بلیانوالے (ف ۱۹۸۶ء) جو مسجد نبوی میں جاروب کش تھے کو پہنچایا۔اُس خط میں یہ لکھا تھا کہ حضور سید عالم ﷺ کی بارگاہ بیکس پناہ میں سلام عرض کریں اور پھر درخواست کریں کہ آپ نے ڈیوٹی سخت لگادی ہے۔بڑی مشکلات ہیں، رکاوٹیں ہیں، سازو سامان نہیں ہے۔آپ ﷺ توجہ فرمائیں کہ وسائل پیدا ہوں اور روکاوٹیں دور ہوں۔جب یہ خط بابا غلام رسول کو پہنچا اور انھیں بتایا گیا کہ یہ خط مولانا عبد الستارخان نیازی نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں ارسال کیا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ نیازی طرّے والا میں اُسکو جانتا ہوں۔میں نے اسے پچھلے سال حج کے موقع پر دیکھا تھا۔آپ مجھے خط دے دیں رات کو میں حضور اقدس ﷺ کے دربار میں عرض کروں گا۔صبح کو جواب لے لینا۔پھر جواب آیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ! ''رکاوٹیں دور ہوں جائیں گی غیب سے سامان پیدا ہو جائے گا''۔اور پھر واقعی غیب سے سامان پیدا ہو گیا،مرزائیت کا مسئلہ حل ہو گیا تحریک ختم نبوت کامیابی سے ہمکنار ہو گئی۔یکم ستمبر ۱۹۷۴ء کو حضرت اورنگزیب رحمۃ اللہ علیہ کی بنا کردہ مسجد بادشاہی مسجد لاہور میں مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام تاریخی جلسہ سے خطاب کرکے آپ نے تحریک کو فیصلہ کن مراحل میں داخل کر دیا ۔بالآخر آپ کی کوششیں رنگ لائیں اور ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر قادیانی تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی اور یوں حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی پورا ہو گیا۔

مولانا نیازی نے اپنی چلائی ہوئی تحریک کو اپنی زندگی ہی میں کامیاب اور بارآور دیکھ کر بارگاہِ ایزدی میں سجدہ شکرادا کیا اور دربار مصطفےٰ ﷺ میں اشکوں کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے عرض گزار ہوئے کہ!

''یارسول اللہ ﷺ میں نے مقام مصطفےٰ ﷺ کے تحفظ کی خاطر تن من دھن کی بازی لگادی تھی

تختہ دار کو بھی چوما تھا اور اپنی تمام حقیر مساعی اس سلسلہ میں صرف کر دی تھیں تا کہ جھوٹے نبی کی جھوٹی نبوت کا قلع قمع ہو جائے۔یا رسول اللہ ﷺ مقام شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری ان ناچیز کاوشوں کو قبول فرما کر آپکی ختم نبوت کا جھنڈا اگاڑ دیا ہے اور جھوٹے نبی کی جھوٹی نبوت کو ہمیشہ کیلیے مردود قرار دے دیا ہے۔لیکن پھر بھی آپ کی غلامی کا احسن طریقے سے حق ادا نہ کر سکا۔

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔

میں اپنی اس کوتاہی، سستی اور غفلت پر شرمندہ اور پشیمان ہوں۔یا رسول اللہ ﷺ میری لاج رکھ لیجئے۔

کردہ خویش حیرانم، سیاہ شدروز عصیام

پشیمانم، پشیمانم، یا رسول اللہ ﷺ

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

7ستمبر قادیانیوں کی شکست کا دن

مولانا محمد شہزاد قادری ترابی

قادیانیوں اور مسلمانوں کے درمیان اختلاف کا آغاز بیسویں صدی کی ابتداء سے ہوا۔ انیسویں صدی کے اختتام تک اگر چہ مرزا غلام احمد قادیانی مختلف قسم کے دعوے کرتا رہتا تھا جن کی بنا پر مسلمانوں میں قادیانیوں کے خلاف بے چینی پیدا ہو چکی تھی۔ مگر اسوقت تک مرزا غلام احمد قادیانی نے کوئی ایک صریح دعویٰ نہیں کیا تھا۔

مگر ۱۹۰۲ء میں یہود و نصاریٰ کی سرپرستی سے مرزا غلام قادیانی سے صریح نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ دعویٰ کرنے کے بعد برٹش حکومت نے اس خبیث کے جھوٹے دعوؤں کو خوب پانی دے کر مضبوط کیا جس کی وجہ سے عام مسلمانوں اور قادیانیوں کے درمیان اختلافات شدید ہو گئے۔

پوری اُمت مسلمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضور ﷺ آخری نبی ہیں اور جو اسکا انکار کرے وہ کافر ہے۔

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ	محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ
وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ط	نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب
وَکَانَ اللّٰهُ بِکُلِّ شَیْءٍ	نبیوں کے پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا
عَلِیْمًا (الاحزاب:۴۰)	ہے۔

اس آیت مبارکہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ خاتم النبیین یعنی آخری نبی اور نبوت کے سلسلے کے ختم ہونے پر مہر ہیں۔

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک حضور ﷺ نے فرمایا! مجھے تمام انبیاء علیہم السلام پر چھ باتوں میں فضیلت دی گئی ہے ایک تو یہ کہ مجھے جوامع الکلم عطا کیے گئے ہیں دوسرے یہ کہ رعب دیا گیا ہے تیسرے یہ کہ میرے لیے مال غنیمت حلال کر دیا گیا اور زمین میرے لیے پاک اور سجدہ گاہ بنائی گئی اور میں تمام مخلوقات کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا اور ختم کی گئی مجھ پر نبوت۔ (بحوالہ مسلم شریف)

حضور ﷺ کے خاتم النبیین ہونے پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اجماع:

قرآن و حدیث کے بعد شریعت اسلامی میں تیسرا اہم درجہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اجماع ہے۔ یہ بات معتبر دلیلوں اور تاریخی ثبوت سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد جن دجالوں نے نبوت کا دعویٰ کیا اور جن لوگوں نے ان کے جھوٹے دعوؤں کو تسلیم کیا ان سب کے خلاف صحابہ کرام علیہم الرضوان نے علم جہاد بلند کیا۔

اس سلسلے میں خصوصیت کیساتھ مردود اعظم مسیلمہ کذاب کا معاملہ قابل ذکر ہے۔ مسیلمہ کذاب صرف حضور ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا منکر نہ تھا بلکہ اس نے حضور ﷺ کے وصال سے پہلے جو خط آپ ﷺ کو لکھا تھا اس کے الفاظ کچھ اس طرح تھے!

''مسیلمہ رسول اللہ (معاذ اللہ) کی طرف سے محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف۔ آپ ﷺ پر سلام ہو آپ ﷺ کو معلوم ہو کہ میں آپ ﷺ کیساتھ نبوت کے کام میں شریک کیا گیا ہوں۔ معاذ اللہ (بحوالہ طبری ج ۲ ص ۳۹۹ مطبوعہ مصر)

اسکے علاوہ مورخ طبری نے یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ مسیلمہ کے ہاں جو اذان دی جاتی تھی اس میں اشھد ان محمد الرسول اللہ کے الفاظ بھی کہے جاتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔ مسیلمہ کذاب کی ایک لاکھ فوج سے صرف دس ہزار مسلمانوں نے جنگ کی۔ اور تمام صحابہ علیہم الرضوان نے اسے کذاب کہا اسلیے کہ حضور کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوسکتا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ نزول نبی کی حیثیت سے نہیں ہوگا۔ نہ ان پر وحی نازل ہوگی نہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی نیا پیغام یا نئے احکام لائیں گے نہ وہ شریعت مصطفیٰ ﷺ میں کوئی اضافہ یا کمی کریں گے نہ ان کو تجدید دین کیلیے دنیا میں لایا جائے گا نہ وہ آ کر لوگوں کو اپنے اوپر ایمان لانے کی دعوت دیں گے اور نہ وہ اپنے ماننے والوں کی ایک الگ اُمت بنائیں گے۔ وہ صرف اس کار خاص کے لیے بھیجے جائیں گے اور وہ یہ ہوگا کہ دجال کے فتنے کا خاتمہ کردیں۔ اسکام کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسے طریقے سے نازل ہوں گے کہ جن مسلمانوں کے درمیان انکا نزول ہوگا انہیں اس امر میں کوئی شک نہیں رہے گا کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جو حضور ﷺ کی بشارت کے مطابق ٹھیک وقت پر تشریف لائے ہیں۔ وہ آ کر مسلمانوں کی جماعت میں شامل ہو جائیں گے جو بھی اس وقت مسلمانوں کے امام ہوں گے اسکی اقتداء میں نماز پڑھیں گے تا کہ اس شک کی کوئی ادنیٰ سی گنجائش بھی نہ رہے کہ وہ اپنی سابق پیغمبرانہ حیثیت کی طرح اب پھر پیغمبری کے فرائض انجام دینے کیلیے واپس آئے ہیں۔ ان سب باتوں کی بناء پر ان کی آمد سے مہر نبوت کے ٹوٹنے کا قطعاً کوئی سوال پیدا نہ ہوگا۔

مرزا کو جو نبی نہ مانے وہ کافر ہے۔ (معاذ اللہ)

جب علماء اہلسنت نے قادیانیوں کو کافر قرار دینے کی تحریک اٹھائی تو قومی اسمبلی کے ایک رکن نے علماء اہلسنت سے کہا کہ آپ کیوں قادیانیوں کے پیچھے پڑے ہیں تو اس وقت کے رکن قومی اسمبلی حضرت علامہ عبد المصطفیٰ الازہری اعظمی رحمۃ اللہ علیہ وہاں پر موجود تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ٹھہر جاؤ ابھی فیصلہ ہو جائے گا۔ علامہ الازہری نے

قادیانیوں کے ذمہ دار شخص کو بلوایا اور اس سے پوچھا کہ اگر کوئی مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی نہ مانے تو آپ اسکو کیا کہیں گے؟ قادیانی نے جواب دیا کہ ہم اس کو کافر مانتے ہیں یہ سن کر قومی اسمبلی کے رکن جو یہ کہہ رہے تھے کہ آپ قادیانیوں کے پیچھے کیوں پڑے ہیں؟ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ تو ہم سب کو کافر کہہ رہا ہے۔ الغرض یہ ثابت ہوا کہ جو شخص مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی نہ مانے وہ قادیانیوں کے نزدیک کافر ہے۔

قادیانیوں کے خلاف سب سے پہلے کفر کا فتویٰ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا الشاہ احمد رضا خان صاحب فاضل بریلی رحمۃ اللہ علیہ نے دیا جسکی تمام علماء کرام اور مفتیان کرام نے تائید کی۔

غیر مسلم اقلیت:

علماء اہلسنت خصوصاً علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی صاحب، علامہ عبد المصطفیٰ الازہری، حضرت علامہ عبد الستار خان نیازی، حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری کی دن رات محنتوں سے آخر کار حکومت پاکستان نے 7 ستمبر 1974ء کے مبارک دن قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

تحفظ ختم نبوت اور امام احمد رضا

محمد احمد حسن قادری

حضور نبی کریم سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا آخری نبی اور رسول ماننے کو عقیدہ ختم نبوت کہتے ہیں۔عقیدہ ختم نبوت ہمارے دین کی اساس اور ہمارے ایمان کی جان ہے عقیدہ ختم نبوت کی حقانیت پر سینکڑوں آیات قرآن مجید اور سینکڑوں احادیث رسول کریم ﷺ موجود ہیں عقیدہ ختم نبوت ملت اسلامیہ کا اجتماعی متفقہ عقیدہ ہے رسول اللہ ﷺ کے دور سے لیکر آج تک ہر دور میں ملت اسلامیہ نے اس عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ کیا خواہ انہیں کتنا ہی جانی ومالی نقصان برداشت کرنا پڑا۔

زمانہ قریب میں انگریزوں نے ایک شخص مرزا غلام احمد قادیانی سے دعویٰ نبوت کروایا تاکہ اُمت محمدیہ کا رخ حجاز مقدس سے موڑ کر ہندوستان کی طرف کیا جائے۔اس کے نتیجہ میں ہماری حکومت انگریزی برقرار رہے گی مرزا غلام احمد قادیانی نے دعویٰ نبوت کے علاوہ متعدد دعاوی کیے مثلاً محدث، مفسر، عالم، مناظر، مسیح موعود، مثیل مسیح موعود، امام مہدی، ظلی نبی، بروزی نبی، تشریعی نبی، غیر تشریعی نبی، ابن مریم وغیرہم مگر ان متعدد دعوؤں کیساتھ ساتھ جو سب سے بڑا دعویٰ کیا جسے اُمت محمدیہ گستاخی رسول گردانتے ہیں وہ مرزا قادیانی کا دعویٰ محمد، نبی و رسول ہونے کا ہے۔چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی اپنی کتاب ایک غلطی کا ازالہ، روحانی خزائن ج ۱۸ ص ۲۱۱ پر لکھتا ہے کہ!"میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی ہوں یعنی بھیجا گیا بھی اور خدا سے غیب کی خبر پانے والا بھی"۔مرزا قادیانی اپنی دوسری کتاب حقیقۃ الوحی تتمہ ص ۵۰۲ پر لکھتا ہے!"خدا تعالیٰ نے آج سے چھبیس برس پہلے میرا نام براہین احمدیہ میں محمد اور احمد رکھا ہے اور آنحضرت ﷺ کا بروز قرار دیا ہے"۔(استغفر اللہ)

جب مرزا قادیانی کا فتنہ نمودار ہوا تو امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رہبر ملت حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے دین اسلام کے تحفظ عظمت مصطفیٰ ﷺ اور مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ اور گستاخ رسول مرزا غلام احمد قادیانی اور اُس کے ماننے والوں کی تردید میں رسائل اور کتابیں تصنیف فرمائیں۔متعدد فتاویٰ جاری کیے اور قرآن وسنت اور احادیث رسول ﷺ سے دلائل دے کر ثابت کیا کہ حضور نبی کریم سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ آخری نبی اور رسول ہیں مرزا غلام احمد قادیانی گستاخ رسول، مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس فتنے کو روکنے کے لیے اور تحفظ ختم نبوت سے متعلق ملت اسلامیہ کی آگاہی کیلیے جو خدمات سرانجام دیں اُن خدمات کو اگر مکمل تحریر کریں تو ایک مکمل کتاب بنتی ہے۔مگر ہم یہاں درج ذیل

سطور میں امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر تعارف اور آپ کی تصانیف کا مختصر تعارف تحریر کریں گے۔رب کریم عزوجل بطفیل نبی کریم ﷺ ہمیں اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تحفظ ختم نبوت کا فریضہ سرانجام دینے کی توفیق مزید عطا فرمائے آمین۔(بجاہ خاتم النبیین ﷺ)

امام احمد رضا بریلوی کا تعارف:

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ محتاج تعارف نہیں۔آپ چودھویں صدی کے وہ عظیم عالم اور دنیائے اسلام کے نامور مفتی اور محدث ہیں جنہوں نے اپنی تمام زندگی عقائد اسلامیہ کے دفاع کا پہرہ دیتے ہوئے گزاری آپ ہندوستان کے علماء میں ایک ممتاز اور منفرد حیثیت رکھتے ہیں آپ نسباً پٹھان مسلکاً حنفی مشرباً قادری تھے۔اپنی تصانیف اور نعت گوئی کی وجہ سے ہندوستان کے مسلمانوں میں بالعموم اور اہل سنت بریلوی مکتبہ فکر میں خصوصاً انتہائی مقبول ومعروف ہیں۔آپ کا خاندان ایک علمی خاندان ہے جس میں آپ کے والد محترم مولانا نقی علی خان اور جد امجد مولانا رضا علی خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم بڑے عالم اور صاحب تصنیف بزرگ تھے۔آپ کی ولادت ۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ/ جون ۱۸۵۶ء کو بریلی (اُترپردیش بھارت) میں ہوئی جد امجد نے آپ کا نام احمد رضا رکھا۔مولوی احمد رضا عبد المصطفیٰ کا اضافہ آپ نے خود کیا۔بڑے اچھے شاعر تھے رضا تخلص کرتے تھے۔معتقدین آپ کو اعلیٰ حضرت اور فاضل بریلوی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔(اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۱۰ ص ۲۷۸ بحوالہ محاسبہ قادیانیت مصنف پروفیسر خالد شبیر احمد احراری دیوبندی)

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۱۲ء میں قرآن مجید کا اردو زبان میں ترجمہ کیا جو معصر تراجم میں ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے آپ کے ترجمہ کا نام کنز الایمان ہے۔کنز الایمان کا معنی ہے"ایمان کا خزانہ" آپکے ترجمہ کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں محبت رسول اور ادب رسول ﷺ کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔آپ کا ترجمہ کنز الایمان پڑھ کر ملت اسلامیہ کی اکثریت کے قلوب واذہان پر محبت رسول کا اُجالا طلوع ہوا ترجمہ قرآن کے علاوہ آپ نے متعدد تصانیف تحریر فرمائیں۔آپ کی تصانیف کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہے ترجمہ قرآن کے علاوہ آپ کی فقہی مسائل کے موضوع پر مستند ومدلل تصنیف"العطاء النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ"بڑی معروف علمی تصنیف ہے بقول ڈاکٹر احمد علی!"مولانا احمد رضا کے بارے میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ شاعر مشرق نے ایک مجلس میں کہا کہ اُن کے فتاویٰ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور تھے اور پاک وہند کے نابغہ روزگار فقیہہ تھے۔(اردو دائرہ معاف اسلامیہ ج ۱۰ ص ۲۷۸)

فتاویٰ رضویہ ضخیم بارہ جلدوں پر مشتمل ہے اب اس کا جدید ایڈیشن شائع ہو گیا ہے جدید ایڈیشن میں عربی اور فارسی عبارات کا اردو ترجمہ بھی تحریر کیا گیا ہے اس طرح فتاویٰ رضویہ کی ۳۳ جلدیں تیار ہوئی ہیں۔فتاویٰ رضویہ کے اکثر و بیشتر فتاویٰ دلائل و براہین کا انبار لئے ہوئے ہیں علاوہ ازیں جدید مسائل کا حل قرآن وحدیث اور قواعد فقہ کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔آپ کا وصال ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء بروز جمعہ کو ہوا۔امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات جلیلہ میں سے ترجمہ قرآن کنز الایمان اور فتاویٰ رضویہ کا مختصر تعارف درج بالا سطور میں کیا ہے آپکا نعتیہ دیوان حدائق بخشش نعتیہ کتب میں ایک خاص مقام رکھتا ہے۔اب آیئے ہم امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحفظ ختم نبوت کے موضوع پر خدمات کا جائزہ تحریر کریں۔

تحفظ ختم نبوت اور امام احمد رضا بریلوی:

مرزائیت موجودہ صدی میں اسلام کے خلاف وہ خوفناک سازش ہے جو ملت اسلامیہ کے لیے کینسر کی حیثیت رکھتی ہے مرزائیت عقیدہ ختم نبوت کے انکار کرنیوالوں کا وہ گروہ ہے جو اسلام کے خلاف مسلسل سازشوں میں مصروف ہے۔امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ختم نبوت کے تحفظ اور فتنہ مرزائیت کے رد میں متعدد فتاویٰ تحریر کیے جو آپ کی تصانیف میں بکثرت موجود ہیں ان فتاویٰ کے علاوہ آپ نے متعدد رسائل وکتب بھی ختم نبوت کے دفاع میں تصنیف فرمائی درج ذیل سطور میں ہم آپ کی تصانیف کا مختصر تعارف تحریر کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

۱۔جزاء اللہ عدوہ باباۂ ختم النبوۃ:

فاضل بریلوی اپنی اس تصنیف مبارکہ کا تعارف خود کراتے ہوئے فرماتے ہیں!''اللہ عزوجل ورسول ﷺ نے مطلقاً نفی نبوت تازہ فرمائی۔شریعت جدیدہ وغیرہا کی کوئی قید کہیں نہ لگائی اور صراحةً خاتم بمعنی آخر بتایا۔متواتر حدیثوں میں اسکا بیان آیا اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے اب تک تمام اُمت مرحومہ نے اس معنی ظاہر ومتبادر وعموم واستغراق حقیقی تام پر اجماع کیا(کہ حضور ﷺ)تمام انبیاء کے خاتم ہیں اور اسی بناء پر سلفاً وخلفاً ائمہ و مذاہب نے نبی ﷺ کے بعد ہر مدعی نبوت کو کافر کہا۔کتب احادیث وتفسیر وعقائد وفقہ انکے بیانوں سے گونج رہی ہیں۔فقیر غفرلہ المولیٰ القدیر نے اپنی کتاب جزاءاللہ عدوہ باباۂ ختم النبوۃ ۱۳۱۷ھ(دشمن خدا کے ختم نبوت کا انکار کرنے پر خدائی جزاء)میں اس مطلب ایمانی پر صحاح وسنن ومسانید ومعاجیم وجوامع سے ایک سو بیس حدیثیں اور تکفیر منکر پر ارشادات ائمہ وعلمائے قدیم وحدیث وکتب وعقائد واصول فقہ وحدیث سے تیس نصوص ذکر کیے۔واللہ الحمد(انوار رضا ص ۵۱۲ ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور)

درج بالا کتاب میں احادیث ختم نبوت کو ایک جگہ اکٹھا کر کے ختم نبوت کی حقانیت کو واضح کیا گیا ہے۔یہ کتاب ۱۳۱۷ھ کو پہلی بار مطبع اہل سنت و جماعت بریلی شریف سے اور آخری ایڈیشن (تا حال) مکتبہ نبویہ سے شائع ہوا علاوہ ازیں یہ کتاب متعدد بار شائع ہو چکی ہے اُمت مسلمہ کی رہنمائی کیلیے یہ پہلی کتاب ہے جس میں سب سے پہلے احادیث ختم نبوت کو اکٹھا کیا گیا ہے۔

۲۔السوء والعقاب علی مسیح الکذاب:

یہ کتاب ۱۳۲۰ھ میں ایک سوال کے جواب میں تحریر کی گئی تھی کہ ایک مسلمان مرزائی ہو جائے تو کیا اسکی بیوی اُسکے نکاح سے نکل جائے گی؟

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا قادیانی کے دس کفریات تحریر کر کے مرزا قادیانی اور مرزائیوں کا کفر ثابت کیا اور احادیث رسول ﷺ اور دلائل شرعیہ سے ثابت کیا کہ سُنّی عورت کا نکاح باطل ہو گیا وہ اپنے کافر مرتد شوہر سے فوراً علیحدہ ہو جائے۔

۳۔المبین ختم النبین ﷺ:

یہ کتاب ۱۳۲۶ء میں تصنیف فرمائی خاتم النبین ﷺ میں لفظ النبین پر جو الف لام ہے وہ استغراق کا ہے یا عہد خارجی کا؟ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل کثیرہ سے ثابت کیا کہ اس پر الف لام استغراق کا ہے اور اسکا منکر کافر ہے۔

٤۔قہر الدیان علی مرتد بقادیان:

یہ تصنیف ۱۳۲۳ء میں تحریر فرمائی اس میں جھوٹے مسیح مرزا قادیانی کے شیطانی الہاموں اسکی کتابوں کے کفریہ اقوال اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اور اُنکی والدہ محترمہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی پاکی وطہارت اور اُنکی عظمت کو اجاگر کیا ہے۔

۵۔الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی:

یہ کتاب ۱۳۴۰ء کو تحریر فرمائی اس کتاب میں قادیانیوں کے عقیدہ وفات عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے رد میں دلائل شرعیہ تصنیف فرمائے۔دلائل شرعیہ کے علاوہ اس بات کو واضح کیا کہ مرزائی حیات عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا مسئلہ اٹھاتے کیوں ہیں؟ امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں! ''مرزا غلام قادیانی کے ظاہر و باہر کفریات پر پردہ ڈالنے کیلیے قادیانی ایک ایسے مسئلے میں الجھانے کی کوشش کرتے ہیں جس میں اختلاف قدرے آسان ہے پھر بھی یہ مسئلہ ان

کیلئے مفید نہیں۔پھر سات وجوہ سے ثابت کیا کہ یہ مسئلہ قادیانیوں کے لیے دلیل نہیں یہ کتاب آپ کی زندگی کی آخری تصنیف ہے۔

درج بالا کتب کے علاوہ "حسام الحرمین" تصنیف فرمائی اور آپکے صاحبزادے مولانا حامد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلہ حیات مسیح عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی حقانیت اور منکرین کی تردید کیلئے کتاب "الصارم الربانی علی اسراف القادیانی" تحریر فرمائی۔(آپکے چھوٹے صاحبزادے مفتی اعظم ہند حضرت علامہ شاہ مصطفیٰ رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے "قہر یقین بر ختم نبیین" تحریر فرمائی۔(ظفر سلطانی)علامہ فضل رسول بدایونی کی تصنیف "المعتقد المنتقد" پر حواشی لگانے اور باطل فرقوں کا رد تحریر کیا اُن میں سرفہرست مرزائیوں کا ذکر بھی تحریر کیا۔

الحاصل:

درج بالا سطور جو ایک ادنیٰ سے طالب علم کی سادہ سی تحریر ہے ان سطور کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحفظ عقیدہ ختم نبوت اور رد فتنہ انکار ختم نبوت بالخصوص فتنہ قادیانیت کی سرکوبی میں مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت سے لیکر اپنے وصال تک کم و بیش ۳۶ سال تک جہاد ختم نبوت کا فریضہ سرانجام دیا۔آپ نے مرزائیوں کے رد میں پہلی کتاب ۱۸۸۴ء میں تصنیف فرمائی اور آخری کتاب ۱۹۲۰ء میں تحریر کی امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ عظمت مصطفیٰ، ناموس رسالت ﷺ اور عقیدہ ختم نبوت کی پاسداری اور گستاخانِ رسول عربی ﷺ کی سرکوبی کیلئے ساری زندگی سرگرم عمل رہے آپکی تصانیف آپکے فتاویٰ آج بھی ملت اسلامیہ کے ایمان کے تحفظ اور دشمنانِ اسلام کی پہچان کیلئے رہنمائی فرماتے ہیں۔اب یہ رسائل و کتب اور فتاویٰ جات (تقریباً اکثر) آپ کی تصنیف "العطایہ النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ" جدید کی جلد ۱۵ میں اکٹھے کردیئے گئے ہیں اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے عظیم امام اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تحفظ ختم نبوت کا فریضہ سرانجام دیں رب عزوجل نبی کریم ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے ہم سب کو تحفظ ختم نبوت کا مقدس کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین!۔اور ہمیں دامن مصطفیٰ ﷺ سے وابستہ رکھے آمین بجاہ خاتم النبیین ﷺ۔

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

تحفظ عقیدہ ختم نبوت اور

امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ محمد مسعود رضوی

ولادت باسعادت: ۱۴جون ۱۸۵۶ء بمطابق ۱۰شوال المکرم ۱۲۷۲ھ۔

وصال: نومبر ۱۹۲۱ء بمطابق ۲۵صفر المظفر ۱۳۴۰ھ۔

ابتدائے آفرینش سے سنت الٰہیہ چلی آرہی ہے کہ جب بھی اس خاکدان گیتی پر کفروشرک کی گھنگھور گھٹا چھائی۔ الحادو بے دینی کا دور دورہ ہوا تو اس نے اپنے ایسے مقرب اور برگزیدہ بندوں کو مبعوث فرمایا جنہوں نے کفرو شرک کی دھجیاں اڑادیں اور الحادو بے دینی کی جگہ کلمۂ توحید بلند فرما کر ظلمت کدہ عالم کو بقعہ نور بنادیا۔

انبیاء وصحابہ کرام کے بعد انہی عظیم ہستیوں میں ایک نام مجدد دین وملت، کشتۂ عشق رسالت، اسلام کے سرگرم مبلغ و بے باک ترجمان الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ رحمۃ الرحمٰن کا بھی ہے۔ مجدد اعظم دنیائے اہل سنت کے بطل عظیم اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو ایک مجاہد پیکر، مصلح اُمت مجدد ملت اور اہل باطل کے لیے باعث قہر وغضب کی حیثیت سے کون نہیں جانتا اور یہ حقیقت بھی ہے کہ آپ کی حیات طیبہ میں اصلاح وتجدید دین اور احقاق حق، ابطال باطل کا عنصر جتنا نمایاں ہے اسکی نظیر نہیں ملتی۔

اعلیٰحضرت کا قلم جہاں بے عیب خدا پر کذب کے معنی درست قرار دینے والوں کیلئے شمشیر بے نیام بنا۔ جہاں شاتمان نبوت کیلئے ذوالفقار حیدری بن کر ٹوٹا۔ جہاں عمائدین اسلام اور بزرگان دین کی عقیدت کے جلتے چراغ بجھانے کی ناپاک تمنا کرنے والوں پر برق صاعقہ بن کر چمکا وہاں اس عقیدہ ختم نبوت کا انکار کرنے والوں کی چالاکیوں کے پردوں کو بھی چاک کیا۔ اس فتنے کے سینے میں اس بطل جلیل کا قلم حق اسلام کی شمشیر بن کر اتر گیا اور اس کے مقابلے میں اسکی زبان حق ترجمان اسلام واسلامیوں کیلئے سپر بن گئی۔

وہ رضا کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

اور

کلک رضا ہے خنجر خونخوار برق بار اعداء سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں! (مرزائیوں کے احکام بیان فرماتے ہوئے)

''قادیانی مرتد، منافق ہیں۔ مرتد منافق وہ کہ کلمہ اسلام اب بھی پڑھتا ہے اپنے کو مسلمان ہی کہتا ہے اور پھر اللہ عزوجل یا رسول اللہ ﷺ یا کسی نبی کی توہین کرتا ہے۔ یا ضرورت دین میں سے کسی شے کا منکر ہے۔ قادیانی کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔ قادیانی کو زکوۃ دینا حرام ہے اور اگر ان کو زکوۃ دے تو ادا نہ ہوگی۔ قادیانی کا ذبیحہ محض نجس و مردار قطعی ہے۔ مسلمانوں کے بائیکاٹ کے سبب قادیانی کو مظلوم سمجھنے والا اور اس سے میل جول چھوڑنے کو ظلم و ناحق سمجھنے والا اسلام سے خارج ہے''۔

استفتاء اور اسکا جواب:

''ڈیرہ غازی خان سے ۱۳۳۹ھ میں عبد الغفور صاحب نے ایک استفتاء بھیجا کہ ایک مرزائی قادیانی کا سوال ہے کہ ابن ماجہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا! ''ہر صدی کے بعد مجدد ضرور آئے گا'' مرزا صاحب مجدد وقت ہیں یہی لاہوری پارٹی کا موقف ہے''۔

اس کے جواب میں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا!

''مجدد کا کم از کم مسلمان ہونا تو ضروری ہے۔ اور قادیانی کافر و مرتد ایسا کہ تمام علمائے حرمین شریفین نے یہ تحریر فرمایا کہ! ''من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر'' جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر۔ لیڈر بننے والوں کی ایک ناپاک پارٹی قائم ہوئی ہے جو گاندھی مشرک کو رہبر و دین کا امام و پیشوا مانتے ہیں۔ گاندھی پیشوا ہوسکتا ہے نہ مجدد''۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۲۴ھ میں ایک استفتاء مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کے علماء کی خدمت میں بھجوایا۔ جس میں چند عبارات کے بارے میں سوال تھا کہ یہ کفر ہیں یا نہیں؟ اور ان کے قائل پر بحکم شریعت کفر کا حکم ہے یا نہیں؟ ان میں سرفہرست مرزائیوں کا ذکر تھا۔ اس استفتاء کے جواب میں حرمین شریفین کے علماء نے بالاتفاق مرزائیوں اور مرزائی نوازوں کی تکفیر کی۔ اسکے علاوہ امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے عقیدہ ختم نبوت اور رد مرزائیت میں مستقل رسائل بھی قلمبند فرمائے۔ جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

۱) جزاء اللہ عدوہ:

اس شاہکار تصنیف کا تعارف خود مجدد ملت کی زبانی آپ فرماتے ہیں!

فاضل بریلوی اپنی اس تصنیف مبارکہ کا تعارف خود کراتے ہوئے فرماتے ہیں! ''اللہ عزوجل و رسول ﷺ نے مطلقاً نفی نبوت تازہ فرمائی۔ شریعت جدیدہ وغیرہا کی کوئی قید کہیں نہ لگائی اور صراحۃ خاتم بمعنی آخر بتایا

۔متواتر حدیثوں میں اسکا بیان آیا اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے اب تک تمام اُمت مرحومہ نے اس معنی ظاہر ومتبادر وعموم واستغراق حقیقی تام پر اجماع کیا (کہ حضور ﷺ) تمام انبیاء کے خاتم ہیں اور اسی بناء پر سلفاً وخلفاً ائمہ وذاہب نے نبی ﷺ کے بعد ہر مدعی نبوت کو کافر کہا۔ کتب احادیث وتفسیر وعقائد وفقہ انکے بیانوں سے گونج رہی ہیں۔فقیر غفرلہ المولیٰ القدیر نے اپنی کتاب جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ ۱۳۱۷ھ (دشمن خدا کے ختم نبوت کا انکار کرنے پر خدائی جزاء) میں اس مطلب ایمانی پر صحاح وسنن ومسانید ومعاجیم وجوامع سے ایک سوبیس حدیثیں اور تکفیر منکر پر ارشادات ائمہ وعلمائے قدیم وحدیث وکتب وعقائد واصول فقہ وحدیث سے تیس نصوص ذکر کیے۔ والحمد للہ۔

۲) المبین ختم النبیین:

۱۳۲۶ھ میں بہار شریف سے مولانا ابو الطاہر نبی بخش نے ایک استفتا بھیجا جس میں یہ دریافت کیا گیا تھا کہ ""خاتم النبیین"" میں بعض لوگ الف، لام عہد خارجی لیتے ہیں (یعنی حضور علیہ السلام بعض انبیاء کے خاتم ہیں) اور بعض اسے استغراقی قرار دیتے ہیں (اب مطلب یہ ہوگا کہ آپ علیہ السلام تمام انبیاء کے خاتم ہیں) ان میں سے کس کا قول صحیح ہے؟

چودھویں صدی کے نامور عالم دین اور عالم اسلام کے اس نامور مفتی نے جواب میں با قاعدہ رسالہ تحریر فرمایا!

""جو شخص لفظ خاتم النبیین میں ""النبیین"" کو اپنے عموم واستغراق پر نہ مانے بلکہ اسے کسی تخصیص کی طرف پھیرے۔اسکی بات مجنوں کی بک یا سرسامی کی بہک ہے اسے کافر کہنے سے کچھ ممانعت نہیں کہ اس نے نص قرآنی کو جھٹلایا جس کے بارے میں اُمت کا اجماع ہے کہ اس میں نہ کوئی تاویل ہے نہ تخصیص""۔

پھر خاتم النبیین میں تاویل کی راہ کھولنے والوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں!

""آج کل قادیانی بک رہا ہے کہ خاتم النبیین سے ختم شریعت جدیدہ مراد ہے اگر حضور کے بعد کوئی نبی اسی شریعت مطہرہ کا مروج اور تابع ہو کر آئے کچھ حرج نہیں۔اور وہ خبیث اپنی نبوت جمانا چاہتا ہے""۔

۳) قہر الدیان علی مرتد بقادیان:

یہ مختصر مگر انتہائی جامع رسالہ بھی امام اہل سنت کے قلم سے نکلا ہوا شاہکار ہے اس میں ختم نبوت کے منکر کلمۃ اللہ عیسیٰ علیہ السلام کے دشمن جھوٹے مسیح مرزا قادیانی کے شیطانی الہاموں کا رد کر کے عظمت اسلام کو اجاگر کیا گیا ہے۔

۴) السوء والعقاب:

اسکے علاوہ اسلام کے اس جانباز اور نڈر سپاہی نے اس رسالہ میں ختم نبوت کے منکرین کے ساتھ نکاح حرام

ہونے اور اگر پہلے مسلمان مرد کے ساتھ کسی عورت کا نکاح ہوا اور بعد میں وہ مرتد ہو گیا تو مرتد ہوتے ہی فوراً منکوحہ کے نکاح سے نکل جانے کا بیان فرما کر عالم اسلام پر احسان عظیم فرمایا۔

۵) الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی:

مزید براں اس رسالے میں جو کہ علم وحکمت کے اس موجزن دریا کی آخری تصنیف بھی ہے۔تحریر فرمائی۔جس میں آپ نے اس آیت اور حدیث کے بارے میں وضاحت فرمائی جنھیں قادیانی دلیل بنا کر وفات عیسیٰ علیہ السلام کو ثابت کرتے ہیں۔آپ نے پہلے وہ سات فائدے ذکر فرمائے جس کی وجہ سے قادیانی حیات عیسیٰ علیہ السلام کا مسئلہ اٹھاتے ہیں۔پھر تسلی بخش بحث فرما کر ختم نبوت کے منکرین اور حیات عیسیٰ علیہ السلام کے نہ ماننے والوں کو ہمیشہ کیلئے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔آمین بجاہ سید المرسلین۔

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

ختم نبوت اور

امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ

مفتی محمد خاں قادری

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم النبیین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

اسلام کے بنیادی عقائد میں ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ آخری نبی ہیں۔ ان کے بعد کسی قسم کا کوئی ظلی بروزی نبی نہیں آسکتا ہے۔ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اسی عقیدہ کا واضح اور دو ٹوک الفاظ میں اعلان فرمایا ہے

مَاکَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ط وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا (الاحزاب:۴۰)

حضور ﷺ نے متعدد ارشادات عالیہ میں اس عقیدہ کی تصریح فرمائی۔

۱) مجھ پر انبیاء کا سلسلہ اختتام کیا گیا:

مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے مجھے اللہ تعالیٰ نے دیگر انبیاء پر چھ فضیلتیں عطا فرما رکھی ہیں۔

۱) مجھے جامع کلمات سے نوازا گیا ہے۔

۲) مخالفین کے دل میں میرا رعب ڈال دیا گیا ہے۔

۳) میرے لیے مال غنیمت کو حلال فردیا۔

۴) میری خاطر تمام زمین کو پاک اور جائے سجدہ بنا دیا ہے۔

۵) مجھے تمام مخلوق کا نبی بنایا گیا ہے۔

۶) **ختم بی النبیون** (مجھ پر انبیاء کا اختتام کردیا ہے۔)

۲) میں مکان نبوت کی آخری اینٹ ہوں:

بخاری و مسلم، ترمذی اور مسند احمد میں حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میری اور دیگر تمام انبیاء کی مثال ایک عمدہ محل کی ہے جسے بنایا گیا مگر اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی گئی۔ ہر کوئی دیکھنے والا یہی کہتا کاش! یہاں اینٹ رکھ کر اسے مکمل کردیا گیا

ہوتا۔ میں نے آکر وہ جگہ پُر کردی، عمارت نبوت میری وجہ سے مکمل ہوگئی۔ اور مجھ پر رسولوں کا اختتام کردیا گیا۔ میں عمارت نبوت کی وہی پہلی اینٹ ہوں اور میں تمام انبیاء کا خاتم ہوں۔

۳) پہلے رسول آدم علیہ السلام اور آخری محمد ﷺ ہیں:

سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! پہلے رسول آدم (علیہ السلام) اور آخری محمد ہیں (ﷺ)۔ (نوادر الاصول حکیم ترمذی)

۴) پوری اُمت کا فیصلہ:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لیکر آج تک ہر مسلمان کا یہی عقیدہ ہے۔ ہر دور کے علماء وفقہاء و محدثین اور مفسرین نے اس بات پر تصریح کی جو شخص اس کے خلاف عقیدہ رکھے گا وہ کافر، مرتد، اور زندیق ہے۔

۵) امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ:

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں کسی شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اسے گرفتار کرلیا گیا۔ وہ کہنے لگا مجھے کچھ مہلت دو تاکہ میں اپنی نبوت کی دلیل پیش کرسکوں تو آپ نے فرمایا!

"جو شخص اس سے نشان مانگے گا وہ بھی کافر ہو جائے گا۔ کیونکہ اس نے حضور ﷺ کے اس ارشاد قطعی کی مخالفت کردی کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (خیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ النعمان)

اسلام کے خلاف گہری سازش:

ساڑھے بارہ سو سال تک مسلمان حکمران رہے۔ کفار نے انکے خلاف ہر طرح کی جنگ لڑی مگر ناکام رہے آخر انہوں نے ایک حربہ و منصوبہ سوچا۔ جس سے اُمت کی وحدت پارہ پارہ ہوگئی۔ کفار غالب اور مسلمان مغلوب ہو گئے۔ وہ منصوبہ یہ تھا کہ اُمت مسلمہ کو اپنے نبی کی ذات پر لڑا دیا جائے۔ کیونکہ جب تک انکا اسلام کے مرکز یعنی نبی اکرم ﷺ کیساتھ تعلق محبت و عشق قائم ہے۔ ان میں بلال سے لیکر غازی علم دین تک پیدا ہوتے رہے۔ مفکر اسلام علامہ اقبال مرحوم نے یہی بات اپنے اشعار میں بیان کردی ہے۔

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد اسکے بدن سے نکال دو
اور دے کے فکر عرب کو فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو

(کلیات اقبال اردو ۶۰۸)

روح محمد ﷺ نکالنے کیلئے کچھ افراد کو خریدا گیا۔ان میں سے کچھ افراد عرب کی سرزمین سے اور کچھ برصغیر کے تھے۔جنہوں نے اسلام اور بانی اسلام کے بارے میں جو کچھ منہ میں آیا کہا انکی تحریرات کے چند نمونہ جات ملاحظہ کیجئے۔

۱)اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں چاہے تو کروڑوں نبی ولی اور جن اور فرشتے جبرائیل اور محمد ﷺ کے برابر پیدا کر ڈالے۔(تقویۃ الایمان ص ۶)

۲)آپ کا فرمان ہے میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔(تقویۃ الایمان ص ۳۴)

۳)سب انسان آپس میں بھائی ہیں جو بڑا بزرگ وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے۔(تقویۃ الایمان ص ۳۳)

۴)اگر بالفرض بعد زمانہ نبی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو۔۔۔تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں فرق نہ آئے گا چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔(تحذیر الناس ص ۲۸)

۵)بعد حمد وصلوۃ کے قبل عرض جواب یہ گزارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تا کہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا بایں معانی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد ہے اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی ء میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں **ولکن رسول اللہ و خاتم النبین** فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔(تحذیر الناس ص ۳)

۷)لفظ رحمۃ للعالمین صفت خاصہ رسول اللہ ﷺ کے نہیں ہے۔(فتاوی رشیدیہ ج دوم ص ۹)

۸)الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر دو عالم کی وسعت علم پر کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔(براہین قطعہ ص ۵۱)

۹)اعلیٰ علیین میں روح مبارک علیہ السلام کی تشریف رکھنا اور ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں ملک الموت کے برابر بھی ہو چہ جائیکہ زیادہ (براہین قاطعہ ص ۱۲)

۱۰) شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ (آپ نے فرمایا)

مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں (براہین قاطعہ ص ۵۱)

۱۱) حضرت ﷺ مذہبی معاملات اور آخرت کے بارے میں ہی جانتے ہیں باقی معاملات میں دیگر لوگ زیادہ آگاہ ہو سکتے ہیں اس پر آپ کا فرمان شاہد ہے۔

ترجمہ۔ تم اپنی دنیا کے معاملات زیادہ بہتر جانتے ہو۔

۱۲) جو شخص بارگاہ نبوی میں حاضری کی نیت سے سفر کرے گا اسکا سفر معیت قرار پائے گا۔ جو بھی مدینہ جائے وہ مسجد نبوی ﷺ کی نیت کر کے جائے۔ (کشف ضلالت ابن تیمیہ ص ۹۳)

۱۳۔ وصال کے بعد حضور ﷺ سے شفاعت کی درخواست نہیں کی جاسکتی جو ایسے کرے گا وہ مردود ہے (**هذا منا هيعنا للشيخ صالح بن عبد العزيز** ۸۳، ۸۴، ۸۹)

۱۴) اثر ابن عباس صحیح ہے۔ جس میں ہے کہ ہر زمین کا الگ الگ خاتم النبیین ہے۔ (مناظرہ احمدیہ ص ۴۷)

(اہم نوٹ)

یہاں اثر ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حقیقت سے آگاہی ضروری ہے۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے اللہ تعالیٰ نے سات زمینیں پیدا کیں ہر زمین میں آدم ہے تمہارے آدم کی طرح اور نوح تمہارے نوح کی طرح ابراہیم ہے تمہارے ابراہیم کی طرح عیسیٰ کی طرح عیسیٰ موسیٰ ہے تمہارے موسیٰ کی طرح اور حضور اکرم ہیں تمہارے نبی کی طرح۔

تمام اُمت مسلمہ نے اس اثر کو یہ کہتے ہوئے رد کر دیا۔ کہ یہ قرآن کی نص قطعی خاتم النبیین کے خلاف ہے۔ ملاحظہ کیجئے (۱) روح البیان ج ۱۰ پ ۲۸ ص ۴۴، ۴۵

۲) روح المعانی پ ۲۸ ص ۱۴۴

۳) فیض الباری ج ۳ ص ۳۳۳

مزید تفصیل کے لیے "التبشیر بردالتحذیر" اور "التبشیر" پر اعتراضات کا جواب میں ملاحظہ کیجئے۔ (از علامہ سید احمد سعید کاظمی)

اسکے باوجود ہندوستان میں کچھ لوگوں نے اس اثر کی صحت کو منوانے کی کوشش کی اور اسپر تحریری کام کیا۔ ہمارے مطالعہ کے مطابق اس بحث کا آغاز مولانا محمد احسن نانوتوی نے ۱۲۷۷ میں کیا جسکا رد اعلیٰ حضرت کے والد گرامی مولانا نقی علی خان اور مولانا عبدالقادر بدایونی نے کیا۔ پروفیسر محمد ایوب قادری نانوتوی کے حالات میں لکھتے

ہیں!

''یہاں اس امر کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے کہ اثر ابن عباس کے مسئلے میں علماء بریلی اور بدایوں نے مولانا محمد احسن کی بڑی شدت سے مخالفت کی، بریلی میں اس محاذ کی قیادت مولوی نقی علی خان کر رہے تھے اور بدایوں میں مولوی عبد القادر بن مولانا فضل رسول بدایونی سرخیل جماعت تھے۔ (مولانا محمد احسن نانوتوی ص ۹۴)

مولانا نانوتوی نے اپنا عقیدہ ان الفاظ میں بیان کیا!

''میرا عقیدہ یہ ہے کہ حدیث مذکورہ صحیح اور معتبر ہے اور زمین کے طبقات جدا جدا ہیں اور ہر طبقہ میں نبی ہے اور حدیث مذکورہ سے ہر طبقہ میں انبیاء کا ہونا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اگرچہ ایک ایک خاتم ہونا طبقات باقیہ میں ثابت ہے''۔ (تنبیہ الجہال بالہام الباسط اعتصام ص ۱۶ از مفتی حافظ بخش انوری)

مولانا نقی علی خان مرحوم نے اس کے خلاف باقاعدہ تحریک چلائی۔ اپنے دور کے علماء سے رابطہ کیا استفتاء ارسال کیا جس کی وجہ سے علماء بدایوں اور رامپور نے خوب بڑھ چڑھ کر موصوف کا ساتھ دیا۔ حتیٰ کے دونوں فریقوں کے مسلّم بزرگ مولانا ارشاد حسین رامپوری نے مولانا نقی علی خان کی تائید کی اور لکھا اس (اثر) پر عقیدہ رکھنا اہل سنت و جماعت کے خلاف ہے۔ خاتم النبیین حضورﷺ ہیں حدیث شاذ ہے۔ (تنبیہ الجہال ص ۲۶)

تحذیر الناس کیوں لکھی گئی؟

یہاں اس بات کا علم ہونا ضروری ہے کہ مولانا محمد قاسم نانوتوی نے تحذیر الناس عن انکار ابن عباس مولانا محمد احسن نانوتوی کی حمایت میں ہی لکھی تھی ہوا یوں کہ مولانا احسن نانوتوی نے اپنی تائید حاصل کرنے کے لیے ایک سوالی اشتہار چھپوا کر دیگر اضلاع کے علماء کرام کو بھیجا۔ اس کے انہیں صرف دو جواب موصول ہوئے ان میں سے ایک جواب ان کے رشتے دار مولانا محمد قاسم نانوتوی کا آیا جنہوں نے باقاعدہ انکی حمایت کی اور اس اشتہاری سوال کے جواب میں پوری کتاب تحذیر الناس عن انکار ابن عباس لکھ ڈالی تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجئے۔ (مولانا نقی علی خان بریلوی ص ۶۳)

مولانا انور شاہ کشمیری بھی کہتے ہیں!

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے اثر کی شرح میں مولانا نانوتوی نے ایک مستقل رسالہ تحذیر الناس عن انکار ابن عباس تحریر کیا ہے۔ (فیض الباری ج ۳ ص ۳۳۳)

نوٹ۔ مولانا انور شاہ کشمیری نے اس مسئلہ میں نانوتوی سے اختلاف کیا ہے۔ الغرض عارضی رشتہ داری کی لاج رکھنے کے لیے مستقل کتاب لکھ دی کاش ذہن میں اس دائمی رشتہ کا خیال ہوتا جو دنیا، قبر، حشر، پل صراط، دخول جنت اور بعد از

دخول جنت بھی کام آئے گا۔

کاش ذہن میں یہ کیفیت ہوتی۔

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا
دل ہے وہ دل جو تیری یاد سے معمور رہا
سر ہے وہ سر جو تیرے قدموں پہ قربان گیا

یاد رہے تحذیر الناس ہی وہ کتاب ہے ساری دنیا میں مرزائی ہزاروں کی تعداد میں اسے فری تقسیم کرتے ہیں۔ بلکہ کے بھٹو دور میں جب اس فتنہ کا سربراہ قومی اسمبلی کی کمیٹی کے سامنے گیا تو اس نے دیگر دلائل کیساتھ ساتھ اس کتاب کی عبارات کو بھی پیش کیا جسکا جواب مفتی محمود دیوبندی کے پاس کیا ہوتا تھا؟۔ اعلیٰ حضرت کے خلیفہ مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی کے بیٹے مولانا شاہ احمد نورانی سینہ تان کر کھڑے ہو گئے اور کہا ہم ایسا کہنے والے کو بھی کافر ہی سمجھتے ہیں۔

انہیں نبی کی ضرورت ہے

جب مان لیا جائے کہ کروڑوں محمد ﷺ پیدا ہو سکتے ہیں۔

آپ محض مذہبی معاملات سے آگاہ ہیں دیگر معاملات میں دوسرے لوگ آپ سے بڑھ سکتے ہیں۔

آپ کا علم ملک الموت کے علم کے برابر نہیں۔

آپ مر کر مٹی میں مل گئے۔

اب آپ سے کوئی تعلق اُمت کا نہیں رہا۔

خاتم النبیین اور رحمۃ للعالمین آپ کے خاصے نہیں۔

تو اب بتایئے

کیا نئے نبی کی ضرورت پیش آئے گی یا نہیں؟

کیا ذہن میں یہ بات نہیں آئے گی کہ ہمیں اب اپنے سیاسی، اقتصادی، معاشی، سماجی اور معاشرتی مسائل کے لیے کسی شخص کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے؟ اگر آپ کہیں کہ نبی کی شریعت موجود ہے تو ذہن کہے گا اس میں تو صرف مذہبی معاملات کا حل ہے بقیہ مسائل کا حل وہاں سے نہیں مل سکتا۔

لیکن انکو ضرورت نہیں

لیکن ان لوگوں کو نئے نبی کی ضرورت پیش نہیں آئے گی جو یہ عقیدہ رکھتے ہوں ہمارا نبی آج بھی زندہ ہے انکی تعلیمات زندہ ہیں اسکا فیض آج بھی جاری ہے وہ صرف مذہبی معاملات ہی نہیں بلکہ وہ ہر مسئلہ کا حل جانتا ہے انکے پاس تا قیامت اُمت کو درپیش مسائل کا حل ہے انکی نگاہ صرف اپنے صحابہ پر ہی نہیں تا قیامت آنے والی اُمت پر ہے وہ ہر ہر اُمتی کے مسائل سے آگاہ بھی ہیں اور انکے حل پر بھی قادر ہیں۔ وہ عالم ما کان وما یکون ہیں انہیں اللہ تعالیٰ نے ابتدائے خلق سے لیکر دخول جنت و نار تک کے تمام معاملات سے آگاہ فرمایا ہوا ہے۔

جب یہ غلط قسم کے عقائد کے جراثیم اُمت مسلمہ میں مختلف طریقوں سے چھوڑے گئے۔ اسکے ساتھ ضرورت محسوس ہوئی کہ کوئی ایسا شخص سامنے لایا جائے جو یہ کہے کہ جسکی ضرورت تم محسوس کرتے ہو وہ میں ہوں اسکے لیے مرزا غلام احمد قادیانی کو خریدا گیا اور اسنے (معاذ اللہ) نبی و رسول ہونے کا اعلان کر دیا مختلف اہل علم نے اس فتنہ کے خلاف تحریری و تقریری جہاد کیا۔

اعلیٰ حضرت کی خصوصیت:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری اور انکے خاندان نے بھی خوب اور بھرپور انداز میں اس فتنہ کے قلع قمع کرنے کیلئے جدو جہد کی یاد رہے انہوں نے نہ صرف فتنہ مرزائیت بلکہ اسکو قوت اور بنیادیں فراہم کرنے والے جتنے گروہ تھے ان تمام کی سرکوبی کی۔

کون نہیں جانتا آپ ہی کی واحد شخصیت تھی جس نے ان گستاخانہ عبارات کی نہ صرف نشاندہی کی بلکہ تمام عمر ان کے روکنے کیلئے وقف کر دی۔

اُمت مسلمہ کو بدعقیدگی سے بچانے کے لیے علماء حرمین سے فتوے حاصل کیے صبح و شام ایک کر کے سینکڑوں و کتب کا انبار لگا دیا۔ باقی لوگوں کی نظر صرف فتنہ مرزائیت پر تو گئی مگر اسکے ان حواریوں کی طرف نہ گئی جو اس کی تقویت کا سبب بن رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فاضل بریلوی کو وہ نور بصیرت عطا فرمایا کہ آپ کی نگاہ ان تمام فتنوں کی طرف گئی اور آپ نے ہر ہر فتنہ کے سدباب کے لیے اپنی توانائیاں صرف کیں۔

آیئے! اب ہم صرف آپ کے فتنہ مرزائیت کیخلاف کیے جانے والے کام کا تعارف اور تجزیہ پیش کرتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت کے والد گرامی کی خدمات:

مسئلہ ختم نبوت میں صرف اعلیٰ حضرت نے ہی کام نہیں کیا بلکہ آپ کا تمام خاندان اس کے لیے وقف تھا۔اعلیٰ حضرت کے والد گرامی اور آپ کی اولاد کی خدمات بھی قابل ذکر ہیں۔

آپ نے پہلے پڑھا سنا جب کچھ لوگوں کی طرف سے اثر ابن عباس جو مرزائیت کی ایک بنیاد ہے۔کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تو سب سے پہلے جس شخص نے اس کے خلاف کمربستہ ہو کر جہاد کیا وہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے والد گرامی مولانا نقی علی خان ہی تھے۔جن کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

اعلیٰ حضرت کا تحریری کام:

اعلیٰ حضرت نے اس موضوع پر مختلف فتاویٰ جات کے علاوہ پانچ مستقل درج ذیل کتب خود تحریر کیں۔

۱)**جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ** ۱۳۱۷ھ (دشمنان خدا اور اس کا نام فتنہ علامیہ رکھا ختم نبوت منکرین کو اللہ برباد کرے)

۲)**السوء والعقاب علی المسیح الکذاب** ۱۳۲۰ھ (جھوٹے مسیح پر اللہ کا عذاب وعتاب)

۳)**قھر الدیان علی مرتد بقادیان** ۱۳۲۳ھ (قادیانی مرتد پر اللہ کا قہر)

۴)**المبین ختم النبین** ۱۳۲۶ھ (ختم نبوت کا واضح بیان)

۵)**الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی** ۱۳۴۰ھ (قادیانی مرتد پر اللہ کی تلوار)

آپکے صاحبزادے مولانا حامد رضا خان بریلوی کا کام:

آپ کی رہنمائی میں آپ کے صاحبزادے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی نے ایک مستقل کتاب فتنہ مرزائیت کے خلاف لکھی۔

الصارم الربانی علی اسراف القادیانی (قادیانی کے کفر پر خدائی تلوار)

۱) اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلی کتاب ۱۳۱۷ھ میں جزاء اللہ عدوہ تصنیف فرمائی اس تصنیف لطیف کا تعارف خود مصنف قدس سرہ کی زبانی سنیے!

"اللہ و رسول نے مطلقاً نفی نبوت تازہ فرمائی ہے۔شریعت جدیدہ وغیرہا کی کوئی قید نہیں لگائی اور صراحۃً خاتم بمعنی آخر بتایا۔متواتر حدیثوں میں اس کا بیان آیا ہے۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اب تک تمام اُمت اس معنی ظاہر۔۔۔و استغراق حقیقی تام پر اجماع کیا کہ حضورﷺ تمام انبیاء کے خاتم ہیں۔اور اسی بناء پر سلفاً وخلفاً ائمہ مذاہب نے نبیﷺ کے بعد ہر مدعی نبوت کو کافر کہا۔کتب احادیث و تفسیر و عقائد و فقہ ان بیانوں سے گونج رہی

ہیں۔ فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اپنی کتاب جزاء اللہ عدوہ باباءہ ختم النبوۃ ۱۳۱۷ھ (دشمن خدا کے ختم نبوت کا انکار کرنے پر خدائی جزاء) میں اس مطلب پر صحاح وسنن مسانید ومعاجیم اور جوامع سے ۱۲۰ حدیثیں اور تکفیر منکر پر ارشادات ائمہ و علمائے قدیم وحدیث وکتب عقائد واصول فقہ وحدیث سے تیس نصوص ذکر کیے ہیں'' ۔والحمدللہ ۔فتاویٰ رضویہ ج۶۔۵۹)

۲) ۱۳۲۰ء کو آپ نے دوسری کتاب السوء والعقاب علی المسیح الکذاب تصنیف کی یہ مولانا محمد عبدالغنی امرتسری کے استفتاء کا جواب ہے۔

سوال یہ تھا کہ ایک مسلمان نے ایک مسلمہ عورت سے نکاح کیا عرصہ تک باہمی معاشرت رہی پھر مرد مرزائی ہوگیا تو کیا اسکی منکوحہ اسکی زوجیت سے نکل گئی ہے؟ ساتھ ہی امرتسر کے متعدد علماء کے جوابات منسلک تھے۔

امام احمد رضا خان بریلوی نے اسکے جواب میں ایک رسالہ السوء والعقاب علی المسیح الکذاب (جھوٹے مسیح پر عذاب وعتاب) قلمبند فرمایا جس میں دس وجہ سے مرزائے قادیانی کا کفر بیان کر کے فتاویٰ ظہیر یہ،طریقہ محمدیہ،حدیقہ ندیہ برجندی،شرح نقایہ اور فتاویٰ ہندیہ (عالمگیری) کے حوالے سے نقل کر کے لکھتے ہیں!

''یہ لوگ دین اسلام سے خارج ہیں اور ان کے احکام بعینہ مرتدین کے احکام ہیں پھر سوال کا جواب ان الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں!

''شوہر کے کفر کرتے ہی عورت نکاح سے فوراً نکل جاتی ہے۔اب اگر دوبارہ اسلام لائے اپنے اس قول و مذہب سے بغیر توبہ کیے یا بعد اسلام بغیر نکاح جدید کیے اس عورت سے قربت کرے زنائے محض ہوا جو اولاد ہو یقیناً ولد الزنا ہو یہ احکام سب ظاہر اور تمام کتب میں دائر و سائر ہیں۔

۳) پھر ۱۳۲۳ھ میں قہر الدیان علی المرتد بقادیان تحریر فرمایا۔یہ رسالہ بھی امام احمد رضا بریلوی کے رشحات قلم سے ہے اس میں ختم نبوت کے منکر کلمۃ اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دشمن جھوٹے مسیح مرزائے قادیانی وشیطانی کا رد کر کے عظمت اسلام کو اجاگر کیا ہے۔

۴) المبین ختم النبیین مولانا ابوالطاہر نبی بخش کے استفتاء کے جواب ۱۳۲۶ کو تحریر فرمائی جس میں دریافت کیا گیا تھا۔''بعض لوگ خاتم النبیین میں الف لام عہد خارجی قرار دیتے ہیں (یعنی حضور ﷺ بعض انبیاء کے خاتم ہیں) اور بعض اسے استغراقی قرار دیتے ہیں (اب مطلب یہ ہوگا کہ آپ تمام انبیاء کے خاتم ہیں) ان میں سے کس کا قول صحیح ہے؟۔

امام احمد رضا بریلوی نے اسکے جواب میں ایک مختصر رسالہ تحریر فرما دیا۔ فرماتے ہیں!

''جو شخص لفظ خاتم النبیین میں النبیین کو اپنے عموم و استغراق پر نہ مانے بلکہ اسے کسی تخصیص کی طرف پھیرے اسکی بات کسی مجنوں کی بک یا سرسامی کی بہک ہے اسے کافر کہنے سے کچھ ممانعت نہیں کہ اس نے نص قرآنی کو جھلایا جس کے بارے میں اُمت کا اجماع ہے کہ اس میں نہ کوئی تاویل ہے نہ تخصیص (فتاویٰ رضویہ ج۶ ص ۵۸)

پھر خاتم النبیین میں تاویل کی راہ کھولنے والوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''آج کل قادیانی بک رہا ہے کہ خاتم النبیین سے ختم شریعت جدیدہ مراد ہے۔ اگر حضور کے بعد کوئی نبی اس شریعت مطہرہ کا مروج اور تابع ہو کر آئے کچھ حرج نہیں اور وہ خبیث اپنی نبوت جمانا چاہتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج۶ ص ۵۸)

یاد رہے کہ تقریباً ۲۲ صفحات اس بحث پر لکھے کہ الف لام استغراقی ہے۔

۵) آخری تصنیف ۱۳۴۰ھ کو تحریر کی اسی سال آپ کا وصال ہے پیلی بھیت سے شاہ میر خان قادری مرحوم نے ۱۳۴۰ھ کو ایک استفتاء بھیجا سائل نے ایک آیت اور ایک حدیث پیش کی تھی جس سے قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر استدلال کرتے ہیں اور پوچھا تھا کہ اس استدلال کا جواب کیا ہے؟۔ امام احمد رضا بریلوی نے پہلے اعتراض کا جواب دینے سے پہلے سات فائدے بیان کئے جن میں واضح کیا کہ مرزائی حیات عیسیٰ علیہ السلام کا مسئلہ کیوں اٹھاتے ہیں؟۔ دراصل مرزا کے ظاہر و باہر کفریات پر پردہ ڈالنے کے لیے ایک ایسے مسئلے میں الجھتے ہیں جس میں اختلاف آسان ہے پھر بھی یہ مسلمان کیلئے مفید نہیں پھر سات وجہ سے بتایا کہ یہ آیت قادیانیوں کی دلیل نہیں بن سکتی اور حدیث کو دلیل بنانے کے دو جواب دیے۔

۶) آپ کے صاحبزادے حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان بریلوی نے ۱۳۱۵ھ میں ایک سوال کے جواب میں ایک کتاب الصارم الربانی تصنیف فرمائی جس میں مسئلہ حیات عیسیٰ علیہ السلام کو تفصیل سے بیان کیا مرزا کی مثیل ہونے کا زبردست رد کیا۔

امام احمد رضا خان بریلوی اس کتاب کے بارے میں فرماتے ہیں!

او جائے کاذب (مرزا کے مثیل مسیح ہونے) کی نسبت سہارن پور سے سوال آیا تھا جسکا ایک مبسوط جواب ولدعز فاضل نوجوان مولوی حامد رضا خان محمد حفظہ اللہ نے لکھا اور بنام تاریخی ''الصارم الربانی علی اسراف القادیانی'' مسمی کیا یہ رسالہ حامی سنن، ندوہ شکن، ندوی افگن عبد الوحید صاحب حنفی فردوسی حسین عن الفتن نے اپنے رسالہ مبارکہ تحفہ حنفیہ میں

کہ عظیم آباد پٹنہ سے ماہوار شائع ہوتا ہے طبع فرمادیا۔

سامعین! آپ نے ملاحظہ کیا اعلیٰ حضرت کی کم ازکم تین پشتوں نے مرزائیت اور انکے ہم نوالوگوں کے خلاف بلالومۃ لائم کام کیا تحریک چلائی حرمین سے فتوے حاصل کئے کتب تحریر کیں تا کہ یہ فتنہ دب جائے اب ان لوگوں کے انجام کے بارے میں بھی سوچیے جنہوں نے عالم عرب کو اعلیٰ حضرت کے خلاف بھڑکانے کے لیے انہیں نعوذ باللہ مرزائی قرار دیا اس کے رد کے لیے البریلویہ کا تنقیدی جائزہ از علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری کا مطالعہ ضروری ہے۔

یہاں اس بات کا تذکرہ بھی ضروری ہے اس موضوع پر حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ کی کتاب ألبشیر بردالتخذیر نہایت قابل قدر کتاب ہے۔واضح رہے اس فتنہ کے خلاف آپ کے تلامذہ اور خلفاء اور آپ کے ہم مسلک وہم مشن لوگوں کی خدمات تاریخ کا ایک سنہری باب ہیں چند اسماء گرامی ملاحظہ ہوں۔

۱) حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی ۲) حضرت پیر جماعت علی شاہ علی پوری

۳) علامہ ابوالحسنات قادری ۴) علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری

۵) حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی ۶) علامہ شاہ عبد العلیم صدیقی

۷) مولانا شاہ احمد نورانی ۸) مولانا عبد الستار خان نیازی

۹) مولانا محمد الیاس برنی ۱۰) مولانا سید خلیل احمد قادری

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

(نوٹ:یہ مضمون ماہنامہ سوئے حجاز لاہور مئی ۲۰۰۱ء سے لیا گیا ہے)

رسالہ " الصارم الربانی علٰی اسراف القادیانی "

رد قادیانیت میں ایک گراں قدر تصنیف

مولانا عبد السلام رضوی

انگریزوں کی یہ گندی پالیسی رہی ہے کہ " پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو"۔ متحدہ ہندوستان میں ان کی اس گندی پالیسی کو کامیاب بنانے میں قوم مسلم کے جو لوگ ان کا مہرہ بنے ان میں قادیان صوبۂ پنجاب کا " مرزا غلام احمد " بھی ہے۔ اس دجال قادیانی نے قوم مسلم کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ اس نے اسلامی عقائد و نظریات کی صریح مخالفت کی، اور ایسی بے ہودہ اور ناپاک باتیں بکیں اور لکھیں کہ الامان والحفیظ اور اس طرح اس نے مسلمانوں میں انتشار و افتراق پیدا کیا۔

سیّدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں: اس کا ایک رسالہ ہے جس کا نام " ایک غلطی کا ازالہ " ہے۔ اس کے صفحہ نمبر ۳ ۱۷ پر لکھتا ہے کہ "میں احمد ہوں جو آیت **مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُـهٗ اَحْمَدُ** میں مراد ہے۔" اس قول میں صراحۃً ادّعا ہوا کہ وہ رسول پاک جن کی جلوہ افروزی کا مژدہ حضرت مسیح لائے مرزا قادیانی ہے۔ توضیح مرام طبع ثانی ص ۹ پر لکھتا ہے کہ "میں محدث ہوں اور محدث بھی ایک معنی میں نبی ہوتا ہے۔" دافع البلا مطبوعہ ریاض ہند ص ۹ پر لکھتا ہے کہ " سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔" ؎

یہ ادعائے نبوت و رسالت ہی اس کے ارتداد و خلود فی النار کے لیے کافی تھا۔ لیکن اس نے اسی پر بس نہیں کی بلکہ اس کے علاوہ بھی درجنوں کفریات بکے اور اپنی کتابوں میں لکھے۔ انبیائے کرام کی شان میں بڑی بے باکی کے ساتھ گستاخیاں کیں، خصوصاً حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام اور آپ کی والدۂ ماجدہ طیبہ طاہرہ صدیقہ حضرت مریم کی شان میں تو وہ بے ہودہ کلمات بکے جن سے مسلمان کا دل لرز جائے۔ معجزات کو مسمریزم کہا، انبیائے کرام کی پیشین گوئیوں کو جھوٹا بتایا، آیات کریمہ میں تحریف کی، جو آیات حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں ہیں ان کو اپنے اوپر منطبق کیا۔ معاذ اللہ رب العالمین۔ مختصر یہ کہ اس کے کفریات و ہذیانات کی ایک طویل فہرست ہے۔

صدر الشریعہ حضرت مفتی ابو العلا محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان نے بہار شریعت حصہ اول میں اس کے تین درجن اقوال کفریہ نقل فرمائے ہیں۔ اس کے بعد فرماتے ہیں: " غرض اس دجال قادیانی کے مزخرفات کہاں تک گنائے جائیں اس کے لیے دفتر چاہیے۔ مسلمان ان چند خرافات سے اس کے حالات بہ خوبی سمجھ سکتے ہیں، کہ اس

نبی اولوالعزم (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) جن کے فضائل قرآن میں مذکور ہیں ان پر کیسے کیسے گندے حملے کر رہا ہے۔ تعجب ہے ان سادہ لوحوں پر کہ ایسے دجال کے متبع ہو رہے ہیں یا کم از کم اس کو مسلمان جانتے ہیں اور سب سے زیادہ تعجب ہے ان پڑھے لکھے کٹ بگڑوں سے کہ جان بوجھ کر اس کے ساتھ جہنم کے گڑھے میں گر رہے ہیں کیا ایسے شخص کے کافر و مرتد، بے دین ہونے میں کسی مسلمان کو شک ہو سکتا ہے؟ حاش للہ! مَنْ شَکَّ فِی عذابہ و کفرہ فَقَدْ کَفَر، جو ان خباثتوں پر مطلع ہو کر اس کے عذاب و کفر میں شک کرے خود کافر ہے۔ ۲

لوگوں کا حال یہ ہے کہ کوئی شخص کیسے ہی باطل و بے ہودہ نظریات لے کر اٹھ کھڑا ہو کچھ نہ کچھ لوگ بہ اغوائے شیطان اس کے ساتھ ہو ہی جاتے ہیں اور اگر ان باطل نظریات کے ساتھ سیم و زر کی توقع بھی ہو تو بگاڑ اور زیادہ ہوتا ہے۔ چناں چہ اس دجال قادیانی کے طاغوتی جھنڈے کے نیچے بھی کچھ لوگ آگئے اور اس طرح قوم مسلم میں ایک اور باطل و ناری فرقہ وجود میں آگیا۔ جو "قادیانی" اور "مرزائی" کہلاتا ہے۔

علمائے حق نے اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے پوری پوری جدوجہد فرمائی۔ قادیانی اور اس کے متبعین کے رد میں تقریریں فرمائیں، کتابیں تصنیف کیں اور مناظرے بھی کیے سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے بھی اس کے رد میں یہ رسائل تصنیف فرمائے۔ السوء والعقاب علی المسیح الکذاب، قہر الدیان علی مرتد بقادیان، جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ، حتیٰ کہ پاکستانی علمائے حق کو اس فتنہ کو دبانے میں قید و بند کے مصائب بھی برداشت کرنا پڑے۔ لیکن ان کے بلند ارادوں میں کوئی ضعف نہ آیا اور انجام کار ان کی مخلصانہ کوششوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ ۷/ نومبر ۱۹۷۳ء کو پاکستان کی قانون ساز اسمبلی میں قادیانیوں کو مرتد اور غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری نبی ماننے کے خلاف عقیدہ کا اظہار اور اس کی تبلیغ قابل تعزیر جرم قرار دی گئی۔ ۳

علمائے حق کی مساعی سے اس فتنے کے بڑھتے ہوئے قدموں کو روک تو لگی لیکن مشیت ایزدی کہ اس کا استیصال نہ ہوا اور یہ فتنہ آج بھی اپنے فرنگی آقاؤں کے زیر سایہ موجود ہے اور ان کی سرگرمیاں یہاں کی بہ نسبت یورپ، امریکہ اور افریقی ممالک ہی میں زیادہ ہیں۔ قادیانی کے چیلے چانٹے جہاں پہنچتے ہیں وہاں مسلمانوں کے عقائد بگاڑنے اور ان کو اپنا ہم خیال بنانے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنے زعم باطل میں قادیانی کو مسیح موعود ثابت کرنے کی غرض سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا دعویٰ کرتے ہیں اور اس دعوے کے اثبات کے لیے آیات و احادیث کے من گڑھت مطالب بیان کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں سیدھے سادے مسلمان پریشانی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

ایسی ہی صورت ضلع سہارن پور کی بستی "سرساوہ" میں پیش آئی۔ وہاں پر ایک شخص جو مرزا غلام احمد قادیانی کو

"مسیح موعود" اور خود کو اس کا خلیفہ بتاتا تھا۔ اس نے ۱۳ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ میں چند مسلمانوں کو ایک تحریر دی، جس میں مندرجہ ذیل امور تھے۔

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام بجسدہ العنصری وبحیات جسمانی آسمان پر اٹھائے گئے اور کسی وقت پھر آسمان سے نزول کریں گے، یہ بات کس قطعیۃ الدلالۃ وصریحۃ الدلالۃ آیت سے ثابت ہے؟ جو آیت پیش کی جائے اس میں لفظ "حیات" ہو خواہ کسی صیغہ کی صورت میں ہو اور آیت کا جو معنی بیان کیا جائے وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا کسی صحابی سے منقول ہو اور بخاری شریف میں موجود ہو۔ صرف قرآن شریف سے ثبوت چاہیے جس کے تواتر کے برابر کوئی تواتر نہیں ہے۔

(۲) اور جب وہ نازل ہوں گے تو نبی نہ رہیں گے تو وہ نبوت ورسالت سے خود مستعفی ہوں گے یا اللہ تعالیٰ ان کو اس عہدۂ جلیلہ سے معزول کر کے امتی بنا دے گا؟

(۳) دو آیات کریمہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کی گئی تھی اور یہ دعویٰ کیا گیا تھا کہ ان آیات کے یہ معنی بخاری شریف میں رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور حضرت ابن عباس سے منقول ہیں۔ وہ آیات یہ ہیں:

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ط وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ (مائدہ:۱۱۷)

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (آل عمران:۵۵)

(۴) یہ سوال بھی کیا گیا تھا کہ حضرت امام مہدی کا ظہور اور دجال کا ہونا قرآن شریف میں مذکور ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کس آیت میں ہے؟ اور اگر قرآن شریف میں نہیں ہے تو وجہ؟

مذکورہ بستی کے باشندے یعقوب علی خاں صاحب نے ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ میں اس تحریر کو استفتا کی شکل دے کر بریلی شریف روانہ کر دیا اور گزارش کی کہ مجھے یقین ہے کہ بہت جلد جواب سے مشرف ہوؤں گا۔ بہ صورت تاخیر کئی لوگوں کا ایمان جاتا رہے گا۔ وہ انھیں اپنی راہ پر لے آئے گا۔ سرکار اعلیٰ حضرت کے خلف اکبر، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قدس سرہ نے اس کا مدلل ومفصل جواب تحریر فرمایا۔ جو ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ بروز دوشنبہ پایۂ تکمیل کو پہنچا اور تاریخی نام "الصارم الربانی علی اسراف القادیانی" سے موسوم ہوا۔ ؎

حضرت مولانا مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی صاحب "فتاویٰ حامدیہ" کی تقدیم میں لکھتے ہیں: "حجۃ الاسلام کا یہ معرکۃ الآرا فتویٰ ماہ نامہ "تحفۂ حنفیہ" عظیم آباد پٹنہ رجب المرجب ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء میں بہ عنوان "فتویٰ عالم ربانی، بر مزخرفات قادیانی" شائع ہوا۔ جس نے قصر قادیانیت میں زلزلہ برپا کر دیا۔ اس وقت آپ کی عمر ۲۳ رسال تھی، مرزا

غلام احمد قادیانی اس وقت زندہ تھا اور اپنے علمی جنازے پر محض مرثیہ خوانی کر رہا تھا۔ بعد میں یہ تاریخی فتویٰ ''الصارم الربانی علی اسراف القادیانی '' کے نام سے کتابی شکل میں رضوی پریس بریلی شریف سے شائع ہوا'' ۵

اعلیٰ حضرت اس رسالہ کے تعلق سے فرماتے ہیں: ''پہلے اس ادعاے کاذب کی نسبت سہارن پور سے سوال آیا تھا۔ جس کا ایک مبسوط جواب ولد اعز، فاضل نوجوان، مولوی محمد حامد رضا خاں حفظہ اللہ تعالیٰ نے لکھا اور بنام تاریخی '' الصارم الربانی علی اسراف القادیانی '' مسمّٰی کیا۔'' ۶

راقم کے مطالعہ میں ''الصارم الربانی'' کا جو نسخہ ہے وہ ''انڈین اسلامک مشن'' ممبئی ۳ کا نشر کردہ ہے۔ اڈیشن پانچواں اور سن اشاعت صفر المظفر ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء ہے۔ یہ رسالہ ۶۸ رصفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں پانچ مقدمات اور پانچ ہی تنبیہات ہیں۔ استفتا میں مذکور پہلی تین باتوں کا جواب تین تنبیہات کے تحت دیا گیا ہے۔ چوتھی اور پانچویں میں قادیانی کے مسیح موعود ہونے کے دعوے کا رد فرمایا گیا ہے۔ اور آخری سوال کا جواب ''جواب سوال اخیر'' سرخی کے تحت ہے اور اس پر رسالہ کا اختتام ہے۔

یہ رسالہ رد قادیانیت میں بڑی اہمیت ووقعت کا حامل ہے اور جن امور کو لے کر یہ فرقہ سادہ لوح مسلمانوں کو فریب دیتا ہے ان امور کا اس رسالہ میں خوب مدلل ومفصل اور تسلی بخش جواب دیا گیا ہے۔ حضرت حجۃ الاسلام نے جو مقدمات ذکر کیے ہیں وہ بہت ہی کار آمد ہیں اور باذن اللہ ہزاروں گمراہیوں سے حفاظت کا ذریعہ ہیں۔ لہذا پہلے ان مقدمات کی تلخیص پیش کی جاتی ہے اس کے بعد تنبیہات خمسہ کے بعض مندرجات بھی ذکر کیے جائیں گے۔

مقدمۂ اولیٰ :

اللہ عزوجل نے قرآن عظیم اتارا ''تِبیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ (نحل:۸۹) جس میں ہر چیز کا روشن بیان ...... تو کوئی ایسی بات نہیں جو قرآن میں نہ ہو۔ مگر یہ بھی فرمادیا گیا: وَمَا یَعْقِلُھَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ (عنکبوت:۴۳) یعنی اس کی سمجھ نہیں مگر عالموں کو۔ اسی لیے فرمایا گیا: فَسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (الانبیا:۷) یعنی علم والوں سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے ہو۔ اور پھر یہی نہیں کہ علم والے آپ ہی آپ کتاب اللہ کے سمجھنے پر قادر ہوں، نہیں بلکہ ارشاد ہوتا ہے: وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ (نحل:۴۴) اے نبی ہم نے یہ قرآن تمہاری طرف اس لیے اتارا کہ تم لوگوں سے شرح بیان کرو اس چیز کی جو ان کی طرف اتاری گئی۔

ان آیات میں کلام الٰہی کو سمجھنے کا طریقہ بتا دیا گیا کہ اے بے علمو تم کلام علما کی طرف رجوع کرو اور اے عالمو تم ہمارے رسول کا کلام دیکھو تو ہمارا کلام سمجھ میں آئے۔ یعنی ہم پر تقلید ائمہ واجب فرمائی۔ اور ائمہ پر تقلید رسول اور رسول پر تقلید

قرآن۔امام عارف باللہ عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی "میزان الشریعۃ الکبریٰ" میں فرماتے ہیں:
اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی شریعت سے مجملات قرآن عظیم کی تفصیل نہ فرماتے تو قرآن یوں ہی مجمل رہتا اور اگر ائمہ مجتہدین مجملات حدیث کی تفصیل نہ کرتے تو حدیث یوں ہی مجمل رہتی اور اسی طرح ہمارے اس زمانے تک کہ اگر کلام ائمہ کی علمائے مابعد شرح نہ فرماتے تو ہم اسے سمجھنے کی لیاقت نہ رکھتے۔

تو یہ سلسلۂ ہدایت رب العزت کا قائم فرمایا ہوا ہے۔جو اسے توڑنا چاہے وہ ہدایت نہیں چاہتا بلکہ کھلی گمراہی کی راہ چل رہا ہے۔اسی لیے قرآن عظیم کی نسبت فرمایا گیا، يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا یعنی اللہ تعالیٰ اسی قرآن سے بہتیروں کو گمراہ کرتا ہے اور بہتیروں کو سیدھی راہ دیتا ہے۔تو جو مذکورہ سلسلۂ ہدایت کے مطابق چلتے ہیں، وہ بفضلہ تعالیٰ ہدایت پاتے ہیں اور جو سلسلہ توڑ کر اپنی ناقص اوندھی سمجھ کے بھروسے قرآن عظیم سے خود مطلب نکالنا چاہتے ہیں وہ چاہِ ضلالت میں گرتے ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:قریب ہے کہ کچھ ایسے لوگ آئیں جو تم سے قرآن عظیم کے مشتبہ کلمات سے جھگڑیں گے تم انھیں احادیث سے پکڑو، کہ حدیث والے قرآن کو خوب جانتے ہیں اور امام سفیان بن عیینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اَلْحَدِيْثُ مُضِلَّةٌ اِلَّا لِلْفُقَهَاءِ یعنی حدیث گمراہ کرنے والی ہے مگر ائمہ مجتہدین کو۔وجہ وہی ہے کہ قرآن مجمل ہے جس کی توضیح حدیث نے فرمائی اور حدیث مجمل ہے جس کی تشریح ائمہ مجتہدین نے کی۔تو جو ائمہ کا دامن چھوڑ کر خود قرآن وحدیث سمجھنا چاہے گا بہکے گا اور جو حدیث چھوڑ کر قرآن مجید سے مطلب حاصل کرنا چاہے گا وادی ضلالت میں پیاسا مرے گا۔

(حضرت حجۃ الاسلام تاکید فرماتے ہیں) خوب کان کھول کر سن لو اور لوح دل پر نقش کر رکھو کہ جسے کہتا سنو ہم اماموں کا قول نہیں جانتے ہمیں تو قرآن وحدیث چاہیے جان لو یہ گمراہ ہے اور جسے کہتا سنو کہ ہم حدیث نہیں جانتے ہمیں صرف قرآن درکار ہے سمجھ لو کہ یہ بددین خدا کا دشمن ہے۔

پہلا فرقہ جو کہتا ہے ہم اماموں کا قول نہیں جانتے ہمیں تو قرآن وحدیث دکھاؤ وہ اس آیت قرآنی کا مخالف ہے کہ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اور دوسرا گروہ جو کہتا ہے ہم حدیث نہیں جانتے ہمیں صرف قرآن درکار ہے وہ اس آیت کا منکر ہے کہ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: سن لو مجھے قرآن عطا ہوا اور قرآن کے ساتھ اس کا مثل۔خبردار! نزدیک ہے کہ کوئی پیٹ بھرا اپنے تخت پر پڑا کہے کہ یہی قرآن لیے رہو۔اس میں جو حلال پاؤ اسے حلال جانو اور جو حرام پاؤ اسے

حرام مانو۔حالاں کہ جو چیز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حرام کی وہ اسی کے مثل ہے جو اللہ نے حرام فرمائی۔ (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

آپ کی پیشین گوئی کے مطابق ایک تو پیٹ بھرے بےفکرے نیچری تھے جنھوں نے حدیثوں کو یکسر ردی کردیا اور بہ زور زبان صرف قرآن عظیم پر دارومدار رکھا۔حالاں کہ واللہ وہ قرآن کے دشمن اور قرآن ان کا دشمن ۔دوسرے یہ لوگ نئے فیشن کے مسیحی ہیں کہ ہم کو صرف قرآن شریف سے ثبوت چاہیے جس کے تو اتر کے برابر کوئی تو اتر نہیں۔وجہ یہی ہے کہ یہ دونوں گمراہ طائفے دل سے خوب جانتے ہیں کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے دربار میں ان کا ٹھکانہ نہیں۔آپ کی روشن حدیثیں ان کے مردود خیالات کے صاف پرزے بکھیر رہی ہیں۔لہٰذا اپنی بگڑتی بنانے کو پہلے ہی دروازہ بند کرتے ہیں کہ ہمیں صرف قرآن شریف سے ثبوت چاہیے۔جس میں عوام کے سامنے اپنے دل سے مطلب گڑھنے کی گنجائش ہو۔

مسلمانو!تم ان گمراہوں کی ایک نہ سنو۔اور جب تمھیں قرآن میں شبہہ ڈالیں تو تم حدیث کی پناہ لو۔اور اگر اس میں این وآں نکالیں تو ائمہ کا دامن پکڑو۔اس تیسرے درجہ پر آکر حق وباطل صاف کھل جائے گا اور یہ بھاگتے نظر آئیں گے۔اول تو حدیثوں ہی کے آگے انھیں کچھ نہ بنے گی۔صاف منکر ہو بیٹھیں گے اور اگر وہاں کچھ چون وچرا کی تو ارشادات ائمہ معانی حدیث کو ایسا روشن کردیں گے کہ پھر انھیں یہی کہتے بنے گی کہ ہم حدیث کو نہیں جانتے یا ہم اماموں کو نہیں مانتے۔اس وقت معلوم ہو جائے گا کہ ان کا امام ابلیس ہے جو انھیں لیے پھرتا ہے۔اور قرآن وحدیث اور ائمہ کے ارشادات پر نہیں جمنے دیتا(آخر میں حضرت حجۃ الاسلام فرماتے ہیں)"یہ نفیس وجلیل فائدہ ہمیشہ یاد رکھو کہ ہر جگہ کام آئے گا اور باذن اللہ ہزاروں گمراہیوں سے بچائے گا۔" ہے

مقدمۂ ثانیہ:

مانی ہوئی باتیں چار قسم کی ہیں۔اوّل:ضروریاتِ دین جن کا منکر کافر ہے۔ان کا ثبوت قرآن عظیم یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی قطعیات الدلالات واضحۃ الافادات سے ہوتا ہے۔جن میں نہ شبہے کو گنجائش ہو نہ تاویل کو راہ۔

دوّم:ضروریاتِ مذہب اہل سنت جن کا منکر گمراہ وبدمذہب ہے۔ان کا ثبوت بھی دلیل قطعی سے ہوتا ہے اگرچہ باحتمال تاویل باب تکفیر مسدود ہوتا ہے۔

سوم:ثابتات محکمہ جن کا منکر بعد وضوح امر خاطی وآثم قرار پاتا ہے۔ان کے ثبوت کو دلیل ظنی کافی ہے کہ اس کا مفاد اکبر رائے ہو کہ جانب خلاف کو مطروح ومضمحل کردے۔یہاں آحاد صحیح یا حسن کافی اور قول سواد اعظم وجمہور علما سند وافی

فان یداللہ علی الجماعۃ ۔

چہارم: ظنیات محتملہ جن کے منکر کو صرف مخطی کہا جائے گا ان کے لیے ایسی دلیل ظنی بھی کافی ہے جس نے جانب خلاف کے لیے بھی گنجائش رکھی ہو۔

ہر بات کے ثبوت کے لیے اس کے مرتبہ کی دلیل چاہیے۔ ایسا نہیں کہ بات قسم چہارم کی ہے اور اس کے لیے دلیل اس سے اعلیٰ مرتبہ کی طلب کی جائے، جو فرق مراتب نہ کرے اور ایک مرتبہ کی بات کے لیے اس سے اعلیٰ درجہ کی دلیل مانگے وہ جاہل بے وقوف ہے یا مکار فیلسوف ۔

ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مقامے دارد گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

اور کسی بات کی بالخصوص قرآن عظیم بلکہ حدیث ہی میں تصریح صریح ہونا تو اصلاً ضروری نہیں، حتیٰ کہ ضروریات دین میں بہت ایسی باتیں ہیں جن کا منکر یقیناً کافر ہے مگر بالتصریح ان کا ذکر آیات واحادیث میں نہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا جہل محال ہونا، یہ ضروریات دین میں سے ہے لیکن قرآن وحدیث میں صراحۃً مذکور نہیں قرآن وحدیث میں اللہ عزوجل کے علم اور احاطۂ علم کا ذکر تو بہت مقامات پر ہے مگر امکان وامتناع کی بحث کہیں نہیں۔ اب اگر کوئی شخص معاذ اللہ باری تعالیٰ کا جہل ممکن مانے تو کیا وہ صرف اس بنا پر کہ اس امکان کا سلب صریح قرآن میں مذکور نہیں کافر نہ ہوگا۔ ضرور کافر ہے اور جو اسے کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔ تو جب ضروریات دین ہی کے ہر جزیہ کی تصریح صریح قرآن وحدیث میں ضروری نہیں تو ان سے نیچے درجہ کی بات پر یہ اصرار کہ ہمیں تو قرآن ہی دکھاؤ ورنہ ہم نہ مانیں گے نری جہالت ہے یا صریح ضلالت۔

اس کی نظیر یوں سمجھی جائے کہ کوئی شخص کہے حضرت یحییٰ علیہ السلام نے وصال فرمایا۔ زید کہے میں نہیں مانتا۔ مجھے خاص قرآن دکھاؤ کہ ان کا وصال ہو چکا۔ قرآن مجید میں تو یہ آیا ہے وَسَلٰمٌ عَلَیۡهِ یَوۡمَ وُلِدَ وَیَوۡمَ یَمُوۡتُ (مریم:۱۵۔ اور سلامتی ہے اس پر جس دن پیدا ہوا اور جس دن مرے گا) "مات یحییٰ" تو کہیں نہیں آیا۔ تو اس احمق سے یہی کہا جائے گا کہ قرآن میں صراحۃً کتنے انبیائے کرام کے وصال کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ خاص حضرت یحییٰ علیہ السلام کا ذکر ضرور ہوتا۔ بلکہ قرآن مجید نے تو انبیا ہی گنتی کے گنائے۔ قرآن عظیم میں صرف ۲۶ پیغمبروں کے نام مذکور ہیں۔ تو ایک عاقل کے نزدیک جس طرح ہزاروں انبیائے کرام کا قرآن کریم میں اصلاً تذکرہ نہ ہونے سے ان کی نبوت معاذ اللہ باطل نہیں ٹھہر سکتی اسی طرح وصال حضرت یحییٰ اور حیات حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے ذکر نہ ہونے سے اُن کا وصال اور ان کی حیات بے ثبوت نہیں ہو سکتی۔ ۸

مقدمۂ ثالثہ :

جو شخص کسی بات کا مدعی ہو اس کا بار ثبوت اسی کے ذمہ ہوتا ہے۔ جو خود تو اپنے دعوے کا ثبوت نہ دے اور دوسروں سے الٹا ثبوت مانگتا پھرے وہ پاگل و مجنون کہلاتا ہے یا مکار پرفتون۔ ۹

مقدمۂ رابعہ :

جو شخص جس بات کا مدعی ہو اس سے اسی دعوے کے متعلق بحث کی جائے گی۔ خارج از بحث بات کہ ثابت ہو تو مدعی کو مفید نہیں اور اگر ثابت نہ ہو تو اس کے مخالف کو مضر نہیں۔ ایسی بات میں مدعی کا بحث چھیڑنا مکر کی چال چلنا اور عوام کو فریب دینا ہے۔ مثلاً زید مدعی ہو کہ میں قطب وقت ہوں اور جب اس سے ثبوت مانگا جائے تو اپنے قطب ہونے کا تو کچھ ثبوت نہ دے بلکہ بحث اس امر میں چھیڑ دے کہ اس زمانے کے جو قطب تھے ان کا انتقال ہو گیا۔ اس عیار سے یہی کہا جائے گا کہ اگر ان کا انتقال ثابت بھی ہو جائے تو اس سے تیرا دعویٰ کیسے ثابت ہو جائے گا۔ کیا ان کے انتقال سے یہ ضروری ہے کہ تو ہی قطب ہو جائے۔ ۱۰

مقدمۂ خامسہ :

کسی نبی کا انتقال دوبارہ دنیا میں اس کی تشریف آوری کو محال نہیں کر سکتا۔ قرآن مجید کی سورۂ بقرہ کی آیت ۲۵۹ میں حضرت عزیر علیہ السلام کا واقعہ مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام کو وفات دی اور آپ ایک سو برس اسی حال رہے اور بقدرت خداوندی لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ رہے۔ ایک سو برس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو پھر زندہ فرمایا۔

اسی واقعہ سے متصل حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ مذکور ہے کہ آپ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی، اے میرے رب مجھے دکھا کہ تو مردے کیسے جلائے گا۔ تو حکم ہوا کہ چار پرندے لے کر ان کو اپنے ساتھ ہلا لے پھر انھیں ذبح کر کے متفرق پہاڑوں پر ان کے اجزا رکھ دے۔ پھر انھیں بلا وہ تیرے پاس دوڑتے ہوئے چلے آئیں گے۔ چناں چہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چار پرندے لیے اور انھیں بحکم الٰہی ذبح کر کے ان کے پر اکھاڑے اور قیمہ کر کے ان کے اجزا باہم خلط کر دیے اور اس مجموعے کے کئی حصے کر کے متفرق پہاڑوں پر رکھ دیے اور سر سب کے اپنے پاس رکھے۔ پھر آپ نے آواز دی کہ چلے آؤ۔ تو حکم الٰہی سے یہ فرماتے ہی وہ اجزا اڑے اور ہر پرندہ کے اجزا علاحدہ علاحدہ ہو کر اپنی ترتیب سے جمع ہوئے اور پرندوں کی شکلیں بن کر اپنے پاؤں سے دوڑتے ہوئے حاضر ہوئے اور اپنے اپنے سروں سے مل کر بعینہ پہلے کی طرح مکمل ہو کر اڑ گئے۔ ۱۱

راقم نے ان مقدمات کی نقل میں تلخیص بھی کی ہے اور کہیں کہیں پیرایۂ بیان میں بھی معمولی تبدیلی ہے ذکر مقدمات کے بعد حضرت حجۃ الاسلام فرماتے ہیں: فقیر غفرلہ المولی القدیر ان مقدمات خمس سے منکر شمس کے حواس درست کر کے بتوفیق اللہ تعالیٰ جانب جواب عطف عنان اور چند تنبیہوں میں حق واضح کو ظاہر و بیان کرتا ہے۔

تنبیہ اول :

حضرت حجۃ الاسلام فرماتے ہیں: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہاں تین مسئلے ہیں۔

مسئلہ اولیٰ یہ ہے کہ نہ آپ قتل کیے گئے، نہ سولی دیے گئے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکر یہود عنود سے صاف سلامت بچا کر آسمان پر اٹھا لیا اور آپ کی صورت دوسرے پر ڈال دی۔ یہود نے آپ کے دھوکہ میں اس کو سولی دی۔ یہ ہم مسلمانوں کا عقیدہ قطعیہ یقینیہ ایمانیہ پہلی قسم کے مسائل یعنی ضروریات دین سے ہے۔ جس کا منکر یقیناً کافر ہے۔ اس کی دلیل قطعی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اس کے بعد آپ نے سورۂ نساء کی آیات نمبر ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹ / ذکر کی ہیں۔ یہاں پر صرف ان کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے۔

اور ہم نے یہود پر لعنت کی بہ سبب ان کے کفر کرنے اور مریم پر بڑا بہتان اٹھانے اور ان کے اس کہنے کے کہ ہم نے قتل کیا۔ مسیح عیسیٰ بن مریم خدا کے رسول کو۔ اور انھوں نے نہ اسے قتل کیا نہ اسے سولی دی بلکہ اس کی صورت کا دوسرا بنا دیا گیا ان کے لیے، اور بے شک وہ جو اس کے بارے میں مختلف ہوئے (کہ کسی نے کہا اس کا چہرہ تو عیسیٰ کا سا ہے مگر بدن عیسیٰ کا سا نہیں یہ وہ نہیں، کسی نے کہا بلکہ وہی ہے) البتہ اس سے شک میں ہیں، انھیں خود بھی اس کے قتل کا یقین نہیں مگر یہی گمان کے پیچھے ہو لینا اور بالیقین انھوں نے اسے قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ اور نہیں اہل کتاب سے کوئی مگر یہ کہ ضرور ایمان لانے والا ہے عیسیٰ پر اس کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن عیسیٰ ان پر گواہی دے گا۔ ۱۲

مسئلہ ثانیہ ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قرب قیامت آسمان سے اترنا اور دنیا میں دوبارہ تشریف فرما ہو کر دین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدد کرنا۔ یہ مسئلہ قسم ثانی یعنی ضروریات مذہب اہل سنت سے ہے۔ جس کا منکر گمراہ خاسر، بد مذہب فاجر ہے۔ اس کی دلیل احادیث متواترہ اور اجماع اہل حق ہے۔ ۱۳

اس کے بعد حضرت حجۃ الاسلام نے ۴۳ / احادیث نقل کی ہیں۔ یہاں ان میں سے صرف ۳ / احادیث کا ترجمہ نقل کیا

جاتا ہے۔حدیث کا نمبر وہی نقل کیا گیا ہے جو"الصارم الربانی"میں ہے۔

حدیث اوّل: صحیح بخاری وصحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں"کیسا حال ہوگا تمہارا جب تم میں ابن مریم نزول کریں گے اور تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا۔یعنی اس وقت کی تمہاری خوشی بیان سے باہر ہے کہ روح اللہ تم میں اتریں، تم میں رہیں، تمہارے معین ومددگار بنیں اور تمہارے امام مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں۔

حدیث دوم: صحیحین وجامع ترمذی وسنن ابن ماجہ میں انہی سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بے شک ضرور نزدیک آتا ہے کہ ابن مریم تم میں حاکم عادل ہوکر اتریں، پس صلیب کو توڑدیں، خنزیر کو قتل کریں اور جزیہ کو موقوف کردیں گے (یعنی کافر سے سوائے اسلام کے کچھ قبول نہ فرمائیں گے) اور مال کی کثرت ہوگی یہاں تک کہ کوئی لینے والا نہ ملے گا۔یہاں تک کہ ایک سجدہ تمام دنیا اور اس کی سب چیزوں سے بہتر ہوگا۔یہ حدیث بیان کرکے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے: تم چاہو تو اس کی تصدیق قرآن مجید میں دیکھ لو کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے: عیسٰی کی موت سے پہلے سب اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے۔ [14]

حدیث چہارم: صحیح مسلم وسنن ابی داؤد وجامع ترمذی وسنن نسائی وسنن ابن ماجہ میں حضرت حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک قیامت نہ آئے گی جب تک تم اس سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھ لو۔ازآں جملہ ایک دھواں اور دجال اور دابۃ الارض اور آفتاب کا مغرب سے طلوع کرنا اور عیسٰی بن مریم کا اترنا اور یاجوج ماجوج کا نکلنا۔ [15]

مسئلہ ثالثہ: حضرت عیسٰی علیہ السلام کی حیات۔

اس کے دو معنی ہیں۔ایک یہ کہ وہ اب زندہ ہیں۔یہ بھی مسائل قسم ثانی سے ہے جس میں خلاف نہ کرے گا مگر گمراہ۔کہ اہل سنت کے نزدیک تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بحیاتِ حقیقی زندہ ہیں۔ان کی موت صرف تصدیق وعدۂ الٰہیہ کے لیے ایک آن کو ہوتی ہے۔پھر ہمیشہ حیاتِ حقیقی ابدی ہے۔ائمہ کرام نے اس مسئلہ کو محقق فرمادیا ہے۔اور اس مسئلہ کو سیّدنا الوالد المحقق دام ظلہ (امام احمد رضا) نے اپنی کتاب"سلطنۃ المصطفٰی فی ملکوت کل الورٰی"میں مفصل بیان فرمایا ہے۔

دوسرے یہ کہ اب تک ان پر موت طاری نہ ہوئی بلکہ زندہ ہی آسمان پر اٹھالیے گئے اور بعد نزول دنیا میں سالہا سال تشریف رکھ کر بعد اتمام نصرت اسلام وفات پائیں گے۔یہ مسائل قسمین اخیرین سے ہیں۔اس کے ثبوت

کو اولاً اسی قدر کافی ہے کہ رب عزوجل نے فرمایا: وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ (سورۂ نساء : ۱۵۹) جس کی تفسیر صحابی رسول حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے گزر چکی۔ (یعنی حدیث دوم میں) مخالف نے اپنی جہالت سے صرف بخاری شریف کی تخصیص کی تھی لیکن یہ تفسیر بخاری و مسلم دونوں میں موجود ہے۔

شرح مشکوٰۃ شریف للعلامۃ الطیبی میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تصدیق حدیث کے لیے نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اس آیت (وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ) سے استدلال فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہر کتابی عیسیٰ کی موت سے پہلے ضرور اس پر ایمان لانے والا ہے اور وہ یہود و نصاریٰ ہیں جو بعد نزول عیسیٰ علیہ السلام ان کے زمانے میں ہوں گے تو تمام روئے زمین پر صرف ایک دین ہوگا دین اسلام۔ نقلہ عنہ الملا علی قاری فی المرقات۔ یہی تفسیر بہ سند صحیح دوسرے صحابی جلیل الشان ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی مروی ہے جن سے مخالف نے بخاری شریف میں قول موت حضرت عیسیٰ منقول ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ بخاری کی شرح ارشاد الساری میں ہے کہ ''اس حدیث کو روایت کر کے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث کی تصدیق قرآن سے بتانے کے لیے آخر زمانے میں حضرت عیسیٰ کے نزول پر دلیل لائے۔ فرمایا: تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ ہر کتابی ضرور ایمان لانے والا ہے عیسیٰ پر ان کی موت سے پہلے اور وہ، وہ کتابی ہیں جو اس وقت ان کے زمانے میں ہوں گے تو سارے جہان میں صرف ایک دین اسلام ہوگا اور اسی پر جزم کیا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس حدیث میں جو ان سے ابن جریر نے ان کے شاگرد رشید سعید ابن جبیر کے واسطے سے بہ سند صحیح روایت کی (عربی سے ترجمہ)

اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اٹھا لیے جانے پر ائمہ کرام اور مفسرین عظام کی کثیر تصریحات ذکر کی ہیں ان میں سے چند کا صرف ترجمہ نقل کیا جاتا ہے۔

(۱) اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ، قَابِضُکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ مِنَ الدُّنیا من غیر موت یعنی اللہ عزوجل نے عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا میں تجھے اپنے پاس لے لوں گا اور دنیا سے بغیر موت دیے اٹھا لوں گا۔ (تفسیر جلالین للعلامۃ جلال الدین السیوطی)

(۲) عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھا لیے گئے ہیں اور اس کے بعد وفات دیے جائیں گے۔ (تفسیر امام ابوالبقا عکبری)

(۳) وہ آسمان پر اٹھا لیے گئے ہیں، اور اس کے بعد زمین پر اتر کر اور شریعت محمدیہ کے مطابق حکم کر کے وفات پائیں گے۔ (تفسیر سمین، تفسیر فتوحات الٰہیہ)

(۴) دلیل سے ثابت ہو چکا ہے کہ عیسٰی علیہ السلام زندہ ہیں اور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے حدیث آئی ہے کہ وہ عن قریب اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔ پھر اس کے بعد اللہ عزوجل انھیں وفات دے گا۔ (تفسیر کبیر للامام فخر الدین الرازی)

(۵) آیت کریمہ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ الآیہ کی جو تفسیر حضرت ابو ہریرہ نے فرمائی وہی امام حسن بصری سے بطریق ابی رجا مروی ہوئی کہ انھوں نے فرمایا معنی آیت ہیں کہ تمام کتابی موت عیسٰی علیہ السلام سے پہلے ان پر ایمان لانے والے ہیں اور فرمایا خدا کی قسم عیسٰی علیہ السلام زندہ ہیں اور اکثر اہل علم کا یہی مذہب ہے۔ (عمدۃ القاری للامام بدر الدین محمود العینی)

مذکورہ بالا کتابوں کے علاوہ ان کتابوں سے بھی حضرت عیسٰی علیہ السلام کے زندہ اٹھا لیے جانے پر عبارات نقل کی گئی ہیں۔ تفسیر معالم التنزیل امام بغوی، تفسیر عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی علامہ شہاب الدین خفاجی، تجرید الصحابہ امام شمس الدین ابو عبد اللہ محمد ذہبی، کتاب القواعد امام تاج الدین سبکی، اصابہ فی تمییز الصحابہ امام ابن حجر عسقلانی۔ ان تصریحات کے نقل کے بعد حضرت حجۃ الاسلام فرماتے ہیں "یہی قول جمہور ہے۔ اور قول جمہور ہی معتمد و منصور ہے، ابھی شرح صحیح بخاری عمدۃ القاری سے گزرا ذهب اليه اكثر اهل العلم یہی قول صحیح و مرجح ہے اور قول صحیح کا مقابل ساقط و نامعتبر۔ امام قرطبی صاحب مفہم شرح صحیح مسلم، پھر علامۃ الوجود امام ابو السعود تفسیر "ارشاد العقل السلیم" میں فرماتے ہیں "الصحيح ان الله تعالٰى رفعه من غير وفاة ولا نوم كما قال الحسن و ابن زيد، هو اختيار الطبرى، وهو الصحيح عن ابن عباس رضى الله تعالٰى عنهما صحیح یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے آپ کو زندہ بیدار اٹھا لیا نہ ان کا انتقال ہوا نہ اس وقت سوتے تھے۔ جیسا کہ امام حسن بصری اور ابن زید نے تصریح فرمائی۔ اور اسی کو امام طبری نے اختیار کیا۔ اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بھی صحیح روایت یہی ہے۔ عمدۃ القاری شرح بخاری میں ہے القول الصحيح انه رفع وهو حىّ صحیح قول یہ ہے کہ وہ زندہ اٹھا لیے گئے۔ ۱۶!

تنبیہ دوم:

مرزا غلام احمد قادیانی کے خلیفہ نے اس امر پر کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام وفات پا چکے ہیں دو آیات کریمہ سے استدلال کیا تھا۔ اس تنبیہ میں اسی استدلال کا جواب دیا گیا ہے۔

پہلی آیت: فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِىْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ط وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ شَهِيْدٌ (مائدہ:۱۱۷)

ترجمہ: جب تو نے مجھے وفات دی تو ہی ان پر مطلع رہا، اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔

اس استدلال کا جواب حضرت حجۃ الاسلام نے یہ دیا ہے کہ اولاً لفظ ''توفی'' معنی موت کے لیے خاص نہیں ہے اور اگر یہاں بمعنی موت ہو جب بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت قبل نزول آیت سے ثابت نہ ہوگی کیوں کہ آپ یہ بات بارگاہ رب العزت میں بروز قیامت عرض کریں گے۔

اس کے بعد حجۃ الاسلام نے آیت مذکورہ سے پہلے اور بعد کی آیات نقل کی ہیں جن کا ترجمہ یہاں پر نقل کیا جاتا ہے۔

جس دن جمع فرمائے گا اللہ تعالیٰ رسولوں کو۔ پھر فرمائے گا تمہیں کیا جواب ملا؟ بولے ہمیں کچھ خبر نہیں بے شک تو ہی خوب جانتا ہے۔ سب چھپی باتیں۔ جب فرمایا اللہ نے اے عیسیٰ مریم کے بیٹے یاد کر میرے احسان اپنے اوپر (پھر احسانات گنا کر فرمایا) اور جب فرمایا اللہ نے اے عیسیٰ مریم کے بیٹے کیا تو نے کہہ دیا تھا لوگوں سے کہ بنالو مجھے اور میری ماں کو دو خدا اللہ کے سوا؟ بولا پاکی ہے تجھے مجھے روا نہیں کہ وہ کہوں جو مجھے نہیں پہنچتا۔ اگر میں نے کہا تو تجھے خوب معلوم ہوگا تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہے۔ بے شک تو ہی خوب جانتا ہے سب چھپی باتیں۔ میں نے نہ کہا ان سے مگر وہی جس کا تو نے مجھے حکم دیا کہ پوجو اللہ کو جو مالک ہے میرا اور تمہارا اور میں ان پر گواہ تھا۔ جب تک میں ان میں تھا۔ جب تو نے مجھے وفات دی تو تو ہی ان پر مطلع رہا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔ اگر تو انھیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انھیں بخش دے تو بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔ فرمایا اللہ نے یہ وہ دن ہے جس میں نفع دے گا سچوں کو ان کا سچ۔

صاف صاف ظاہر و روشن ہے کہ اوّل سے آخر تک یہ ساری گفتگو روز قیامت کی ہے۔ یہ کس نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام کبھی وفات پائیں گے ہی نہیں کہ روز قیامت بھی اپنی وفات کا ذکر نہ کر سکیں۔ ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ آپ کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا گیا۔ پھر قریب قیامت نازل ہوں گے اور چالیس برس دنیا میں رہ کر دین محمدی کی حمایت و نصرت فرمائیں گے۔ اس کے بعد وفات پائیں گے تو قیامت کے دن آپ کا یہ فرمانا کہ ''جب تو نے مجھے وفات دی'' ہمیں کیا مُضر ہے۔

حضرت حجۃ الاسلام اس کے بعد فرماتے ہیں: شاید جاہل یہاں ''قال اللہ'' اور ''قال سبحنک'' میں ماضی کے صیغے دیکھ کر یہ سمجھا کہ یہ تو گزری ہوئی باتیں ہیں اور قیامت کا دن ابھی نہیں گزرا۔ حالاں کہ وہ نہیں جانتا کہ کلام فصیح میں آئندہ بات کو جو یقینی ہونے والی ہے ہزار جگہ ماضی کے صیغے سے تعبیر کرتے ہیں۔ یعنی وہ ایسی یقینی الوقوع ہے کہ گویا واقع ہو لی۔ قرآن مجید میں بہ کثرت ایسے محاورے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے قرآن حکیم سے متعدد مثالیں ذکر کی ہیں جن میں روز قیامت کے واقعات کو صیغہائے ماضی سے ارشاد فرمایا ہے۔

دوسری آیت : اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسٰٓی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَھِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا (آل عمران:۵۵)

ترجمہ: جب اللہ نے فرمایا: اے عیسیٰ میں تجھے وفات دینے والا اور اپنی طرف اٹھانے والا اور کافروں سے دور کردینے والا ہوں۔

اس آیت سے خلیفہ قادیانی نے یہ ثابت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وفات دی اس کے بعد آپ کی صرف روح آسمان پر اٹھائی گئی۔

اولاً لفظ ''توفی'' معنی موت میں متعین نہیں بلکہ اس آیت میں مفسرین کرام نے دیگر معانی بھی ذکر کیے ہیں۔ حضرت حجۃ الاسلام نے پہلا جواب ''توفی'' بمعنی موت تسلیم کرنے کی صورت میں دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ اولاً حرف ''واو'' ترتیب کے لیے نہیں، کہ اس میں جو پہلے مذکور ہو اس کا پہلے ہی واقع ہونا ضرور ہو۔ تو آیت سے صرف اتنا سمجھا گیا کہ ''وفات، رفع، اور تطہیر'' سب کچھ ہونے والے ہیں اور یہ بلاشبہ حق ہے۔ یہ کہاں سے مفہوم ہوا کہ ''رفع'' سے پہلے ''وفات'' ہوگی۔ تفسیر امام عکبری میں ہے مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ، کلاھما للمستقبل و التقدیر رافعک اِلَیَّ ومتوفیک لانه رفع الی السماء ثم یتوفی بعد ذلک۔ یعنی متوفیک ورافعک اِلَیَّ یہ دونوں مستقبل کے لیے ہیں۔ تقدیر یوں ہے کہ رافعک اِلَیَّ ومتوفیک یعنی اے عیسیٰ میں تجھے اپنی طرف اٹھاؤں گا اور وفات دوں گا۔ اس لیے کہ یہ ثابت ہے کہ آپ آسمان کی طرف اٹھا لیے گئے اور وفات اس کے بعد پائیں گے۔ تفسیر جمل، تفسیر مدارک، تفسیر کشاف، تفسیر بیضاوی اور تفسیر ارشاد العقل میں ہے: واللفظ للنسفی ای مُمِیْتُکَ فی وَقْتِکَ بَعْدَ النزول مِنَ السَّمَاءِ ورافعک الاٰن ۔ اذالواو لا یوجب الترتیب ۔ یعنی اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ میں تجھ پر موت طاری کروں گا آسمان سے نزول کے بعد اور اٹھاؤں گا اب۔ اس لیے کہ حرف 'واو' موجب ترتیب نہیں۔

تفسیر کبیر میں ہے: اَلْاٰیَۃُ تَدُلُّ عَلٰی اَنَّہٗ تَعَالٰی یَفْعَلُ بِہٖ ھٰذِہٖ الافعال فَاَمَّا کَیْفَ یَفْعَلُ وَمَتٰی یَفْعَلُ فَالْاَمْرُ فِیْہِ موقوف علی الدلیل ۔ وَقَدْ ثَبَتَ بِالدَّلِیْل انه حیّ ۔ یعنی آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں یہ جملہ افعال فرمائے گا۔ (انھیں وفات بھی دے گا اور انھیں اٹھائے گا بھی) رہی یہ بات کہ کیسے کرے گا اور کب کرے گا تو یہ دلیل پر موقوف ہے۔ اور دلیل سے یہ ثابت ہے کہ آپ زندہ ہیں۔

اب حضرت حجۃ الاسلام 'توفی'' کے ان دیگر معانی کا ذکر کرتے ہیں جو مفسرین نے یہاں مراد لیے ہیں،

'توفی'' کے معنی موت دینے کے علاوہ ''کسی چیز کو پورا لینا'' بھی ہیں۔ اس صورت میں آیت کے معنی ہوں گے ''میں تمہیں مع جسم وروح تمام وکمال اپنی طرف اٹھالوں گا۔'' یہ معنی تفسیر کبیر اور معالم التنزیل میں بیان کیے گئے ہیں۔ 'توفی'' کے معنی ''استیفاے اجل یعنی مدت پوری کرنا'' بھی ہیں۔ اس صورت میں آیت کا یہ معنی ہوگا کہ 'میں تمہیں تمہاری عمر کامل تک پہنچاؤں گا۔ اور ان کافروں کے قتل سے بچاؤں گا۔ ان کا ارادہ پورا نہ ہوگا تم اپنی عمر مقرر تک پہنچ کر اپنی موت انتقال کروگے۔ یہ معنی تفسیر سمیں، تفسیر جمل، تفسیر مدارک، تفسیر کشاف، تفسیر بیضاوی، اور تفسیر ارشاد العقل میں بیان کیے ہیں۔

'توفی'' کے معنی ''نیند طاری کرنا'' بھی ہیں۔ اس صورت میں آیت کے معنی ہوں گے کہ میں تم پر نیند طاری فرمادوں گا اور سوتے میں آسمان پر اٹھالوں گا کہ اٹھائے جانے میں دہشت لاحق نہ ہو۔ یہ معنی تفسیر معالم، تفسیر مدارک، تفسیر کشاف اور تفسیر ارشاد العقل میں ذکر کیے گئے ہیں۔ ان معانی کے علاوہ اور بھی بعض وجوہ کلمات علما میں مذکور ہیں۔ تو وفات کو بمعنی موت لینا اور اسے قبل از رفع ٹھہرا دینا محض بے دلیل ہے۔ جس کا آیت میں اصلاً پتہ نہیں۔ ۷۱ (حضرت حجۃ الاسلام نے مذکورہ تفاسیر کی عبارات بھی نقل فرمائی ہیں لیکن بقصد اختصار یہاں نقل نہیں کی گئیں۔)

خلیفۂ قادیانی نے دعواے وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر دو آیات پیش کی تھیں اور یہ دعویٰ کیا تھا کہ یہ معنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔ حضرت حجۃ الاسلام فرماتے ہیں کہ یہ افترا ہے۔

یہ دعویٰ بھی کیا تھا کہ یہ معنی حضرت عبداللہ ابن عباس سے بھی مروی ہیں۔ حضرت حجۃ الاسلام فرماتے ہیں: یہ بھی افترا ہے۔ انھوں نے ہرگز آیات کے یہ معنی نہیں بتائے۔ صفحات گزشتہ میں ثابت ہو چکا ہے کہ ان سے بہ سند صحیح اس کا خلاف ثابت ہے۔ وہ اسی کے قائل ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نے ابھی وفات نہ پائی۔ ان کی موت سے پہلے یہود و نصاریٰ ان پر ایمان لائیں گے۔ امام قرطبی سے گزرا کہ یہی روایت حضرت ابن عباس سے صحیح ہے، رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

اس نے یہ بھی کہا تھا کہ یہ معنی بخاری شریف میں مذکور ہیں۔ حضرت حجۃ الاسلام فرماتے ہیں: یہ بخاری شریف پر افترا ہے کہ اس میں یہ تفسیر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔ حالاں کہ اس میں بروایت ابن عباس صرف اس قدر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا حشر ہوگا اور کچھ لوگ بائیں طرف یعنی معاذ اللہ جہنم لے جائے جائیں گے۔ تو میں وہ عرض کروں گا جو بندۂ صالح عیسیٰ ابن مریم نے عرض کیا کہ میں ان پر گواہ تھا جب تک ان میں موجود رہا۔ جب تو نے مجھے وفات دی تو ہی ان پر مطلع رہا اور تو ہر چیز پر گواہ

ہے۔ اگر تو انھیں عذاب کرے وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انھیں بخش دے تو تو ہی غالب حکمت والا ہے۔

اس حدیث میں مدعی کے اس دعوے کا کہاں پتہ ہے کہ آسمان پر جانے سے پہلے وفات ہوئی اور صرف روح اٹھائی گئی ہے۔ ۱۸

تنبیہ سوم:

خلیفۂ قادیانی کی طرف سے یہ سوال بھی کیا گیا تھا کہ "جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا تو وہ نبی نہ رہیں گے۔ تو وہ نبوت ورسالت سے خود مستعفی ہوں گے، یا اللہ تعالیٰ ان کو اس عہدۂ جلیلہ سے معزول کر کے امتی بنا دے گا؟"

حضرت حجۃ الاسلام فرماتے ہیں کہ "ان نئے فیشن کے مسیحوں کا یہ سوال اگر از راہ نادانی ہے تو محض سفاہت و جہالت ہے ورنہ صریح شرارت وضلالت۔ حاش للہ! نہ وہ خود مستعفی ہوں گے نہ اللہ عزوجل انھیں معزول فرمائے گا نہ کوئی نبی معزول کیا جاتا ہے۔ وہ ضرور اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور ہمیشہ نبی رہیں گے اور ضرور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امتی ہیں اور ہمیشہ امتی رہیں گے،

یہ سفیہ اپنی حماقت سے نبی ہونے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امتی ہونے میں باہم منافات سمجھا یہ اس کی جہالت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قدر رفیع سے غفلت ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ ایک عیسیٰ روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر موقوف نہیں ابراہیم خلیل اللہ، موسیٰ کلیم اللہ، نوح نجی اللہ اور آدم صفی اللہ تمام انبیاء اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم سب کے سب ہمارے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امتی ہیں۔ حضور کا نام پاک نبی الانبیا ہے۔ ۱۹

اس کے ثبوت میں آپ نے دو احادیث اور سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۸۱ اور ۸۲ نقل کی ہیں۔

تنبیہات چہارم و پنجم:

ان دونوں میں حضرت حجۃ الاسلام نے مرزا قادیانی کے دعوائے مسیحیت کا رد فرمایا ہے جو آٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہاں تنبیہ چہارم کا صرف ایک اقتباس نقل کیا جاتا ہے۔

مرزا قادیانی نے دنیاوی شہرت و دولت حاصل کرنے کے خیال میں جہاں ہزاروں گل کھلائے، صدہا جل کھیلے وہاں ایک ہلکا سا پیچ یہ بھی چلے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو مر بھی گئے۔ اب وہ کیا خاک اتریں گے اور کیا کریں دھریں گے۔ جو کچھ ہیں ہم ہی ذات شریف ہیں۔ ہم ہی قاتل خنزیر، ہم ہی کاسر صلیب، ہم ہی مسیح موعود، گویا انہی کی ماں کنواری، انہی کا باپ معدوم، احادیث متواترہ میں انہی کے آنے کی دھوم، مگر یہ ان کی نری ہوس ہے اور حیات

موت عیسوی میں ان کی گفتگو عبث۔ (چند سطروں کے بعد فرماتے ہیں) بفرض باطل یہ سب کچھ سہی (یعنی یہی فرض کر لیں کہ حضرت عیسٰی وفات پاگئے) پھر آخر تمہاری مسیحیت کیوں کر ثابت ہوئی؟ ثبوت دو اور اپنے دعوے کی غیرت کی آن ہے تو صرف قرآن سے دو۔ وہ دیکھو قرآن کی بارگاہ سے محروم پھرتے ہو۔ اچھا وہاں نہ ملا حدیث سے دو۔ وہ دیکھو حدیث کی درگاہ سے بھی خائب وخاسر پلٹتے ہو۔ خیر یہاں بھی ٹھکانہ نہ لگا تو کسی صحابی ہی کا ارشاد، کسی تابعی ہی کا اثر، کسی امام ہی کا قول، کچھ تو پیش کرو کہ احادیث متواترہ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جو نزول عیسٰی کی بشارت دی ہے اس سے مراد کوئی ہندی پنجابی ہے۔ جہاں جہاں ابن مریم ارشاد ہے وہاں کسی پنجابن کا بچہ مغل زادہ مراد ہے۔ جب ایسے بدیہی البطلان دعووں کا کہیں سے ثبوت نہ دے سکو ہر طرف سے ناامید ہر طرح سے باطل تو عوام کو فریب دینے اور الٹے اچھلنے سے کیا حاصل؟ حضرت مسیح مع جسم وروح یا صرف روح سے بعد انتقال گئے یا جیتے جاگتے تمہیں اس سے کیا نفع اور تم پر سے ذلت بے ثبوتی کیوں کر دفع؟ تمہارا مطلب ہر طرح مفقود، تمہارا ادعا ہر طرح مردود۔ پھر اس بے معنی بحث کو چھیڑ کر کیا سنبھالو گے، اور عیسٰی کی وفات سے مغل کو مرسل، پنجابن کو مریم، نطفے کو کلمہ، اذل کو اکرم، بیاہی کو کنواری، او خال کو دم کیوں کر بنا لو گے؟ [۲۰]

جواب سوال اخیر:

اس سرخی کے تحت فرماتے ہیں: اب نہ رہا مگر سائل کا حضرت امام مہدی واعور دجال کی بہ نسبت سوال۔ بتوفیق اللہ تعالٰی اس کے جواب لیجیے (قولہ) ۔ حضرت امام مہدی اور دجال کا ہونا قرآن شریف میں ہے یا نہیں؟ (اقول) ہے اور بہت تفصیل سے۔ (قولہ)۔ ہے تو اس کی آیت؟ (اقول)۔ ایک نہیں متعدد۔ دیکھو سورۂ والنجم شریف کی آیت تیسری اور چوتھی۔ سورۂ فتح شریف کی آخری آیت کا صدر، سورۂ قلب القرآن مبارک کی پہلی چار آیتیں۔ وغیرذٰلک مواقع کثیرہ۔

جواب دوم:

دیکھو مقدمہ اولٰی۔

جواب سوم:

قادیانی کا نکلنا، اس کا عیسٰی موعود ہونا قرآن شریف میں ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس کی آیت؟ اور نہیں تو وجہ؟

کَذٰلِکَ الْعَذَابُ ط وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَۃِ اکبر لَوْ کانوا یعلمون [۲۱]

خاتمہ میں فرماتے ہیں: الحمد للہ کہ یہ مختصر جواب ۲۲؍رمضان المبارک روز جان افروز دوشنبہ ۱۳۱۵ھ کو حُلّہ پوش اختتام اور بلحاظ تاریخ ''الصارم الربانی علی اسراف القادیانی'' نام ہوا۔ وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیّدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین ۔ وآخر دعوٰنا ان الحمدللہ رب العالمین ۔ واللہ سبحانہ و تعالٰی اعلم ۔ وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

اور اس مضمون کی یہ اختتامی سطور ۲۲؍ذی الحجہ ۱۴۲۸ھ بروز جمعۂ مبارکہ لکھی جارہی ہیں ۔ ارادہ یہ تھا کہ اس رسالۂ مبارکہ میں جن کتب تفاسیر واحادیث کے نام آئے ہیں ان میں سے جو جامعہ نوریہ رضویہ میں دستیاب ہیں ان کی جلد، صفحہ اور مطبع کی نشان دہی بھی کردی جائے۔ لیکن اس ارادے کی تکمیل نہ ہوسکی۔ آئندہ جو صاحب بھی اس کی اشاعت کریں وہ اس امر کو ملحوظ رکھیں کیوں کہ یہ تقاضائے وقت ہے۔ اللہ تبارک وتعالٰی حضرت حجۃ الاسلام علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں کی تربت انور پر اپنے فضل وکرم کی بارشیں فرمائے۔

آمین ۔

وصلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہ سیّدنا و مولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین ۔ برحمتک یا ارحم الراحمین ۔

مصادر و مراجع

(۱) اعلٰی حضرت امام احمد رضا خاں، فتاوٰی رضویہ، ج۶، ص ۲۹۹ نشر کردہ رضا اکیڈمی ممبئی

(۲) حضرت صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی، بہار شریعت، ج اوّل، ص ۶۱، رضوی کتب خانہ بازار صندل خاں بریلی شریف

(۳) حضرت پیرزادہ اقبال احمد فاروقی، فکر فاروقی، ص ۲۳۷ نشر کردہ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور

(۴) حضرت حجۃ الاسلام، الصارم الربانی، ص ۶۷ نشر کردہ انڈین اسلامک مشن ممبئی ۳

(۵) حضرت مفتی عبد الرحیم نشتر فاروقی، تقدیم بر فتاوٰی حامدیہ، ص ۹۸، ناشر ادارہ تصنیفات رضا بریلی شریف

(۶) فتاوٰی رضویہ، ج۶، ص ۲۹۸ (۷) الصارم الربانی، ص ۶ تا ۱۰

(۸) حوالہ مذکور، ص ۱۱ تا ۱۲ (۹) حوالہ مذکور، ص ۱۳

(۱۰) حوالہ مذکور، ص ۱۳ (۱۱) حوالہ مذکور، ص ۱۴۔۱۵

(۱۲) حوالہ مذکور، ص ۱۶۔۱۷ (۱۳) حوالہ مذکور، ص ۱۷

(۱۴) حوالہ مذکور، ص۱۸ (۱۵) حوالہ مذکور، ص۴۰

(۱۶) حوالہ مذکور، ص۴۰تا۴۶ (۱۷) حوالہ مذکور، ص۴۹تا۵۳

(۱۸) حوالہ مذکور، ص۴۸ (۱۹) حوالہ مذکور، ص۵۶

(۲۰) حوالہ مذکور، ص۶۱۔۶۲ (۲۱) حوالہ مذکور، ص۶۷

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

تصحیح یقین بر ختم نبیین

مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد مصطفیٰ رضا خان نوری بریلوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

نئی روشنی کے دلدادوں اور اس ظاہری ترقی کے عاشقوں کے طور پر زمانہ حال میں جہاں یورپ و امریکہ جاپان وغیرہ نے نمایاں دینوی ترقیاں کیں کسی نے قسم قسم کے آلے نکال کر لوگوں کو محو حیرت کیا تو کسی نے عجیب عجیب مشینیں ایجاد کر کے۔ خصوصاً اس جنگ کے زمانے میں جرمن کے حیرت افزا شعبدوں اور سحر زا کرشموں نے تو چھوٹے سے بڑے تک سب کو متحیر کر بنا دیا۔ یہی نہیں کہ اس کی ان شعبدہ بازیوں سے ہمارے ہندوستان والے ہی محو حیرت و استعجاب ہوں بلکہ وہ یورپین و امریکن ترقی یافتہ بھی انگشت حیرت دردہاں ہیں جنھوں نے اپنے ایجادات سے لوگوں کو متعجب کر دیا تھا۔ ہمارے ہندوستانیوں نے بھی خیال کیا کہ لاؤ بہتی گنگا ہے ہم بھی ہاتھ دھولیں مذہب کو خیر باد کہہ کر یورپ کی اندھی تقلید کی اور دینوی ترقی کے درپے ہو لیے اور ہمارے ہم ملک ہندوؤں نے بھی اپنی چلتی ترقی کرنے میں بہت کچھ کوشش کی اور اگرچہ وہ یورپ کی سی ترقی نہ کر سکے مگر پھر بھی وہ اپنے ہم وطن دیگر اقوام سے دینوی بازی لے گئے اور صنعت وحرفت وتجارت وغیرہ میں بہت آگے بڑھ گئے۔ مگر اس لیے کہ وہ جنھوں نے اپنا مذہب چھوڑ اور دنیا کو لیا چونکہ ان کے مذاہب چھوڑ ہی دینے کے تھے (اگرچہ انھیں دین حق کی تلاش اور پابندی کرنی تھی جو انھوں نے نہ کی) ان کی طرف دنیا بڑھی اور انھیں مل گئی۔ مگر ہمارے مسلمان جنھوں نے ان کی دیکھا دیکھی دنیا اختیار کی اور مذہب کو پیٹھ دی انھیں دنیا بھی نہ ملی اور دین سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے۔

؎ نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ اِدھر کے ہوئے نہ اُدھر کے ہوئے

کاش ان کی آنکھیں اب بھی کھلتیں اور وہ سمجھتے کہ یہ مذہب حق سے روگردانی کا نتیجہ ہے یا اتنا ہی سمجھ لیتے کہ ہم جسے ترقی سمجھ رہے ہیں وہ حقیقۃً تنزل ہے مگر سخت افسوس تو یہ ہے کہ وہ اس تنزل کو ترقی سمجھے ہوئے ہیں اور ترقی معکوس کے طالب ہیں۔ آہ اسی لیے مسلمانوں کی حالت روز بروز ابتر ہوتی جاتی ہے۔ وہ اپنے پاک اور مقدس مذہب پر مضبوطی سے قائم رہتے اور دین کے مبارک سایہ میں رہ کر دنیا کماتے تو ان کی یہ بری حالت کیوں ہوتی۔ ان کے افلاس ان کی فلاکت کا باعث ان کا اپنا کیا ہوا فعل ہے وہ کیا وہ یہی مذہب کو پشت نمائی۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے!

اِنَّ اللّٰہَ لَایُغَیِّرُ مَابِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْامَابِاَنْفُسِھِمْ (الرعد:۱۱)	بیشک اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں۔

پھر وہ جن کے پاس یہ دھوکے کی ٹٹی بھی نہ تھی یعنی آجکل کے اسباب ترقی دینوی انھوں نے کہا ہم کیوں خاموش رہیں جن لوگوں نے دینوی ترقیاں کیں اورنئی نئی ایجادیں ہوئیں ہم میں یہ کمی ہے کہ دینوی کوئی شئے ایجاد نہیں کرسکتے تو دین میں اختراع کرسکتے ہیں۔اب کیا تھا نئے نئے مذاہب کی مشنریاں کھل گئیں روزانہ نئے نئے دین پیدا ہونے لگےکوئی اہل قرآن بنتا ہے کہتا ہے حدیث کوئی چیز نہیں۔کوئی اہلحدیث بنتا ہے کہتا ہے ائمہ کوئی چیز نہیں ان کی تقلید ہم پر فرض نہیں۔تقلید حرام ہے۔حالانکہ خود قرآن عظیم میں باوجود اس کے فرمایا!**بِتِبْیَانًالِّکُلِّ شَیْئٍ** ارشاد ہوا **وَمَایَعْقِلُھَااِلَّا الْعٰلِمُوْنَ**۔اسے نہیں سمجھتے مگر علماء۔

یونہی فرمایا!

فَاسْئَلُوْااَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔(الانبیاء:۷)	علماء سے دریافت کرواگر تم نہ جانتے ہو۔

پھر علماء کہاں سے کہتے ہیں وہ خود قرآن عظیم کے رموز ونکات سمجھنے پر قدرت نہیں رکھتے اسی لیے خود قرآن عظیم میں ارشاد فرمایا!

وَاَنْزَلْنَـااِلَیْكَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَیْھِمْ (النحل:۴۴)	ہم نے یہ کتاب کریم آپ کی طرف اس لیے اتاری کہ آپ لوگوں سے اسے بیان فرمادیں جو چیز ان کے لیے اتاری گئی۔

حضرت عمر فاروق عادل واعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے! کچھ لوگ قریب قیامت زمانہ میں ہونگے وہ تم سے قرآن کریم کے مشتبہ کلمات کریمہ میں نزاع کریں گے تمہیں چاہیے کہ تم ان پر حدیثوں سے گرفت کرو۔

فـان اصحـاب السنن اعلم بکتاب الله	اس لیے کہ حدیث جاننے والے قرآن عظیم کو خوب جانتے ہیں۔

قرآن عظیم میں ارشاد ہوا!

یُضِلُّ بِـهٖ کَثِیْرًا وَّیَھْدِیْ بِهٖ کَثِیْرًا (البقرۃ:۲۶)	اسی قرآن سے بھتیرے گمراہ ہوتے ہیں اور بھتیرے سیدھی راہ پاتے ہیں۔

تو ظاہر ہوا جو یہ کہے کہ حدیث کوئی چیز نہیں ہم تو جو قرآن میں ہے وہی مانیں گے گمراہ بددین ہے۔ یونہی وہ جو کہے کہ ہم تو صرف حدیث ہی پر عمل کریں گے ہمیں ائمہ سے کیا غرض قرآن عظیم کا مخالف اور گمراہ ہے۔ خیر ہم کہاں سے کہاں ہو رہے۔ ہاں تو کہنا یہ ہے کہ روزانہ مذہب حق کے دشمن مذہب میں شاخسانے نکالتے اور طرح طرح کے فتنے برپا کرتے ہیں اور اس کا اصل باعث وہی ہوس دنیا اور جاہ وشہرت طلبی ہے کوئی ائمہ کو گالیاں دیتا ہے کوئی صحابہ کو برا کہتا ہے کوئی اور اونچا اڑا تو انبیاء تک پہنچا انھیں چوڑھا چمار کہا اور بعض نے اور زیادہ ترقی کی تو حضرت سید الانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلاۃ والثناء کو بھی نہ چھوڑا۔ حضور کے میلاد مقدس کو کنہیا کا جنم دن کہا۔ حضور کے علم عظیم کو شیطان کے علم سے کم کہا۔ کسی نے کہا انھیں تو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں اپنے خاتمہ کی بھی خبر نہیں حضور کا علم غیب تو ایسا ہے جیسے زید عمرو صبی ومجنون سب حیوانات وبہائم کا پھر اور ترقی کی تو اب حضرت عزت تک نوبت پہنچائی اور اس پاک قدوس کی شان گھٹانا چاہی۔ بعض نے اس کا جھوٹا ہونا ممکن ٹھہرایا بعض نے اس سے زیادہ ترقی کی کہ اسے کاذب بالفعل مانا یعنی خدا اس عیب سے (معاذ اللہ) ملوث ہو چکا۔ پھر ایک یہی نہیں جتنے عیوب ہیں زنا کاری شراب خوری چوری وغیرہ سب وہ کر سکتا ہے اب کچھ وہ تھے جنہوں نے کہا لاؤ سیدھے نبوت ہی کے مدعی بنو بہتیرے ہمارے دام تزویر میں پھنس رہیں گے مگر یکا یک نہیں یوں پھنسنا ذرا دشوار ہوگا پہلے اس کی تمہید اٹھاؤ یعنی ختم نبوت کا انکار اور قرآن عظیم میں جو خاتم النبیین صاف فرمایا گیا ہے اس کی تاویلیں کرو سب میں پہلے اس کی کوشش اسمٰعیل دہلوی نے کی کہ کہا! خدا تو قادر ہے کہ ایک آن میں محمد جیسے کروڑوں پیدا کرڈالے۔

مگر اس ادعائے نبوت کا وقت نہ ملا پھر اس کی اس ناپاک کوشش سے قاسم نانوتوی نے فائدہ اٹھانا چاہا اور تحذیر الناس خاص اسی بارے میں تصنیف کی مگر وقت کی بات کہ وہ بھی اس کا وقت نہ پا سکا اور قبل اس کے کہ وہ دعوی نبوت کرے دنیا سے اٹھ گیا پھر ان دونوں کے کیے سے قادیانی نے فائدہ اٹھایا اور بڑے شدومد سے دعویٰ نبوت و مسیحیت کیا۔ اور ایک قادیانی ہی نے کیا اکثر کو ان کی ان بیہودہ کوششوں سے اپنے ناپاک مقصد میں مدد ملی۔ گھر گھر نبوت کے دعوے ہونے لگے۔

ہم ابھی تمہید میں وہ نفیس ترتیب جو قرآن نے ارشاد فرمائی بیان کر چکے کہ عامۃ المسلمین کو علماء سے دریافت کا حکم ہے اور علماء کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی احادیث طیبہ سے اور حضور کو قرآن عظیم سے اسی لیے اسلام میں کسی مسئلہ کے ثبوت کے لیے چار صورتیں ہیں کہ یا وہ کتاب سے ثابت ہوگا اور کتاب (قرآن عظیم) میں اسکا حکم نہ ملے تو سنت (حدیث) سے اور حدیث بھی نہ ہو تو اجماع امت سے کہ حضور کا ارشاد ہے! **لا تجتمع امتی علی**

الضلالة ۔اور فرماتے ہیں! **اتبعوا السواد الاعظم** ۔سواد اعظم کا اتباع کرو۔اس کے بعد چوتھا درجہ قیاس ائمہ مجتہدین ہے۔یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ کتاب کریم وسنت حبیب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم واجماع اُمت سے ثابت ہے ۔انصاف یہ ہے کہ اس میں ذرا بھی خلاف کی گنجائش نہ تھی مگر شہرت جلی اور دنیا کی حرص وہوس کا برا ہو یہ اندھا کر دیتی ہے اور وہ یہ کہ جس سے خدا دین لیتا ہے اسکی عقل وحیا پہلے چھین لیتا ہے۔

یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِؤُا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ ط وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ ۔(الصف:۸)

اس مسئلے کا انکار کرنا آفتاب کا انکار کرنا ہے۔اور **قد تنکر العین من رمد** کا مصداق بنا اور چاند پر خاک ڈالنے کا حاصل اپنی آنکھوں اپنے منہ میں خاک بھرنا ہے۔جب حضرت زید رضی اللہ عنہ نے جنھیں حضور پُر نور سید عالم ﷺ نے متبنٰی فرمایا تھا حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو طلاق دیدی اور اللہ عزوجل نے اپنے محبوب ﷺ کا نکاح حضرت زینب سے عرش پر فرما دیا تو کفار عرب معترض ہوئے کہ! **ان محمد (ﷺ) تزوج حليلة ابنه** ۔حضور نے اپنے بیٹے کی بی بی سے نکاح کرلیا۔

اس پر آیۂ کریمہ نازل ہوئی!

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ	محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے
رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ	باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول اور خاتم
وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ (الاحزاب ۴۰)	النبیین ﷺ

قرآن عظیم کے لطائف ملاحظہ ہوں جواب تو اتنا ہو گیا تھا کہ وہ تم میں سے کسی کے باپ نہیں۔اب اس کے آگے لیکن اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔کیوں ارشاد ہوا؟۔اللہ اللہ کیا ہی نفیس ولطیف ومقدس کلام پاک ہے اور کیوں نہ ہو کہ کلام الملوک ملوک الکلام مشہور ہے پھر یہ تو ملک الملوک عز جلالہ کا کلام بلاغت نظام ہے اور اسے اپنے محبوب ﷺ کے وقار وعزت وشان کا اہتمام ہے۔اگر اتنا ہی فرما دیا جاتا کہ وہ تم میں کسی کے باپ نہیں تو بعض لوگوں کو وہم ہوسکتا تھا کہ جب حضور باپ نہیں تو بھائی ہوں گے کہ! **انما المومنون اخوه** ۔فرمایا گیا ہے اور بھائی کا مرتبہ ظاہر ہے کہ باپ کے بعد ہے اس وہم کے دفع کے لیے ارشاد ہوا! ولکن رسول اللہ۔لیکن اللہ کے رسول ہیں۔اور ہر رسول اپنی اُمت کا باعتبار شفقت ورحمت اور اس لحاظ سے کہ اُمت پر اس کی تعظیم وتوقیر فرض ہے اور اس اعتبار سے کہنا صحیح ہے باپ ہوتا ہے بلکہ باپ سے بھی زیادہ کہ یہ اُمت کی حیات ابدیہ کا سبب ہوتا ہے بخلاف باپ ای لے

ارشاد فرمایا گیا مگر جو شفقت رحمت نبی کو اپنی اُمت پر ہوتی ہے اس کی شفقت کو اس سے کوئی نسبت نہیں باپ اس کے اس وجود کا سبب ہے تو نبی اس کی حیات ابدیہ کا سبب ہوتا ہے بخلاف باپ کے اسی لیے ارشاد فرمایا! **اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ** ۔حقیقۃً باپ نہ سہی مگر باپ کے جو کام ہیں وہ اور ان سے بڑھ کر رسول ذمہ ہوتے ہیں باپ کا کام ہے کہ وہ بیٹے کے لیے ناصح ہوتا ہے شفیق ہوتا ہے اس کے اس وجود کا سبب ہوتا ہے مگر شفقت رحمت نبی کو اپنی اُمت پر ہوتی ہے باپ کی شفقت کو اس سے کوئی نسبت نہیں باپ اسکے اس وجود کا سبب ہے تو نبی اسکی حیات ابدیہ کا سبب ہوتا ہے امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں!

فان رسول الله كالاب لامته في الشفقة من جانبه وفي التعظيم من طرفهم بل اقوى فان النبي اولى بالمؤمنين من انفسهم ولاب ليس كذلك۔	رسول اللہ ﷺ اپنی جانب سے شفقت میں اُمت کیلئے باپ کیطرح ہیں جبکہ اُمت کی طرف سے تعظیم کے لحاظ سے باپ کی طرح بلکہ اس سے زیادہ قابل تعظیم ہیں کیونکہ نبی اُمتیوں کا ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہے جبکہ باپ کی یہ حیثیت نہیں ہے۔

علامہ ابوالسعود علیہ الرحمہ رب الودود ارشاد العقل السلیم میں ارشاد فرماتے ہیں!

اى كان رسول الله وكل رسول ابو امته لكن لا حقيقة بل بمعنے انه شفيق ناصح لهم سبب لحياتهم الابدية۔	یعنی نبی کریم ﷺ بلکہ ہر رسول اپنی اُمت کا باپ ہوتا ہے حقیقت میں نہیں بلکہ بایں معنی کہ وہ ان پر مہربان ہے انکا خیر خواہ ہے اور ان کی ابدی زندگی کا سبب ہے۔

تفسیر مدارک التنزیل امام ابوالبرکات نسفی اور تفسیر خازن للعلامۃ علاؤ الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی علیہ الرحمۃ میں ہے!

كل رسول ابو أمته فيما	ہر رسول اپنی اُمت کے باپ کی طرح ہیں
يرجع الى وجوب	اس اعتبار سے کہ اُمتیوں پر انکی عزت و
التوقيروالتعظيم له عليهم	توقیر لازم ہوتی ہے اور نبی باپ کی طرح
ووجوب الشفقة النصيحة	ہوتے ہیں ان پر مہربانی اور خیرخواہی ہیں
لهم عليه و خاتم النبين۔	اور سب انبیاء کے خاتم۔

کلام میں حشو وزوائد ہونا سخت عیب ہے اللہ عزوجل کا کلام مقدس اس عیب اور ہر عیب سے پاک ومنزہ ہے یہ مسلمان کا ایمان ہے تو ظاہر کہ انھیں کلام کا ہر ہر حرف مفید مطلب ہے۔یہاں یہ فرمانا یہ بتاتا ہے کہ یوں تو ہر رسول اپنی اُمت کے حق میں عین رحمت ہیں اسی لیے ارشاد ہوا!

وَمَا اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً	اے پیارے محبوب ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر
لِّلۡعٰلَمِیۡنَ۔(الانبیاء:۱۰۷)	رحمت تمام عالموں کے لیے۔

اور اس فرق کی وجہ ظاہر ہے کہ یہ خاتم النبیین ہیں ﷺ وہ نبی جس کے بعد اور بھی نبی آنے والا ہو اور اگر اس سے کوئی بات رہ جاتی ہے تو وہ آنے والا نبی اسے پورا فرما دیتا ہے اور یہ تو ایسے ہیں کہ ان کے بعد کوئی اور نبی آنے والا نہیں تو انھیں جس قدر اپنی اُمت کا خیال ہوگا ظاہر ہے تجربہ شاہد ہے کہ وہ شخص جس کے اعزا بکثرت ہوں وہ اپنی اولاد پر اتنا شفیق نہیں ہوتا جتنا ایک ایسا شخص جس کا کوئی عزیز نہ ہو۔وہ سمجھتا ہے کہ ان کی بات پوچھنے والا ان پر نظر شفقت و محبت کرنے والا ان پر ترس کھانے والا ان کی نگہداشت کرنے والا ان کو ہر بری بات سے روکنے والا اور اچھی باتوں کی ترغیب دینے والا اگر کوئی ہے تو میں ہوں وہ جانتا ہے کہ اگر میں انکا خیال نہ کروں تو اور کون ان کا ہمدرد ہے جو انکا حال سنے گا ان کی بات پوچھے گا۔گویا ارشاد ہوتا ہے کہ! اے ایمان والو: تمہارا مولیٰ تمہارا والی تمہارا دردکا درماں تمہاری بات کا سننے والا مونسوں کا مونس بے یاروں کا یار بے مددگاروں کا مددگار تمہاری مدد فرمانے والا تمہیں نجات ابدی دلانے والا تمہیں کتاب وحکمت سکھانے والا تمہیں ہدایت کرنے والا تمہارے نفوس کا تزکیہ کرنے والا دودینے والا فریاد کا سننے والا یہی ہمارا محبوب ہے ﷺ پھر اس کے بعد کوئی اور نبی آنے والا نہیں جو تمہاری بات سنے تمہارے زخم پر مرہم رکھے تم اس کی جتنی عزت وتوقیر وقدر کرو کم ہے۔حضرت امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ اپنی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں!

ثم بین ما یفیدزیادہ الشفقة من جانبه والتعظیم جهتهم بقوله(وخاتم النبین)و ذلك لان النبی الذی یكون بعدہ نبی ان ترك شیٔا من النصیحة والبیان یستدر كه من یاتی بعد واما لا نبی بعدہ یكون اشفق علی الامة واهدی لهم واجدی اذهو كوالد لولدہ الذی لیس له غیرہ من احد۔

خاتم النبیین کہہ کر اس چیز کو بیان فرمایا حضور ﷺ کے لحاظ سے زیادتی شفقت کی مفید ہے اور اُمتیوں کے لحاظ تعظیم کی مفید ہے۔ کیونکہ اس نبی سے جس کے بعد کوئی نبی آنے والا ہو اگر کوئی نصیحت بھی جائے گی تو بعد میں آنے والا تدارک کردے گا مگر جس کے بعد اور کوئی نبی ہی نہیں ہے وہ تو ان پر انتہائی شفیق ہوگا اور انھیں مکمل ہدایت دینے والا ہوگا کیونکہ یہ اسی لائق باپ کی طرح ہے کہ باپ تو ایک ہی ہوتا ہے یعنی باپ کی کمی پُر نہیں کرسکتا۔

ہر مسلمان کا ایمان ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو فضائل اور خوبیاں اور تمام انبیاء کو عطا فرمائیں وہ سب اپنے محبوب میں جمع فرمادیں اور ان سے بہت زیادہ عطا ہوئیں

؎ حسنِ یوسف دم عیسٰی ید بیضا داری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

پھر یہی نہیں کہ وہ فضائل وہ کمالات جو اور انبیائے کرام علی سیدہم وعلیہم افضل الصلوٰۃ والسلام کو عنایت ہوئے بعینہا ویسے ہی حضور کو بخشے گئے نہیں نہیں جو خوبی جسے عطا ہوئی وہ بدرجہ اتم حضور کو عنایت ہوئی۔ مثلاً حُسن کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو عطا ہوا حضور کو اس سے بڑھ کر عنایت ہوا خود نبی کریم ﷺ سے مروی ہے!

كان اخی یوسف اصبح وانا املح۔

میرے بھائی یوسف خوب گورے تھے اور میرا حُسن کمال نمکین ہے۔

اور صباحت وملاحت میں جو فرق ہے ظاہر ہے۔

قال شیخنا المجدد متع الله المسلمین بطول بقائه۔

حُسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردانِ عرب

صحف ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ارشاد ہوا!]] تمہاری اولاد قبائل در قبائل ہوگی یہاں تک کہ نبی کریم اُمی خاتم

الانبیاء جلوہ فرما ہو]]۔(رواہ ابن سعد عن عامر الشعبی)

حضرت یعقوب علیہ السلام سے ارشاد ہوا!

[[میں تمہاری اولاد سے سلاطین وانبیاء بھیجتا رہوں گا]]۔

حتیٰ ابعث النبی الحرمی	یہاں تک کے بھیجوں وہ نبی حرمی جس کی
الذی تبنی هیکل بیت	اُمت بیت المقدس کی تعمیر بنائے گی وہ
المقدس وهو خاتم الانبیاء	تمام نبیوں کا خاتم اور اس کا نام احمد ہے ﷺ
واسمه احمد۔	

ان دونوں حدیثوں نے بھی یہی فائدہ دیا کہ حضور خاتم الانبیاء ہیں حضور کی اُمت سب سے آخر اُمت ہے اب آگے اور کوئی نبی نہ آئے گا کہ "حتیٰ" انتہائے غایت کے لیے آتا ہے۔صاف یہی معنی ہیں کہ میں نبی بھیجتا ہوں گا یہاں تک کہ حضور جلوہ فرما ہوں یعنی حضور کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا وہ تمام نبیوں کے خاتم ہیں پھر اور وضاحت فرمادی کہ ان کا نام نامی احمد ہے ﷺ

خود حضور پُرنور ﷺ نے احادیث متواترہ میں صراحۃً ارشاد فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں مثلاً فرماتے ہیں!

انا العاقب الذی لیس بعده	میں عاقب اور عاقب وہ کہ جس کے بعد
نبی۔	کوئی نبی نہیں۔(نوری)

اور فرماتے ہیں!

انـا الـمقفی قفیت النبین	میں مقفّی(آخر میں آنے والا)ہوں میں
عامة وانا قثم۔	تمام(سب)نبیوں کے بعد آیا ہوں اور مجموعہ کمالات خیر ہوں۔

نیز ارشاد فرماتے ہیں!

لـو کـان بـعـدی نبی لکان	میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے۔
عمر۔	

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے فرماتے ہیں!

انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا لا یکون بعدی نبی۔	آپ مجھ سے ہارون علیہ السلام کی منزل میں ہیں موسیٰ سے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

نیز ارشاد ہوتا ہے!

انا بعثت فاتحا و خاتما۔	میں مبعوث فرمایا گیا در ہائے رحمت کھولتا اور نبوت ورسالت ختم کرتا ہوا۔

عبد بن حمید امام حسن سے راوی!

ختم اللہ النبین بمحمد ﷺ وکان اخر من بعث۔	اللہ عزوجل نے محمد ﷺ سے نبیوں کو ختم فرمایا اور حضور سب سے پچھلے نبی ہوئے۔

خازن میں فرمایا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں!

یرید لو لم اختم به النبین لجعلت له ابنا یکون بعده نبیا یعنی خاتم النبین۔	یہ مراد ہے کہ اگر میں ان پر نبیوں کا سلسلہ ختمنہ کرتا تو ان کے لیے ایک بیٹا دیتا جو ان کے بعد نبی ہوتا۔

فرمایا کہ اس سے اللہ عزوجل کی مراد یہ ہے کہ میں اگر ان سے نبیوں کو ختم نہ فرماتا تو انھیں بیٹا عطا کرتا کہ وہ ان کے بعد نبی ہوتا حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کے خاتم النبین ہونیکا حکم اسی لیے فرمایا کہ کوئی لڑکا ایسا کہ وہ بالغ ہو کر مرد نہ ہونے دیا۔

یہی چند احادیث نہیں بکثرت احادیث ہیں جنھیں ہم بخیال طوالت ترک کرتے ہیں اور ہے یہ کہ منصف کے لیے یہی بس ہیں اور ہٹ دھرم معاند کو۔ اگر سب نقل کردی جائیں تو بھی مفید نہیں۔ جس نے کتب احادیث و تاریخ دیکھی ہیں اس پر واضح ہے کہ اکثر یہود و نصاریٰ نے حضور کے خاتم النبین ہونے کی شہادت دی ہے۔ سعد بن ثابت کہتے ہیں بنی قریظہ اور بنی نضیر کے علماء حضور پرنور ﷺ کی صفت بیان کرتے جب سرخ ستارہ چمکا تو انھوں نے خبر دی کہ وہ نبی پیدا ہو لیے جن کے بعد اور کوئی نبی نہیں ان کا نام پاک "احمد" ہے اور انکا دار الہجرۃ یثرب (طیبہ) ہے نیز حضرت مغیرہ بن شعبہ سے مروی ہے کہ میں نے اسکندر میں ایک قبطی پادری سے جو سب سے بڑا مجتہد تھا دریافت کیا کہ انبیاء سے کوئی نبی باقی رہا؟ اس نے کہا!

نعم وھو اخر الانبیاء لیس	ہاں اور وہ سب میں پچھلے نبی ہیں انکے اور
بینه و بین عیسیٰ نبی قدامر	حضرت عیسیٰ کے درمیان کوئی نبی نہیں عیسیٰ
عیسیٰ باتباعه وھو النبی	کو انکے اتباع کا حکم دیا گیا اور وہ نبی اُمی
الامی العربی اسمه احمد	عربی ہیں انکا نام پاک احمد ﷺ۔

ﷺ۔

اور بہت سے اوصاف وخصائص حضور کے بیان کیے میں نے یہ سب باتیں خوب یاد رکھیں اور وہاں سے واپس آ کر مسلمان ہوا۔

اللہ اللہ یہ شان ہے کہ اعدا بھی شہادت دے رہے ہیں کہ ہاں یہی وہ عظیم شان والا اللہ کا محبوب نبی ہے جسکے بعد کوئی نبی نہیں **والفضل ما شهدت به الاعداء** یہاں سے مخالف عبرت کا سبق لے کہ یہود ونصاریٰ تو حضور پُر نور کے آخر الانبیاء اور خاتم النبیین ہونے کی گواہی دیں اور یہ نام کے مسلمان یہ کچھ بکیں۔

آیات واحادیث تو آپ سن چکے اب اقوال علماء سنئے علماء ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور کی تمام انبیاء پر افضلیت اور حضور کی خاتمیت پر اجماع اُمت ہے تو جو حضور کو افضل نہ مانے یا تمام انبیاء کا خاتم اور سب سے پچھلا نبی نہ جانے کافر بد دین ہے۔

علامہ سعد الدین تفتازانی شرح مقاصد میں فرماتے ہیں!

يصح انه خاتم الانبياء ولا يبعث بعده نبي اجمع المسلمون على ان افضل الانبياء محمد ﷺ لانه مبعوث الى الثقلين و خاتم الانبياء والرسل و معجزاته الظاهرة الباهرة باقية على وجه الزمان وشريعته ناسخة لجميع الاديان وشهادته قائمة في القيامة على كافة البشر الى غير ذلك من خصائص لا تعدولا تحصیٰ۔

صحیح ہے کہ وہ خاتم الانبیاء ہیں ان کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ تمام انبیاء میں افضل حضور ہیں اس لیے کہ وہ جن و انس کی طرف مبعوث کیے گئے۔اور وہ خاتم الانبیاء و رسل ہیں انکے معجزات ظاہرہ و باہرہ زمانہ پر باقی رہیں گے،انکی شریعت تمام ادیان کے لیے ناسخ ہے۔اور انکی شہادت قیامت میں تمام انسانوں پر تامّ ہوگی اسکے علاوہ اور بھی بے شمار خصوصیات ہیں۔

امام کروزی نے مجمع الانہر میں فرمایا!

اما الايمان بسيدنا محمد ﷺ فيجب بانه رسولنا في الحال و خاتم الانبياء والرسل فاذا امن بانه رسول ولم يؤمن بانه خاتم الانبياء لا يكون مؤمنا۔

رہا ہمارے حضور پر اس طور پر ایمان لانا واجب ہے کہ وہ ہمارے رسول ہیں اور خاتم الانبیاء ورسل ہیں۔جب انکے رسول ہونے پر ایمان لائے اور انکے خاتم الانبیاء ہونے پر ایمان لائے تو وہ مومن نہ ہوگا۔

امام یوسف شافعی اپنی کتاب الانوار میں فرماتے ہیں!

من ادعی النبوۃ فی زماننا	جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہمارے زمانے
او صدق مدعیا لھا فی زمانہ	میں یا جس نے تصدیق کی ایسے شخص کی
ﷺ او قبلہ من لم یکن نبیا	جس نے نبوت کا دعویٰ کیا عہدے
کفر۔	رسالت میں یا ان سے پہلے مگر وہ نبی نہ تھا
	تو کافر ہوگیا

امام غزالی فرماتے ہیں!

لفظ خاتم النبیین سے ساری اُمت مرحومہ نے یہی سمجھا کہ یہ لفظ یہ سمجھاتا ہے کہ حضور پُرنور کے بعد کوئی اور نبی یا رسول ابد تک نہ ہوگا اور یہ کہ اس میں کسی تاویل یا تخصیص کی جگہ نہیں جو اسے خاص کیے اسکا کلام انواع ہذیان سے ہے اس کے حکم تکفیر سے کوئی مانع نہیں اس لیے کہ وہ مکذب ہے اس نص کا جس کے غیر مؤل وغیر مخصوص ہونے پر اُمت نے اجماع کیا ہے۔

امام حجۃ الاسلام کتاب الاقتصاد میں فرماتے ہیں!

ان الامۃ فھمت من ھذا	اُمت اس لفظ سے یہ سمجھتی ہے کہ ان کے
للفظ انہ افھم عدم نبی	بعد کبھی کوئی نبی نہ ہوگا اور نہ کوئی رسول ہوگا
بعدہ ابدا او عدم رسول	اور یہ کہ اس میں کوئی تاویل ہے اور نہ
بعدہ ابدا وانہ لیس فیہ	تخصیص۔ اور اس میں جو تاویل یا تخصیص
تاویل ولا تخصیص ومن	کرے تو اس کا کلام بے ہودہ ہوگا اور تکفیر
اولہ بتخصیص	
فکلامہ من انواع الھذیان	کے حکم کے لیے مانع نہ ہوگا اس لیے کہ وہ
لا یمنع الحکم بتکفیر لانہ	نص کو جھٹلا رہا ہے جس کے بارے میں
مکذب لھذا النص الذی	اُمت کا اجماع ہے کہ وہ غیر مؤل اور غیر
اجمعت الامۃ علی انہ غیر	مخصوص ہے۔
مؤل ولا مخصوص۔	

خازن میں فرمایا!

ختم اللہ بہ النبوۃ فلا نبوۃ	اللہ تعالیٰ نے حضور پُرنور پر نبوت ختم کردی
بعدہ ای ولا معہ۔	اور نہ انکے بعد اور نہ انکے ساتھ۔

الحمدللہ مہر نیم روز کی طرح ظاہر وباہر ہوگیا کہ ہمارے سردار مالک ومختار ﷺ سب سے پچھلے سب سے افضل نبی ہیں جو اس میں ذرا بھی شک کرے کافر ہے آیات واحادیث قطعاً اپنے عموم پر ہیں جن میں اصلاً نہ تاویل کی گنجائش نہ تخصیص کی مجال۔ **ھذا وان شئت التفصیل فعلیك بالکتاب الجلیل فی لھذا الاباب المسمیٰ بجزاء اللہ عدوہ باباثہ ختم النبوۃ لسیدنا شیخ المجدد دامت برکاتھم العالیہ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم۔**

کلام نوری میں عقیدہ ختم نبوت کی ضیا باریاں

غلام مصطفیٰ رضوی

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے!

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ	محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے
رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ	باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور
اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ	سب نبیوں میں پچھلے۔

ط (سورہ احزاب:۴۰)

حضور سید عالم ﷺ کا آخری نبی ہونا یعنی خاتم الانبیاء ہونا اجماعی عقیدہ ہے اور آفتاب نیم روز کی طرح روشن وظاہر۔ انبیاء کرام نے بشارتیں دیں اور نوید بھی کہ نبی آخرالزماں آتے ہیں۔ چنانچہ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی لاہور ۱۹۳۱ء کی شائع کردہ یوحنا کی انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالے سے مرقوم ہے!

[[لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیے فائدہ مند ہے کیوں کہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا]]۔

صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی (متوفی ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) فرماتے ہیں!

[[اس میں حضور کی بشارت کیساتھ اسکا بھی صاف اظہار ہے کہ حضور خاتم الانبیاء ہیں۔ آپ کا ظہور جب ہی ہو گا جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی تشریف لے جائیں۔ اس کی تیرویں آیت ہے: ''لیکن جب وہ یعنی سچائی کی روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا اس لیے وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا'' اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ سید عالم ﷺ کی آمد پر دین الٰہی کی تکمیل ہو جائے گی اور آپ سچائی کی راہ یعنی دین حق کو مکمل کر دیں گے۔ اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ انکے بعد کوئی نبی نہ ہوگا]]۔ (خزائن العرفان مشمولہ کنز الایمان مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی)

عقیدہ ختم نبوت پر جب بھی شب خون مارنے کی کوشش ہوئی۔ علمائے اُمت محدثین اور فقہائے کرام نے کسی بھی فتنے

کا منہ توڑ جواب دیا۔ ابتدائے اسلام میں ہی بعض جھوٹے دعوے دار نمودار ہوئے جنھیں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام نے کیفرِ کردار تک پہنچایا۔

عہد امام احمد رضا (۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء۔۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) بڑا ہی پر آشوب تھا۔ بھانت بھانت کی بولیاں بولی جاری تھیں۔ نت نئے فتنے جنم لے چکے تھے۔ اسلامی عقائد و افکار کو متزلزل کرنے کے لیے مذہبی، تعلیمی، سائنسی، سیاسی، اقتصادی اور نظریاتی حملے وارد تھے۔ ان دینی فتنوں میں سب سے خطرناک فتنہ "فتنہ دیوبند" تھا۔ عناصر دیوبند اہانت رسول کا ارتکاب کر کے ایک عظیم فتنے کے لیے راہ استوار کر چکے تھے حتیٰ کہ جماعت دیوبند کے سرخیل مولوی قاسم نانوتوی نے اپنی کتاب "تحذیر الناس" میں حضور سید عالم ﷺ کے بعد بھی کسی اور نبی کا پیدا ہونا جائز مان لیا تھا۔ اسی طرح دیوبند کی اس تھیوری پر چل کر قصبہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب سے مرزا غلام احمد قادیانی نے ۱۹۰۰ء میں دعویٰ نبوت کیا جس کی پشت پناہی حکومت برطانیہ نے کی اور ہنوز قادیانیت کے استحکام کے لیے انہیں مواصلاتی سیٹلائٹ ٹیکنالوجی کی قوت دیدی گئی ہے۔ دنیا کے ان خطوں میں جہاں مسلمانوں پر ہر طرح کے جور و ستم روا رکھے گئے ہیں قادیانیوں کو کھلی آزادی حاصل ہے۔

اس فتنہ کے سدباب میں امام احمد رضا محدث بریلوی نے تین رسائل تصنیف فرمائے نیز ختم نبوت کی تشریح میں دو کتابیں لکھیں۔ امام احمد رضا کے تلامذہ، خلفاء اور دونوں فرزندان گرامی حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں قادری (متوفی ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) اور حضور مفتی اعظم مولانا شاہ محمد مصطفیٰ رضا نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بھی عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے اور فتنہ قادیانیت کے سدباب کیلئے تحریری و تصنیفی خدمات انجام دیں۔ اس مضمون میں ہم اپنے موضوع کی رو سے حضور مفتی اعظم مولانا شاہ محمد مصطفیٰ رضا نوری علیہ الرحمہ کی نعتیہ شاعری میں عقیدہ ختم نبوت کے بیان میں جو مضامین نظم ہوئے ہیں انکا اجمالی جائزہ لیں گے۔

نعت کا موضوع بڑا وسیع ہے اور ارباب ادب کے نزدیک حضور ﷺ کے شمائل و خصائل، سیرت و شمائل کے مقدس اذکار نیز جمال جہاں آرا کی ضیاباریوں کے احوال پر نظم ہو یا نثر وہ نعت ہی ہے۔ حضور سید عالم ﷺ کا آخری نبی ہونا آپ کے فضائل سے ہے لہٰذا اسکے منکر کا احتساب یا تردید بھی نعت کے موضوعات میں ضرور شامل ہے۔

حضور مفتی اعظم قدس سرہ کے نعتیہ دیوان "سامان بخشش ۱۳۵۴ھ" میں نادر تشبیہات، دلچسپ استعارات، صنعات عروضی خوبیوں نیز فنی خصوصیات کا استعمال بجا طور پر موجود ہے تاہم یہاں عقیدہ ختم نبوت کے مضامین پر گفتگو مقصود ہے۔ ذیل کے اشعار دیکھیں جن میں اس عقیدے کی جلوہ گری موجود ہے۔

تم ہو فتح باب نبوت! تم سے ختم دور رسالت

ان کی پچھلی فضیلت والے صلی اللہ علیک وسلم

صلی اللہ صلی اللہ

موج اول بحر رحمت جوش آخر بحر رأفت

فیض وجود و سخات والے صلی اللہ علیک وسلم

صلی اللہ صلی اللہ

تم ہو اول تم ہو آخر، تم ہو باطن تم ہو ظاہر حق نے بخشے ہیں یہ اسما صلی اللہ علیک وسلم!

تمہیں سے فتح فرمائی تمہیں پر ختم فرمائی!! رسل کی ابتدا تم ہو نبی کی انتہا تم ہو

تمہیں باطن تمہیں ظاہر تمہیں اول تمہیں نہاں بھی ہو عیاں بھی مبتدا و منتہا تم ہو

آخر نبوت ختم ہے تم پر کہ ختم الانبیاء تم ہو

تمہارے بعد پیدا ہو نبی کوئی نہیں ممکن!

ان اشعار میں کھلے لفظوں خاتمیت سرورِ دو جہاں ﷺ پر عقیدے کی پختگی کا اظہار موجود ہے۔ اور اس صفت خاتمیت کے بیان میں فتح باب نبوت، ختم دور رسالت، موج اول جوش آخر، بحر رحمت، بحر رأفت، اول و آخر، رسل کی ابتدا و انتہا، ختم الانبیاء جیسی اصطلاحات برتی گئی ہیں۔

حضور مفتی اعظم قدس سرہ کے حمدیہ کلام "اذکار توحید ذات، اسماء و صفات و بعض عقائد" میں عقیدہ ختم نبوت کے جلوے آشکار ہوئے ہیں۔ دو بند ملاحظہ فرمائیں!

اپنے مظہر اول کو اپنے حبیب اجمل کو

پہلے نبی افضل کو پچھلے مرسل اکمل کو

لا الٰہ الا اللہ آمنا برسول اللہ

موج اول بحر قدم موج آخر بحر کرم

سب سے اعلیٰ اور اعظم سب سے اولیٰ اور اکرم

لا الٰہ الا اللہ آمنا برسول اللہ

بعض اشعار میں اشارے اور کنارے میں فضائل وشمائل نبوی کیساتھ ساتھ ختم نبوت کا مضمون بھی نظم ہوا ہے ان اشعار کا مطالعہ فرمائیں!

نور علم و حکمت والے نافذ جاری حکومت
رب کی اعلیٰ خلافت والے
والے تم پر لاکھوں سلام
تم پر لاکھوں سلام

سارے رسولوں سے تم برتر تم سارے نبیوں کے سرور
سب سے بہتر اُمت والے صلی اللہ صلی اللہ علیک وسلم
صلی اللہ صلی اللہ

جتنے سلاطین پہلے آئے سکے انکے ہو گئے جاری رہے گا سکہ تیرا صلی اللہ علیک وسلم
کھوٹے کرو آنکھوں نہیں بے شمار آنکھوں میں
یوں ہی ہیں ماہ رسالت بھی سب نبیوں میں تم ہی تم ہو تم ہی تم ہو یہاں تم ہو وہاں تم ہو
خدا کی سلطنت کا دو جہاں میں کون دولھا ہے حسینوں میں تم ایسے ہو کہ محبوب خدا تم ہو
نبیوں میں ہو ایسے نبی الانبیاء تم ہو کہ وہ پچھلا نہیں اگلا ہوا اس سے ورا تم ہو
جو سب سے پچھلا ہو پھر اسکا پچھلا ہو نہیں سکتا تو ماہ نبوت ہے اے جلوہ جانا نہ
تو شمع رسالت ہے عالم تیرا پروانہ بس تمہاری خدا تک رسائی ہے
انبیاء کو رسائی ملی تم تک رسل ہیں مقتدی سارے امام الانبیاء تم ہو
شب معراج سے اے سید کل ہو گیا ظاہر خبر تھے وہ تمہاری میرے مولیٰ مبتدا تم ہو
نہ ہوتے تم نہ ہوتے وہ کہ اصل جملہ تم ہی ہو

پہلے بند میں یہ اشارہ ہے کہ حضور سید عالم ﷺ کی نبوت قیامت تک جاری رہے گی۔ "ختم نبوت" کے اعزاز کو "رب کی اعلیٰ خلافت" سے یاد کیا گیا ہے۔

دوسرے بند میں حضور سید عالم ﷺ کی سروری کا ذکر ہے نیز یہ بیان بھی نظم ہوا ہے کہ ہمارے آقا ﷺ سب سے بہتر اُمت والے ہیں۔ حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں! [[مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا فرمائیں گئیں جو مجھ سے پہلے

کسی نبی کو نہ دی گئیں۔حدیث پاک میں پانچویں خصوصیت یہ بیان ہوئی ہے کہ حضور سید عالم ﷺ کو تمام انسانوں کی طرف مبعوث فرمایا گیا۔(خزائن العرفان:مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی)

اس میں ہمہ گیری وآفاقیت کا اظہار ہے۔حضور سید عالم ﷺ کی اکملیت وخاتمیت کے پیش نظر اُمت کو بھی بہتر اُمت قرار دیا گیا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے **کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ** اس کے تحت پیر محمد کرم شاہ الازہری رقم طراز ہیں![[اگر چہ پہلی اُمتیں بھی امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور ایمان باللہ سے مشرف تھیں لیکن جو شان تمہارے امر بالمعروف کی ہے جو جلال تمہارے نہی عن المنکر میں ہے اور جو گہرائی، گیرائی اور کمال تمہارے ایمان باللہ میں ہے وہ تم سے پہلے کسی اُمت کو نصیب نہیں ہوا]]۔(ضیاء القرآن ج ا ص ۲۶۳،مطبوعہ دہلی)

المختصر اس اُمت کی فضیلت بھی حضور سید عالم ﷺ کی خاتمیت کا پرتو ہے لہذا شعر مذکور میں خاتمیت سید عالم ﷺ کی طرف اشارہ ہے۔

شعر نمبر ۳ کے مصرعِ ثانی میں ''سکہ جاری رہنا'' محاورہ ہے جسکے معنی ہیں حکم چلنا/نقش جمنا۔لاریب! ہمارے آقا حضور سید عالم ﷺ نبوت کے سلسلے کا نقش آخر ہیں۔اور آپ کی ملک میں سارا عالم ہے لہذا آپ کا سکہ پوری کائنات پر مرتسم ہے۔آپ کے ہوتے کسی کا سکہ جاری ہونا ممکن ہی نہیں محال ہے۔

شعر نمبر ۴ میں ''ماہ رسالت'' کہہ کر تمام انبیاء میں آپ کی افضلیت وعلوے مرتبت کا روشن بیان ہے۔

شعر نمبر ۵ میں دو باتیں ذکر ہوئیں ہیں!

۱) حضور ﷺ کو نبیوں کا نبی یعنی ''نبی الانبیاء'' کہہ کر ''خاتم الانبیاء'' کہا گیا ہے۔

۲) حسن بے داغ کے حوالے سے مقام محبوبیت کا بیان ہے۔اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں۔

مہ بے داغ کے صدقے جاؤں یوں دمکتے ہیں دمکنے والے

شعر نمبر ۷، ۸ میں جو مضمون صفحۂ قرطاس پر سجایا گیا ہے اس میں حضور سید عالم ﷺ کے مقام کو تمام انبیاء سے ورا کہا گیا ہے۔شان ولایت کا بھی ذکر جمیل ہے اور ''ماہ نبوت'' اور ''شمع رسالت'' سے معنون کیا گیا ہے۔اور یہ کہ انبیاء کی بارگاہ الٰہی عزوجل تک رسائی کا ذریعہ اور واسطہ حضور ہیں۔

شعر نمبر ۹، ۱۰، ۱۱ میں واقعہ معراج کے فلسفے پر روشنی پڑتی ہے کہ ہمارے آقا ﷺ نے مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء کی امامت فرمائی۔اور ''امام الانبیاء'' ٹھہرے لہذا تمام انبیائے کرام مقتدی تو کھل گیا کہ حضور ﷺ آخری نبی ہیں اور یہ فضیلت تمام انبیاء کی امامت سے ہی آشکار ہو جاتی ہے اور یہ ہمارے آقا ﷺ باعث تخلیق کونین ہیں۔تمام انبیائے

کرام نے اپنی اپنی اُمت کو خبر دی کہ آخری نبی آتے ہیں اور آپ کا ظہور آخر میں ہوا۔ حضور مفتی اعظم قدس سرہ کیا دل لگتی بات کہہ گئے۔

رسل انہیں کا تو مژدہ سنانے آئے ہیں　　　انہیں کے آنے کی خوشیاں منانے آئے ہیں

ختم نبوت کا تاج زریں حضور ﷺ کے سر اقدس ہی سجتا ہے اور تمام انبیائے کرام کی نبوت فیض ہے۔ حضور ﷺ کی ذات بابرکت کا نیز اس میں حضور ﷺ کی شان اولیت کا بھی ذکر ہے۔

حضور مفتی اعظم قدس سرہ کے کلام میں عقیدہ ختم نبوت کے پیش نظر مختلف جہات سے مضامین نظم ہوئے ہیں۔ ضرورت ہے کہ حضور مفتی اعظم مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا نوری کے کلام کا ادبی وفنی خصوصیات کیساتھ ہی اسلامی عقائد کے آئینے میں تجزیہ کیا جائے۔ اشعار نوری میں عقائد حقہ کے منور و معتبر تذکرے افکار کو حق شناسی کا جوہر عطا کرتے ہیں نیز کلام نوری میں ''عقیدہ ختم نبوت'' کی انفرادیت واہمیت آشکار ہوتی ہے۔

☆☆☆☆　☆☆☆☆　☆☆☆☆

نوٹ: یہ مضمون کتاب ''جہان مفتی اعظم'' ناشر شبیر برادرز لاہور سے لیا گیا ہے۔

عقیدہ ختم نبوت اور حدائق بخشش

ابو البلال محمد سیف علی سیالوی

فکروفن کے اعتبار سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی فضیلت کے کئی اسباب ہیں۔ایک تو یہ کہ ازل کی نعمتوں میں انھیں عشق حبیب ﷺ عطاء ہوا ہے۔اور اسی عشق کے سمندر میں غوطہ زن ہو کے حدائق بخشش سامنے آئی۔عشق ومحبت کا تقاضا ہے کہ محبوب کائنات ﷺ کی صفات بیان کرنے کے ساتھ ساتھ منکرین کمالات رسالت مآب ﷺ کا تعاقب بھی کیا جائے اور قرآن وسنت کی روشنی میں سچے اور سُچے عقیدہ کو بھی واضح کیا جائے۔جب انگریز کے ایما پر بعض دنیا کے بندوں نے ڈالروں کے لالچ میں آکر ختم نبوت کے وصف پر ڈاکہ زنی کرنے کی ناکام کوشش کی تو امام اہلسنت کا خامہ حرکت میں آیا تحفظ عقیدہ ختم نبوت پر آپ کی تصانیف کو شہرت عام حاصل ہے۔سر دست آپ کے نعتیہ دیوان حدائق بخشش سے عقیدہ ختم نبوت پیش کیا جاتا ہے۔امام عشق ومحبت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

نہ رکھی گل کے جوش حسن نے گلشن میں جا باقی چٹکتا پھر کہاں غنچہ کوئی باغ رسالت کا

چمنستان رسالت ونبوت میں کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء ورسل علی نبینا وعلیہم السلام اپنے اپنے وقت میں چمک دمک خوشبو ومہک کے ساتھ یکے بعد دیگرے مسلسل آتے رہے لیکن اس چمنستان رسالت میں ایک ایسا پھول کھلا جس کی عالمگیر خوشبو اور حسن وجمال کی فروانی نے ساری کائنات اور سارے زمانہ کو تا قیامت مہکا اور سنوار دیا۔اس پھول نے کسی اور کلی کے کھلنے کی محتاجی باقی نہ چھوڑی۔لہذا اس پھول کے بعد چمنستان رسالت میں کسی نئی کلی کے کھلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔اسی طرح حضور جان کائنات ﷺ باغ رسالت کے آخری مہکتے ہوئے پھول ہیں۔ایک اور مقام پر حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اس عقیدے کو یوں الفاظ کا جامہ پہناتے ہیں!

بجھ گئیں جس کے آگے سبھی مشعلیں شمع وہ لے کر آیا ہمارا نبی ﷺ

متذکرہ شعر میں امام عشق ومحبت نے قرآن پاک کی اس آیہ کریمہ کی جانب اشارہ فرمایا۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (الاحزاب:۴۰)	محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ عزوجل کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔

اس آیہ کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور جان کائنات ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں بن سکتا۔ جواب کسی نبی کا آنا یا اس کا امکان ماننے وہ مرتد ہے جیسے لا الہ الا اللہ سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہو سکتا ایسے ہی لا نبی بعدی سے یہ معلوم ہوا کہ حضور جان کائنات ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں بن سکتا۔ یہ دونوں ایک درجہ کے محال ہیں۔ اسی طرح حضور ﷺ کی ظاہری حیات پاک میں کوئی نبی نہ تھا نہ ہو سکتا تھا کیونکہ خاتم النبیین وہ ہوتا ہے جو سب نبیوں سے پیچھے ہو۔ نیز اس شعر میں صحاح کی ان کثیر احادیث کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے جن میں سے ایک حدیث شریف کچھ اس طرح ہے!

"میری اور جملہ انبیاء کرام علیہم السلام کی مثال اس خوبصورت محل کی ہے جو نہایت خوبصورت بنایا گیا ہے لیکن ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی گئی اور دیکھنے والوں نے اس عمارت کے گرد گھوم کر دیکھا تو سوائے اس ایک اینٹ کی خالی جگہ کے ساری عمارت کا حسن و جمال دیکھ کر تعجب کرنے لگے (یعنی عمارت انتہائی خوبصورت اور اسکی خالی جگہ کی کمی کا شدت سے احساس کیا گیا) تو میں نے اس اینٹ کی خالی جگہ کو پُر فرما دیا۔ اسطرح میرے ذریعے عمارت میں کمی جو شدت سے محسوس کی جا رہی تھی ختم ہو گئی اور میرے ہی ذریعے رسولوں کی آمد کا سلسلہ ختم ہو گیا"

اس حدیث پاک سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ حضور چمنستان نبوت و رسالت کے وہ آخری خوشرنگ و معطر پھول ہیں جس نے مزید کلی کھلنے کی جگہ باقی نہیں چھوڑی۔ جب قصر نبوت مکمل ہو گیا جسکی پہلی اینٹ ابوالبشر سیدنا آدم علیہ السلام اور آخری اینٹ حضور خاتم النبیین ﷺ ہیں تو اب جو اس مکمل ہو جانے والے محل پر فالتو اینٹیں لگانے کی کوشش کرے گا تو دیکھنے والا سمجھ لے گا کہ یہ اینٹ معمار کی لگائی ہوئی نہیں کسی غدار کی لگائی ہوئی ہے جو محل کو بدصورت بنانا چاہتا ہے۔ جب خدا عزوجل نے قصر نبوت مکمل کر دیا جسکی کی آخری اینٹ حضور خاتم النبیین ﷺ ہیں تو اب مرزا قادیانی جو انگریز کی بنائی ہوئی کو بر و پاخانے کی بدبودار اینٹ ہے اس کی کیا گنجائش ہو سکتی ہے۔

لیجیے اعلیٰ حضرت امام اہلسنت خامہ فرسائی کرتے ہیں!

سب سے اول سب سے آخر ابتدا ہو انتہا ہو

آپکا نور ساری مخلوق سے پیدا کیا گیا۔ اسلیے آپ اول ہوئے (اول ما خلق اللہ نوری) آپ سارے

نبیوں کے بعد خاتم النبیین بنا کر بھیجے گئے۔ اسلیے آپ آخر بھی ہوئے (انا خاتم النبیین انا آخر الانبیاء) لہذا آپ اصل کائنات ہیں۔ اسلیے کہ کائنات کی ابتدا بھی آپ سے ہوئی اور آپ پر نبوت کی انتہا کر دی گئی لہذا آپ کائنات کی انتہاء بھی ٹھہرے۔

سب تمہاری ہی خبر تھے　　　تم مؤخر مبتدا ہو

اعلیٰ حضرت اس شعر میں فرماتے ہیں!

تمام انبیاء علیہم السلام آپکی آمد کی خبر دیتے رہے۔ "یاتی من بعدی اسمہ" احمد میرے بعد جو آئے گا انکا نام احمد ہوگا تو آپ تخلیق میں سب سے پہلے۔ بعثت میں سب کے بعد ہیں۔ جیسے کبھی جملہ اسمیہ کی خبر پہلے آتی ہے اور مبتدا بعد میں آتا ہے آپ اس وقت نبی تھے جب آدم علیہم السلام کا جسم بنانے کیلیے مٹی کا خمیر تیار کیا جا رہا تھا۔ جب تمام نبیوں کے بعد سید الانبیاء علیہ تحیۃ والثناء کی بعثت ہوئی تو اب کسی نئے نبی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوسکتا۔

بریلی کے شہنشاہ رقم فرماتے ہیں!

آتے رہے انبیاء کما قیل لہم　　　والخاتم حقکم کہ خاتم ہوئے تم

یعنی جو ہوا دفتر تنزیل تمام　　　آخر میں ہوئی مہر کہ اکملت لکم

مطلب یہ ہے جیسا کہ قرآن وحدیث میں ذکر ہے آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک انبیاء علیہم السلام برابر آتے رہے مگر کسی پر نبوت کا اختتام نہیں ہوا یہ شرف صرف آپکو حاصل ہوا آپکے کندھوں کے درمیان کمر پر مہر نبوت ثبت تھی۔ جیسے دفتر رجسٹر ار تحریر کے اختتام پر مہر لگا کر اس کو مکمل کر دیتے ہیں مہر کے بعد اس میں کسی قسم کا اضافہ نہیں کیا جاتا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے ہم نے آپ کے لیے دین کو مکمل کر دیا اور آپ پر اپنی نعمتیں پوری کر دیں اور مہر لگا دی اب آپ کے بعد نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ کوئی دین یا کتاب نازل ہوگی۔ اس مقام پر تھوڑی سے بحث کرتے ہیں ۔جب کوئی چیز (دستاویز) بند کر کے اوپر مہر لگائی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اب اس کے اندر سے کوئی شے باہر نہ آنے پائے اور باہر سے کوئی چیز اندر نہ جانے پائے۔ اگر رجسٹری شدہ خط کی مہر کو توڑنے والا تعزیرات پاکستان کے قانونکے مطابق سزا کا مستحق ہے تو پھر آقائے دو جہاں ﷺ کی ختم نبوت کی مہر توڑنے والا کیوں سزا کا مستحق

نہیں۔ایک عام کاغذ ہے ایک نوٹ والا کاغذ ہے۔مگر ان کی قدر و قیمت میں فرق ہے۔کیونکہ نوٹ کی حفاظت ہوتی ہے عام کاغذ کو پھینک دیا جاتا ہے۔وجہ یہ ہے کہ اس پر حکومت کی مہر لگ چکی ہے۔تو جس کاغذ پر حکومت کی مہر لگ جائے وہ دوسرے کاغذوں سے افضل و اعلیٰ اور قیمتی ہو جاتا ہے۔اگر کوئی حکومت کی مہر خود بنانا شروع کر دے تو مجرم و مستحق سزا ہے ختم نبوت کی مہر توڑنے والے کیوں سزا کے مستحق نہیں۔

خاتم الانبیاء ہے تو، شفیع المذنبین ہے تو تیری ضیائے عشق ہے اہل نظر کی آبرو
تیرے تصورات سے شجر حیات میں نمو ذکر جمیل سے تیرے اہل نیاز کا وضو

امام اہل سنت مجدد دین وملت حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

بزم آخر کا شمع فروزاں ہوا نور اوّل کا جلوہ ہمارا نبی ﷺ

ہمارے آقا و مولا حضور خاتم النبیین ﷺ دنیا کی محفل میں آخر پر تشریف لائے اور آخرت میں جب میدان محشر میں سارے جہاں کی محفل سجے گی وہاں بھی شمع محفل حضور ﷺ کی ذات ہی ہوگی۔اور کیوں نہ ہو کہ آپ نور اوّل (ذات باری تعالیٰ) کا جلوہ جو ہوئے۔یعنی آپ خاتم النبیین ﷺ بھی ہیں۔صدر بزم محشر بھی ہیں اور حق نگر وحق نما بھی ہیں۔

قرنوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی چاند بدلی سے نکلا ہمارا نبی ﷺ

مفہوم یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر عیسیٰ علیہ السلام تک نبی آتے رہے جاتے رہے کوئی کسی زمانے کا نبی کوئی کسی علاقے یا خطے کا نبی۔کوئی کسی قوم و قبیلے کا نبی۔ایک کے بعد دوسرا دوسرے کے بعد تیسرا لیکن جب ہمارا نبی کفر کی گھنگھور گھٹاؤں میں سراجاً منیر ابن کر طلوع ہوا تو کفر و شرک کے اندھیرے مٹ گئے اور تا قیامت کسی اور نبی کی نبوت کی ضرورت باقی نہ رہی۔فرمایا!

''انا خاتم النبیین لا نبی بعدی '' اللہ عزوجل کی غیرت نے گوارا ہی نہ فرمایا کہ مصطفےٰ کریم ﷺ کے بعد کسی کو نبوت عطا کرے۔

(نکتہ) بدلی کا چاند کہہ کر امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن نے اہلسنت کا عقیدہ واضح فرمایا ہے کہ جیسے چاند کا وجود تو ہے لیکن بادل کے ٹکڑے میں پوشیدہ ہے لیکن جونہی بادل ہٹ گیا چاند کو سب نے دیکھ لیا۔یونہی بلا تمثیل سمجھئے کہ حضور ﷺ دنیا میں تشریف لانے سے پہلے نبی بوصف نبوت موجود تھے لیکن چونکہ آپ خاتم النبیین ہیں۔اسلئے درمیانی عرصہ بمنزلہ بادل کے ٹکڑے کے تھا جس میں آپ پوشیدہ رہے۔جونہی درمیانی عرصہ ختم ہوا آپ نے اظہار نبوت فرما

دیا۔

کیا خبر کتنے تارے کھلے چھپ گئے پر نہ ڈوبے نہ ڈوبا ہمارا نبی ﷺ

کسے کیا معلوم کہ کتنے انبیاء کرام علیہم السلام اور مرسلین عظام آسمان نبوت پر ستاروں کی طرح اپنے اپنے دور میں چمکتے رہے اور جب انکی مدت ختم ہوئی تو چھپ گئے لیکن جب ہمارے آقا ﷺ کی باری آئی تو آپ آفتاب عالمتاب بن کر آسمان نبوت پر جلوہ گر ہوئے اور ایسے چمکے کہ کبھی ڈوبنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا۔ اس شعر میں عقیدہ ختم نبوت کے ساتھ ساتھ انبیائے کرام کی کثرت کی طرف بھی اشارہ ہے۔

تیرے بغیر ہو نہ سکی رونق چمن پھولوں کو لاکھ بار سجایا بہار نے

اس موضوع پر آخری شعر آپکے مطالعہ کی نظر کرتے ہوئے اجازت چاہوں گا۔ امام اہل سنت ارشاد فرماتے ہیں!

فتح باب نبوت پہ بے حد درود ختم دور رسالت پہ لاکھوں سلام

حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ہر نبی کے بعد دوسرے نبی کی ضرورت رہی مگر جب آپکی تشریف آوری ہوگئی تو نبوت کا دروازہ بند کردیا گیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے آپکی ذات اقدس اور آپ پر نازل کردہ شریعت کو اتنا کامل بنا دیا کہ تا قیامت ان سے کامل رہنمائی وہدایت میسر آتی رہے گی لہذا اب دروازہ نبوت کو کھلا رکھنے کا کوئی معنی ہی نہ تھا اسی طرح قرآن مجید نے اپنے مبارک کلمات کے ساتھ ارشاد فرمایا!

''آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کردیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کردی اور میں نے بطور دین اسلام کو تمہارے لیے پسند فرمایا''

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے اپنے خصوصی فضل وکرم سے نبوت کا افتتاح آپ ہی کی ذات سے کیا اور اختتام بھی آپ ہی کی ذات پر فرمایا۔ بیت المقدس میں انبیائے کرام علیہم السلام کے اجتماع میں حضور ﷺ نے اپنے صدارتی خطبے میں اللہ عزوجل کی حمد وثنا کرتے ہوئے فرمایا!

شرح لی صدری ووضع عنی وزری ورفع لی ذکری و جعلنی فاتحاً و خاتماً

اس نے مجھے شرح صدر کی دولت عطا فرمائی۔ میرے تمام بوجھ ختم کردیے۔ میرا ذکر بلند کردیا اور مجھے نبوت و رسالت کا افتتاح اور اختتام کرنے والا بنایا۔

حدیث کے الفاظ: "فاتحاً و خاتماً" ملاحظہ کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت کے الفاظ "فتح باب نبوت" اور ختم دور رسالت کو ذرا غور سے پڑھیے تو از خود آشکار ہو جاتا ہے کہ یہ شعر اس حدیث نبوی کا ترجمہ ہے اسلیے کہا گیا ہے۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مُسلّم جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

قلم رضا سے ہوا عمدہ بیان ختم نبوت کا

غلام مصطفیٰ قادری رضوی

رب قدیر جل مجدہ نے جو مذہب مہذب ہمیں عطا فرمایا ہے یہ ہمارے لیے مکمل دستور حیات ہے اسکی بے مثال تعلیمات وہدایات ہماری دینوی اور اُخروی کامیابیوں کا حسین ذریعہ ہیں۔ مگر اس کے دامن میں آنے کے لیے ہر ایک کو کئی بنیادی عقائد ونظریات کو بصدق دل مان لینا ضروری ہے جو خدا اور سول جل وعلا ﷺ نے بیان فرمائے۔ نیز خدا ورسول کی بتائی ہوئی قطعی الثبوت باتوں کا انکار بھی نہ ہو۔ انہی کو ضروریات دین کہا جاتا ہے۔

ضروریات میں سے ایک مسلمہ عقیدہ حسنہ ہمارا یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول محمد عربی ﷺ سب سے آخری نبی ہیں۔ اب آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آسکتا اور ہمارا یہ عقیدہ دیگر عقائد کی طرح ٹھوس اور غیر متزلزل ہے۔۔۔ جس پر ہمیشہ اہل ایمان مضبوطی سے قائم رہے۔ مگر مبارک و مسعود عہد رسالت سے لے کر تا امروز جن مختلف النوع فتنوں نے سر ابھارا اور پاکیزہ ایمان والوں کو صدمات سے دوچار کیا ان فتن وفسادات میں ایک انتہائی تعجب خیز اور طوفان بن کر پھیلنے والا ان جعلی نبیوں کا فتنہ تھا جنہوں نے اسلام کے بنی مستحکم فیصلوں سے ٹکرانے کی کوشش نا کام کی۔ اس خطرناک فتنہ کے ذریعہ دشمنان اسلام نے اپنی سازشوں کا جال بچھایا اور اسے حربے کے طور پر استعمال کیا جو آج سے چودہ سو سال پہلے اپنی ابتدا کر چکا تھا اس وقت سے لے کر مرزا غلام احمد قادیانی تک اپنے سیاہ اور مکروہ چہرے کیساتھ رونما ہوتا رہا۔

مگر ان تمام فتنوں اور گمراہ کن انقلابات کے اثرات دیکھ کر مردان حق نے بھی کاہلی اور غفلت نہیں برتی بلکہ ان خوش نصیب اہل علم وفکر حضرات نے اپنی بھرپور صلاحیتوں اور قابلیتوں کا اظہار فرما کر تمام باطل اور گمراہ کن نظریات کی بیخ کنی کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ ان کے خلاف زبان وقلم کے ہتھیار استعمال کیے۔ چنانچہ گزشتہ چودہ صدیوں میں جس نے بھی دعوئی نبوت کیا اہل حق اور صاحب بصیرت حضرات نے ان کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور انکی جھوٹی شہرت وعظمت کو خاک میں ملا دیا۔

جب مسیلمہ کذاب نے سر اُٹھایا اور نبوت کا دعوئی کیا تو عزم واستقلال کے پیکر امیر المومنین سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نتیجہ کی پرواہ کیے بغیر میدان عمل میں اتر آئے اور اپنی قوت ایمانی وعزیمت ایقانی کیساتھ محض خدا ورسول جل وعلا ﷺ کی رضا وخوشنودی حاصل کرنے کے لیے اس مردود اور جھوٹے مدعی نبوت کو کیفر کردار تک پہنچانے کے بعد ہی چین وسکون کی سانس لی۔

اس طرح جس دور اور زمانے میں اس قسم کا فتنہ اُٹھا اس دور کے مخلص اور پاکباز ہستیوں نے انکا تعاقب کیا اور اسے بیخ و بن سے اکھیڑ پھینکنے میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی۔ اور اہل ایمان کے دلوں میں شکوک و شبہات آنے لگتے تو فوراً ان کے ازالے کی کوششیں کرتے اور انھیں مطمئن کر کے اس عقیدہ حقہ کو مزید ان کے قلوب میں راسخ کر دیتے۔

عہد رسالت سے لیکر چودھویں صدی تک نہ جانے کتنے کذاب اور دجال پیدا ہوئے اور نبوت کا دعویٰ کیا مگر کبھی بھی خوش عقیدہ مسلمانوں کو اپنے دام فریب میں پھنسا نہ سکے بلکہ اپنی موت آپ مر گئے دنیا میں بھی ذلیل و رسوا ہوئے اور آخرت میں بھی اپنا برا انجام دیکھ لیں گے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کو تاریخ کا مطالعہ کرنے والے بخوبی جانتے ہیں اپنی فکر خام اور خباثت بھری سوچ سے اس نے بھی مال و دولت، اقتدار و حکومت کے طمع میں جہاں اور بہت سی غیر شرعی حرکتیں کیں وہیں اس نے نبوت کا بھی دعویٰ کیا اور اپنی کتاب "دافع البلاء" ص ۱۰ پر یہ لکھ کر دریدہ دہنی اور گستاخی کی حد کر دی کہ "سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا"۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے مرزائے قادیان کا سخت تعاقب فرمایا اور اس گستاخ پر کفر کا فتویٰ دیا۔ انھوں نے علمائے حرمین شریفین سے مرزا قادیانی کے بارے میں حکم شرعی حاصل کیا اور اسکی قلعی کھول کر رکھ۔ اور خاص مرزا غلام احمد قادیانی کے رد و تعاقب میں چھ رسائل تصنیف فرمائے۔ جن میں اس مردود اور جھوٹے انسان کے گستاخیوں بھرے جملوں کا رد و طرد بھی فرمایا اور کفر کا فتویٰ صادر کیا نیز اسکے متبعین کا حکم شرعی بھی بیان فرمایا۔

عقیدہ ختم نبوت پر آپ کے رسائل و کتب کے مطالعے کے بعد جہاں اس عقیدے پر لب کشائی کرنے والے متاثر ہوئے وہیں آپ کی تصانیف و تالیفات کا شوق مطالعہ بھی تیز ہوتا گیا۔ ختم نبوت کے ثبوت میں آپ کا گلبہار اور فیض یافتہ قلم چلتا رہا اور دلائل و براہین کے انبار لگتے رہے۔ خاص اس موضوع پر آپ کی دو اہم تصانیف نے اہل علم و دانش کو بہت متاثر کیا اور اس سے مخالفین و منکرین کو بھی اپنی فکر خام پر نظر ثانی کا موقع ملا۔ پہلی کتاب "المبین ختم النبیین" کے نام سے منظر عام پر آئی نیز فتاویٰ رضویہ جلد ششم میں بھی اس کو ضم کر لیا گیا ہے۔ اس کتاب میں جہاں دلائل سے آپ نے مسئلہ ختم نبوت پر گفتگو فرمائی ہے وہیں مولوی قاسم نانوتوی کے ہفوات کا بھی جاندار اور ٹھوس جواب دیا گیا ہے اور بقول بحر العلوم علامہ عبد المنان اعظمی مدظلہ "پورے قرآن مجید میں سے ان تمام مقامات کا استقصا فرمایا ہے جہاں جہاں نبی و رسول کا ذکر آیا اور اس پر ایسی شاندار بحث فرمائی ہے کہ اس کے پڑھنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی قدرت کا نظارہ ہوتا ہے کہ لیس علی اللہ بمستنکر ان تجمع العالم واحد "اللہ تعالیٰ پر کچھ مشکل نہیں ہے کہ ساری

خوبیاں کسی ایک آدمی میں جمع فرمادے'' اور یہ ثابت فرمایا ہے کہ الف لام عہد خارجی کا بن ہی نہیں سکتا ہے۔

النبیین میں جہاں آپ نے مسئلہ ختم نبوت واضح کرنے کے لیے قرآنی آیات اور احادیث کریمہ کی تفسیر اچھوتے انداز میں کی ہے وہیں مقدس صحابہ وائمہ وسلف سے بیان بھی منقول دلائل و براہین قاطعہ ذکر کر دیتے ہیں اور تحقیق وتدقیق اور اصلاح فکر و اعتقاد کا حق ادا کر دیا ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں! ''حضور پر نور خاتم النبیین سید المرسلین ﷺ اجمعین صلی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا خاتم یعنی بعثت میں آخر جمیع انبیاء ومرسلین بلا تاویل و بلا تخصیص ہونا ضروریات دین سے ہے جو اسکا منکر ہو یا اس میں ادنیٰ شک وشبہ کو بھی راہ دے کافر مرتد ملعون ہے۔ آیہ کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وحدیث متواتر لا نبی بعدی سے تمام امت مرحومہ نے سلفا وخلفا ہمیشہ یہی معنی سمجھے کہ حضور اقدس ﷺ بلا تخصیص تمام انبیاء میں آخر نبی ہوئے۔ حضور ﷺ کے ساتھ یا حضور کے بعد قیام قیامت کسی کو نبوت ملنی محال ہے فتاویٰ تیمیہ الدہر واشباہ والنظائر وفتاویٰ عالمگیر یہ وغیرہا میں ہے اذا لم یعرف ان محمدا ﷺ اخر الانبیاء فلیس بمسلم لانہ من الضروریات ۔ جو شخص یہ نہ جانے کہ محمد ﷺ انبیاء میں سب سے پچھلے نبی ہیں وہ مسلمان نہیں کہ حضور کا آخر الانبیاء ہونا ضروریات دین ہے۔

شفاء شریف امام اجل قاضی عیاض علیہ الرحمہ میں ہے! کذالک یکفر من ادعی نبوۃ مع نبینا ﷺ اور بعدہ (الی قولہ) فھولاء کفار مکذبون للنبی ﷺ لانہ ﷺ اخبر انہ خاتم النبین ولا نبی بعدہ واخبر عن اللہ تعالیٰ انہ خاتم النبین وانہ ارسل کافۃ للناس واجمعت الامۃ علی ان ھذا الکلام علی ظاھرہ وان مفھومہ المراد منہ دون تاویل ولا تخصیص فلا شک فی کفرہ ھولاء الطوائف کلھا قطعا اجماعا وسمعا ۔ یعنی جو ہمارے نبی ﷺ کے زمانہ میں خواہ حضور کے بعد کسی کی نبوت کا ادعا کرے وہ کافر ہے اور نبی ﷺ کی تکذیب کرنے والا کہ نبی ﷺ نے خبر دی کہ حضور خاتم النبیین ہیں اور حضور کے بعد کوئی نبی نہیں اور اللہ عزوجل نے خبر دی کہ محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں ان کی رسالت تمام لوگوں کو عام ہے اور امت نے اجماع کیا ہے کہ یہ آیات اور احادیث اپنے ظاہر پر ہیں جو کچھ ان سے مفہوم ہوتا ہے وہی خدا اور رسول کی مراد ہے نہ ان میں کوئی تاویل ہے نہ کچھ تخصیص تو جو لوگ اسکا خلاف کریں وہ بحکم اجماع امت وبحکم قرآن وحدیث سب یقیناً کافر ہیں۔

اس طرح ختم نبوت کے بارے میں ایک اور مفید تالیف ''جزاء اللہ عدوہ باباہ ختم النبوۃ'' کے نام سے منظر پر آئی جس میں قرآن مقدس کی آیت اور کئی ایک احادیث نبویہ سے حق واضح فرمایا ہے۔ ایک مقام پر رقمطراز ہیں! ''اللہ عزوجل سچا اور اسکا کلام سچا مسلمان پر جس طرح لا الہ الا اللہ ماننا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو احد صمد لا شریک لہ جاننا

فرض اول ومناط ایمان ہے۔یونہی محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین ماننا ان کے زمانے میں خواہ انکے بعد کسی نبی جدید کی بعثت کو یقیناً قطعاً محال و باطل جاننا فرض اجل وجزئے ایقان ہے ولکن رسول اللہ وخاتم النبین نص قطعی قرآن ہے۔اسکا منکر نہ منکر بلکہ شبہ کرنیوالا نہ شاک کہ ادنیٰ ضعیف احتمال خفیف سے توہم خلاف رکھنے والا قطعاً اجماعاً کافر مخلد فی النیران ہے نہ کہ ایسا کہ وہی کافر ہو بلکہ جو اس کے عقیدہ ملعونہ پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ جانے وہ بھی کافر جو اسکے کافر ہونے میں شک وتردد کو راہ دے وہ بھی کافر بین الکافر جلی الکفران ہے۔

عوامی حالات کا تقاضا ضرورت ہے کہ عقائد ومعمولات اہل سنت وجماعت کو کتاب وسنت کی روشنی میں ثابت کرنے اور دلائل وبراہین کی زنجیروں میں جکڑنے کی پوری کوشش کی جائے۔اور ایسے اہم عقائد ومعمولات پر مشتمل علماء اہل سنت کی تصانیف بلخصوص تصانیف رضا کو سہل انداز میں دنیا بھر میں پہنچائی جائے۔یورپی ممالک میں یہ فتنہ قادیانیت بڑی تیزی سے پھیل رہا ہے اس لیے وہاں کے ساکنان کے دلوں میں آیت کریمہ ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبین کے معنی ومفہوم کو اچھوتے انداز میں پیش کیا جائے اور تصانیف امام احمد رضا جو اس موضوع پر ہیں انھیں مختلف زبانوں میں ترجمہ کر کے بین الاقوامی سطح پر بھیجا جائے۔

آخر میں امام احمد رضا کے ان محبت وعشق بھرے اشعار پر اپنا مقالہ ختم کر رہا ہوں جو عقیدہ ختم نبوت کی جانب اشارہ کرتے ہیں شاید اچھے دل سے نکلنے والی یہ آواز قبول حق کے سلسلے میں معاون ثابت ہو۔اور منکرین ختم نبوت کے لیے اس مستحکم عقیدہ پر مضبوطی کیساتھ قائم رہنے کا ذریعہ بن جائے۔فرماتے ہیں!

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی ۔۔۔ سب سے بالا و والا ہمارا نبی

بزم آخر کا شمع فروزاں ہوا ۔۔۔ نور اول کا جلوہ ہمارا نبی

بجھ گئیں جس کے آگے سبھی مشعلیں ۔۔۔ شمع وہ لیکر آیا ہمارا نبی

قرنوں بدلی رسولوں کی ہوئی ۔۔۔ چاند بدلی کا نکلا ہمارا نبی

فتح باب نبوت پہ بے حد درود

ختم دور رسالت پہ لاکھوں سلام

حواشی ماخذ

بحوالہ افکار رضا جنوری تا مارچ ۱۹۹۷ء ص ۲۲

رہبر و رہنما ص ۷

المبین ختم النبیین مشمولہ فتاویٰ رضویہ ششم ص ۵۷

ختم النبوۃ ص ۴،۵

حدائق بخشش

اِحیاءُ الحیاء فی شاتِمِ احمد رضا

علامہ مفتی غلام رسول قاسمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ و الصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین اما بعد

ماہنامہ دعوتِ اہل حدیث میں قاری ذکاء اللہ حافظ آبادی مدرس جامعہ اسلامیہ صادق آباد کا لکھا ہوا ایک مضمون اپریل 2009ء کے شمارے میں چھپا۔ موصوف نے ''عقیدہ ختم نبوت اور چند نام نہاد مسلمان'' کے عنوان سے چار باتیں بیان کی ہیں۔

(۱)۔ مرزا قادیانی حنفی تھا۔ لہٰذا حنفیت ختم نبوت کے لیے نقصان دہ ہے۔ یہاں مضمون نویس نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو مرزا قادیانی کی پسندیدہ شخصیت قرار دیتے ہوئے، ان پر حسب عادت چوٹ کی ہے۔

(۲)۔ امام اہلِ سنت اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ پر تین اعتراضات کیے ہیں جن سے انہیں ختم نبوت کا منکر ظاہر کیا ہے۔

(۳)۔ بہت سے صوفیا ءمتقدمین ومتاخرین کو ختم نبوت کا منکر کہا ہے۔

(۴)۔ اسماعیلی شیعوں کو ختم نبوت کا منکر قرار دیا ہے۔

یہ تھا خلاصہ ماہنامہ دعوت اہل حدیث کے مضمون کا۔ ذیل میں ہم اس مضمون کی تردید ترتیب وار کر رہے ہیں۔ انشاء اللہ العزیز تحریر مدلل ہوگی اور دلیل سن کر بوکھلا جانے والے بزدل بھی ہوا کرتے ہیں اور خوف خدا سے عاری بھی ہوا کرتے ہیں۔ محقق اور دین شناس شخص وہ ہے جو صحیح دلائل کے سامنے گردن جھکا دے۔

قولہ: ۔مرزا قادیانی کے آباء واجداد حنفی المذہب تھے اور خود مرزا قادیانی بھی اپنی اوائل زندگی میں انہی کے قدم بقدم چلتے رہے (سیف چشتیائی حضرت مہر منیر صفحہ ۱۶۰)۔ مرزا قادیانی سارے اماموں کو عزت کی نظر سے دیکھتا تھا۔ خصوصاً امام ابوحنیفہ کی قوتِ استدلال کی بہت تعریف کرتا تھا۔ جس طرح مرزائیوں نے ثابت کیا کہ وہ حنفی ہیں اسی طرح حنفیوں نے اپنے عمل سے ثابت کیا کہ وہ قادیانی ہیں۔ اب ان میں فرق کرنا درست نہیں ہے۔

الجواب: ۔پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر مرزا قادیانی آبائی طور پر حنفی تھا تو پھر کیا ہوا؟ کیا مسیلمہ کذاب بھی حنفی تھا؟ کیا اسود عنسی بھی حنفی تھا؟ کیا طلیحہ بھی حنفی تھا؟ کیا سجاع نامی عورت بھی حنفیہ تھی؟ یہ سب لوگ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کی پیدائش سے بھی پہلے نبوت کا دعویٰ کر چکے تھے۔

ثانیاً آپ نے خود اس سوال میں سیف چشتیائی کا حوالہ دیا ہے۔ بتایئے یہ کتاب مرزا قادیانی کے خلاف لکھی گئی تھی کہ نہیں؟ اور کیا اس کتاب کے مصنف حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی حنفی تھے کہ نہیں؟ کیا اس وقت کے غیر مقلدین نے اس کتاب کو اور اس کے مصنف کو سراہا تھا کہ نہیں؟ اور کیا مولوی ابراہیم سیالکوٹی اہل حدیث نے پیر مہر علی شاہ صاحب سے اپنی کتاب شھادۃ القرآن پر تقریظ لکھائی تھی کہ نہیں؟ اگر یہ سب جھوٹ ہیں تو جھوٹے پر لعنت۔ ذرا میدان میں آؤ۔ اور اگر یہ سب کچھ سچ ہے تو پھر اپنے غیر مقلدین بزرگوں کو قادیانیت نواز اور قادیانیت پرست قرار دیجیے جو مشکل وقت میں حنفیوں کی غلامی کرتے رہے۔

ثالثاً مرزا قادیانی نے امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کو اچھا کہا ہے، پھر کیا ہوا؟ امام اعظم یا ان کے مقلدین نے تو مرزا کو اچھا نہیں کہا۔

رابعاً آپ نے امام اعظم ابوحنیفہ پر ہٹ (hit) کیا ہے۔ آپ کے اپنے مسلک کے عالم عبدالجبار غزنوی سے اس کا جواب سنیے۔ ایک شخص امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کی شان میں گستاخی کرتا تھا۔ اہلِ حدیث عبدالجبار غزنوی نے کہا یہ شخص قادیانی ہو جائے گا۔ کچھ عرصہ کے بعد واقعی وہ شخص قادیانی ہو گیا۔ غزنوی صاحب سے کسی نے پوچھا۔ آپ کو کیسے معلوم تھا کہ یہ شخص قادیانی ہو جائے گا۔ انہوں نے کہا یہ اللہ کے ولی کا دشمن تھا۔ اور اللہ کا اعلان ہے کہ من عادیٰ لی ولیاً فقد اذنته بالحرب۔ یعنی جو میرے ولی سے دشمنی کرے گا اس کے خلاف میرا اعلانِ جنگ ہے۔ مجھے معلوم تھا کہ خدا نے اس کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا ہے۔ یہ شخص یقیناً مرتد ہو جائے گا۔ اور آج کل مرتد ہونے کا آسان راستہ قادیانیت ہے۔ لہٰذا میں نے اس شخص کے قادیانی ہونے کی پیش گوئی کر دی۔

اس واقعہ کو بار بار پڑھیے اور اپنے مستقبل کی فکر کیجیے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہدایت دے۔

خامساً آپ لوگوں نے انگریز کو درخواست دی تھی کہ ہمیں وہابی کی بجائے اہلِ حدیث کہا جائے۔ مرزا قادیانی نے بھی درخواست دی تھی کہ مجھے مولوی تنگ کرتے ہیں۔ مرزا کی یہ درخواست اسکی کتاب تریاق القلوب کے آخر میں موجود ہے (روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۴۸۷)۔ اب بتایئے آپ کا اپنا قارورہ کہاں پہنچا۔ گرم ہونے کی بجائے ٹھنڈا پانی پی کر سوچیے۔ اس طرح کی باتوں کا جواب اسی طرح دیا جاتا ہے۔

سادساً آپ لوگوں کی عادت ہے کہ بخاری پر ایسا زور دیتے ہیں کہ باقی کتب کے انکار کے جراثیم نظر آنے لگتے ہیں۔ مرزا قادیانی بھی یہی کہتا ہے کہ جو حدیث بخاری کی شرط کے مخالف ہو وہ قبول کے لائق نہیں (روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۱۲۰)۔ یہیں سے معلوم ہو گیا کہ مرزا قادیانی امام ابوحنیفہ سے زیادہ امام بخاری پر اعتماد کرتا تھا۔ اب

یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بھی حسب عادت کچھ نہ کچھ فرما دیجیے۔مرزا قادیانی امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کے حوالہ جات بھی کثرت سے دیتا ہے اور اپنے طور پر ثابت کرتا ہے کہ امام احمد بھی معاذ اللہ مرزا کی طرح اجماع کے منکر تھے (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۴)۔

سابعاً آپ کے اہل حدیث عالم سید احمد بریلوی کی شان میں مرزا قادیانی لکھتا ہے: کیا تعجب ہے کہ سید احمد بریلوی اس مسیح موعود کے لیے الیاس کے رنگ میں آیا ہو۔کیونکہ اس کے خون نے ایک ظالم سلطنت کا استیصال کر کے مسیح موعود کے لیے جو یہ راقم ہے، راہ کو صاف کیا (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۱۰، روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۲۹۶)۔

ثامناً آپ لوگ بھی اجماع کو حجت نہیں سمجھتے اور مرزا قادیانی بھی کہتا ہے کہ حیاتِ مسیح پر اجماع کتاب وسنت کے خلاف ہے (روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۲۹۴۔۲۹۵، ۲۸۰)۔

تاسعاً تحقیقی بات یہ ہے کہ مرزا قادیانی اپنی نبوت کو ثابت کرنے کے چکر میں کبھی قرآن سے استدلال کرتا رہا، کبھی حدیث سے۔کبھی اجماع کا سہارا لیا اور کبھی کسی امام کے قول پر بنا رکھی۔اس قسم کے لوگ پرانے بزرگوں اور ائمہ اربعہ کی سرِ عام مخالفت کر کے اپنے لیے مصیبت نہیں بنانا چاہتے۔ایسے چالبازوں کے کسی بزرگ کو اچھا کہہ دینے سے وہ بزرگ قادیانی ثابت نہیں ہو جاتے۔آپ نے ایسے اعتراضات لگا کر تعصب اور تنگ نظری کی انتہا کر دی ہے اور اپنی تحریر کے منفی اثرات اور خطرناک نتائج پر نظر نہیں رکھی۔اور بہت چھوٹی ذہنیت کا مظاہرہ کیا ہے۔

قولہ: ۔فرقہ بریلوی کے موسس احمد رضا خان بریلوی بھی عقیدہ ختم نبوت کے مسئلہ میں فکر مرزا میں غوطہ غوری کرتے ہوئے نظر آتے ہیں لکھتے ہیں: انجام وے آغاز رسالت باشد ایںک کو ہم تابع عبد القادر (حدائق بخشش حصہ دوم صفحہ ۱۷) حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کی وفات کے بعد پھر رسالت کا آغاز ہوگا، یہ کہو کہ وہ شیخ عبد القادر کا تابع بھی ہوگا (مواخذات)۔

الجواب: ۔یہودیوں کا یہی طریقہ رہا ہے کہ عبارت آدھی نقل کرتے تھے اور آگے پیچھے والی عبارت پر ہاتھ رکھ لیتے تھے۔جناب نے بھی یہی حرکت کی ہے۔یہ شعر ایک رباعی کا حصہ ہے۔پوری رباعی امام اہل سنت علیہ الرحمہ نے یوں لکھی ہے۔

بر وحدت اور ابع عبد القادر یک شاہد و دو سابع عبد القادر

انجام او آغاز رسالت باشد ایںک کو ہم تابع عبد القادر

اب اس رباعی کا مفہوم بھی سمجھ لیجیے۔اس لیے کہ علمی باتوں کو سمجھنے کے لیے دماغ کی ضرورت ہے اور دماغ

کی درستی کے لیے اہلِ سنت ہونا ضروری ہے۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہ نے "عبد القادر" نام کا حسن بیان فرمایا ہے۔

بر وحدتِ اور ابع عبد القادر یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدت پر عبد القادر کا چوتھا۔

یک شاہد دو سابع عبد القادر ایک گواہ ہے اور دوسرا گواہ عبد القادر کا ساتواں ہے۔

اگر جناب کو گنتی آتی ہو تو گن لیجیے۔عبد القادر کا چوتھا حرف بھی الف ہے اور ساتواں حرف بھی الف ہے۔

اعلیٰ حضرت فرمارہے ہیں کہ عبد القادر کا چوتھا حرف اور عبد القادر کا ساتواں حرف، اللہ کی توحید پر دو گواہ ہیں۔توحید کے بعد رسالت کی طرف آتے ہوئے فرماتے ہیں:

انجام وے آغاز رسالت باشد یعنی عبد القادر کا آخری حرف رسالت کا ابتدائی حرف ہے۔

یہاں عبد القادر کی "ر" کی بات کررہے ہیں جو عبد القادر کے آخر میں ہے اور رسالت کے شروع میں ہے۔

ایک کو ہم تابع عبد القادر اس سے اگلے اشعار بھی عبد القادر کے نام کے تحت پڑھو۔ان میں اس حسن کا بیان ابھی جاری ہے۔

اس حقیقت کے واضح ہو جانے کے بعد اگر آپ میں خوفِ خدا نام کی کوئی چیز ہے تو اپنی الزام تراشیوں سے بچی توبہ کر لیجیے۔اور اگر اعلانیہ توبہ کی توفیق نہیں تو کم از کم فرعون کی طرح اندر جاکر اللہ کے سامنے ضرور اعترافِ گناہ کر لینا۔

اب یہ حقیقت بھی سن لیجیے کہ مرزا قادیانی پر سب سے پہلے کفر کا فتویٰ اسی احمد رضا خان بریلوی نے دیا تھا۔

اور یہ بھی سن لیجیے کہ یہی اعلیٰ حضرت ہیں جنہوں نے مرزا قادیانی کے خلاف کئی کتابیں اور بے شمار فتاویٰ جات لکھے۔

مثلاً (۱)۔جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ (۲)۔السوء والعقاب علی المسیح الکذاب (۳)۔المبین ختم النبیین (۴)۔ قہر الدیان علیٰ المرتد بقادیان (۵)۔الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی (۶)۔الدرۃ الدرانی علی المرتد القادیانی۔

قولہ:۔مولوی احمد رضا خان لکھتا ہے کہ معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ سے پوچھا اغم علیک ان جعلتک اخر الانبیاء یعنی کیا تمہیں اس بات کا غم ہوا کہ میں نے تمہیں سب سے پچھلا نبی کیا؟ عرض کی نہیں اے رب میرے۔ارشاد فرمایا میں نے اس لیے سب سے پچھلی امت بنایا کہ سب امتوں کو ان کے سامنے رسوا کروں۔

احمد رضا کی تحریر سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ نبی مکرم ﷺ اپنے آخری نبی ہونے پر نعوذ باللہ خوش نہ تھے۔

فقط اس میں امت کا اعزاز تھا۔ بالذات کچھ فضیلت نہ تھی۔

الجواب:۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا کیا آپ کو آخر میں آنے کا غم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ بتایئے اس سے غم کا اثبات ہوا یا نفی؟ سنا تھا وہابی کند ذہن ہوتا ہے۔ آپ نے اس کی مکمل تصدیق کردی بلکہ کند ذہنی کے ساتھ ساتھ اپنی دیانت داری کا ثبوت بھی دے دیا۔ بتایئے سوال کتنی قسم کا ہوتا ہے؟ قرآن میں انبیاء پر کتنے سوال کیے گئے ہیں؟ کیا جس نبی پر قرآن میں کوئی سوال ہوا ہے وہ نبی اس سوال کا ذمہ دار ہے؟ کیا پوری بات کو سمجھنے کے لیے صرف سوال پر اکتفا کافی ہے یا جواب کو بھی پڑھ لینے کے بعد فیصلہ کرنا چاہیے؟ ہم نے ان چند سطروں میں دفتر کو بند کردیا ہے۔

آخر میں یہ بھی سن لیجیے کہ امام اہل سنت نے یہ حدیث خود گھڑی یا کسی کتاب سے لی؟ ملفوظات میں گفتگو ہو رہی ہوتی ہے اور حوالے دے دے کربات کرنا ضروری نہیں ہوتا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے یہ حدیث امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کی کتاب خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۳۳۱ سے لی ہے۔ باب کا نام ہے "باب کلامہ ﷺ للہ عزوجل عند سدرۃ المنتھیٰ۔ دار الکتب علمیہ کی چھپی ہوئی کا بھی یہی صفحہ ہے اور مکتبہ حقانیہ پشاور کی چھپی ہوئی کا بھی یہی صفحہ ہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ شاید آپ کو اب بھی اپنی غلطی کا احساس نہ ہو۔ برا ہو تعصب کا جو دوپہر کو بھی سورج دیکھنے نہیں دیتا۔

قولہ:۔ مولوی احمد رضا خان بریلوی لکھتا ہے: قریب تھا کہ یہ ساری امت نبی ہوجائے

جمال ہمنشیں در من اثر کرد وگرنہ من ہمہ خاکم کہ ہستم

کس قدر حماقت کی انتہا ہے کہ ساری امت نبی ہوجائے تو پھر ہر نبی کی امت کہاں آئے گی۔

الجواب:۔ (۱)۔ آپ نے یہ عبارت ادھوری نقل کرکے بے ایمانی فرمائی ہے۔ فتاویٰ افریقہ کی اصل عبارت یوں ہے۔ امام احمد و ابن ماجہ و ابوداؤد طیالسی و ابویعلیٰ عبد اللہ بن عباس سے راوی حضور سید المرسلین ﷺ فرماتے ہیں: انہ لم یکن نبی الحدیث یہ حدیث طویل ہے اور اس حدیث کے آخری الفاظ یہ ہیں کہ پہلی تمام امتیں ہمارے لیے راستہ دیں گی ہم چلیں گے اثر وضو سے درخشندہ رخ وتابندہ اعضا، سب امتیں کہیں گی یہ امت ساری انبیاء ہوجائے۔

بتایئے اعلیٰ حضرت نے باقاعدہ حدیث کا حوالہ دیا تھا۔ آپ نے ساری بات مکمل نقل کیوں نہ فرمائی۔ اگر آپ کے نزدیک حدیث صحیح نہیں تھی تو شرافت کا تقاضا تھا کہ آپ حدیث کی سند پر جرح کرتے نہ کہ اس حدیث کو احمد رضا کا قول کہہ کر اسے حماقت قرار دیتے۔

(۲)۔ اگر یہ الفاظ نبی کریم ﷺ نے فرمائے ہوں کہ قریب تھا کہ یہ ساری امت نبی ہوجائے تو پھر یہ "کس قدر

حماقت" کے الفاظ کا کیا بنے گا؟ احمق کون ثابت ہو جائے گا؟ احمق کے ساتھ ساتھ احادیث سے جاہل اور بے خبر کون ہو گا؟ اپنے نبی کو احمق کہنے والا جہنم کے کون سے گڑھے میں گرے گا؟ اپنے سینے پر ہاتھ رکھو اور حدیث پڑھو اور پھر حدیث کے حوالے پڑھو۔

تقول الامم: کادت ھذہ الامۃ ان تکون انبیاء کلھا یعنی قیامت کے دن دوسری امتیں کہیں گی کہ قریب ہے کہ یہ ساری امت نبی ہو جائے (مسند احمد جلد ا صفحہ ۳۶۸، ۳۸۶، مسند ابوداؤد طیالسی جلد ۳ صفحہ ۱۳۸، مسند ابو یعلی جلد ۲ صفحہ ۲۵۴، مجمع الزوائد جلد ۱۰ صفحہ ۳۷۲، طبرانی ۱۲۷۷۷، عبد بن حمید: ۶۹۴، دلائل النبوہ للبیہقی جلد ۵ صفحہ ۴۸۱)۔

قولہ:۔ ایسے لوگ جن کے عقائد کو بنیاد بنا کر مرزا قادیانی نے نبی مکرم ﷺ کی نبوت پر ضرب کاری لگانے کی مذموم کوشش کی، ان میں سے ایک جماعت صوفیاء کی بھی ہے۔ یاد رہے کہ حنفیت کا تعلق بھی صوفیت کے ساتھ کافی حد تک ہے الخ ان میں ابن حجر ھیتمی، عبدالوہاب شعرانی، عبدالکریم جیلانی، ابن عربی شامل ہیں۔

الجواب:۔ (۱)۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ابن حجر ھیتمی صوفی نہیں بلکہ آپ کا محدث ہے۔ اسی نے مشکوۃ شریف کی شرح لکھی ہے اور حنفیوں کے عالم حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ اپنی کتاب مرقاۃ میں ابن حجر کی قدم قدم پر تردید اور مخالفت کرتے ہیں۔

ابن حجر ھیتمی علیہ الرحمہ ایک حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے یہ باتیں لکھ رہے ہیں۔ حدیث یہ ہے کہ لو عاش ابراھیم لکان صدیقاً نبیا یعنی اگر ابراہیم زندہ رہتے تو سچے نبی ہوتے۔ لیکن بخاری میں وضاحت موجود ہے کہ چونکہ نبی کریم ﷺ آخری نبی ہیں لہذا اللہ تعالیٰ نے آپ کے بیٹے ابراہیم کو بچپن میں ہی وفات دے دی تا کہ اس غلط فہمی کا دروازہ ہی بند ہو جائے (حاصل بخاری)۔

اس ساری صورت حال پر ابن حجر ھیتمی ایک عالمانہ بحث کر رہے ہیں کہ اگر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو نبوت ملنا ہوتی تو چھوٹی عمر اس میں رکاوٹ نہیں تھی۔ بلکہ جس طرح حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بچپن میں نبوت ملی اسی طرح ان کو بھی مل سکتی تھی۔ لیکن اس راستے میں رکاوٹ ختم نبوت کا اعلان تھا نہ کہ ان کا بچپن۔

آپ نے سیدھی بات کو مروڑا ہے۔ بلکہ جو استدلال آپ نے کیا ہے بالکل یہی باتیں قادیانی بھی کرتے ہیں۔ بلکہ شاید آپ نے سارا مواد ہی قادیانیوں سے لیا ہے۔ قادیانیوں کے لگ بھگ یہی اعتراضات اور سوالات ہیں جن کا جواب ہم اس سے پہلے اپنے ایک مضمون میں لکھ چکے ہیں۔ یہ سارے اعتراضات قادیانیوں کی ایک ویب

سائٹ سے لیے گئے ہیں۔فرق صرف یہ ہے کہ اُس وقت ہمارے مخاطب قادیانی تھے اور آج اہلِ حدیث۔

(۲)۔ آپ نے امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمہ کی عبارت بھی ادھوری نقل کی ہے۔آپ نے نقل کیا ہے اعلم ان النبوۃ لم ترتفع مطلقاً الخ مگر تھوڑا آگے پڑھیے تو امام شعرانی نے لکھا ہے کہ ویسمیٰ صاحب ھذا المقام من انبیاء:الاولیاء یعنی ایسے لوگوں کو نبی نہیں بلکہ ولی کہا جاتا ہے۔

آپ نے جو عبارت نقل کی ہے اس سے پہلے یہ تھا:وحی کا دروازہ ہے جو محمد ﷺ کی وفات کے بعد بند ہو چکا ہے اور قیامت تک کسی کے لیے نہیں کھلے گا،لیکن اولیاء کے لیے الہام کا سلسلہ باقی ہے جس میں تشریع نہیں ہوتی۔اگر جبریل علیہ السلام کے ذریعے وحی کا سلسلہ باقی ہوتا تو عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد شریعتِ محمدی کے مطابق فیصلہ نہ کرتے بلکہ جبریل کی لائی ہوئی وحی کے ذریعے فیصلہ کرتے۔امام شعرانی کی اصل عربی عبارت اس طرح ہے ھذا باب اغلق بعد موت محمد ﷺ فلا یفتح لاحد الی یوم القیامۃ ولکن بقی للاولیاء وحی الالھام الذی لا تشریع فیہ الخ (الیواقیت والجواہر جلد۲ صفحہ۳۷)۔

(۳)۔ یہی خیانت آپ نے سید عبدالکریم جیلی علیہ الرحمہ کی عبارت میں کی ہے۔نبوت تشریع سے ان کی مراد شرعی معنی میں نبوت ہے۔یہاں ہم اس مسئلے کو قدرے تفصیل سے بیان کردینا مناسب سمجھتے ہیں۔

نبوت مل جانا الگ چیز ہے اور نبوت کی صلاحیت اور کمالات کا پایا جانا الگ چیز ہے۔احادیث میں ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتا(ترمذی جلد۲ صفحہ۲۰۹)۔دوسری حدیث میں ہے کہ اے علی تم میرے لیے اسی طرح ہو جس طرح موسیٰ کے لیے ہارون مگر میرے بعد نبی نہیں(بخاری جلد۱ صفحہ۵۲۶ ، مسلم جلد۲ صفحہ۲۷۸)۔ایک حدیث آپ ابھی پڑھ چکے ہیں کہ اگر(میرا بیٹا)ابراہیم زندہ رہتا تو سچا نبی ہوتا۔ایک حدیث کئی حوالوں سے لکھی جا چکی ہے جس پر آپ نے گستاخانہ الفاظ میں اعتراض کیا ہے کہ:قیامت کے دن امتِ مسلمہ کی شان دیکھ کر دوسری امتیں بولیں گی کہ یہ امت ساری کی ساری نبی بن جانے کے قریب ہے۔ایک حدیث ابوداؤد میں اس طرح بھی ہے کہ میری امت کے اولیاء پر قیامت کے دن نبی اور شہید بھی رشک کریں گے(ابوداود، مشکوٰۃ صفحہ۴۲۶)۔

اس قسم کی احادیث میں ہرگز ہرگز کسی کو نبی قرار نہیں دیا گیا۔بلکہ نبوت کی محض استعداد اور صلاحیت کی بات کی گئی ہے۔جب صلاحیت کے باوجود ان مقدس ہستیوں کو نبوت عطا نہیں کی گئی تو مرزا قادیانی کی نبوت کی نفی بدرجہ اولیٰ ہوگئی۔اللہ کی قسم ایک باضمیر اور تحقیق پسند انسان کو سیدھی راہ دکھانے کے لیے ہمارے یہ چند جملے تریاق کی حیثیت

رکھتے ہیں۔

(۴)۔ آپ نے شیخ اکبر ابن عربی علیہ الرحمہ کی جو عبارت نقل کی ہے۔ ہمارے اوپر والے پیراگراف میں اس کا مکمل جواب آ چکا ہے۔آپ نے حضرت ابنِ عربی علیہ الرحمہ کی اس عبارت پر اعتراض کیا ہے: **ان النبوة انقطعت لوجود رسول اللہ ﷺ انما هی نبوة التشريع لا مقامها الخ** یعنی رسول اللہ ﷺ کے بعد نبوت تشریعی منقطع ہوئی ہے نہ کہ اس کا مقام۔

سیدھی سیدھی بات ہے کہ نبوت کی عطا اور اعلان بند ہے مگر نبوت کی صلاحیت اور کمالات جاری ہیں۔ان کمالات اور صلاحیت والوں میں چاروں خلفاء راشدین اور سیدنا حضرت شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ جیسی ہستیاں شامل ہیں۔مگر انہیں نبوت نہیں دی گئی۔

(۵)۔ آپ نے کچھ ایسے غیر معروف لوگوں کا ذکر کیا ہے جن میں سے کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا، کسی نے حلول کا عقیدہ اپنایا اور کسی نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ہم خود ایسے لوگوں کی مخالفت کرتے ہیں۔نبوت اور حلول کا دعویٰ کرنے والوں کو کافر سمجھتے ہیں۔خود صوفیاء علیہم الرضوان نے ایسے لوگوں کی تردید فرمائی ہے۔حضرت داتا صاحب علیہ الرحمہ نے کشف المحجوب میں حلولیوں کو کافر کہا ہے اور حسین بن منصور کے بارے میں کشف الاسرار میں لکھا ہے کہ اس کی معرفت خاک میں مل گئی۔حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ نے بھی ان پر سخت تنقید فرمائی اور علماءِ اہلِ سنت نے خود انہیں پھانسی پر لٹکایا۔

(۵)۔ آپ نے اسماعیلی شیعوں کو بھی ختم نبوت کا منکر قرار دیا ہے۔اس میں اہلِ سنت کا کیا بگڑا؟ اہلِ سنت کی اپنی تحقیق تو یہاں تک ہے کہ اسماعیلی تو کجا، عام اثنا عشری کے عقائد بھی ختم نبوت کے خلاف ہیں۔یہ لوگ اماموں پر وحی نازل ہونے کے قائل ہیں، اماموں کو معصوم سمجھتے ہیں اور ان کی ماموریت کے قائل ہیں۔یہ سب باتیں ختم نبوت کے خلاف ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: میں نے روحانی طور پر آنحضور ﷺ سے شیعہ فرقہ کے بارے میں پوچھا کہ یہ لوگ اہل بیت کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں مگر آپکے صحابہ کے ساتھ دشمنی رکھتے ہیں۔آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں کا مسلک باطل ہے۔انکے مسلک کا بطلان امام کے بارے میں ان کے پیش کردہ تصور پر معمولی غور و فکر سے کھل جاتا ہے۔اس کیفیت سے واپسی کے بعد میں نے امام کے لفظ پر غور کیا تو ظاہر ہوا کہ یہ لوگ امام کو معصوم اور اس کی اطاعت کو فرض قرار دیتے ہیں اور وحی باطنی جو باطن پر حکم خداوندی کے القاء کا نام ہے اسے امام

کے لیے اجتہاد، الہام یا خطا سے محفوظ ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امام کو اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے خود مقرر کرتا ہے تا کہ وہ انہیں خداوندی احکام پہنچائے۔ حالانکہ یہی تو نبوت کے معنی اور اسکے فرائض وخصائص ہیں۔ نبی کی تعریف یہ ہے بعثہ اللہ لتبلیغ الاحکام۔ اللہ تعالیٰ نبی کو اپنے احکام کی تبلیغ کے لیے بھیجتا ہے یعنی نبی کو اللہ تعالیٰ مقرر کرتا ہے اور اسکی اطاعت فرض ہوتی ہے۔ گویا دوسرے الفاظ میں یہ لوگ ختم نبوت کے قائل نہیں ہیں اور اماموں کے لیے نبوت ثابت کرتے ہیں (الانتباہ فی سلاسلِ الاولیاء اردو صفحہ ۱۳۱)۔

وما علینا الا البلاغ

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆